ادارہ بلاغ الناس

(شعبہ اشاعت) اسلام آباد پاکستان

حافظ اور کلامِ حافظ

از

جناب کوثر چاند پوری

سرزمینِ ایران اپنی تاریخ تہذیب اور ثقافت کے لحاظ سے ہمیشہ ممتاز رہی ہے، اور پاکستان سے اس کے روابط تاریخی حیثیت رکھتے ہیں، دونوں ملکوں کے درمیان تجارتی اور تہذیبی تعلقات کی قدامت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ایران کے باشندے عموماً فنونِ لطیفہ سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں، فنونِ لطیفہ سے انہیں بڑی مناسبت ہے اس علمی سرزمین نے بہت سے عالم، فلسفی شاعر، صوفی اور آرٹسٹ پیدا کئے جن کو اپنی انفرادی خصوصیات کے لحاظ سے صفحاتِ تاریخ پر نمایاں مقام حاصل ہے۔ ایران کے عظیم شعرا میں فردوسی، خیام، سعدی اور حافظ کو جو قبولِ عام ملا ہے وہ ان کے باکمال ہونے کی ایک روشن دلیل ہے، ایران کے یہ چاروں فنکار دنیا کی تاریخِ شاعری میں ہمیشہ کے لئے اپنی جگہ محفوظ کر چکے ہیں شاعرانہ نکتہ سنجیوں، قدرتِ کلام اور اصنافِ شعر پر فنکارانہ گرفت کے اعتبار سے ایران کے یہ عناصرِ اربعہ ہر دور میں مقبول اور ہر دلعزیز رہے ہیں ان کے کلام کے تراجم نہ صرف اردو بلکہ انگریزی، فرانسیسی، جرمنی اور ترکی زبانوں میں بھی ہو چکے ہیں پاکستان میں گلستاں بوستاں اب تک پڑھائی جاتی ہے فردوسی کا شاہنامہ اور دیوانِ حافظ بھی اربابِ علم و تحقیق کی توجہ کا مرکز رہے ہیں اسی طرح رباعیاتِ خیام کی مقبولیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ فردوسی مناظرِ رزم و بزم کی عکاسی کی بنا پر زندۂ جاوید ہے، خیام کی رندی و سرمستی اس کی رباعیات کے آبگینوں سے چھلکتی رہے گی، سعدی کی اخلاقی شاعری خراجِ تحسین حاصل کرتی رہے گی اس کے ساتھ ان کی غزل کے اشعار دلوں کی دھڑکنوں کا اضافہ کرتے رہیں گے اور حافظ اپنی غنائی شاعری اور اس سے زیادہ بقول میر کلدی[1] اپنے جذبۂ طبیعی و غنائی کی بدولت ہمیشہ عوام میں مقبول رہیں گے۔ یہ کہنا کسی بے انصافی پر مبنی نہیں کہ حافظ ایران کے تمام شاعروں سے زیادہ شہرت اور مقبولیت کے مالک رہے یہ شہرت جغرافیائی حدود کی پابند نہیں بلکہ نسیمِ صبح کی مانند ایران سے چل کر بغداد، رے، بنگالہ اور دکن تک جا پہنچی اس کے بعد اس نے فرانس، جرمنی، انگلستان اور ترکی کو بھی اپنی یادوں اور خنک لہروں سے سرشار کیا حافظ کا شمار ان خوش نصیب شعرا میں ہے جن کا کلام ان کی زندگی ہی میں قبولِ عام کے درجہ تک پہونچا ان کے اشعار سیہ چشمانِ کشمیری اور ترکانِ سمرقند کو بھی بے خود بنا دیا کرتے تھے وہ انہیں سن کر وجد کرنے لگتے تھے۔

ز شعرِ حافظِ شیراز می گویند و می رقصند[2]
سیہ چشمانِ کشمیری و ترکانِ سمرقندی

عراق و عرب اور غیر منقسم ہندوستان کے فرمانرواؤں نے خواجہ کے کلام کو جو خراجِ تحسین پیش

---

[1] دیوان حافظ مرتبہ میر کلدی [2] دیوان حافظ ص ۳

نثل اور عنایت کی وجہ سے بہت پسند کیا اور آرزو کی کہ وہ
ان کے دربار میں آئیں لیکن خواجہ دنیا کی تمام لذتوں، مسرتوں اور عیش
و عشرت کو چمنستان مصلیٰ کی فرحت افزا ہواؤں اور آب رکنا باد کی دلفریب
لہروں پر نثار کر دینے کی جرأت رندانہ رکھتے تھے اور جس فیاضی کے ساتھ خال ہندی پر
سمرقند و بخارا کو لٹا سکتے تھے اُسی دریا دلی کے ساتھ تمام دولت اور بلندی کو نسیم خاک مصلیٰ اور آب رکنا باد
پر قربان کر دینے کا بھی حوصلہ رکھتے تھے ؎

نمی دہند اجازت مرا بہ سیر و سفر
نسیم خاک مصلیٰ و آب رکنا باد[1]

لیکن جس طرح ارباب فضل و کمال میں ایک خاص قسم کی نازک مزاجی کی جھلک پائی جاتی ہے حافظ میں بھی تھی چنانچہ
وہ آزردہ اور بیزار ہو کر کبھی کبھی شیراز سے نکل جانے کی تمنا بھی کرنے لگتے تھے یہ جذبہ عام طور پر اہل شیراز کی بے توجہی اور
ناقدرشناسی کی بناء پر پیدا ہوا کرتا تھا ؎

سخندانی و خوشخوانی نمی ورزند در شیراز
بیا حافظ کہ تا خود را بملک دیگر اندازیم[2]

انہیں یہ شکوہ بھی رہا ہے کہ وطن میں رہ کر ان سربلندیوں تک نہیں پہنچ سکے جن کو وہ اپنی منزل مقصود خیال کرتے تھے۔

نمی بریم بمقصود خود اندر شیراز
خرم آں روز کہ حافظ رہ بغداد کند

یہ جذبہ بیزاری بالکل لمحاتی اور ہنگامی ہوتا تھا جو ہوا کے جھونکے کی طرح آتا اور گذر جاتا تھا ایرانی اپنے قومی جوش اور حب الوطنی
کے نقطۂ نظر سے ہر دور میں ناقابل شکست رہے ہیں اسلام آوروں نے انہیں خوب روندا ہے لیکن جب موقع ملا ہے وہ دامن
جھاڑ کر خاک مذلت سے اُٹھے، اور اورنگ سلطنت پر جا بیٹھے، ان کی یہ خصوصیت تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے
حافظ کے احساس میں جس وقت وطن کی محبت کروٹیں بدلنے لگتی تھی بیزاری کا وہ لمحاتی جذبہ شکر رنج ہو جاتا تھا اور وہ اپنے
مسقط الراس کے گن گانے لگتے تھے ؎

خوشا شیراز و وضع بے مثالش
خداوندا نگہدار از زوالش[3]

عجیب اتفاق ہے کہ حافظ اپنی مقبولیت اور بے مثال ہر دلعزیزی کے باوجود نہایت بے توجہی کا شکار رہے ہیں۔
تذکرہ نگاروں اور مورخین نے ان کے حالات زندگی سے زیادہ اعتنا نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے واردات حیات
تلاش کے بعد بھی مکمل طور پر دستیاب نہیں ہوتے علامہ شبلی نے شعرائے فارس کے کلام پر الگ تنقید کرنے کے
ساتھ ہی ان کی زندگی پر روشنی ڈالنے کی بھی سعی کی ہے لیکن حافظ کے وہی کوائف و حالات انہیں مل سکے ہیں جو
میخانہ عبد النبی، تاریخ فرشتہ، حبیب السیر اور چند دوسری تاریخوں میں مذکور ہیں

---

[1] دیوان حافظ ص ۱۱ [2] دیوان حافظ ص ۲۹۳ [3] دیوان حافظ ص ۱۹
[4] دیوان حافظ ص ۲۵۵

اور جن سے حافظ کا صرف زمانۂ حیات ہی متعین کیا جا سکتا ہے

یا چند اور اسی قسم کے وہ افسانے مل جاتے ہیں جن کو خواب و خیال کی باتوں

سے زیادہ اہمیت نہیں دی جا سکتی۔ مستشرقین نے شبلی سے زیادہ داد تحقیق

نہیں دی اکثر معاملات پر وہ شعر العجم کا ترجمہ ہی پیش کر دیتے ہیں ایران جدید کے بعض مصنفین

نے بھی اس میدان میں گامزنی کی ہے ان میں پیر محمدی اور دکتور محمود بامداد قابل ذکر ہیں پیر محمدی صرف اس لئے کہ انہوں نے

حافظ کا سنہ ولادت ۷۲۶ھ متعین کر دیا ہے سال وفات باتفاق رائے ۷۹۱ھ ہے ان سنین کے پیش نظر آسانی سے کہا جا سکتا

ہے کہ حافظ نے پینسٹھ سال کی عمر پائی اس عرصہ میں وہ مختلف مراحل سے گذرے سلطنت کی تبدیلی کے مناظر بھی دیکھے

میخانوں کو مقفل ہوتے دیکھا، محتسبوں کی چیرہ دستیوں کے تماشے دیکھے، دوسری طرف رندانِ قدح خوار کو پوری آزادی

اور بیباکی کے ساتھ جام شراب منہ سے لگاتے دیکھا۔ شراب خانوں میں ان کے جھگڑوں کا نظارہ کیا اور اکثر اصحابِ فن میں

طبع آزمائی کی مخمس، رباعی، قطعہ، مثنوی، قصیدہ، غرض سب ہی کچھ کہا۔ میخانہ کے مصنف نے ان کے ساقی نامہ کو بہ تعریفاً کہا ہے

لیکن حافظ دراصل غزل کے بادشاہ تھے وہ جس جوش، صداقت، جذبات اور برجستگی سے اپنی داخلی و خارجی کیفیات کو

غزل میں پیش کرتے ہیں وہ انہیں کے ساتھ خاص ہے۔ ایران کی غزل پر سب سے زیادہ رنگین اور حسین نقوش جس

شاعر نے بنائے وہ حافظ ہی ہیں۔

میخانہ عبدالنبی[1] میں جو حالات قلمبند کئے گئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حافظ کا نام شمس الدین تھا ان کے باپ

بہاء الدین اصفہانی تھے اور اتابکوں کے عہد حکومت میں شیراز گئے تھے یہیں توطن اختیار کر لیا تھا حافظ کی والدہ

گازرون کی تھیں بہاء الدین شیراز میں تجارت کرنے لگے تھے حافظ اپنے تین بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے

باپ کی وفات کے بعد جب مال و اسباب باقی نہ رہا تو دو بڑے بھائی شیراز چھوڑ کر کہیں چلے گئے حافظ ماں کے

زیر سایہ رہے ماں نے افلاس سے مجبور ہو کر انہیں محلہ کے ایک شخص کے سپرد کر دیا حافظ کو اس کے طور طریق پسند

نہ آئے اور وہ خمیر گری کا پیشہ کرنے لگے۔ قریب ہی مکتب تھا پوری محنت اور سرگرمی سے اپنا کام ختم کرنے کے بعد

حافظ وہاں پڑھنے بھی چلے جاتے تھے خمیر گری کی آمدنی وہ چار حصوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے ایک حصہ والدہ کو

دیتے دوسرا استاد کی خدمت میں پیش کرتے تیسرا خیرات کر دیا کرتے تھے اس کے بعد جو کچھ بچ رہتا تھا وہ اپنی ذات

پر صرف کرتے تھے، آہستہ آہستہ انہوں نے قرآن حفظ کر لیا اور کچھ حرف شناس بھی ہو گئے اس کے بعد انہوں نے

عربی اور فارسی میں پوری دسترس بہم پہونچائی پیر محمدی لکھتے ہیں کہ حافظ کو بیس برس کی عمر میں شعر گوئی کا اتنا سلیقہ آ گیا

تھا کہ اپنے اشعار سلاطین اور اکابر وقت کے سامنے پیش کر کے ان کی توجہ مبذول کرسکیں حافظ اپنی رندی و آزاد مشربی

کے باوجود منزلِ زندگی کے دوسرے گذر چکے ہیں ان کے دو بیٹے بھی تھے ایک کا نام شاہ نعمان تھا انہوں نے سفر ہندوستان

میں داعی اجل کو لبیک کہا علامہ شبلی کی روایت کے مطابق ان کا مزار قلعہ اسیر (برہان پور) میں ہے شاہ نعمان نے

غالباً دکن سے دہلی جاتے ہوئے وفات پائی دوسرا لڑکا شیراز ہی میں انتقال کر گیا تھا حافظ نے اس حادثہ سے

متاثر ہو کر مرثیہ کے طور پر یہ اشعار قلمبند کئے تھے

---

[1] تذکرۂ میخانہ از ملا عبدالنبی۔

دلا دیدی کہ آں فرزانہ فرزند
چہ دید اندر خمِ ایں طاقِ نیلیں
بجائے لوحِ سیمیں در کنارش
فلک بر سر نہادش لوحِ سنگیں

میر محمدی کا خیال ہے کہ شاہ نعمان نے باپ کی زندگی ہی میں جامِ فنا نوش کر لیا تھا حافظ نے دونوں بیٹوں کی موت کے متعلق اپنے اشعار میں اشارات کئے ہیں، حافظ کا زمانہ حیات بڑی افراتفری کا تھا حافظ کے دیکھتے ہی دیکھتے خاص شیراز میں بھی ایسے ہنگامے ہوئے جن کو حرب و پیکار سے موسوم کیا جا سکتا ہے حافظ اس عہد کے ممتاز ترین فن کار تھے وہ ان سیاسی مناقشات سے دامن نہیں بچا سکتے تھے انہیں مجبوراً مداحی اور قصیدہ گوئی کا سہارا لینا پڑا اس کے باوجود وہ خطرات سے دوچار ہوئے بغیر نہ رہ سکے، جن ممدوحین یا معاصرین کے نام حافظ کے اشعار میں ملتے ہیں ان میں یہ حضرات شامل ہیں۔ شاہ ابو اسحٰق امیر مبارز الدین۔ شاہ شجاع۔ شاہ نصرت الدین یحییٰ۔ خواجہ قوام الدین، حاجی قوام حسن شاہ منصور، شاہ قطب الدین محمود۔ عماد ابن محمود۔ خواجہ عماد الدین محمود ان کے علاوہ بھی کچھ لوگ ہیں جن کا ذکر دیوانِ حافظ میں ملتا ہے۔

سہ حافظ کے زمانہ میں دہلی کے تخت پر فیروز شاہ تغلق جلوہ افروز تھا۔ دکن کا حکمران محمود شاہ بہمنی ابن علاء الدین بہمنی تھا جس کا وزیرِ اعظم فیض اللہ تھا اور بنگال کا حکمران غیاث الدین تھا۔

ایران میں طوائف الملوکی تھی مختلف حصوں پر مختلف حکمراں تھے جنکو شاہ سے مخاطب کیا جاتا تھا اور ان میں باہمی جنگ و جدال رہتی تھی بالآخر آلِ مظفر کو کامیابی ہوئی اور ان کی سلطنت وسیع تر ہو گئی۔

اس خاندان کا مورثِ اعلیٰ غیاث الدین احمد حاجی خراسانی تھا۔ اس کے تین لڑکے ابوبکر۔ محمد۔ منصور تھے ابوبکر اور محمد نے ہلاکو خاں کی رفاقت اختیار کر لی۔ ابوبکر مصر پر حملے کے وقت مارا گیا اور چند دن بعد محمد بھی اس دنیا سے رخصت ہوا۔ منصور باپ کی خدمت میں رہا۔ منصور کے تین بیٹے محمد۔ علی اور مظفر تھے۔ مظفر اگرچہ تمام بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا لیکن شجاعت اور اولوالعزمی میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔

ہلاکو خاں کی اولاد ایران پر قابض ہو چکی تھی۔ مظفر کو عروج شروع ہو گیا تھا۔ ہلاکو خاں کی نسل میں شاہ غازان خان مظفر پر بہت مہربان تھا پھر اس کے بھائی سلطان اولجائیتو کے دورِ سلطنت میں مظفر امیر بنا۔ ہرات اور مرو وغیرہ کی صوبہ داری اس کے سپرد کر دی گئی اور بالآخر امیر مظفر ہی آلِ مظفر کی سلطنت کا بانی بنا۔ امیر مظفر کے بعد اس کا لڑکا امیر مبارز الدین محمد اس کا جانشین ہوا جو حافظ کا ہمعصر تھا۔

سلطان اولجائیتو کے بعد ہلاکو خان کی آٹھویں پشت میں سلطان ابو سعید بہادر خاں برائے نام ایران کا بادشاہ تھا۔ صوبوں میں امراء نے علمِ بغاوت بلند کر رکھا تھا امیر شیخ ابو اسحاق کا باپ امیر محمود عراق کے ایک حصہ کا والی تھا امیر مبارز الدین محمد یزد کا حاکم تھا اور امیر حسین شیراز پر حکومت کرتا تھا۔ امیر ملک اشرف کو شیراز پر حکومت کرنے کا لالچ پیدا ہوا تو وہ عراق پہونچ کر ابو اسحاق سے ملا اور پھر دونوں نے مل کر شیراز پر حملہ کر دیا ابو اسحاق نے ملک اشرف کو دھوکا دیکر خود شیراز پر قبضہ

سہ دیوان حافظ ص ۴۵۲ سہ یہ عبارت اس جگہ سے [illegible] کوثر صاحب کی نہیں ہے۔ (ناشر)

کرلیا اور اپنی بادشاہت کا اعلان کردیا۔ اب ابو اسحاق کو اپنی سلطنت وسیع تر کردینے کا خیال دامن گیر ہوا تو اس نے ۷۵۰ھ میں مبارز الدین محمد کو شکست دینے کے لئے یزد پر حملہ کردیا اس حملہ میں اسکو سخت ناکامی ہوئی اور اس کے نتیجہ میں مبارز الدین محمد نے ابو اسحاق کے خلاف شیراز پر حملہ کا ارادہ کردیا۔ ابو اسحاق نے قاضی عضد الدین عبدالرحمان کو صلح کا پیغام دیکر یزد بھیجا مگر قاضی صاحب اپنے مقصد میں ناکام رہے۔ یہی قاضی عضد الدین ہیں جن کے بارے میں خواجہ صاحب نے اپنے اور ابو اسحاق کے دور کی پانچ شخصیتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

دگر شہنشہِ دانش عضد کہ در تصنیف

بنائے کار مواقف بنام شاہ نہاد

اب وہ وقت آچکا تھا کہ ابو اسحاق کا ستارہ گردش میں تھا اور قسمت بھی اس سے منہ پھیر چلی تھی اس کے معتمد و مشیر کار دنیا سے رخصت ہوچکے تھے اور اس کے دور کی پانچوں شخصیتیں رفتہ رفتہ ختم ہورہی تھیں شیخ مجد الدین کا وصال ہوچکا تھا شیخ امین الدین بھی عالم آخرت کو سدھار گئے تھے۔

امیر مبارز الدین محمد نے ۷۵۴ھ میں شیراز پر حملہ کردیا ابو اسحاق کے وزیر اعظم خاص قوام الدین حسن بھی اس محاصرہ کے دوران انتقال کرگئے۔ اس حملہ کے نتیجہ میں مبارز الدین محمد کا شیراز پر قبضہ ہوگیا اور ابو اسحاق نے شیراز سے راہ فرار اختیار کی تین سال تک مارا مارا پھرتا رہا اور بالآخر گرفتار ہوا اور مبارز الدین کے حکم سے قتل کردیا گیا۔

مبارز الدین محمد نے شیراز پر قبضہ کے بعد عراق کا رخ کیا اور اپنے بیٹے جلال الدین شجاع کو شیراز میں اپنا قائم مقام بنایا اس دوران میں خواجہ عماد الدین محمود نے جو ابو اسحاق کا وفادار وزیر تھا شجاع کے خلاف ایک ناکام بغاوت کی اور مارا گیا۔ خواجہ عماد الدین محمود بھی خواجہ صاحب کا ممدوح رہا ہے۔

ابو اسحاق پر فتح پانے کے بعد مبارز الدین محمد بادشاہ تو بنگیا لیکن برابر خانہ جنگیوں میں مصروف رہا۔ تبریز، اصفہان اور عراق اس کی جولانگاہ تھے۔

مبارز الدین محمد کے پانچ لڑکے تھے۔ شجاع۔ شرف الدین مظفر۔ قطب الدین محمود۔ سلطان احمد اور سلطان ابویزید۔ شرف الدین مظفر کا تو مبارز الدین محمد کی زندگی میں انتقال ہوگیا۔ شجاع برابر باپ کا ساتھ دیتا رہا لیکن آخر عمر میں مبارز الدین بد مزاج اور تند خو ہوگیا تھا بڑے بیٹوں کے ساتھ ترشروئی سے پیش آتا تھا۔ اور صرف سلطان ابویزید سے محبت کرتا تھا۔

شجاع اور قطب الدین کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مبارز الدین محمد ان کو محروم کرکے ان کے چھوٹے بھائی سلطان ابویزید کو تخت و تاج کا مالک بنادینا چاہتا ہے۔ چنانچہ ان دونوں نے اور شاہ سلطان نے جو ان کا بہنوئی اور اصفہان کا گورنر تھا ملکر سازش کی اور مبارز الدین محمد کو گرفتار کرکے اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا کر معزول کرڈالا مبارز الدین محمد کا اسی حالت میں ۷۶۵ھ کو انتقال ہوگیا۔

اس انقلاب میں شاہ شجاع اورنگ سلطنت پر قابض ہوگیا اور اس نے اپنے بھائیوں اور بھتیجوں نصرت الدین یحییٰ اور منصور کو مختلف علاقے سپرد کردئے

۱؎ دیوان حافظ صفحہ ۳۵۹

لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں باہمی نفاق پیدا ہوگیا
اور قطب الدین محمود نے شیراز پر چڑھائی کردی اور سلطان اویس بن
ابن امیر شیخ حسن ایلکانی حاکم عراق کی مدد سے شیراز پر قبضہ کرلیا عماد ابن محمود
انہی قطب الدین کا وزیر تھا جو حافظ کا ممدوح ہے جس کو اکثر غزلوں میں آصف دوراں
کہا گیا ہے شاہ شجاع شیراز سے نکل کر خواجہ جلال الدین توران شاہ کے پاس پناہ گزیں ہوا اور کچھ دن بعد شاہ شجاع نے
توران شاہ کی مدد سے کرمان وغیرہ پر قبضہ کرلیا نصرت الدین یحییٰ بھی اس کا فرماں بردار بن گیا کچھ عرصہ کے بعد شاہ شجاع نے
شیراز کا رخ کیا اور قطب الدین محمود کو شکست دیکر شیراز پر قبضہ کرلیا۔

اب شاہ شجاع کا اقتدار پھر واپس آیا۔ اور خواجہ جلال الدین توران شاہ وزیر اعظم مقرر ہوا جو بہت ہر دلعزیز تھا اس سے قبل خواجہ قوام الدین محمد اور کمال الدین شاہ شجاع کے وزیر اعظم رہ چکے تھے جو غداروں کے الزام میں قتل کردئے گئے۔ شاہ شجاع کے یہ تینوں وزراء بھی خواجہ حافظ کے ممدوح رہے ہیں۔

شاہ شجاع کی وفات ۷۸۶ھ میں ہوئی اس کے بعد اس کا بیٹا سلطان زین العابدین تخت نشین ہوا مگر شاہ شجاع کے بھتیجے منصور، اور نصرت الدین یحییٰ باغی ہوگئے اور شاہ شجاع کے بھائی سلطان احمد نے بھی علم بغاوت بلند کیا اور ملک فارس پھر خانہ جنگی کا شکار ہوگیا نتیجہ میں منصور کامیاب ہوا اور اس نے پورے ملک میں اپنی سلطنت قائم کرلی کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ فارس پر تیمور کے حملے شروع ہوگئے اور منصور تیمور کے ہاتھوں قتل ہوا اور فارس سے آل مظفر کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔

حافظ شیراز چھوڑنا ناپسند کرتے تھے انہوں نے عمر میں صرف تین سفر کئے پہلا شاہ نصرت الدین کی خواہش پر اس سفر میں وہ شیراز سے یزد گئے دوسرا سفر محمود شاہ بہمنی شاہ دکن کے اصرار پر شیراز سے جزیرہ ہرمز تک کیا گیا۔ ارادہ دکن جانے کا تھا اسی ارادے سے ہرمز آئے تھے مگر سمندر کی طوفانی لہروں کو دیکھ کر دل دہل گیا اور ارادہ فسخ کردیا میر فضل اللہ کو جن کے توسط سے شاہ محمود نے انہیں زاد راہ بھیج کر بلایا تھا یہ غزل لکھ کر بھیجدی۔ جس کا مطلع ہے

دمے با غم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد
بمے بفروش دلق ما کزیں بہتر نمی ارزد

تیسری مرتبہ حافظ آخری ایام عمر میں اصفہان گئے یہ شاہ منصور کا زمانہ تھا۔

حافظ کا کلام ان کی وفات کے بعد ۷۹۱ھ میں محمد گل اندام نے مرتب کیا براؤن محمد گل اندام کے حوالہ سے لکھتے ہیں دیوان کی ترتیب اس زمانہ کے ممتاز عالم قوام الدین عبداللہ کی خواہش پر شروع کی گئی تھی۔

. . : The writer of these lines, this least of men, Muhammad Gulandam, when he was attending the lectures of our Master, that most eminent teacher Qiwamu d-Din 'Abdu 'llah, used constantly and repeatedly to urge, in the course of conversation, that he (Hafiz) should gather together all these rare gems in one concatenation and assemble all these lustrous

---

۱؎ دیوان حافظ ص۱۵

ظاہر ہے کہ شعر میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ اپنے
صحیح معانی پر دلالت کر رہے ہیں مئے دو سالہ سے وہ شراب قدیم مراد
ہے جسے اس کے نشہ اور تاثرات کے لحاظ سے زیادہ پسند کیا جاتا ہے اور
محبوب چہاردہ سالہ کا خطاب کسی ایسے نوخیز امرد سے ہے جس پر ایرانی شعراء ہمیشہ
سے ہوش و حواس نثار کرتے آئے ہیں اور فارسی شاعری میں اکثر ایسی مثالیں ملتی ہیں شاہ طہماسپ کے دربار
میں جلال الدین بحیثیت طبیب ملازم تھا جو حسن و جمال کے اعتبار سے بہت جاذب نظر تھا ایک مرتبہ وہ شاہ کی مجلس میں
پہونچا تو شاہ طہماسپ نے اسے دیکھتے ہی بے اختیار کہا

خوش طبیبے است بیاتا ہمہ بیمار شویم

اس مصرعہ سے شاہ کا ذوق خفتہ پوشیدہ اس شدت سے نمایاں ہے کہ اسے کسی تاویل کے پردے میں نہیں
چھپایا جا سکتا بیرم خان ترکمان زبردست فاتح سپہ سالار اور بڑے دبدبے کا وزیر تھا لیکن اس کے دیوان
میں ایسے قصائد ملتے ہیں جو اس عہد کے حسین و جمیل امردوں کی تعریف میں کہے گئے ہیں شہنشاہ بابر کی کیفیت
بھی یہی ہے یہی بیماری اُردو کے بہت سے شاعروں کو فارس کی طرف سے ورثے میں ملی ہے حافظ سے پہلے
شیخ سعدی کے کلام میں بھی اس لت کی پرچھائیاں ملتی ہیں۔ حافظ بہرحال انسان تھے انہوں نے ایران ایسے ملک میں
آنکھ کھولی تھی جہاں شراب و شاہد اپنی اصل صورت اور معانی میں تسکین ذوق کے لئے کام میں لائے جا رہے تھے
اگر انہوں نے ایسا کیا تو یہ کوئی سماجی جرم نہیں جسے چھپانے کی کوشش کی جائے انسان اپنے سماج ہی کا پروردہ
ہوتا ہے وہ اس کی بہت سی خصوصیات اپنے اندر جذب کرتا ہے یہی دنیا کا اصول ہے لیکن ان عقیدت کیشوں
پر حیرت ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ مئے دو سالہ سے قرآن مراد ہے اور محبوب چہاردہ سالہ سے رسول اکرم کی ذات
مبارک اس قسم کی تاویلات نہ صرف بے اثر اور بے کیف ہیں بلکہ ان سے شاعر کے وہ اصل تصورات بھی باطل
ہوتے ہیں جو اپنے سماج کے متعلق اس کے ذہن میں موجود ہیں۔ شعر کی لطافت اور بلاغت پر ان باتوں کا جو اثر ہوتا
ہے وہ صاحبان ذوق سے مخفی نہیں ہے دکتور محمود بامداد حافظ شناسی میں لکھتے ہیں کہ آقا محمود رضا مرحوم قمعی سے
اس شعر کے متعلق استفسار کیا گیا تھا انہوں نے اس کا نہایت معقول جواب دیا تھا۔

البتہ انتظار دارید کہ بگویم مراد از مئی دو سالہ قرآن است و از محبوب چہاردہ سالہ انسانیکہ
بحد جمال و کمال رسیدہ باشد و چوں در دنیا این کمال بجمیل ساقی دست مید مدپس مقصود
از انہم رسول اکرم (ص) است لکن تحقیق ہمان خبران کہ مقصود حافظ دریں شعر ہمان معانی
ظاہری و لغوی است[2]۔

حافظ کے علم و فضل اور ان کے اس عرفان سے انکار نہیں کیا جا سکتا جو آگے چل کر انہیں حاصل ہوا لیکن ادبی تحقیق
اور تنقیدی مباحث میں اس قدر جذباتیت کی گنجائش نہیں ہوتی ہے اور جذباتی و ذاتی اظہار خیال میں کوئی وزن
نہیں ہوتا حقیقت پسندانہ اسلوب بیان ہی قابل اعتماد ہوتا ہے ایک حقیقی

---

[1] تزک جہانگیری صفحہ ... والنہایہ ... عہد مغلیہ ڈاکٹر ... صفحہ ...

[2] حافظ شناسی چاپ دوم مطبوعہ چاپخانہ اتحاد صفحہ ...

شاعر جس میں ذرا سا ذوقِ جمال بھی موجود ہے وہ حسن سے
متاثر ہونے کی وہی صلاحیت رکھتا ہے جو بارود میں آگ پکڑنے کی ہوتی
ہے اور یہ حس حقیقت و معرفت کی شراب سے مدہوش اور سرشار ہونے کے
باوجود اس میں زندہ رہتی ہے زندگی بجائے خود تغیر پذیر ہے وہ مختلف ادوار اور
مراحل سے گزرتی ہے اور ان سے گزرتے وقت جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان کا اظہار ضرور کسی نہ کسی طرح ہوتا ہے۔
زندگی کے ادوار اور مراحل میں عمر کے وہ سنگ میل شامل ہیں جن سے ان کو تقسیم کر دیا گیا ہے مثلاً بچپن، جوانی اور
بڑھاپا، بچپن کے عادات و خصائل شباب اور بڑھاپے کے اطوار سے بالکل مختلف ہوتے ہیں حافظ عمر کے جن منازل
سے گزرے ہیں انہوں نے ان کی نہایت کامیاب ترجمانی اور عکاسی اپنے اشعار میں کی ہے اور یہی ایک بلند پایہ
شاعر کی خصوصیت ہے دیوانِ حافظ کے مطلع کو دیکھ کر یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ شاعری کے آغاز ہی میں انہیں پیرِ طریقت
اور ہادیٔ معرفت کا منصب جلیل مل گیا تھا۔ دیوان کا یہ پہلا شعر[۱] یقیناً حقائق و معرفت کا ترجمان ہے۔

اَلاَ یَا اَیُّهَا السَّاقِی اَدِرْ کَاْساً وَّ نَاوِلْهَا
کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا

لیکن یہ بات کسی طرح قرینِ قیاس نہیں کہ دیوانِ حافظ جس ترتیب سے مدون ہو کر شائع ہوا ہے اسی ترتیب سے شاعر نے
نظم بھی کیا ہے۔ محمد عبد النبی کا بیان ہے کہ حافظ کم عمری میں شعر کہنے لگے تھے شروع میں وہ موزوں اشعار نہیں کہہ
سکتے تھے چنانچہ بے تکے اور غیر موزوں اشعار نے انہیں لوگوں کے مذاق کا ایک دلچسپ ذریعہ بنا دیا تھا آہستہ آہستہ
ان کا ذوقِ شعر گوئی نکھر تا گیا آخر کار وہ اس مرتبہ تک پہونچ گئے کہ ان کے کلام پر جذبۂ خدائی کا گمان ہونے لگا۔
دیوانِ حافظ کے محشی میر محمدی بھی لکھتے ہیں

از اوانِ جوانی بطبع آزمائی در شعری پرداخت

لیکن کمالِ شعر گوئی کی منزل تک پہونچنے میں بہت دیر لگی اسی طرح سلوک و طریقت کا ادراک بھی چالیس سال سے قبل
نہ ہو سکا اس عرصہ میں وہ ناکامی و یاس ونا امیدی اور رنگ و درد کے بیشمار پیچ و خم سے گزرے دکتور بادلو لکھتے ہیں۔
شاید در چہل سالگی بمراد رسیدہ است کہ فرمودہ۔

چل سال رنج و غصہ کشیدیم و عاقبت
تدبیر ما بدست شراب دو سالہ بود[۲]
عقل و فضلے کہ بچہل سال دلم گرد آورد
ترسم آن نرگسِ مستانہ بیکبار ببرد[۳]

حافظ نے ایک اور شعر میں بھی اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ انہیں چالیس سال کی عمر ہی میں تصوف کا ادراک نصیب ہوا۔

کہ اے صوفی شراب آنگہ شود صاف
کہ در شیشہ بماند اربعینے[۴]

---

۱ دیوانِ حافظ ص۲۹ — ۲ دیوانِ حافظ ص۱۵۹

۳ دیوانِ حافظ ص۲۱۰ — ۴ دیوانِ حافظ ص۳۰۰

اس کے بعد انہیں سلوک و طریقت میں وہ مرتبہ میسر ہوا جس کو فضل و کمال اور صدق و صفا کا آئینہ کہا جا سکتا ہے اس کے ساتھ معرفت و طریقت کا منصب بھی مل گیا ہو تو بعید نہیں جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں۔

سحرم ہاتفِ میخانہ بدولت خواہی
گفت باز آی کہ دیرینہ ایں درگاہی
ہمچو جم جرعۂ ما کش کہ ز سر دو جہاں
پرتو جام جہاں بیں دہدت آگاہی
بامنِ راہ نشیں خیزو سوئے میکدہ آی
تا بہ بینی کہ درآن حلقہ چہ صاحب جاہم

حافظ کے اشعار میں جو تناقض اور تضاد نظر آتا ہے وہ غزل کے متفرق اور منتشر اشعار میں عام طور پر پایا جاتا ہے غزل کا شاعر مشکل ہی سے کوئی ایسا سالم نظریہ پیش کر سکتا ہے جس کو فلسفہ کا نام دیا جا سکے جس طرح آج غزل کی اس خصوصیت پر اعتراض کیا جاتا ہے حافظ کے عہد میں بھی ذہنوں میں اس قسم کے تصورات موجود تھے چنانچہ شاہ شجاع نے حافظ پر بھی اعتراض کیا تھا تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی کا بیان ہے کہ شاہ شجاع نے ان سے یہ سوال کیا تھا۔

ابیات غزلہائے شما از قبالے با ہم نمی نماید بیت در وصال است و یک بیت در فراق دوسوی دید سوئی زہد و یاد نگاہے و میخانہ پرداختہ و از رندی و بیخودی حکایت میکنی بازدم از بے نیازی را ختنا زدہ و در عین حال بمدح می پردازی یعنی از شاخ بہ شاخ پرواز می نمائی و درین تلون ذہن شنوندہ مشوش خواہد شد و رفع کلام از ہمین کہ روی این خود بر خلاف فصاحت است۔

یہ اعتراض حافظ پر نہیں درحقیقت غزل پر ہے جس میں کوئی مضمون تسلسل کے ساتھ بیان نہیں کیا جاتا۔ اس کا ہر شعر ایک وحدہ کی حیثیت رکھتا ہے شاہ شجاع کے اس سوال سے پتہ چلتا ہے کہ وہ شعر کا کتنا اچھا ذوق رکھتا تھا اور کتنی عمدہ تنقید کر سکتا تھا اس وقت کا ذہن نظم یا مسلسل غزل کا طالب تھا جس میں کسی موضوع پر ربط و تسلسل کے ساتھ خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے فردوسی کی مثال سامنے تھی جس نے ایران کی پوری تاریخ مثنوی میں بیان کر دی ہے عمر خیام رباعی میں ایک سالم نظریہ پیش کر دیا کرتے تھے اس اعتبار سے ان کا شمار فلسفی شعراء میں ہوتا ہے۔ حافظ اور خسرو میں یہ بات مشترک ہے کہ دونوں نے متعدد سلاطین کا زمانہ دیکھا۔ خسرو نے حافظ سے بادشاہوں کے درباروں کا نظارہ کیا حافظ نے صرف چار سلاطین ہی کے عہد حکومت کی تبدیلیاں دیکھیں یعنی ابو اسحٰق ، مبارز الدین محمد شاہ شجاع اور شاہ منصور جو شاہ شجاع کا بھتیجا تھا ان چاروں بادشاہوں کا زمانہ حالات کے لحاظ سے بالکل مختلف تھا شیخ ابو اسحٰق جن کو جمال الدین شاہ ابو اسحٰق بھی لکھا جاتا ہے۔ ابتداءً فارس کے گورنر مقرر ہوئے اور ۷۴۲ھ میں تخت حکومت پر رونق افروز ہوئے یہ سب سے پہلے بادشاہ ہیں جنہوں نے حافظ کے جوہر ذاتی کو پہچانا۔ حکیم غلام مہدی ایم۔ اے اپنے انگریزی غیر مطبوعہ مقالے میں لکھتے ہیں۔

Shah Jamaluddin Abu Ishaq was the first great ruler who came to the throne in 742 A.H. He was a wise and just king and for the first time discovered the genius of our great poet.

۱۔ دیوان حافظ ص۳۰۳ ۲۔ دیوان حافظ ص۳۰۵

(شاہ جمال الدین ابو اسحٰق جیسا عظیم حکمران تھا جو ۷۴۲ھ میں تخت نشین ہوا۔ وہ ایک عاقل اور انصاف پسند بادشاہ تھا۔ اور اُس نے ہی پہلی بار ہمارے اس عظیم شاعر کی صلاحیت کو دریافت کیا تھا۔)

ابو اسحٰق شاعر بھی تھا اور شاعر دوست بھی یہ دوسرے شعراء کی عزت کرتا تھا لیکن عیش پرست تھا اور امورِ مملکت پر کوئی توجہ نہ کرتا تھا آخر کار اسی عیش پرستی کی بدولت سلطنت اس کے ہاتھ سے نکل گئی اس واقعہ کو علامہ شبلی نے بھی لکھا ہے اور براؤن نے بھی۔ براؤن لکھتا ہے:

This Abu Ishaq was a poet and iriend of poets, heedless, pleasure-loving, and so negligent of the affairs of state that when he was at last induced by his favourite Shaykh Aminu'd-Din to fix his attention on the Muzaffari hosts who were investing the capital, he merely remarked that his enemy must be a fool to waste the delictous season of Spring in such fashion, and concluded by reciting the verse:

بیا تا یک امشب تماشا کنیم
چو فردا شود فکر فردا کنیم

(یہ ابو اسحٰق ایک شاعر تھا، وہ شاعروں کا دوست، لاپرواہ اور عیش پسند تھا اور ملک کے معاملات سے اتنا بے پرواہ تھا کہ جب آخر کار اس کے عزیز مصاحب شیخ امین الدین نے اُس کی توجہ ان مظفری سپاہ کی طرف دلائی جو اس کے دارالسلطنت پر یلغار کر رہے تھے تو اس نے سرسری طور پر جواب دیا کہ اس کا دشمن بیوقوف ہے جو موسمِ بہار کے اس خوشگوار وقت کو اس طرح ضائع کر رہا ہے اور اپنی بات مندرجہ ذیل شعر کہہ کر ختم کر دی۔)

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مبارز الدین محمد نے شیراز فتح کر لیا اور ابو اسحٰق کو تہ تیغ کر دیا گیا اس اندوہناک سانحہ پر حافظ بیحد رنجیدہ ہوئے انہوں نے اس تاثر میں ایک قطعہ نظم کیا جس میں اس عہد کے تمام اربابِ علم کا ذکر کیا۔

بہ عہدِ سلطنتِ شاہ شیخ ابو اسحٰق
بہ پنج شخص عجب ملکِ فارس بود آباد

شاہ ابو اسحٰق کو حافظ بھول نہ سکے ان کی یاد مدت تک ان کے دل و دماغ سے محو نہ ہوئی غزلوں میں کہیں ان کا نام حافظ کے لبوں پر آ جاتا ہے۔

راستی خاتمِ فیروزۂ بو اسحاقی
خوش درخشید ولے دولتِ مستعجل بود

ابو اسحٰق کا دورِ فرمانروائی اس اعتبار سے نہایت مبارک تھا کہ شیراز میں بڑے بڑے صوفی محقق اور دانشور جمع ہو گئے تھے۔

ابو اسحٰق کے بعد مبارز الدین محمد شیراز اور فارس کا فرمانروا ہوا یہی بادشاہ

۱ے لٹریری ہسٹری آف پرشیا جلد سوم صفحہ ۱۶۵ ۲ے دیوان حافظ ص
۳ے دیوان حافظ ص ۳۵۵ ۴ے دیوان حافظ ص ۲۱۴

آلِ مظفر کی حکومت کا بانی اور مؤسس ہے مبارز الدین محمد نہایت مذہبی قسم کا فرمانروا تھا اس نے شراب خانے بند کرادیے اور ہر طرف محتسب مقرر کردیے۔ حافظ اس وقت جوان تھے لیکن اپنے اشعار میں سماجی تغیرات کی تصویر کشی کا بہت اچھا شعور ان میں پیدا ہوچکا تھا چنانچہ اس عہد پرہیزگاری پر انہوں نے نہایت کامیاب طنز کئے ہیں۔

در میخانہ ببستند خدایا مپسند
کہ در خانۂ تزویر و ریا بکشایند[1]

محتسبوں کی چیرہ دستیوں سے حافظ تنگ تھے ان کے خوف سے نہایت احتیاط سے شراب نوشی کی تلقین کرتے ہیں

اگرچہ بادہ فرح بخش و باد گلبیز است
ببانگ چنگ مخور مے کہ محتسب تیز است[2]

مبارز الدین محمد کے بعد اس کی جگہ اس کے نامور فرزند شاہ شجاع کو ملی یہ بھی ان لوگوں میں تھا جن کو شراب بندی سے اذیت پہونچی تھی چنانچہ باپ کے زمانہ ہی میں اس نے بھی ایک رباعی لکھی تھی۔

در مجلس دہر ساز مستی پست است
نہ چنگ بہ قانون و نہ دف بر دست است
رنداں ہمہ ترک مے پرستی کردند
جز محتسب شہر کہ بے مے مست است[3]

شاہ شجاع نہایت علم دوست اور وسیع النظر تھا اس نے وہ تمام پابندیاں اٹھادیں جو اس کے باپ نے عائد کردی تھیں اب دورِ جام پر کوئی قدغن نہ رہی میخانے آباد ہوگئے رندانِ بلانوش بے خطرہ قلقلِ مینا سے کھیلنے لگے اور محتسب شاعروں کے طنز کا شکار ہوگئے حافظ سیاسی آزادی کے اس اعلان کو سن کر باغ باغ ہوگئے اسی عالم مسرت میں انہوں نے لکھا

سحر ز ہاتف غیبم رسید مژدہ بگوش
کہ دورِ شاہ شجاع است مے دلیر بنوش[4]

حافظ آلامِ حیات سے نجات پانے کی غرض سے "شرابِ لعل" کا سہارا ڈھونڈنے لگے

شرابِ لعل میخواہم کہ مرد افکن بود زورش
کہ تا یکدم بیاسایم ز دنیا و شر و شورش

شرابِ لعل می نوشم من از جامِ زمرد گوں
کہ زاہد افعیِ وقت است میسازم بدیں کورش[5]

اُن تکالیف کے پیشِ نظر زاہد کو افعیِ وقت قرار دینا جو اس سے عوام کو پہونچ رہی تھیں ہر لحاظ سے قابلِ تعریف تشبیہ ہے البتہ زمرد سے سانپ کے اندھا ہو جانے کا عقیدہ تجربات سے درست ثابت نہیں ہوا۔

۱؎ دیوان حافظ ص ۲۲۳ ۲؎ دیوان حافظ ص ۵۱ ۳؎ شعر العجم ص ۱۹۳ ج ۲
۴؎ دیوان حافظ ص ۲۳۳ ۵؎ دیوان حافظ ص ۲۵۰

شراب وشاہد سے پابندیاں اٹھ گئیں تو حافظ تنہا نے دو ساز
ہی کو غم زندگی کا حریف نہیں بناتے ہیں بلکہ اسی پیراہن پر خرقہ و دستار کو بھی
نثار کر ڈالنے کی جرأت رندانہ رکھتے ہیں جو کسی محبوب کے عشق میں چاک کر ڈالا گیا ہو۔

فدائے پیرہن چاک ماہرویان باد
ہزار جامۂ تقویٰ و خرقۂ پرہیز

وہ شراب و نگاری کو فروغ مجلس کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

ہیچ زینت نباشد فروغ مجلس انس
مگر بروئے نگار و شراب انگوری

ان تمام اشعار میں حافظ نے اپنے مخصوص جوش بیان سے اس مسرت کا اظہار کیا ہے جو شراب اور دوسرے لوازم عیش و نشاط پر سے پابندیاں ہٹ جانے کے باعث انہیں حاصل ہوئی تھیں۔ شراب کے بغیر حسن میں کوئی کشش باقی نہیں رہتی زمانہ وہ آگیا ہے دونوں سے ایک ہی بزم میں پوری آزادی کے ساتھ لطف اٹھایا جا سکتا ہے۔ اسی بنا پر حافظ بیحد مسرور ہیں وہ جوش انبساط میں وجد کرتے نظر آرہے ہیں اپنی ذاتی کیفیات کے ساتھ ہی حافظ اس سماج کی عکاسی بھی کرتے جارہے ہیں جس میں وہ زندگی گذار رہے ہیں انہیں جام زمردگون بھی گردش کرتا نظر آرہا ہے ماہرویوں پر چاک پیرہن بھی بیٹھا نظر ہیں اور ان خرابات میں بھی شمعیں جھلملاتی دکھائی دے رہی ہیں جہاں کل تک تاریکی سوگواری اور سناٹے کے علاوہ کچھ نہ تھا یہ ساری باتیں ہماری آپ کی دنیا سے متعلق ہیں ان میں اس کائنات کا جلوہ نہیں دیکھا جاسکتا جس کو حقیقت اور معرفت کا عالم کہتے ہیں اسی عالم انبساط میں حافظ نے شاہ شجاع کی مدح میں غزل کہی

عہد است و آخر محمل و باران در انتظار
ساقی بروئے شاہ ببین ماہ و مے بیار

حافظ شراب نوشی کے آداب اور لوازم سے پوری طرح باخبر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ تنہا پینے میں کوئی لطف نہیں اور شراب کی کمی کے متعلق وہ اس نقطۂ نظر کے حامل ہیں جو بعد کو غالب نے اپنایا یعنی

غم کھانے میں بودا دل ناکام بہت ہے
یہ رنج کہ کم ہے مئے گلفام بہت ہے

حافظ اس وقت تک شراب پینا پسند نہیں کرتے جب تک منوں شراب قدیم ان کے سامنے نہ ہو۔

دو یار زیرک و از بادۂ کہن دو منے
فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے

وہ شاہان سیمین رخسار کی زلفوں کو چہرے پر منتشر دیکھ کر کہتے ہیں۔

دی شد میان زلف بیدم رخ نگار	بر ہیئتے کہ ابر محیط قمر شود
گفتم کہ ابتدا کنم از بوسہ گفت نے	بگذار تا کہ ماہ ز عقرب بدر شود

۱۔ دیوان حافظ ص ۳۳۹ ۲۔ دیوان حافظ ص ۲۹۱ ۳۔ دیوان حافظ ص ۳۳۱
۴۔ دیوان حافظ ص ۲۹۰ ۵۔ دیوان حافظ ص ۱۰۰

ان اشعار کو طریقت و معرفت کا جامہ نہیں پہنایا جا سکتا یہ حافظ کی ایسی واردات ہیں جو خارجی اثرات کی ترجمانی بھی کرتی ہیں اور داخلی کیفیات کو بھی نمایاں کرتی ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ دور شباب کی عذر خواہی ضروری سمجھتے ہیں مگر یہ کہہ کر کہ یہ سب چیزیں تو عہد شباب کے مظاہر ہیں۔

حافظ چہ شد ار عاشق و رندست و نظرباز
بس طور عجب لازم ایام شباب است [1]

حافظ عالم مستی میں بھی لعل بتاں کے ساتھ بادۂ خوشگوار کو ضروری سمجھتے ہیں وہ ان میں سے کسی کی برائی پر آمادہ نہیں۔

ما عیب کس بہ رندی و مستی نمی کنیم
لعل بتان خوش است و مے خوشگوار ہم [2]

جوانی کا دور اپنی تمام سرمستیوں کے ساتھ گذر گیا اور اس کے بعد وہ زمانہ شروع ہوا جب وہ اسرار سلوک سے واقف ہوئے اس وقت بھی انہوں نے نقطۂ نظر کی تبدیلی کے ساتھ ان کیفیات کا اظہار کیا جو اس نئی دنیا میں قدم رکھنے کے بعد پیدا ہوتی تھیں۔

بہ سرّ جام جم آنگہ نظر توانی کرد
کہ خاک میکدہ کحل بصر توانی کرد [3]

اس غزل میں حافظ کی قلب ماہیت ہو گئی ہے وہ بالکل بدلے ہوئے نظر آرہے ہیں انہوں نے رندی و سرمستی کی قبائے تذویر اتار دی ہے اور سالکوں کا بوسیدہ لباس پہن لیا ہے یہاں سے ان کی زندگی کا وہ دور شروع ہوتا ہے جس میں وہ رند کی حیثیت سے گامزن نہیں بلکہ سالک شتر پیر طریقت کے روپ میں آہستہ آہستہ چہل قدمی کر رہے ہیں اس تبدیلی کے باوجود حافظ اپنی دنیوی فلاح اور طلب معاش سے غافل نہیں ہوئے وہ آخر عمر تک سلاطین کی مدح کر کے صلات حاصل کرتے رہے۔ لیکن ان کی قصیدہ سرائی کی سطح انوری۔ ظہیر فاریابی۔ اور سلمان ساؤجی وغیرہ سے بہت بلند تھی انہیں قصائد کا صلہ نہ ملتا تو بجا سا شکوہ تو ضرور کرتے لیکن مذمت اور ہجو سے ان کا دامن کبھی داغدار نہ ہوتا وہ حسن طلب کے طور پر نہایت لطیف اشارے کر کے خاموش ہو جاتے اس قطعے سے ان کے حسن طلب کا اندازہ ہو

بہ صبح خواجہ رساں اے رفیق وقت شناس
بہ خلوتے کہ در آں اجنبی صبا باشد [4]

حافظ کا عہد شباب رندی و سرمستی میں ضرور بسر ہوا ہے لیکن ان کی اس معنوی خصوصیت کو کسی عالم میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ان کا طبعی میلان ابتدا ہی سے معرفت و حقیقت کی طرف رہا ہے ان کے دل میں کوئی ایسی چنگاری دبی ہوئی تھی جو کو سکتی تھی اس کا بجھنا ممکن نہ تھا یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں عام اس سے کہ وہ ظاہری بادہ و دوست کا عکاس ہو یا سلاطین و امرا کا برتقت کی مدح میں ہو اس میں عرفان کا ایک تڑپتا ہوا جذبہ ضرور مل جاتا ہے۔ اسی معنوی رجحان کا اثر تھا کہ آخر کار حافظ اس منزل پر پہونچے جہاں انہیں لسان الغیب کہا گیا

۱۔ دیوان حافظ ص ۱۰۰ ۲۔ دیوان حافظ ص ۳۰۶ ۳۔ دیوان حافظ ص ۱۳۱
۴۔ دیوان حافظ ص ۲۵۰

منتقل ہو گیا۔ حافظ کا مرثیہ بھی اس خصوصیت سے خالی نہیں چنانچہ ان دو اشعار کو دیکھئے جو شیخ ابو اسحٰق کے سانحۂ ارتحال پر ایک غزل میں لکھے گئے ہیں۔ [1]

یاد باد آنکہ سر کوئے توام منزل بود
دیدہ را روشنی از خاک درت حاصل بود

در دلم بود کہ بے دوست نباشم ہرگز
چہ توان کرد کہ سعی من و دل باطل بود

جن اشعار میں حافظ اپنی ذاتی واردات کی تصویر کشی کرتے تھے وہ اس قسم کے اشعار سے بالکل مختلف معلوم ہوتے ہیں یہ بظاہر ایک قسم کا تضاد ضرور ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ جب اس فطری جوہر کی چنگاری کو ہوا ملتی تھی وہ زیادہ تر اسی قسم کی تخلیقات پیش کرتے تھے جن میں ان کی ذات نمایاں رہتی تھی۔

جلال الدین تورانشاہ، عہد شاہ شجاع کا نہایت ممتاز امیر تھا جو بعد کو وزارت کے عہدے پر بھی مامور ہو گیا تھا اس کا عہد وزارت کافی طویل ہوا حافظ کی اکثر غزلوں میں تورانشاہ کا ذکر ملتا ہے اور اس انداز سے ملتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ تورانشاہ بھی عالم عرفان کی دلچسپیوں کا لذت کش تھا ایک مقام پر حافظ نے اس کے متعلق اشارہ کیا ہے [2]

من غلام نظر آصف عہدم کو را
صورت خواجگی و سیرت درویشانست

تورانشاہ سے متعلق مدحیہ اشعار میں عرفانی کیفیات کی جھلک بھی پائی جاتی ہے۔

حافظ زاہد اور محتسب کی ریاکاری کو قطعی پسند نہ کرتے تھے اور اس پر طنز کرنا ضروری سمجھتے تھے جب اس کا موقعہ آجاتا وہ مصلحت اندیشی کے پابند نہ رہتے تھے اور نہایت بیباکی کے ساتھ اپنا فرض ادا کر دیتے تھے۔ شاہ شجاع کے زمانہ میں خواجہ عماد ایک مشہور فقیہ تھے شاہ شجاع کو ان سے عقیدت تھی خواجہ عماد نے ایک بلی پال رکھی تھی جس وقت خواجہ نماز پڑھتے بلی بھی ان کے انداز سے جھکتی اور سر اٹھاتی تھی عام طور پر مشہور ہو گیا تھا کہ خواجہ کی بلی نماز پڑھتی ہے اسی زمانہ میں حافظ نے ایک غزل کہی جس میں یہ دو شعر بھی تھے۔ [3]

صوفی نہاد دام و سر حقہ باز کرد
بنیاد مکر با فلک حقہ باز کرد

اے کبک خوش خرام کجا میروی بایست
غرہ مشو کہ گربہ عابد نماز کرد

آخری شعر میں طنز بھی ہے اور ظرافت کی چاشنی بھی خواجہ کو یہ بات ناگوار ہوئی اس لئے حافظ کے اسلوب غزل پر وہ اعتراضات کئے جو پہلے لکھے جا چکے ہیں ان کا جواب حافظ نے نہایت معقول دیا تھا انہوں نے کہا تھا کہ ان تمام نقائص کے باوجود میری غزلیں دور دور تک مشہور ہو جاتی ہیں

۱؎ دیوان حافظ ص ۲۱۵   ۲؎ دیوان حافظ ص ۴۰

۳؎ دیوان حافظ ص ۱۰۲

جبکہ دوسرے شعرا کا کلام شہر کی چہار دیواری سے ٹکرا کر لوٹ آتا ہے۔ اسی دوران میں حافظ نے ایک اور غزل کہی جس کا یہ شعر

گر مسلمانی ہمین است کہ حافظ دارد
وائے گر در پے امروز بود فردائے

معرض بحث میں آ گیا شاہ شجاع پہلے ہی سے کبیدہ خاطر تھا اس نے اس شعر میں قیامت کے انکار یا شک کا پہلو نکال لیا۔ حافظ نے نزاکت وقت کا احساس کرتے ہوئے مولانا زین الدین ابوبکر کی رائے سے مقطع سے قبل اس شعر کا اضافہ کر دیا اس طرح وہ دوسرے شخص کا مقولہ بن گیا۔

این حدیثم چہ خوش آمد کہ سحرگہ می گفت
بر در میکدہ با دف و نے ترسائے

۷۸۶ھ میں شاہ شجاع نے شاہ منصور بن محمد بن مظفر کے لئے جگہ خالی کر دی۔ خواجہ صاحب نے اس کی تخت نشینی پر بھی غزل کی صورت میں تہنیت پیش کی۔

بیا کہ رایت منصور بادشاہ رسید
نوید فتح و ظفر تا بہ مہر و ماہ رسید

منصور کے دور فرمانروائی میں تیمور نے شیراز پر حملہ کر دیا اور منصور اس لڑائی کے دوران میں قتل ہو گیا۔

تیمور ۷۸۹ھ میں شیراز میں داخل ہوا۔ حافظ اور تیمور کی جس ملاقات کا حال تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے وہ غالباً اسی سن میں ہوئی دولت شاہ سمرقندی نے ملاقات کا صحیح وقت نہیں لکھا وہ ۷۹۵ھ و ۱۳۹۳ء میں اس ملاقات کا ہونا ظاہر کرتا ہے۔ اس وقت تیمور دوبارہ شیراز ضرور آیا ہے لیکن حافظ اس سے پہلے یعنی ۷۹۱ھ میں انتقال کر چکے تھے۔ ایسی صورت میں ۷۹۵ھ میں ان دونوں کی ملاقات کا کوئی سوال نہیں۔ شبلی نعمانی کی روایت کے مطابق تیمور نہایت التفات سے پیش آیا تھا۔ اس نے حافظ سے کہا تھا کہ میں نے سمرقند اور بخارا کو آباد کرنے کی کوشش میں دنیا کے کتنے ممالک کو ویران کر ڈالا اور آپ ایک خال ہندی پر ان شہروں کو جو میرا وطن ہیں نثار کئے ڈالتے ہیں اور پکار کر کہتے ہیں

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را
بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

خواجہ نہایت بذلہ سنج اور حاضر جواب تھے متانت کے ساتھ فرمایا کہ انہیں فضول خرچیوں کا نتیجہ ہے کہ فقر و فاقہ کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔

۷۹۱ھ میں حافظ کا انتقال ہو گیا۔ خاک مصلیٰ سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ علامہ شبلی کا یہ ارشاد درست نہیں کہ اس میں ایک سال کی کمی ہے مصلیٰ جس کو زندگی بھر سراہتے رہے تھے ان کا مدفن ہے۔ سلطان بابر بہادر کے دور سلطنت میں [illegible] نے جو سلطنت کے عہدے پر مامور تھا کافی روپیہ صرف کر کے مقبرہ تعمیر کرا دیا جس کو حافظیہ سے موسوم کر دیا گیا ہے۔ حافظیہ مرجع انام ہے۔ ہفتہ میں ایک روز

۱؎ دیوان حافظ ص ۳۶۹ ۲؎ دیوان حافظ ص ۳۹۹ ۳؎ دیوان حافظ ص ۱۲۶
۴؎ دیوان حافظ ص ۳

لوگ زیارت کو جاتے ہیں کھانے پکتے ہیں جائے نوشی ہوتی

ہے۔ مینوش حضرات شراب بھی پیتے ہیں اور حافظ کے نام کی شراب زمین پر

گرا دیتے ہیں۔

حافظ کی غزل کا انداز بالکل انفرادی ہے یہ لب و لہجہ انہیں کے لئے مخصوص ہے ان کے اشعار ایک خاص کیفیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں ان کے کلام میں ایک ایسی سحر آفریں تاثیر پائی جاتی ہے جو دلوں کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے انہیں خصوصیات کی بنا پر کلام حافظ ہر جگہ مقبول ہے۔ غیر منقسم ہندوستان میں جب تک فارسی کا ذوق رہا دیوانِ حافظ کو بغیر ترجمہ کے پڑھا اور سمجھا جاتا رہا جب یہ مذاق کم ہو گیا تو حافظ کو پڑھنے اور سمجھنے کی غرض سے تراجم کی ضرورت ہونے لگی۔ ماضی قریب میں بعض حضرات نے وقت کے تقاضوں کا خیال کرتے ہوئے دیوانِ حافظ کے متعدد تراجم شائع کئے لیکن جس انداز سے ان کی اشاعت ہوئی اس میں وہ حسن اور معیار نہ تھا جس سے حسن ذوق کی تسکین ہوتی۔ ملک میں سب سے پہلے مولانا سجاد حسین صاحب صدر، مدرسہ فتحپوری دہلی نے عوام کے ذوق کی بلندی کا احترام کرتے ہوئے دیوانِ حافظ مترجم کا ایک معیاری نسخہ بازار میں پیش کیا ترجمہ میں زبان کی سلاست روانی اور اختصار کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اور زائد، غیر ضروری الفاظ کے استعمال سے احتراز کیا گیا ہے کوشش کی گئی ہے کہ اصل شعر کی روح ان کی رواں دواں اور آسان نثر میں منتقل ہو جائے مولانا عربی و فارسی کے نہایت ممتاز عالم ہیں اور درس و تدریس کا طویل تجربہ رکھتے ہیں انہیں فارسی اور اردو پر پوری قدرت حاصل ہے مشرقی علوم کی روشنی بچپن ہی سے ان کے ذہن و دماغ کو منور کرتی رہی ہے وہ کرتپور ضلع بجنور کے ایک ایسے علمی اور تاریخی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں جس کو قدیم زمانہ سے منصب قضا حاصل رہا ہے ان کے والد حکیم قاضی ارشاد حسین صاحب مرحوم نے مولانا کی تعلیم و تربیت پر غیر معمولی توجہ فرمائی مولانا [illegible] نومبر [illegible] کو پیدا ہوئے تاریخی نام قاضی خلیل الرحمن اور قاضی نور العین ۱۳۲۹ھ رکھا گیا۔ عربی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم کرتپور ہی میں ہوئی [illegible] میں انہیں دار العلوم دیوبند میں داخل کیا گیا۔ [illegible] تک وہاں تعلیم پاتے رہے۔ سند فراغت حاصل کرنے کے بعد [illegible] سے مدرسہ فتحپوری دہلی میں درس کی خدمات انجام دینا شروع کیں اور [illegible] میں صدر مدرس کے منصب پر پہنچ گئے۔ اگرچہ مولانا عربی علوم میں پوری مہارت حاصل کر چکے تھے لیکن علم کی پیاس نہیں بجھی تھی چنانچہ انہوں نے پڑھانے کے ساتھ پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھا اور [illegible] میں الہ آباد بورڈ سے فاضل ادب کا امتحان دیکر تمام بورڈ بھر درجہ اول میں کامیابی حاصل کی پھر [illegible] میں پنجاب یونیورسٹی سے آنرز ان عربک (مولوی فاضل) پاس کیا جس میں تمام یونیورسٹی میں اول آئے اور نقرئی میڈل حاصل کیا۔ اس کے علاوہ منشی فاضل درجہ اول میں پاس کیا اور عربی و فارسی کے دوسرے امتحانات بھی دئیے۔ تصنیف اور ترجمہ کے مشاغل سے فطری دلچسپی تھی ان کی کتاب التوشیحات جو عربی کی شہرہ آفاق کتاب سبعہ معلقات کی شرح ہے پاکستان و ہند کے علمی حلقوں میں کافی مقبول ہے۔ انہوں نے گلستاں۔ بوستاں اور اخلاق محسنی کے تراجم بھی کئے ہیں۔ ان وجوہ سے دیوانِ حافظ کے ترجمہ میں ان خصوصیات کی موجودگی جن کا ابھی ذکر کیا جا چکا ہے تعجب خیز نہیں۔ بحالت موجودہ مولانا بمبئی [illegible] میں صاحب سجادہ کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔

مولانا سجاد حسین صاحب کے دیوانِ حافظ مترجم کا پہلا اور دوسرا ایڈیشن ملک میں بہت زیادہ مقبول ہوا ہے۔ اس قبول عام کے پیش نظر

[illegible] نے ایک قدم اور آگے بڑھایا [illegible] اور

حاشیہ پر نظر ثانی کر کے تیسرا ایڈیشن عکسی آفسیٹ پر چھپوانے
کا اہتمام کیا یہ کام بڑی جرأت مردانہ کا طالب تھا۔ اسی نسبت سے مصارف
کا بار بڑھ رہا تھا۔ مولانا نے عشق نبرد پیشہ کے اس چیلنج کو قبول کیا اور اس
ایڈیشن میں انہوں نے ایرانی مصنفین کی ان تحقیقات کے حسن اور معیار کو پیش نظر رکھا
ہے جو ایران میں حافظ کے متعلق معتبر اور غیر معتبر شائع ہو رہی ہیں۔ یوں مولانا بھی ذاتی طور پر آرٹ سے دلچسپی
رکھتے ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ترجمہ کے لئے دیوان حافظ کا انتخاب کیا جو ایران کا بہت بڑا حسن دوست
اور غنائی شاعر ہے وہ مناظر قدرت پر جان چھڑکنے کا خوگر ہے رنگا رنگ حسین لہروں سے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ
کرتا ہے اور معطّر ہواؤں سے دماغ کو معطر کرتا ہے حافظ کی غزلیہ شاعری کا محور ہی حسن و شباب اور جمال
و رعنائی ہے وہ ظاہری خوبصورتی کی عکاسی کریں یا ماورائی محبوب کے زلف و رخسار کی تصویر کشی، اس میں حسن کا
ایک مخصوص تصور کار فرما رہتا ہے عملی زندگی میں بھی مولانا کی اس خصوصیت کا اظہار ہوتا رہتا ہے وہ نہایت عاجز منکسر
المزاج [illegible] ہیں ۱۹۶۶ء میں صدر جمہوریہ ہند نے انہیں سرٹیفکیٹ آف آنر ان پرشین دیا ہے۔ جس کی تاریخ قمر
سنبھلی صاحب نے یہ نکالی ہے:

قاضی سجاد کو خوب آج یہ انعام ملا
حق کے الطاف و عنایت کا ایک انداز ہے یہ
عیسوی میں کہی بے ساختہ تاریخ قمر
محض اللہ کا بخشا ہوا اعزاز ہے یہ
۱۹۶۶

فارسی وہ زبان ہے جس نے پاک و ہند پر بڑے خوبصورت نقش و نگار بنائے ہیں اردو پر فارسی کا اثر بہت گہرا
ہے جس طرح مغلوں کے ان نقوش کو ملک کی تہذیب اور کلچر سے الگ نہیں کیا جا سکتا جو صدیوں تک ابھرتے رہے ہیں اور
اب اس کے جوہر میں سرایت کر چکے ہیں اسی طرح فارسی کی حلاوت کو اردو سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ انگریزی کی
شہرت اور مقبولیت میں فارسی کا حصہ بہت زیادہ ہے۔ فارسی نہایت میٹھی رسیلی اور اثر انگیز زبان ہے اس میں
رومان اور عشق نزاکت و رعنائی ہے جو صرف محسوس ہی کی جا سکتی ہے اس زبان کے اشعار میں بھی بڑی دلنشیں
تاثرات پائی جاتی ہیں۔ یہ کافی الادب زبان ہے اور لٹریچر کا بہت بڑا ذخیرہ اپنے دامن میں رکھتی ہے فارسی کی
بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قوم پرستی اور وطن دوستی کا عنصر غالب ہے۔ ایران کی تاریخ سے ظاہر ہے کہ قوم پرستی
کا جذبہ ہر دور میں وہاں موجود رہا ہے حملہ آوروں نے بار بار اسے فتح کیا ہے لیکن ان کے قدم سرزمین فارس پر
جمنے نہیں پائے کسی نہ کسی نوبت پر انہیں ملک ملک سے جانا ہی پڑا۔ ایران کے باشندے اپنی حکومت ہی
کے سامنے سر جھکانے کے خوگر ہیں وہ کسی بیرونی پرچم کے آگے سرنگوں رہنا پسند نہیں کرتے۔ فارسی کتابوں
کے تراجم کی وساطت سے حب الوطنی کی یہ شراب بھی چھن چھن کر آتی رہتی ہے فارسی لٹریچر کو اردو لباس
پہنانے کا سب سے بڑا فائدہ یہی ہے۔ خاص طور پر حافظ جیسے بین الاقوامی شاعر
کی تخلیقات کو اردو میں منتقل کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ دو مختلف

IRAN TO-DAY — ملاحظہ ہو!

فرقوں میں یک جہتی اور ہم آہنگی کی روح پیدا کرنے کے محرک ہیں وہ صوفی ازم کے علمبردار تھے جس میں سب سے زیادہ اہمیت انسانیت کو حاصل ہے مذہب ان کے یہاں ثانوی درجہ رکھتا ہے۔

ہمارے ملک میں بیرونی زبانوں کی تعلیم پر کافی توجہ کی جا رہی ہے۔ فارسی اور عربی کالجوں میں بھی پڑھائی جاتی ہے اور جو لوگ فارسی کا ذوق رکھتے ہیں وہ انفرادی طور پر اس کے لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ہندوستان ہر ملک سے دوستانہ تعلقات استوار رکھنا چاہتا ہے۔ وہ امن اور دوستی کی بنیاد پر بقائے باہمی کے عقیدہ کا احترام کرتا ہے۔ ایران سے بھی اسی اصول پر ہندوستان کے روابط بالکل دوستانہ ہیں۔ ان حالات میں فارسی تراجم کی اہمیت اور افادیت مسلم ہے۔ مولانا محمد حسین صاحب کو عربی اور فارسی سے گہری دلچسپی ہے۔ ان کی ذات سے یہ توقع بے جا نہیں کہ وہ اپنے کام کو نہ صرف جاری رکھیں گے بلکہ اس کی رفتار تیز اور اس کا دائرہ وسیع کردیں گے۔ اس کے ساتھ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ دیوان حافظ کا یہ سماری ایڈیشن عام طور پر پسند کیا جائے گا ہمارے ملک میں اس کا پرجوش خیر مقدم ہوگا۔

کوثر چاند پوری

کلام حافظ اور فال

مولانا محمد میاں صاحب قمر دہلوی، مسجد فتحپوری دہلی

حافظ کا کلام جس طرح رندانِ قدح خوار کے لئے سرمستی اور خوش عیشی کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح ہمیشہ سے اہلِ باطن بھی اس سے استفادہ کے قائل رہے ہیں۔ اہلِ صفا کی مجلسیں حافظ کے زمزموں سے گونجتی رہی ہیں ان پر حافظ کے اشعار سے وجد و حال کی کیفیتیں طاری ہوتی رہی ہیں۔

ایک بہت بڑا طبقہ ہے جو اپنی مہموں اور پیش آنے والے واقعات میں حافظ کے کلام سے فال نکال کر اپنے قلب کو مطمئن کرتا رہا ہے اور حافظ کی صدا کو ایک غیبی آواز یقین کرکے اپنے کاموں کی اس کو بنیاد بناتا رہا ہے اور حافظ و کلامِ حافظ کو لسان الغیب کا درجہ دیتا رہا ہے تیموری بادشاہ اپنی تمام مہموں میں دیوانِ حافظ سے راہنمائی حاصل کرتے رہے ہیں۔ ہمایوں، اکبر اور جہانگیر ہی نہیں بلکہ عالمگیر بھی دیوان حافظ سے فال لے کر پیش قدمیاں کرتا رہا ہے۔

حافظ کے تذکرہ نگاروں نے ایسے سینکڑوں واقعات نقل کئے ہیں جن سے فال نکالنے والوں کو حافظ کے کلام سے محیر العقول اشارے حاصل ہوئے ہیں۔ ہم ان میں سے کچھ واقعات نقل کرتے ہیں۔

تذکرہ حسینی میں مذکور ہے (۱) ایک شخص کا لڑکا گم ہوگیا تھا تلاش اور جستجو کی گئی لیکن لڑکے کا کچھ پتہ نہ چلا اس نے دیوانِ حافظ سے فال نکالی تو یہ شعر سامنے آیا ؎

فاش میگویم واز گفتۂ خود دلشادم بندۂ عشقم واز ہر دو جہاں آزادم

اس شعر میں جو اشارہ تھا وہ نہ سمجھ سکا۔ کچھ عرصہ بعد اس کو اس کا لڑکا ایک خانقاہ میں فقیرانہ لباس میں ملا اس نے اپنے لڑکے سے احوال دریافت کئے تو اس نے بتایا کہ میں نے فقیرانہ زادِ اختیار کرلیا ہے اور میں شاہ عشق اللہ کا مرید ہوگیا ہوں۔ اس نے شاہ عشق اللہ سے درخواست کی انہوں نے اس لڑکے کو باپ کے حوالے کیا تب اس پر دیوان حافظ کے شعر کا مطلب واضح ہوا۔

(۲) مولوی احمد رضا کو اپنے ایک شاگرد بنیاد خاں سے بہت محبت تھی بنیاد خاں کی بیماری پر مولوی صاحب نے فال نکالی تو یہ شعر نکلا ؎

ما کہ دادیم دل و دیدہ بطوفانِ بلا
گو بیا سیلِ غم و خانہ ز بنیاد ببر

دوسرے ہی روز بنیاد خاں کا انتقال ہوگیا۔

(۳) ایک شخص کا بھائی قید تھا اس نے دیوانِ حافظ

سے فال نکالی تو یہ مصرع سامنے آیا ؎

کردم ہمت ما کرو زبند آزاد ست

اسی روز اُس کا بھائی قید سے رہائی پاکر گھر آگیا۔

(۴) ہمایوں بادشاہ نے جب ایرانی فوج لے کر ہندوستان پر حملہ کا ارادہ کیا تو دیوان حافظ سے فال نکالی یہ شعر سامنے آیا ؎

عزیز مصر برغم برادران غیور | زقعر چاہ برآمد براوج ماہ رسید

تاریخ داں صاحبان جانتے ہیں کہ اس حملہ میں سب بھائیوں کو شکست دیکر وہ ہندوستان پر قابض ہوا۔

(۵) جہانگیر بنگال کی مہم پر جارہا تھا دیوان حافظ سے فال نکالی تو یہ شعر سامنے آیا ؎

خوردہ ام تیر نظر بادہ بدہ تا سرمست | دست در بند کر ترکش جوزا فگنم

اس مہم میں عثمان جوکر بالمقابل تھا کی پیشانی پر تیر لگا اور وہ مرگیا اور جہانگیر بنگال پر قابض ہوگیا۔

(۶) جہانگیر، اکبر کی ناراضگی کی وجہ سے الہ آباد میں مقیم تھا اور آگرہ کا سفر کرنے میں متردد تھا دیوان حافظ سے فال لی تو یہ غزل برآمد ہوئی ؎

چرا نہ در پے عزم دیار خود باشم | چرا نہ خاک رہ کوئے یار خود باشم

آگرہ پہونچا باپ سے تعلقات استوار ہوئے۔ چند روز بعد اکبر کی وفات ہوئی اور جہانگیر تخت و تاج کا وارث بنا۔

(۷) شاہان صفویہ میں کا شاہ عباس ثانی تبریز پر لشکر کشی کا ارادہ کر رہا تھا دیوان حافظ سے فال لی تو یہ شعر برآمد ہوا ؎

عراق و پارس گرفتی بشعر خوش حافظ | بیا کہ نوبت بغداد و وقت تبریز است

تاریخ شاہد ہے کہ شاہ عباس نے اس مہم میں تبریز کو فتح کرلیا۔

(۸) اس سلسلہ میں حافظ کی نماز جنازہ اور تدفین کا بھی دلچسپ واقعہ ہے حافظ کے انتقال کے بعد ان کے مخالفین نے کچھ شور و غوغا کیا نماز جنازہ اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کی مخالفت شروع کردی مسلمانی عقائد کے سلسلہ میں ان کا کلام زیر بحث آیا تو سب سے پہلے یہ شعر سامنے آیا ؎

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ | کہ گرچہ غرق گناہ است میرود بہشت

اس پر باتفاق رائے نماز جنازہ ہوئی اور جنازہ خاک مصلیٰ کی سپرد کردیا گیا۔

(۹) سلطنت صفویہ کا بانی شاہ اسماعیل جس نے شیعیت کو ایران کا مذہب قرار دیدیا تھا اور سنی بزرگوں کے مقبروں کو ڈھانے کا بھی حکم جاری کردیا تھا۔ ایک روز ایک شیعہ عالم ملا گس کے ساتھ خواجہ حافظ کے مزار کے پاس سے گذرا ملا گس نے خواجہ حافظ کے مزار کو مسمار کرنے کا مشورہ دیا تو شاہ اسماعیل نے دیوان حافظ سے فال نکالی تو یہ شعر نکلا ؎

مجوز اسحر ضحاد عمائل برابرم | یعنی غلام شاہم و سوگند میخورم

شاہ اسماعیل نے اس شعر کا مطلب یہ لیا کہ حافظ اس کا تابع اور فرمانبردار ہے ملا گس کے مزید اصرار پر اس نے دوبارہ فال نکالی تو حسب ذیل شعر برآمد ہوا ؎

اے مگس حضرت سیمرغ نہ جولانگہ تست
عرض خود میبری و زحمت ما میداری

(۱۰) فتح علی سلطان ایک نہایت حسین نوجوان تھا۔ خواجہ حافظ کے مزار کے پاس پہونچا اور فال نکالی تو یہ شعر نکلا ؎

سرمست با قباے زر افشاں چو گذری — یک بوسہ نذر حافظ پشمینہ پوش کن

فتح علی نے کہا کہ ایک بار نہیں بلکہ دو بار بوسہ دوں گا لیکن بوسہ دو دیا اور واپس ہو گیا اگلے ہفتہ پھر مزار پر پہونچا اور فال نکالی تو یہ شعر برآمد ہوا ؎

گفتا بودی کہ شوم مست دو بوسہ بدہم — وعدہ از حد بشد و ما نہ دو دیدیم و نہ یک

فتح علی نے پھر کہا کہ میں دو بوسے نہیں بلکہ تین بوسے دوں گا اور پھر بغیر بوسے دیئے چلا گیا۔ تیسری بار جب خواجہ صاحب کے مزار پر پہونچا اور فال نکالی تو یہ شعر برآمد ہوا ؎

سہ بوسہ کز دو لبت کردۂ حوالت من — اگر ادا نکنی وام دار من باشی

فتح علی اپنی جگہ سے اٹھا اور بے اختیار پے در پے مزار کو بوسے دیئے۔

دیوان حافظ سے فال نکالنے کے مختلف طریقے رائج رہے ہیں۔ بعض صاحبان بسم اللہ پڑھ کر دیوان حافظ کھولتے ہیں۔ اور پھر کسی شعر پر انگلی رکھ کر اس شعر کے مطلب سے فال نکالتے ہیں۔

بعض صاحبان دیوان حافظ کھول کر داہنی صفحے کے ساتویں شعر سے فال لیتے ہیں۔

بعض صاحبان نے فال نکالنے کی حسب ذیل جدولیں تجویز کی ہیں۔ جن سے فال نکالنے کا طریقہ یہ ہے۔

فال نکالنے کا طریقہ

جب فال نکالنے کا ارادہ ہو تو پہلے معلوم کریں کہ دن یا رات کے چار پہروں میں سے کونسا پہر ہے (دن اور رات کے آٹھوں پہروں کی جدولیں الگ الگ دی گئی ہیں)۔ پھر اس پہر کی جدول نکال کر پہلے باوضو سورۂ فاتحہ پڑھ کر خواجہ حافظ کی روح کے لئے ایصال ثواب کریں۔ پھر سورۂ فاتحہ ایک بار قل ھو اللہ تین بار اول و آخر درود شریف سات سات بار پڑھیں اور اپنے مقصد کا خیال کر کے اس جدول کے کسی خانہ میں انگلی رکھ دیں اور اس خانہ میں جو حرف ہو اس کو نگ کا نمبر لکھ لیں پھر لکھے ہوئے حرف کے علاوہ دائیں سے دائیں اپنے حروف چھوڑنے کے لئے اس جدول کے اوپر لکھا ہوا تھے حروف گن کر اگلا حرف بھی اُسی کا نمبر پہلے لکھے ہوئے حرف کی بائیں داہنی طرف لکھ لیں جب سطر ختم ہو جائے تو اس سے اوپر والی سطر میں بائیں سے دائیں یہی عمل کریں یہاں تک کہ سب اوپر والی (پہلی) سطر پر پہنچ جائیں۔ اگر اس سطر میں کچھ فاصلے ایسے رہ جائیں جو حساب میں نہ آئے ہوں تو انہیں چھوڑ دیں۔

پھر اس کے بعد جس حرف پر انگلی رکھی تھی اُس سے آگے دائیں سے بائیں اسی طرح حروف گن گن کر کا نمبر لکھتے ہوئے حروف کی سطر میں بائیں طرف لکھتے جائیں جب سطر ختم ہو جائے تو اُس سے اگلی نیچے والی سطروں میں سے گنتے

دن کے پہلے پہر کی جدول نمبر ۱

اس میں سات سات حروف چھوڑ کر اگلا حرف لیا جائیگا۔

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳
۱	ر	د	م	ا	د	و	ج	ح	ط	ا	ن	ی	ا
۲	ق	و	و	ز	د	م	ق	ن	ت	ش	س	ک	ل
۳	ک	ب	ی	ر	ا	ت	ا	ر	ہ	ا	ک	ا	د
۴	ر	ر	ا	د	ی	ہ	غ	م	ز	ی	ن	ی	ب
۵	ق	ن	ی	غ	س	ل	د	ا	ی	ی	ک	ی	ت
۶	ک	ہ	د	س	م	ہ	ش	ک	ت	ب	ش	ت	ت
۷	د	ص	ہ	ر	د	ا	د	د	ر	ج	م	ا	ی
۸	ہ	و	ا	ا	ب	ا	ج	د	ی	ل	ن	ہ	ت
۹	ر	ر	ا	ر	ت	ا	ی	و	ا	غ	ر	ا	د
۱۰	ن	و	ب	ن	ہ	د	س	ی	ق	ک	ا	ک	ک
۱۱	و	ت	ر	د	و	غ	ر	ش	س	ب	ا	ر	ی
۱۲	ر	ا	پ	ت	ر	ر	ک	م	ب	ن	ی	ک	ب
۱۳	ی	ہ	ت	ہ	م	ا	ر	ا	ا	پ	ب	ا	ی
۱۴	ل	د	ل	ر	ت	س	ر	د	ہ	م	ا	د	و
۱۵	ل	غ	ا	پ	پ	ی	ی	ا	ا	ی	ر	ا	ا
۱۶	ت	د	ن	م	س	ی	د	ز	و	ن	ی	ت	ت

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
۱	ز	ا	ع	س	ز	ب	س	ہ	ی	ی	ج	ب
۲	ن	ا	ی	د	د	ر	ا	ا	ق	ح	ر	ک
۳	ق	خ	ل	ی	ج	ق	ت	و	و	ب	ب	ک
۴	م	و	ب	ص	ل	ن	ت	ن	م	ل	ل	ب
۵	و	ہ	خ	و	ب	ت	ل	ر	ز	و	س	ل
۶	و	ا	ب	م	ب	م	ب	ی	ک	ا	ا	ی
۷	ک	ی	ا	ر	د	ن	ر	ل	د	پ	ب	ہ
۸	ی	و	س	ل	د	ا	پ	ک	ی	ا	د	ر
۹	م	ر	ہ	ت	ق	م	ی	ن	ا	ک	ق	ی
۱۰	ی	ا	ت	ث	ا	و	پ	ش	ض	س	ر	ر
۱۱	ک	ی	د	ر	ر	و	ب	ل	ا	م	ض	ی
۱۲	ز	ا	خ	ر	د	و	ا	ج	ز	و	ب	ر
۱۳	ا	ر	ا	ا	ذ	ا	پ	ق	گ	م	ی	ر
۱۴	د	ن	ا	س	ر	د	و	ہ	غ	ب	ت	ا

دن کے دوسرے پہر کی جدول نمبر ۲

اس میں چھ چھ حروف چھوڑ کر اگلا حرف لیا جائیگا۔

دن کے تیسرے پہر کی جدول ۳

اس میں چھ چھ حروف چھوڑ کر اگلا حرف لیا جائیگا

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
۱	د	ب	ا	س	ص	ک	ا	و	ا	ی	ح	ر
۲	ل	ی	ش	ر	پ	ر	ا	ب	دہ	ر	ہ	ی
۳	ز	ب	ن	ل	ف	ا	ک	ہ	ل	ح	ا	ت
۴	ک	پ	ا	ع	ی	ک	م	ف	ی	ت	ل	ش
۵	ر	ب	ت	ع	ف	ک	م	ا	د	ہ	ج	غ
۶	ش	ی	ز	ر	ا	س	ی	و	د	ھ	م	م
۷	ت	ب	ر	م	ا	ی	و	ہ	م	و	د	ہ
۸	ک	پ	ھ	ر	ی	س	ز	د	ا	ہ	س	م
۹	ا	ن	ہ	ر	ن	ی	ہ	ق	خ	ع	د	ا
۱۰	د	ج	ی	د	د	ک	م	م	ب	ک	ا	ا
۱۱	ر	ی	ڑ	ی	ل	ن	ب	م	ف	د	ن	ع
۱۲	ب	ا	ی	د	ہ	ا	ذ	د	ل	ک	ی	ب
۱۳	ن	آ	ر	د	و	ت	ک	ب	ر	ا	د	ی
۱۴	ل	د	ی	ک	ء	ہ	م	ک	ص	ن	و	ی

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱
۱	ا	ب	ھ	ش	ح	م	ص	ی	ح	ن	م
۲	ط	ز	ب	ن	ہ	د	م	ع	ر	ا	و
۳	د	ا	ت	ذ	ع	ب	ر	ک	ن	ر	ا
۴	س	ہ	ھ	ل	ک	و	ر	پ	ت	ش	ش
۵	ہ	ح	ی	ز	ہ	م	د	ک	ر	ا	ف
۶	ن	م	م	ف	د	ر	ل	ی	ن	ا	ت
۷	ا	ک	ک	ت	س	و	ن	د	ہ	د	پ
۸	خ	ت	د	و	پ	ی	ی	ن	و	غ	ک
۹	ک	د	ر	ی	پ	م	م	ر	م	م	ہ
۱۰	ہ	ب	ت	ف	د	ی	س	ض	ا	ب	ت
۱۱	د	ف	ت	ر	ط	ر	م	ا	ر	ک	آ
۱۲	ب	ق	ا	س	د	و	پ	ی	و	ہ	م
۱۳	ض	غ	ح	پ	ص	ا	ہ	ا	ک	ج	ا
۱۴	ا	ر	ن	م	ن	ل	ن	ل	د	و	د

دن کے چوتھے پہر کی جدول ۴

اسمیں چھ چھ حروف چھوڑ کر اگلا حرف لیا جائیگا

رات کے پہلے پہر کی جدول ۵

اس میں سات سات حروف چھوڑ کر اگلا حرف لیا جائیگا

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳
۱	ن	م	ر	د	ب	ن	د	ی	د	ی	و	ا	ا
۲	ک	ا	ا	ب	س	ر	ن	خ	ت	م	ر	ہ	و
۳	ع	ی	ب	ہ	ن	ب	ا	ز	ی	ک	ا	د	ک
۴	ا	ر	م	د	ہ	ن	ل	ش	ن	س	ا	س	ع
۵	ک	ک	ا	ن	ت	ر	ت	ن	ر	ش	ن	و	د
۶	ت	و	ک	پ	ب	ہ	ک	ر	ر	م	و	ن	ک
۷	م	ل	ا	ا	ن	ع	ج	و	ی	ح	ن	ق	ا
۸	و	ر	ی	ن	ن	ک	ت	م	و	و	م	ش	د
۹	و	ر	ر	غ	ز	خ	و	ا	ش	و	و	ہ	ی
۱۰	ا	د	ن	ک	ا	ز	ت	ص	ل	ر	ک	ہ	ز
۱۱	د	ق	ج	ا	ش	ہ	خ	ج	ر	ر	ب	ن	ر
۱۲	س	و	ت	ا	ی	ت	م	ب	ب	ش	ا	ن	ر
۱۳	ک	ہ	ز	ر	و	ب	ت	م	ل	ر	ر	د	ل
۱۴	ک	د	ی	ب	و	ک	ی	ب	ر	ب	ک	ا	ب
۱۵	ش	ب	ا	د	ی	ن	ی	ب	ی	م	ش	ا	ر
۱۶	ن	د	ی	د	ن	ی	ن	م	د	ش	ن	ہ	ش

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
۱	ا	م	د	م	ن	ہ	ا	ی	ر	ر	ب	ی
۲	ز	ک	ا	ح	خ	ا	س	ا	ر	ز	ب	ر
۳	د	ت	ر	ب	ت	ا	ا	ک	ک	د	ک	ر
۴	ط	ب	س	س	ش	و	و	ا	ا	ق	ر	م
۵	ی	خ	ہ	ط	و	ا	ن	ت	ر	ر	م	م
۶	ز	م	و	و	ت	خ	ن	ک	ا	ب	ی	ر
۷	ا	ع	م	لا	ا	ت	ح	ن	س	ن	م	ش
۸	ر	ر	ن	ع	د	ی	و	و	خ	و	ہ	ک
۹	ک	م	ش	ت	ر	م	ر	ن	ر	ن	ر	ع
۱۰	ب	ز	ن	ا	ھ	ع	د	ت	ل	د	م	ر
۱۱	ن	ا	ل	ت	ق	ج	ا	د	م	ا	ت	ع
۱۲	ا	ج	ہ	ی	ی	و	و	ل	د	ب	ب	ت
۱۳	ح	ہ	د	ی	ی	ی	ز	ل	ل	ص	و	ا
۱۴	ن	ا	ا	ا	و	ہ	م	م	ق	ص	ک	ل

رات کے دوسرے پہر کی جدول ۶

اس میں چھ چھ حروف چھوڑ کر اگلا حرف لیا جائیگا

رات کے تیسرے پہر کی جدول ۷

اس میں چھ چھ حروف چھوڑ کر اگلا حرف لیا جائے گا۔

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
۱	ج	م	گ	ۃ	م	گ	ب	ا	ژ	ر	ہ	ن
۲	ل	ج	ی	د	ۃ	ق	م	غ	د	ح	ہ	ہ
۳	ا	خ	ذ	د	ض	د	ا	م	ر	ا	ج	و
۴	ص	ف	ت	ی	ر	ہ	ر	ل	ت	ی	ب	ی
۵	د	د	ت	ا	ک	د	ز	ۃ	ک	و	د	ہ
۶	ی	ک	د	ل	ک	ز	ژ	ا	ل	ک	خ	و
۷	ژ	س	ر	س	ا	ن	ک	ل	ر	د	ت	ر
۸	ا	ز	ف	ت	ت	ا	ی	م	س	ت	ا	و
۹	ن	ن	ن	ر	گ	ق	ء	ج	م	س	ج	ر
۱۰	د	ی	ہ	ی	ت	ا	ہ	م	خ	ا	ر	ا
۱۱	ن	ی	ہ	ر	ن	د	ی	پ	د	م	ی	م
۱۲	د	ن	ر	ر	ہ	ب	ا	ا	س	خ	گ	ج
۱۳	ن	ر	ژ	ر	ی	ا	ا	د	ا	پ	ا	ژ
۱۴	ر	ن	ا	پ	ی	ی	م	م	ی	ز	س	ش

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱
۱	و	د	ا	ا	پ	د	س	ی	ر	ی	ی
۲	ع	ر	ت	ذ	ا	ن	د	ر	د	ا	ا
۳	ژ	د	ل	ی	م	ر	ر	ل	ر	پ	ا
۴	ا	ہ	ع	پ	ۃ	ک	ذ	ز	پ	د	ر
۵	ع	د	ا	ی	د	م	ت	م	ی	ل	ا
۶	ش	ی	د	م	غ	س	ر	خ	س	ح	ن
۷	ش	ل	س	ع	ر	س	س	ق	ا	ت	ی
۸	و	ن	ح	ک	م	و	د	پ	ت	ن	ذ
۹	ت	د	و	و	ز	ی	ا	ح	ر	م	س
۱۰	ت	ہ	ر	ل	م	ا	و	ج	س	ی	ت
۱۱	ا	ہ	ک	ل	ت	ن	پ	ن	م	ن	ی
۱۲	ک	م	ذ	ن	غ	ا	د	و	ی	ی	ی
۱۳	ل	ر	م	ع	ک	س	ز	س	ہ	ز	ک
۱۴	ہ	ن	ہ	ق	م	د	ن	ی	م	م	د

رات کے چوتھے پہر کی جدول ۸

اس میں لکھے جانے والے حرف کے علاوہ چھ حروف چھوڑ کر اگلا حرف لیا جائے گا۔

رات اور دن کی مشترک جدول ۹

اس میں، لکھے ہوئے حرف کے علاوہ چھ حروف چھوڑ کر اگلا حرف لکھا جائیگا۔

	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴
۱	ی	ع	م	پ	د	ک	ر	و	ر	ی	ل	ر	ن	و
۲	س	ک	ر	پ	ع	ا	ز	ف	م	م	ل	ت	ر	گ
۳	گ	ن	ن	ی	د	ا	ا	م	چ	خ	پ	و	ب	ر
۴	گ	و	و	ر	س	و	ی	ش	ن	ش	گ	ت	پ	ش
۵	ت	ج	م	گ	ی	ا	د	ہ	ع	ی	ل	پ	ی	ک
۶	پ	د	ر	ی	ن	پ	ہ	ا	م	و	غ	ش	ی	د
۷	ز	ش	ی	و	ا	د	ز	ا	ک	ک	ش	ن	و	م
۸	ی	ی	ا	ر	ک	ط	ی	د	ن	ن	ن	ہ	ب	غ
۹	ب	گ	د	گ	ک	ع	ا	ک	ر	ز	د	ا	ش	ن
۱۰	ن	د	س	ر	م	ع	ہ	ع	ک	ر	م	د	ر	غ
۱۱	ا	ا	ا	ن	ل	و	د	ن	ک	پ	ق	پ	ی	م
۱۲	خ	ل	ا	ا	پ	ا	ت	م	ب	م	ر	ا	ر	م
۱۳	م	ش	ی	د	ر	ی	ی	غ	ک	ر	ا	ا	خ	ک
۱۱	و	ن	م	ش	ر	و	ن	ر	د	ت	ت	د	ش	م

اَلا یا اَیُّہَا السَّاقِی اَدِرْ کَاْساً وَّ نَاوِلْہَا
آگاہ ہو! اے ساقی پیالے کا دور چلا اور وہ دے

کہ عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا
کیونکہ ابتداءً عشق آسان نظر آیا لیکن مشکلیں آن پڑیں

بُوئے نافہ کآخر صبا زاں طُرّہ بکشاید
اس نافہ کی مہک کی امید میں جو آخر صبا اس طرہ سے کھولے گی

ز تابِ جعدِ مشکینش چہ خوں افتاد در دلہا
اس کے مشکیں گھنگھریالے بالوں کی تاب سے کیسے خون دلوں میں پڑ گیا

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید
اگر تجھے پیر مغاں کہے تو مصلیٰ شراب سے رنگ دے

کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسمِ منزلہا
اس لیے کہ سالک منزلوں کی رسم و راہ سے بے خبر نہیں ہوتا ہے

مرا در منزلِ جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم
مجھے محبوب کے پڑاؤ میں کیا امن و عیش؟ جبکہ ہر دم

جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا
گھنٹہ اعلان کرتا ہے کہ کجاوے کس لو

شبِ تاریک و بیمِ موج و گردابے چنیں ہائل
اندھیری رات اور موج کا خوف اور ایسا خوفناک بھنور

کجا دانند حالِ ما سبکبارانِ ساحلہا
ساحلوں کے بے فکرے ہمارا حال کب سمجھ سکتے ہیں

ہمہ کارم ز خود کامی بہ بدنامی کشید آخر
خود غرضی کی وجہ سے میرے تمام کام انجام میں بدنامی پر پہنچے

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا
وہ راز کب چھپ سکتا ہے جس سے محفلیں گرم ہوں

حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو حافظ
اے حافظ تو حضوری چاہتا ہے تو اس سے غائب نہ ہو

مَتٰی مَا تَلْقَ مَنْ تَہْوٰی دَعِ الدُّنْیَا وَاَہْمِلْہَا
جب تو اپنے محبوب سے ملاقات ہو تو دنیا کو چھوڑ دے اور اسے ترک کر دے

ای فروغِ ماہِ حسن از روئے رخشانِ شما
اے ہمارے حسن کے چاند کی رونق تمہارے روشن چہرے سے ہے

آبروئے خوبی از چاہِ زنخدانِ شما
لوبصورتی کی آبرو تمہاری ٹھوڑی کے گڑھے سے ہے

عزمِ دیدارِ تو دارد جانِ برلب آمدہ
ہونٹوں پر آئی ہوئی جان تمہارے دیدار کا ارادہ رکھتی ہے

باز گردد یا بر آید چیست فرمانِ شما
تمہارا کیا حکم ہے؟ وہ نکل آئے یا لوٹ جائے

کے دہد دست این غرض یا رب کہ ہمدستاں شوند
اے خدا یہ مقصد کب حاصل ہوگا کہ اکٹھے ہو جائیں!

خاطرِ مجموعِ ما زلفِ پریشانِ شما
ہمارا یہ مطمئن دل، اور تمہاری پریشان زلف

کس بدورِ نرگست طرفے نبست از عافیت
تمہاری نرگس کے دور میں کسی کو چین نصیب نہ ہوا

بہ کہ بفروشند مستوری بمستانِ شما
بہتر یہی ہے کہ پارسائی تمہارے مستوں کے ہاتھ بیچ دیں

بختِ خواب آلودِ ما بیدار خواہد شد مگر
شاید! ہمارا سویا ہوا نصیبہ جاگ اٹھے

زانکہ زد بر دیدہ آبے روئے رخشانِ شما
اس لئے کہ تمہارے روئے روشن نے آنکھوں پر پانی چھڑک دیا ہے

با صبا ہمراہ بفرست از رخت گلدستۂ
اپنے رخ کا ایک گلدستہ صبا کے ساتھ بھیج دو

بو کہ بوئے بشنوم از خاکِ بستانِ شما
شاید تمہارے باغ کی خاک کی ہم خوشبو سونگھ سکیں

دل خرابی می کند دلدار را آگہ کنید
دل خرابی پیدا کر رہا ہے، محبوب کو آگاہ کر دو

زینہار اے دوستاں جانِ من و جانِ شما
خبردار اے دوستو! تمہیں میری جان اور تمہاری جان کی قسم

عمرتاں باد و مراد اے ساقیانِ بزمِ جم
جمشید کی محفل کے ساقیو! تمہاری عمر دراز ہو

گرچہ جامِ ما نشد پر مے بدورانِ شما
اگرچہ تمہارے دور میں ہمارا پیالہ شراب سے نہیں بھرا ہے

اے صبا با ساکنانِ شہرِ یزد از ما بگو
اے صبا یزد کے ساکنوں کو ہمارے جانب سے کہہ دے

کاے سرِ حق ناشناساں گوئے میدانِ شما
کہ حق ناشناسوں کا سر تمہارے میدان کی گیند ہے

گرچہ دوریم از بساطِ قرب ہمت دور نیست
اگرچہ قرب کی بساط سے ہم دور ہیں، توجہ دور نہیں ہے

بندۂ شاہِ شمائیم و ثنا خوانِ شما
ہم تمہارے بادشاہ کے غلام اور تمہارے ثنا خواں ہیں

دور دار از خاک و خوں دامن چو بر ما بگذری
جب ہم پر سے گزرو دامن کو خاک اور خون سے دور رکھو

کاندریں رہ کشتہ بسیارند قربانِ شما
اس لئے کہ اس راستہ میں تم پر قربان مقتول بہت ہیں

اے شہنشاہِ بلند اختر خدا را ہمتے
اے بلند اختر بادشاہ! خدا کے لئے توجہ کیجئے

تا ببوسم ہمچو گردوں خاکِ ایوانِ شما
تاکہ آسمان کی طرح تمہارے محل کی خاک کو بوسہ دوں

می کند حافظ دعائے بشنو آمینے بگو
حافظ دعا کرتا ہے، سنو، اور آمین کہو

روزیِ ما باد لعلِ شکر افشانِ شما
تمہارا شکر بکھیرنے والا ہونٹ، ہماری روزی ہو

اگر آں ترکِ شیرازی بدست آرد دلِ ما را
اگر وہ شیرازی معشوق، ہمارا دل تھام لے

بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را
تو اس کے دلفریب تل کے عوض میں سمرقند و بخارا بخش دوں

بدہ ساقی مے باقی کہ در جنت نخواہی یافت
اے ساقی! باقی شراب بھی دے دے اس لئے کہ جنت میں نہ پائے گا

کنارِ آبِ رکنا باد و گلگشتِ مصلیٰ را
رکنا باد کی نہر کا کنارا، اور مصلیٰ کی سیرگاہ

۱ یعنی حسن کو بھی محبوب کی وجہ سے عزت حاصل ہوتی ہے۔
۲ دل کو بھی جب ہی حاصل ہوگی جب پریشان زلفوں کا وصل میسر آ جائیگا
۳ مستان سے محبوب کی آنکھیں مراد ہیں یعنی زہد ان پر قربان کیا جائے۔
۴ چمک دار چیز کو دیکھنے سے آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔
۵ بو، بود کا مخفف ہے۔
۶ کیونکہ یہ ہمارا قصور ہے۔
۷ آسمان کے اطراف کا چکر لگانا محل کی خاک بوسی کے لئے ہے۔
۸ رکنا باد کا نہر اور مصلیٰ کی سیرگاہ کو سفر جنت میں ہاتھ نہ آئے گا۔

فغاں کیں لولیان شوخ شیریں کار شہر آشوب
فریاد کہ یہ شریر، شیریں کار، شہر کو فتنہ میں ڈالنے والے معشوق

چناں بردند صبر از دل کہ ترکاں خوان یغما را
دل سے صبر کو اس طرح لے گئے جیسا کہ اہلِ ترکستان خوانِ یغما کو

ز عشق ناتمام ما جمال یار مستغنی ست
ہمارے ناقص عشق سے یار کا حسن بے نیاز ہے

بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را
حسین چہرے کو آب و رنگ اور تل اور خط کی کیا ضرورت ہے

من از آں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم
میں اس روز بروز بڑھنے والے حسن سے جو یوسف رکھتے تھے سمجھ گیا

کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را
کہ عشق زلیخا کو پاکی کے پردے سے باہر نکال لاتا ہے

حدیث از مطرب و مے گوی و راز دہر کمتر جو
گویّے اور شراب کی بات کر اور زمانہ کا راز کم تلاش کر

کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معما را
اس لیے کہ دانائی سے کسی نے یہ معمہ کھولا ہے نہ کھولے

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
پیارے نصیحت سن اس لیے کہ جان سے زیادہ پیارا سمجھتے ہیں

جواناں سعادتمند پند پیر دانا را
سعادتمند نوجوان دانا بوڑھے کی نصیحت کو

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
تو نے مجھے برا کہا اور میں خوش ہوں خدا تجھے معاف کرے اچھا کہا

جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خا را
لعل جیسے شکر چبانے والے ہونٹ کو کڑوا جواب زیب دیتا ہے

غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخواں حافظ
اے حافظ تو نے غزل کہی اور موتی پروئے، آ اور خوش ہو کر پڑھ

کہ بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را
اس لیے کہ آسمان تیری نظم پر ثریا کے ہار نچھاور کرے گا

بملازمان سلطاں کہ رساند ایں دعا را
بادشاہ کے ملازموں کو یہ التجا کون پہنچائے گا

کہ بشکر پادشاہی ز نظر مراں گدا را
کہ بادشاہی کے شکرانہ میں فقیر کو نظر سے نہ ہٹا

چہ قیامت ست جاناں کہ بعاشقاں نمودی
اے معشوق کیا قیامت ہے کہ تو نے عاشقوں کو دکھائی ہے

رخ ہمچو ماہ تاباں دل ہمچو سنگ خارا
روشن چاند جیسا چہرہ اور سنگ خارا جیسا دل

ز رقیب دیو سیرت بخدائے خود پناہم
دیو صفت رقیب سے میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں

مگر آں شہاب ثاقب مددے کند خدا را
شاید وہ روشن ستارہ خدا کے لیے مدد کرے

دل عالمے بسوزی چو عذار بر فروزی
جب تو رخسار روشن کرتا ہے تو ایک عالم کے دل کو جلا دیتا ہے

تو ازیں چہ سود داری کہ نمی کنی مدارا
تجھے اس سے کیا فائدہ ہے کہ خاطر داری نہیں کرتا ہے

مژۂ سیاہت ار کرد بخون ما اشارت
تیری سیاہ پلکوں نے اگر ہمارے قتل کا اشارہ کیا ہے

ز فریب او بیندیش و غلط مکن نگارا
تو اس کے فریب سے ڈر، اے معشوق غلطی نہ کر

ہمہ شب دریں امیدم کہ نسیم صبح گاہی
تمام رات اسی امید میں ہوں کہ نسیم سحر

بہ پیام آشنائی بنوازد آشنا را
دوست کو دوستی کے پیغام سے نواز دے

دل دردمند عاشق کہ ز ہجر تست پرخوں
دردمند عاشق کا دل جو تیرے فراق سے خون ہے

چہ شود گرش رسانی بوصال خویش یارا
کیا ہو جائے گا اگر تو اسے اپنے وصال تک پہنچا دے

دل مستمند ما را بشکنج زلف بردی
ہمارے غمگین دل کو تو زلف کے شکنجے میں لے گیا

مشکن دل ضعیفم بنواز ایں گدا را
ہمارے کمزور دل کو نہ توڑ، اس فقیر کو نواز دے

ز فریبِ چشمِ مستت دلِ دردمند خوں شد
تیری مست نگاہ کے فریب سے دردمند دل خون ہو گیا ہے

نظرے بکن بحالش بتِ دلربا خدا را
اے دلربا بت خدا کے لئے اس کے حال پر ایک نظر کر

چو طبیبِ دردمنداں لبِ لعلِ یار باشد
بلکہ دردمندوں کا طبیب معشوق کا لعل جیسا ہونٹ ہو

دلِ دردمندِ عاشق ز کہ جوید ایں دوا را
تو عاشق کا دردمند دل اس دوا کو کس کے پاس تلاش کرے

خبرے ز حالِ عاشق برِ یار باز گوئید
عاشق کی حالت کی خبر یار کے پاس جا کر کہہ دو

برسد مگر ز زلفش اثرے مشامِ ما را
شاید اس کی زلف کا کوئی اثر ہمارے دماغ تک پہنچ جائے

بخدا کہ جرعہ دہ تو بحافظِ سحر خیز
خدا کیلئے صبح کو بیدار ہونے والے حافظ کو تو ایک گھونٹ دیدے

کہ دعائے صبحگاہی اثرے کند شمارا
اس لئے کہ صبح کے وقت کی دعا تمہارے لئے مفید ہوگی

تا جمالت عاشقاں را زد بوصلِ خود صلا
جب سے تیرے حسن نے عاشقوں کو اپنے وصال کی دعوت دی ہے

جان و دل افتادہ اند از زلف و خالت در بلا
جان اور دل تیری زلف و تل سے مصیبت میں پڑے ہیں

آنچہ جانِ عاشقاں از دستِ ہجرت می کشد
عاشقوں کی جان تیرے فراق کے ہاتھ سے جو کچھ برداشت کرتی ہے

کس ندیدہ در جہاں جز کشتگانِ کربلا
کربلا کے شہیدوں کے علاوہ کسی نے دنیا میں نہیں دیکھا ہے

ترکِ ما گر می کند رندی و مستی جانِ من
اگر ہمارا معشوق رندی اور مستی کرتا ہے تو اے میری جان

ترکِ مستوری و زہد کرد باید اوّلا
تجھے پہلے پرہیزگاری اور زہد کو ترک کر دینا چاہئے

بزمِ عیش و موسمِ شادی و ہنگامِ طرب
عیش کی محفل اور خوشی کا موسم اور مستی کا وقت

پنج روز ایامِ عشرت را غنیمت داں دلا
عیش و عشرت کے پانچ دن کو اے دل غنیمت سمجھ

با کہ بنشینم کرا گویم دگر من رازِ دل
کس کے ساتھ بیٹھوں کس سے کہوں پھر دل کا راز

زانکہ من در عشقِ او جز غم ندیدم حاصلا
اس لئے کہ غم کے سوا اس کے عشق میں مجھے کچھ حاصل ہوا

حافظا گر پائے بوسِ شاہ دستت می دہد
اے حافظ اگر تجھے شاہ کی قدم بوسی حاصل ہو جائے

یافتی در ہر دو عالم زینتِ عز و علا
تو تو نے دونوں جہان میں عزت اور بلندی کی زینت حاصل کر لی

تا کے بدردِ ہجر کنی ناتواں مرا
ہجر کے درد میں مجھے کب تک ناتواں بنائے گا

یکدم بوصلِ خویش بکن شادماں مرا
تھوڑی دیر کے لئے اپنے وصل سے مجھے خوش کر

میخواستی ہمیشہ گرفتارِ ہجرِ خود
تو ہمیشہ اپنے فراق میں گرفتار رکھنا چاہتا تھا

دیدی بکامِ خویشتن آخر چناں مرا
آخر تو نے مجھے ویسی حالت میں اپنے مقصد کے مطابق دیکھ لیا

نبود ہیچ وجہ دمے از تو ام گریز
تھوڑی دیر کے لئے بھی کسی طرح میرے لئے تجھ سے گریز نہ ہو سکا

زاں رو کہ نیست جز تو کسے در جہاں مرا
اس لئے کہ جہان میں تیرے سوا میرا کوئی نہیں ہے

در حیرتم کہ بے تو چساں زندگی کنم
میں حیران ہوں تیرے بغیر کس طرح زندگی گذاروں

چوں نیست خواب و خور ز غمت یکزماں مرا
جبکہ تیرے غم کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لئے بھی مجھے [illegible]

۱ عاشق کے مرض کی دوا معشوق ہی کے پاس ہے۔ لہٰذا اسی سے طلب کیا جا سکتی ہے۔
۲ محبوب کی زلفوں کی خوشبوی عاشق کو جان بخش سکتی ہے۔
۳ صبح کی شراب پلا کر دعا لے۔ صبح کی دعا میں اثر ہوتا ہے۔
۴ یعنی معشوق کے رنگ میں رنگا جانا چاہیے۔
۵ یعنی عیش کی چند روزہ زندگی کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔
۶ یعنی مجھے ہجر میں گرفتار رکھنے سے تجھے کیا فائدہ ہے۔

افتادہ ام بکنج غم وجز فغاں وآہ
میں تیرے غم کے گوشہ میں پڑا ہوا ہوں سوائے فریاد اور آہ کے

نے یارِ غمگسارے و نے ہمزباں مرا
نہ میرا کوئی یار غمگسار ہے، نہ ہم زبان

بودم ہمیشہ شاد ز وصلت ولے کنوں
میں، ہمیشہ تیرے وصل سے خوش تھا مگر اب

کارے ز ہجر تو نبود جز فغاں مرا
تیرے ہجر کی وجہ سے سوائے فریاد کے میرا کوئی کام نہیں ہے

حافظ عجب مدار اگر می کشد بغم
اے حافظ! تعجب نہ کر اگر غم میں مار ڈالے

از دردِ فرقت آں مہِ نامہرباں مرا
فراق کے درد سے مجھے وہ نامہربان چاند

دل می رود ز دستم صاحبدلاں خدارا
اے دل والو! خدا کے لئے میرے ہاتھ سے دل نکلا جاتا ہے

دردا کہ رازِ پنہاں خواہد شد آشکارا
افسوس! پوشیدہ راز کھل جائے گا

دہ روزہ مہرِ گردوں افسانہ ایست و افسوں
زمانے کی دس روزہ محبت افسانہ اور طلسم ہے

نیکی بجائے یاراں فرصت شمار یارا
اے دوست، دوستوں کے ساتھ نیکی کو غنیمت سمجھ

کشتی شکستگانیم اے بادِ شرطہ برخیز
ہم کشتی ٹوٹے ہیں، اے موافق ہوا! چل پڑ

باشد کہ باز بینیم آں یارِ آشنا را
شاید اس آشنا یار کو ہم پھر دیکھ سکیں

در حلقہ گل و مل خوش خواند دوش بلبل
گزشتہ رات پھول اور شراب کی محفل میں بلبل کیا خوب گائی

ھَاتِ الصَّبُوحَ ھُبُّوا یَا اَیُّھَا السُّکَارٰی
صبوحی لا! اے مستو! آؤ

اے صاحبِ کرامت شکرانۂ سلامت
اے کرامت والے! سلامتی کے شکرانہ میں

روزے تفقدے کن درویشِ بینوا را
کسی دن بے سامان فقیر کی بات پوچھ

آسائشِ دو گیتی تفسیرِ ایں دو حرف ست
دونوں جہان کی راحت ان دو حرفوں کی تفسیر ہے

با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا
دوستوں کے ساتھ مہربانی، دشمنوں کے ساتھ مدارات

در کوئے نیکنامی مارا گذر ندادند
نیکنامی کے کوچہ میں انہوں نے ہمیں گذر نے کا موقع نہ دیا

گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را
اگر تو پسند نہیں کرتا ہے تقدیر کو بدل دے

آئینۂ سکندر جامِ جم ست بنگر
سکندر کا آئینہ، جمشید کا جام ہے، دیکھ!

تا بر تو عرضہ دارد احوالِ ملکِ دارا
تاکہ تجھ پر دارا کے ملک کے احوال پیش کر دے

سرکش مشو کہ چوں شمع از غیرتت بسوزد
سرکش نہ بن، کہ تجھے غیرت کی وجہ سے موم بتی کی طرح جلادیگا

دلبر کہ در کفِ او موم ست سنگِ خارا
وہ معشوق جس کی ہتھیلی میں سنگِ خارا موم ہے

گر مطربِ حریفاں ایں پارسی بخواند
اگر دوستوں کا گویّا یہ فارسی غزل گائے گا

در رقص حالت آرد پیرانِ پارسا را
پاک باز بوڑھوں کو رقص میں لے آئے گا

آں تلخوش کہ صوفی اُمُّ الخبائثش خواند
وہ کڑوی، صوفیوں نے جس کو ام الخبائث کہا

اَشْھٰی لَنَا وَ اَحْلٰی مِنْ قُبْلَۃِ الْعَذَارٰی
وہ ہمارے لئے کنواری لڑکیوں کے بوسے سے زیادہ مرغوب اور خوشگوار ہے

ہنگامِ تنگدستی در عیش کوش و مستی
تنگدستی کے وقت مستی اور عیش میں لگ جا

کایں کیمیائے ہستی قاروں کند گدا را
اس لئے کہ ہستی کی یہ کیمیا فقیر کو قارون بنا دیتی ہے

ے میں تنہا مرضِ عشق میں مبتلا ہوں میری داستان سننے والا بھی کوئی نہیں ہے۔
ے آخر عشق ظاہر ہوں گے اور راز کھل جائے گا۔
ے دنیا کی چند روزہ زندگی ناقابل بھروسہ ہے اس میں نیکی کر لے
ے معشوق کا فرض ہے کہ اپنے حسن کی زکوٰۃ عاشقوں کو بانٹے۔
ے دنیا کا تمام عیش و آرام اس میں پوشیدہ ہے کہ انسان دوستوں سے مہربانی اور دشمنوں سے خلاف وضع سے پیش آئے۔
ے ہماری برائی بھی اپنے اختیار کی نہیں ہے
ے تاریخ کے آئینہ میں دوسروں کے احوال دیکھ کر عبرت حاصل کرنی چاہیے۔
ے دلبر کے ہاتھ کی کرامت میں مناسب نہیں ہے
ے شراب ام الخبائث یعنی تمام برائیوں کی جڑ شراب کا نام ہے۔
ے مفلسی اور تنگدستی میں پریشانی سے گذارنے کا عادی بنا سکتی ہے بڑی دولت ہے۔

خوبانِ پارسی گو بخشندگانِ عمر اند — ساقی بده بشارت پیرانِ پارسا را

کہ وہ کہ پارس کے معشوق عمر بخشنے والے ہیں — اے ساقی نیک روزِ حال کو خوش خبری دیدے

حافظ بخود نپوشید ایں خرقۂ مے آلود

یہ شراب میں تر گدڑی حافظ نے خود نہیں پہنی ہے

اے شیخِ پاک دامن معذور دار ما را

اے پاک دامن شیخ! ہمیں معذور سمجھ

دوش از مسجد سوئے میخانہ آمد پیرِ ما — چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیرِ ما

کل ہمارا پیر مسجد سے میخانہ کی طرف آ گیا — یارانِ طریقت اس کے بعد ہماری کیا تدبیر ہے؟

در خراباتِ مُغاں ما نیز ہم منزل شویم — کایں چنیں رفت ست در عہدِ ازل تقدیرِ ما

آتش پرستوں کے شراب خانے میں ہم بھی پیر کے ہم منزل بن جائیں — اس لئے کہ ازل میں ہماری تقدیر اسی طرح بنی ہے

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں — رو بسوئے خانۂ خمار دارد پیرِ ما

ہم مرید کعبہ کی طرف رخ کیسے کریں جب کہ — ہمارا پیر بھٹی کی جانب رخ رکھتا ہے

عقل اگر داند کہ دل دربندِ زلفش چوں خوش ست — عاقلاں دیوانہ گردند از پئے زنجیرِ ما

عقل کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ دل اس کی زلف کی قید میں کیسا خوش ہے — تو ہماری بیڑی کے لئے عقلمند دیوانے بن جائیں

روئے خوبت آیتے از لطف بر ما کشف کرد — زاں سبب جز لطف و خوبی نیست در تفسیرِ ما

تیرے حسین چہرے نے مہربانی کی ایک آیت ہم پر کھول دی ہے — اسی لئے مہربانی اور بھلائی کے سوا ہماری تفسیر میں کچھ نہیں ہے

با دلِ سنگینت آیا ہیچ در گیرد شبے — آہِ آتشبار و سوزِ نالۂ شب گیرِ ما

تیرے سنگین دل پر کسی رات کو کیا کچھ اثر کرے گی؟ — ہماری آگ برسانیوالی آہ اور تمام رات کے نالے کی جلن

مرغِ دل را صیدِ جمعیت بدام افتادہ بود — زلف بکشادی و باز از دست شد نخچیرِ ما

دل کے پرند کے لئے اطمینان کا شکار جال میں پھنسا تھا — تو نے زلف کھول دی ہمارا شکار پھر ہمارے ہاتھ سے نکل گیا

باد بر زلفِ تو آمد شد جہاں بر من سیاہ — نیست از سودائے زلفت بیش ازیں توفیرِ ما

تیری زلف کو ہوا لگی جہاں ہم پر تاریک ہو گیا — تیری زلف کے عشق میں اس سے زیادہ ہمارا حاصل وصول نہیں ہے

تیرِ آہِ ما ز گردوں بگذرد جانِ عزیز — رحم کن بر جانِ خود پرہیز کن از تیرِ ما

اے جانِ عزیز ہماری آہ کا تیر آسمان سے گذر جاتا ہے — اپنی جان پر رحم کر، ہمارے تیرے بچ

بر درِ میخانہ خواہم گشت چوں حافظ مقیم

میں بھی حافظ کی طرح شراب خانہ کے دروازہ پر مقیم ہو جاؤں گا

چوں خراباتی شد اے یارِ طریقت پیرِ ما

جبکہ اے یارِ طریقت، ہمارا پیر خراباتی ہو گیا ہے

رونقِ عہدِ شباب ست دگر بستاں را — میرسد مژدۂ گل بلبلِ خوش الحاں را

باغ کے لئے پھر جوانی کے زمانہ کی رونق ہے — پھول کی خوشخبری خوش الحان بلبل کو پہنچتی ہے

اے صبا گر بجواناں چمن باز رسی — خدمتِ ما برساں سرو و گل و ریحاں را

اے صبا چمن کے جوانوں کے پاس سے تیرا اگر پھر گذر ہو — تو سرو اور گلاب اور ریحان کو ہمارا سلام پہنچا دے

عہ پارسا میں بجائے تحسین کا مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ پارس کے رہنے والے بوڑھوں کے لئے خوشخبری ہے۔
ے انسان کی نیکی اور بدی اپنی اختیاری چیز نہیں ہے۔
ے بہرحال محبوب کی پیروی ضروری ہے
ے تیری بکھری ہوئی زلفوں نے ہمارا اطمینانِ خاطر ختم کر دیا۔
ے زلفوں کو کالی گھٹا سے تشبیہ دیجاتی ہے۔
ے ہماری آہوں کے اثر سے ڈر۔
ے جوانانِ چمن سے سرو اور گل و ریحان مراد ہیں۔

اے[1] کہ بر مہ کشی از عنبرِ سارا چوگاں
اے وہ جو خالص عنبر کا بلا چاند پر تانتے ہے

مضطرب حال مگرداں منِ سرگرداں را
مجھ حیران کو پریشان حال نہ لوٹا

ترسم[2] آں قوم کہ بر دُرد کشاں می خندند
مجھے ڈر ہے جو لوگ تلچھٹ پینے والوں پر ہنستے ہیں

در سرِ کارِ خرابات کنند ایماں را
خرابات کے کام میں ایمان کو نہ لگا بیٹھیں

یارِ مردانِ[3] خدا باش کہ در کشتی نوح
مردانِ خدا کا یار بن اس لئے کہ نوح کی کشتی میں

ہست خاکے کہ بآبے نخرد طوفاں را
ایسی خاک بھی ہے جو طوفان کو ذرا سا پانی نہیں سمجھتی

برو[4] از خانۂ گردوں بدر و ناں مطلب
آسمان کے گھر سے باہر نکل جا اور روٹی نہ مانگ

کیں سیہ کاسہ در آخر بکشد مہماں را
اس لئے کہ یہ بخیل آخر میں مہمان کو مار ڈالتا ہے

گر چنیں جلوہ کند مُغبچۂ بادہ فروش
اگر مے فروش کا مغبچہ، اسی طرح جلوہ دکھائے گا

خاکروبِ درِ میخانہ کنم مژگاں را
تو میں پلکوں کو شراب خانے کے دروازہ کا خاکروب بنادوں گا

نشوی[5] واقفِ یک نکتہ ز اسرارِ وجود
وجود کے رازوں کے ایک نکتہ سے بھی تو واقف نہ ہوسکے گا

گر تو سرگشتہ شوی دائرۂ امکاں را
اگر تو امکان کے دائرہ میں گھومتا رہے گا

ہر کرا خوابگہ آخر بدو مشتے خاک ست
جس شخص کی خوابگاہ انجام کار دو مٹھی خاک ہے

گو چہ حاجت کہ بر افلاک کشی ایواں را
اس کو کہدو کہ اس کی کیا ضرورت ہے کہ تو محل فلک تک پہنچائے

ماہِ کنعانیِ[6] من مسندِ مصر آنِ تو شد
اے میرے ماہِ کنعان مصر کی مسند تیری ملکیت ہوگئی ہے

وقت آنست کہ پدرود کنی زنداں را
اب وہ وقت ہے کہ تو قید خانہ کو خیرباد کہدے

در سرِ زلف ندانم کہ چہ سودا داری
زلف کے معاملہ میں معلوم تو کیا دیوانگی رکھتا ہے

کہ بہم بر زدۂ گیسوئے مُشک فشاں را
کہ تو نے مشک بکھیرنے والی زلفوں کو پریشان کر رکھا ہے

مُلکِ آزادگی و کنجِ قناعت گنجے ست
آزادگی کا ملک اور قناعت کا گوشہ ایسا خزانہ ہے

کہ بشمشیر میسّر نشود سُلطاں را
جو بادشاہ کو، تلوار کے ذریعہ حاصل نہیں ہوسکتا ہے

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے
اے حافظ شراب پی اور رندی کر اور خوش رہ لیکن

دامِ[7] تزویر مکن چوں دگراں قرآں را
دوسروں کی طرح قرآن کو مکاری کا جال نہ بنا

ساقی بنورِ بادہ بر افروز جامِ ما
اے ساقی شراب کے نور سے ہمارا جام روشن کردے

مُطرب بگو کہ کارِ جہاں شد بکامِ ما
گویے گا: دنیا کا کام ہماری منشاء کے مطابق ہوگیا ہے

ما در پیالہ عکسِ رُخِ یار دیدہ ایم
ہم نے پیالے میں یار کے رخ کا عکس دیکھا ہے

اے بیخبر ز لذتِ شُربِ مُدامِ ما
اے بے خبر ہمارے شراب کے پینے کی لذت سے

چنداں[8] بود کرشمہ و نازِ سہی قداں
سیدھے قد معشوقوں کا کرشمہ اور ناز اسی وقت تک ہے

کآید بجلوہ سرو صنوبر خرامِ ما
جبتک کہ ہمارا سرو صنوبر کی طرح ٹہلنے والا جلوہ میں آئے

ہرگز[9] نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
جس کا دل عشق کی وجہ سے زندہ ہوگیا وہ کبھی نہیں مرتا

ثبت ست بر جریدۂ عالم دوامِ ما
ہماری ہمیشگی دنیا کی تاریخ میں قائم ہوچکی ہے

۱۔ مہ سے مراد چہرہ اور چوگان سے مراد زلفیں ہیں۔
۲۔ دوسروں کی مصیبت پر ہنسنے والے خود اس مصیبت کا شکار ہوجاتے ہیں۔
۳۔ مردانِ خدا سے اہل اللہ مراد ہیں جن کی نگاہ میں دنیا فانی ہوچکی ہے۔
۴۔ دنیا سے بھلائی کا طالب نہ بن۔
۵۔ جب تک انسان خدا کی ذات و صفات کا علم حاصل کرے حکمت کے راز اس پر منکشف نہیں ہوسکتے ہیں۔
۶۔ ماہِ کنعان سے مراد حضرت یوسف ہیں۔
۷۔ مکاری بدکاری سے ہزار گنا بری ہے۔
۸۔ دوسرے معشوقوں کی اسی وقت تک قدر و قیمت ہے جب تک ہمارا محبوب جلوہ گر نہیں ہوتا ہے۔
۹۔ شیدائی راہِ عشق کو حیاتِ جاودانی حاصل ہوجاتی ہے۔

مستی بچشم شاہدِ دلبندِ ما خوش ست — زآں رُو سپردہ اند بمستی زمامِ ما
ہمارے دل پسند معشوق کی نظر میں مستی بھلی ہے — اسی وجہ سے ہماری باگ انھوں نے مستی کے ہاتھ میں دی ہے

ترسم کہ صرفہ نبرد روزِ بازخواست — نانِ حلالِ شیخ زآبِ حرامِ ما
مجھے اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن فضیلت نہ پائے گی — شیخ کی حلال روٹی، ہمارے حرام پانی سے

اے باد گر بگلشنِ احباب بگذری — زنہار عرضہ دہ برِ جاناں پیامِ ما
اے ہوا اگر تو دوستوں کے چمن سے گزرے — تو ضرور معشوق پر، ہمارا پیغام پیش کر دیجیو

گو نامِ ما زیاد بعمدا چہ می بری — خود آید آنکہ یاد نیاری زنامِ ما
کہہ دینا! جان بوجھ کر ہمارا نام کیوں بھلاتا ہے — وہ دن خود آرہا ہے جب تو ہمارا نام یاد نہ کرے گا

بگرفت ہمچو لالہ دلم در ہوائے سرو — اے مُرغِ بخت کے شوی آخر تو رامِ ما
سرو کی محبت میں لالہ کی طرح، میرا دل گرفتار ہو گیا ہے — اے نصیبہ کے پرند تو ہمارے قبضہ میں کب آئے گا؟

دریائے اخضرِ فلک و کشتیِ ہلال — ہستند غرقِ نعمتِ حاجی قوامِ ما
آسمان کا سبز دریا، اور چاند کی کشتی — ہمارے حاجی قوام الدین کی نعمتوں میں غرق ہیں

حافظ زدیدہ دانۂ اشکے ہمی فشاں
حافظ آنکھوں سے آنسوؤں کا دانہ بکھیر

باشد کہ مرغِ وصل کند قصدِ دامِ ما
شاید وصال کا پرند ہمارے جال کا قصد کرے

ساقیا برخیز و دردہ جام را — خاک برسر کن غمِ ایام را
اے ساقی اٹھ اور جام دے — زمانہ کے غم کے سر پر، خاک ڈال

ساغرِ مے در کفم نہ تازسر — برکشم ایں دلقِ ازرق فام را
میرے ہاتھ میں شراب کا پیالہ دے تاکہ سر سے — اس نیل گوں گدڑی کو اتار پھینکوں

گرچہ بدنامیست نزدِ عاقلاں — مانمی خواہیم ننگ و نام را
اگرچہ یہ عقلمندوں کے نزدیک بدنامی ہے — ہم ننگ و نام کے خواہاں نہیں ہیں

بادہ دردہ چند ازیں بادِ غرور — خاک برسر نفسِ نافرجام را
شراب دے، یہ غرور کی پھونک کب تک! — بدبخت نفس کے سر پر خاک ہو

دودِ آہِ سینۂ سوزانِ من — سوخت ایں افسردگانِ خام را
میرے جلتے سینے کے دھوئیں نے — ان کچے ٹھٹھرے ہوؤں کو جلا ڈالا

محرمِ رازِ دلِ شیدائے من — کس نمی بینم زخاص و عام را
اپنے شیدائی دل کا محرمِ راز — خاص اور عام میں سے میں کسی کو نہیں دیکھتا ہوں

بادل آرامے مرا خاطر خوش ست — کز دلم یکبارہ برد آرام را
اس محبوب سے میری طبیعت خوش ہے — جو یکبارگی، میرے دل سے آرام کو نکال لے گیا

ننگرد دیگر بسرو اندر چمن — ہرکہ دید آں سروِ سیم اندام را
وہ چمن میں، پھر سرو کو نہ دیکھے گا — جس نے اس چاندی جیسے جسم والے سرو کو دیکھ لیا

ے راہِ عشق میں کوتاہی کیونکہ کہیں ہم مغلوب نہ ہو جائیں۔

ے ہم تو خود ہی فنا ہونیوالے ہیں لہٰذا عمداً ہمارا نام بھلانے کی کیا ضرورت ہے۔

ے حاجی قوام الدین ابو اسحاق کے وزیر کا نام ہے جس نے حافظ کی دعوت کی تھی اس دعوت میں حافظ کے پیالہ میں آسمان اور چاند کا عکس پڑا تو یہ شعر کہا۔

ے محبوب کے وصال کے لئے آنسوؤں کا دانہ بکھیرنے کی ضرورت ہے

ے شراب کی مستی میں غم کو بھلا دے۔

ے یعنی ناقص عشق والے

ے چونکہ محبوب کے قد کے مقابلہ میں سرو ہیچ ہے

از سرِ دنیا گذشتی غم مخور — خوش بخور ہم خوش بدار ایام را
تو دنیا کی فکر سے گذر گیا ہے غم نہ کر — اچھی طرح کھا، پی، نیز زمانہ کو خوش رکھ

صبر کن حافظ بسختی روز و شب
اے حافظ! دن رات کی سختی پر صبر کر

عاقبت روزے بیابی کام را
انجام کار، تو کسی دن مقصد حاصل کرے گا

ساقی بگذار از کفِ خود رطلِ گران را — تا خوش گذرانیم جہانِ گذران را
اے ساقی بھاری پیمانہ اپنے ہاتھ سے بڑھا — تاکہ ناپائیدار دنیا کو ہم اچھی طرح گذار دیں

زاہد چہ عجب گر کند م عیب برندی — بر اہلِ ہنر طعنہ بود بے ہنران را
کوئی تعجب نہیں! اگر زاہد مجھ پر رندی کا عیب لگاتا ہے — بے ہنروں کا ہنرمندوں پر طعنہ ہوتا ہی ہے

در قبلہ و بتخانہ تو مسجودی و معبود — رو سوئے تو باشد ہمہ صاحب نظران را
کعبہ اور بتخانہ میں تو ہی مسجود اور معبود ہے — تمام صاحب نظروں کا رخ تیری طرف ہوتا ہے

اربابِ خرد ذوقِ مے عشق چہ دانند — از حالتِ ما نیست خبر بیخبران را
عقل والے عشق کی شراب کا ذائقہ کیا جانیں — بے خبروں کو، ہماری حالت کی خبر نہیں ہے

کامے طلبد حافظ ازیں چشمۂ حیواں
حافظ! اس چشمۂ حیات سے مقصد طلب کرتا ہے

آرے نتواں خورد نصیبِ دگران را
ہاں، دوسروں کا حصہ نہیں پی سکتا ہے

شب از مطرب کہ دل خوش باد وے را — شنیدم نالۂ جانسوزِ نے را
رات گویے سے، خدا کرے اُس کا دل خوش رہے — ہم نے بانسری کا ایک جاں سوز نالہ سنا

چناں در جانِ من سوزش اثر کرد — کہ بے رقت ندیدم ہیچ شے را
میری جان میں، جلن نے ایسا اثر کیا — کہ میں نے کسی چیز کو رقت سے خالی نہ دیکھا

حریفے بُد مرا ساقی کہ ہر دم — ز زلف و رُخ نمودے شمس و فے را
ایسا یار، میرا ساقی تھا جو ہر وقت — زلف اور چہرے سے سورج اور تاریک رات دکھاتا تھا

چو شوقم دید در ساغرِ مے افزود — بگفتم ساقیِ فرخندہ پے را
جب اس نے میرا شوق دیکھا تو پیالے میں شراب بڑھا دی — تو مبارک قدم، ساقی سے میں نے کہا

رہا نیدی مرا از شرِ ہستی — چو پیمودی پیالے جامِ مے را
تو نے مجھے وجود کے شر سے رہائی دے دی — جبکہ شراب کا پیالہ پے در پے بھرا

حماک اللہ عن شرِ النوائب — جزاک اللہ فی الدارین خیرا
خدا! تجھے مصائب کے شر سے بچائے — تجھے اللہ دونوں جہان میں بھلائی کا بدلا دے

چو بیخود گشت حافظ کے شمارد — بیک جو مملکت کاؤس و کے را
جب حافظ بے خود ہو گیا تو کب شمار میں لاتا ہے — کیخسرو اور کیکاؤس کی مملکت کو ایک جَو کے بدلے میں

ا؎ سختیوں کے بعد ہی وصال میسر آتا ہے۔
۲؎ صاحب ہوش صاحبِ ہنر ہے، بے ہنر ہنرمندوں پر طعنہ زن ہوتے ہی ہیں۔
۳؎ بے خبروں سے مراد اربابِ خرد ہیں۔
۴؎ چہرے کی سورج اور زلف کی شبِ تاریک سے تشبیہ ہے۔
۵؎ مستی میں انسان ہستی کو گم کر دیتا ہے۔
۶؎ مستی کی حالت میں مملکتِ کاؤس و کے کی حقیقت ایک جو کے برابر نہیں رہتی ہے۔

صوفی بیا کہ آئینہ صاف ست جام را
اے صوفی! آ، جام کا شیشہ صاف ہے
تا بنگری صفائے مے لعل فام را
تاکہ تو لعل جیسی شراب کی صفائی دیکھے

رازِ درونِ پردہ ز رندانِ مست پرس
پردے کے اندر کے راز مست رندوں سے معلوم کر
کیں حال نیست صوفیٔ عالی مقام را
اس لئے کہ صوفی عالی مقام کا یہ مقام نہیں ہے

عنقا شکارِ کس نشود دام باز چیں
عنقا، کسی کا شکار نہیں بنتا اب جال اٹھالے
کانجا ہمیشہ باد بدست ست دام را
اس لئے کہ یہاں جال کے ہاتھ میں ہمیشہ ہوا آتی ہے

من آں زمان طمع ببریدم ز عافیت
میں نے اسی وقت عافیت کا لالچ ختم کر دیا
کایں دل نہاد در کفِ عشقت زمام را
جبکہ اس دل نے تیرے عشق کے ہاتھ میں اپنی باگ دی

ما را بر آستانِ تو بس حقِ خدمت ست
تیری چوکھٹ پر، ہمارا بہت حقِ خدمت ہے
اے خواجہ باز بیں بترحم غلام را
اے خواجہ! مجھ غلام پر رحم کی نگاہ ڈال دے

در عیشِ نقد کوش کہ چوں آبخور نماند
موجودہ عیش حاصل کر اس لئے کہ جب دانہ پانی نہ رہا
آدم بہشت روضۂ دار السلام را
آدم نے جنت کا باغیچہ چھوڑ دیا

در بزم دور یک دو قدح درکش و برو
دورِ (شراب) کی محفل میں ایک دو پیالے چڑھا لے اور چل دے
یعنی طمع مدار وصالِ دوام را
یعنی دائمی وصال کی تمنا نہ کر

اے دل شباب رفت و نچیدی گلے ز عمر
اے دل! جوانی رخصت ہوئی اور تو نے عمر کا ایک پھول بھی نہ چنا
پیرانہ سر مکن ہنرے ننگ و نام را
بڑھاپے میں ننگ و نام کی ہوس نہ کر

حافظ مرید جامِ جم ست اے صبا برو
حافظ تو جامِ جمشید کا مرید ہے اے صبا جا
وز بندہ بندگی برساں شیخ جام را
اور خادم کی جانب سے جام کے شیخ کو بندگی پہونچا دے

۱

صلاحِ کار کجا و من خراب کجا
کام کی نیکی کہاں؟ اور میں رند کہاں؟
ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا
دیکھو راستہ کا فرق کہاں سے کہاں تک ہے؟

چہ نسبت ست برندی صلاح و تقویٰ را
نیکی اور تقوے کو رندی سے کیا نسبت؟
سماعِ وعظ کجا نغمۂ رباب کجا
کہاں وعظ کا سننا، کہاں ستار کا نغمہ؟

دلم ز صومعہ بگرفت و خرقۂ سالوس
عبادت خانے، اور مکر کی گدڑی سے میرا دل تنگیں ہو گیا
کجاست دیرِ مغان و شرابِ ناب کجا
آتش پرستوں کا بتخانہ، اور خالص شراب کہاں ہے؟

بشد زیاد خوشش یاد روزگارِ وصال
اس کی اچھی یاد سے وصال کے زمانہ کی یاد ختم ہو گئی
خود آں کرشمہ کجا رفت و آں عتاب کجا
خود وہ ناز، اور غصہ کہاں چلا گیا!

ز روئے دوست دلِ دشمناں چہ دریابد
دوست کے چہرے سے دشمنوں کا دل کیا پائے گا؟
چراغِ مردہ کجا شمع آفتاب کجا
کہاں بجھا ہوا چراغ، کہاں آفتاب کی شمع؟

ببیں بسیبِ زنخداں کہ چاہ در راہ ست
ٹھوڑی کے سیب کو دیکھ کہ راستہ میں کنواں ہے
کجا ہمی روی اے دل بدیں شتاب کجا
اے دل! اس قدر تیزی سے کہاں جا رہا ہے!

---

۱ عاشق حقیقی ہی اصلی مرتبے سے واقف ہو سکتا ہے۔
۲ جال میں ہوا کا آنا مجبوری سے کنایہ ہے۔
۳ راہ محبت میں آرام کی تمنا لا حاصل ہے۔
۴ لہذا جنت کی موہوم قوت کی خاطر نقد عیش کو چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔
۵ جوانی ہی کام کا وقت ہے۔
۶ تاکہ وہاں پہونچ کر مکر و فریب کا جامہ چاک کر دوں۔
۷ یہ چیزیں زمانۂ وصال میں مجھے حاصل تھیں۔
۸ مردہ چراغ سے مراد رقیبوں کا دل اور شمع آفتاب سے مراد معشوق کا چہرہ ہے۔
۹ معشوق کی ٹھوڑی کے گڑھے کو کنویں سے تشبیہ دیجاتی ہے۔

چو کحلِ بینشِ ما خاکِ آستانِ شماست | کجا رویم بفرما ازیں جناب کجا
جبکہ ہماری بینائی کا سرمۂ اعتباری چوکھٹ کی خاک ہے | تم ہی فرماؤ، اس دربار سے کہاں جائیں؟

قرار و خواب ز حافظ طمع مدار اے دوست
اے دوست حافظ سے سکون اور نیند کی توقع نہ رکھ
قرار چیست صبوری کدام و خواب کجا
سکون کیا ہوتا ہے صبر کیا ہے، نیند کہاں ہے؟

صبا بلطف بگو آں غزالِ رعنا را | کہ سر بکوہ و بیاباں تو دادۂ ما را
اے صبا نرمی سے اس نازنیں ہرن سے کہہ دے | تو نے ہی ہمارا سر کوہ و بیابان کے حوالے کر دیا ہے
بشکر آنکہ توئی بادشاہِ کشورِ حسن | بیاد آر غریبانِ دشت و صحرا را
اس بات کے شکرانے میں کہ تو ہی مملکتِ حسن کا بادشاہ ہے | دشت و صحرا کے، پردیسیوں کو یاد رکھ
شکر فروش کہ عمرش دراز باد چرا | تفقدے نکند طوطیٔ شکر خارا
شکر فروش (خدا کرے اس کی عمر دراز ہو) کیوں | شکر خور طوطی کی بات نہیں پوچھتا ہے؟
غرورِ حسن اجازت مگر نداد اے گل | کہ پرسشے نکنی عندلیبِ شیدا را
اے پھول! شاید حسن کے غرور نے اجازت نہیں دی | جو تو عاشق بلبل کی پرسش نہیں کرتا ہے
بحسنِ خُلق تواں کرد صیدِ اہلِ نظر | بدام و دانہ نگیرند مرغِ دانا را
اہلِ نظر کو حسنِ اخلاق کے ذریعہ شکار کیا جا سکتا ہے | سمجھدار پرندہ کو جال اور دانے کے ذریعہ نہیں پکڑتے ہیں
چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی | بیاد آر حریفانِ بادہ پیما را
جب تو دوست کے ساتھ بیٹھے اور شراب نوشی کرے | تو آوارہ دوستوں کو بھی یاد کر لیا کر
ندانم از چہ سبب رنگِ آشنائی نیست | سہی قدانِ سیہ چشم و ماہ سیما را
نہ معلوم دوستی کا رنگ کیوں نہیں ہے؟ | سیدھے قد والوں، کالی آنکھ والوں، چاند جیسے چہرے والوں میں
جز ایں قدر نتواں گفت در جمالِ تو عیب | کہ خالِ مہر و وفا نیست روئے زیبا را
تیرے حسن میں اس کے سوا کوئی عیب نہیں بتایا جا سکتا ہے | کہ حسین چہرے میں مہر و وفا کا تل بھی نہیں ہے

در آسماں چہ عجب گر ز گفتۂ حافظ
کوئی تعجب نہیں اگر حافظ کے کلام کو آسمان پر
سماعِ زہرہ برقص آورد مسیحا را
زہرہ کا گانا، مسیحا کو رقص میں لے آئے

صبح دم بکشاد خمارے درِ میخانہ را | قلقلِ آوازِ صراحی جاں بدمستانہ را
کلال نے صبح کو میخانہ کا دروازہ کھولا | صراحی کی قلقل کی آواز مستوں میں جان ڈالتی ہے
دورِ گرداں آمدہ آخر دریں بزمِ کہن | ساقیا برخیز و پُر کن آخریں پیمانہ را
آخرکار اس پرانی بزم میں دور کی باری پہنچ گئی | تو اے ساقی! اٹھ، اور آخری پیمانہ کو پورا بھر دے
چوں شدم مجنوں بروئے عشقِ لیلیٰ در جہاں | عاقلا پندے مدہ آں مجنونِ دیوانہ را
جب میں دنیا میں لیلیٰ کے عشق میں مجنوں ہو گیا ہوں | تو اے عاقل! مجھ جیسے دیوانہ کو نصیحت نہ کر

تیرے عشق میں ہم کوہ و بیابان میں مارے مارے پھر رہے ہیں
شکر فروش سے مراد محبوب ہے اور طوطی سے مراد عاشق
اس شعر میں بے توجہی کی وجہ بیان کی ہے
بادہ پیما آوارہ گرد
زہرہ کو رقاصۂ فلک مانا گیا ہے حضرت عیسیٰ چرخِ چہارم پر ہیں۔
دیوانہ کو نصیحت کرنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے

آئینۂ زنگار از صیقل زتقوے پاک کن
زنگ آلود آئینہ کو تقوے کی صیقل سے صاف کرے

پاک بنگر اندراں آئینہ جانانہ را
پھر اس آئینہ میں معشوق کو اچھی طرح دیکھ

گرد شمع جان معشوقے بگرد از عاشقی
عاشقی کی وجہ سے معشوق کی جان کی شمع کے گرد چکر لگا

عاشقی آموز اندر سوختن پروانہ را
جلنے میں پروانہ کو عاشقی سکھا

نیست دشنامے بعیادۂ ازل ایجان من
اے میری جان عیادۂ ازل پر کچھ بھی برائی نہیں ہے

آمدہ مرغ ہوا گرداں زبہر دانہ را
دانہ کی خاطر ہوا میں اڑنے والا پرندہ آپھنسا ہے

حافظ از زہد ریائی توبہ کردہ پیش ازل
ریاکاری کے زہد سے حافظ اس سے پہلے ہی توبہ کر چکا ہے

پس برو بکشائے آخر شب در میخانہ را
پس آخری شب میں اس پر میخانہ کا دروازہ کھول دے

لطف باشد گر نپوشی از گدا ماروت را
مہربانی ہوگی اگر فقیروں سے تو اپنا چہرہ نہ چھپائے

تا بکام دل بہ بیند دیدۂ ماروت را
تاکہ ہماری آنکھ دل بھر کر تیرا چہرہ دیکھ لے

ہمچو ماروتیم دائم در بلائے عشق زار
ہم ماروت کی طرح ہمیشہ عشق کی مصیبت میں درماندہ ہیں

کاشکے ہرگز ندیدے دیدۂ ماروت را
کاش! ہماری آنکھ تیرا چہرہ کبھی نہ دیکھتی

کے شدے ماروت در چاہ زنخدانش اسیر
ماروت اس کی ٹھوڑی کے کنوئیں میں کیوں قید ہوتا؟

گر نگفتے شمۂ از حسن او ماروت را
اگر ماروت اس کے حسن کا تھوڑا سا بھی بیان نہ کرتا

بوئے گل برخاست گوئی در چمن ماروت بود
بوئے گل اٹھی گویا کہ چمنوں میں تیرا چہرہ تھا

بلبلاں مستند گوئی دیدہ چوں ماروت را
بلبلیں مست ہو گئیں گویا کہ انہوں نے ہماری طرح تیرا چہرہ دیکھ لیا

می کشم جور و جفاہایت زہجراں اے صنم
اے معشوق ہجر کی وجہ سے میں تیرا ظلم و جفا برداشت کر رہا ہوں

روی بنما تا بہ بیند حافظ ماروت را
رونمائی کر دے تاکہ ہمارا حافظ تیرا چہرہ دیکھ لے

ما برفتیم تو دانی و دل غمخور ما
ہم تو چلے، تو ... ہمارا غم خور دل جانتا ہے

بخت بد تا بکجا می برد آبشخور ما
بد نصیبی ہمارا دانہ پانی کہاں تک لیجائے گی

بے غمت شاد مبادا دل غم پرور ما
ہمارا غم پرور دل خدا کرے تیرے غم کے بغیر خوش نہ ہو

غم خور اے دل کہ بجز غم نبود در خور ما
اے دل! تو غم کھا اس لئے کہ غم کے سوا اور کوئی چیز ہمارے لائق نہیں ہے

می کنم شادی ازاں روز کہ گفتی ز رقیب
میں اس وقت سے خوشی منا رہا ہوں جس دن تو نے رقیب سے کہا تھا

کیں گدا کیست کہ ہرگز نرود از در ما
یہ بھکاری کون ہے جو کسی وقت بھی ہمارے دروازے سے نہیں ہٹتا ہے

از نثار مژہ چوں زلف تو در در گیرم
پلکوں کی بکھیر سے تیری زلفوں کی طرح موتیوں سے گھیر دوں گا

قاصدے کز تو سلامے برساند بر ما
اس پیامبر کو جو تیرا سلام ہم تک پہنچائے

بدعا آمدہ ام ہم بدعا دست برآر
میں دعا کرتا ہوں، تو بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھا

کہ وفا با تو قریں باد و خدا یاور ما
کہ وفا تیرا ساتھی ہو اور خدا میرا مددگار

ے جب تک انسان ماسوی اللہ سے تعلق ترک نہیں کرتا ہے اس کو وصال میسر نہیں آتا ہے۔
ے عاشق کو پروانہ اور معشوق پر قربان ہو جانا چاہیے۔
ے اس غزل میں بار بار ماروت کا لفظ آرہا ہے کہیں تو جادو بابل والے ہاروت و ماروت مراد ہیں اور کہیں "ما" علامت جمع اور ما ضمیر متکلم کے ساتھ "روت" یعنی رو کو ملا دیا گیا ہے۔
ے آواز پھرنے کا سبب ہمارے دل کو معلوم ہو جاتا ہے۔
ے تو نے چونکہ ہمیں در سے نکلنے والا کہا اس لئے ہمیں حسرت ہے تیرے قاصد پہلے آنکھوں کے موتی نچھاور کروں گا۔

گر ہمہ خلقِ جہاں بر من و تو حیف خورند
اگر تمام دنیا کی مخلوق تجھ پر اور مجھ پر افسوس کرے

بکشد از ہمہ انصافِ ستم داورِ ما
ہمارا خدا سب سے ظلم کا انصاف لے لیگا

بسرت گر ہمہ عالم بسرم بخروشند
تیرے سر کی قسم اگر تمام جہان میرے سر پر شور مچائے

نتواں برد ہوائے تو برون از سرِ ما
تو بھی میرے سر سے تیری محبت نہ نکال سکے گا

فلک آوارہ بہر سو کندم می دانی
تجھے معلوم ہے کہ مجھے آسمان ہر طرف آوارہ پھرا رہا ہے

رشک می آیدش از صحبتِ جاں پرورِ ما
ہماری جان بخش صحبت پر اس کو رشک آتا ہے

درد مندیم و خبری دہد از سوزِ درون
ہم درد مند ہیں اور اندرونی سوزش کی خبر دیتا ہے

دہنِ خشک و لبِ تشنہ و چشمِ ترِ ما
ہمارا خشک منہ اور پیاسا ہونٹ، اور تر آنکھ

ما ز وصفِ رخِ زیبائے تو تا دم زدہ ایم
جب سے ہم نے تیرے حسین چہرے کے اوصاف لکھنے کا دم بھرا ہے

ورقِ گل خجل است از ورقِ دفترِ ما
گلاب کی پتی ہمارے دفتر کے ورق سے شرمندہ ہے

زود باشد کہ بیاید بسلامت یارم
بہت جلد ہوگا کہ ہمارا معشوق سلامتی کے ساتھ دیکھ لیگا

اے خوش آں روز کہ آید بسلامت برِ ما
وہ دن کیا ہی اچھا ہوگا جس دن سلامتی سے وہ ہمارے پاس آئیگا

ہر کہ گوید کہ کجا رفت خدارا حافظ
جو بھی کہے کہ خدا کے لئے حافظ کہاں چلا گیا

گو بزاری سفرے کرد و برفت از برِ ما
کہہ دو اس نے عاجزی اگر سفر کیا ہے اور ہمارے پاس سے چلا گیا ہے

ہنگامِ نو بہار گل از بوستاں جدا
نو بہار کے وقت، پھول چمن سے جدا

یارب مباد ہیچ کس از دوستاں جدا
اے خدا ایسا کبھی نہ ہو، اور کوئی بھی دوستوں سے جدا

بلبل بنالہ در چمن آمد بہ صبح دم
صبح کے وقت بلبل چمن میں نالہ کرتی ہوئی آئی

از وصلِ گل ہمی شدہ اندر خزاں جدا
خزاں کے موسم میں پھول کے وصل سے جدا ہو کر

دنیاست باغ کہنہ و انساں چو نو گلند
دنیا پرانا باغ ہے اور انسان نئے پھول ہیں

ہر یک ز شاخِ عمر کند باغباں جدا
ہر ایک کو باغبان عمر کی شاخ سے جدا کر دیتا ہے

افسوس کیں حیاتِ جہاں رائگاں گذشت
افسوس کہ یہ دنیا کی زندگی بیکار گئی

افسوسِ دیگر آں کہ شود تن ز جاں جدا
دوسرے یہ افسوس ہے کہ جسم جان سے جدا ہو جائیگا

بسیار خفتہ اند دریں خاک سیم تن
بہت سے چاندی جیسے جسم والے خاک میں سوئے ہوئے ہیں

شاہان و نو عروس بسے از جہاں جدا
بادشاہ اور دولہا، دنیا سے بہت علحدہ

ہشدار و پائے بر سرِ ایں مردگاں منہ
ہوش میں رہو اور ان مردوں کے سر پر پیر نہ رکھو

تنہا بخاک خفتہ و از خانماں جدا
جو سب سے جدا تنہا خاک میں سوئے ہیں

ترکِ ہوا و حرص بکن حافظا کنوں
اے حافظ اب ہوا اور حرص کو چھوڑ دے

بہرِ وصالِ دوست شو از این و آں جدا
دوست کے وصال کے لئے اِس اور اُس سے جدا ہو جا

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

۱ے ان کو دخل اندازی کا کوئی حق نہیں ہے خدا ان کے ظلم کا بدلہ دے گا۔

۲ے محبت کے معاملے میں آسمان بھی رقیب بنا ہوا ہے۔

۳ے تیرے رخ میں جو خوبیاں ہیں وہ گلاب کی پتی کو کہاں نصیب ہیں۔

۴ے یعنی کوئی دوست کسی دوست سے جدا نہ ہو۔

۵ے جس طرح تازہ پھول شاخوں سے توڑتے جاتے ہیں اسی طرح انسانوں کی عمر قطع ہو جاتی ہے۔

۶ے این و آں کا اشارہ ہوا اور حرص کی طرف ہے۔

ردیفِ باے موحّدہ

آفتاب از روئے او شد در حجاب
اس کے چہرے کی وجہ سے آفتاب پردے میں چھپ گیا
سایہ را باشد حجاب از آفتاب
سورج سے سایہ پردے میں ہو جاتا ہے

دستِ ماہ و مہر بر بندد بحسن
حسن کی وجہ سے آفتاب اور ماہتاب کا ہاتھ باندھ دیتا ہے
ماہِ بے مہرم چو بر بندد نقاب
جب میرا ماہ بے مہر نقاب الٹ دیتا ہے

از خیالم باز نشناسد کسے
کوئی میری موہوم صورت کو پھر نہیں پہچان سکتا
گر در آغوشش بہ بینم شب بخواب
اگر رات کو خواب میں میں اس کو اپنی بغل میں دیکھ لوں

شاہداں مستور و مستاں بے شکیب
معشوق چھپے ہیں اور مست بے صبر ہو رہے ہیں
خانقہ معمور و درویشاں خراب
خانقاہ بھری ہے اور درویش پریشان ہیں

خونِ دل در جام دیدم از سرشک
آنسوؤں کی وجہ سے دل کا خون میں نے جام میں دیکھا
آبرو بر باد دادم از شراب
شراب کی وجہ سے میں نے آبرو کو برباد کر دیا

از برائے بادہ می باید زدن
شراب کی خاطر مارنا چاہیے
محتسب را حدِ بے حد و حساب
محتسب کو کوڑے بے حد حساب

سوزِ مستاں گر بداند محتسب
اگر محتسب مستوں کی سوزش کو سمجھ لے
در دم از مے شاں نہد بر آتش آب
تو ان کی شراب کا پانی فوراً آگ پر چھڑکے

ہر کرا از دیدہ شد بارانِ اشک
جس کی آنکھ سے آنسوؤں کی بارش برسے
زیرِ دامن باد دارد چوں سحاب
وہ دامن کے نیچے ابر کی طرح ہوا چھپی ہوئی رکھتا ہے

حافظا وعظ و نصیحت گو مکن
اے حافظ وعظ اور نصیحت کہہ دے نہ کر
ترکِ ترکانِ خطا نبود صواب
ترکِ خطا کے معشوقوں کا چھوڑنا درست نہیں ہے

تعالی اللہ چہ دولت دارم امشب
اللہ اکبر آج کی رات مجھے کیا دولت ملی ہے
کہ آمد ناگہاں دلدارم امشب
کہ آج کی رات اچانک میرا معشوق آ گیا

چو دیدم روئے خویش سجدہ کردم
جب میں نے اس کا حسین چہرہ دیکھا تو سجدہ کیا
بحمد اللہ نکو کردارم امشب
بحمد اللہ میں آج کی رات نیکوکار ہوں

نہالِ عیشم از وصلش بر آورد
میری زندگی کے پودے نے اس کے وصل کا پھل دیا
ز بختِ خویش بر خوردارم امشب
میں آج کی رات اپنے نصیب سے بہرہ ور ہوں

کشد نقش انا الحق بر زمیں خوں
خون زمین پر انا الحق کا نقش کھینچ دے گا
چو منصور ار کشی بر دارم امشب
اگر آج رات منصور کی طرح تو مجھے سولی پر چڑھائے گا

براتِ لیلۃ القدرے بدستم
لیلۃ القدر کا ثواب مجھے
رسید از طالعِ بیدارِ امشب
آج کی رات میرے جاگتے نصیب کی وجہ سے مل گیا

ا۔ محبوب کے چہرے سے شرما کر آفتاب چھپ گیا جب سورج نکلتا ہے چاند غائب ہو جاتی ہے۔
۲۔ چاند اور سورج اس کے دست بستہ غلام ہیں۔
۳۔ اگر اس کا موہوم وصال بھی حاصل ہو جائے تو میں اپنی ہستی کو گم کر دوں
۴۔ مبارز الدین نے اپنے دور میں شراب خانے بند کروا دیے تھے اور محتسب مقرر کر دیے تھے۔
۵۔ بارانِ اشک کے بعد رحمت میسر آ جائے گی اس کا غم چھٹ جائے گا جیسے کہ ہوا سے ابر چھٹ جاتا ہے۔
۶۔ انا الحق کہنے پر منصور کو سولی دی گئی تھی آج کی رات مجھے محبوب سے ایسا اتحاد حاصل ہے کہ میرے خون کا ہر قطرہ انا الحق کا نقش قائم کر دے گا۔

براں عزمم کہ گر خود میرود سر
کہ سرپوشش از طبق بردارم امشب
میں اس کی ٹھانے ہوں کہ اگر سر جاتا رہے
تو آج کی رات طباق سے سرپوش ہٹا دوں

تو صاحب نعمتی من مستحقم
زکوٰۃِ حسن دہ حق دارم امشب
تو نعمت والا ہے، اور میں مستحق ہوں
حسن کی زکوٰۃ دے کہ آج کی رات مجھ کو اس کا حق ہے

ہمی ترسم کہ حافظ محو گردد
مجھے ڈر ہے، کہ حافظ محو ہو جائے گا
ازیں شورے کہ در سر دارم امشب
اس شور سے جو آج کی رات میرے سر میں ہے

زباغِ وصلِ تو یابد ریاضِ رضواں آب
رضواں کے باغ تیرے باغِ وصال سے رونق حاصل کرتے ہیں
ز تابِ ہجرِ تو دارد شرارِ دوزخ تاب
دوزخ کی آگ کی سوزش تیرے ہجر کی سوزش سے ہے

چو چشمِ من ہمہ شب جوئبارِ باغِ بہشت
تمام رات میری آنکھ کی طرح بہشت کا چشمہ
خیالِ نرگسِ مستِ تو بیند اندر خواب
تیری مست نرگس کا خیال، خواب میں دیکھتا ہے

بہ حسنِ عارض و قدِ تو بردہ اند پناہ
ترے رخسارہ اور قد کے حسن سے پناہ چاہی ہے
بہشت و طوبیٰ و طوبیٰ لہم و حسن مآب
بہشت اور طوبیٰ نے اور ان کے لئے طوبیٰ اور بہترین ٹھکانا ہو

بہار شرحِ جمالِ تو دادہ در ہر فصل
موسم بہار نے ہر فصل میں تیرے حسن کی شرح کی ہے
بہشت ذکرِ جمیلِ تو کردہ در ہر باب
بہشت نے ہر باب میں تیرا جمیل ذکر کیا ہے

لب و دہانِ ترا اے بسا حقوقِ نمک
تیرے لب اور دہن کے نمک کے بہت سے حقوق
کہ ہست بر جگرِ ریش و سینہ ہائے کباب
ہیں کباب بنے ہوئے سینوں اور زخمی جگر پر

بسوخت ایں دلِ ما و بکامِ دل نرسید
ہمارا یہ دل سوختہ ہو گیا اور اپنے مقصد تک نہ پہونچا
بکام اگر برسیدے نریختے خوناب
اگر مقصد حاصل کر لیتا تو خالص خون نہ بہاتا

گماں مبر کہ بدورِ تو عاشقاں مستند
یہ خیال نہ کر کہ تیرے دور میں صرف، عاشق مست ہیں
خبر نداری ز احوالِ زاہدانِ خراب
مست زاہدوں کے احوال کا تجھے علم نہیں ہے

مرا بدورِ لبت شد یقیں کہ جوہرِ لعل
تیرے ہونٹوں کے دور میں مجھے یقین ہو گیا کہ لعل کے جوہر
پدید میشود از آفتابِ عالمتاب
عالم کو روشن کرنے والے آفتاب سے بنتے ہیں

بیمنِ عشق بجنت رسیدۂ اے دل
اے دل! عشق کی برکت سے تو جنت تک پہونچا ہے
ز راہ ہائے خطا آمدی براہِ صواب
غلط راستوں سے تو سیدھے راستے پر پہونچا ہے

مہل کہ عمر بہ بیہودہ بگذرد حافظ
اے حافظ! نہ چھوڑ کہ عمر بیکار گذرے
بکوش و حاصلِ عمرِ عزیز را دریاب
کوشش کر اور پیاری زندگی کا مقصد پالے

صبحِ دولت میدمد کو جامِ ہمچوں آفتاب
دولت کی صبح نمودار ہو رہی ہے آفتاب جیسا جام کہاں؟
فرصتے زیں بہ کجا باشد بدہ جامِ شراب
اس سے بہتر فرصت کہاں ہو گی، شراب کا جام دے!

۱ـ محبت حق کی رات ایسی وصلت حاصل ہے کہ اگر میرا سر کٹ جائے تو سارے عالم پر ظاہر کر دوں اور ثابت کر دوں کہ لا موجود الا اللہ یعنی کائنات محض فریب ہے اور وجود ایک ہی ہے۔
۲ـ محبوب کے وصل کی بدولت ہی تو جنت میں کیف ہے اور ہجر تو مصائب ہی وہ [illegible]
[illegible] محبوب کے حسن کے متعلق تو جنت کا حسن ہیچ ہے اور اس کے [illegible] عقائد میں [illegible] کا قد [illegible] ہے۔
[illegible] تیرے [illegible] جو سینے کباب شدہ سینوں پر نمک پاشی کرتے ہیں۔
[illegible] تیرے عشق سے عاشق و زاہد سب ہی مست ہیں۔
[illegible] عشق مجازی سے عشق حقیقی حاصل ہوتا ہے [illegible] عشق [illegible] ہے۔

خانہ بے تشویش و ساقی یار و مطرب بذلہ گو
گھر بے خطر سکون ہے، یار ساقی ہے، مطرب لطیفہ گو ہے
موسمِ عیش ست و دورِ ساغر و عہدِ شباب
عیش کا وقت ہے، ساغر کا دور ہے، اور جوانی کا زمانہ ہے

شاہد و ساقی بدست افشان و مطرب پائے کوب
معشوق اور ساقی ہاتھ بھاؤ دکھا رہے ہیں اور مطرب رقص کر رہا ہے
غمزۂ ساقی ز چشمِ مے پرستاں بردہ خواب
ساقی کے ناز و انداز نے مے پرستوں کی نیند اڑا دی ہے

خلوتِ خاص ست و جائے امن و نزہتگاہِ انس
خاص خلوت ہے، امن کی جگہ ہے اور محبت کی سیرگاہ ہے
اینکہ می بینم بہ بیداری ست یا رب یا بخواب
اے خدا یہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں بیداری میں ہے یا خواب میں

از خیالِ لطفِ مے مشاطۂ چالاک طبع
چالاک طبع مشاطۂ شراب کے لطف کے خیال سے
در ضمیرِ برگِ گُل خوش میکند پنہاں گلاب
گلاب کی پنکھڑی کے دل میں اچھی طرح گلاب بھر رہی ہے

از پئے تفریحِ طبع و زیورِ حسن و طرب
تفریحِ طبع اور حسن و مستی کی آرائش کے لئے
خوش بود ترکیبِ زرّیں جام با لعلِ مذاب [1]
زریں جام اور پگھلے ہوئے لعل کا جوڑ عمدہ ہوتا ہے

جائے امن و یار ساقی و حریفاں یکجہت
پُر اطمینان جگہ، اور ساقی یار اور یکدل دوست
کردہ چشمِ مستِ ساقی مے پرستاں را خراب
ساقی کی مست آنکھوں نے مے پرستوں کو مست کر دیا ہے

تا شد آں مہ مشتری دُرہائے حافظ را بگوش
جب کہ وہ چاند حافظ کے موتیوں کو کان میں پہن کر خریدار بنا ہے [2]
میرسد ہر دم بگوشِ زہرہ گلبانگِ رباب
ستار کی آواز ہر وقت زہرہ کے کانوں میں پڑ رہی ہے

گفتم اے سلطانِ خوباں رحم کن بر ایں غریب
میں نے کہا اے حسینوں کے بادشاہ اس پردیسی پر رحم کر
گفت در دنبالِ دل رہ گم کند مسکیں غریب
وہ بولا دل کے پیچھے مسکین پردیسی راستہ بھول جاتا ہے

گفتمش بگذر زمانے گفت معذورم بدار
میں نے اس سے کہا تھوڑی دیر کے لئے آ، اس نے کہا مجھے معذور سمجھ
خانہ پروردے چہ تاب آرد غمِ چندیں غریب
گھر کا پالا ایسے عجیب غم کی کیا تاب لا سکتا ہے؟

خفتہ بر سنجابِ شاہی نازنینے را چہ غم
شاہی سنجاب پر سوئے ہوئے نازنین کو کیا غم!
گر ز خار و خارہ سازد بستر و بالیں غریب
اگر کوئی پردیسی کانٹوں اور سنگِ خارا کا بستر اور تکیہ بنائے

اے کہ در زنجیرِ زلفت جانِ چندیں آشنا ست
اے وہ کہ تیری زلف کی زنجیر میں بہت سے آشناؤں کی جان ہے
خوش فتاد آں خالِ مشکیں بر رُخِ رنگیں غریب
نادر رنگین رُخ پر وہ سیاہ تل کیا جلوہ افروز ہوا ہے

بس غریب افتادہ است آں مورِ خط گردِ رخت
تیرے رخسار کے گرد سبزہ آغاز کیا عجیب ہے!
گرچہ نبود در نگارستاں خطِ مشکیں غریب
اگرچہ نگارستان میں سیاہ خط نادر نہیں ہوتا ہے

می نماید عکسِ مے در رنگِ روئے مہوشت
تیرے چاند جیسے چہرے کے رنگ میں شراب کا عکس پیدا نظر آتا ہے
ہمچو برگِ ارغواں بر صفحۂ نسریں غریب [4]
جیسا کہ نسرین پر ارغوان کا پتہ عجیب نظر آتا ہے

گفتم اے شامِ غریباں طرّۂ شبرنگِ تو
میں نے کہا اے وہ کہ تیری شب رنگ زلفیں شامِ غریباں ہیں
در سحرگاہاں حذر کن چوں بنالد ایں غریب
صبح کے وقت جب یہ پردیسی نالہ کرے تو خدا سے ڈر

باز گفتم ماہِ من آں عارضِ گلگوں مپوش
پھر میں نے کہا اے میرے چاند گلاب جیسا رخسارہ چھپا
ورنہ خواہی ساخت ما را خستہ و مسکیں غریب [3]
ورنہ ہمیں خستہ اور مسکین غریب بنا دے گا

[1] لعلِ مذاب شراب کو کہتے ہیں۔
[2] یعنی جب حافظ کے اشعار محبوب کو پسند آگئے ہیں۔
[3] یعنی تو عشق کے صدمے کو برداشت نہ کر سکے گا۔
[4] رخ نسرین کی طرح ہے اور شراب کا رنگ ارغوانی ہے۔

گفت حافظ آشنایاں در مقامِ حیرت اند
حافظ نے کہا جاننے والے مقام تحیّر میں ہیں

دور نبود گر نشیند خستہ و مسکیں غریب
اگر ایک مسکین اور غریب خستہ ہو بیٹھے تو کچھ بعید نہ ہوگا

می دمد صبح و کِلّہ بست سحاب — اَلصَّبُوح اَلصَّبُوح یا اَصْحَاب
صبح طلوع ہو رہی ہے ابر پردہ تانے ہے — اے ساتھیو! صبح کی شراب لاؤ

میچکد ژالہ بر رُخِ لالہ — اَلْمُدَام اَلْمُدَام یا اَحْبَاب
لالہ پر شبنم پڑ رہی ہے — اے دوستو! کہنہ شراب لاؤ

می وزد در چمن نسیم بہشت — خوش بنوشید دائما مے ناب
چمن میں بہشتی ہوا آ رہی ہے — مسلسل، خالص شراب خوب پیو

تختِ زرّیں زدہ ست گل بچمن — راحِ چوں لعلِ آتشیں دریاب
پھول نے چمن میں زرّیں تخت بچھایا ہے — آتشیں، لعل جیسی شراب حاصل کر لو

لب و دندانِ تو حقوقِ نمک — داشت بر جانِ سینہ ہائے کباب
تیرے ہونٹ اور دانت، نمک کے حقوق — رکھتے ہیں کباب بنے سینوں کی جان پر

درِ میخانہ بستہ اند مگر — اِفْتَحْ یا مُفَتِّحَ الْاَبْوَاب
شراب خانہ کا دروازہ پھر بند کر دیا — اے دروازوں کے کھولنے والے تو کھول دے

در چنیں موسمے عجب باشد — کہ ببندند میکدہ بشتاب
اس جیسے موسم میں، تعجب کی بات ہوگی — کہ شراب خانہ جلد بند کر دیں

زاہدا مے بنوش رندانہ — فَاتَّقُوا اللّٰہَ یا اُولِی الْاَلْبَاب
اے زاہد! رندانہ شراب پی — اے عقل والو! اللہ سے ڈرو

گر نشاں ز آبِ زندگی جوئی — مے نوشیں بجو ببانگِ رباب
اگر تو آب حیات کا متلاشی ہے — ستار کی دھن پر، شراب مانگ

چوں سکندر حیات اگر طلبی — لبِ لعلِ نگار را دریاب
اگر تو سکندر کی طرح، حیات کا طالب ہے — تو معشوق کے لعل جیسے، ہونٹ حاصل کر

بر رُخِ ساقیِ پری پیکر — موسمِ گل بنوش بادۂ ناب
پری جیسے جسم والے، محبوب کے رو برو — پھول کے موسم میں، خالص شراب پی

شادیِ روئے ساقیِ مہوش — ہمچو حافظ بنوش بادۂ ناب
چاند جیسے، ساقی کے چہرے کی خوشی میں — حافظ کی طرح، خالص شراب پی

حافظا غم مخور کہ شاہد بخت
اے حافظ! غم نہ کھا اس لئے کہ نصیبہ کا محبوب

عاقبت برکشد ز چہرہ نقاب
انجام کار، چہرے سے نقاب اٹھائے گا

۱ انگور ایک پر ... الدخیرہ کو کہتے ہیں۔
۲ یعنی ابر چھایا ہوا ہے اور موسم خوشگوار ہے۔
۳ جبکہ ست ہوائیں چل رہی ہیں تو شراب کا دور ضروری ہے۔
۴ یعنی زخمی دلوں پر تیرے لب و دندان نمک پاشی کرتے ہیں۔
۵ ایسے خوشگوار موسم میں شراب نوشی نہ کرنا کفران نعمت ہے۔
۶ معشوق کے ہونٹ ہی آب حیات ہیں۔

من نخواہم کرد ترکِ لعلِ یار و جامِ مے — زاہداں معذور داریدم کہ اینم مذہب است

میں یار کے لعل اور شراب کے جام کو ترک نہ کروں گا — اے زاہدو! مجھے معذور سمجھو یہ میرا مذہب ہے

آنکہ ناوک بر دلم از زیرِ چشمے میزند

وہ جو مجھ پر نگاہوں کا تیر میرے دل پر چلاتا ہے

قوتِ جانِ حافظش در خندۂ زیرِ لب است

حافظ کی جان کی خوراک اس کی مسکراہٹ میں ہے

آں پیکِ نامور کہ رسید از دیارِ دوست — آورد حرزِ جاں ز خطِ مشکبارِ دوست

وہ نامور قاصد جو دوست کے وطن سے آیا ہے — وہ دوست کا مشکبار خط، جان کا تعویذ لایا ہے

خوش میدہد نشانِ جلال و جمالِ یار — خوش می کند حکایتِ عز و وقارِ دوست

یار کے جلال اور جمال کا بڑی خوبی سے پتہ دے رہا ہے — دوست کی عزت اور وقار کے بڑے عمدہ قصے بیان کر رہا ہے

جاں دادمش بمژدہ و خجلت ہمی برم — زیں نقدِ کم عیار کہ کردم نثارِ دوست

انعام میں میں نے اس کو جان دے دی اور میں شرمندہ ہوں — کم جوہر نقدی کی وجہ سے جو میں نے دوست پر نچھاور کیا

سیرِ سپہر و دورِ قمر را چہ اختیار — در گردش اند بر حسبِ اختیارِ دوست

آسمان کی گردش اور چاند کے چکر کو خود کیا اختیار ہے؟ — وہ دوست کے اختیار سے گردش میں ہیں

شکرِ خدا کہ از مددِ بختِ کارساز — بر حسبِ مدعاست ہمہ کاروبارِ دوست

خدا کا شکر ہے کہ کارساز نصیبہ کی مدد سے — دوست کا تمام کاروبار، مدعا کے مطابق ہے

گر بادِ فتنہ ہر دو جہاں را بہم زند — ما و چراغِ چشم و رہِ انتظارِ دوست

اگر فتنہ کی ہوا دونوں جہانوں کو بھی درہم برہم کر دے — ہم ہوں گے اور آنکھ کا چراغ ہو گا اور دوست کے انتظار کا راستہ

کحل الجواہرے بمن آر اے نسیمِ صبح — زاں خاکِ نیک بخت کہ شد رہگذارِ دوست

اے صبح کی نسیم میرے لئے کحل الجواہر لا — اس خوش نصیب خاک کا، جو دوست کی گزرگاہ بنی

ماییم و آستانۂ عشق و سرِ نیاز — تا خوابِ خوش کرا برد اندر کنارِ دوست

ہم ہیں اور عشق کی چوکھٹ اور نیاز مندی کا سر — دیکھئے میٹھی نیند کس کو دوست کی بغل میں پہنچاتی ہے

دشمن بقصدِ حافظ اگر دم زند چہ باک

حافظ کے ارادہ سے اگر دشمن قصد کرے تو کیا پروا ہے

منت خدائے را کہ نیم شرمسارِ دوست

خدا کا احسان ہے کہ میں دوست سے شرمندہ نہیں ہوں

آں ترکِ پری چہرہ کہ دوش از برِ ما رفت — آیا چہ خطا دید کہ از راہِ خطا رفت

وہ پری چہرہ معشوق جو گزشتہ رات ہمارے پہلو سے نکل گیا — معلوم نہیں کیا خطا دیکھی جو خطا کے راستے سے نکل کر چلا گیا؟

تا رفت مرا از نظر آں چشمِ جہاں بیں — کس واقفِ ما نیست کہ از دیدہ چہا رفت

دنیا بھر کو دیکھنے والی آنکھ جب سے میری آنکھوں سے جا چکی ہے — کسی کو ہمارے بارے میں علم نہیں کہ ہماری آنکھوں سے کتنا کچھ گیا

بر شمع نرفت از گذرِ آتشِ دل دوش — آں دود کہ از سوزِ جگر بر سرِ ما رفت

کل رات، دل کی آگ کی وجہ سے شمع پر نہ گزرا — وہ دھواں جو جگر کے جلنے سے ہمارے سر پر سے گزرا

ا یعنی دوست کا خط میری جان کی حفاظت کا تعویذ ہے۔

۲ اگرچہ قاصد کے قدموں پر میں نے جان نثار کر دی لیکن میں شرمندہ ہوں کہ اچھی چیز نثار نہ کر سکا۔

۳ دنیا کا کوئی تغیر ہمارے عشق کو نہیں بدل سکتا ہے۔

۴ معشوق کے کوچہ کی گرد ہماری آنکھ کو وہی طاقت بخشتی ہے جو سرمہ کحل الجواہر بخشتا ہے۔

۵ یعنی دشمن اگر حافظ کے خون کا خواہاں ہے تو کوئی فکر نہیں جبکہ دوست راضی ہے۔

۶ شمع کو دل جلنے سے شمع کو وہ تکلیف نہیں ہوتی ہے جو ہمیں ہوتی ہے۔

دور از رخِ تو دمبدم از گوشۂ چشمم
تیرے چہرے سے دور، میری آنکھ کے گوشے سے دمبدم
سیلابِ سرشک آمد و طوفانِ بلا رفت
آنسوؤں کا سیلاب آیا اور بلا کا طوفان اٹھا

از پائے فتادیم چو آمد شبِ ہجراں
جب شبِ ہجراں آئی تو ہم لوٹ پوٹ ہو گئے
در درد بماندیم چو از دست دوا رفت
جب ہاتھ سے دوا نکل گئی تو ہم درد میں مبتلا رہ گئے

دل گفت وصالش بدعا باز تواں یافت
دل بولا اس کا وصال دعا کے ذریعے دوبارہ حاصل کیا جا سکتا ہے
عمریست کہ عمرم ہمہ در کارِ دعا رفت
ایک زمانہ گزر گیا ہے کہ میری عمر تمام تر دعا میں صرف ہو گئی

احرام چہ بندیم کہ آں قبلہ نہ اینجاست
ہم کیا احرام باندھیں جبکہ قبلہ تو اس جگہ نہیں ہے
در سعی چہ کوشیم کہ از مروہ صفا رفت
سعی میں کیا کوشش کریں، مروہ سے صفا چلی گئی

دی گفت طبیب از سرِ حسرت چو مرا دید
کل طبیب نے جب مجھے دیکھا، حسرت سے کہا
ہیہات کہ دردِ تو ز قانونِ شفا رفت
ہائے افسوس کہ تیرا درد تو شفا کے قانون سے باہر ہو گیا

اے دوست بپرسیدنِ حافظ قدمے نہ
اے دوست حافظ کی مزاج پرسی کے لئے ایک قدم دھر
زاں پیش کہ گویند کہ از دارِ فنا رفت
اس سے پہلے کہ لوگ کہیں کہ وہ دنیا سے چلا گیا

اے شاہدِ قدسی کہ کشد بندِ نقابت
اے مقدس محبوب کون ہے جو تیرے نقاب کا بند کھولے
وے مرغِ بہشتی کہ دہد دانہ و آبت
اے بہشتی چڑیا کون ہے جو تجھے آب و دانہ دے

رفتی ز کنارِ من دلِ خستہ بناکام
ناکام کر کے مجھ تباہ کے پہلو سے تو روانہ ہو گیا
تا جائے کہ شد منزل و ماوائے کہ خوابت
کس کا گھر تیری منزل بنا اور کس کا ٹھکانا تیری خوابگاہ ہے؟

خوابم بشد از دیدہ دریں فکرِ جگر سوز
اس جگر سوز خیال سے میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی
کآغوش کہ شد منزلِ آسایش و خوابت
کہ تیرے آرام اور نیند کی منزل کس کی آغوش ہے

درویش نمی پرسی و ترسم کہ نباشد
تو فقیر کی پرسش نہیں کرتا ہے اور مجھے ڈر ہے
اندیشۂ آمرزش و پروائے ثوابت
کہ تجھے بخشے جانے کی فکر اور ثواب کی پروا نہیں ہے

راہِ دلِ عشاق زد آں چشمِ خماری
اس خمار والی آنکھ نے عاشقوں کا دل لوٹ لیا
پیداست ازیں شیوہ کہ مست است شرابت
اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ تیری شراب نشیلی ہے

تیرے کہ زدی بر دلم از غمزہ خطا رفت
ناز کا تیر جو تو نے میرے دل پر چلایا، وہ چوک گیا
تا باز چہ اندیشہ کند رائے صوابت
معلوم نہیں تیری درست رائے اب کیا سوچے؟

ہر نالہ و فریاد کہ کردم نشنیدی
میں نے جس قدر بھی نالہ اور فریاد کی تو نے نہ سنا
پیداست نگارا کہ بلند است جنابت
اے معشوق ظاہر ہے تیری بارگاہ بہت بلند ہے

اے قصرِ دل افروز کہ منزل گہِ انسی
اے دل کو روشن کرنے والے محل تو محبت کی منزل ہے
یا رب مکناد آفتِ ایام خرابت
خدا کرے کہ زمانے کی آفت تجھے برباد نہ کرے

دور است سرِ آب دریں بادیہ ہشدار
اس صحرا میں پانی کا کنارہ دور ہے، سمجھ لے
تا غولِ بیاباں نفریبد بسرابت
تاکہ جنگلی بھوت، تجھے سراب کا فریب نہ دے

۱ جبکہ جلوۂ کعبۂ مقصود ہماری نظروں سے غائب ہو گیا ہے تو احرام کس کے لیے باندھیں اور سعی کس لیے کریں۔
۲ مریضِ عشق کی دوا شیخ بو علی سینا نے اپنی قانون اور شفا کتاب میں تحریر نہیں کی ہے۔
۳ عاشقوں کے ساتھ بھلائی کر تاکہ آخرت میں بھلا ہو۔
۴ تیرے تیرِ چشم سے ایک تو بچ گیا ہے، معلوم نہیں اب تیرا کیا ارادہ ہے۔
۵ راہِ محبت میں شیطان دھوکے کے بہت سے سراب دکھلاتا ہے، ہوشیار رہنا چاہیے۔

تا در رہِ پیری بچہ آئین روی ای دل — بارے بغلط صرف شد ایامِ شباب
اے دل! بڑھاپے کے راستے میں کس طور پر چلے گا — اب، تیری جوانی کی عمر تو غلط کٹی

حافظ نہ غلامیست کہ از خواجہ گریزد
حافظ ایسا غلام نہیں ہے جو آقا سے بھاگے

لطفے کن و باز آکہ خرابم ز عتابت
مہربانی کر دے اور باز آجا کیونکہ میں تیرے عتاب سے تباہ ہوں

اے ہُدہُدِ صبا بسبا می فرستمت — بنگر کہ از کجا بکجا می فرستمت
اے بادِ صبا کے ہدہد میں تجھے سبا میں بھیجتا ہوں — دیکھ لے میں تجھے کہاں سے کہاں بھیج رہا ہوں

حیف ست طائرے چو تو در خاکدانِ غم[1] — زینجا بآشیانِ وفا می فرستمت
زمانہ کے خاکدان میں تجھ جیسے پرندے کا رہنا ظلم ہے — میں تجھے اس جگہ سے وفا کے آشیانہ میں بھیج رہا ہوں

در راہِ عشق مرحلۂ قرب و بُعد نیست[2] — می بینمت عیان و دعا می فرستمت
عشق کے راستے میں دوری اور نزدیکی کا معاملہ نہیں ہے — میں تجھے کھلم کھلا دیکھ رہا ہوں اور تیرے لئے دعا بھیج رہا ہوں

ہر صبح و شام قافلۂ از دعائے خیر — در صحبتِ شمال و صبا می فرستمت
ہر صبح اور شام کو دعائے خیر کا قافلہ — پروا اور پچھوا کے ساتھ تیرے لئے بھیج رہا ہوں

در روئے خود تفرجِ صُنعِ خدا بکن[3] — کائینۂ خدائے نما می فرستمت
اپنے چہرے میں خدا کی کاریگری کی سیر کر — میں تیرے پاس خدا نما آئینہ بھیج رہا ہوں

تا لشکرِ غمت نکند ملکِ دل خراب — جانِ عزیزِ خود بفدا می فرستمت
تاکہ تیرے غم کا لشکر دل کے ملک کو تباہ نہ کر دے — اس لئے میں اپنی پیاری جان کو تیرے پاس فدیہ میں بھیج رہا ہوں

ہر دم غمے فرست مرا و بگو بناز[4] — کایں تحفہ از برائے خدا می فرستمت
ہر دم میرے لیے غم روانہ کر اور ناز سے کہہ — کہ یہ تحفہ خدا کے لیے تیرے پاس بھیج رہا ہوں

اے غائب از نظر کہ شدی ہمنشینِ دل — می گویمت دعا و ثنا می فرستمت
اے نظر سے غائب اگر تو دل کا ہم نشین ہے — میں تجھے دعا دیتا ہوں اور تیرے پاس تعریف بھیج رہا ہوں

تا مطرباں ز شوقِ منت آگہی دہند — قول و غزل بساز و نوا می فرستمت
تاکہ گویّے میرے عشق سے تجھے باخبر کر دیں — قول اور غزل مع ساز کا صدا و آواز کے تیرے پاس بھیج رہا ہوں

ساقی بیا کہ ہاتفِ غیبم بمژدہ گفت — با دردِ صبر کن کہ دوا می فرستمت
اے ساقی آ، غیبی ہاتف نے خوشخبری کے طور پر مجھ سے کہا ہے — درد پر صبر کر کیونکہ میں تیرے پاس دوا بھیج رہا ہوں

حافظ سرودِ مجلسِ ما ذکرِ خیرِ تست
اے حافظ! ہماری مجلس کا گانا تیرا ذکرِ خیر ہے

تعجیل کن کہ اسپ و قبا می فرستمت[5]
جلدی کر، میں تیرے پاس گھوڑا اور قبا بھیج رہا ہوں

اے غائب از نظر بخدا می سپارمت — جانم بسوختی و بدل دوست دارمت
اے نظر سے دور! میں تجھے خدا کے سپرد کرتا ہوں — تو نے میری جان جلا ڈالی لیکن میں تجھے دل سے چاہتا ہوں

[1] حضرت سلیمان نے ہدہد پرندے کو بلقیس کے احوال معلوم کرنے کے لئے ملکِ سبا کی طرف روانہ کیا تھا۔

[2] عشق و محبت کی راہ میں ظاہری فاصلے باقی نہیں رہتے ہیں۔

[3] محبوب کا چہرہ خدا بینی کا آئینہ ہے۔

[4] غمِ محبوب بھی ہمارے لئے تحفہ ہے۔

[5] بادشاہ جب مجلس میں بلاتے تھے تو پوشاک اور سواری بھیج دیتے تھے۔

تا دامن کفن نکشم زیر پائے خاک
جب تک کہ کفن کا دامن میں خاک کے نیچے نہ کھینچوں گا

باور مکن کہ دست ز دامن بدارمت
یقین نہ کر کہ میں تیرے دامن سے دست بردار ہوں گا

گر بایدم شدن سوئے ہاروت بابلی
اگر بابل والے ہاروت کی طرف مجھے جانا پڑا [1]

صد گونہ ساحری بکنم تا بیارمت
سو قسم کے جادو کروں گا، تاکہ تجھے کھینچ بلاؤں

محراب ابرواں بنما تا سحرگہے
ابروؤں کی محراب دکھا، تاکہ صبح کے وقت

دست دعا برآرم و در گردن آرمت
دعا کے لیے ہاتھ اٹھاؤں اور تیری گردن میں ڈال دوں

خواہم کہ پیش میرمت اے بیوفا طبیب
اے بیوفا طبیب! میری خواہش ہے کہ تیرے سامنے جان دوں

بیمار باز پرس کہ در انتظارمت
بیمار کو پھر پوچھ لے کہ تیرے انتظار میں ہوں

صد جوئے آب بستہ ام از دیدہ در کنار
آنکھوں سے، پہلو میں، میں نے پانی کی سو نہریں جاری کی ہیں

بر بوئے تخم مہر کہ در دل بکارمت
محبت کے اُس بیج کی وجہ سے جو میں تیرے دل میں بوؤں

خونم بریخت و از غم ہجرم خلاص داد
میرا خون بہا دیا، اور مجھے غم ہجر سے چھڑا دیا

منت پذیر غمزۂ خنجر گذارمت
میں تیرے ناز و ادا کے خنجر کا ممنون ہوں

می گریم و مرادم ازیں چشم اشکبار
میں روتا ہوں اور ان آنسو بہانے والی آنکھوں سے میرا مقصد [2]

تخم محبت ست کہ در دل بکارمت
محبت کا وہ بیج ہے جو میں تیرے دل میں بوؤں

گر دیدہ و دلم کند آہنگ دیگرے
اگر میری آنکھ اور دل کسی دوسرے کا قصد کریں

آتش زنم در آں دل و دیدہ برآرمت
اس دل میں آگ لگا دوں اور تیری خاطر اُس آنکھ کو نکال دوں

بارم دہ از کرم بر خود تا بسوز دل
مجھے اپنے پاس اپنے کرم سے باریابی دیجیے تاکہ دل کی سوزش کی وجہ سے

در پات دمبدم گہر از دیدہ بارمت
تیرے پیروں پر تیری خاطر آنکھ سے ہر دم موتی نچھاور کیا کروں

حافظ شراب و شاہد و رندی نہ وضع تست
اے حافظ شراب اور معشوق اور مستی تیری وضع نہیں ہے

فی الجملہ میکنی و فرو میگذارمت
پھر بھی تو کرتا ہے، اور میں تجھے معاف کرتا ہوں

اگر بہ لطف بخوانی مزید الطاف ست
اگر تو مہربانی سے بلائے، مزید مہربانی ہے

وگر بہ قہر برانی درون ما صاف ست
اور اگر غصے سے نکال دے تو بھی ہمارا دل صاف ہے

بیان وصف تو گفتن نہ حد امکان ست
تیرے وصف کا بیان کرنا امکان کی حد سے باہر ہے

چرا کہ وصف تو بیرون حد اوصاف ست
اس لیے کہ تیرے اوصاف بیان کی حد سے باہر ہیں

چو سرو سرکشی اے یار سنگدل از ما
اے سنگدل یار! تو چونکہ سرو کی طرح ہم پر سرکشی کرتا ہے

چہ چشمہاست کہ بر روئے ما ز اطراف ست
اطراف سے کس قدر نگاہیں ہیں جو ہمارے چہرے پر پڑ رہی ہیں

ز چشم عشق تواں دید روئے شاہد ما
ہمارے معشوق کے چہرے کو عشق کی نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے

کہ نور چہرۂ خوباں ز قاف تا قاف ست
اس لیے کہ حسینوں کے چہرے کا نور قاف سے قاف تک ہے [3]

ز مصحف رخ دلدار آیتے برخواں
معشوق کے رخ کے قرآن سے کوئی آیت یاد کرے

کہ آں بیان مقامات کشف و کشاف ست [4]
اس لیے کہ کشف اور کشاف کے مقامات کا بھی بیان ہے

[1] چاہ بابل میں ہاروت جادوگر قید ہے۔
[2] میں اپنے آنسوؤں سے اس تخم کو پانی دے رہا ہوں جو میں نے تیرے دل میں بویا ہے تاکہ وہ بار آور ہو۔
یہ ممکن نہیں ہے کہ تیرے حسن کا پورا بیان کیا جا سکے۔ یہ بھی وجہوں سے ماننے شرمندہ ہونا پڑ رہا ہے۔
[3] مشہور ہے کہ کوہ قاف تمام دنیا کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔
[4] کشاف تفسیر میں علامہ زمخشری کی مشہور کتاب ہے۔

عدو کہ منطق حافظ طمع کند در شعر
دشمن جو شعر کہنے میں حافظ کے کلام کا لالچ کرتا ہے

ہماں حدیث ہمای و طریق خطاف است
یہ تو وہی ہما کی بات¹ اور ابابیل کا طریقہ ہے

اگرچہ بادہ فرح بخش و باد گل بیز است
اگرچہ شراب خوشی پیدا کرنیوالی اور ہوا چھانتی گل ہے

بہ بانگ چنگ مخور مے کہ محتسب تیز است
ستار کی آواز پر شراب نہ پیو اس لیے کہ محتسب بہت تیز ہے

صراحیے و حریفے گرت بدست افتد
صراحی اور دوست اگر تیرے ہاتھ آجائیں

بعقل کوش کہ ایام فتنہ انگیز است
تو بھی عقل سے کام کر زمانہ بہت فتنہ انگیز ہے

در آستین مرقع پیالہ پنہاں کن
گدڑی کی آستین میں پیالہ چھپالے

کہ ہمچو چشم صراحی زمانہ خونریز است
اس لئے کہ زمانہ صراحی کی آنکھ کی طرح خونریز ہے

ز رنگ بادہ بشوئید خرقہ ہا از اشک
گدڑی سے شراب کے دھبے آنسوؤں سے دھوئے

کہ موسم ورع و روزگار پرہیز است
اس لئے کہ تقوے کا موسم² اور پرہیزگاری کا زمانہ ہے

مجوی عیش خوش از دور واژگون سپہر
آسمان کے الٹے چکر سے خوشی و عیش کا متلاشی نہ بن

کہ صاف این سر خم جملہ دُردی آمیز است
اس لیے کہ اس مٹکے کے اوپر کی صاف مئے تمام تلچھٹ ملی ہے

سپہر بر شدہ پرویزنیست خوں افشاں
بلند آسمان، ایسی خون چھڑکنے والی چھلنی ہے

کہ قطرہ اش سر کسریٰ و تاج پرویز است
کہ اس کا ایک ایک قطرہ کسریٰ کا سر³ اور پرویز کا تاج ہے

ہر آنچہ میرسد از نور فیض سبحانی
اللہ کے فیض کے نور سے جو کچھ پہنچتا ہے

نصیبہ دل شخصے کہ شب سحر خیز است
اس شخص کے دل کا حصہ ہے جو رات کو سویرے اٹھنے والا ہے

عراق و پارس گرفتی بشعر خود حافظ
اے حافظ تو نے اپنے اشعار سے عراق اور پارس پر قبضہ کرلیا

بیا کہ نوبت بغداد و وقت تبریز است
آجا کہ اب تو بغداد کی باری⁴ اور تبریز کا وقت ہے

اگرچہ عرض ہنر پیش یار بے ادبیست
اگرچہ یار کے سامنے کسی ہنر کا پیش کرنا بے ادبی ہے

زباں خموش ولیکن دہاں پر از عربیست
زبان خاموش ہے لیکن منہ عربی سے بھرا ہے

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز
پری نے منہ چھپالیا اور دیو کرشمہ اور ناز دکھلا رہا ہے

بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوالعجبیست
حیرت سے عقل جل گئی کہ یہ کیا بوالعجبی ہے؟

سبب مپرس کہ چرخ از چہ سفلہ پرور شد
اس کا سبب نہ پوچھ کہ آسمان کمینہ پرور کیوں ہو گیا ہے؟

کہ کام بخشی او را بہانہ بے سببیست
اس لئے کہ اس کی مطلب بخشی کے لئے بے سببی ہی کا بہانہ موجود ہے

ازیں چمن گل بے خار کس نچید آرے
اس چمن سے بے کانٹے کا پھول کسی نے نہیں چنا بیشک

چراغ مصطفوی با شرار بولہبیست
مصطفوی چراغ، بولہبی لپٹ کے ساتھ ہے

حسن ز بصرہ، بلال از حبش، صہیب از روم
بصرہ سے حسن، حبش سے بلال، روم سے صہیب

ز خاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبیست
مکہ کی خاک سے ابوجہل! یہ کیا بوالعجبی ہے؟

¹ ظاہر ہے کہ ہما اور ابابیل میں کوئی نسبت نہیں ہے۔
² زمانے سے خالص عیش کی توقع نہ کرو۔
³ یعنی جو خون کے قطرے آسمان برساتا ہے اس میں کسریٰ کے سر اور پرویز کے تاج کی آمیزش ہے۔
⁴ ان پر بھی قبضہ کرلے۔
⁵ یعنی اہل ذلیل ہیں اور نااہل عروج پر ہیں۔
⁶ یعنی کمینوں کو بلا سبب عروج ہے۔
⁷ اس مصرعہ کا پہلا ادب گفتہ تشبیہ ہے۔
⁸ یعنی مکہ کی متبرک خاک سے ابوجہل پیدا ہوا، اور دوسری سرزمینوں سے بڑے بڑے بزرگ پیدا ہوئے۔
⁹ مبارز الدین محمد نے شراب خانے بند کرا کر محتسب مقرر کردئے تھے۔ اس غزل میں اس واقعہ پر طنز ہے۔

جمالِ دخترِ رز نورِ چشمِ ماست مگر
انگور کی بیٹی کا حسن ہماری آنکھوں کا نور ہے لیکن
کہ در نقابِ زجاجی و پردۂ عنبیست
جبکہ زجاجی نقاب ۰ اور عنبی پردے میں ہو

دوائے دردِ خود اکنوں ازاں مفرح جوی
اب اپنے درد کی دوا ۰ اس مفرح سے تلاش کر
کہ در صراحیِ چینی و شیشۂ حلبیست
جو چینی صراحی ۰ اور حلبی بوتل میں ہو

بہ نیم جو نخرم طاقِ خانقاہ و رباط
خانقاہ اور لنگر خانہ کے طاق کو میں تو آدھے جو میں بھی نہ خریدوں گا
مرا کہ مصطبہ ایوان و پائے خم طنبیست
کیونکہ میرا محلا شراب خانہ اور بلند خیمہ، پائے خم ہے

ہزار عقل و ادب داشتم من اے خواجہ
اے صاحب میں ہزار عقل و ادب رکھتا تھا
کنوں کہ مست و خرابم صلائے بے ادبیست
اب جبکہ میں مست اور خراب ہوں تو بے ادبی کی صدا ہے

بیار مے کہ چو حافظ مدامم استغفار
شراب لا اس سے کہ حافظ کی طرح ہمیشہ میری استغفار
بگریۂ سحری و نیازِ نیم شبیست
صبح کے وقت کے رونے اور آدھی رات کے عجز کے ساتھ ہے

اے نسیمِ سحر آرامگہِ یار کجاست
اے صبح کی نسیم، یار کی آرام گاہ کہاں ہے؟
منزلِ آں مہِ عاشق کشِ عیار کجاست
اس عاشق کش، شوخ، چاند کی منزل کہاں ہے؟

شبِ تار است و رہِ وادیِ ایمن در پیش
رات اندھیری ہے اور وادی ایمن کا راستہ درپیش ہے
آتشِ طور کجا وعدۂ دیدار کجاست
کوہ طور کی آگ کہاں ہے، دیدار کا وعدہ کہاں ہے؟

ہر کہ آمد بجہاں نقشِ خرابی دارد
جو بھی دنیا میں آیا ہے، خرابی کا نقش رکھتا ہے
در خرابات مپرسید کہ ہشیار کجاست
شراب خانہ میں یہ نہ پوچھو کہ ہشیار کہاں ہے؟

آنکس است اہلِ بشارت کہ اشارت داند
اہلِ بشارت وہ ہے، جو اشارہ سمجھے
نکتہا ہست بسے محرمِ اسرار کجاست
نکتے تو بہت ہیں، رازوں کا محرم کہاں ہے؟

ہر سرِ موئے مرا با تو ہزاراں کار است
میرے ہر رونگٹے کو، تجھ سے ہزاروں کام ہیں
ما کجائیم و نصیحت گرِ بیکار کجاست
ہم کہاں ہیں اور فضول نصیحت کرنے والا کہاں ہے؟

عاشقِ خستہ ز دردِ غمِ ہجرِ تو بسوخت
خستہ، عاشق تیرے فراق کے غم میں جل گیا
خود نپرسی تو کہ آں عاشقِ غمخوار کجاست
تو خود یہ نہیں پوچھتا ہے کہ وہ غمخوار، عاشق کہاں ہے؟

بادہ و مطرب و گل جملہ مہیاست ولے
شراب اور گویا اور پھول سب تیار ہیں لیکن
عیش بے دوست میسر نشود یار کجاست
دوست کے بغیر لطف میسر نہیں آتا ہے، دوست کہاں ہے؟

عقل دیوانہ شد آں سلسلۂ مشکیں کو
عقل دیوانی ہو گئی ہے، مشکیں بیڑی کہاں ہے؟
دل ز ما گوشہ گرفت ابروئے دلدار کجاست
دل نے ہم سے کنارہ کر لیا معشوق کی ابرو کہاں ہے؟

دلم از صومعہ و صحبتِ شیخ است ملول
میرا دل عبادت خانہ اور شیخ کی ہم نشینی سے تنگ ہے
یارِ ترسا بچہ کو خانۂ خمار کجاست
آتش پرست زادہ، یار کہاں ہے شرابی کی بھٹی کہاں ہے؟

بازپرسید ز گیسوئے شکن بر شکنش
اس کی پیچ در پیچ زلفوں سے پھر پوچھو
کیں دلِ غمزدہ اش گشتہ گرفتار کجاست
کہ یہ غم زدہ دل جو اس کا گرفتار ہے کہاں ہے؟

حافظ از بادِ خزاں در چمنِ دہر مرنج

اے حافظ! زمانہ کے چمن میں خزاں کی ہوا سے رنجیدہ نہ ہو

فکرِ معقول بفرما گلِ بے خار کجاست

صحیح بات سوچ بدوں کانٹے کا پھول کہاں ہے؟

امروز شاہِ انجمنِ دلبراں یکیست

آج دلبروں کی انجمن کا بادشاہ، تو ایک ہی ہے

دلبر اگر ہزار بود دلبر آں یکیست

دلبر اگر ہزار بھی ہوں، وہ دلبر ایک ہی ہے

من بہرِ آں یکے دل و دیں دادہ ام بباد

ہم نے اسی ایک کی خاطر دل لگا اور دین تباہ کر دیا ہے

عیبم مکن کہ حاصلِ ہر دو جہاں یکیست

مجھے عیب نہ لگا اس لئے کہ دونوں جہاں کا حاصل ایک ہی ہے

سودائیانِ عالمِ پندار را بگوی

خود پسندی کی دنیا کے دیوانوں سے کہدو

سرمایہ گم کنید کہ سود و زیاں یکیست

سرمایہ کو گم کردو اس لئے کہ نفع اور نقصان یکساں ہے

خلقے زباں بدعوئے عشقش کشادہ اند

لوگوں نے اس کے عشق کے دعوے میں زبان کھولی ہے

اے من غلامِ آنکہ دلش با زباں یکیست

میں اس کا غلام ہوں جس کا دل اور زبان ایک ہے

حافظ بر آستانۂ دولت نہادہ سر

حافظ نے دوست کی چوکھٹ پر سر دھر دیا ہے

دولت درآں سرست کہ با آستاں یکیست

خوش نصیبی اسی سر میں ہے جو چوکھٹ کے ساتھ ملکر ایک ہے

اَلمنۃُ للہ کہ درِ میکدہ بازست

خدا کا احسان ہے کہ میکدہ کا دروازہ کھلا ہے

زاں رو کہ مرا بر درِ او روئے نیازست

اس طور پر کہ میرا عاجزی کا چہرہ اس کے دروازہ پر ہے

خمہا ہمہ در جوش و خروش اند ز مستی

مستی کی وجہ سے تمام مٹکے جوش و خروش میں ہیں

واں مے کہ در آنجاست حقیقت نہ مجازست

وہ شراب جو اُن میں ہے وہ حقیقی ہے مجازی نہیں ہے

از وے ہمہ مستی و غرورست و تکبر

اس کی جانب سے تمام تر مستی اور غرور اور تکبر ہے

وز ما ہمہ بیچارگی و عجز و نیازست

ہماری جانب سے تمام تر بیچارگی اور عجز و نیاز ہے

شرحِ شکنِ زلفِ خم اندر خمِ جاناں

محبوب کی پیچ در پیچ زلفوں کی شکن کی شرح

کوتہ نتواں کرد کہ ایں قصہ درازست

مختصر نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہ لمبا قصہ ہے

بارِ دلِ مجنون و خمِ طرۂ لیلیٰ ست

مجنوں کے دل کا بوجھ، اور لیلیٰ کے گیسو کا پیچ ہے

رخسارۂ محمود و کفِ پائے ایازست

محمود کا رخسارہ، اور ایاز کے پیر کا تلوا ہے

بر دوختہ ام دیدہ چو باز از ہمہ عالم

باز کی طرح، تمام جہاں سے ہم نے آنکھیں سی لی ہیں

تا دیدۂ من بر رُخِ زیبائے تو بازست

جب سے میری آنکھ تیرے رخِ زیبا پر کھلی ہے

رازے کہ بر خلق نہفتیم و نگفتیم

جو راز ہم نے تمام مخلوق سے نہ کہا اور چھپایا

با دوست بگوئیم کہ او محرمِ رازست

دوست سے کہیں گے، کیونکہ وہ محرمِ راز ہے

در کعبۂ کوئے تو ہر آنکس کہ در آید

جو، تیرے کوچہ کے کعبہ میں آ جائے

از قبلۂ ابروئے تو در عینِ نمازست

تیرے ابرو کے قبلہ کی وجہ سے، عینِ نماز میں ہے

دنیا کا کوئی عیش تکلیف کے بغیر نہیں ہے۔

دنیا میں مدعی بہت ہیں لیکن میرے پیر کا دل اور زبان یکساں ہے۔

یعنی چوکھٹ اور سر کی دوئی ختم ہو جائے

معرفت کی شراب حقیقی ہے۔

محبوب کی بڑی شان ہے، عاشق کا کام عجز و نیاز ہے۔

طولانی زلفوں کی شرح بھی مختصر نہیں ہو سکتی ہے۔

باز کو مانوس کرنے اور سدھانے کے لئے اس کی آنکھیں سی دی جاتی ہیں۔

میانِ او کہ خدا آفریدہ است از ہیچ
اس کی کمر جس کو خدا نے عدم سے بنایا ہے
دقیقہ ایست کہ ہیچ آفریدہ نکشادست
ایک ایسا راز ہے جس کو کسی پیدا ہونے والے نے نہیں کھولا ہے

گدائے کوئے تو از ہشت خلد مستغنی ست
تیرے کوچہ کا گدا آٹھوں جنتوں سے بے نیاز ہے
اسیرِ بندِ تو از ہر دو عالم آزاد ست
تیری قید کا قیدی دونوں جہاں سے آزاد ہے

اگرچہ مستیٔ عشقم خراب کرد ولے
اگرچہ عشق کی مستی نے مجھے خراب کردیا ہے لیکن
اساسِ ہستیٔ من زیں خراب آباد ست
میری ہستی کی بنیاد اس خرابی سے آباد ہے

دلا منال ز بیداد و جورِ یار کہ یار
اے دل یار کے ظلم سے نالاں نہ ہو اس لئے کہ یار نے
ترا نصیب ہمیں کردہ است و ایں داد ست
تیرا یہی حصہ رکھا ہے اور یہی انصاف ہے

فریبِ عشوۂ حسن از جہانِ پیر مخور
بڈھی دنیا کے حسن کے ناز و انداز سے فریب نہ کھا
کہ ہر کہ کرد ہوس اختلاط ناشاد ست
اس لئے کہ جس نے بھی اس سے اختلاط کیا وہ غمگین ہے

برو ملامتِ دُردی کشاں مکن ناصح
اے ناصح جا تلچھٹ پینے والوں کو ملامت نہ کر
کہ رزق و قسمتِ رزاق ما ہمیں داد ست
اس لئے کہ رزق، اور رزاق کی تقسیم نے ہمیں یہی دیا ہے

برو فسانہ مخوان و فسوں مدم حافظ
جا فسانہ نہ بیان کر، اور منتر نہ پھونک اے حافظ!
کزیں فسانہ و افسوں مرا بسے یاد ست
اس لئے کہ اس قسم کے فسانے اور منتر مجھے بہت یاد ہیں

باغِ مرا چہ حاجتِ سرو و صنوبر ست
میرے باغ کو سرو اور صنوبر کی کیا ضرورت ہے؟
شمشادِ سایہ پرورِ من از کہ کمتر ست
میرا سایہ پرور شمشاد، کس سے کم ہے

اے نازنیں پسر تو چہ مذہب گرفتۂ
اے نازوں کے پالے لڑکے تونے کونسا مذہب اختیار کیا ہے؟
کت خونِ ما حلال تر از شیرِ مادر ست
کہ تیرے لئے ہمارا خون ماں کے دودھ سے بھی زیادہ حلال ہے

چوں نقشِ غم ز دور بہ بینی شراب خواہ
جب تو غم کا نقشہ دور سے دیکھے شراب مانگ
تشخیص کردہ ایم و مداوا مقرر ست
ہم نے تشخیص کردی اور تجویز تو مقرر ہے

یک قصہ بیش نیست غمِ عشق وایں عجب
غم عشق ایک قصہ سے زیادہ نہیں ہے اور یہ تعجب ہے کہ
از ہر کسیکہ می شنوم نا مکرر ست
ہر شخص سے بھی سنتا ہوں مکرر معلوم نہیں ہوتا ہے

از آستانِ پیرِ مغاں سر چرا کشم
پیر مغاں کی چوکھٹ سے سر کیوں کھینچوں
دولت دریں سرا و کشائش دریں در ست
دولت تو اسی گھر میں ہے اور کشائش اسی در میں ہے

دی وعدہ داد وصلم و در سر شراب داشت
اس نے کل بوسے وصل کا وعدہ کیا اور نشہ میں تھا
امروز تا چہ گوید و بازش چہ در سر ست
دیکھئے آج کیا کہتا ہے اور اب اس کا کیا خیال ہے؟

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم
ہم قناعت اور فقر کی آبرو ریزی نہیں کریں گے
با پادشہ بگوی کہ روزی مقدر ست
بادشاہ سے کہدو کہ روزی تقدیر میں لکھی گئی ہے

شیراز و آبِ رکنی و آں بادِ خوش نسیم
شیراز، اور رکنا باد کا پانی، اور وہ بہترین نسیم
عیبش مکن کہ خالِ رخِ ہفت کشور ست
اس میں عیب نہ ڈال وہ ساتوں اقلیم کے رخ کا تل ہے

۱ معشوق کی کمر کو معدوم مانا جاتا ہے۔
۲ عشق کی مستی ہی انسان کا کمال ہے۔
۳ بڈھی دنیا کے عشق میں مبتلا نہ ہونا چاہیے
۴ میرا محبوب ہر سرو و صنوبر سے بڑھ کر ہے
۵ غم کا علاج شراب سے ہو چکا ہے۔
۶ ہر بار ایسا لطف آتا ہے جیسے نقد تھا
۷ مدہوشی میں وصل کا وعدہ کر گیا اب معلوم کیا کرے۔
۸ سوال کرنا قناعت کی ذلت ہے۔

فرق ست آب خضر کہ ظلمات جائے اوست — تا آب ما کہ منبعش اللہ اکبر ست

آب خضر میں، جس کی جگہ اندھیریاں ہے فرق ہے — ہماری نہر سے کیونکہ اس کا منبع اللہ اکبر ہے

در کوئے ما شکستہ دلی میخرند و بس — بازار خود فروشی ازاں سوئے دیگر ست

ہمارے کوچہ میں بس شکستہ دل خریدتے ہیں — خود فروشی کا بازار اس سے دوسری جگہ ہے

باز آ کہ در فراق تو چشم زگریہ باز — چوں گوش روزہ دار بر اللہ اکبر ست

واپس آجا اس لیے کہ تیرے فراق میں رونے سے آنکھیں کھلی ہوئی ہیں — جیسا کہ روزہ دار کا کان اللہ اکبر پر ہوتا ہے

حافظ چہ طرفہ شاخ نباتیست کلک تو

اے حافظ تیرا قلم کس قسم کی شاخ نبات ہے

کش میوہ دلپذیر تر از شہد و شکر ست

کہ اس کا میوہ شہد و شکر سے بھی زیادہ لذیذ ہے

بجان خواجہ و حق قدیم و عہد درست — کہ مونس دم صبحم دعائے دولت تست

خواجہ کی جان، اور قدیم حق اور سچے عہد کی قسم — کہ تیری دولت کی دعا میری صبح کے وقت کی مونس ہے

سرشک من کہ ز طوفان نوح دست ببرد — ز لوح سینہ نیارست نقش مہر تو شست

میرے آنسو جو طوفان نوح سے بھی بازی لے گئے — تیری محبت کا نقش سینہ کی تختی سے نہ دھو سکے

بکن معاملہ وایں دل شکستہ بخر — کہ با شکستگی ارزد بصد ہزار درست

معاملہ کر لے اور یہ ٹوٹا ہوا دل خرید لے — اسلئے کہ ٹوٹا ہوا ہونے کے باوجود، لاکھ اشرفیوں کے لائق ہے

شدم ز عشق تو شیدائے کوہ و دشت و ہنوز — نمیکنی بترحم نطاق سلسلہ سست

میں تیرے عشق میں کوہ و دشت کا شیدائی بن گیا اور ابھی تک — تو رحم دلی سے زنجیر کا بندھن ڈھیلا نہیں کرتا ہے

ملامتم بخرابی مکن کہ مرشد عشق — حوالتم بخرابات کرد روز نخست

خرابی پر مجھے ملامت نہ کر اس لئے کہ عشق کے مرشد نے — روز ازل میں ہی مجھے خرابات کے حوالہ کر دیا تھا

دلا طمع مبر از لطف بے نہایت دوست — چو لاف عشق زدی سر بباز چابک و چست

اے دل دوست کی لا انتہا مہربانی کا لالچ نہ کر — جب تو نے عشق کی ڈینگ ماری ہے تو چستی اور چالاکی سے سر کی بازی لگا دے

زبان مور بر آصف دراز گشت ازآں — کہ خواجہ خاتم جم یاوہ کرد و باز نجست

چیونٹی کی زبان آصف پر اس وجہ سے دراز ہوئی — کہ خواجہ نے سلیمان کی انگوٹھی گم کر دی اور پھر تلاش نہ کی

بصدق کوش کہ خورشید زاید از نفست — کہ از دروغ سیہ روی گشت صبح نخست

سچائی کی کوشش کر تاکہ سورج تیری پھونک سے پیدا ہو — پہلی صبح جھوٹ ہی کی وجہ سے سیہ رو ہوئی ہے

ہزار بار اگر عاشقے نگارے را — بیاز مود دلش سخت بود و پیماں سست

اگر کسی عاشق نے ہزار بار معشوق کو — آزمایا اس کا دل سخت تھا اور عہد کمزور تھا

مرنج حافظ و از دلبراں وفا کم جوی

حافظ رنجیدہ نہ ہو اور معشوقوں سے وفا تلاش نہ کر

گناہ باغ چہ باشد چو ایں گیاہ نرست

باغ میں کیا عیب، جو گھاس اگر یہ نہیں اگی

۱؎ رکناباد کی نہر کا منبع اللہ اکبر نامی جگہ ہے۔

۲؎ خواجہ سے قوام، شاہ شجاع کا وزیر مراد ہے جو حافظ کا مربی تھا یہاں اور حاجی قوام دو جداگانہ شخص ہیں۔

۳؎ میری دیوانگی تو ویرانہ میں سمانا چاہتی ہے لیکن تو نے زنجیر تنگ کر رکھی ہے۔

۴؎ آصف حضرت سلیمان کے وزیر کا نام ہے جم سے مراد حضرت سلیمان ہیں یعنی آصف نے حضرت سلیمان والی وہ انگوٹھی کھو دی جس کی وجہ سے وہ جن و انس پر حکومت کرتے تھے اسی وجہ سے چیونٹی جیسا کمزور کیڑا زبان چلانے لگا۔

۵؎ پہلی صبح کاذب ہوتی ہے اسی وجہ سے اس کے منہ پر سیاہی آجاتی ہے دوسری صبح صادق ہے جس سے سورج نمودار ہوتا ہے۔

۶؎ یعنی گر محبوب میں وفا کی علامت نہیں ہے تو اس کے حسن میں کوئی عیب پیدا نہیں ہوتا ہے۔

بنال بلبل اگر بامنت سر یاریست — که ما دو عاشق زاریم و کار ما زاریست

اے بلبل نالہ کر اگر تجھے مجھ سے دوستی کا خیال ہے — اس لیے کہ ہم دونوں عاشق زار ہیں اور ہمارا کام آہ و زاری ہے

دران چمن که نسیم وزد ز طرهٔ دوست — چه جای دم زدن نافهای تاتاریست

جس چمن میں دوست کے گیسو سے نسیم چلے — تاتاری نافوں کے لئے دم مارنے کا کیا موقع ہے

بیار باده که رنگین کنیم جامهٔ دلق — که مست جام غروریم و نام هشیاریست

شراب لا تاکہ گدڑی کے کپڑے کو رنگین کرلیں — اس لئے کہ ہم غرور کے جام کے مست ہیں اور نام ہوشیاری ہے

نه بسته‌اند در توبه حالیا برخیز — که توبه وقت گل از عاشقی زبیکاریست

توبہ کا دروازہ بند نہیں کیا ہے اب اٹھ جا — اس لیے کہ پھول کے موسم میں عاشقی سے توبہ کرنا بیکاری سے ہے

سحر کرشمهٔ وصلش بخواب میدیدم — زهی مراتب خوابی که به ز بیداریست

میں صبح کو خواب میں اس کے وصل کا کرشمہ دیکھ رہا تھا — سبحان اللہ نیند کے مرتبے کا کیا کہنا جو بیداری سے بہتر ہیں

خیال زلف تو پختن نه کار خامانست — که زیر سلسله رفتن طریق عیاریست

تیری زلف کا خیال پکانا خام کاروں کا کام نہیں ہے — اس لیے کہ زنجیر کے نیچے آنا ہوشیاری کا کام ہے

لطیفه ایست نهانی که عشق ازو خیزد — که نام آن نه لب لعل و خط زنگاریست

جس سے عشق پیدا ہوتا ہے ایک پوشیدہ لطیفہ ہے — جس کا نام لب لعل اور خط زنگاری نہیں ہے

جمال شخص نه چشمست و زلف و عارض و خال — هزار نکته درین کار و بار دلداریست

کسی شخص کا حسن آنکھ، زلف، رخسار اور تل ہی نہیں ہے — اس دلداری کے کام میں ہزار نکتے ہیں

بآستان تو مشکل توان رسید آری — عروج بر فلک سروری بدشواریست

تیری چوکھٹ تک پہونچنا مشکل کام ہے، ہاں — سرداری کے آسمان پر چڑھنا بہت دشواری سے ہوتا ہے

روندگان طریقت به نیم جو نخرند — قبای اطلس آنکس که از هنر عاریست

طریقت کے سالک آدھے جو میں بھی نہیں خریدتے ہیں — اس شخص کی اطلس کی قبا جو ہنر سے خالی ہے

دلش بناله میازار و ختم کن حافظ

اے حافظ! اس کا دل نالہ سے آزردہ نہ کر اور ختم کردے

که رستگاری جاوید در کم آزاریست

اس لیے کہ ہمیشہ کا چھٹکارا کم ستانے میں ہے

بکوی میکده هر سالکی که ره دانست — دری دگر زدن اندیشهٔ تبه دانست

جس سالک نے شراب خانہ کے کوچہ کا راستہ جان لیا — دوسرا دروازہ کھٹکھٹانا اس نے برا جانا

زمانه افسر رندی نداد جز بکسی — که سرفرازی عالم درین کله دانست

زمانہ نے رندی کا تاج اسی کو دیا ہے — جس نے جہان کی کامیابی اسی ٹوپی میں سمجھی ہے

بر آستانهٔ میخانه هر که یافت رهی — ز فیض جام می اسرار خانقه دانست

جس کو میخانہ کی چوکھٹ کا راستہ مل گیا — اس نے شراب کے جام کے فیض سے خانقاہ کے راز جان لیے

هر آنکه راز دو عالم ز خط ساغر خواند — رموز جام جم از نقش خاک ره دانست

جس نے ساغر کے خط سے دونوں جہان کے راز پڑھ لیے — اس نے جام جمشید کے رموز راستہ کی خاک سے سمجھ لیے

ا کیونکہ اس کی خوشبو طرہ کی خوشبو کے سامنے ہیچ ہے۔ ۲ ایسی ہوشیاری ہے جس کی تہ میں غرور ہو مستی ہزار درجہ بہتر ہے ۳ توبہ کا دروازہ نہیں بند ہوا ہے [illegible] ۔ ۴ عشق کہلاتا ہے۔ ۵ آستانہ محبوب پر پہنچنا فرش پر پہونچنا ہے۔ ۶ حلیہ بند کا کہنا ہے کہ ایک شخص کو حضور سے جو اس پر کی سرفرازی ہے۔ شمالو پر پیچ جوشت ہوتا ہے اس کو خط ساغر کہتے ہیں۔

دلم ز نرگس ساقی اماں نخواست بجاں
میرے دل نے ساقی کی نرگس سے جان کی امان نہیں چاہی

چرا کہ شیوۂ آں ترک دل سیہ دانست
اس لیے کہ وہ سیاہ دل معشوق کے شیوہ کو سمجھ گیا

ورائے طاعت دیوانگاں ز ما مطلب
دیوانوں کی سی فرماں برداری کے سوا ہم سے کچھ نہ چاہ

کہ شیخ مذہب ما عاقلی گنہ دانست
اس لئے کہ ہمارے مذہب کے شیخ نے عقلمندی کو گناہ سمجھا ہے

ز جور کوکب طالع سحرگہاں چشمم
صبح کے وقت نصیبہ کے ستارے کے ظلم سے میری آنکھیں

چناں گریست کہ خورشید دید و مہ دانست
اس قدر روئیں کہ خورشید نے دیکھا اور چاند نے جانا

خوش آں نظر کہ لب جام و روئے ساقی را
مبارک ہے وہ نظر جس نے جام کے لب اور ساقی کے چہرے کو

ہلال یک شبہ و ماہ چاردہ دانست
پہلی رات کا چاند اور چودھویں رات کا چاند سمجھا

بلند مرتبہ شاہے کہ نہ رواق سپہر
وہ بلند مرتبہ بادشاہ جس نے آسمان کے نو چبوترے کو

نمونۂ ز خم طاق بارگہ دانست
دربار کے طاق کے جھکاؤ کا نمونہ سمجھا

حدیث حافظ و ساغر کشیدن پنہاں
حافظ کی بات، اور چھپا کر شراب پینا

چہ جائے محتسب و شحنہ پادشہ دانست
محتسب اور سپاہی کی کیا حقیقت، بادشاہ تک جان گیا

بلبلے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت
ایک بلبل ایک خوش رنگ پھول کی پتی چونچ میں لئے تھی

و اندراں برگ و نوا خوش نالہائے زار داشت
اور اس ساز و سامان میں اچھی طرح عاجزی سے نالے کر رہی تھی

گفتمش در عین وصل ایں نالہ و فریاد چیست
میں نے اس سے کہا عین وصل میں یہ نالہ اور فریاد کیسی

گفت ما را جلوۂ معشوق در ایں کار داشت
وہ بولی معشوق کے جلوے نے ہمیں اس کام میں مصروف کر دیا ہے

یار اگر ننشست با ما نیست جائے اعتراض
اگر دوست ہمارے ساتھ نہ بیٹھا اعتراض کا کوئی موقع نہیں ہے

پادشاہ کامراں بود از گدایاں عار داشت
وہ کامیاب بادشاہ تھا اس کو فقیروں سے عار آئی

عاشقے کو سیر کرد اندر مقام نیستی
جس عاشق نے مقام نیستی کی سیر کر لی

مست شد چوں مستی از عالم اسرار داشت
چونکہ عالم اسرار کی مستی اس میں آ گئی لہٰذا وہ مست ہو گیا

در نگیرد ناز و عجز ما با حسن دوست
دوست کے حسن پر ہماری عاجزی اور نیاز مندی اثر نہیں کرتی

خرم آں کز نازنیناں بخت برخوردار داشت
وہ خوش نصیب ہے جس نے نازنینوں سے بہرہ ور نصیب رکھا

خیز تا بر کلک آں نقاش جاں افشاں کنیم
اٹھ تاکہ اس نقاش کے قلم پر ہم جان چھڑکیں

کیں ہمہ نقش عجب در گردش پرگار داشت
اس لئے کہ یہ تمام عجیب نقش وہ پرکار کی گردش میں رکھتا تھا

گر مرید راہ عشقی فکر بدنامی مکن
اگر تو عشق کے راستے کا مرید ہے تو بدنامی کی فکر نہ کر

شیخ صنعاں خرقہ رہن خانۂ خمار داشت
صنعان کے بزرگ نے گدڑی شراب خانہ میں رہن کر دی تھی

وقت آں شیریں قلندر خوش کہ در اطوار سیر
اس شیریں قلندر کا وقت کس قدر بہتر تھا کہ سیر کی حالت میں

ذکر تسبیح ملک در حلقۂ زنار داشت
فرشتہ کی تسبیح کا ذکر زنار کے حلقہ میں رکھتا تھا

چشم حافظ زیر بام قصر آں حوری سرشت
اس حور فطرت کے محل کے نیچے، حافظ کی آنکھ

شیوۂ جنات تجری تحتہا الانہار داشت
جنات تجری تحتہا الانہار کا طریقہ رکھتی تھی

بدامِ زلف تو دل مبتلائے خویشتن ست
تیری زلف کے جال میں دل خود بخود مبتلا ہوا ہے
بکش بغمزہ کہ اینش سزای خویشتن ست
ناز سے اس کو قتل کر دے یہی اس کی سزا ہے

گرت ز دست برآید مرادِ خاطرِ ما
اگر ہمارے دل کی تمنا تیرے ہاتھ سے پوری ہو سکے
بجنبش زود کہ خیرے برای خویشتن ست
تو جلد کر دے اس لئے کہ اپنے کے ساتھ بھلائی ہے

بجانت[1] اے بتِ شیرینِ من کہ ہمچوں شمع
اے میرے پیارے محبوب تیری جان کی قسم، شمع کی طرح
شبانِ تیرہ مرادم فنای خویشتن ست
تاریک راتوں میں میرا مقصد خود کو فنا کر دینا ہے

چو رأیِ عشق زدی با تو گفتم اے بلبل
اے بلبل جب تو نے عشق کرنے کی رائے کی تو میں نے تجھ سے کہا تھا
مکن کہ ایں گلِ خود رو برای خویشتن ست
ایسا نہ کر اس لیے کہ یہ خود رو پھول اپنے لئے ہی ہیں

بمشکِ چین و چگل نیست حسنِ گل محتاج
پھول کا حسن چین و چگل کے مشک کا محتاج نہیں ہے
کہ نافہاش ز بندِ قبای خویشتن ست
اس لئے کہ اس کے نافے خود اس کی بند قبا سے پیدا ہو گئے ہیں

مرو بخانۂ اربابِ بے مروتِ دہر
زمانہ کے بے مروت اصحاب کے گھر نہ جا
کہ کنجِ عافیت در سرائے خویشتن ست
اس لئے کہ تیری عافیت کا گوشہ اپنے گھر میں ہے

بسوخت حافظ و در شرطِ عشق و جانبازی
حافظ جل گیا اور عشق و جان کی بازی کی شرط میں
ہنوز بر سرِ عہد و وفائے خویشتن ست
ابھی تک اپنے عہد اور وفا پر قائم ہے

بحریست بحرِ عشق کہ ہیچش کنارہ نیست
عشق کا سمندر ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے
آنجا جز آنکہ جاں بسپارند چارہ نیست
بجز اس کے کہ جان دیدیں وہاں کوئی چارہ نہیں ہے

آن دم کہ دل بعشق دہی خوش دمے بود
جس وقت بھی دل کو عشق میں لگا دے وہ اچھا وقت ہوگا
در کارِ خیر حاجتِ ہیچ استخارہ نیست
کارِ خیر میں کسی استخارہ کی ضرورت نہیں ہے

ما را بمنعِ عقل مترسان و مے بیار
عقل کی ممانعت کی وجہ سے ہمیں نہ ڈرا اور شراب لا
کاں شحنہ در ولایتِ ما ہیچکارہ نیست
اس لئے کہ وہ سپاہی ہمارے ملک میں کسی کام کا نہیں ہے

از چشمِ خود بپرس کہ ما را کہ میکشد
اپنی آنکھ سے پوچھ کہ ہمیں کون قتل کر رہا ہے!
جاناں گناہِ طالع و جرمِ ستارہ نیست
پیارے نصیب کی خطا اور ستارے کا جرم نہیں ہے

رویش بچشمِ پاک تواں دید چوں ہلال
اس کا چہرہ ہلال کی طرح پاک نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے
ہر دیدہ جائے جلوۂ آں ماہ پارہ نیست
ہر آنکھ اس ماہ پارے کے جلوے کی جگہ نہیں ہے

فرصت شمر طریقۂ رندی کہ ایں نشاں
رندی کے راستہ کو غنیمت سمجھ اس لیے کہ یہ نشان
چوں راہِ گنج بر ہمہ کس آشکارہ نیست
خزانے کے راستہ کی طرح ہر شخص پر آشکارا نہیں ہے

نگرفت در تو گریۂ حافظ بہیچ روی
حافظ کے رونے نے کسی طرح تجھ پر اثر نہ کیا
حیران آں دلم کہ کم از سنگِ خارہ نیست
میں اس دل سے حیران ہوں جو سنگ خارا سے کم نہیں ہے

۱؎ جس طرح تاریک رات میں شمع اپنے آپ کو گھلا کر ختم کر دیتی ہے۔ میں بھی ہجر کی راتوں میں اپنے آپ کو فنا کر رہا ہوں۔
۲؎ یعنی معشوق اپنے سوا کسی کے نہیں ہوتے ہیں۔
۳؎ جلد سے جلد عاشق ہو جانا سب سے اچھا ہے استخارہ اس بات میں کیا جاتا ہے جس کی اچھائی اور برائی کھلی ہوئی نہ ہو۔
۴؎ ہم پر عقل کی حکومت نہیں ہے۔
۵؎ تیری نگاہ نے ہی ہمیں قتل کیا ہے۔
۶؎ دفینے کا راستہ صاحبِ نصیب کو ہی ملتا ہے۔

برو ای زاہد و دعوت مکنم سوئے بہشت
اے زاہد جا اور مجھے جنت کی دعوت نہ دے
کہ خدا در ازل از بہر بہشتم نسرشت
اس لیے کہ خدا نے مجھے ازل میں جنت کے لیے نہیں بنایا ہے

یکجو از خرمن ہستی نتواند برداشت
وجود کے کھلیان سے ایک جو بھی حاصل نہ کر سکے گا
ہر کہ در راہِ فنا در رہِ حق دانہ نکشت
جس نے فنا کے راستے اور حق کے راستے میں ایک دانہ نہیں بویا

تو و تسبیح و مصلّٰے و رہِ زہد و ورع
تو ہے اور تسبیح اور جائے نماز اور پرہیزگاری اور تقویٰ کا راستہ
من و میخانہ و ناقوس و رہِ دیر و کنشت
میں ہوں اور میخانہ اور ناقوس اور بتخانہ اور آتش خانہ کا راستہ

منعم از مے مکن اے صوفیِ صافی کہ حکیم
اے خالص صوفی مجھے شراب سے نہ روک اس لیے کہ حکمت والے نے
در ازل طینتِ ما را بمے صاف سرشت
ازل میں ہمارا خمیر صاف شراب سے گوندھا ہے

صوفیِ صاف بہشتی نبود زانکہ چو من
خالص صوفی بہشتی نہیں ہو سکتا ہے اس لیے کہ اس نے میری طرح
خرقہ در میکدہ با رہنِ مئے ناب نہشت
خرابخانوں میں خالص شراب میں گدڑی کو رہن نہیں کیا ہے

لذت از حورِ بہشت و لبِ حوضش نبود
حور بہشتی کی لذت اور حوض کا کنارہ اس کو حاصل نہ ہوگا
ہر کہ او دامنِ معشوقِ خود از دست بہشت
جس نے اپنے محبوب کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا

حافظا لطفِ حق ار با تو عنایت دارد
اے حافظ اگر اللہ کی مہربانی کی تجھ پر عنایت ہو
باش فارغ ز غمِ دوزخ و شادیِ بہشت
دوزخ کے غم اور جنت کی خوشی سے بے نیاز ہو جا۔

بے مہرِ رخت روزِ مرا نور نماندہ است
تیرے رخ کے سورج کے بغیر میرے دن کے لیے کوئی روشنی نہیں رہی ہے
وز عمر مرا جز شبِ دیجور نماندہ است
اور زندگی سے میرے لیے تاریک رات کے علاوہ کچھ نہیں رہا ہے

ہنگامِ وداعِ تو ز بس گریہ کہ کردم
تیری جدائی کے وقت، تجھ سے اس قدر رویا
دور از رخِ تو چشمِ مرا نور نماندہ است
تیرے چہرے سے دوری میں میری آنکھ میں نور نہیں رہا ہے

من بعد چہ سود ار قدمے رنجہ کند دوست
اس کے بعد کیا فائدہ اگر دوست قدم رنجہ فرمائے
کز جاں رمقے در تنِ رنجور نماندہ است
اس لیے کہ رنجور جسم میں جان کی رمق بھی نہیں رہی ہے

می رفت خیالِ تو ز چشمِ من و میگفت
میری آنکھوں سے تیرا خیال جب جا رہا تھا کہتا تھا
ہیہات ازیں گوشہ کہ معمور نماندہ است
اس گوشہ پر افسوس ہے جو آباد نہیں رہا ہے

نزدیک شد آں دم کہ رقیباں بتو گویند
وہ وقت قریب آگیا ہے کہ تجھ سے رقیب کہیں گے
دور از درت آں خستہ رنجور نماندہ است
تیرے در سے دور، وہ خستہ رنجور نہیں رہا ہے

از تلخیِ ہجرانِ تو زیں گردشِ بے مہر
تیرے ہجر کی تلخی ہوا اس بے مہر گردش کی وجہ سے ہے
سوزم من ازیں غصہ کہ مستور نماندہ است
میں اس غصہ سے جل رہا ہوں کہ وہ پوشیدہ نہیں رہی ہے

وصلِ تو اجل را ز سرم دور ہمی داشت
تیرا وصال، موت کو میرے سر سے دور کیے ہوئے تھا
از دولتِ ہجرِ تو کنوں دور نماندہ است
اب تیرے ہجر کی دولت کی وجہ سے وہ دور نہیں رہی ہے

صبر است مرا چارہ ز ہجرانِ تو لیکن
تیرے ہجر کا علاج میرے لیے صبر ہے لیکن
چوں صبر تواں کرد کہ مقدور نماندہ است
صبر کیونکر کیا جائے، وہ ممکن نہیں رہا ہے

۱ زندگی سے وہی فائدہ اٹھائے گا جو فنا کا مقام حاصل کریگا۔
۲ شراب ہمارے خمیر میں ہے لہذا شراب سے روکنا مناسب نہیں ہے۔
۳ اصلی توحید یہی ہے کہ جنت اور دوزخ سے بے پروائی ہو۔
۴ میری آنکھیں بے نور ہو گئیں ہیں خدا کرے تیرا چہرہ ایسا نہ ہو۔
۵ گوشۂ چشم کی آبادی محبوب کے خیال ہی سے تھی۔
۶ ہمارے ہجر کی کیفیت سب پر ظاہر ہو گئی ہے۔

دریغم تو گر چشم مرا آب نمانده است
تجھ سے بچھڑ کر اگر میری آنکھ میں پانی نہیں رہا ہے

گو خونِ جگر ریز کہ معذور نمانده است
کہہ دو، کہ خونِ جگر بہائے کیونکہ معذور نہیں ہے

حافظ ز غم از گریہ نپرداخت بخنده
حافظ، غم کی وجہ سے رونے سے ہنسنے میں نہ لگا

ماتم زده را داعیۂ سور نمانده است
غم زدہ کو خوشی کا کوئی داعیہ نہیں رہا ہے

بادِ سحر از نافۂ تاتار وزیده است
صبح کی ہوا تاتار کے نافے سے چلی ہے

نے نے غلطم از سرِ کوئے تو رسیده است
نہیں نہیں میں نے غلط کہا تیرے کوچے سے چلی ہے

گر باد هنت غنچہ نمی کرد تبسم
اگر تیرے منہ کے مقابلہ میں غنچہ نے تبسم نہیں کیا تھا

بادِ سحرش بہر چہ ایں پرده دریده است
صبح کی ہوا نے کیوں اس کا پردہ چاک کیا ہے؟

چوں دید سرِ زلف چو زنجیر دلم گفت
جب زلف کے کنڈے کو زنجیر کی طرح دیکھا تو میرے دل نے کہا

دیوانہ ندانم کہ دراں زہر چہ دیده است
معلوم نہیں دیوانے نے اس زہر میں کیا دیکھا ہے؟

پرسی تو چہ حالِ دلِ بدروز کہ بہرت
اس بدقسمت دل کا کیا حال پوچھتا ہے جس نے تیری خاطر

از زلف تو و رنجِ شبِ تار کشیده است
تیری زلف اور تاریک رات کا رنج برداشت کیا ہے

بخشائی بر اشکم کہ چو باد از پئے بویت
میرے ان آنسوؤں پر رحم کر جو ہوا کی طرح تیری خوشبو کیلئے

سرگشتہ بدنبالِ تو بسیار دویده است
حیران، تیرے پیچھے بہت دوڑے ہیں

گفتم سرِ گیسوئے چو مارِ تو کشم گفت
میں بولا تیرے گیسوؤں کو جو سانپ کی طرح ہیں کھینچوں گا

بگذر کہ بلا جانبِ خود کس نکشیده است
اس نے کہا جانے دے کسی نے مصیبت اپنی طرف نہیں کھینچی ہے

از حالِ دل و زلفِ سیاهِ تو چہ آگاه
دل اور تیری کالی زلف کی حالت سے وہ کیا آگاہ ہو سکتا ہے

آنکس کہ گہے مارِ سیاهش نگزیده است
جس کو کبھی سیاہ سانپ نے نہ ڈسا ہو

تا کے غمِ پنہانِ تو در سینہ بدارم
میں تیرے پوشیدہ غم کو کب تک سینے میں رکھوں

چوں از غمت آہم بہ نہم چرخ رسیده است
جبکہ تیرے غم سے میری آہ نویں آسمان تک پہنچ گئی ہے

گفتی کہ چہ حالت فلاں چشم پر آبت
تونے کہا کہ اے فلاں تیری آنسوؤں بھری آنکھوں کا کیا حال ہے؟

زانخانہ چہ پرسی کہ مہ و سال چکیده است
اس گھر کے بارے میں کیا پوچھتا ہے جس کے مہینے اور سال ٹپکے ہیں

تا چند بہ وعده کہ نزدیک رسم باز
کب تک یہ وعدہ کرے گا کہ میں پھر قریب پہنچوں گا

رس تا کہ بہ بختِ سیہ رو نشنیده است
اس وقت تک آ جا جب تک کسی سیاہ رو نصیب والے نے چاہا نہ ہو

گفتی کہ شبِ حافظ بدروز خراب است
تونے کہا کہ بدنصیب حافظ کی رات تباہ ہے

عمریست کہ بے روئے تو صبحش ندمیده است
ایک عمر گذر گئی ہے کہ تیرے چہرے کے بغیر اس کی صبح نہیں ہوئی ہے

پر یرو ئے کہ رخسارش چو ماہ است
وہ پری رو جس کا رخسار چاند کی طرح ہے

ہزارش عاشقِ شیدا چو ماہست
ہم جیسے اس کے ہزاروں عاشق شیدا ہیں

ا۔ اگر آنسو ختم ہو گئے ہیں تو خونِ جگر کے آنسوؤں سے رونا چاہیے۔
۲۔ غم بھرے کو ہنسی کا کوئی داعیہ باقی نہیں؟
۳۔ چونکہ غنچہ نے تیرے منہ کی ہمسری کی تھی اسی لئے اس کا پردہ چاک ہوا ہے۔
۴۔ جس طرح ہوا تیری خوشبو حاصل کرنے کے لئے تیرے پیچھے دوڑتی ہے اسی طرح میرے آنسو تیرے در پے رہے ہیں۔
۵۔ زلف کو سیاہ سانپ سے تشبیہ دی ہے۔
۶۔ در تیب بدنصیب کو معلوم ہونے سے قبل آ جا۔
۷۔ مراد محبوب سے صبح ہے جب تک وہ نظر نہ آئے تو رات ہی رات ہے۔

زنخدانش مرا چاہست دائم — درینے چاہش خدا مارا گواہست
اس کی ٹھوڑی میرے لئے مستقل کنواں ہے — اُسکے اس کنویں میں، خدا ہی ہمارا گواہ ہے

چہ باک ار میزند شمشیر مارا — چو لعلِ دلپذیرش عذر خواہست
کیا پروا ہے اگر وہ ہمارے تلوار مارتا ہے — جبکہ اس کا دل پسند لعل، عذر خواہ ہے

کمالِ قرب زاں دارد شبِ قدر — کہ چوں زلفِ پریشانش سیاہست
شب قدر قرب میں اسی وجہ سے کمال رکھتی ہے — چونکہ وہ اس کی پریشان زلف کی طرح، سیاہ ہے

مرا چوں اشک می اندازد از چشم — نگارینے کہ عالم را پناہست
مجھے آنسو کی طرح آنکھ سے گراتا ہے — وہ معشوق، جو جہان کے لیے پناہ ہے

نگفتی خواہمت کشتن دریں راہ — زشادی روز چشم رو براہست
کیا تو نے نہیں کہا تھا کہ تجھے اس راستہ میں مار ڈالوں گا — اس خوشی میں میری آنکھ ہر روز راستہ پر لگی ہے

دل و دیں چوں فدا کردیم حافظ
اے حافظ! چونکہ ہم نے دل اور دین قربان کر دیا ہے
لبِ خشک و رخِ زردم گواہست
ہمارا خشک ہونٹ، اور زرد چہرہ، گواہ ہے

تا سرِ زلفِ تو در دستِ نسیم افتادہ است — دلِ سودا زدہ از غصہ دو نیم افتادہ است
جب سے تیری زلف کا سرا نسیم کے ہاتھ میں پڑا ہے — سودائی دل، رنج کی وجہ سے دو ٹکڑے ہوا پڑا ہے

چشمِ جادوئے تو در عینِ سوادِ سحرست — لیکن قدر ہست کہ ایں نسخہ سقیم افتادہ است
تیری آنکھ کا جادو فی الحقیقت جادو کی روشنائی ہے — بس اس قدر ہے کہ یہ نسخہ بیمار واقع ہوا ہے

در خمِ زلفِ تو آں خالِ سیہ دانی چیست — نقطۂ دودہ کہ در حلقۂ جیم افتادہ است
تیری زلف کے پیچ میں وہ کالا تل! تجھے معلوم ہے کیا ہے؟ — دھوئیں کا ایک نقطہ ہے جو جیم کے دائرے میں واقع ہوا ہے

سایۂ سروِ تو در قالبم اے عیسیٰ دم — عکس روحیست کہ بر عظمِ رمیم افتادہ است
اے عیسیٰ نفس میرے جسم پر تیرے سرو کا سایہ — روح کا ایک عکس ہے جو بوسیدہ ہڈیوں پر پڑا ہے

زلفِ مشکینِ تو در گلشنِ فردوسِ عذار — چیست طاؤس کہ در باغِ نعیم افتادہ است
رخسار کی جنت کے باغ میں تیری سیاہ زلف کیا ہے — مور ہے، جو جنت النعیم میں آ گیا ہے

دلِ من در ہوسِ روئے تو اے مونسِ جاں — خاکِ راہیست کہ در دستِ نسیم افتادہ است
اے جان کے مونس! میرا دل تیرے رخ کی ہوس میں — راستہ کی خاک ہے جو نسیم کے ہاتھ لگی ہے

ہمچو گرد ایں تنِ خاکی نتواند برخاست — از سرِ کوئے تو زاں روکہ عظیم افتادہ است
یہ خاکی جسم گرد کی طرح نہیں اٹھ سکتا ہے — تیرے کوچہ سے کیونکہ بری طرح گرا ہے

آنکہ جز کعبہ مقامش نہ بد از یادِ لبت — بر درِ میکدہ دیدم کہ مقیم افتادہ است
وہ جس کا کعبہ کے سوا کوئی مقام نہ تھا تیرے ہونٹ کی یاد سے — میں نے دیکھا ہے کہ میکدہ کے در پر مقیم ہو گیا ہے

حافظِ گم شدہ را با غمت اے جانِ عزیز — اتحادیست کہ از عہدِ قدیم افتادہ است
اے جانِ عزیز! گم شدہ حافظ کو تیرے غم سے — ایسا اتحاد ہے جو قدیم زمانہ سے ہوا ہے

---

۱ یعنی اس کنویں میں قید تنہائی ہے۔
۲ شب قدر کی سیاہی سے جتنی سیاہی کی جاتی ہے کہ وہ تیری زلفوں کی طرح کالی ہے۔
۳ تو نے مجھے قتل کر ڈالنے کا وعدہ کیا تھا، میں خوشی سے اس دن کا منتظر ہوں۔
۴ چونکہ نسیم سے بھی رقابت ہے۔
۵ جادو کے نقش میں جو اثر ہوتا ہے وہی اثر تیری کالی آنکھوں میں ہے، معشوق چونکہ عاشق کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا ہے اس لئے اس کی آنکھوں کو بیمار قرار دیا جاتا ہے۔
۶ زلف کے خم کو دال سے تشبیہ دی جاتی ہے جب کے پیٹ میں نقطہ ہوتا ہے۔
۷ حضرت عیسیٰ کے سانس میں یہ معجزہ تھا کہ وہ مردہ کو زندہ کر دیتا تھا۔ روح سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں۔
۸ زلف کو مور اور رخسار کو جنت سے تشبیہ دی ہے۔
۹ اس تمنا میں کہ نسیم اس کو اڑا کر لیجائے اور تیرا دیدار کرا دے۔

جز آستانِ توام در جہاں پناہے نیست
تیری چوکھٹ کے علاوہ دنیا میں میری کوئی پناہ نہیں ہے
سرِ مرا بجز ایں در حوالہ گاہے نیست
میرے سر کے لئے اس در کے علاوہ کوئی سر دھرنے کی جگہ نہیں ہے

عدو چو تیغ کشد من سپر بیندازم
دشمن جب تلوار کھینچتا ہے میں سپر انداز ہو جاتا ہوں
کہ تیرِ ما بجز از نالۂ و آہے نیست
اس لئے کہ ہمارا تیر ایک نالہ اور ایک آہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے

چرا ز کوئے خرابات روی بر تابم
میں شراب خانہ کے کوچے سے کیوں روگردانی کروں؟
کزیں بہم بجہاں ہیچ رسم و راہے نیست
اس لئے کہ میرے لئے دنیا میں اس سے بہتر کوئی رسم و راہ نہیں ہے

زمانہ گر بزند آتشم بخرمنِ عمر
اگر زمانہ میری عمر کے کھلیان میں آگ لگا دے
بگو بسوز کہ بر من ببرگِ کاہے نیست
کہہ دو جلا دے، اس لئے کہ وہ میرے نزدیک گھاس کے ایک تنکے کے برابر بھی نہیں ہے

غلامِ نرگسِ جمّاشِ آں سہی سروم
میں اس سیدھے قد سرو کی شوخ آنکھ کا غلام ہوں
کہ از شرابِ غرورش بکس نگاہے نیست
غرور کی شراب کی وجہ سے جس کی کسی کی طرف نگاہ نہیں ہے

مباش در پئے آزار و ہرچہ خواہی کن
ستانے کے درپے نہ ہو اور جو چاہے کر
کہ در شریعتِ ما غیر ازیں گناہے نیست
اس لئے کہ ہماری شریعت میں اس کے علاوہ کوئی گناہ نہیں ہے

عناں کشیدہ رو اے بادشاہِ کشورِ حسن
اے ملکِ حسن کے بادشاہ لگام کھینچے چل
کہ نیست بر سرِ راہے کہ دادخواہے نیست
اس لئے کہ راستہ پر کوئی ایسا نہیں جو فریادی نہیں ہے؟

عقابِ جور کشادہ است بال در ہمہ شہر
ظلم کے باز نے سب شہروں میں اپنے بازو پھیلائے ہیں
کمانِ گوشہ نشینی و تیرِ آہے نیست
گوشہ نشینی کی کمان اور آہ کا تیر نہیں ہے

چنیں کہ در ہمہ سو دامِ راہ می بینم
چونکہ میں تمام جانب راستوں کے جال دیکھتا ہوں
بہ از حمایتِ زلفِ توام پناہے نیست
تیری زلف کی حمایت سے بہتر میرے لئے کوئی پناہ نہیں ہے

خزینۂ دلِ حافظ بزلف و خال مدہ
حافظ کے دل کے خزانہ کو زلف اور تل کے سپرد نہ کر
کہ کارہائے چنیں حدِ ہر سیاہے نیست
اس لئے کہ ایسے کام ہر کالے کے بس کے نہیں ہیں

چو بشنوی سخنِ اہلِ دل مگو کہ خطاست
جب تو اہلِ دل کی بات سنے تو یہ نہ کہہ کہ غلط ہے
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست
تو خود بات سمجھنے والا نہیں ہے اے دلبر! غلطی تو یہ ہے

سرم بدنیا و عقبیٰ فرو نمی آید
میرا سر دنیا اور عقبیٰ کی طرف نہیں جھکتا ہے
تبارک اللہ ازیں فتنہا کہ در سرِ ماست
(خدا کی) بابرکت ہے ان فتنوں کو جو ہمارے سر میں ہیں

درونِ اندرونِ منِ خستہ دل ندانم کیست
مجھ خستہ دل کے اندر نہ معلوم کون ہے؟
کہ من خموشم و او در فغان و در غوغاست
کہ میں تو چپ ہوں اور وہ فریاد اور غوغا میں ہے

دلم ز پردہ بروں شد کجائی اے مطرب
میرا دل پردہ سے باہر ہو گیا اے مطرب تو کہاں ہے؟
بنال ہاں کہ ازیں پردہ کارِ ما بنواست
نالہ کر کہ اسی پردہ کی وجہ سے ہمارا کام بارونق ہے

مرا بکارِ جہاں ہرگز التفات نبود
دنیا کے کام کی طرف میری کوئی توجہ نہ تھی
رخِ تو در نظرِ من چنیں خوشش آراست
تیرے چہرہ نے اس کو میری نظر میں ایسی خوب صورت کیا ہے

۱۔ اس مصرعہ حاجز د [illegible] ناتوان [illegible] دشمن کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔
۲۔ غرور حسن کی وجہ سے وہ کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتا ہے۔
۳۔ حافظ کا یہ شعر [illegible] ہے۔
۴۔ [illegible]
۵۔ [illegible]
۶۔ زلف کی [illegible] ہے۔
۷۔ [illegible] جو شوق کی زلف میں پھنسا ہے۔
۸۔ [illegible] دونوں جہاں [illegible] ہیں۔
۹۔ [illegible] بہار [illegible]

نخفتہ ام بخیالے کہ می پزم شبہا
بہت خیالات کی وجہ سے جن کو میں پکاتا ہوں راتوں نہیں سویا
خمارِ صد شبہ دارم شراب خانہ کجاست
سو راتوں کا خمار مجھ پر چڑھا ہے شراب خانہ کہاں ہے؟

چنیں کہ صومعہ آلودہ شد بخونِ دلم
ایسی حالت میں کہ میرے خونِ دل سے عبادت خانہ آلودہ ہوا ہے
گرم بباده بشوئید حق بدستِ شماست
اگر تم شراب سے مجھے دھو دو تو حق تمہارے ساتھ ہے

ازاں بدیرِ مغانم عزیز میدارند
اس سبب سے آتش پرست آتش کدہ میں مجھے عزت سے رکھتے ہیں
کہ آتشے کہ نمیرد ہمیشہ در دلِ ماست
کہ جو آگ کبھی نہ بجھے وہ ہمیشہ ہمارے دل میں ہے

چہ ساز بود کہ بنواخت مطربِ عشاق
وہ کیا ساز تھا جو عاشقوں کے مطرب نے چھیڑا!
کہ رفت عمر و ہنوزم دماغ پُر ز صداست
کہ زمانہ گزر گیا اور صدا سے میرا دماغ پُر ہے

خمارِ عشقِ تو دیشب درانِدرونم بود
تیرے عشق کا خمار کل شب میرے اندر تھا
کجاست وقتِ عبادت چہ وقت و جائے دعاست
عبادت کا وقت کہاں ہے اور دعا کا مقام اور وقت کب ہے؟!

ندائے عشقِ تو دوشم درانِدرون دادند
تیری محبت کی آواز کل شب میرے اندر انھوں نے دی
فضائے سینۂ حافظ ہنوز پُر ز صداست
حافظ کے سینہ کی فضا اب تک صدا سے پُر ہے

چہ لطف بود کہ ناگاہ رشحۂ قلمت
کیا مہربانی تھی کہ اچانک تیرے قلم کے ترشح نے
حقوقِ خدمتِ ما عرض کرد بر کرمت
ہماری خدمت کے حقوق تیرے کرم کے سامنے پیش کر دیئے

بنوکِ خامہ رقم کردۂ سلامِ مرا
قلم کی نوک سے تو نے مجھے سلام لکھا ہے
کہ کارخانۂ دوراں مبادا بے رقمت
خدا کرے زمانہ کا کارخانہ تیری تحریر بدون نہ ہو

نگویم از منِ بیدل بسہو کردی یاد
میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ تو نے مجھ بیدل کو بھول کر یاد کیا ہے
کہ در حسابِ خرد نیست سہو بر قلمت
کیونکہ از روئے عقل تیرے قلم سے بھول نہیں ہوتی ہے

مرا ذلیل مگرداں بشکرِ ایں نعمت
اس نعمت کے شکریہ میں مجھے ذلیل نہ کر
کہ داشت دولتِ سرمد عزیز و محترمت
کیونکہ سرمدی دولت نے تجھے باعزت و محترم بنایا ہے

بیا کہ با سرِ زلفت قرار خواہم کرد
آ، میں تیری زلف سے عہد کروں گا
کہ گر سرم برود برندارم از قدمت
کہ اگر میرا سر بھی جاتا رہے گا تیرے قدم سے نہ ہٹاؤں گا

زحالِ ما دلت آگہ شود مگر وقتے
تیرا دل ہماری حالت سے شاید اس وقت آگاہ ہوگا
کہ لالہ بردمد از خاکِ کشتگانِ غمت
جبکہ تیرے غم کے ماروں کی خاک سے لالہ اُگے گا

روانِ تشنۂ ما را بجرعۂ دریاب
ہماری پیاسی روح کی ایک گھونٹ سے مدد کر دے
چو می دہند زلالِ خضر بجامِ جمت
جبکہ خضر کا پانی تیرے جامِ جم میں دے رہے ہیں

صبا ز روئے تو با ہر گلے حدیثے کرد
صبا نے تیرے چہرے کی بات ہر گل سے کہہ دی
رقیب کے رہِ غماز داد در حرمت
حاسد نے چغل خور کو تیرے حرم میں کیوں راستہ دیا؟!

دلم مقیم درِ تست حرمتش میدار
میرا دل تیری چوکھٹ پر مقیم ہے اس کی عزت کر
بشکرِ آنکہ خدا داشتہ است محترمت
اس بات کے شکریہ میں کہ خدا نے تجھے باعزت رکھا ہے

ـــ یعنی جیسی مدہوشی
سے بھی جاتی۔
ـــ آتش پرست ہماری
اس لئے عزت کرتے
ہیں کیونکہ ہمارے دل کی
آگ ہمیشہ روشن رہتی
ہے۔
ـــ عاشقوں
نے جو
نغمہ بجایا ہے
وہ سماں
گزرنے پر بھی
نہ مٹا۔
ـــ دوست کا خط آنے
پر حافظ نے یہ غزل کہی ہے۔
ـــ یعنی تب ہم مرکر بھی
ہم بچائیں گے اور
ہماری خاک سے گل و
لالہ اگیں گے۔
ـــ کارکنانِ قضا و قدر
نے تیرے جام میں سب
حیات بھر دیا ہے۔

همیشه وقتِ تو اے عیسیِ صبا خوش باد
اے عیسیٰ دم صبا خدا کرے تو ہمیشہ خوش وقت رہے

که جانِ عاشقِ دل خسته زنده شد ز دمت
اس لئے کہ خستہ دل عاشق کی جان تیری پھونک سے زندہ ہوئی ہے

ترا ز حالِ دلِ خستگاں چه غم که مدام
خستہ دلوں کی حالت سے تجھے کیا غم ہے جبکہ ہمیشہ

همی دهند شرابِ خضر بجامِ جمت
خضر کی شراب تیرے جام جم میں دیتے ہیں

کمیں گهست و تو خوش تیز میروی حافظ
اے حافظ! کمین گاہ ہے اور تو بہت تیز جا رہا ہے

مکن که گرد برآید ز شهرهٔ عدمت
ایسا نہ کر کہ تیرے عدم کی شاہراہ سے گرد اٹھے

حالِ دل با تو گفتنم هوس ست
مجھے تجھ سے حالِ دل کہنے کی ہوس ہے

خبرِ دل شنفتنم هوس ست
مجھے دل کی خبر سننے کی ہوس ہے

طمعِ خام بیں که قصه فاش
خام خواہش کو دیکھ کہ ایک کھلے قصہ کو

از رقیباں نهفتنم هوس ست
رقیبوں سے چھپانے کی مجھے ہوس ہے

شبِ قدرے چنیں عزیز و شریف
ایسی عزیز اور شریف شب قدر میں

با تو تا روز خفتنم هوس ست
مجھے دن نکلنے تک تیرے ساتھ سونے کی ہوس ہے

وه که دُردانه چنیں نازک
واہ! اس قدر نازک موتی

در شبِ تار سفتنم هوس ست
مجھے اس کو تاریک رات میں چھیدنے کی ہوس ہے

اے صبا امشبم مدد فرمای
اے صبا آج کی رات میری مدد کر دے

که سحرگه شکفتنم هوس ست
اس لئے کہ صبح کو کھلنے کی مجھے ہوس ہے

از برائے شرف بنوکِ مژه
عزت حاصل کرنے کے لئے پلکوں کی نوک سے

خاکِ راهِ تو رفتنم هوس ست
تیرے راستہ کی خاک کو صاف کرنے کی مجھے ہوس ہے

همچو حافظ برغمِ مدعیاں
دعویداروں کی ذلت کے لئے حافظ کی طرح

شعرِ رندانه گفتنم هوس ست
رندانہ شعر کہنے کی مجھے ہوس ہے

حسنت باتفاقِ ملاحت جهاں گرفت
تیرے حسن نے ملاحت کی موافقت سے تمام دنیا پر قبضہ کر لیا

آرے باتفاق جهاں میتواں گرفت
بیشک موافقت سے تمام جہاں پر قبضہ کیا جا سکتا ہے

افشائے رازِ خلوتیاں خواست کرد شمع
شمع نے گوشہ نشینوں کا راز افشاء کرنا چاہا

شکرِ خدا که سرِ دلش در زباں گرفت
خدا کا شکر ہے کہ اس کے دل کے راز نے زبان پکڑ لی

میخواست گل که دم زند از رنگ و بوئے تو
پھول نے چاہا تھا کہ تیرے رنگ و بو کا مقابلہ کرے

از غیرتش صبا نفس اندر دهاں گرفت
صبا نے غیرت سے اس کا سانس منہ میں بند کر دیا

چوں لاله کج نهاد کلاهِ طرب ز کبر
تجھ سے مستی کی ٹوپی لالہ کی طرح تکبر سے پہنے ہے

هر داغِ دل که بادهٔ چوں ارغواں گرفت
دل کا ہر وہ داغ جس نے ارغوانی شراب حاصل کر لی

تیرا حسن ملیح ہے
وہ بیان کرنے پر
قادر
نہ ہوئی
ورنہ
رسوا
کر ڈالتی۔
اسی لئے غنچہ کا منہ
بستہ ہوتا ہے۔

آں روز عشقِ ساغرِ مے خرمنم بسوخت
اُس وقت شراب کے پیالے کے عشق نے میرا خرمن جلا ڈالا

کآتش ز عکسِ عارضِ ساقی دراں گرفت
جبکہ ساقی کے رخسار کے عکس سے اس میں آگ لگ

آسودہ بر کنار چو پرگار می شدم
میں کنارے پر پرکار کی طرح آرام سے شامل تھا

دوراں چو نقطہ عاقبتم در میاں گرفت
زمانے کی گردش نے بالآخر نقطہ کی طرح مجھے درمیان میں لے لیا

خواہم شدن بکوئے مغاں آستیں فشاں
میں آستین جھاڑ کر آتش پرستوں کے کوچہ میں جانا چاہتا ہوں

زیں فتنہ ہا کہ دامنِ آخر زماں گرفت
ان فتنوں کی وجہ سے جو آخری زمانے کے دامن سے چمٹ گئے ہیں

بر برگِ گُل ز خونِ شقائق نوشتہ اند
پھول کی پتیوں پر گُلِ لالہ کے خون سے لکھ دیا ہے

کآنکس کہ پختہ شد مے چوں ارغواں گرفت
کہ وہ شخص جو پختہ ہو گیا ہے اس نے ارغوانی شراب لی ہے

مے دہ بجامِ جم کہ صباحِ صبوحیاں
جامِ جمشید میں شراب دے کہ اس لئے کہ صبح کے پینے والوں کی صبح نے

چوں پادشہ بہ تیغِ زر افشاں جہاں گرفت
زر افشاں تلوار کے ذریعہ بادشاہ کی طرح دنیا پر قبضہ کر لیا ہے

مے دہ کہ ہر کہ آخرِ کارِ جہاں بدید
شراب دے اس لئے کہ جس شخص نے دنیا کا انجام دیکھا ہے

از غم سبک برآمد و رطلِ گراں گرفت
غم سے ہلکا ہو کر نکلا ہے اور بھاری رطل ہاتھ میں لے لیا ہے

فرصت نگر کہ فتنہ چو در عالم اوفتاد
موقع دیکھو جب عالم میں فتنہ برپا ہوا

عارف بجامِ مے زد و از غم کراں گرفت
عارف نے جامِ شراب پی لیا اور غم سے کنارہ کش ہو گیا

زیں آتشِ نہفتہ کہ در سینۂ من است
اس چھپی ہوئی آگ کی وجہ سے جو میرے سینے میں ہے

خورشید شعلہ ایست کہ بر آسماں گرفت
سورج ایک شعلہ ہے جو آسمان میں لگ گیا ہے

حافظ چو آبِ لطف ز نظمِ تو میچکد
اے حافظ جبکہ پاکیزگی کا پانی تیری نظم سے ٹپکتا ہے

غیرے چگونہ نکتہ تواند براں گرفت
کوئی دوسرا اس پر کیسے نکتہ چینی کر سکتا ہے

حاصل کارگہِ کون و مکاں ایں ہمہ نیست
کون و مکاں کے کارخانہ کا خلاصہ، یہ سب کچھ نہیں ہے

بادہ پیش آر کہ اسبابِ جہاں ایں ہمہ نیست
شراب لا اس لئے کہ دنیا کے اسباب یہ سب کچھ نہیں ہیں

از دل و جاں شرفِ صحبتِ جاناں غرض است
دل اور جان سے غرض معشوق کی صحبت کا شرف ہے

ہمہ آنست وگرنہ دل و جاں ایں ہمہ نیست
سب کچھ یہی ہے ورنہ دل اور جان یہ سب کچھ نہیں ہیں

منتِ سدرہ و طوبیٰ ز پئے سایہ مکش
سدرہ اور طوبیٰ کا احسان سایہ کے لئے برداشت نہ کر

کہ چو خوش بنگری اے سروِ رواں ایں ہمہ نیست
اس لئے کہ اے سروِ رواں اگر تو غور سے دیکھے تو یہ سب کچھ نہیں ہیں

دولت آنست کہ بے خونِ دل آید بکنار
دولت وہی ہے جو دل کا خون کئے بغیر حاصل ہو

ورنہ با سعی و عمل باغِ جناں ایں ہمہ نیست
ورنہ کوشش اور عمل کے ساتھ جنت کے باغ یہ سب کچھ نہیں ہیں

پنج روزے کہ دریں مرحلہ مہلت داری
اس مرحلہ میں پانچ دن کی جو تجھے مہلت حاصل ہے

خوش بیاسائی زمانے کہ زماں ایں ہمہ نیست
آرام سے کچھ وقت گزار لے کیونکہ زمانہ یہ سب کچھ نہیں ہے

بر لبِ بحرِ فنا منتظریم اے ساقی
اے ساقی ہم فنا کے سمندر کے کنارے منتظر ہیں

فرصتے داں کہ ز لب تا بدہاں ایں ہمہ نیست
یہ سمجھ لے کہ ہونٹ سے منہ تک کی فرصت یہ سب کچھ نہیں ہے

یعنی صبح ہو گئی جلد سورج طلوع ہو گیا جب شراب کا دور چلے۔
یعنی میرے سینے کی گرمی سورج کی گرمی سے بہت زیادہ ہے۔
جو عشق کے علاوہ دنیا کی چیز ہے
سدرہ بیری کے اس درخت کا نام ہے جو ساتویں آسمان پر ہے
طوبیٰ وہ درخت ہے جس کی جڑ چوتھے آسمان پر ہے جس کی شاخیں تمام آسمانوں پر پھیلی ہیں
اتنی فرصت کہ کوئی چیز ہونٹ سے منہ کے اندر جائے یہ بھی کچھ نہیں ہے

زاہدا ایمن مشو از بازیِ غیرت زنہار | کہ رہ صومعہ تا دیرِ مغاں ایں ہمہ نیست
استغنا عاشق کی غیرت کی بانسبت ہرگز مطمئن نہ ہو | اس لئے کہ عبادت خانے سے آتش پرست کے مندر تک یہ سب کچھ نہیں ہے

دردمندی چو منِ سوختۂ زار و نزار | ظاہرا حاجتِ تقریر و بیاں ایں ہمہ نیست
مجھ جیسے سوختہ زار و نزار کی دردمندی کے لئے | بظاہر تقریر و بیان کی حاجت یہ سب کچھ نہیں ہے

از تنگی مکن اندیشہ و چوں گل خوش باش | زانکہ تمکینِ جہانِ گذراں ایں ہمہ نیست
بے آمدنی کی فکر نہ کر اور پھول کی طرح خوش رہ | اس لئے کہ گزرنے والی دنیا کی عزت یہ سب کچھ نہیں ہے

نامِ حافظ رقمِ نیک پذیرفت ولے
حافظ کے نام نے اچھا لفظ اختیار کر لیا ہے، لیکن
پیشِ رنداں رقمِ سود و زیاں ایں ہمہ نیست
رندوں کے لئے نفع اور نقصان کا لفظ یہ سب کچھ نہیں ہے

خدا چو صورتِ ابروئے دلربائے تو بست | کشادِ کارِ من اندر کرشمہائے تو بست
خدا نے جب تیرے دلربا ابرو کی صورت پیدا کی | میرے کام کی کشادگی کو تیرے ناز و انداز سے وابستہ کر دیا ہے

ہزار سروِ چمن را بخاکِ راہ نشاند | زمانہ تا قصبِ نرگسِ قبائے تو بست
چمن کے ہزاروں سرو کو راستے کی خاک پر کھڑا کر دیا | زمانے نے جب سے کہ نرگسی قصب کی قبا تجھے پہنائی ہے

مرا و مرغِ چمن را ز دل ببرد آرام | سحرگہاں کہ دلِ ہر دو در نوائے تو بست
میرے اور چمن کے پرندے کے دل سے آرام لے گیا | جبکہ صبح کے وقت نے دونوں کا دل تیری آواز سے وابستہ کر دیا ہے

زکارِ ما و دلِ غنچہ بس گرہ بکشود | نسیمِ صبح چو دل در رہِ ہوائے تو بست
ہمارے کام اور غنچے کے دل کی گرہ کھول دی | صبح کی نسیم نے جبکہ تیری محبت کے راستے سے وابستہ کر دیا

مرا بہ بندِ تو دورانِ چرخ راضی کرد | ولے چہ سود کہ سر رشتہ در رضائے تو بست
زمانے کی گردش نے مجھے تیری قید پر راضی کر دیا | لیکن کیا فائدہ جبکہ سرا تیری رضامندی سے وابستہ کر دیا ہے

چو نافہ بر دلِ مسکینِ من گرہ مفگن | کہ عہد با سرِ زلفِ گرہ کشائے تو بست
نافہ کی طرح میرے مسکین دل پر گرہ نہ لگا | اس لئے کہ اس نے تیری گرہ کشا زلف سے عہد وابستہ کر لیا ہے

تو خود حیاتِ دگر بودی اے زمانِ وصال | خطا نگر کہ دل امید در وفائے تو بست
اے وصال کے زمانے تو خود دوسری قسم کی زندگی تھا | غلطی کو دیکھ کہ دل نے تیری وفا سے امید وابستہ کر دی

ہم از نسیمِ تو روزے کشایشے یابد | چو غنچہ ہر کہ دلِ خویش در ہوائے تو بست
تیری نسیم سے کسی دن کشادگی حاصل کرے گا | غنچے کی طرح ہر وہ شخص جس نے تیری محبت سے دل وابستہ کر لیا ہے

ز دستِ جورِ تو گفتم ز شہر خواہم رفت
میں نے کہا تیرے ظلم کے ہاتھوں شہر سے چلا جاؤں گا
بخندہ گفت برو حافظا کہ پائے تو بست
اس نے ہنس کر کہا جا حافظ! تیرا پیر کس نے باندھا ہے

خلوت گزیدہ را بتماشا چہ حاجت است | چوں کوئے دوست ہست بصحرا چہ حاجت است
خلوت نشیں کو سیر کی کیا حاجت ہے! | جب دوست کا کوچہ موجود ہے تو جنگل کی کیا ضرورت ہے!

۱؎ انسان کی قطعی کیفیت؟ ہر وقت خطرے میں ہے یہ سب کچھ نہیں ہے
۲؎ دنیاوی عزت عارضی ہے
۳؎ قصب ایک ریشمی کپڑا ہے جو نرگسی رنگ کا ہوتا ہے
۴؎ میرا دل پہلو میں تیری محبت سے وابستہ ہے اس نے میرے اور غنچے کے دل کی گرہیں کھول دیں۔
۵؎ یعنی اختیار تجھے دیا ہے۔
۶؎ زمانۂ وصال بے وفا ہے اس سے وفا کی امید کرنا غلطی ہے۔

جاناں بحاجتے کہ ترا ہست با خدا
اے جاناں اس حاجت کی قسم جو تجھے خدا سے ہے
آخر دمے بپرس کہ ما را چہ حاجت است
آخر کبھی تو دریافت کر کہ ہمیں کیا ضرورت ہے؟

اے پادشاہِ حسن خدا را بسوختیم
اے حسن کے بادشاہ خدا کے لئے ہم جل گئے
بارے سوال کن کہ گدا را چہ حاجت است
بھلا ایک مرتبہ تو دریافت کر لے کہ فقیر کی کیا ضرورت ہے؟

اربابِ حاجتیم و زبانِ سوال نیست
ہم صاحب حاجت ہیں اور مانگنے کی زبان نہیں ہے
در حضرتِ کریم[۱] تمنا چہ حاجت است
داتا کے دربار میں تمنا کی کیا ضرورت ہے؟

جامِ[۲] جہاں نماست ضمیرِ منیرِ دوست
دوست کا روشن دل جام جہاں نما ہے
اظہارِ احتیاجِ خود آنجا چہ حاجت است
وہاں اپنی ضرورت ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

آں شد کہ بارِ منتِ ملاح بردمے
وہ وقت گیا کہ ملاح کے احسان کا بوجھ برداشت کرتا تھا
گوہر چو دست داد بدریا چہ حاجت است
جب موتی ہاتھ آگیا ہے دریا کی کیا ضرورت ہے؟

اے مدعی برو کہ مرا با تو کار نیست
اے مدعی جا جا میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں
احباب حاضرند باعدا چہ حاجت است
دوست موجود ہیں، تو دشمنوں کی کیا ضرورت ہے؟

محتاجِ جنگ نیست گرت قصدِ خونِ ماست
جنگ کی ضرورت نہیں ہے اگر تیرا ارادہ ہمارے خون کا ہے
چوں رخت از آنِ تست بیغما چہ حاجت است
جب سامان تیرا ہے تو لوٹ مار کی کیا ضرورت ہے؟

اے عاشقِ گدا چو لبِ روح بخشِ یار
اے گدا عاشق! جب معشوق کا روح بخش ہونٹ
میداندت وظیفہ تقاضا چہ حاجت است
تیرا حق جانتا ہے تو تقاضا کی کیا ضرورت ہے؟

حافظ تو ختم کن کہ ہنر خود عیاں شود
حافظ تو ختم کر کیونکہ ہنر خود ظاہر ہو جائے گا
با مدعی نزاع و محابا چہ حاجت است
مدعی کے ساتھ جھگڑے اور لڑائی کی کیا ضرورت ہے؟

خوشتر ز عیش و صحبت و باغ و بہار چیست
صحبت اور باغ و بہار کے عیش سے زیادہ بہتر کیا چیز ہے؟
ساقی کجاست گو سببِ انتظار[۳] چیست
ساقی کہاں ہے؟ کہو انتظار کا کیا سبب ہے؟

معنیٔ آبِ زندگی و روضۂ ارم
آب حیات، اور جنت کے باغ کی حقیقت
جز طرفِ جویبار و مے خوشگوار چیست
نہر کے کنارے اور خوشگوار شراب کے سوا کیا ہے؟

ہر وقتِ خوش کہ دست دہد مغتنم شمار
ہر اچھا وقت میسر آ جائے غنیمت سمجھ
کس را وقوف نیست کہ انجامِ کار چیست
کسی کو معلوم نہیں کہ انجام کار کیا ہے؟

پیوندِ عمر[۴] بستہ بموئیست ہوش دار
عمر کا جوڑ، بال سے بندھا ہے ہوش کر
غمخوارِ خویش باش غمِ روزگار چیست
اپنا غمخوار بن زمانہ کا غم کیا ہے؟

رازِ درونِ پردہ ز رندانِ مست پرس
پردے کے اندر کے راز مست رندوں سے دریافت کر
اے مدعی نزاعِ تو با پردہ دار چیست
اے مدعی پردہ دار سے تیرا جھگڑا کیا ہے؟

مستور[۵] و مست ہر دو چو از یک قبیلہ اند
مستور اور مست جبکہ ایک قبیلہ سے ہیں
ما دل بعشوۂ کہ دہیم اختیار چیست
ہم کس کے ناز و انداز پر دل دیں اختیار کیا ہے؟

۱ سخی تو بے مانگے دیتا ہے۔
۲ جمشید کا جام کہ اس طرح کا تھا کہ وہ اس سے تمام دنیا کے احوال معلوم کرتا تھا اسی لئے اس کو جام جہاں نما بھی کہا جاتا تھا
۳ جب سب اسباب عیش مہیا ہیں تو ساقی کو فوراً آجانا چاہیے
۴ عمر ناقابل اعتبار ہے اپنی فکر کرنی چاہئے زمانہ کی فکر بیکار ہے
۵ مستور سے زاہد اور مست سے رند مراد ہے

سہو و خطائے بندہ چو گیرند اعتبار — معنی عفو و رحمت پروردگار چیست

بھول چوک اور بندہ کی غلطی بھی جب معتبر ہو — تو اللہ کی عفو اور رحمت کے معنی کیا ہیں؟

زاہد شراب کوثر و حافظ پیالہ خواست

زاہد نے کوثر کی شراب اور حافظ نے پیالہ مانگا

تا در میانہ خواستۂ کردگار چیست

دیکھیے دونوں میں خدا کا پسندیدہ کیا ہے

خیالِ روئے تو در ہر طریق ہمرہِ ماست — نسیمِ موئے تو پیوندِ جانِ آگہِ ماست

تیرے چہرے کا خیال ہر راستہ میں ہمارے ساتھ ہے — تیری زلفوں کی نسیم ہماری آگاہ روح کا پیوند ہے

بہ نیں کہ سیبِ زنخدانِ او چہ میگوید — ہزار یوسفِ مصری فتادہ در چہِ ماست

دیکھو اس کی ٹھوڑی کا سیب کیا کہتا ہے — ہزار مصری یوسف ہمارے کنویں میں گرے ہیں

برغمِ مدعیانے کہ منعِ عشق کنند — جمال و چہرۂ تو حجتِ موجہِ ماست

ان مدعیوں کے برخلاف جو عشق سے منع کرتے ہیں — تیرا حسن اور چہرہ ہماری پسندیدہ دلیل ہے

اگر بزلفِ درازِ تو دستِ ما نرسد — گناہِ بختِ پریشان و دستِ کوتہِ ماست

اگر تیری دراز زلف تک ہمارا ہاتھ نہیں پہنچتا ہے — تو ہمارے پریشان نصیبہ اور کوتاہ ہاتھ کا قصور ہے

بحاجبِ درِ خلوت سرائے خاص بگو — فلاں ز گوشہ نشینانِ خاکِ درگہِ ماست

خاص خلوت سرائے کے دربان سے کہہ دے — فلاں ہماری درگاہ کی خاک کے گوشہ نشینوں میں ہے

بصورت از نظرِ ما اگرچہ محجوب ست — ہمیشہ در نظرِ خاطرِ مرفہِ ماست

ظاہر میں اگرچہ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہے — ہمیشہ ہماری آسودہ طبیعت کی نظر میں ہے

اگر چو حافظ سائل درے زند بکشا

اگر حافظ بھکاری کی طرح دروازہ کھٹکھٹائے تو کھول دینا

کہ سالہاست کہ مشتاقِ روئے چوں مہِ ماست

اس لئے کہ وہ سالوں سے ہمارے چاند جیسے چہرہ کا مشتاق ہے

خمِ زلفِ تو دامِ کفر و دین ست — ز کارستانِ او یک شمہ این ست

تیری زلف کا خم کفر اور دین کے لئے جال ہے — اس کے کارناموں میں سے یہ ایک تھوڑا سا نمونہ ہے

مقالاتِ نصیحت گو ہمیں ست — کہ حکمِ اندازِ ہجراں در کمین ست

نصیحت کرنے والے کی باتیں یہی ہیں — کہ ہجر کا فیصلہ کرنے والا گھات میں ہے

جمالت معجزِ حسن ست لیکن — حدیثِ غمزہات سحرِ مبین ست

تیرا جمال، حسن کا معجزہ ہے لیکن — ناز و انداز کی بات، کھلا ہوا جادو ہے

براں چشمِ سیہ صد آفریں باد — کہ در عاشق کشی سحر آفرین ست

اس سیاہ آنکھ کے لئے سو شاباشیں — جو عاشق کشی میں جادو گر ہے

عجب راہیست راہِ عشق ہیہات — کہ چرخِ ہفتمش ہفتم زمین ست

عشق کا راستہ بھی عجیب راستہ ہے ہائے افسوس — کہ اس کا ساتواں آسمان ساتویں زمین ہے

ل تیرا خیال ہر وقت ہمارے ساتھ ہے اور تیری زلفوں کی خوشبو ہماری زندگی ہے
ل کنعان کے کنویں میں تو ایک یوسف تھے معشوق کی ٹھوڑی کے کنویں میں سینکڑوں یوسف گرے ہوئے ہیں۔
ل جب تیرا حسن دیکھ لیں گے قائل ہو جائیں گے۔
ل محجوب سے اگرچہ دور ہے لیکن دل سے قریب ہے۔
ل تیری زلف میں حسن و کفر سب پھنسے ہیں۔
ل راہ عشق کی ہر چیز الٹی ہے۔

تو پنداری کہ بدگو رفت و جاں برد
تو سمجھتا ہے کہ چغلخور چلا گیا، اور مر گیا
حسابش با کراماً کاتبین ست
اس کا حساب تو کراماً[1] کاتبین کے سپرد ہے

ز چشمِ شوخِ تو کے جاں تواں برد
تیری شوخ آنکھ سے کیسے جان بچائی جا سکتی ہے
کہ دائم با کماں اندر کمین ست
جو ہمیشہ کمان لئے، گھات میں ہے

لبت را آبِ حیواں گفتم آما
تیرے ہونٹوں کو میں نے آبِ حیات کہا لیکن
چہ جائے آب کآں ماءِ معین ست
پانی کیسے کہا کہ وہ تو بہتا پانی ہے

مشو ایجاں ز کیدِ زلفش ایمن
اے جان، اس کی زلف کی تدبیر سے مطمئن نہ ہو
کہ دل برد و کنوں دربندِ دین ست
دل تو لے گئی ہے اب دین کی فکر میں ہے

حدیثِ مطرب و پیمانۂ مے
گوئیے اور شراب کے پیالے کی بات
بہ نزدِ عاشقاں آیاتِ دین ست
عاشقوں کے نزدیک دین کے معجزے ہیں

ز جامِ عشق مے نوشید حافظ
حافظ نے عشق کے جام سے شراب پی ہے
مدامش مستی و رندی ازین ست
اسی لیے اس کو ہمیشہ مستی اور رندی حاصل ہے

خوابِ آں نرگسِ فتانِ تو بے چیزے نیست
تیری فتنہ میں مبتلا کر دینے والی نرگس کی نیند بے سبب نہیں ہے
تابِ آں زلفِ پریشانِ تو بے چیزے نیست
تیری پریشان زلف کا خم بے سبب نہیں ہے

از لبت شیر رواں بود کہ من میگفتم
تیرے ہونٹوں سے دودھ جاری تھا جب میں نے کہا
کایں شکر گردِ نمکدانِ تو بے چیزے نیست
کہ یہ شکر تیرے تنگ دہان کے گرد بے سبب نہیں ہے

چشمۂ آبِ حیات ست دہانت آما
تیرا منہ آبِ حیات کا چشمہ ہے لیکن
زیرِ لب چاہِ زنخدانِ تو بے چیزے نیست
ہونٹ کے نیچے تیری ٹھوڑی کا گڑھا بے سبب نہیں ہے

جاں درازیِ تو بادا کہ یقیں میدانم
خدا کرے تیری عمر دراز ہو، مجھے یقین ہے
در کماں ناوکِ مژگانِ تو بے چیزے نیست
کمان میں تیری پلک کا تیر بے سبب نہیں ہے

مبتلائے بغم و محنت و اندوہ و فراق
غم و مصیبت اور رنج و فراق میں مبتلا ہو کر
اے دل ایں نالہ و افغانِ تو بے چیزے نیست
اے دل تیرا یہ نالہ اور فریاد کرنا بے سبب نہیں ہے

دوش باد از سرِ کویش بگلستاں بگذشت
شب گذشتہ ہوا اس کے کوچے سے باغ میں پہنچی
اے گل ایں چاکِ گریبانِ تو بے چیزے نیست
اے پھول، یہ تیرا چاک گریبان بے سبب نہیں ہے

دردِ عشق ار چہ دل از خلق نہاں میدارد
دل اگرچہ دردِ عشق کو لوگوں سے پوشیدہ رکھتا ہے
حافظ ایں دیدۂ گریانِ تو بے چیزے نیست
حافظ تیری یہ رونے والی آنکھیں بے سبب نہیں ہیں

خمے کہ ابروئے شوخِ تو در کماں انداخت
تیرے شوخ ابرو نے کمان میں جو خم پیدا کیا ہے
بقصدِ جانِ منِ زارِ ناتواں انداخت
مجھ کمزور و زار حال کی جان لینے کے لئے پیدا کیا ہے

---

[1] کراماً کاتبین وہ فرشتے ہیں جو انسان کی نیکی اور بدی لکھتے ہیں۔

[2] یعنی کہ ستوال آنکھ اور بکھری زلفوں کے بل اور تباہی پیدا کرتے ہیں۔

[3] میں نے تیرے ہونٹوں میں ہی کہہ دیا تھا کہ اس بچے کے لبِ شیریں بہت قاتل ہوں گے۔

[4] بلکہ اس لئے ہے کہ آبِ حیات کے متلاشی کنوئیں میں آ پہنچے۔

[5] ابرو کو کمان سے اور پلکوں کو تیر سے تشبیہ دی جاتی ہے

[6] معشوق کے کوچے کی محبت میں مبتلا ہو کر پھول کا گریبان چاک ہو گیا ہے۔

شراب خوردہ و خوے کردہ کے شدی بچمن — کہ آبِ روئے تو آتش در ارغواں انداخت

تو شراب پی کر پسینہ کی حالت میں کب چمن میں آیا تھا — کہ تیرے چہرہ کی رونق نے گلِ ارغواں میں آگ لگا دی ہے

بیک کرشمہ کہ نرگس بخود فروشی کرد — فریبِ چشمِ تو صد فتنہ در جہاں انداخت

یک کرشمہ کے باعث جو نرگس نے خود نمائی میں دکھایا — تیری آنکھوں کے فریب نے دنیا میں سو فتنے پیدا کر دئے

خراب و خستۂ قدِ توام تعالے اللہ — چہ کلک بود کہ ایں خطِ دلستاں انداخت

تیرے قد کی وجہ سے میں خراب اور خستہ ہوں بحمد اللہ — کونسا قلم تھا جس نے یہ دلستاں خط ڈالا ہے

ز شرم آنکہ بروئے تو نسبتش کردند — سمن بدستِ صبا خاک در دہاں انداخت

اس شرم سے کہ لوگوں نے اس کو تیرے چہرے سے تشبیہ دی — سمن نے صبا کے ہاتھ سے منہ میں خاک ڈالی

بہ بزمگاہِ چمن دوش مست بگذشتم — کہ از دہانِ توام غنچہ در گماں انداخت

کل رات سیر گاہ میں میں مست ہو کر گذر رہا تھا — کہ غنچے نے مجھے تیرے منہ کے شبہ میں ڈال دیا

بنفشہ طرۂ مفتولِ خود گرہ میزد — صبا حکایتِ زلفِ تو در میاں انداخت

بنفشہ نے اپنی گوندھی ہوئی زلفوں میں گرہ لگائی تھی — صبا نے تیری زلف کا قصہ درمیان میں چھیڑ دیا

کنوں بآبِ مےِ لعل خرقہ می شویم — نصیبۂ ازل از خود نمیتواں انداخت

اب لعل کے پانی سے شراب میں گدڑی دھو رہا ہوں — ازلی نصیبہ اپنے سے نہیں ہٹایا جا سکتا ہے

نبود رنگِ دو عالم کہ نقشِ الفت بود — زمانہ طرحِ محبت نہ ایں زماں انداخت

دونوں جہانوں کا رنگ بھی نہ تھا کہ محبت کا نقش قائم ہو گیا تھا — زمانے نے محبت کی بنیاد اب نہیں ڈالی ہے

من از ورع مے و مطرب ندیدمے ہرگز — ہوائے مغبچگانم درین و آں انداخت

میں پرہیزگاری کیوجہ سے شراب اور گویئے کو کبھی نہ دیکھتا — مغبچوں کی محبت نے مجھے اس اور اس میں مبتلا کر دیا

جہاں بکامِ دل اکنوں شود کہ دورِ زماں — مرا بہ بندگیِ خواجۂ زماں انداخت

دنیا دل کے منشاء کے مطابق اب ہو گئی اس لئے کہ زمانے نے — مجھے خواجۂ زماں کی بندگی میں لگا دیا ہے

مگر گشایشِ حافظ دریں خرابی بود

شاید حافظ کی سہولت اس خرابی میں تھی

کہ قسمتِ ازلش در مئے مغاں انداخت

اس لئے کہ ازلی قسمت نے اس کو مغبچوں کی شراب میں مبتلا کر دیا ہے

دل سرا پردۂ محبتِ اوست — دیدہ آئینہ دارِ طلعتِ اوست

دل، اس کی محبت کا خیمہ ہے — آنکھ، اس کے چہرے کی آئینہ دار ہے

منکہ سر در نیاورم بدو کون — گردنم زیرِ بارِ منتِ اوست

میں جو کہ دونوں جہاں کے سامنے سر نہیں جھکاتا — میری گردن اس کے احسان کی زیرِ بار ہے

تو و طوبےٰ و ما و قامتِ یار — فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست

تو ہے اور طوبیٰ، میں ہوں اور دوست کا قد — ہر انسان کی فکر اس کی ہمت کے اندازے کے مطابق ہے

دورِ مجنوں گذشت و نوبتِ ماست — ہر کسے پنج روزہ نوبتِ اوست

مجنوں کا دور گذر گیا، اب ہمارا دور ہے — ہر شخص کو کچھ دن کے لیے دور ہے

ـــــ

لـہ تیری نگاہوں کا فتنہ نرگس سے بہت بڑھا ہوا ہے۔
لـہ قد کو خط سے تشبیہ دیجاتی ہے۔
لـہ سمن ایک سفید خوشبودار پھول ہے۔ جس سے معشوق کے چہرے کو تشبیہ دیجاتی ہے۔
لـہ تو وہ اپنے منہ پر بہت شرمندہ ہوئی۔
لـہ یعنی دل اس کی محبت کا خیمہ ہے۔
لـہ دور مجنوں میں عاشق بے میں قمر یاد ہے۔
لـہ اب ہم مجنوں دراں تھا۔

من که باشم دراں حرم که صبا — پرده دار حریمِ حرمتِ اوست
اس حرم میں میں کون ہوتا ہوں جبکہ صبا — اس کی حرمت کے حریم کی پردہ دار ہے

ملکتِ عاشقی، و گنجِ طرب — هر چه دارم ز یُمنِ همتِ اوست
عاشقی کا ملک، اور مستی کا خزانہ — جو کچھ میرے پاس ہے اس کی توجہ کی برکت سے ہے

من و دل گر فنا شویم چه باک — غرض اندر میاں سلامتِ اوست
میں اور دل، اگر فنا ہو جائیں تو کیا پروا ہے — مقصود درمیان میں اس کی سلامتی ہے

بے خیالش مباد منظرِ چشم — زانکه ایں گوشه خاص دولتِ اوست
خدا کرے، نگاہ کا منظر اس کے خیال سے خالی نہ ہو — اس لیے کہ یہ گوشہ خاص اس کی دولت ہے

گر من آلوده دامنم چه عجب — همه عالم گواهِ عصمتِ اوست
اگر میں آلودہ دامن ہوں تو کیا تعجب ہے — اس کی پاکدامنی کا سارا عالم گواہ ہے

هر گلِ نو که شد چمن آرائے — اثرِ رنگ و بوئے صحبتِ اوست
ہر وہ نیا پھول، جو چمن آرا بنا — اس کی صحبت کے رنگ و بو کا اثر ہے

فقرِ ظاهر مبیں که حافظ را
ظاہری فقر کو نہ دیکھ، حافظ کا سینہ
سینه گنجینهٔ محبتِ اوست
اس کی محبت کا خزانہ ہے

دارم امیدِ عاطفتے از جنابِ دوست — کردم خیانتے و امیدم بعفوِ اوست
دوست کے دربار سے مہربانی کا امیدوار ہوں — میں نے خیانت کی ہے اور میری امید اس کے عفو سے وابستہ ہے

دانم که بگذرد ز سرِ جرمِ من که او — گرچه پری وش ست ولیکن فرشته خوست
مجھے معلوم ہے کہ وہ کسی دن میرے جرم سے درگذر کرے گا — اس لیے کہ وہ اگرچہ پری جیسا ہے لیکن فرشتہ خصلت ہے

بے گفتگوئے زلفِ تو دل را همی برد — با روئے دلکشِ تو کرا روئے گفتگوست
بغیر بات چیت کے تیری زلف دل کو لے جاتی ہے — تیرے دلکش چہرے کے سامنے بات کرنے کو کس کا منہ ہے

عمریست تا ز زلفِ تو بوئے شنیده ایم — زاں بوئے در مشامِ دلِ ما هنوز بوست
ایک زمانہ گزرا جب ہم نے تیری زلف کی خوشبو سونگھی تھی — ہمارے دل کی قوت شامہ میں اس سے اب تک خوشبو ہے

هیچ است آں دهاں که نبینم ازو نشاں — موئیست آں میاں و ندانم که آں چه موست
وہ منہ کچھ بھی نہیں ہے اس لیے کہ میں نے اس کا کوئی نشان نہ دیکھا — وہ کمر ایک بال ہے لیکن مجھے معلوم نہیں وہ کس قسم کا بال ہے

دارم عجب ز نقشِ خیالش که چوں نرفت — از دیده ام که دمبدمش کارِ شست و شوست
مجھے اس کے نقش خیال پر تعجب ہے کہ وہ کیوں نہ مٹا — میری آنکھوں سے کہ ان کا کام ہر وقت دھونا اور صاف کرنا ہے

چنداں گریستیم که هر کس که بر گذشت — از دیده ام چو دید رواں گفت ایں چه جوست
ہم اس قدر روئے کہ جو شخص بھی گزرا — جب میری آنکھ کو جاری دیکھا تو بولا یہ کونسی نہر ہے

ما سر چو گوئے بر سرِ کوئے تو باختیم — واقف نشد کسے که چه گویست و ایں چه کوست
ہم نے تیرے کوچہ پر گیند کی طرح سر کو ہار دیا — لیکن کوئی نہ سمجھا کہ یہ کیا گیند ہے اور یہ کونسا کوچہ ہے

۱ میری آلودہ دامنی سے اس کا کیا بگڑتا ہے۔
۲ چمن کے پھولوں میں رنگ و بو اس کی محبت سے پیدا ہوئے ہیں۔
۳ مشرق کے منہ کو معدوم قرار دیا جاتا ہے اور کمر کو بال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
۴ میری آنکھوں پر مجھ کو شبہ ہوتا ہے۔

حافظ بد است حال پریشان تو ولے
اے حافظ تیرا پریشان حال برا ہے لیکن

بر یاد زلف یار پریشانیت نکوست
یار کی زلف کی یاد میں تیری پریشانی بہتر ہے

در دیر مغاں آمد یارم قدحے در دست
آتش پرستوں کے بتخانے میں دوست ہاتھ میں پیالہ لئے آیا

مست از مے و میخواراں از نرگس مستش مست
وہ شراب سے مست تھا اور شرابی اس کی مست نرگس سے مست تھے

از نعل سمند او شکل مہ نو پیدا
اس کے گھوڑے کے نعل سے پہلی رات کے چاند کی شکل ظاہر تھی

وز قد بلند او بالائے صنوبر پست
اور اس کے بلند قد کے مقابلہ میں صنوبر کا قد پست تھا

آخر ز چہ گویم ہست از خود خبرم چوں نیست
میں کس طرح سے کہوں کہ وہ ہے جبکہ مجھے اپنی خبر نہیں

وز بہر چہ گویم نیست با او نظرم چوں ہست
میں کس لئے کہوں کہ وہ نہیں ہے جبکہ اس پر میری نظر ہے

چوں شمع وجود من شب تا بسحر خود را
میرا وجود شمع کی طرح رات سے اپنے آپ کو صبح تک

میسوخت چو پروانہ تا رفت و زپا ننشست
پروانے کی طرح وہ صبح تک جلاتا رہا اور پیر کے بل نہ بیٹھا

شمع دل دمسازاں بنشست چو او برخاست
جب وہ اٹھ کر گیا تو عاشقوں کے دل کی شمع بھی

افغان نظر بازاں برخاست چو او بنشست
نظر بازوں کی فریاد بلند ہوئی جب وہ بیٹھا

گر غالیہ خوشبو شد در گیسوئے او آویخت
اگر غالیہ خوشبو تھی، تو اس کے گیسو سے وابستہ ہوئی

ور وسمہ کماں کش شد با ابروئے او پیوست
اگر وسمہ کمان کش بنا تھا اس کے ابرو سے وابستہ ہوا

بازآی کہ باز آید عمر شدہ حافظ
تو پھر آجا تاکہ حافظ کی گئی عمر لوٹ آئے

ہر چند کہ ناید باز تیرے کہ بشد از شست
اگرچہ کمان سے نکلا ہوا تیر کبھی واپس نہیں لوٹتا ہے

در ایں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل ست
اس زمانہ میں اگر کوئی دوست خرابی سے خالی ہے

صراحی مئے ناب و سفینۂ غزل ست
وہ خالص شراب کی صراحی اور غزل کی کتاب ہے

جریدہ رو کہ گذرگاہ عافیت تنگ ست
تنہا چل اس لئے کہ عافیت کا راستہ تنگ ہے

پیالہ گیر کہ عمر عزیز بے بدل ست
پیالہ تھام لے اس لیے کہ پیاری عمر بے بدل ہے

نہ من ز بے عملی در جہاں ملولم و بس
زمانہ میں میں ہی صرف بے عملی سے رنجیدہ نہیں ہوں

ملالت علما ہم ز علم بے عمل ست
علماء کو بھی علم بے عمل کا رنج ہے

بچشم عقل بہیں در جہان پر آشوب
پر فتنہ زمانہ کو عقل کی آنکھ سے دیکھ

جہان و کار جہاں بے ثبات و بے محل ست
دنیا، اور دنیا کا کام ناپائیدار اور بے محل ہے

دلم امید فراواں ز وصل روئے تو داشت
میرا دل تیرے چہرے کے وصال کی بہت زیادہ امید رکھتا تھا

ولے اجل بہ رہ عمر رہزن امل ست
لیکن عمر کے راستے میں موت امید کی رہزن ہے

ز قسمت ازلی چہرۂ سیہ بختاں
سیاہ نصیب والوں کا چہرہ جو ازلی قسمت کی بنا پر ہے

بشستہ و شوئی نگردد سفید و ایں مثل ست
دھونے دھلانے سے سفید نہیں ہوتا ہے اور یہ کہاوت ہے

۱ گھوڑے کا نعل جس کی شکل ہلال ہوتا ہے۔
۲ منہ میں اس کی موجودگی بتا سکتا ہوں اس لئے کہ میں اپنے سے بے خبر ہوں خاص کی عدم موجودگی کیونکہ وہ میری نظروں میں سمایا ہے۔
۳ غالیہ ایک مرکب خوشبو ہے جس سے ابرو کا نشان بنایا جاتا تھا۔
۴ مخلص دوست صراحی اور شاعری کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔
۵ اس دنیا میں توشہ تنہائی میں ہی عافیت ہے۔
۶ ... بے عمل ہوں تو علماء باوجود علم کے بے عمل تر ہیں
۷ انسان زندگی میں اپنی تمنا پوری نہیں کر سکتا ہے۔
۸ جو ازل سے بد بخت ہے وہ کبھی سعادتمند نہیں بن سکتا۔

بگیر طرّۂ مہ طلعتے و قصہ مخواں
کسی چاند جیسے چہرے والے کی زلف پکڑ لے اور قصے نہ پڑھ
کہ سعد و نحس ز تاثیرِ زہرہ و زحل ست
کہ نیک بختی اور بد بختی زہرہ اور زحل کی تاثیر سے ہے

خلل پذیر بود ہر بنا کہ می بینی
جو بنیاد بھی تو دیکھتا ہے وہ نقصان پذیر ہے
مگر بنائے محبت کہ خالی از خلل ست
لیکن محبت کی بنیاد، جو خلل سے خالی ہے

بہیچ دور نخواہند یافت ہشیارش
کسی زمانہ میں بھی اس کو ہوش میں نہ پائیں گے
چنیں کہ حافظِ ما مستِ بادۂ ازل ست
اس لئے کہ ہمارا حافظ ازلی شراب سے مست ہے

دل و دینم شد و دلبر بملامت برخاست
میرا دل اور دین تو گیا اور معشوق ملامت پر آمادہ ہوا
گفت با ما منشیں کز تو سلامت برخاست
بولا ہمارے ساتھ نہ بیٹھ اس لئے کہ تجھ سے سلامتی جاتی رہی ہے

کہ شنیدی کہ دریں بزم دمے خوش بنشست
کس نے سنا ہے کہ اس بزم میں تھوڑی دیر کیلئے (آرام سے بیٹھا)
کہ نہ در آخرِ صحبت بہ ندامت برخاست
آرام سے بیٹھا ہو کہ آخر صحبت میں ندامت لیکر نہ اٹھا ہو؟

شمع گر زاں لبِ خنداں بزباں لافے زد
شمع نے اگر اس ہنستے ہونٹ پر زبان سے لاف زنی کی
پیشِ عشاقِ تو شبہا بغرامت برخاست
تو تیرے عاشقوں کے سامنے راتوں سزا میں کھڑی رہی

در چمن بادِ بہاری ز کنارِ گل و سرو
چمن میں موسم بہار کی ہوا گل اور سرو کی آغوش سے
بہواداریِ آں عارض و قامت برخاست
اس رخسار اور قد کی محبت میں اٹھ کھڑی ہوئی

مست بگذشتی و از خلوتیانِ ملکوت
تو مست ہو کر گزرا اور عالم ملکوت کے خلوت نشینوں میں سے
بتماشائے تو آشوبِ قیامت برخاست
تیرے دیدار کے لئے قیامت کا شور بر پا ہوا

پیشِ رفتارِ تو پا بر نگرفت از خجلت
تیری رفتار کے آگے شرمندگی سے ایک قدم نہ اٹھا سکے
سروِ سرکش کہ بنازِ قد و قامت برخاست
وہ سرکش سرو جو قد و قامت کے ناز سے اٹھا تھا

حافظ ایں خرقہ بینداز مگر جاں ببری
حافظ یہ گدڑی اتار پھینک شاید جان بچالے
کاتش از خرمنِ سالوس و کرامت برخاست
اس لئے کہ مکر اور کرامت کے خرمن سے آگ بھڑک اٹھی ہے

دیدی کہ یار جز سرِ جور و ستم نداشت
تو نے دیکھا کہ یار نے ظلم و ستم کے علاوہ کوئی خیال نہ کیا
بشکست عہدِ ما و ز ما ہیچ غم نداشت
ہمارے عہد کو توڑ ڈالا اور اس کو اس کا کوئی غم نہ ہوا

یارب مگیرش ارچہ دلِ چوں کبوترم
اے خدا اس سے مواخذہ نہ کر اگرچہ اس نے میرے کبوتر جیسے دل کو
افگند و کشت و حرمتِ صیدِ حرم نداشت
پچھاڑا اور مار ڈالا اور حرم کے شکار کا کوئی احترام نہ کیا

بر من جفا ز بختِ بد آمد وگرنہ یار
مجھ پر مقدر سے ظلم ہوا ورنہ دوست
حاشا کہ رسمِ جور و طریقِ ستم نداشت
ہرگز ظلم کی عادت اور ستم کا طریقہ نہیں رکھتا تھا

دل ایں ہمہ جفا کہ بخواری کشید ازو
دل نے تمام جفائیں کہ ساتھ ذلت کے جو اس نے اس کی وجہ سے برداشت کیں
ہر جا کہ رفت ہیچکسش محترم نداشت
جس جگہ بھی گیا کسی نے اس کی عزت نہ کی

۱ جو وقت بھی ملجائے لطف و عیش سے گزار دینا چاہئے۔
۲ بزم عشق میں راحت کم اور تکلیف زیادہ ہے۔
۳ یعنی شمع نے چونکہ لاف زنی کی اسی لئے رات بھر کھڑی رہی۔
۴ باد بہاری اسی کے عشق میں ماری ماری پھرتی ہے۔
۵ سرو ترے قد کو دیکھ کر اس قدر شرمندہ ہے کہ ایک قدم نہیں چل سکتا۔
۶ دل کو حرم کا کبوتر قرار دیا جس کا مارنا سخت گناہ ہے۔
۷ اپنی مظلومیت کا سبب مقدر کو قرار دیا تاکہ محبوب کی بے گناہی ثابت ہو سکے
۸ چونکہ محبوب نے دل کو ذلیل کیا اب سب اس کو ذلیل کرتے ہیں۔

ساقی بیار بادہ و با مدعی بگو
ساقی شراب لے آ، اور مدعی سے کہہ دے

انکار ما مکن کہ چنیں جام جم نداشت
ہم پر انکار نہ کر اس لئے کہ اس کے پاس ایسا جام جمشید نہیں ہے

ہر راہرو کہ رہ بحریم درش نبرد
ہر وہ سالک جس نے اس کے حرم کا راستہ طے کیا

مسکیں برید وادی و رہ در حرم نداشت
اس بیچارے نے جنگل طے کئے اور حرم میں نہ پہنچا

خوش وقت رند مست کہ دنیا و آخرت
وہ مست رند خوش وقت ہے جس نے دنیا و آخرت کو

بر باد داد و ہیچ غم از بیش و کم نداشت
برباد کر دیا، اور کمی و بیشی کا غم نہ کیا

حافظ ببر تو گوئے فصاحت کہ مدعی
اے حافظ تو فصاحت کی بازی جیت لے اس لئے کہ مدعی

ہیچش ہنر نبود و خبر نیز ہم نداشت
کے پاس کوئی ہنر نہیں اور اس کو کچھ خبر نہیں ہے

دیدمش دوش کہ سرمست و غزلخواں میرفت
میں نے اس کو کل دیکھا کہ مستی میں غزل خواں چلا جاتا تھا

جام مے بر کف و در مجلس رنداں میرفت
ہتھیلی پر شراب کا جام تھا اور رندوں کی مجلس میں چلا جاتا تھا

ہمچو جاں از بر ما آں سرو خراماں میرفت
وہ خرام کرنے والا سرو ہمارے پاس سے جان کی طرح چلا جاتا تھا

متنفر شدہ از بندہ گریزاں میرفت
خادم سے متنفر ہو کر بھاگا جا رہا تھا

چوں ہمی گفتمش اے مونس دیرینہ من
جب میں نے اس سے کہا اے میرے پرانے غمخوار

سخت میگفت و دل آزردہ پریشاں میرفت
تو اس نے سختی سے جواب دیا اور پریشان دل ہو کر جا رہا تھا

نقش خوارزم و خیال لب جیحوں میبست
خوارزم کا نقشہ اور جیحوں کے کنارے کا خیال باندھتا تھا

با ہزاراں گلہ از ملک سلیماں میرفت
ہزاروں شکووں کے ساتھ سلیمان کے ملک سے جا رہا تھا

می شد آنکس کہ چو او جان سخن کس نشگفت
وہ شخص جا رہا تھا جس کی طرح بات کی روح کو کسی نے نہ سمجھا

من ہمی دیدم و از کالبدم جاں میرفت
میں دیکھ رہا تھا اور میرے جسم سے جان جا رہی تھی

گفتم اکنوں سخن خوش کہ بگوید با ما
میں نے کہا اب پیاری پیاری باتیں ہم سے کون کہے گا

کاں شکر لہجہ خوشگوئے سخنداں میرفت
اس شکر و شیریں لہجہ والا، خوشگو، سخنداں جا رہا تھا

لابہ بسیار نمودم کہ مرو سود نداشت
میں نے بہت خوشامد کی کہ جا نہیں کچھ فائدہ نہ ہوا

زانکہ کار از نظر رحمت سلطاں میرفت
اس لئے کہ کام بادشاہ کی نظر رحمت سے گزرا جا رہا تھا

بادشاہا ز کرم از سر جرمش بگذر
اے بادشاہ کرم کر کے اس کی خطا معاف کر دے

چہ کند سوختہ از غایت حرماں میرفت
وہ سوختہ کیا کرے انتہائی ناامیدی سے جا رہا تھا

چوں بشد آں صنم از دیدۂ حافظ غائب
جب وہ صنم حافظ کی آنکھ سے غائب ہوا

اشک ہموارہ ز رخسار بداماں میرفت
آنسو برابر رخسار سے دامن کی طرف چلے تھے

روزہ یکسو شد و عید آمد و دلہا برخاست
روزہ ختم ہوا اور عید آئی اور دلوں میں امتنان پیدا ہوا

مے ز میخانہ بجوش آمد و مے باید خواست
شراب بھرا میخانوں میں جوش میں آ گئی ہے تو شراب مانگنی چاہیے

ے جو کچھ جام جم
جلیلہ آئینہ پر کائنات کے
راز کھلتے ہیں جو حافظ پر
نہیں کھلتے ہیں۔

ے اصل تو حید ہے
کہ محبوب کی خلوت میں
طالب بے حجاب
ہو جائے
ے یعنی
اپنے
بت کو دیکھ کر
کیا آواز بھڑکیا
ے خوارزم ملک ترکستان کا
ہے جیحوں مشہور دریا ہے
ملک سلیمان سے مراد
شیراز ہے
ے یعنی بڑا محبوب اور
سخن شناس تھا

نوبتِ زہد فروشانِ گراں جاں بگذشت
سخت جان زہد فروشوں کی باری گئی
وقتِ شادی و طرب کردنِ رنداں برخاست
رندوں کی خوشی اور مستی کا وقت آگیا

چہ ملامت بود آں را کہ چو ما بادہ خورد
جو ہماری طرح شراب پیے اس کو کیا ملامت ہو سکتی ہے
ایں چہ عیب است بر عاشقِ رند و چہ خطاست
یہ بات عاشق رند پر نہ عیب ہے نہ اس کی غلطی ہے

بادہ نوشی کہ درو روی و ریائے نبود
وہ شراب نوشی جس میں کوئی ریاکاری نہ ہو
بہتر از زہد فروشی کہ درو روی و ریاست
اس زہد فروشی سے بہتر ہے جس میں دکھاوا اور ریاکاری ہے

ما نہ مردانِ ریائیم و حریفانِ نفاق
ہم نہ ریاکار ہیں نہ نفاق پسند
آنکہ او عالمِ سرّ است بدیں حال گواست
جو راز کو جانتا ہے وہ اس حال پر گواہ ہے

فرضِ ایزد بگذاریم و بکس بد نکنیم
ہم خدا کا فرض ادا کرتے ہیں اور کسی کے ساتھ برائی نہیں کرتے
وآنچہ گویند روا نیست نگوئیم رواست
اور جس کو ناجائز کہتے ہیں اس کو ہم جائز نہیں کہتے

چہ شود گر من و تو چند قدح بادہ خوریم
کیا ہو جائے گا اگر میں اور تو چند پیالے پی لیں گے
بادہ از خونِ رزانست نہ از خونِ شماست
شراب انگوروں کا خون ہے تمہارا خون تو نہیں ہے

ایں نہ عیب است کزیں عیب خلل خواہد بود
یہ کوئی ایسا عیب نہیں ہے جس سے کوئی خرابی ہوگی
ور بود عیب چہ شد مردمِ بے عیب کجاست
اور اگر عیب بھی ہے تو کیا ہوا بے عیب انسان کہاں ہیں

بادہ می نوش و میازار تو کس را حافظ
اے حافظ تو شراب پی اور کسی کو نہ ستا
زانکہ آزردنِ مردم ہمگی عینِ خطاست
اس لیے کہ انسانوں کو ستانا عین غلطی ہے

حافظ از عشقِ خط و خالِ تو سرگرداں ست
حافظ تیرے خط و خال کے عشق میں سرگرداں ہے
ہمچو پرکار ولے نقطۂ دل پابرجاست
پرکار کی طرح، لیکن دل کا نقطہ ایک جگہ ہے

روضۂ خلدِ بریں خلوتِ درویشاں ست
درویشوں کی خلوت خلد بریں کا باغیچہ ہے
مایۂ محتشمی خدمتِ درویشان است
درویشوں کی خدمت، عزت کا سرمایہ ہے

کنجِ عزلت کہ طلسماتِ عجائب دارد
گوشہ تنہائی جو عجائبات کے طلسم رکھتا ہے
فتحِ آں در نظرِ رحمتِ درویشان است
اس کی کشادگی درویشوں کی توجہ کی نظر میں ہے

قصرِ فردوس کہ رضوانش بدربانی رفت
جنت کا وہ محل جس کی دربانی کے لیے رضوان پہونچا
منظرے از چمنِ نزہتِ درویشان است
درویشوں کی سیر کے چمن کا ایک منظر ہے

آنچہ زر میشود از پرتوِ آں قلبِ سیاہ
جس کے سایہ سے سیاہ دل سونا بن جاتا ہے
کیمیائیست کہ در صحبتِ درویشان است
ایک ایسی کیمیا ہے جو درویشوں کی صحبت میں ہے

وآنکہ پیشش بنہد تاجِ تکبر خورشید
جس کے سامنے سورج تکبر کا تاج اتار پھینکے
کبریائیست کہ در حشمتِ درویشان است
وہ ایسی بڑائی ہے جو درویشوں کی دولت میں ہے

دولتے را کہ نباشد غم از آسیبِ زوال
وہ دولت جس کو زوال کے خطرہ کا غم نہ ہو
بے تکلف بشنو دولتِ درویشاں است
بے تکلف سن لے وہ درویشوں کی دولت ہے

۱ رندوں کی عید آگئی اب زاہدوں کی حکومت گزر گئی۔
۲ ہمارا ظاہر و باطن یکساں ہے لہٰذا ہم منافق نہیں ہیں۔
۳ ہم خدا کی اطاعت اور زاہدانِ خشک کی مخالفت کرتے ہیں۔
۴ حرام تو انسان کا خون پینا ہے نہ کہ انگور کا خون پینا۔
۵ اگرچہ حافظ آوارہ گرد ہے لیکن دل تجھ ہی سے وابستہ ہے۔
۶ فقرا کی خدمت سے بڑائی حاصل ہوتی ہے۔
۷ اولیاء اللہ کی توجہ سے زندگی کے سربستہ راز کھلتے ہیں۔
۸ فقرا کی سیرت و صفات میں جنت سے اعلیٰ ہیں۔

خسرواں قبلۂ حاجات جہانند ولے
بادشاہ، جہاں کے قبلۂ حاجات ہیں لیکن

سببش بندگیِ حضرتِ درویشان است
اس کا سبب درویشوں کے دربار کی غلامی ہے

روئے مقصود کہ شاہانِ جہاں می طلبند
جس مقصود کے چہرے کو دنیا کے بادشاہ طلب کرتے ہیں

مظہرش آئنۂ طلعتِ درویشان است
اس کا ظہور درویشوں کے چہرے کا آئینہ ہے

اے توانگر مفروش ایں ہمہ نخوت کہ ترا
اے مالدار! تکبر کی رونمائی نہ کر اس لیے کہ تیری

سروری در کنفِ ہمتِ درویشان است
سرداری، درویشوں کی توجہ کے پہلو میں ہے

گنجِ قاروں کہ فرو میرود از قہر ہنوز
قارون کا خزانہ جو اب تک قہر کے سبب دھنس رہا ہے

خواندہ باشی تو کہ از غیرتِ درویشان است
تو نے پڑھا ہوگا کہ درویشوں کی غیرت کی وجہ سے ہے

بندۂ آصفِ عہدیم کہ در سلطنتش
ہم اس آصفِ زمانہ کا غلام ہیں کہ جس کے عہدِ حکومت میں

صورتِ خواجگی و سیرتِ درویشان است
خواجگی کی صورت اور درویشوں کی سیرت ہے

اے دل ار آبِ حیاتِ ابدی مطلبی
اے دل! اگر تو ہمیشگی کا آبِ حیات چاہتا ہے

منبعش خاکِ درِ خلوتِ درویشان است
تو اس کا چشمہ درویشوں کی خلوت کے در کی خاک ہے

از کراں تا بکراں لشکرِ ظلمت اگر
اگر ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ظلم کا لشکر ہے

از ازل تا بہ ابد فرصتِ درویشان است
تو ازل سے ابد تک درویشوں کو فرصت حاصل ہے

حافظ اینجا بادب باش کہ سلطان و ملک
حافظ! اس جگہ ادب سے رہ اس لیے کہ بادشاہ اور فرشتے

ہمہ در بندگیِ حضرتِ درویشان است
سب کے سب درویشوں کے دربار کی غلامی میں ہیں

روزگاریست کہ سودائے بتاں دینِ من ست
ایک زمانہ گذر گیا کہ بتوں کا عشق میرا دین ہے

غمِ ایں کار نشاطِ دلِ غمگینِ من ست
اس کام کا غم، غمگین دل کی خوشی ہے

دیدنِ روئے ترا دیدۂ جاں می باید
تیرا چہرہ دیکھنے کے لیے جان کی آنکھ چاہیے

ویں کجا مرتبۂ چشمِ جہاں بینِ من ست
اور میری دنیا دیکھنے والی آنکھ کا یہ مرتبہ کہاں ہے!

تا مرا عشقِ تو تعلیمِ سخن گفتن کرد
جب سے تیرے عشق نے مجھے بات کرنی سکھائی ہے

خلق را وردِ زباں مدحت و تحسینِ من ست
میری تعریف اور تحسین مخلوق کی وردِ زبان ہے

دولتِ فقر خدایا بمن ارزانی دار
اے خدا! مجھے فقر کی دولت عنایت فرمادے

کیں کرامت سببِ حشمت و تمکینِ من ست
اس لیے کہ یہ خوبی میری عظمت اور وقار کا سبب ہے

واعظِ شحنہ شناس ایں عظمت گو مفروش
کوتوال کے واقف واعظ سے کہہ دو کہ اس بڑائی پر غرور نہ کرے

زانکہ منزلگہِ سلطاں دلِ مسکینِ من ست
اس لیے کہ میرا مسکین دل بادشاہ کی منزل ہے

رسمِ عاشق کشی و شیوۂ شہر آشوبی
عاشق کو قتل کرنے کی رسم اور شہر کو فتنہ میں مبتلا کرنے کی عادت

کارِ آں شوخِ سیہ چردۂ شیرینِ من ست
میرے میٹھے، ملیح شوخ کا کارنامہ ہے

از کہ دریاگری آموخت خیالِ تو مگر
تیرے خیال نے دریاگری کس سے سیکھی ہے شاید

رہنمائیش شد ویں اشکِ چو پرویںِ من ست
میرے یہ آنسو جو پروین کی طرح ہیں اس کے رہنما بنے ہیں

سلطان و بادشاہ دوسرے لوگوں کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں لیکن ان کی دولت درویشوں کی توجہ کا نتیجہ ہے۔

۲ مشہور ہے کہ حضرت موسیٰ کی بددعا سے قارون کا خزانہ زمین میں دھنستا چلا جا رہا ہے۔

۳ آصف ابن برخیا حضرت سلیمان کے وزیر کا نام ہے

لیکن یہاں ممدوح وزیر مراد ہے۔ انسان کو آبِ حیات درویشوں کی خاک سے ملتا ہے۔

۵ غمِ عشق میرے دل کی خوشی ہے۔

۶ محبوب کا تصور میرے آنسوؤں کے دریا پیدا کرتا ہے، آنسو ستاروں کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔

یارب ایں کعبۂ مقصود زیارتگہ کیست
اے خدا یہ کعبۂ مقصود کس کی زیارت گاہ ہے!

کہ مغیلانِ طریقش گل و نسرینِ من است
کہ اس کے راستے کے کیکر میرے لئے گل و نسرین ہیں

یارِ ما باش کہ زیبِ فلک و زینتِ دہر
اے ہمارے محبوب، تو ہمارا بن کہ فلک کی زیب اور زمانہ کی زینت

از مہِ روئے تو و اشکِ چو پروینِ من است
تیرے چہرے کے چاند اور میرے پروین جیسے آنسوؤں سے ہے

حافظ از حشمتِ پرویز دگر قصہ مخواں
اے حافظ! پرویز کے دبدبے کے مزید قصے بیاں کر

کہ لبش جرعہ کشِ خسروِ شیرینِ من است
اس لئے کہ اس کے ہونٹ میرے شیریں خسرو کے گھونٹ حاصل کرنے والے ہیں

روئے تو کس ندید و ہزارت رقیب ہست
تیرا چہرہ کسی نے نہیں دیکھا اور تیرے ہزار رقیب ہیں

در غنچہ ہنوز و صدت عندلیب ہست
تو ابھی غنچہ ہی میں ہے اور تیری سیکڑوں بلبلیں ہیں

گر آمدم بکوئے تو چنداں غریب نیست
اگر میں تیرے کوچہ میں آگیا ہوں تو کوئی نادر بات نہیں ہے

چوں من دریں دیار ہزاراں غریب ہست
مجھ جیسے اس وطن میں ہزاروں پردیسی ہیں

ہر چند دورم از تو کہ دور از تو کس مباد
ہر چند کہ میں تجھ سے دور ہوں (خدا کرے تجھ سے کوئی دور نہ ہو)

لیکن امیدِ وصلِ توام عنقریب ہست
لیکن تیرے وصل کی امید مجھے قریب ہے

در عشق خانقاہ و خرابات شرط نیست
عشق کے بارے میں خانقاہ اور خراب خانہ کی شرط نہیں ہے

ہر جا کہ ہست پرتوِ روئے حبیب ہست
جو بھی جگہ ہے وہاں معشوق کے چہرے کا پرتو ہے

آنجا کہ کارِ صومعہ را جلوہ میدہند
جس جگہ عبادت خانے کے کام کو رونق دے رہے ہیں

ناقوسِ دیر و راہب و نامِ صلیب ہست
ناقوس اور بتخانہ اور راہب اور صلیب کا نام ہے

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نکرد
کون ہے جو عاشق ہوا اور یار نے اس کے حال پر نظر نہ کی ہو

اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست
اے صاحب! درد ہی نہیں ہے ورنہ طبیب موجود ہے

فریادِ حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
یہ حافظ کی ساری فریاد آخر بیکار نہیں ہے

ہم قصۂ غریبے و حدیثے عجیب ہست
نادر قصہ اور ایک عجیب بات بھی ہے

روشن از پرتوِ رویت نظرے نیست کہ نیست
کوئی ایسی نگاہ نہیں ہے جو تیرے چہرے کے پرتو سے روشن نہیں ہے

منتِ خاکِ درت بر بصرے نیست کہ نیست
کوئی ایسی بینائی نہیں ہے جس پر تیرے در کی خاک کا احسان نہیں ہے

ناظرِ روئے تو صاحب نظرانند ولے
تیرے چہرے کے دیکھنے والے تو صاحب نظر ہی ہیں لیکن

سرِ گیسوئے تو در ہیچ سرے نیست کہ نیست
کوئی ایسا سر نہیں ہے جس میں تیرے گیسو کا خیال نہیں ہے

اشکِ غمازِ من ار سرخ برآمد چہ عجب
اگر میرا چغلخور آنسو سرخ ہو کر نکلا ہے تو کیا تعجب ہے

خجل از کردۂ خود پردہ درے نیست کہ نیست
کوئی پردہ چاک کرنے والا ایسا نہیں ہے جو اپنے کئے پر شرمندہ نہیں ہے

کمرِ کیں بمنِ خستہ چہ بندی کہ ز مہر
مجھ خستہ پر کینہ کی کمر کیوں کستا ہے اس لیے کہ محبت کا

بر میانِ دل و جانم کمرے نیست کہ نیست
کوئی پٹکا ایسا نہیں ہے جو میرے دل اور جان کی کمر میں بندھا ہوا نہیں ہے

۱ یعنی میرے محبوب کے سیکڑوں نادیدہ عاشق ہیں۔
۲ ظاہری دوری کے باوجود وصل کی توقع ہے
۳ عاشق حقیقی ہر جا خانقاہ اور خرابات میں محبوب ہی کا جلوہ دیکھتا ہے۔
۴ یعنی یہ چیزیں تو برائے نام ہیں ورنہ حقیقتاً روئے حبیب جلوہ نما ہے
۵ اگر حقیقی عشق ہوتا ہے تو محبوب کی نظر کرم ہو ہی جاتی ہے
۶ یعنی مشاہدہ تو ہر شخص کو حاصل نہیں لیکن عشق سب میں موجود ہے۔
۷ میرے چغلی آنسو میرے عشق کے چغلخور ہیں اس بنا پر شرمندگی سے سرخ ہیں
۸ لہٰذا مجھ جیسے مجبور عشق پر ظلم مناسب نہیں ہے۔

تا بدامن ننشیند ز نسیمت گردے
تاکہ تیرے دامن پر نسیم کی وجہ سے کوئی گرد و غبار نہ آ بیٹھے

سیل اشک از نظرم بر گذرے نیست کہ نیست
کوئی راستہ ایسا نہیں ہے جس پر میری آنکھوں کا سیل اشک نہیں ہے

تا دم از شام سر زلف تو ہر جا نزند
تیری زلف کی سیاہی کے عشق کا قصہ تاکہ ہر جگہ نہ پھیلائے

با صبا گفت و شنیدم سحرے نیست کہ نیست
کوئی ایسی صبح نہیں ہے جس میں صبا کے ساتھ میری گفتگو نہیں ہے

من ازیں طالع شوریدہ برنجم ورنہ
میں اس پریشان نصیب سے رنجیدہ ہوں ورنہ

بہرہ مند از سر کویت دگرے نیست کہ نیست
کوئی دوسرا ایسا نہیں ہے جو تیرے کوچے سے بہرہ مند نہیں ہے

از خیال لب نوشین تو اے چشمۂ نوش
اے چشمۂ حیات تیرے شیریں ہونٹوں کے خیال سے

غرق آب عرق اکنوں شکرے نیست کہ نیست
کوئی ایسی شکر نہیں ہے جو پسینہ میں ڈوبی ہوئی نہیں ہے

آب چشمم کہ بر و منت خاک در تست
میرے آنسو جن پر تیرے در کی خاک کا احسان ہے

زیر صد منت او خاک درے نیست کہ نیست
کسی چوکھٹ کی خاک ایسی نہیں ہے جس پر اُن کے سو احسان نہیں ہیں

از وجود آں قدرم نام و نشانیست کہ ہست
میرے وجود کا صرف اسی قدر نام و نشاں ہے کہ وہ ہے

ورنہ از ضعف درآنجا اثرے نیست کہ نیست
ورنہ کمزوری کا کوئی ایسا اثر نہیں ہے جو اس میں نہیں ہے

شیر در بادیۂ عشق تو روباہ شود
تیرے عشق کے جنگل میں شیر بھی لومڑی بن جاتا ہے

آہ ازیں راہ کہ در وے خطرے نیست کہ نیست
افسوس ہے اس راستے پر کوئی ایسا خطرہ نہیں ہے جو اس میں نہیں ہے

نہ من دل شدہ از دست تو خونیں جگرم
میں تباہ دل ہی تیرے ہاتھ سے زخمی جگر نہیں ہوں

از غم عشق تو پر خوں جگرے نیست کہ نیست
کوئی ایسا جگر نہیں ہے جو تیرے عشق کے غم سے زخمی نہیں ہے

از سر کوئے تو رفتن نتوانم گامے
میں ایک قدم بھی تیرے کوچے سے نہیں جا سکتا ہوں

ورنہ اندر دل بیدل سفرے نیست کہ نیست
ورنہ بے دل کے دل میں کوئی ایسا سفر نہیں ہے جو نہیں ہے

تو خود اے شعلۂ رخشندہ چہ داری در سر
اے روشن شعلے خود تیرے سر میں کیا خیال ہے!

کہ کباب از حرکات جگرے نیست کہ نیست
کوئی ایسا جگر نہیں ہے جو تیری حرکات سے کباب نہیں ہے

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
مصلحت نہیں ہے کہ راز پردے سے باہر آئے

ورنہ در مجلس رندان خبرے نیست کہ نیست
ورنہ ایسی خبر کوئی نہیں ہے جو رندوں کی مجلس میں نہیں ہے

نازکاں را سفر از عشق حرامست حرام
نازکوں کے لئے عشق کا سفر یقیناً حرام ہے

کہ بہر گام دریں رہ خطرے نیست کہ نیست
اس لئے کہ ایسا کوئی خطرہ نہیں ہے جو اس راستہ میں ہر قدم پر نہ پہنچے

بجز ایں نکتہ کہ حافظ ز تو ناخوشنود است
اس نکتہ کے علاوہ کہ حافظ تجھ سے ناراض ہے

در سراپائے وجودت ہنرے نیست کہ نیست
ایسا کوئی ہنر نہیں ہے جو تیرے پورے وجود میں نہیں ہے

رواق منظر چشم من آشیانۂ تست
تیرا آشیانہ میری آنکھ کے منظر کا سائبان ہے

کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست
کرم فرما اور نیچے آ جا کہ گھر تیرا ہی گھر ہے

بلطف خال و خط از عارفاں ربودی دل
تل اور خط کی پاکیزگی کی وجہ سے تو عارفوں کا دل لے گیا

لطیفہائے عجب زیر دام و دانۂ تست
تیرے دانہ اور جال کے نیچے عجیب لطیفے ہیں

ـــــ

۱ تاکہ تیرا دامن غبار آلود نہ ہو میں ہر راستہ پر آنسوؤں سے چھڑکاؤ کرتا ہوں۔
۲ نسیم سے میں ہر صبح کو کہتا ہوں تاکہ وہ تیرے عشق کا چرچا نہ کرے۔
۳ میرے سوا سب تجھ سے فیض یاب ہیں۔
۴ جو تیرے لبوں میں شیرینی ہے اسکے آگے شکر بھی شرمندہ ہے۔
۵ راہ عشق میں دنیا بھر کے خطرات ہیں۔
۶ ہزاروں سفر دل میں ہیں لیکن تیرے کوچے سے ایک قدم نہیں اٹھا سکتا ہوں۔
۷ رند سارے راز سے واقف ہیں لیکن بیان کرنا مصلحت کے منافی سمجھتے ہیں۔
۸ میری نگاہیں تیرے آشیانہ پر سجدہ ہیں۔
۹ خط کو جال اور تل کو دانہ قرار دیا ہے۔

دلت بوصلِ گُل اے بلبلِ چمن خوش باد
اے بلبل چمن کی پھول کے وصل سے تیرا دل خوش رہے
کہ در چمن ہمہ گلبانگِ عاشقانہ تست
اس لیے کہ چمن میں سب تیری ہی عاشقانہ صدائیں ہیں

علاجِ ضعفِ دلِ ما بلب حوالت کن
ہمارے دل کی کمزوری کا علاج اپنے ہونٹوں کے حوالہ کر دے
کہ آں مفرّحِ یاقوت در خزانۂ تست
اس لئے کہ تیرے خزانہ میں یہ مفرح یاقوتی ہے

بہ تن مقصرم از دولتِ ملازمتت
میں ہم نشینی کی دولت سے جسمانی طور پر کوتاہ ہوں
ولے خلاصۂ جاں خاکِ آستانۂ تست
لیکن جان کا خلاصہ تیری چوکھٹ کی خاک ہے

چہ جائے من کہ بلرزد سپہرِ شعبدہ باز
میں کیا چیز ہوں، شعبدہ باز آسمان بھی لرزتا ہے!
ازیں حیَل کہ در انبانۂ بہانۂ تست
ان حیلوں سے جو تیرے بہانوں کی تھیلی میں ہیں

من آں نیَم کہ دہم نقدِ دل بہر شوخے
میں وہ نہیں ہوں جو ہر شوخ کو دل کا نذرانہ دیدے
درِ خزانہ بمہرِ تو و نشانۂ تست
خزانے کے دروازے پر تیری مہر اور نشان ہے

تو خود چہ لعبتی اے شہسوارِ شیریں کار
اے میٹھے کاموں والے شہسوار تو خود کیا گڑیا ہے!
کہ توسنے چو فلک رامِ تازیانۂ تست
کہ آسمان جیسا سرکش گھوڑا تیرے کوڑے کے تابع ہے

سرودِ مجلست اکنوں فلک برقص آرد
اب تیری مجلس کا گانا آسمان کو وجد میں لا رہا ہے
کہ شعرِ حافظِ شیریں سخن ترانۂ تست
اس لیے کہ شیریں سخن، حافظ کا شعر تیرا گانا ہے

رسیدہ ام بمقامے کہ لامکاں آنجاست
میں اس مقام پر پہونچ گیا ہوں جہاں لامکاں ہے
نہ نام ہست ز روئے زمیں و آسماں آنجاست
اس جگہ نہ زمین کا نام ہے نہ آسمان ہے

دو دیدہ باز مکن در رُخش و لب مکشا
اس کے چہرے پر دونوں آنکھیں نہ کھول اور ہونٹ نہ کھول
نہ تابِ دیدن و نے طاقتِ بیاں آنجاست
اس جگہ نہ دیکھنے کی طاقت ہے نہ بیان کی طاقت

بوادیے کہ گذشتم نہ جائے چون و چراست
جس وادی سے میں گذرا، چون و چرا کی جگہ نہیں ہے
نہ صورت ست و نہ شکل و نہ جسم و جاں آنجاست
وہاں نہ صورت ہے نہ شکل نہ جسم ہے اور نہ جان

چرا تو عاشقِ آں گل نمی شوی بلبل
اے بلبل تو اس پھول کی عاشق کیوں نہیں ہوتی ہے؟
کہ نے بہار رسیدہ و نے خزاں آنجاست
جو ایسا نہیں ہے کہ کبھی بہار پر آتا ہو اور نہ وہاں خزاں ہے

وبالِ کشتنِ فرہاد بر سرش زانست
اس کے سر پر فرہاد کو مار ڈالنے کا اس لیے وبال ہے
کہ در مقامِ تعشق نہ امتحاں آنجاست
کہ مقام عشق میں یہاں تک کا امتحان نہیں ہے

خطا شست کا نہ منصور در رہِ وحدت
وحدت کے راستے میں منصور کا کہنا غلطی ہے
چہ گونہ صوتِ لب و جنبشِ زباں آنجاست
جو نطق کی آواز اور زبان کی جنبش وہاں کس طرح ہو سکتی ہے؟

بگردِ خانۂ محبوب خود مرو حافظ
اے حافظ اپنے محبوب کے گھر کے گرد نہ جا
کہ نیم شب شد و بیدار پاسباں آنجاست
اس لئے کہ آدھی رات ہو گئی ہے اور وہاں چوکیدار بیدار ہے

لہ مفرح یاقوتی ایک مرکب دوا ہے جو ضعف قلب کے لئے مفید ہے۔ تیرے پاس ایسے حیلے بہانے ہیں جن سے آسمان بھی لرزتا ہے۔
ٹہ محبوب کی زمین و آسمان پر حکومت ہے۔
ٹہ یعنی گل سدا بہار ہے ایسا نہیں ہے کہ جو کبھی کبھی بہار پر آتا ہو۔
ٹہ عاشق کا امتحان تو لیا جاتا ہے لیکن جان نہیں لی جاتی ہے۔
ٹہ جبکہ منصور کی آواز تھی اور جنبش زبان بھی تو ان کا انا الحق کہنا غلط تھا۔

زاہد ظاہر پرست از حالِ ما آگاہ نیست
ظاہر پرست زاہد ہمارے حال سے واقف نہیں ہے

در حقِ ما ہر چہ گوید جائے ہیچ اکراہ نیست
ہمارے بارے میں جو کچھ بھی کہے ناخوشی کا موقع نہیں ہے

در طریقت ہر چہ پیشِ سالک آید خیرِ اوست
طریقت میں سالک کو جو بھی پیش آئے وہ بہتر ہی ہے

در صراط المستقیم اے دل کسے گمراہ نیست
اے دل سیدھے راستے پر کوئی گمراہ نہیں ہے

تا چہ بازی رخ نماید بیدقے خواہیم راند
دیکھئے بازی کیا رخ دکھائے ہم پیادہ بڑھاتے رہینگے

عرصۂ شطرنجِ رنداں را مجالِ شاہ نیست
رندوں کی شطرنج کے میدان میں شاہ کی گنجائش نہیں ہے

اینچہ استغناست یارب وینچہ قادر حاکمست
اے خدا یہ کیسی بے نیازی ہے اور یہ کیا منصف حاکم ہے

کایں ہمہ زخمِ نہاں ہست و مجالِ آہ نیست
کہ یہ سب چھپے زخم ہیں اور آہ کرنے کی مجال نہیں ہے

چیست ایں سقفِ بلندِ سادۂ بسیار نقش
یہ سادہ، بہت نقشین، بلند چھت کیا ہے

زیں معما ہیچ دانا در جہاں آگاہ نیست
دنیا میں کوئی عقلمند اس معمہ سے واقف نہیں ہے

صاحبِ دیوانِ ما گویا نمی داند حساب
ہمارا حاکم گویا حساب ہی نہیں جانتا ہے

کاندریں طغرا نشانِ حسبۃً للہ نیست
اس لیے کہ اس فرمان میں حسبۃ للہ کی مہر نہیں ہے

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو
جو چاہے اس کو کہو آ جا جو چاہے اس کو کہہ دو جا

گیر و دار و حاجب و درباں دریں درگاہ نیست
اس دربار میں گیرو دار اور ڈیوڑھی بان اور دربان نہیں ہے

ہر چہ ہست از قامتِ ناسازِ بے اندامِ ماست
جو کچھ ہے وہ ہمارے ناموافق غیر مناسب قد کی وجہ سے ہے

ورنہ تشریفِ تو بر بالائے کس کوتاہ نیست
ورنہ تیرا خلعت کسی کے قد پر چھوٹا نہیں ہے

بر درِ میخانہ رفتن کارِ یکرنگاں بود
میخانہ کے دروازے پر جانا، مخلصوں کا کام ہے

خود فروشاں را بکوئے میفروشاں راہ نیست
متکبروں کے لئے مے فروشوں کے کوچہ میں راستہ نہیں ہے

بندۂ پیرِ خراباتم کہ لطفش دائم است
میں اس خرابات کے پیر کا غلام ہوں جس کی مہربانی دائمی ہے

ورنہ لطفِ شیخ و زاہد گاہ ہست و گاہ نیست
ورنہ زاہد اور شیخ کی مہربانی کبھی ہے کبھی نہیں ہے

حافظ ار بر صدر ننشیند ز عالی ہمتی ست
حافظ اگر صدر جگہ پر نہیں بیٹھتا ہے عالی ہمتی کی وجہ سے ہے

عاشقِ دردی کش اندر بندِ مال و جاہ نیست
تلچھٹ پینے والا عاشق مال اور مرتبہ کی قید میں نہیں ہے

زلفت ہزار دل بیکے تارِ مو ببست
تیری زلف نے ہزاروں دل ایک بال کے تار سے باندھ دیئے

راہِ ہزار چارہ گر از چار سو ببست
ہزاروں چارہ گروں کا چاروں طرف سے راستہ روک دیا

تا عاشقاں ببوئے نسیمش دہند جاں
تاکہ عاشق اس کی نسیم کی خوشبو پر جان دے دیں

بکشود نافۂ و درِ ہر آرزو ببست
اس نے نافہ کھول دیا اور ہر آرزو کا دروازہ بند کر دیا

شیدا ازاں شدم کہ نگارم چو ماہِ نو
میں تو اس لئے دیوانہ بن گیا کہ میرے محبوب نے پہلی رات کے چاند جیسی

ابرو نمود و جلوہ گری کرد و رو ببست
ابرو دکھایا اور جلوہ گری کی اور منہ چھپا لیا

ساقی بچند رنگ مے اندر پیالہ ریخت
ساقی نے چند رنگ کی شراب پیالے میں ڈالی

ایں نقشہا نگر کہ چہ خوش در کدو ببست
ان نقشوں کو دیکھو کہ کدو میں کس قدر حسین ڈالے ہیں

بیدق شطرنج کی ایک نرد کا نام ہے جس کو پیادہ بھی کہتے ہیں یہاں مراد وجود ہے۔
عارف کی حقیقت سے سب واقف ہیں۔
حساب میں حسبۃً للہ کی مہر یا اور فقراء کے لیے ہوتی ہے۔
محبوب کی زلف ہزاروں دل بھنسے ہوئے ہیں
محبوب کا نقاب اور سجاوٹ عاشق کے دل کی بے تابی کا سبب ہوتی ہے۔

یارب چه سحر کرد صراحی که خون خم
اے خدا صراحی نے کیا جادو کیا ہے کہ مٹکے کے خون کو

با نغمهاے قلقلش اندر گلو ببست
اپنے قلقل کے نغموں کے ساتھ گلے میں بند کر دیا

دانا چو دید بازی این چرخ حقه باز
عقلمند انسان نے جب اس بازیگر آسمان کی بازی دیکھی

هنگامه باز چید و در گفتگو ببست
ہنگامہ ختم کر دیا اور بات چیت کا دروازہ بند کر دیا

مطرب چه نغمه ساخت که در پرده سماع
مطرب نے کب نغمہ شروع کیا کہ سماع کے پردے میں

بر اهل وجد و حال در هاے و هو ببست
وجد اور حال والوں پر ہائے و ہو کا دروازہ بند کر دیا

گفتم که حسن چهره او را صفت کنم
میں نے کہا تھا کہ اس کے چہرے کے حسن کی تعریف کروں

او روئے خود نمود و در گفتگو ببست
اس نے اپنا چہرہ دکھا دیا اور بات کا دروازہ بند کر دیا

حافظ هر آنکه عشق نورزید و وصل خواست
اے حافظ جس نے عشق اختیار نہ کیا اور وصل چاہا!

احرام طوف کعبه دل بے وضو ببست
اس نے دل کے کعبے کے طواف کا احرام بلا وضو باندھا

زلف آشفته و خوی کرده و خندان لب و مست
زلفیں بکھرے، پسینہ میں تر، مسکراتے ہونٹ اور مست

پیرهن چاک و غزلخوان و صراحی در دست
گریباں کھلا ہوا اور غزل پڑھتے ہوئے اور ساتھ میں صراحی لیے

نرگسش عربده جوی و لبش افسوس کنان
اس کی آنکھیں جھگڑالو اور اس کے ہونٹ افسوس کرتے ہوئے

نیم شب مست ببالین من آمد بنشست
آدھی رات کو مستی میں میرے سرہانے آ بیٹھا

سر فرا گوش من آورد و به آواز حزین
سر کو میرے کان کے پاس لایا اور رنجیدہ آواز سے

گفت کاے عاشق شوریده من خوابت هست
بولا، اے میرے مجنوں عاشق تو سویا ہے

عاشقے را که چنین باده شبگیر دهند
جس عاشق کو اس طرح کی ساری رات مست کرنے والی شراب پلائی جائے

کافر عشق بود گر نبود باده پرست
وہ عشق کا کافر ہوگا اگر بادہ پرست نہ ہو

برو اے زاهد و بر درد کشان خرده مگیر
اے زاہد جا اور تلچھٹ پینے والوں پر عیب نہ لگا

که ندادند جز این تحفه بما روز الست
اس لیے کہ ازل میں اس تحفے کے سوا ہمیں کچھ نہیں دیا ہے

آنچه او ریخت به پیمانه ما نوشیدیم
جو اس نے ہمارے پیمانے میں بھر دیا وہ ہم نے پیا

اگر از خمر بهشت ست وگر از باده مست
خواہ بہشت کی شراب ہو یا مست شراب

خنده جام مے و زلف گره گیر نگار
شراب کے پیالے کی ہنسی اور معشوق کی پیچ دار زلف نے

اے بسا توبه که چون توبه حافظ بشکست
حافظ کی توبہ جیسی بہت سی توبائیں توڑ ڈالی ہیں

زگریه مردم چشمم نشسته در خون ست
میری آنکھ کی پتلیاں رونے کی وجہ سے خون میں ڈوبی ہیں

ببین که در طلبت حال مردمان چون ست
دیکھ تیری طلب میں انسانوں کا کیا حال ہے

بیاد لعل لب و چشم مست میگونت
تیرے لب کے لعل اور شراب جیسی مست آنکھ کی یاد میں

ز جام غم مے لعلے که میخورم خون ست
غم کے جام سے جو لعل جیسی شراب پی رہا ہوں خون ہے

ا عاشق آشفتہ تر ہوتا ہے، لیکن پھر دم بخود ہوتا ہے۔
۲ مطرب نے ایسا نغمہ چھیڑا کہ سب دم بخود ہو گئے۔
۳ محبوب کا چہرہ دیکھنے کے بعد تعریف کرنا امکان سے باہر ہو گیا۔
۴ بلا وضو عشق و وصال کی تمنا لاحاصل کام ہے۔
۵ یعنی معشوق نے اس حالت میں آکر آدھی رات میں مجھ سے یہ کہا۔
۶ جس عاشق کے ساتھ اس طرح کا معاملہ ہو اگر وہ بادہ پرست نہیں ہے تو کافر ہے۔
۷ تیری یاد میں خون کے گھونٹ پی رہا ہوں۔

زمشرقِ سرِ کوی آفتابِ طلعتِ تو
تیرے چہرہ کا آفتاب کوچہ کی مشرق سے

اگر طلوع کند طالعم همایون ست
اگر طلوع کر آئے تو میرا مبارک نصیب ہے

حکایتِ لبِ شیرینِ کلام فرہاد ست
لب شیریں کا قصہ فرہاد کی بات ہے

شکنجِ طرۂ لیلیٰ مقامِ مجنون ست
لیلیٰ کی زلف کا پیچ، مجنوں کا مقام ہے

دلم بجوکہ قدت ہمچو سرو دلجوی ست
میری دلجوئی کرو کیونکہ تیرا قد دلجو سرو کی طرح ہے

سخن بگوکہ کلامت لطیف و موزون ست
بات کرو کیونکہ تیری بات موزوں اور پاکیزہ ہے

زدورِ بادہ بجاں راحتے رساں ساقی
اے ساقی، شراب کے دور سے جان کو راحت پہونچا

کہ رنج خاطرم از جورِ دورِ گردون ست
اس لئے کہ آسمان کی گردش کے ظلم سے میری طبیعت رنجیدہ ہے

ازاں زماں کہ ز دستم برفت یارِ عزیز
اس وقت سے جبکہ پیارا دوست میرے ہاتھ سے گیا ہے

کنارِ دیدۂ من ہمچو رودِ جیحون ست
میری آنکھ کا گوشہ جیحون دریا کی طرح ہے

چگونہ شاد شود اندرونِ غمگینم
میرا رنجیدہ باطن کس طرح خوش ہو

باختیار کہ از اختیار بیرون ست
اس اختیار سے جو اختیار سے باہر ہے

زبیخودی طلبِ یار میکند حافظ
حافظ، بیخودی سے یار کی طلب کرتا ہے

چو مفلسے کہ طلبگارِ گنجِ قارون ست
اس مفلس کی طرح، جو قارون کے خزانہ کا طالب ہے

زاں یارِ دلنوازم شکریست باشکایت
مجھے اس دلنواز دوست سے شکریہ کے ساتھ شکایت ہے

گر نکتہ دانِ عشقی خوش بشنو ایں حکایت
اگر تو عشق کا نکتہ داں ہے تو اس قصہ کو اچھی طرح سن لے

بے مزد بود و منّت ہر خدمتے کہ کردیم
ہم نے جو خدمت کی وہ بدوں مزدوری اور احسان کے تھی

یا رب مباد کس را مخدومِ بے عنایت
اے خدا کسی کا مخدوم بے عنایت نہ ہو

رندانِ تشنہ لب را آبے نمید ہد کس
پیاسے ہونٹوں والے رندوں کو کوئی پانی نہیں دیتا ہے

گویا ولی شناساں رفتند ازیں ولایت
گویا اس دنیا سے اصل کو پہچاننے والے چلے گئے

در زلفِ چوں کمندش اے دل مپیچ کانجا
اے دل اس کی کمند جیسی زلف میں نہ لپٹ اس لئے کہ وہاں

سرہا بریدہ بینی بے جرم و بے جنایت
بغیر کسی جرم اور خطا کے تو بہت سے سر کٹے ہوئے دیکھے گا

ایں راہ را نہایت صورت کجا تواں بست
اس راستہ کی انتہا کی کیا صورت ہو سکتی ہے

کش صد ہزار منزل بیش ست در بدایت
اس لئے کہ اس کے شروع میں لاکھوں منزلیں درپیش ہیں

چشمت بغمزہ مارا خوں خورد و می پسندی
تیری نگاہوں نے ناز و انداز سے ہمارا خون پی لیا اور تجھے پسند ہے

جاناں روا نباشد خوں ریز را حمایت
اے جان خون ریز کی حمایت جائز نہیں ہوتی ہے

ہر چند بردی آبم روی از درت نتابم
ہر چند تو نے میری آبرو ختم کر دی لیکن تیرے در سے منہ نہ موڑوں گا

جور از حبیب خوشتر کز مدعی رعایت
رقیب کی رعایت سے دوست کا ظلم بہتر ہے

اے آفتابِ خوباں میسوزد اندرونم
اے حسینوں کے آفتاب میرا باطن بھڑک رہا ہے

یکساعتم بگنجاں در سایۂ عنایت
گھڑی بھر کے لئے مہربانی کے سایہ میں پناہ دیدے

۱ عشق کے اصل مقام پر پہونچکر معشوق کا سستی بنا جا سکتا ہے
۲ غم عشق کو شراب کی مستی کے ذریعہ آسان کیا جا سکتا ہے۔
۳ یعنی جب سے فراق میں مبتلا ہوا ہوں برابر رو رہا ہوں۔
۴ عاشق کا محبوب کا خوش ہونا اختیار سے باہر ہے
۵ میں محبوب کا شکرگزار بھی ہوں اور شاکی بھی ہوں۔
۶ میری ہر محنت گزاری بدوں کسی لالچ کے ہے لیکن مخدوم کو تو پھر بھی مہربانی کرنی چاہیے۔
۷ ہم تشنہ لب رند و ولی ہیں۔
۸ راہ عشق میں ہزاروں منزلیں طے کر لینے کے بعد بھی ابتدائے راہ ہوتی ہے۔
۹ دوست کا ظلم دشمن کے کرم سے بہتر ہے۔

دراین شبِ سیاہم گم گشتہ راہِ مقصود
اس اندھیری رات میں میری راہِ مقصود گم ہوگئی ہے
از گوشۂ بروں آ اے کوکبِ ہدایت
اے ہدایت کے ستارے گوشے سے باہر نکل آ

از ہر طرف کہ رفتم جز وحشتم نیفزود
میں جس طرف بھی گیا میری وحشت کے سوا کچھ نہ بڑھا
زنہار ازیں بیابان ویں راہِ بے نہایت
اس جنگل اور اس بے انتہا راستہ سے خدا کی پناہ

عشقت رسد بفریاد گر خود بسانِ حافظ
عشق تیری فریاد کو پہونچے گا اگر تو حافظ کی طرح
قرآن ز بر بخوانی با چاردہ روایت
چودہ قرأت کے ساتھ قرآن حفظ پڑھے گا

سرِ ارادتِ ما و آستانِ حضرتِ دوست
دوست کے دربار کی چوکھٹ ہے اور ہمارا عقیدتمند سر
کہ ہر چہ بر سرِ ما میرود ارادتِ اوست
اس لیے کہ جو کچھ ہمارے سر پر بیت رہی ہے اسی کے ارادے سے ہے

نظیرِ دوست ندیدم اگرچہ از مہ و مہر
میں نے دوست کی مانند نہ دیکھا اگرچہ چاند اور سورج
نہادم آئنہ ہا در مقابلِ رخِ دوست
کو آئینہ میں نے دوست کے منہ کے بالمقابل رکھا

نثارِ روئے تو ہر برگِ گل کہ در چمن ست
ہر پھول کی پتی جو بھی چمن میں ہے تیرے چہرے پر نثار ہے
فدائے قدِ تو ہر سروبن کہ برلبِ جوست
جو بھی نہر کے کنارے سرو ہے وہ تیرے قد پر قربان ہے

مگر تو شانہ زدی زلفِ عنبر افشاں را
شاید تو نے عنبر بکھیرنے والی زلف میں کنگھی کی ہے
کہ باد غالیہ سا گشت و خاک عنبر بوست
اس لیے کہ ہوا غالیہ گھسنے والی اور خاک عنبر کی سی خوشبو کی ہوگئی ہے

رخِ تو در نظر آمد مرادِ خواہم یافت
تیرا چہرہ نظر آیا ہے مراد بھی حاصل کروں گا
چرا کہ حالِ نکو در قفائے فالِ نکوست
اس لیے کہ اچھی فال کے بعد اچھی حالت ہوتی ہے

صبا ز حالِ دلِ تنگِ ما چہ شرح دہد
ہمارے تنگ دل کی حالت کو صبا کیا شرح کرے
کہ چوں شکنج ورقہائے غنچہ تو بر توست
جو غنچے کی پتیوں کی شکنوں کی طرح تہ بہ تہ ہے

نہ من سبو کشِ ایں دیرِ رند سوزم و بس
اس رند کے جلانے والے میخانہ کا تنہا میں ہی خدمت گذار نہیں ہوں
بسا سرا کہ دریں آستانہ سنگ و سبوست
بہت سے سر ہیں جو اس آستانہ پر سنگ و سبو بنے ہیں

زبانِ ناطقہ در وصفِ حسن او لال ست
اس کے حسن کے بیان میں ناطقہ کی زبان گنگ ہے
چہ جائے کلکِ بریدہ زبانِ بیہدہ گوست
زبان کٹے بیہودہ گو قلم کے لیے کیا موقع ہے

نہ ایں زماں دلِ حافظ در آتشِ طلب ست
صرف اس زمانہ میں ہی حافظ کا دل طلب کی آگ میں نہیں ہے
کہ داغدارِ ازل ہمچو لالۂ خود روست
وہ تو خود رو لالہ کی طرح ازل سے داغدار ہے

سینہ ام ز آتشِ دل در غمِ جانانہ بسوخت
معشوق کے غم میں دل کی آگ سے میرا سینہ جل گیا
آتشے بود دریں خانہ کہ کاشانہ بسوخت
اس گھر میں ایسی آگ تھی جس نے پورا گھر جلا دیا

تنم از واسطۂ دوریِ دلبر بگداخت
دلبر کی دوری کی وجہ سے میرا جسم گھل گیا
جانم از آتشِ مہرِ رخِ جانانہ بسوخت
محبوب کے رخ کے فراق کی آگ سے میری جان جل گئی

ا تاکہ میں راستہ دیکھ سکوں۔
۲ اگر حافظ کی طرح تو بھی چودہ قراءتوں کا ماہر ہو جائے گا تو عشق خود تیری مدد کرے گا۔
۳ یعنی ہمیں مقامِ رضا حاصل ہے۔
۴ آئینے بھی دوست کی نظیر پیدا ہوئی۔
۵ ہوا اور خاک تیری زلفوں سے خوشبودار بنی ہیں۔
۶ اس شراب خانہ کے مجھ جیسے سینکڑوں مست ہیں۔
۷ اس کا حسن احاطۂ تحریر و بیان سے باہر ہے۔
۸ یعنی دل کی آگ سے پورا جسم جل گیا ہے۔

هر که زنجیر سر زلف پری روی تو دید — شد پریشان و دلش بر منِ دیوانه بسوخت

جس نے تیرے پری جیسے چہرہ کی زلف کی زنجیر کو دیکھ لیا — وہ پریشان ہو گیا اور اس کا دل مجھ دیوانہ پر جلا

سوز دل بین که ز بس آتش اشکم دل شمع — دوش بر من ز سر مهر چو پروانه بسوخت

دل کی گرمی کو دیکھ کہ میرے آنسوؤں کی گرمی نے شمع کے دل کو — شب گذشتہ مجھ پر مہربانی سے پروانہ کی طرح جلا دیا

چوں پیاله دلم از توبه که کردم بشکست — چوں صراحی جگرم بے مے و پیمانه بسوخت

جو توبہ میں نے کی تھی اس سے میرا دل پیالہ کی طرح شکستہ ہو گیا — میرا جگر شراب اور پیمانہ کے بدوں صراحی کی طرح جل گیا

ماجرا کم کن و باز آ که مرا مردم چشم — خرقه از سر بدر آورد و بشکرانه بسوخت

گفتگو کم کر، اور واپس آجا اس لئے کہ میری آنکھوں کی پتلی نے — خرقہ سر سے اتار دیا ہے اور شکرانہ میں جلا دیا ہے

آشنائے نه غریب ست که دلسوز من ست — چوں من از خویش برفتم دل بیگانه بسوخت

وہ آشنا اجنبی نہیں ہے جو میرا دل جلانے والا ہے — جب میں اپنے سے گیا تو غیروں کا بھی دل جل گیا

خرقهٔ زهد مرا آب خرابات ببرد — خانهٔ عقل مرا آتش خمخانه بسوخت

میرے زہد کی گدڑی کو شراب خانہ کا پانی بہا لے گیا — میرے عقل کے خانہ کو، شراب خانہ کی آگ نے جلا دیا

ترکِ افسانه بگو حافظ و مے نوش دمے

اے حافظ! افسانہ گوئی چھوڑ، اور تھوڑی دیر شراب پی

که نخفتیم شب و شمع بافسانه بسوخت

اس لئے کہ ہم تمام شب نہ سوئے اور شمع افسانہ میں جل گئی

ساقیا آمدنِ عید مبارک بادت — وآں مواعید که کردی نرود از یادت

اے ساقی! عید کی آمد تجھے مبارک ہو — اور جو وعدے تو نے کیے تھے تیرے ذہن سے نہ نکلیں

در شگفتم که دریں مدتِ ایامِ فراق — برگرفتی ز حریفاں دل و دل میدادت

میں تعجب میں ہوں کہ فراق کے اس زمانہ کی مدت میں — تو نے دوستوں سے دل ہٹا لیا اور تیرے دل کو گوارا ہو

برساں بندگیِ دخترِ رز گو بدر آی — که دمِ همت ما کرد ز قید آزادت

انگور کی بیٹی کا سلام پہونچا دے اور کہہ دے باہر آجا — اس لئے کہ ہماری توجہ کی پھونک نے تجھے قید سے آزاد کیا ہے

شادیِ مجلسیاں در قدم و مقدمِ تست — جائے غم باد هر آں دل که نخواهد شادت

مجلس والوں کی خوشی تیرے قدم اور تشریف آوری میں ہے — غم کی جگہ ہے وہ دل جو تیری خوشی نہ چاہے

چشمِ بد دور کزیں تفرقه خوش باز آورد — طالعِ نامور و دولتِ مادرزادت

چشم بد دور، اس تفرقہ سے تجھے اچھی طرح لے آیا — نامور نصیبہ اور تیری مادر زاد دولت

شکر ایزد که ازیں بادِ خزاں رخنه نیافت — بوستانِ سمن و سرو و گل و شمشادت

خدا کا شکر ہے کہ اس خزاں کی ہوا سے خراب نہ ہوا — تیرے سرو، گل، شمشاد اور سمن کا باغ

حافظ از دست مده صحبتِ آں کشتیِ نوح

اے حافظ! کشتی نوح کی صحبت نہ چھوڑ

ورنه طوفانِ حوادث ببرد بنیادت

ورنہ حوادث کے طوفان، تیری جڑ اکھاڑ دیں گے

۱ جس نے تیری زلف دیکھ لیں وہ پریشان ہو گیا اور مجھ دیوانہ پر اس کا دل کڑھنے لگا۔
۲ شمع کا گداز میرے دل کی گرمی کی وجہ سے ہے۔
۳ عشق کے معاملہ میں میری گفتگو میں حیا نہیں ہے لہٰذا نصیحت بے سود ہے۔
۴ عشق کے معاملہ میں جو ہمدرد ہے وہ بیگانہ نہیں ہے لہٰذا عشق تو اس درجہ پہ ہے کہ بیگانے بھی رحم کھانے لگے ہیں۔
۵ اب نہ میں زاہد ہوں نہ صاحب عقل۔
۶ وہ وعدے جو عید کے دن کئے گئے تھے۔
۷ ایام فراق میں معشوق کا دل عاشق کو ترک کرنے پر کیسے راضی ہوا۔
۸ یعنی معشوق سے شراب کا سلام کہہ [illegible]
۹ [illegible] اختلاف کے بعد [illegible] میں اتفاق ہو جاتے ہیں جس کی طرف [illegible] کا اشارہ ہے۔

ساقی بیار بادہ کہ ماہِ صیام رفت
اے ساقی شراب لا کر روزوں کا مہینہ گیا

در دہ قدح کہ موسمِ ناموس و نام رفت
پیالہ دے اس لئے کہ نام و ناموس کا مہینہ گیا

وقتِ عزیز رفت بیا تا قضا کنیم
پیارا وقت گذر گیا، آ ہم تلافی کرلیں

عمرے کہ بے حضورِ صراحی و جام رفت
اس عمر کی جو صراحی اور جام کی موجودگی کے بغیر گذر گئی

در تابِ توبہ چند تواں سوخت ہمچو عود
توبہ کی آگ میں اگر کی طرح کب تک جلا جاسکتا ہے؟

مے دہ کہ عمر در سرِ سودائے خام رفت
شراب لا اس لئے کہ عمر بیہودہ خیالات میں ختم ہوگئی

مستم کن آں چناں کہ ندانم ز بیخودی
مجھے ایسا مست کرو کہ بیخودی کی وجہ سے میں یہ جان سکوں

در عرصۂ خیال کہ آمد کدام رفت
کہ خیال کے میدان میں کون آیا کون گیا

بر بوئے آنکہ جرعۂ جامے بما رسد
اس توقع پر کہ جام کا ایک گھونٹ ہم تک پہونچے

در مصطبہ دعائے تو ہر صبح و شام رفت
شراب خانہ میں ہر صبح و شام تیرے لئے دعا ہوئی

دل را کہ مردہ بود حیاتے ز نو رسید
جو دل مردہ تھا اس کو از سرِ نو زندگی حاصل ہوگئی

تا بوئے از نسیمِ میش در مشام رفت
جب سے اس کی شراب کی ہوا کی خوشبو ناک میں گئی ہے

زاہد غرور داشت سلامت نبرد راہ
زاہد کو تکبر تھا، سلامتی سے راستہ طے نہ کرسکا

رند از رہِ نیاز بدار السلام رفت
رند، عاجزی سے جنت میں پہونچ گیا

زاہد تو دان و خلوتِ تنہائی و نیاز
زاہد تو جانے اور تنہائی کی گوشہ نشینی اور عاجزی

عشاق را حوالہ بعیشِ مدام رفت
عاشقوں کو تو دائمی عیش سے سابقہ پڑا ہے

نقدِ دلے کہ بود مرا صرفِ بادہ شد
جو میرا نقدِ دل تھا، شراب میں خرچ ہوگیا

قلبِ سیاہ بود از آں در حرام رفت
کالا، کھوٹا تھا، اسی وجہ سے حرام میں گیا

دیگر مکن نصیحتِ حافظ کہ رہ نیافت
حافظ کو پھر نصیحت نہ کر اس لئے کہ راہ یاب نہیں ہوا

گم گشتۂ کہ بادۂ عشقش بکام رفت
وہ گم گشتہ، جس کے حلق میں عشق کی شراب پہونچ گئی ہے

ساقیم خضر است و مے آبِ حیات
میرا ساقی خضر ہے اور شراب آبِ حیات ہے

توبہ از مے چوں کنم ہیہات ہات
ہائے افسوس میں شراب سے کس طرح توبہ کروں

بادۂ تلخ از لبِ شیریں لباں
شیریں ہونٹ والوں کے ہونٹ سے تلخ شراب

در حلاوت می برد آب از نبات
مٹھاس میں مصری کو شرمندہ کرتی ہے

چوں دمِ عیسیٰ نسیم او ز لطف
اس کی ہوا پاکیزگی کی وجہ سے حضرت عیسیٰ کی پھونک کی طرح

مردۂ صد سالہ را بخشد حیات
سو سال مردے کو زندگی بخشتی ہے

جز بآبِ آتشیں یعنی شراب
آتشیں پانی یعنی شراب کے سوا

حل نمیگردد مرا ایں مشکلات
میری یہ مشکلات حل نہ ہوں گی

روزیِ ما بیں کہ از دیوانِ عشق
ہماری روزی کو دیکھو کہ عشق کے دفتر سے

جز مئے ہجراں نشد ما را برات
ہجر کی شراب کے علاوہ نہیں وظیفہ ملی

۱؎ رمضان میں شراب نہ دو۔ ۲؎ جو نقصان ہوا ہے اس کی تلافی کریں۔
۳؎ شراب ہی سے خیالات میں پختگی آسکتی۔
۴؎ ایک گھونٹ کی تمنا میں صبح و شام دعاؤں میں گذاری۔
۵؎ زاہد کا غرور تباہی کا سبب بنا اور رند کا عجز اس کو جنت میں لے گیا۔
۶؎ نیاز و خلوت نشینی زاہد کا حصہ ہے عشاق کی قسمت میں عیش لکھا ہے
۷؎ جو نقد کہ دل کھوٹا تھا اگر شراب میں صرف ہوگیا تو کوئی مضائقہ نہیں۔
۸؎ جو شخص کہ گم گشتہ راہ ہے اس کو نصیحت سیدھے رستے پر نہیں لا سکتی ہے۔
۹؎ جب ساقی خضر ہو اور شراب آبِ حیات ہو تو توبہ ممکن نہیں ہے۔
۱۰؎ معشوق کے ہاتھ سے تلخ شراب مصری سے بھی زیادہ شیریں ہے۔
۱۱؎ حضرت مسیح تو اس مردے کو زندہ کرتے تھے جو ذی الحال مرا ہو مگر معشوق سو سال مرے کو زندہ کرتا ہے۔
۱۲؎ [illegible]

شاد باد ارواحِ آں رندے کہ او — بر سرِ کوئے مغاں یابد وفات
اس رند کی روح خوش رہے جو — مُغبچوں کے کوچہ میں وفات پا جائے

حاصلِ عمرِ تو حافظ در جہاں
اے حافظ دنیا میں تیری زندگی کا حاصل

بادۂ صافی ست باقی ترہات
صاف شراب ہے، باقی بیہودگی ہے

ساقی بیا کہ یار ز رُخ پردہ برگرفت — کارِ چراغِ خلوتیاں باز درگرفت
اے ساقی آجا اس لیے کہ یار نے رخ سے پردہ ہٹا لیا ہے — خلوت نشینوں کے کام کے چراغ نے دوبارہ روشنی حاصل کرلی ہے

آں شمع سرگرفتہ دگر چہرہ برفروخت — واں پیرِ سالخوردہ جوانی ز سر گرفت
اس بجھی ہوئی شمع نے دوبارہ چہرہ روشن کرلیا ہے — اس پرانے بوڑھے نے از سرِ نو جوانی حاصل کرلی ہے

آں عشوہ داد عشق کہ مفتی ز رہ برفت — واں لطف کرد دوست کہ دشمن حذر گرفت
عشق نے وہ ناز دکھایا کہ مفتی راستے سے بھٹک گیا — دوست نے ایسی مہربانی کی کہ دشمن کنارہ کش ہوگیا

زنہار ازیں عبارتِ شیرین و دلفریب — گوئی کہ پستۂ تو سخن در شکر گرفت
اس شیریں اور دلفریب عبارت سے خدا کی پناہ — گویا کہ تیرے منہ نے بات شکر میں لپیٹی ہے

بارِ غمے کہ خاطرِ ما خستہ کردہ بود — عیسیٰ دمے خدا بفرستاد و برگرفت
جس غم کے بوجھ نے ہمارے دل کو خستہ کر دیا تھا — خدا نے ایک عیسیٰ دم کو بھیجا اور اس نے اس کو ہٹا دیا

ہر سرو قد کہ بر مہ و خور حسن می فروخت — چوں تو درآمدی پئے کارِ دگر گرفت
ہر وہ سرو قد جو چاند اور سورج پر حسن جتاتا تھا — جب تو آیا، تو اس نے دوسرا کام شروع کر دیا

زیں قصہ ہفت گنبدِ افلاک پرصداست — کوتہ نظر ببیں کہ سخن مختصر گرفت
اس قصہ سے آسمان کے ساتوں گنبد گونج رہے ہیں — کوتاہ نظر کو دیکھ کہ اس نے بات مختصر سمجھ لی

حافظ تو ایں دعا ز کہ آموختی کہ یار
حافظ تو نے یہ دعا کس سے سیکھی کہ یار نے

تعویذ کرد شعرِ ترا و بزر گرفت
تیرے اشعار کو تعویذ بنایا اور سونے میں مڑھا

شگفتہ شد گلِ حمرا و گشت بلبل مست — صلائے سرخوشی اے عاشقانِ بادہ پرست
سرخ پھول کھل گیا، اور بلبل مست ہوگئی — اے بادہ پرست عاشقو! مستی کی صدا بلند کرو

اساسِ توبہ کہ در محکمی چو سنگ نمود — ببیں کہ جامِ زجاجی چگونہ اش بشکست
توبہ کی بنیاد جو مضبوطی میں پتھر جیسی نظر آتی تھی — دیکھو کانچ کے جام نے اس کو کس طرح توڑ ڈالا

بیار بادہ کہ در بارگاہِ استغنا — چہ پاسبان و چہ سلطان چہ ہوشیار و چہ مست
شراب لاؤ اس لیے کہ بے نیازی کے دربار میں — کیا پاسبان اور کیا بادشاہ اور کیا ہوشیار اور کیا مست

ازیں رباطِ دو در چوں ضرورت ست رحیل — رواق و طاقِ معیشت چہ سر بلند و چہ پست
اس دو در کی سرائے سے، جب جانا ضروری ہے — زندگی کے محراب کا چھجہ کیا بلند اور کیا پست

لے محبوب جلوہ گر ہے، جس سے عاشقوں کا دل روشن ہے شراب کا دور چلے۔
لے معشوق کے دیدار سے بوڑھے دل جوان بن گئے ہیں
لے معشوق کے منہ کو پستہ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔
لے ہر وہ معشوق جو سرو قد تھا اور جس کا حسن شمس و قمر کو شرمندہ کرتا تھا تیرے سامنے ہیچ ہوگیا۔
لے تعویذ پر سونے کا پترا مڑھوایا جاتا تھا۔
لے موسم بہار آگیا ہے، پرستوں کے لئے مستی کی صدا ہے۔
لے پتھر جیسی توبہ شیشے کے پیالہ سے ٹوٹ گئی۔
لے بے نیازی کے دربار میں سب یکساں ہیں۔
لے دنیا کو دو در کی سرائے سے تشبیہ دی، ایک آنے کا دوسرا جانے کا۔

مقامِ عیش میسر نمی‌شود بے رنج
جس کا مقام بدون تکلیف حاصل نہیں ہوتا ہے

بلی بحکمِ بلا بستہ اند روزِ الست
الست کے دن مصیبت کے حکم سے بلی کا عہد ہوا ہے

بہ ہست و نیست مرنجاں ضمیر و خوش میباش
دل کو ہست اور نیست سے رنجیدہ مت کر اور خوش رہ

کہ نیستی ست سرانجامِ ہر کمال کہ ہست
اس لئے کہ جو کمال ہے اس کا انجام نیستی ہے

شکوہِ آصفی و اسپِ باد و منطقِ طیر
آصف کا دبدبہ اور ہوا کا گھوڑا اور پرندوں کی گفتگو

بباد رفت و ازاں خواجہ ہیچ طرف نہ بست
سب برباد ہوگئے اور مالک کو ان سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا

ببال و پر مرو از رہ کہ تیرِ پرتابے
بال اور پر کی وجہ سے راستے سے مت بہک اس لئے کہ پرکشش تیر نے

ہوا گرفت زمانے ولے بخاک نشست
تھوڑی دیر کے لئے ہوا پکڑی لیکن زمین پر آ بیٹھا

زبانِ کلکِ تو حافظ چہ شکرِ آں گوید
اے حافظ تیرے قلم کی نوک اس کا کیا شکریہ ادا کر سکتی ہے؟

کہ تحفۂ سخنش می برند دست بدست
کہ اس کی بات کے تحفہ کو لوگ ہاتھوں ہاتھ لئے جاتے ہیں

شربتے از لبِ لعلش نچشیدیم و برفت
اس کے لعل جیسے ہونٹ سے ہم نے شربت نہ چکھا اور وہ چلا گیا

روئے مہ پیکرِ او سیر ندیدیم و برفت
اس کے چاند جیسے جسم والے چہرے کو جی بھر کر نہ دیکھا اور وہ چلا گیا

گوئی از صحبتِ ما نیک بتنگ آمدہ بود
گویا ہماری صحبت سے سخت تنگ آگیا تھا

بار بر بست و بگردش نرسیدیم و برفت
اس نے سامان باندھا اور ہم اس کے قریب بھی نہ پہنچے اور وہ چلا گیا

بس کہ ما فاتحہ و حرزِ یمانی خواندیم
ہم نے بہت الحمد اور دعائے حرز یمانی پڑھی

وز پیش سورۂ اخلاص دمیدیم و برفت
اور اس کے پیچھے قل ہو اللہ پڑھ کر دم کی اور وہ چلا گیا

سر ز فرمانِ خطم گفت مکش تا نروم
اس نے کہا میرے خط کے حکم سے سرکشی نہ کر کہ میں نہ جاؤں

ما سرِ خویش ز خطش نکشیدیم و برفت
ہم نے اس کے حکم سے سرتابی نہ کی اور وہ چلا گیا

عشوہ می داد کہ از کوئے ارادت نروم
فریب دیا تھا کہ تیرے مقصد کے کوچے میں نہ جاؤں گا

دیدی آخر کہ چساں عشوہ خریدیم و برفت
تو نے دیکھا ہم نے آخر کیسا دھوکا کھایا اور وہ چلا گیا

شد چماں در چمنِ حسن و لطافت لیکن
وہ حسن اور پاکیزگی کے چمن میں ٹہلا لیکن

در گلستانِ وصالش نچمیدیم و برفت
ہم اس کے وصال کے چمن میں نہ ٹہلے اور وہ چلا گیا

گفت از خود ببرد ہر کہ وصالم طلبد
وہ بولا جو ہمارا وصال طلب کرے وہ اپنے سے جدا ہو

ما بامیدِ ہمہ از خویش بریدیم و برفت
ہم اس کی امید پر اپنے سے جدا ہوگئے اور وہ چلا گیا

صورتِ او بلطافت اثرِ صنعِ خداست
اس کی صورت پاکیزگی میں خدا کی صنعت کا نشان ہے

ما بروئش نظرے سیر ندیدیم و برفت
ہم نے اس کے چہرہ کو جی بھر کر نہ دیکھا اور وہ چلا گیا

گلے از باغِ وصالش کہ مرا روزی بود
اس کے وصال کے باغ کا پھول جو ہمارا حصہ تھا

آہ و درد و دریغا نشنیدیم و برفت
ہائے صد افسوس ہم نے نہ سونگھا اور وہ چلا گیا

ہمچو حافظ ہمہ شب نالہ و افغاں کردیم
ہم نے حافظ کی طرح تمام رات نالہ اور فریاد کی

کاے دریغا بوداعش نرسیدیم و برفت
ہائے افسوس ہم اس کو رخصت کرنے نہ پہنچے اور وہ چلا گیا

[illegible] دل میں محبت [illegible] تھا [illegible] کہا [illegible] بلی کہا [illegible]

[illegible] آصف بن برخیا حضرت سلیمان کے وزیر تھے [illegible] تخت سلیمانی مراد ہے جو ہوا کے دوش پر چلتا تھا [illegible] منطق الطیر پرندوں کی گفتگو جو حضرت سلیمان سمجھ لیتے تھے۔

[illegible] کو رخصت کرنے بھی نہ پہنچے [illegible] وہ چلا گیا۔

[illegible] حرز یمانی [illegible] سیفی [illegible] کہلاتی ہے جو آنحضرت صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یمن بھیجتے وقت سکھائی تھی۔

[illegible] معشوق نے کہلا بھیجا [illegible] وعدہ [illegible] ہم نے [illegible] لیکن [illegible] کیا۔

[illegible] ہم معشوق کے ہجر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

[illegible] معشوق نے [illegible] وصل کا وعدہ کیا لیکن پورا نہ کیا۔

شنیدہ ام سخنے خوش کہ پیرِ کنعاں گفت
میں نے وہ اچھی بات سنی ہے جو پیرِ کنعاں نے کہی

فراقِ یار نہ آں میکند کہ بتواں گفت
یار کا فراق وہ کچھ نہیں کرتا جسے کہا جا سکے

حدیثِ ہولِ قیامت کہ گفت واعظِ شہر
قیامت کی خوفناکی کا قصہ جو واعظِ شہر نے بیان کیا

کنایتے ست کہ از روزگارِ ہجراں گفت
وہ ایک کنایہ ہے جو اس نے ہجر کے زمانہ کا بیان کیا

نشانِ یارِ سفر کردہ از کہ پرسم باز
سفر کئے ہوئے دوست کا پتہ آخر کس سے پوچھوں!

کہ ہر چہ گفت بریدِ صبا پریشاں گفت
اس لئے کہ صبا کے قاصد نے جو کچھ کہا بہکا بہکا کہا

فغاں کہ آں مہِ نامہربانِ دشمن دوست
فریاد ہے اس لئے کہ اس دشمن کے دوست، نامہربان چاند نے

بترکِ صحبتِ یارانِ خود چہ آساں گفت
اپنے دوستوں کی صحبت چھوڑ دینے کو کس قدر آسان جانا!

غمِ کہن بمَے سالخوردہ دفع کنید
پرانے غم کو پرانی شراب سے دور کرو

کہ تخمِ خوشدلی اینست پیرِ دہقاں گفت
اس لئے کہ پیرِ دہقاں نے بتایا ہے کہ خوشدلی کا بیج یہی ہے

منؔ و مقامِ رضا بعد ازیں و شکرِ رقیب
میں اس کے بعد ہوں اور مقامِ رضا اور رقیب کا شکریہ

کہ دل بدردِ تو خو کرد و ترکِ درماں گفت
اس لئے کہ دل نے تیرے درد کی عادت ڈال لی اور علاج چھوڑنے کی ٹھان لی

گرہ بباد مزن گرچہ بر مراد وزد
ہوا میں گرہ نہ لگا اگرچہ وہ مقصد کے مطابق چلے!

کہ ایں سخن بمثل باد با سلیماں گفت
اس لئے کہ یہ بات مثال کے طور پر ہوا نے سلیمان سے کہی ہے

مزن ز چون و چرا دم کہ بندۂ مقبل
چون و چرا کا دم اس لئے نہ مار کہ خوش نصیب انسان نے

قبول کرد بجاں ہر سخن کہ جاناں گفت
ہر وہ بات مان لی ہے جو معشوق نے اس سے کہی ہے

بعشوۂ کہ سپہرت دہد ز راہ مرو
اس فریب سے جو تجھے آسمان دے راستے سے نہ ہٹ

ترا کہ گفت کہ ایں زال ترکِ دستاں گفت
تجھ سے کس نے کہا ہے کہ اس بوڑھیا نے مکاری چھوڑ دینے کو کہا ہے

بیار بادہ بخور زانکہ پیرِ میکدہ دوش
دوست کے ساتھ شراب پی کہ گزشتہ شب میکدہ کے پیر نے

لبے حدیثِ غفور و رحیم و رحمٰں گفت
غفور، رحیم اور رحمان کی بہت سی باتیں سنائی ہیں

کہ گفت حافظ از اندیشۂ تو آمد باز
کس نے کہا کہ حافظ تیرے خیال سے باز آ گیا!

من ایں نگفتہ ام آنکس کہ گفت بہتاں گفت
میں نے یہ نہیں کہا ہے جس نے کہا، جھوٹ کہا

صحنِ بستاں ذوق بخش و صحبتِ یاراں خوش ست
باغ کا صحن ذوق پیدا کرنے والا اور دوستوں کی صحبت اچھی ہے

وقتِ گل خوش باد کز وے وقتِ میخواراں خوش ست
خدا کرے پھول کا زمانہ خوش رہے کہ اس کی وجہ سے شراب پینے والوں کا زمانہ اچھا ہے

از صبا ہر دم مشامِ جانِ ما خوش میشود
ہماری جان کی قوتِ شامہ صبا کی وجہ سے ہر وقت خوش رہتی ہے

آرے آرے طیبِ انفاسِ ہواداراں خوش ست
ہاں ہاں چاہنے والوں کے سانسوں کی خوشبو بہت خوب ہے

تا کشودہ گل نقاب آہنگِ رحلت ساز کرد
جب تک پھول نے نقاب نہ کھولا کوچ کے ارادہ نے موافقت کر دی

نالہ کن بلبل کہ گلبانگِ دل افگاراں خوش ست
اے بلبل نالہ کر اس لئے کہ زخمی دلوں کا شور اچھا ہوتا ہے

مرغِ شبخواں را بشارت باد کاندر راہِ عشق
رات کو چہکنے والے پرندے کے لئے خوشخبری ہو اس لئے کہ عشق کے راستے میں

دوست را با نالۂ شبہائے بیداراں خوش ست
شب بیداروں کے نالوں سے دوست خوش ہے

پیرِ کنعاں سے حضرت یعقوب مراد ہیں جو اپنے بیٹے یوسف کے فراق میں مبتلا ہوئے تھے۔
قیامت کی ہولناکی فراق کی ہولناکی سے بہت کم ہے۔
صبا نے کچھ احوال بتائے لیکن وہ بھی پورے نہ تھے۔
پرانے غم کو پرانی شراب ہی دور کر سکتی ہے۔
راضی برضا ہو جائیں گے اور کوئی شکوہ زبان پر نہ لائیں گے۔
محبوب کے حکم پر چون و چرا کی گنجائش نہیں ہوتی ہے۔
زال سے مراد بڑھیا ہے یعنی یہ بہرحال مکار ہے۔
پیرِ میکدہ نے اللہ کی مغفرت کی باتیں سنائی ہیں اسکی رحمت کے بھروسہ پر پی لینا چاہیے۔
موسمِ گل اور صحنِ چمن اور دوست کی صحبت میخواری کی دعوت دیتی ہے۔
دوست انسان کے لئے غمناک آواز خوشگوار ہوتی ہے۔
مرغِ شبخواں سے مراد بلبل ہے جو رات کو چہکے۔

گرچہ در بازارِ دہر از خوشدلی جز نام نیست
اگرچہ زمانہ کے بازار میں خوشدلی برائے نام ہے

شیوۂ رندی خوش و حالِ عیاراں خوش ست
رندی کا طریقہ اور عیاروں کی خوشحالی بہت اچھی ہے

از زبانِ سوسن ایں آوازہ ام آمد بگوش[1]
سوسن کی زبان سے یہ آواز میرے کان میں پڑی

کاندریں دیرِ کہن کارِ سبکباراں خوش ست
اس پرانے بتخانہ میں، ہلکوں کا کام اچھا ہے

حافظا ترکِ جہاں گفتن طریقِ خوشدلیست
اے حافظ! ترکِ دنیا خوشدلی کا راستہ ہے

تا نہ پنداری کہ احوالِ جہانداراں خوش ست
ہرگز نہ سمجھنا کہ دنیا داروں کے احوال اچھے ہیں

صبا اگر گذرے افتدت بکشورِ دوست
اے صبا اگر تیرا دوست کے علاقے سے گذر ہو جائے

بیار نفحۂ از گیسوئے معنبرِ دوست
تو دوست کے عنبر جیسی خوشبو والے گیسو سے مہک لے آنا

بجانِ او کہ بشکرانہ جاں برافشانم[2]
اس کی جان کی قسم شکرانہ میں جان چھڑک دوں گا

اگر بسوئے من آری پیامے از برِ دوست
اگر میرے پاس دوست کی جانب سے تو کوئی پیام لے آئیگی

وگر چنانچہ دراں حضرتت نباشد بار[3]
اور اگر کسی طرح تجھے اس کے دربار میں باریابی نہ ہو تو

برائے دیدہ بیاور غبارے از درِ دوست
دوست کے در سے آنکھ کے لئے غبار لے آنا

منِ گدا و تمنائے وصلِ او ہیہات[4]
میں گدا اور اس کے وصل کی تمنا! افسوس

مگر بخواب ببینم جمال و منظرِ دوست
شاید دوست کا حسن اور منظر خواب میں دیکھ لوں

دلِ صنوبریم ہمچو بید لرزان ست[5]
میرا صنوبری دل، بید کی طرح لرزاں ہے

ز حسرتِ قد و بالائے چوں صنوبرِ دوست
دوست کے صنوبر جیسے قد و قامت کی حسرت میں

اگرچہ دوست بچیزے نمی خرد مارا
اگرچہ دوست ہمیں کسی چیز کے بدلے بھی نہیں خریدتا ہے

بعالمے نفروشیم موئے از سرِ دوست
ہم پوری دنیا کے بدلے میں بھی دوست کے سر کا ایک بال نہ بیچیں گے

چہ عذر باز سگِ کوئے تو توانم خواست[6]
تیرے کوچہ کے کتے سے میں کیا عذر خواہی کر سکوں گا؟

اگر شبے بتوانیم بود بر درِ دوست
اگر کسی شب کو ہم دوست کے دروازہ پر رہ سکیں گے

چہ باشد ار شود از قیدِ غم دلش آزاد
کیا ہوگا اگر غم کی قید سے اس کا دل آزاد ہو جائے گا

چو ہست حافظِ مسکیں غلام و چاکرِ دوست
جبکہ عاجز حافظ دوست کا غلام اور نوکر ہے

صبحدم مرغِ چمن با گلِ نوخاستہ گفت[7]
بلبل نے صبح کے وقت ایک نئے کھلے ہوئے پھول سے کہا

ناز کم کن کہ دریں باغ بسے چوں تو شگفت
ناز کم کر کہ اس باغ میں تجھ جیسے بہت سے کھلے ہیں

گل بخندید کہ از راست نرنجیم ولے
پھول ہنسا کہ سچی بات سے ہم رنجیدہ نہیں ہوتے ہیں لیکن

ہیچ عاشق سخنِ تلخ بہ معشوق نگفت
کسی عاشق نے معشوق کو سخت بات نہیں کہی

گر طمع داری ازاں جامِ مرصع مےِ لعل[8]
اگر اس مرصع جام سے لعل جیسی شراب پینے کی تجھے تمنا ہے

دُر و یاقوت بنوکِ مژہ ات باید سفت
تو تجھے پلکوں کی نوک سے موتی اور یاقوت پرونے چاہئیں

---

[1] سوسن ایک درخت ہے جس پر پتیوں جیسے پھول آتا ہے شعرا نے اس کو زبان مانی ہے۔
[2] اگر صبا اس کا پیام لے آئیگی تو اس پر جان قربان کر دوں گا۔
[3] اگر صبا کا اس تک گذر نہ ہو تو اس کے در کی خاک لے آئے۔
[4] میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ بیداری میں وصال ہو کاش خواب میں ہی دیدار ہو جائے۔
[5] صنوبر کے درخت تک گیں ہوتی ہیں جس کو دل سے تشبیہ دیجاتی ہے۔
[6] مگر چونکہ میں سوچتا کیا تو کوچہ کے کتے سے کیا عذر خواہی کروں گا۔
[7] بلبل نے غنچہ سے کہا تیرا غرور بے جا ہے اس طعنہ کو سن کر غنچہ نے جواب دیا تو نے بات سچی کہی لیکن معشوق سے تلخ کلامی نہیں کی جاتی ہے۔
[8] وصال اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ آنسو بہائے جائیں۔

تا ابد بوئے محبت بمشامش نرسد
اس شخص کی ناک میں قیامت تک محبت کی خوشبو نہ پہنچے گی

ہر کہ خاکِ درِ میخانہ بہ رخسارہ نرُفت
جس نے میخانے کی خاک رخسارے سے صاف نہ کی

در گلستانِ ارم دوش چو از لطفِ ہوا
جب گزشتہ رات جنت کے باغ میں ہوا کی پاکیزگی سے

زلفِ سنبل ز نسیمِ سحری می آشفت
نسیمِ سحری کی وجہ سے سنبل کی زلف بکھر رہی تھی

گفتم اے مسندِ جم جامِ جہاں بینت کو
میں نے کہا اے جمشید کی مسند تیرا جامِ جہاں نما کہاں ہے؟

گفت افسوس کہ آں دولتِ بیدار بخفت
اس نے کہا افسوس وہ جاگتی دولت سو گئی

سخنِ عشق نہ آنست کہ آید بزباں
عشق کی بات وہ نہیں ہے جو زبان پر آ سکے

ساقیا مے دہ و کوتاہ کن ایں گفت و شنفت
اے ساقی شراب دے اور اس گفت و شنید کو ختم کر

اشکِ حافظ خرد و صبر بدریا انداخت
حافظ کے آنسوؤں نے صبر اور عقل کو دریا میں پھینک دیا

چہ کند سوزِ غمِ عشق نیارست نہفت
کیا کرے عشق کے غم کی سوزش کو چھپا نہ سکے

صوفی از پرتوِ مے رازِ نہانی دانست
صوفی نے شراب کے پرتوے سے پوشیدہ راز کو جان لیا

گوہرِ ہر کس ازیں لعل توانی دانست
تو اس لعل سے ہر شخص کا جوہر جان سکتا ہے

شرحِ مجموعۂ گل مرغِ سحر داند و بس
پھول کے مجموعے کی شرح صرف بلبل جانتی ہے

کہ نہ ہر کو ورقے خواند و معانی دانست
اس لیے کہ ایسا نہیں ہے کہ جس نے ایک ورق پڑھا معانی جان گیا

عرضہ کردم دو جہاں بر دلِ کار افتادہ
میں نے آزمودہ کار دل پر دونوں جہان پیش کیے

بجز از عشقِ تو باقی ہمہ فانی دانست
اس نے تیرے عشق کے سوا سب کو فانی جانا

آں شد اکنوں کہ ز افواہِ عوام اندیشم
اب وہ بات گزر گئی کہ میں عوام کی زبان سے اندیشہ کروں

محتسب نیز ازیں عیشِ نہانی دانست
اس چھپے عیش کو محتسب بھی جان گیا

دلبر آسایشِ ما مصلحتِ وقت ندید
معشوق نے ہمارے آرام کو مصلحتِ وقت نہ خیال کیا

ورنہ از جانبِ ما دل نگرانی دانست
ورنہ وہ ہماری جانب سے دل تو تجھ کو جان گیا

سنگ و گل را کند از یمنِ نظر لعل و عقیق
نگاہ کی برکت سے پتھر اور مٹی کو لعل اور عقیق کر دیتا ہے

ہر کہ قدرِ نفسِ بادِ یمانی دانست
ہر وہ شخص جو یمنی ہوا کے سانس کی قدر کو جان گیا

اے کہ از دفترِ عقل آیتِ عشق آموزی
اے وہ شخص جو عقل کی کتاب سے عشق کی آیت کو سیکھتا ہے

ترسم ایں نکتہ بتحقیق ندانی دانست
مجھے ڈر ہے کہ اس نکتہ کو تحقیق سے نہ جان سکے

مے بیاور کہ ننازد بگلِ باغِ جہاں
شراب لا اس لیے کہ دنیا کے باغ کے پھول پر وہ شخص فخر نہیں کرتا

ہر کہ غارتگریِ بادِ خزانی دانست
جو خزاں کی ہوا کی غارتگری جان گیا

حافظ ایں گوہرِ منظوم کہ از طبع انگیخت
حافظ نے اس منظوم گوہر کو جس کو اس نے طبیعت سے نکالا ہے

اثرِ تربیتِ آصفِ ثانی دانست
آصفِ ثانی کی تربیت کا اثر جانا

ے جب تک میخانے میں ذلت نہ اختیار کیجیے عشق حاصل نہیں ہوتا ہے۔
ے عشق کی باتیں زبان پر نہیں لائی جاتیں۔
ے شراب نوشی کے بعد طبیعت کا اصل جوہر سامنے آ جاتا ہے۔
ے تجربہ کار انسان عشق کے سوا سب چیز کو فانی سمجھتا ہے۔
ے بات عوام کے ساتھ آئی اور محتسب تک پہنچ گئی
ے وصال کو خلافِ مصلحت سمجھا ورنہ ہمارے عشق کو وہ جان گیا تھا۔
ے حدیث شریف میں ہے ... یمن کی جانب سے محسوس کرتا ہوں ... نفسِ باد یمانی
ے مراد اویس قرنی یعنی جو اویس قرنی کی قدر دیکھ وہ کیسا نظر بن جائے گا۔
ے عقل اور عشق دو علیحدہ چیزیں ہیں ایک دوسرے سے نہیں سمجھی جا سکتی ہے۔

صبحِ دولت طلوعِ طلعتِ اوست
خوش نصیبی کی صبح، اس کے چہرے کا طلوع ہونا ہے
شامِ ظلمت نشانِ ظلمتِ اوست
تاریکی کی شام، اس کی تاریکی کا نشان ہے

مہر از خوانِ او نوالہ رساں
سورج، اسی کے دسترخوان سے نوالہ پہونچانے والا ہے
ماہِ نو خم زہبرِ خدمتِ اوست
نیا چاند، اس کی خدمت کے لیے جھکا ہوا ہے

از قدش پائے سرو ماندہ بہ گِل
سرو کا پیر اس کے قد کی وجہ سے مٹی میں پھنسا ہے
لالہ را داغِ دل بفرقتِ اوست
لالہ کا داغ، اس کے فراق کی وجہ سے ہے

رنگ و بوئے گُل از رخش بہ چمن
چمن میں پھول کا رنگ اور بو اس کے رخ کی وجہ سے ہے
نالۂ بلبل از محبتِ اوست
بلبل کا نالہ، اس کی محبت کی وجہ سے ہے

سوسنِ دہ زباں خموش بہ باغ
دس زبانوں والی سوسن باغ میں خاموش
لال ماندہ ز صنعِ قدرتِ اوست
گونگی اس کی قدرت کی بناوٹ کی وجہ سے ہے

فقر اگر رنجِ محنت ست آما
فقر، اگرچہ محنت کی تکلیف ہے لیکن
گنجِ عزت بکنجِ عزلتِ اوست
عزت کا خزانہ، اس کے تنہائی کے گوشہ میں ہے

بدوا جانبِ طبیب مرو
دوا کے لیے طبیب کی جانب نہ جا
صحتِ عاجل از طبابتِ اوست
فوری صحت، اس کی طبابت سے ہے

در طریقِ سلوک سالک را
سالک کو، سلوک کے راستہ میں
ہر چہ پیش آید از ارادتِ اوست
جو پیش آئے، اس کے ارادے سے ہے

قمری و عندلیب و حافظ نیست
قمری، اور عندلیب، اور حافظ ہی نہیں
ہمہ گویا بذکرِ مدحتِ اوست
سب اس کی تعریف کے ذکر میں گویا ہیں

عیبِ رندان مکن اے زاہدِ پاکیزہ سرشت
اے پاکیزہ طبیعت والے زاہد! رندوں پر عیب نہ لگا
کہ گناہِ دگرے بر تو نخواہند نوشت
اس لیے کہ دوسرے کا گناہ تیرے نام پر نہ لکھیں گے

من اگر نیکم اگر بد تو برو خود را باش
میں خواہ نیک ہوں، خواہ بد تو جا، اپنا کام کر
ہر کسے آں درود عاقبتِ کار کہ کشت
ہر شخص آخر میں وہ کاٹنے گا جو اس نے بویا ہے

ہمہ کس طالبِ یارند چہ ہشیار و چہ مست
سب لوگ دوست کے طالب ہیں خواہ وہ ہشیار ہوں خواہ مست
ہمہ جا خانۂ عشق ست چہ مسجد چہ کنشت
ہر جگہ عشق خانہ ہے خواہ مسجد ہو خواہ مندر

سرِ تسلیمِ من و خاکِ درِ میکدہ ہا
شراب خانوں کی خاک ہے اور میرا سرِ تسلیم
مدعی گر نہ کند فہمِ سخن گو سر و خشت
مدعی اگر بات نہ سمجھے تو کہدو سر ہے اور پتھر ہے

نا امیدم مکن از سابقۂ روزِ ازل
روزِ ازل کے گذرے ہوئے معاملہ سے مجھے نا امید نہ کر
تو چہ دانی کہ پسِ پردہ کہ خوب است کہ زشت
تجھے کیا معلوم پردے کے پیچھے کون اچھا ہے کون برا ہے؟

نہ من از خانۂ تقویٰ بدر افتادم و بس
میں ہی صرف تقوے کے گھر سے باہر نکل کر نہیں آپڑا ہوں
پدرم نیز بہشتِ ابد از دست بہشت
میرے باپ نے بھی دائمی بہشت کو ہاتھ سے چھوڑ دیا

۱۔ اس کی رخ نمائی طلوعِ صبح ہے اس کے
۲۔ ظلمت سے شامِ ظلمت ہے
۳۔ پھولوں کا کھلنا اور غلے کی پیداوار سورج کی تاثیر سے ہے۔
۴۔ ابتدائی تاریخوں کا چاند خمیدہ کمر ہوتا ہے۔
۵۔ پھولوں نے اس کے رخ سے حسن حاصل کیا ہے۔
۶۔ سوسن اس کے حسن کو دیکھ کر خاموش ہے۔
۷۔ فقر کے گوشہ میں عزت کا خزانہ ہے
۸۔ رندوں کا گناہ زاہد کے ذمہ نہ لکھا جائے گا۔
۹۔ زاہد اپنے کئے کا پھل پائے گا اور رند اپنے کیے کا۔
۱۰۔ عاشقِ حقیقی کو ہر جگہ معشوق کا ہی جلوہ نظر آتا ہے۔
۱۱۔ میں نے تو شراب خانہ کے دروازے کی خاک پر سر رکھ دیا ہے اگر کوئی نہ سمجھے تو اپنا سر پھوڑ لے۔
۱۲۔ خدا جو میرے انجام سے باخبر ہے تو مجھے کیوں مایوس کرتا ہے۔
۱۳۔ میں ہی خطاوار نہیں ہوں سابقہ تو کسی بات سے ہے
حضرت آدم بھی جنت سے نکلے تھے

برعمل تکیہ مکن خواجہ کہ در روزِ ازل — تو چہ دانی قلمِ صنع بنامت چہ نوشت
اے صاحب! عمل پر بھروسہ نہ کر اس لئے کہ روزِ ازل میں — تجھے کیا معلوم قدرت کے قلم نے تیرے نام کیا لکھا ہے

گر نہادت ہمہ اینست زہے پاک نہاد — ور سرشتت ہمہ اینست زہے پاک سرشت
اگر تیری تمام طبیعت یہی ہے تو کیا خوب پاک طبیعت ہے — اور اگر تیری ساری فطرت یہی ہے تو کیا خوب پاک فطرت ہے

باغِ فردوس لطیف ست ولیکن زنہار — تو غنیمت شمر ایں سایۂ بید و لبِ کشت
جنت کا باغ پاکیزہ ہے، لیکن خبردار! — تو بید کے اس سایہ کو اور کھیتی کے کنارے کو غنیمت شمار کر

حافظا روزِ اجل گر بکف آری جامے
اے حافظ موت کے دن اگر تو ہاتھ میں پیالہ لے آیا

یکسر از کوئے خرابات برندت بہ بہشت
تجھے فوراً شراب خانے سے بہشت میں لیجائیں گے

غمش تا در دلم ماوا گرفتہ است — سرم چوں زلفِ او سودا گرفتہ است
اس کے غم نے جب سے میرے دل میں ٹھکانا لیا ہے — میرے سر نے اس کی زلف کی طرح سودا اختیار کر لیا ہے

لبش چوں آتش آبِ حیات ست — ازاں آب آتشے در ما گرفتہ است
اس کے آگ جیسے ہونٹ آبِ حیات ہیں — اس پانی سے ہم میں آگ لگی ہے

ہمائے ہمتم عمریست کز جاں — ہوائے آں قدِ بالا گرفتہ است
ایک عمر گزری ہے، کہ میری ہمت کے ہما نے جان سے — اس بلند قد کی محبت اختیار کی ہے

شدم عاشق بہ بالائے بلندش — کہ کارِ عاشقاں بالا گرفتہ است
اس کے بلند قد پر میں عاشق ہو گیا ہوں — اس لئے کہ عاشقوں کے کام نے رونق اختیار کی ہے

چو ما در سایۂ الطافِ اوئیم — چرا او سایہ از ما وا گرفتہ است
جب ہم اس کی مہربانیوں کے سایہ تلے تھے — تو اس نے ہم سے سایہ کیوں اٹھا لیا ہے؟

نسیمِ صبح عنبر بوست امروز — مگر یارم رہِ صحرا گرفتہ است
آج صبح کی ہوا عنبر کی بو ہے — شاید میرے دوست نے جنگل کا راستہ اختیار کیا ہے

دوائے غم بجز مے نیست عاشق — ازاں رو ساغرِ صہبا گرفتہ است
غم کی دوا شراب کے علاوہ نہیں ہے، عاشق نے — اسی لیے شراب کا پیالہ ہاتھ میں تھام لیا ہے

ز دریائے دو چشمم گوہرِ اشک — جہاں در لولوئے لالا گرفتہ است
آنسوؤں کے گوہر نے میری دونوں آنکھوں کے دریا سے — دنیا کو چمکدار موتیوں سے گھیر لیا ہے

حدیثِ حافظ اے سروِ سمن بو
اے چنبیلی کی خوشبو والے سرو! حافظ کی بات نے

بوصفِ قدِ تو بالا گرفت است
تیرے قد کی تعریف کی وجہ سے بلندی حاصل کی ہے

کنوں کہ در کفِ گل جامِ بادۂ صاف ست — بصد ہزار زباں بلبلش در اوصاف ست
اب جبکہ پھول کے ہاتھ میں صاف شراب کا پیالہ ہے — لاکھ زبانوں سے بلبل اس کی تعریفوں میں ہے

ا بخشش ہو سعادت رحمت خداوندی پر موقوف ہے عمل پر غرور نہ کرنا چاہیے۔
۲ یہ شعر تجمل پر طنز ہے۔
۳ اس کے غم کی وجہ سے میرا دل اس کی زلف کی طرح پریشان ہے۔
۴ ہونٹ سرخی میں آگ کی طرح ہیں لیکن ان میں آبِ حیات ہے۔
۵ اس کا عشق ہر دم مجھے ... ہے جیسے ... جس تجسس ... حاصل ہے۔
۶ چونکہ عاشقوں کا مرتبہ اونچا ہے اسی وجہ سے اس کے بلند قد کے عاشق ہیں۔
۷ نسیم سحری میں عنبر کی خوشبو اسی وجہ سے ہے کہ معشوق گذرا ہے۔
۸ حافظ کے کلام کی بلندی اسی وجہ سے ہے کہ وہ تیرے بلند قد کی تعریف کرتا ہے۔
۹ موسم بہار میں پھول سے ... ہوتا ہے ... ہوا صاف ہے۔

بخواہ دفترِ اشعار و رو بصحرا کن
اشعار کا دفتر لے اور جنگل کا رخ کر

چہ وقتِ مدرسہ و بحثِ کشف و کشاف ست
مدرسہ اور کشف و کشاف کی بحث کا کیا وقت ہے

فقیہِ مدرسہ دی مست بود و فتویٰ داد
مدرسہ کا فقیہ کل مست تھا اور اس نے فتویٰ دیدیا

کہ مے حرام ولے بہ ز مالِ وقاف ست
کہ شراب حرام ہے، لیکن اوقاف کے مال سے تو بہتر ہے

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش
تلچھٹ اور صاف کے فیصلہ کا تجھے حق نہیں خاموش رہ

کہ ہرچہ ساقیِ ما ریخت عینِ الطاف ست
اس لیے کہ ہمارے ساقی نے جو کچھ ڈالدیا ہے اس کی عین مہربانی ہے

ببر ز خلق و ز عنقا قیاسِ کار بگیر
لوگوں سے علیحدہ ہو جا اور کام کو عنقا پر قیاس کرلے

کہ صیتِ گوشہ نشیناں ز قاف تا قاف ست
کہ گوشہ نشینوں کا آوازہ قاف سے قاف تک ہے

حدیثِ مدعیان و خیالِ ہمکاراں
ڈینگیں مارنے والوں کی بات اور اپنے کام میں نچلے ہوؤں کا خیال

ہماں حکایتِ زر دوز و بوریا باف ست
وہی زردوز اور بوریا بننے والے کا قصہ ہے

خموش حافظ و ایں نکتہ ہائے چوں زرِ سرخ
اے حافظ چپ رہ اور ان نکتوں کو جو سرخ سونے کی طرح ہیں

نگاہدار کہ قلابِ شہر صراف ست
محفوظ رکھ اس لیے کہ شہر کا دغا باز صراف ہے

کس نیست کہ افتادۂ آں زلفِ دوتا نیست
کوئی نہیں ہے جو اس دولڑی زلف میں پھنسا ہوا نہیں ہے

در رہگذرے نیست کہ دامے زبلا نیست
کوئی ایسا راستہ نہیں جہاں پر مصیبت کا جال نہیں ہے

روئے تو مگر آئینۂ لطفِ الٰہی ست
تیرا چہرہ، شاید لطفِ الٰہی کا آئینہ ہے

حقا کہ چنیں ست و درین روئے و ریا نیست
یقیناً ایسا ہی ہے، اور اس میں کوئی رو رعایت نہیں ہے

زاہد ندہم توبہ ز روئے تو زہے روی
زاہد مجھے تیرے چہرے سے توبہ کراتا ہے کیا اندھا ہے

ہیچش ز خدا شرم و ز روئے تو حیا نیست
اس کو خدا سے ذرا بھی شرم اور تیرے چہرے سے حیا نہیں ہے

نرگس طلبد شیوۂ چشمِ تو زہے چشم
نرگس تیری آنکھوں کا طریقہ چاہتی ہے۔ کیا آنکھ ہے

مسکیں خبرش از سر و در دیدہ حیا نیست
بیچاری کو راز کی خبر نہیں ہے اور آنکھ میں شرم نہیں ہے

از بہرِ خدا زلف میارائے کہ ما را
خدا کے لیے زلف نہ سنوار کہ ہمارے لیے

شب نیست کہ صد عربدہ با بادِ صبا نیست
کوئی ایسی رات نہیں ہے جس میں بادِ صبا سے سو لڑائیاں نہیں ہوں

باز آئی کہ بے روئے تو اے شمعِ دل افروز
اے دل کو روشن کرنے والی شمع پھر آجا اس لیے کہ تیرے چہرے کے بغیر

در بزمِ حریفاں اثرِ نور و ضیا نیست
دوستوں کی مجلس میں نور اور روشنی کا نشان بھی نہیں ہے

اے شمعِ سحر گریہ بحالِ من و خود کن
اے صبح کی شمع! اپنے اور میرے حال پر گریہ کر

کیں سوزِ نہانی کہ مرا ہست ترا نیست
اس لیے کہ جو چھپی جلن مجھ میں ہے، تجھ میں نہیں ہے

دی میشد و گفتم صنما عہد بجا آر
کل وہ چلا، میں نے کہا اے صنم! عہد پورا کر

گفتا غلطے اے خواجہ دریں عہد وفا نیست
وہ بولا اے خواجہ غلط ہے اس زمانہ میں وفا نہیں ہے

تیمارِ غریباں سببِ ذکرِ جمیل ست
پردیسیوں کی غم خواری اچھی شہرت کا سبب ہے

جاناں مگر ایں قاعدہ در شہرِ شما نیست
جاناں شاید تمہارے شہر میں یہ قاعدہ نہیں ہے

۱ لطف اندوزی کا وقت ہے بحث و تحقیق کا وقت نہیں ہے۔ کشف و کشاف مشہور کتابیں ہیں
۲ خود تو شراب پیتا ہے اور اوقاف کے مال کو خورد برد کر رہا ہے اور شراب کی حرمت کا فتویٰ دے رہا ہے۔
۳ انسان اپنی اچھائی برائی کو نہیں کہہ سکتا ہے
۴ یہ خیال تھا کہ کوہِ قاف دنیا کے گرد گھوما ہوا ہے۔ ز قاف تا قاف کے معنی وہی ہیں جو از شرق تا مغرب کے ہیں یعنی عنقا کی شہرت اور قدر اسی وجہ سے ہے کہ وہ آبادی سے دور ہے۔
۵ مدعیوں کے کلام اور ہمارے خیال میں وہی نسبت ہے جو زردوز اور بوریا باف میں ہے۔
۶ جبکہ شہر کا دغا باز صراف بنا بیٹھا ہے تو اس کو سونا دینا بیوقوفی ہے۔
۷ زاہد کا توبہ کو کہنا بے شرمی اور بے حیائی پر مبنی ہے۔
۸ نرگس کا معشوق کی آنکھوں کی ریس کرنا بے حیائی ہے
۹ چونکہ بادِ صبا زلف کو پریشان کرتی ہے۔

چوں چشمِ تو دل می برد از گوشہ نشیناں
جبکہ تیری آنکھ گوشہ نشینوں کا دل چھین لے جاتی ہے

دنبالِ تو بودن گنہ از جانبِ ما نیست
تو تیرے پیچھے لگنا ہمارا گناہ نہیں ہے

گر پیرِ مغاں مرشدِ ما شد چہ تفاوت
اگر بت خانہ کا پیر ہمارا مرشد ہو گیا تو کیا فرق پڑا

در ہیچ سرے نیست کہ سرّے ز خدا نیست
کوئی ایسا سر نہیں ہے جس میں خدائی راز نہیں ہے

گفتن برِ خورشید کہ من چشمۂ نورم
خورشید کے سامنے یہ کہنا کہ میں نور کا چشمہ ہوں

دانند بزرگاں کہ سزاوارِ سہا نیست
بزرگ جانتے ہیں کہ سہا کے لئے مناسب نہیں ہے

عاشق چہ کند گر نخورد تیرِ ملامت
اگر ملامت کا تیر نہ کھائے تو عاشق کیا کرے

با ہیچ دلاور سپرِ تیرِ قضا نیست
قضا کے تیر کی ڈھال کسی بہادر کے پاس نہیں ہے

در صومعۂ زاہد و در خلوتِ عابد
زاہد کے صومعہ میں اور عبادت گزار کی خلوت میں

جز گوشۂ ابروئے تو محرابِ دعا نیست
تیرے ابرو کے گوشہ کے سوا دعا کی کوئی محراب نہیں ہے

اے چنگ فرو بردہ بخونِ دلِ حافظ
اے حافظ کے دل کے خون میں پنجہ گھسائے ہوئے

فکرت مگر از غیرتِ قرآن و خدا نیست
شاید تجھے خدا کے قرآن کی عزت کی فکر نہیں ہے

کنوں کہ میدمد از بوستاں نسیمِ بہشت
اب جبکہ باغ سے بہشت کی ہوا آ رہی ہے

من و شرابِ فرح بخش و یارِ حور سرشت
میں ہوں اور فرحت بخش شراب ہے اور حور طبیعت دوست

چمن حکایتِ اردی بہشت میگوید
چمن اردی بہشت (مہینہ) کا قصہ بیان کر رہا ہے

نہ عاقل ست کہ نسیہ خرید و نقد بہشت
وہ عقلمند نہیں ہے جس نے ادھار پسند کیا اور نقد کو چھوڑ دیا

بمے عمارتِ دل کن کہ ایں جہانِ خراب
شراب سے دل کی تعمیر کر، کیونکہ یہ ویران دنیا

دراں سرست کہ از خاکِ ما بسازد خشت
اس خیال میں ہے کہ ہماری مٹی سے اینٹیں بنائے

وفا مجوی ز دشمن کہ پرتوے ندہد
دشمن سے وفا تلاش کر اس لئے کہ روشنی نہیں دیتی ہے

چو شمعِ صومعہ افروزی از چراغِ کنشت
جبکہ تو عبادت خانہ کی شمع کو بتخانے کے چراغ سے روشن کرے

مکن بنامہ سیاہی ملامتِ منِ مست
اعمال نامہ کی سیاہی پر مجھ دیوانہ کو ملامت نہ کر

کہ آگہ است کہ تقدیر بر سرش چہ نوشت
کون باخبر ہے کہ تقدیر نے اس کے مقدر میں کیا لکھا ہے؟

گدا چرا نزند لافِ سلطنت امروز
آج فقیر سلطنت کی ڈینگیں کیوں نہ مارے

کہ خیمہ سایۂ ابر است و بزمگہ لبِ کشت
جبکہ ابر کا سایہ خیمہ ہے اور کھیتی کا کنارہ مجلس ہے

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ
حافظ کے جنازے سے قدم نہ روک

کہ گرچہ غرقِ گناہ ست میرود بہ بہشت
اس لئے کہ اگرچہ گناہ میں ڈوبا ہے بہشت میں جا رہا ہے

گل در بر و مے در کف و معشوق بکام ست
پھول بغل میں اور شراب ہاتھ میں اور معشوق حسبِ مطلب ہے

سلطانِ جہانم بچنیں روز غلام ست
ایسے دن میں زمانے کا بادشاہ بھی میرا غلام ہے

ے ہمارا گناہ نہیں ہے بلکہ تیری آنکھوں کا قصور ہے۔
ے میرے معشوق کے سامنے حسن کا دعویٰ ایسا ہی ہے جیسا کہ سہا ستارے کا دعویٰ سورج کے مقابلہ میں۔
ے دعا مانگنے کی محراب صرف تیری ابروؤں کی محراب ہے۔
ے حافظ قرآن کی تو عزت کھاتی ہے۔
ے جبکہ چمن میں اردی بہشت کا نقشہ ہے اور وہ موجود ہے تو اب آخرت کی جنت کے خیال سے اس کو ختم کرنا بیوقوفی ہے۔
ے جب انسان مر کر مٹی میں مل جاتا ہے تو اس مٹی کی اینٹیں بنائی جاتی ہیں۔
ے دشمن سے وفا کی امید ایسا ہی ہے جیسے عبادت خانہ کی شمع بتخانہ کے چراغ سے روشن کی جائے۔
ے آزاد انسان کے لئے ابر کا سایہ اور کھیت کا کنارہ سلطنت سے کم نہیں ہے۔

گو شمع میارید دریں بزم کہ امشب
کہہ دو اس صحبت میں شمع نہ لاؤ اس لئے کہ آج کی رات
در مجلسِ ما ماہِ رخِ دوست تمام ست
ہماری مجلس میں دوست کے رخ کا مکمل چاند ہے

در مذہبِ ما بادہ حلال ست و لیکن
ہمارے مذہب میں شراب حلال ہے لیکن
بے روئے تو اے سروِ گل اندام حرام ست
اے پھول جیسے جسم والے سرو تیرے چہرے کے بغیر حرام ہے

گوشم ہمہ بر قولِ نے و نغمۂ چنگ است
میرا کان پوری طرح بانسری کی آواز اور ستار کے گانے پر ہے
چشمم ہمہ بر لعلِ لب و گردشِ جام است
میری آنکھیں پورے طور پر لعل جیسے ہونٹ اور جام کی گردش پر ہیں

در مجلسِ ما عطر میامیز کہ جاں را
ہماری صحبت میں عطر نہ ملاؤ اس لئے کہ جان کے لئے
ہر لحظہ ز گیسوئے تو خوشبوئے مشام ست
ہر لحظہ تیرے گیسو سے دماغ معطر ہے

از چاشنیِ قند مگو ہیچ و ز شکر
قند، اور شکر کی شیرینی کی کچھ بات نہ کر
زاں رو کہ مرا با لبِ شیرینِ تو کام ست
اس لیے کہ میرا مقصد تیرے شیریں ہونٹ سے ہے

تا گنجِ غمت در دلِ ویرانہ مقیم ست
جب سے ویرانہ دل میں تیرے غم کا خزانہ مقیم ہے
پیوستہ مرا کنجِ خرابات مقام ست
ہمیشہ، خرابات کا گوشہ میرا مقام ہے

از ننگ چہ گوئی کہ مرا نام ز ننگ ست
ذلت کی بات کیا کہتا ہے میری شہرت ہی ذلت سے ہے
وز نام چہ پرسی کہ مرا ننگ ز نام ست
شہرت کے بارے میں کیا پوچھتا ہے شہرت سے ہی میری ذلت ہے

میخوارہ و سرگشتہ و رندیم و نظرباز
ہم شراب خوار، اور سرگشتہ اور رند اور نظرباز ہیں
وانکس کہ چو ما نیست دریں شہر کدام ست
جو ہم جیسا نہیں ہے تو وہ اس شہر میں کون ہے؟

با محتسبم عیب مگوئید کہ او نیز
محتسب سے میرا عیب نہ بیان کرو اس لئے کہ وہ بھی
پیوستہ چو ما در طلبِ عیشِ مدام ست
ہمیشہ ہماری طرح دائمی عیش کی طلب میں ہے

حافظ منشیں بے مے و معشوقہ زمانے
اے حافظ تھوڑی دیر کے لئے بھی بغیر شراب و معشوقہ کے نہ بیٹھ
کایامِ گل و یاسمن و عیدِ صیام ست
کیونکہ پھول اور یاسمین اور روزوں کی عید کا زمانہ ہے

گر ز دستِ زلفِ مشکینت خطائے رفت رفت
اگر تیری مشکیں زلف کے ہاتھ سے غلطی ہوئی، ہو گئی
ور ز ہندوئے شما بر ما جفائے رفت رفت
اگر تمہارے تل سے ہم پر ظلم ہوا، ہو

برقِ عشق ار خرمنِ پشمینہ پوشے سوخت سوخت
اگر عشق کی بجلی نے کمبل پوش کی کھلیان جلا دیا، جلا دیا
جورِ شاہِ کامراں گر بر گدائے رفت رفت
اگر ایک گدا پر کامیاب بادشاہ کا ظلم ہوا، ہو

گر دلے از غمزۂ دلدار بارے برد برد
اگر کسی دل نے دلبر کی ادا سے تکلیف اٹھائی، اٹھائی
ور میانِ جان و جاناں ماجرائے رفت رفت
اگر جان اور جاناں میں کچھ قصہ ہوا، ہو

در طریقت رنجشِ خاطر نباشد مے بیار
طریقت میں رنجش خاطر نہیں ہوتی، شراب لا
ہر کدورت را کہ بینی چوں صفائے رفت رفت
جس کدورت کو تو دیکھے جب صفائی ہوئی وہ دور ہو گئی

عشقبازی را تحمل باید اے دل پائدار
اے دل عشق بازی کے لئے برداشت ہو، پائیدار رہنا چاہئے
گر ملالے بود بود و گر خطائے رفت رفت
اگر کوئی مصیبت تھی، تھی اگر کوئی غلطی ہوئی، ہوئی

۱ دوست کے رخ کے ہوتے ہوئے شمع کی ضرورت نہیں ہے۔
۲ جب معشوق سامنے نہ ہو تو بادہ نوشی بیکار ہے۔
۳ معشوق کی وجہ سے مجلس مہک رہی ہے عطر کی ضرورت نہیں ہے۔
۴ لبِ معشوق کی شیرینی قند کا سبب ہے قند اور شکر کی۔
۵ میں ننگ سے آگاہ ہوں اور بہت میری ننگ ہے۔
۶ میرا نام شہرہ اور محتسب ہمارے طرح ہیں۔
۷ زلف کی غلطی تیرے معشوق کی وفا پر دلالت ہے۔
۸ صفائی ہو جانے کے بعد کدورت ختم ہو جانی چاہئے۔
۹ عشق میں مصیبت اور غلطی کی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔

از سخن چیناں ملالتہا پدید آید و لے
نکتہ چینوں کی وجہ سے رنج ظاہر ہوتے ہیں، لیکن

چوں میانِ ہمنشیناں ماجرائے رفت رفت
جب ہم نشینوں میں بات ختم ہوئی، ختم ہوئی

عیب حافظ گو مکن زاہد کہ رفت از خانقاہ
زاہد سے کہدو، حافظ پر عیب نہ لگا، خانقاہ سے چلا گیا

پائے آزاداں چہ بندی گر بجائے رفت رفت
آزاد لوگوں کے پیر تو کب باندھتا ہے اگر کسی جگہ چلا گیا، چلا گیا

لعلِ سیراب بخوں تشنہ لبِ یارِ من ست
سیراب لعل، خون کا پیاسا، میرے یار کا ہونٹ ہے

از پئے دیدنِ او دادنِ جاں کارِ من ست
اس کے دیکھنے کی خاطر جان دے دینا میرا کام ہے

شرم ازاں چشم سیہ بادش و مژگانِ دراز
ان کالی آنکھوں اور لمبی پلکوں سے اس کو شرم آنی چاہیے

ہر کہ دل بردنِ او دید و در انکارِ من ست
جس نے اس کا دل لینا دیکھا اور پھر میرا انکار کرتا ہے

ساربان رخت بدروازہ مبر کاں سرِ کو
اے ساربان! دروازے پر سامان نہ لے جا اس لیے کہ اس گلی کا موڑ

شاہراہیست کہ منزلگہِ دلدارِ من ست
وہ شاہراہ ہے جو میرے دلدار کی قیام گاہ ہے

بندۂ طالعِ خویشم کہ دریں قحطِ وفا
میں تو اپنے نصیب کا غلام ہوں کہ اس وفا کے قحط میں

عشقِ آں لولیِ سرمست خریدارِ من ست
اس شوخ سرمست کا عشق میرا خریدار ہے

طبلۂ عطرِ گل و درجِ عبیر افشانش
گلاب کی ڈبیہ اور اس کا عبیر چھڑکنے والا ڈبہ

فیض یک شمہ ز بوئے خوشِ عطارِ من ست
میرے عطار کی عمدہ خوشبو کا تھوڑا سا فیض ہے

باغباں ہمچو نسیمم ز درِ خویش مراں
اے باغباں! مجھے نسیم کی طرح اپنے دروازے سے نہ ہٹا

کآبِ گلزارِ تو از اشکِ چو گلنارِ من ست
اس لیے کہ تیرے گلستاں کی رونق میرے گلنار جیسے آنسوؤں سے ہے

شربتِ قند و گلاب از لبِ یارم فرمود
میرے معشوق کے ہونٹ کا شربت قند و گلاب تجویز کیا ہے

نرگسِ او کہ طبیبِ دلِ بیمارِ من ست
اس کی آنکھ نے جو میرے بیمار دل کا طبیب ہے

آنکہ در طرزِ غزل نکتہ بہ حافظ آموخت
جس نے غزل کی طرز میں حافظ کو نکتہ سکھایا ہے

یارِ شیریں سخنِ نادرہ گفتارِ من ست
وہ میرا نادر گفتار، میٹھی گفتگو والا یار ہے

مطلبِ طاعت و پیماں ز درستاں من مست
مجھ مست سے صحیح اطاعت اور عہد نہ چاہ

کہ بہ پیمانہ کشی شہرہ شدم روزِ الست
میں الست کے دن سے شراب نوشی میں مشہور ہوں

من ہماں دم کہ وضو ساختم از چشمۂ عشق
میں نے اسی وقت جب میں نے عشق کے چشمے سے وضو کیا

چار تکبیر زدم یکسرہ بر ہر چہ کہ ہست
ہر موجود پر چار تکبیریں پڑھ دی ہیں

مے بدہ تا دہمت آگہی از سرِ قضا
شراب دے تاکہ تجھے قضائے خداوندی کا راز بتا دوں

کہ بروئے کہ شدم عاشق و بر بوئے کہ مست
کہ میں کس کے چہرے پر عاشق ہوا اور کس کی خوشبو سے مست ہوا

کمرِ کوہ کم ست از کمرِ مور اینجا
اس جگہ، پہاڑ کی کمر چیونٹی کی کمر سے کم ہے

نا امید از درِ رحمت مشو اے بادہ پرست
اے بادہ پرست! رحمت کے دروازے سے نا امید نہ ہو

۱ے دوستوں کا گلا شکوہ
ختم ہونا چاہیے۔
۲ے جو دلبری کو دیکھ لے
پھر اور پھر بھی جھگڑا
کرتا ہے اس کو ان آنکھوں
سے شرم آنی چاہیے
۳ے بری قسمت نہیں ہے کہ
اس بیچ معشوق کا عشق
میرا خریدار بنا ہے۔
۴ے جو گلزار کی رونق
میرے آنسوؤں سے ہے
اس لئے
دھتکار
مت
آنکھ نے
جو میرا طبیب
ہے میرے مرض کا علاج
اس کے ہونٹ کا شربت
گلقند سے تجویز کیا ہے
۵ے جس دن سے میں نے
عشق اختیار کیا ہے
ہر چیز کے جنازہ کی نماز
پڑھ دی ہے یعنی تمام
دنیا سے بے تعلق ہو گیا
ہوں
۶ے رحمتِ حق کے سامنے
پہاڑ جیسا گناہ بھی
بے حقیقت ہے۔

جاں فدائے دہنت باد کہ در باغِ نظر
تیرے منہ پر میری جان قربان ہو اس لئے کہ نگاہ کے باغ میں

چمن آرائے جہاں خوشتر ازیں غنچہ نبست
دنیا کے چمن کے سنوارنے والے نے اس سے بہتر غنچہ نہیں بنایا

بجز آں نرگسِ مستانہ کہ چشمش مرساد
اس مستانہ نرگس کے علاوہ خدا کرے اس کو نظر نہ لگے

زیر ایں طارمِ فیروزہ کسے خوش ننشست
اس نیلے بالاخانہ کے نیچے کوئی آرام سے نہیں بیٹھا

حافظ از دولتِ عشقِ تو سلیمانی یافت
تیرے عشق کی دولت سے، حافظ نے سلیمانی پائی

یعنی از وصلِ تواش نیست بجز باد بدست
یعنی تیرے وصل سے اس کے ہاتھ میں ہوا کے سوا کچھ نہیں ہے

مرحبا اے پیکِ مشتاقاں بدہ پیغامِ دوست
خوش آمدید اے عاشقوں کے قاصد دوست کا پیغام دے

تا کنم جاں از سرِ رغبت فدائے نامِ دوست
تاکہ میں رغبت سے دوست کے نام پر جان قربان کر دوں

والہ و شیداست دائم ہمچو بلبل در قفس
ہمیشہ دیوانہ اور عاشق ہے قفس میں بلبل کی طرح

طوطیِ طبعم ز شوقِ شکر و بادامِ دوست
میری طبیعت کی طوطی دوست کے بادام اور شکر کے شوق میں

زلفِ او دام است و خالش دانۂ آں دام و من
اس کی زلف جال ہے اور اس کا تل اس جال کا دانہ ہے اور میں

بر امیدِ دانۂ افتادم اندر دامِ دوست
دانہ کی امید میں، دوست کے جال میں پھنس گیا ہوں

سر ز مستی بر نگیرد تا بہ صبحِ روزِ حشر
حشر کے دن کی صبح تک مستی سے سر نہیں اٹھا سکتا

ہر کہ چوں من در ازل یک جرعہ خورد از جامِ دوست
ہر وہ شخص جس نے میری طرح ازل میں دوست کے جام سے ایک گھونٹ پی لیا

من نوشتم نامۂ از شرحِ حالِ خود ولے
میں نے اپنی حالت کی تفصیل کا ایک خط لکھا ہے لیکن

دردِ سر باشد نمودن بیش ازیں ابرامِ دوست
اس سے زیادہ اصرار کرنا دوست کے لئے دردِ سر ہوگا

میلِ من سوئے وصال و قصدِ او سوئے فراق
میرا میلان وصال کی طرف ہے اور اس کا ارادہ فراق کی جانب ہے

ترکِ کامِ خود گرفتم تا بر آید کامِ دوست
میں نے اپنے مقصد کو چھوڑ دیا ہے تاکہ دوست کا مقصد پورا ہو جائے

گر دہد دستم کشم در دیدہ ہمچوں توتیا
اگر موقع مل جائے تو آنکھ میں توتیا کی طرح لگا لوں

خاکِ راہے کاں مشرف گردد از اقدامِ دوست
اس راستہ کی خاک کو جو دوست کے قدموں سے مشرف ہوئی ہے

حافظ اندر درد و غم میسوز و با درماں مساز
اے حافظ! درد اور غم میں جلتا رہ، اور علاج نہ کر

زانکہ درمانے ندارد دردِ بے درمانِ دوست
اس لئے کہ دوست کے لا علاج درد کا کوئی علاج نہیں ہے

منم کہ گوشۂ میخانہ خانقاہِ من است
میں وہ ہوں کہ شراب خانہ کا گوشہ، میری خانقاہ ہے

دعائے پیرِ مغاں وردِ صبحگاہِ من است
پیرِ مغاں کو دعا دینا، میرا صبح کا وظیفہ ہے

گرم ترانۂ چنگ و صبوح نیست چہ باک
اگر میرے پاس چنگ کا گانا اور صبح کی شراب نہیں ہے تو کیا پروا ہے

نوائے من بسحر آہ عذرخواہِ من است
میری آواز صبح کے وقت میری عذر خواہ آہ ہے

ز پادشاہ و گدا فارغم بحمد اللہ
خدا کا شکر ہے کہ میں بادشاہ اور فقیر سے بے نیاز ہوں

گدائے خاکِ درِ دوست پادشاہِ من است
دوست کے دروازے کی خاک کا فقیر میرا بادشاہ ہے

۱ حضرت سلیمان کا ہوا پر قبضہ تھا اسی طرح میرے ہاتھ میں ہوا ہے۔
۲ طوطی کو شکر اور بادام کھلائے جاتے ہیں
۳ زلف کو جال اور تل کو اس جال کا دانہ قرار دیا ہے۔
۴ میں نے صرف اپنی حالت لکھی ہے جس پر اصرار مناسب نہیں ہے۔
۵ معشوق کی خواہش پر اپنی خواہش قربان کر دینا عین کمال ہے۔
۶ یعنی اگر جامِ عرفان میسر نہیں ہے تو صبح کی آہ ہی کافی ہیں۔
۷ دنیاوی لوگوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ حالت موجبِ حمد ہے۔

غرض ز مسجد و میخانہ ام وصالِ شماست
جز ایں خیال ندارم خدا گواہِ من ست

مسجد و میخانہ سے میرا مقصود تمہارا وصال ہے
اس کے سوا میرا کوئی خیال نہیں ہے خدا میرا گواہ ہے

مرا گدائے تو بودن ز سلطنت خوشتر
کہ ذلِ جور و جفائے تو عز و جاہِ من ست

میرے لیے تیرا فقیر ہونا سلطنت سے زیادہ اچھا ہے
اس لئے کہ تیرے ظلم اور جفا کی ذلت میری عزت اور جاہ ہے

مگر بتیغِ اجل خیمہ بر کنم ورنہ
رمیدن از درِ دولت نہ رسم و راہِ من ست

شاید موت کی تلوار سے خیمہ اٹھا لوں، ورنہ
درِ دولت سے بھاگنا میری رسم و راہ نہیں ہے

ازاں زماں کہ بریں آستاں نہادم روی
فرازِ مسندِ خورشید تکیہ گاہِ من ست

جب سے میں نے اس آستانہ پر منہ رکھا ہے
خورشید کی مسند کی بلندی، میری تکیہ گاہ ہے

کلاہِ دولتِ خسرو کجا بچشم آید
کہ خاکِ کوئے شما عزتِ کلاہِ من ست

خسرو کی دولت کی ٹوپی، میری نگاہ میں کیا آسکتی ہے
جبکہ تمہارے کوچہ کی خاک میری ٹوپی کی عزت ہے

گناہ اگرچہ نبود اختیارِ ما حافظ
تو در طریقِ ادب کوش و گو گناہِ من ست

اے حافظ اگرچہ گناہ ہمارے اختیار میں نہ تھا
تو ادب کا طریقہ اختیار کر اور کہہ کہ خطا میری ہے

ماہم ایں ہفتہ شد از شہر و بچشمم سالیست
حالِ ہجراں تو چہ دانی کہ چہ مشکل حالیست

میرا چاند اس ہفتہ شہر سے رخصت ہوا ہے اور میری نگاہ میں ایک سال ہے
ہجر کے حال کو تو کیا جانے کہ کس قدر مشکل حال ہے

مردمِ دیدہ ز لطفِ رخ او در رخِ او
عکسِ خود دید و گماں کرد کہ مشکیں خالیست

رخسار کی پاکیزگی کی وجہ سے اس کے رخسار میں آنکھ کی پتلی نے
اپنا عکس دیکھ لیا اور یہ سمجھ لیا کہ کالا تل ہے

اے کہ انگشت نمائی بکرم در ہمہ شہر
وہ کہ در کارِ غریباں عجبت اہمالیست

اے وہ! کہ تو تمام شہر میں سخاوت میں مشہور ہے
واہ غریبوں کے کام میں تیری عجب سستی ہے

میچکد شیر ہنوز از لبِ ہمچوں شکرش
گرچہ در عشوہ گری ہر مژہ اش قتالیست

اس کے شکر جیسے ہونٹ سے اب تک دودھ ٹپکتا ہے
اگرچہ ناز و کرشمہ میں اس کی ہر پلک قاتل ہے

بعد ازینم نبود شائبہ در جوہرِ فرد
کہ دہانِ تو دریں نکتہ خوش استدلالیست

اس کے بعد جزو لا یتجزیٰ میں مجھے کوئی شک نہ ہوگا
کہ تیرا منہ اس معاملہ میں بہترین استدلال ہے

مژدہ دادند کہ بر ما گذرے خواہی کرد
نیتِ خیر مگرداں کہ مبارک فالیست

لوگوں نے خوشخبری دی ہے کہ تو ہمارے پاس سے گزرے گا
بہتر نیت کو نہ بدل کہ اچھی فال ہے

کوہِ اندوہِ فراقت بچہ حیلت بکشد
حافظِ خستہ کہ از نالہ تنش چوں نالیست

تیرے فراق کا پہاڑ، کس طور پر کھینچے
کمزور حافظ کہ آہ و زاری کی وجہ سے اس کا بدن ریشے کی طرح ہے

ما از خیالِ تو چہ پروائے شراب ست
خم گو سرِ خود گیر کہ خمخانہ خراب است

تیرے خیال کی وجہ سے اب ہمیں شراب کی کیا پروا ہے
مٹکے سے کہہ دو اپنا راستہ لے کہ شراب خانہ برباد ہے

ے دولت سے مراد...
نہیں اٹھوں گا۔
ے جب سے تمہارے
آستانہ پر سر دھرا ہے
مجھے انتہائی بلندی حاصل
ہو گئی ہے۔
ے حافظ کا یہ شعر
جبر و قدر کے مسئلہ میں
بہت اونچا شعر ہے یعنی
اگرچہ ہم اپنے اختیار سے
گناہ بھی نہیں کرتے ہیں
لیکن ادب کا تقاضہ
ہے کہ گناہ ہم اپنی
طرف منسوب کریں۔
ے فراق کا ایک ہفتہ
سال کی برابر ہے۔
ے معشوق کا رخ اس قدر
شفاف ہے کہ
آنکھ کی
پتلی
اس میں
دیکھنے والے کی نظر
آجاتی ہے تو سمجھتا ہے
معشوق کے رخ کا
تل ہے۔
ے یعنی معشوق کم سن ہے
ے جو ہر فرد یعنی وہ جز جو تقسیم
نہ ہو سکے متکلمین کہتے ہیں
کوئی جز ایسا ہو سکتا ہے
جس کی تقسیم نہ ہو سکے
نہیں ہو سکتی بعض حکماء
کہتے ہیں کہ ایسا جز موجود
ہے جس کی تقسیم نہیں ہو سکتی
حافظ صاحب کہتے ہیں یہ
معشوق کا منہ اس قدر تنگ ہے
ہے کہ اس کی تقسیم نہیں ہو سکتی
لہٰذا اس کا ... کہتے
بہترین دلیل ہے جو اس بات
کے قائل ہیں کہ ایسا جز ہے

ے مروڑ سے مراد ... ہے ... اس سے مراد ہے کہ ... معشوق کی ... ہم ... ہے ... شراب کی ضرورت نہیں ہے۔

گر خمر بہشت است بریزید کہ بے دوست
خواہ بہشت کی شراب ہے پھینک دو اس لئے کہ دوست بدون

ہر شربتِ عذبم کہ دہی عینِ عذاب است
ہر مشروب شیریں جو تو دے، عین عذاب ہے

افسوس کہ شد دلبر و در دیدۂ گریاں
افسوس کہ دلبر چلا گیا۔ اور روتی آنکھوں میں

تحریرِ خیالِ خطِ او نقش بر آب است
اس کے خط کے خیال کی تحریر، پانی پر نقش ہے

بیدار شو اے دیدہ کہ ایمن نتواں بود
اے آنکھ ہوشیار ہو جا اس لئے کہ مطمئن نہیں ہوا جا سکتا

زیں سیلِ دمادم کہ دریں منزلِ خواب است
اس مسلسل سیلاب سے جو اس خواب گاہ میں ہے

معشوقہ عیاں میگذرد بر تو ولیکن
تیرے سامنے سے معشوق کھلم کھلا گذر رہی ہے لیکن

اغیار ہمی بیند ازاں بستہ نقاب است
غیر بھی دیکھ رہے ہیں اس لئے نقاب باندھے ہوئے ہے

گل بر رخِ رنگینِ تو تا لطفِ عرق دید
پھول نے جب سے تیرے رنگین رخسار پر پسینے کی لطافت دیکھی ہے

در آتشِ رشک از غمِ دل غرقِ گلاب است
رشک کی آگ میں دل کے غم سے عرقِ گلاب میں غرق ہے

در بزمِ دل از روئے تو صد شمع برافروخت
دل کی محفل میں تیرے رخ سے سو شمعیں روشن ہو گئیں

ویں طرفہ کہ بر روئے تو صد گونہ حجاب است
اور یہ تعجب ہے کہ تیرے رخ پر سو طرح کے پردے ہیں

سبز است در و دشت بیا تا نگذاریم
دروازہ اور جنگل سبز ہے آ، تاکہ نہ ہٹائیں

دست از سرِ آبے کہ جہاں جملہ سراب است
ہاتھ، پانی کے کنارے سے کہ تمام دنیا سراب ہے

در کنجِ دماغم مطلب جائے نصیحت
میرے دماغ کے گوشہ میں نصیحت کی جگہ تلاش مت کر

کایں گوشہ پر از زمزمۂ چنگ و رباب است
اس لئے کہ یہ گوشہ چنگ اور رباب کے نغمے سے پر ہے

راہِ تو چہ راہیست کہ از غایتِ تعظیم
تیری راہ بھی کیا راہ ہے کہ انتہائی بڑائی کی وجہ سے

دریائے محیطِ فلکش ہمچو حباب است
آسمان کا دریائے محیط اس کے لئے بلبلہ ہے

بے روئے دل آرائے تو اے شمعِ دل افروز
دل کو آرائش دینے والے تیرے چہرے کے بغیر اے دل کو روشن کرنے والی شمع

دل رقص کناں بر سرِ آتش چو کباب است
آگ پر کباب کی طرح دل رقص کر رہا ہے

حافظ چہ شد ار عاشق و رند است و نظر باز
کیا ہوا! اگر حافظ، عاشق، اور رند اور نظرباز ہے

بس طورِ عجب لازمِ ایامِ شباب است
بہت سے عجیب طریقے جوانی کے زمانے کو لازم ہیں

مارا ز آرزوئے تو پروائے خواب نیست
ہمیں تیری تمنا کی وجہ سے نیند کی پرواہ نہیں ہے

بے روئے دلفریبِ تو بودن ثواب نیست
تیرے دلفریب چہرے کے بغیر رہنا ثواب نہیں ہے

در دورِ چشمِ مستِ تو ہشیار کس ندید
تیری مست آنکھ کے دور میں کسی کو ہوشیار نہ دیکھا

کو دیدہ کز تصورِ چشمت بخواب نیست
وہ آنکھ کونسی ہے جو تیری آنکھ کے تصور سے نیند میں نہیں ہے

در ہر کہ بنگری بغمے از تو مبتلاست
تو جس کو بھی دیکھے تیرے کسی غم میں مبتلا ہے

یک دل ندیدہ ام کز عشقت خراب نیست
میں نے ایک دل بھی نہیں دیکھا جو تیرے عشق میں تباہ نہیں ہے

ہر کو بدستِ عشقِ تو شد کشتہ بر درت
ہر وہ جو تیرے در پر، عشق کے ہاتھوں مارا گیا

اندر در آں جناب سوال و جواب نیست
اس دربار میں اس سے کوئی سوال و جواب نہیں ہے

[Margin notes:]
۱ے عشق کے چھپانے کے بعد اس کی تصویر اس پانی پر قائم ہے جو جاری آنکھوں سے جاری ہے
۲ے تیرے رخ پر پسینے کی بوند دیکھ کر گلاب شرمندہ ہوتا ہے۔
۳ے دروازہ اور صحرا سبز ہے اور پانی کو کنارہ ہے۔
اس پر لطف مقام کو دیکھتے رہنا چاہیے
۴ے جس سر میں چنگ و رباب کا زمزمہ ہو وہاں نصیحت کیسے کارگر ہو سکتی ہے
۵ے [illegible]
آسان سمجھا جاتا ہے۔
۶ے جوانی میں یہ باتیں ہوتی ہی ہیں
۷ے چشمِ مست کے تصور سے سب مدہوش ہیں۔
۸ے شہیدِ عشق بلا حساب کتاب جنت میں جائیگا۔

حافظ چو زر بوتہ در افتاد و تاب یافت
حافظ سونے کی طرح کٹھالی میں پڑا اور تپا
عاشق نباشد آنکہ چو زر او تاب نیست
وہ عاشق نہیں ہو سکتا جو سونے کی طرح نہ تپا ہو

ملامم مست میدارد نسیم جعد گیسویت
تیرے گیسو کے گھونگھر والے بالوں کی نسیم مجھے مست رکھتی ہے
خرابم میکند ہر دم فریب چشم جادویت
تیری جادو بھری آنکھ کا فریب ہر دم تباہ کرتا ہے

پس از چندیں شکیبائی شبی یارب توان دیدن
کس قدر صبر کے بعد اے خدا کسی رات کو دیکھا جائے گا
کہ شمع دیدہ افروزیم در محراب ابرویت
کہ ہم اپنی آنکھوں کی شمع تیرے ابرو کی محراب میں روشن کریں

سواد لوح بینش را عزیز از بہر آں دارم
میں دو بینائی کی تختی کی سیاہی کو اس وجہ سے پیارا رکھتا ہوں
کہ جاں را نسخہ باشد ز نقش خال ہندویت
کیونکہ تیرے سیاہ تل کے نقش سے جان کے لئے ایک نسخہ ہو

تو گر خواہی کہ جاویداں جہاں یکسر بیارائی
اگر تو چاہتا ہے کہ سارا دنیا کو ہمیشہ کے لئے سجا دے
صبا را گو کہ بردارد زمانے برقع از رویت
تو صبا کو کہہ دے کہ تھوڑی دیر کیلئے تیرے چہرے سے برقع اٹھا دے

وگر رسم فنا خواہی کہ از عالم براندازی
اگر تو موت کے رواج کو دنیا سے ختم کرنا چاہتا ہے
بیفشاں زلف تا ریزد ہزاراں جاں ز ہر مویت
زلف کو جھٹک دے تاکہ تیرے ہر بال سے ہزاروں جانیں بکھر جائیں

من و باد صبا مسکیں دو سرگرداں و بیحاصل
میں اور باد صبا مسکین دونوں حیران اور بے نتیجہ ہیں
من از افسون چشمت مست و او از بوئے گیسویت
میں تیری آنکھ کے جادو سے مست ہوں اور وہ تیرے گیسو کی خوشبو سے مست ہے

من از لطف صبا دارم سپاس بے نہایت جاناں
میں صبا کی مہربانی سے بیحد شکر گزار ہوں
دگر صبحے گذر بودے سحرگاہاں ازیں سویت
دوسرے صبح کے وقت اس جانب تیرا اگر گذر ہوتا

سواد دیدہ ہر وقتے بخون دل ہمی دیدم
میں آنکھ کی سیاہی کو ہر وقت دل کے خون میں دیکھتا تھا
عزیزش دارم ایں ساعت بیاد خال ہندویت
اب اس کو تیرے سیاہ تل کی یاد کیوجہ سے پیارا رکھتا ہوں

زہے ہمت کہ حافظ رفت از دنیا و از عقبیٰ
کیا خوب ہمت ہے کہ حافظ دنیا اور عقبیٰ سے گذر گیا
نیاید ہیچ در چشمش بجز خاک سر کویت
اس کی آنکھ میں بجز تیرے کوچہ کی خاک کے کچھ نہیں سماتا

مردم دیدۂ ما جز برخت ناظر نیست
ہماری آنکھ کی پتلی تیرے چہرے کے سوا دیکھنے والی نہیں ہے
دل سرگشتۂ ما غیر ترا ذاکر نیست
ہمارا پریشان دل تیرے سوا کسی کو یاد کرنے والا نہیں ہے

اشکم احرام طواف حرمت می بندد
میرے آنسو تیرے حرم کا طواف کرنے کے لئے احرام باندھتے ہیں
گرچہ از خون دل ریش دمے طاہر نیست
اگرچہ وہ زخمی دل کے خون کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لئے بھی پاک نہیں ہے

بستۂ دام قفس باد چو مرغ وحشی
[illegible] وحشی پرندے کی طرح پنجرے کے جال میں پھنسا ہے
طائر سدرہ اگر در طلبت طائر نیست
سدرہ کا پرندہ اگر وہ تیری طلب میں اڑنے والا نہیں ہے

عاشق مفلس اگر قلب دلش کرد نثار
مفلس عاشق نے اگر اپنا کھوٹا دل نچھاور کر دیا ہے
مکنش عیب کہ بر نقد رواں قادر نیست
تو اسے عیب نہ لگا اس لئے کہ وہ چالو نقد پر قادر نہیں ہے

ل آنکھ کو تختی سے تشبیہ دی ہے تیری تصویر سے ہی اس نے وہ تختی پیاری ہے۔
ل محبوب کی حد درجہ زیبائی دنیا کی ابدی آرائش کا سبب ہے۔
ل محبوب کی زلف میں اس قدر جانیں ہیں کہ اگر ان کو دنیا میں بکھیر دیا جائے تو پھر دنیا کا فنا ہونا ممکن نہیں ہے۔
ل میں معشوق کی آنکھوں سے مست ہوں اور صبا اس کی زلف کی خوشبو سے۔
ل صبا صبح کے وقت جب ادھر سے گزرتی ہے تو خوشبو لے کر پھر مجھ تک پہنچاتی ہے۔
ل آنکھ کی پتلی سے مجھے دشمنی تھی لیکن چونکہ اس میں تیرے تل کی مشابہت ہے اس لئے اب محبت پیدا ہو گئی ہے۔
ل سدرہ کا طائر بھی سرگرداں کی حالت میں [illegible]
ل یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام۔
ل عاشق کے پاس کھوٹا دل ہی تھا وہ اس نے نثار کر دیا۔

عاقبت دست بداں سروِ بلندش برسد
انجام کار اس کے بلند سرو پر اس شخص کا ہاتھ پہنچ جائیگا

ہر کرا در طلبت ہمتِ او قاصر نیست
تیری طلب میں جس کی ہمت کوتاہ نہیں ہے

از رواں بخشی عیسیٰ نزنم پیشِ تو دم
میں تیرے سامنے حضرت عیسیٰ کے جان بخشنے کی بات نہیں کر سکتا

زانکه در روح فزائی چو دمت قادر نیست
اس لیے کہ وہ روح کے بڑھانے میں تیرے دم کی طرح قادر نہیں ہے

منکہ از آتشِ سودائے تو آہے نزنم
میں جو کہ تیرے عشق کی آگ سے آہ بھی نہیں کرتا ہوں

کے تواں گفت کہ بر داغِ دلم صابر نیست
مجھے کیا کہا جا سکتا ہے کہ دل کے داغ پر صابر نہیں ہے!

روزِ اوّل کہ سرِ زلفِ تو دیدم گفتم
پہلے دن ہی جبکہ میں نے تیری زلف کا سرا دیکھا تو میں نے کہہ دیا

کہ پریشانیِ ایں سلسلہ را آخر نیست
کہ اس سلسلہ کی پریشانی کی انتہا نہیں ہے

سرِ پیوندِ تو تنہا نہ دلِ حافظ راست
تجھ سے تعلق کا خیال صرف حافظ کے دل کو ہی نہیں ہے

کیست آں کش سرِ پیوندِ تو در خاطر نیست
وہ کون ہے جس کی طبیعت میں تجھ سے تعلق کا خیال نہیں ہے؟

مدتے شد کہ آتشِ سودائے او در جانِ ماست
ایک مدت گزر گئی کہ اس کے عشق کی آگ ہماری جان میں لگی ہے

ویں تمنا بیں کہ دائم در دلِ ویرانِ ماست
اور اس تمنا کو دیکھو جو ہمیشہ ہمارے ویران دل میں ہے

مردمِ چشمم بخونابِ جگر غرقند زاں
میری آنکھ کی پتلیاں جگر کے خون میں اس لیے غرق ہوئی ہیں

چشمۂ مہرِ رخش در سینۂ نالانِ ماست
کہ اس کے رخ کے آفتاب کا چشمہ ہمارے نالاں سینے میں ہے

آبِ حیواں قطرۂ از لعلِ ہمچوں شکرش
آبِ حیات اس کے شکر جیسے ہونٹ کا ایک قطرہ ہے

قرصِ خور عکسے ز روئے آں مہِ تابانِ ماست
آفتاب کی ٹکیہ ہمارے اس روشن چاند کے چہرے کا عکس ہے

تا نفخت فیہ من روحی شنیدم شد یقیں
جب سے میں نے نفخت فیہ من روحی سنا ہے یقین ہو گیا ہے

بر من ایں معنی کہ ما از آنِ ویم او زانِ ماست
مجھے اس معنی کا کہ ہم اس کے ہیں، وہ ہمارا ہے

ہر دلے را اطلاعے نیست بر اسرارِ غیب
غیب کے رازوں کی ہر دل کو خبر نہیں ہے

محرمِ ایں سرِّ معنی دارِ علوی جانِ ماست
اس آسمانی باطنی راز کو محرم ہماری جان ہے

چند گوئی اے مذکر شرحِ دیں خاموش باش
اے واعظ دین کی شرح کب تک کرے گا چپ رہ

دین ما در ہر دو عالم صحبتِ جانانِ ماست
دونوں جہاں میں ہمارا دین ہمارے معشوق کی صحبت ہے

حافظا تا روزِ آخر شکرِ ایں نعمت گزار
اے حافظ قیامت تک اس نعمت کا شکر ادا کر

کاں صنم از روزِ اوّل دارو و درمانِ ماست
کہ وہ صنم پہلے روز سے ہمارے عشق کی دوا اور علاج ہے

میرِ من خوش میروی کاندر سر و پا میرمت
میرے سردار تو کس قدر اچھا چلتا ہے کہ تیرے سر و پا پر میں مرتا ہوں

ترکِ من خوش میخرامی پیش بالا میرمت
میرے محبوب تو کیا اچھا ٹہلتا ہے تیرے قد پر میں مرتا ہوں

گفتہ بودی کے بمیری پیشِ من این تعجیل چیست
تو نے کہا تھا میرے سامنے تو کب مرے گا یہ جلدی کیسی ہے

خوش تقاضا میکنی پیشِ تقاضا میرمت
تو کس قدر پیارا تقاضا کرتا ہے تیرے تقاضے پر میں مرتا ہوں

ے حضرت عیسیٰ میں مردوں کو زندہ کرنے کی ایسی طاقت دکھی جیسی معشوق میں ہے۔
ے سلسلہ زلف کے عاشق کی پریشانی لا انتہا ہے۔
ے ویرانے کو سب چھوڑ دیتے ہیں لیکن تمنا ویران دل کو نہیں چھوڑتی ہے۔
ے چونکہ اس کے رخ کا آفتاب ہمارے سینے میں ہے اس لئے جگر سے خونی پانی بشکل نہر ٹپکتا ہے۔
ے آب حیات اس کے ہونٹوں کے مقابلہ میں ہیچ ہے اور آفتاب اس کے رخ سے روشنی حاصل کرتا ہے۔
ے "نفخت فیہ من روحی" یعنی ہم نے اپنی روح اس میں پھونکی ہے۔
ے ہر ماسوا محبوب غیب کے بھیدوں سے واقف ہے
ے ہم اول سے اس پر عاشق ہیں۔
ے تیرا تقاضا اس قدر مست ہے کہ میں اس پر قربان ہو جاؤں۔

عاشقِ مہجورِ مخمورم بُتِ ساقی کجاست
میں مجبور عاشق خمار میں ہوں، ساقی بُت کہاں ہے؟

گو خراماں شو کہ پیشِ قدِ رعنا میر مت
کہ دو ٹہل میں تیرے حسین قد پر مرتا ہوں

اے کہ عمرے شد کہ تا بیمارم از مژگانِ تو
اے وہ کہ ایک زمانہ گزر گیا ہے میں تیری پلکوں کا بیمار ہوں

تو نگاہے کن کہ پیشِ چشمِ شہلا میر مت
تو ایک نگاہ ڈال دے کہ تیری نرگسی آنکھ پر میں مرتا ہوں

گفتہ لعلِ لبم ہم درد بخشد ہم شفا
تو نے کہا میرا ہونٹ درد بھی دیتا ہے اور شفا بھی دیتا ہے

گاہ پیشِ درد و گہ پیشِ مداوا میر مت
میں کبھی درد پر، اور کبھی دوا پر مرتا ہوں

خوش خراماں میروی چشمِ بد از روئے تو دور
تو کس قدر اچھا ٹہلتا ہے، نظرِ بد تیرے چہرے سے دور ہے

دارم اندر سر خیالِ آنکہ در پا میر مت
میرے سر میں یہ خیال ہے کہ تیرے قدموں پر میں مر جاؤں

گرچہ جائے حافظ اندر خلوتِ وصلِ تو نیست
اگرچہ حافظ کی جگہ تیرے وصل کی خلوت میں نہیں ہے

اے ہمہ جائے تو خوش پیشِ تو ہر جا میر مت
اے وہ کہ تیری ساری جگہیں اچھی ہیں تیرے سامنے ہر جگہ مرتا ہوں

نمیدانم دلِ بلبل ز عشقِ روئے گل چونست
مجھے معلوم نہیں کہ بلبل کے دل کا چہرۂ گل کے عشق سے کیا حال ہے

ولے در غنچہ می بینم پیکانہاش در خون ست
لیکن کلی کو میں دیکھتا ہوں کہ اس کے تیر دل سے خون میں ہیں

عجب باشد کہ بلبل را قرار و صبر کم گردد
تعجب کی بات ہے کہ بلبل کا قرار اور صبر کم ہو

ریاحیں را چو ہر ساعت جمال و حسن افزونست
جبکہ پھولوں کا ہر گھڑی جمال اور حسن بڑھتا ہے

نظر کن بر گلِ رعنا کہ شکلِ او چہ افتادہ
حسین پھول کو دیکھ، کہ اس کی شکل کیسی ہے

چہ جرمِ بلبلِ شیدا اگر بیچارہ مفتونست
عاشق بلبل کی کیا خطا ہے اگر بیچارہ دیوانہ ہو گیا ہے

چو از پردہ بروں آمد گل آنگہ بلبلِ مسکیں
جب پھول پردے سے باہر آگیا اس وقت مسکین بلبل

اگر در پردہ مینالد دلش از پردہ بیرونست
اگر پردہ میں نالہ کرتا ہے تو اس کا دل قابو سے باہر ہے

اگر مستی کند بلبل دریں موسم روا باشد
اگر اس موسم میں بلبل مستی کرتا ہے تو درست ہے

کہ بر ہر شاخ از گلہا ہزاراں جامِ میگونست
اس لیے کہ ہر شاخ پر پھولوں کے ہزاروں شرابی جام ہیں

دریں موسم کہ بوئے عیش از عالم نمی آید
اس موسم میں کہ دنیا سے عیش کی بو نہیں آرہی ہے

تو خود دانی نگارینا کہ حالِ عاشقاں چونست
اے معشوقہ تو خود جانتا ہے عاشقوں کا کیا حال ہے؟

زمانِ عشرت و شادی کہ میجستی بجاں حافظ
عشرت اور خوشی کا وہ زمانہ جو اے حافظ تو دل سے ڈھونڈتا ہے

غنیمت داں کنوں عشرت کہ وقتِ عیش اکنونست
اب کی عشرت کو غنیمت جان کہ اس لئے کہ عیش کا وقت اب ہے

ہر آں خجستہ نظر کز پئے سعادت رفت
ہر وہ مبارک نظر، جو سعادت کے در پے ہوا

بکنجِ میکدہ و خانۂ ارادت رفت
وہ شراب خانہ کے گوشہ میں اور ارادتمندی کے گھر جا پہونچا

ز رطل دُرد کشاں کشف کرد سالکِ راہ
راہ کے سالک نے تلچھٹ پینے والوں کے پیالہ سے کھول لیے

رموزِ غیب کہ در عالمِ شہادت رفت
غیب کے وہ راز، جو دنیا میں پہونچے

ے نرگس کی ایک خاص قسم ہے۔
ے یعنی قرب کا اصلی مقام تو حاصل نہیں ہے پھر بھی وہ مقام حاصل ہے جس پر ہم قربان ہو جائیں۔
ے عاشق کے دل کا تو حال معلوم نہیں لیکن محبوب اس کی آبرو سے تاثر ہے۔
ے بے قراری اور بے صبری کے جب اسباب موجود ہیں تو بیقراری کیسے نہ ہو حق ہے۔
ے اس حسن کے ہوتے ہوئے بلبل عشق میں معذور ہے۔
ے موسم کی خوشگواری کی وجہ سے یہ پھول جام کیف ہے۔
ے جس کو سعادت حاصل ہے وہ میکدہ میں پہونچ کر پیر مغاں سے دولت پیدا کر لیتا۔
ے تلچھٹ نوش پر غیب کے راز کھلتے ہیں۔

بیاؤ معرفتِ من شنو کہ در سخنم
آ اور مجھ سے معرفت کی باتیں سن کیونکہ میرے کلام میں

ز فیضِ روحِ قدس نکتۂ سعادت رفت
جبرئیل کے فیض سے سعادت کا نکتہ پیدا ہو گیا

مجوز طالعِ مولودِ من بجز رندی
میری پیدائش کے ستارہ سے رندی کے سوا کچھ نہ ڈھونڈ

کہ ایں معاملہ با کوکبِ ولادت رفت
اس لئے کہ یہ معاملہ پیدائش کے ستارہ سے ہی ہوا ہے

زبامداد بدستِ دگر بر آمدہ
صبح سے تو دوسرے طریقہ پر نمودار ہوا ہے

وظیفۂ مے دوشیں مگر زیادت رفت
شاید گزشتہ رات کی شراب کی عادت تو بھول گیا

مگر بمعجزہ کوشد طبیبِ عیسیٰ دم
شاید معجزہ سے کوشش کرے وہ حضرت عیسیٰ کے سے سانس والا طبیب مسیحا

چرا کہ کارِ منِ خستہ از عیادت رفت
اس لئے کہ مجھ خستہ کا کام مزاج پرسی کی حد سے گذر گیا

ہزار شکر کہ حافظ ز راہِ میکدہ دوش
ہزار شکر ہے کہ حافظ کل رات شراب خانہ کے راستے سے

بکنجِ زاویۂ طاعت و عبادت رفت
زہد و طاعت اور عبادت کی خانقاہ کے گوشہ میں پہنچ گیا

یارب آں شمعِ شب افروز ز کاشانۂ کیست
اے خدا وہ شمع کس گھرانے سے رات کو روشن کرنے والی ہے؟

جانِ ما سوخت بپرسید کہ جانانۂ کیست
اس نے ہماری جان کو جلا دیا، دریافت کرو کہ کس کا معشوق بنا ہے؟

حالیا خانہ برانداز دل و دینِ من ست
اب تو وہ میرے دل اور دین کو برباد کرنے والا ہے

تا ہم آغوش کہ میباشد و ہمخانۂ کیست
انجام کار وہ کس کا ہم آغوش ہوگا اور کس کا ہم خانہ ہے؟

بادۂ لعلِ لبش کز لبِ ما دور مباد
اُنکے لعل جیسے ہونٹ کی شراب جو خدا کرے ہمارے ہونٹوں سے دور نہ ہو

راحِ روحِ کہ و پیمان دہِ پیمانۂ کیست
کس کی روح کیلئے راحت اور کس کے پیالہ سے عہد کرنیوالی ہے؟

دولتِ صحبتِ آں شمعِ سعادت پرتو
اس سعادت کے سایہ والی شمع کی صحبت کی دولت

باز پرسید خدا را کہ بپروانۂ کیست
خدا کے لیے پھر پوچھو، کس کے پروانہ کو حاصل ہے!

میدہد ہر کسش افسونے و معلوم نشد
اس پر ہر شخص ایک منتر پڑھتا ہے اور یہ معلوم نہ ہوا

کہ دلِ نازکِ او مائلِ افسانۂ کیست
کہ اس کا نازک دل، کس کے قصہ کی طرف مائل ہے؟

یارب آں شاہ وشِ ماہ رخِ زہرہ جبیں
اے خدا وہ شاہ جیسا چاند جیسے رخ اور زہرہ جیسی پیشانی والا

دُرِّ یکتائے کہ و گوہرِ یکدانۂ کیست
کس کا دُر یکتا اور کس کا گوہر یکدانہ ہے!

آں مے لعل کہ ناخوردہ مرا کرد خراب
وہ لعل جیسی شراب جس نے بغیر پیئے مجھے خراب کر دیا

ہمنشینِ کہ و ہم کاسہ و پیمانۂ کیست
کس کی ہمنشیں، اور کس کی ہم پیالہ و پیمانہ ہے؟

گفتم آہ از دلِ دیوانۂ حافظ بے تو
میں نے کہا حافظ کے دیوانے دل سے تیرے بغیر آہ ہے

زیرِ لب خندہ زناں گفت کہ دیوانۂ کیست
زیرِ لب ہنستے ہوئے بولا کس کا دیوانہ ہے!

یارب سببے ساز کہ یارم بسلامت
اے خدا کوئی سبب پیدا کر دے کہ میرا یار سلامتی سے

باز آید و برہاندم از چنگِ ملامت
واپس آ جائے اور مجھے ملامت کے چنگل سے چھڑا دے

۱؎ جو میری پیدائش کا ستارہ ہے رندی اس کے اثرات ہیں۔
۲؎ میری زندگی میری صحت سے ہی اب قائم رہ سکتی ہے
۳؎ حافظ کی شراب نوشی طلوع ہدایت کا سبب بنی
۴؎ معلوم نہیں کہ معشوق کس گھر کی شمع محفل ہے جان تو ہماری جل رہی ہے معلوم نہیں معشوق کس کا بنا ہوا ہے۔
۵؎ آج تو ہمارے تباہ کن بنا ہے معلوم نہیں کل وہ کس کی بغل میں اور کس کے گھر میں ہو گا۔
۶؎ اس کے ہونٹوں کی شراب معلوم کس کی روح کی راحت اور کس کے پیالہ سے وابستہ ہے۔
۷؎ اس شمع کی صحبت نہ معلوم کس پروانہ کو حاصل ہے۔
۸؎ وہ معشوق جس میں لطف انفرادی ہیں نہ معلوم کس کا محبوب ہے۔
۹؎ وہ ہنس کر بولا ہمیں کیا یہ خبر نہیں کہ حافظ کس کا دیوانہ ہے۔
۱۰؎ فراق میں لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں خدا کرے معشوق لوٹ آئے۔

خاکِ رہِ آں یار سفر کردہ بیارید
اُس سفر میں گئے ہوئے یار کے راستہ کی گرد لے آؤ
تا چشمِ جہاں بیں کُنمش جائے اقامت
تاکہ اس کی اقامت گاہ، جہاں بین آنکھ کو بنا دوں

فریاد کہ از شش جہتم راہ بہ بستند
فریاد ہے کہ شش جہت سے میرا راستہ روک دیا ہے
آں خال و خط و زلف و رخ و عارض و قامت
اُس تِل، خط، زلف، چہرے، رخسار اور قد نے

امروز کہ در دستِ توام مرحمتے کن
آج جب کہ میں تیرے قبضہ میں ہوں، رحم کر
فردا کہ شوم خاک چہ سود اشکِ ندامت
کل جب میں خاک ہو جاؤں گا تو ندامت کے آنسوؤں سے کیا فائدہ؟

اے آنکہ بتقریر و بیاں دم زنی از عشق
اے وہ جو تقریر و بیان کے ذریعہ عشق کا دعویٰ کرتا ہے
ما با تو نداریم سخن خیر و سلامت
ہماری تیری، بات نہیں، خیر سلا

درویش مکن نالہ ز شمشیر احبا
اے فقیر! دوستوں کی تلوار کا شکوہ نہ کر
کایں طائفہ از کشتہ ستانند غرامت
یہ لوگ، تو مقتول سے تاوان وصول کرتے ہیں

در خرقہ زن آتش کہ خمِ ابروئے ساقی
گدڑی میں آگ لگا دے اس لئے کہ ساقی کے ابروؤں کے خم
بر می شکند گوشۂ محرابِ امامت
امامت کے محراب کا گوشہ اکھاڑ رہے ہیں

حاشا کہ من از جور و جفائے تو بنالم
خدا بچائے کہ میں تیرے جور و جفا سے نالاں ہوں
بیدادِ لطیفاں ہمہ لطف ست و کرامت
پاکیزہ لوگوں کا ظلم، سب مہربانی اور بخشش ہے

کوتہ نکند بحثِ سرِ زلفِ تو حافظ
حافظ تیرے زلف کے قصّہ کی بحث کو مختصر نہیں کرتا ہے
پیوستہ شد ایں سلسلہ تا روزِ قیامت
یہ سلسلہ، تو قیامت کے دن سے پیوستہ ہے

ردیفِ ثاءِ مثلّثہ

الغیاث اے مایۂ جاں الغیاث
فریاد ہے، اے جان کے سرمایہ! فریاد ہے
کفرِ زلفت بُرد ایماں الغیاث
تیری زلف کا کفر ایمان لے گیا، فریاد ہے

ما ہمی لیسیم لب از تشنگی
ہم پیاس سے، ہونٹ چاٹ رہے ہیں
در لبانت آبِ حیواں الغیاث
تیرے ہونٹوں میں آب حیات ہے، فریاد ہے

وہ کجا شد شربتِ دیدارِ تو
ہائے! تیرے دیدار کا شربت کہاں چلا گیا!
میکُشد تلخیٔ ہجراں الغیاث
ہجر کی تلخی مارے ڈالتی ہے، فریاد ہے

ما ز گریہ غرق در خوں گشتہ ایم
ہم رونے کی وجہ سے خون میں ڈوبے ہوئے ہیں
لعلِ تو پیوستہ خنداں الغیاث
تیرے ہونٹ مسلسل مسکرا رہے ہیں، فریاد ہے

غمزۂ شوخ تو از راہِ اجل
تیری شوخ ادا، موت کے راستہ سے
میزند در دیدہ پیکاں الغیاث
چھپا کر تیر چلا رہی ہے، فریاد ہے

ـ۱ یعنی اپنی جہاں بیں آنکھوں کا سرمہ بناؤں
ـ۲ معشوق کی چھ چیزوں کے حسن نے مجھے شش جہت سے گھیر لیا ہے
ـ۳ جو شخص عشق کی خواہ مخواہ ڈینگیں مارتا ہے اس سے ہماری صاحب سلامت نہیں ہے۔
ـ۴ دوستوں کے مظالم کا شکوہ بے کار یہ قتل بھی کرتے ہیں پھر مقتول سے ہی تاوان مانگتے ہیں۔
ـ۵ محبوب سے کوئی شکوہ شکایت نہیں اس لئے کہ اس کا تو کام ہی کرم ہے
ـ۶ زلف کی سیاہی کو کفر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
ـ۷ محبوب کے پاس آب حیات ہے اور ہم پیاس سے ہونٹ چبا رہے ہیں۔
ـ۸ لعل یعنی ہونٹ۔

از خدنگِ ناوکِ مژگانِ تو — زخمہا افتادہ در جاں الغیاث
تیری پلکوں کے تیر اور نیزے سے — جان میں زخم پڑ گئے ہیں، فریاد ہے

چوں دو زلفت کرد سرگرداں مرا — گردشِ گردونِ گرداں الغیاث
تیری دو زلفوں کی طرح، مجھے پریشان کر دیا — چکر کھانے والے آسمان کی گردش نے، فریاد ہے

ہمچو گوی از زخمِ چوگانِ فلک — ہر طرف گشتیم غلطاں الغیاث
آسمان کے بلّے کی چوٹ سے گیند کی طرح — ہم ہر طرف لڑھک رہے ہیں، فریاد ہے

پیچشِ زلفِ تو در جانم فتاد — رشتۂ تن گشت پیچاں الغیاث
تیری زلفوں کا پھندا میری جان میں پڑ گیا ہے — بدن کا دھاگا اُلجھ گیا ہے، فریاد ہے

چشمِ بیمارت مرا بیمار کرد — جز لبانت نیست درماں الغیاث
تیری بیمار آنکھوں نے، مجھے بیمار کر دیا — تیرے ہونٹوں کے سوا علاج نہیں ہے، فریاد ہے

باطنابِ زلف حافظ را بکش
حافظ کو، زلف کی رسّی کے ذریعہ، کھینچ لے

ماندہ در چاہِ زنخداں الغیاث
جو ٹھوڑی کے کنوئیں میں گر پڑا ہے، فریاد ہے

بازم ہوائے آں گلِ رعناست الغیاث — دیگر دلم رمیدہ و شیداست الغیاث
مجھے پھر اس حسین پھول کی خواہش ہے، فریاد ہے — میرا دل پھر آشفتہ اور دیوانہ ہے، فریاد ہے

آں دل کہ کنجِ عافیتے برگزیدہ بود — ایں دم بعزمِ دردو بلاہاست الغیاث
وہ دل، جس نے عافیت کا گوشہ اختیار کر لیا تھا — اس وقت درد اور مصیبت کی ٹھانے ہوئے ہے، فریاد ہے

صوفی کہ جامِ صاف دمادم ہمیکشید — حیرانِ کوئے او شدہ رسواست الغیاث
وہ صوفی، جو صاف جام برابر چڑھا رہا تھا — اس کے کوچہ میں حیران ہو کر رسوا ہے، فریاد ہے

عارف کہ غرق بود بناموسِ ننگ و نام — افتادہ در ملامت و سوداست الغیاث
وہ عارف جو ننگ و نام کے ناموس میں ڈوبا ہوا تھا — وہ ملامت اور جنون میں پھنسا ہے، فریاد ہے

از جانِ زارِ حافظ و سرگشتگانِ شوق
حافظ کی لاغر جان، اور شوق کے دیوانوں کی جانب سے

فریاد و شور و ولولہ برخاست الغیاث
فریاد، اور شور، اور ولولہ اٹھا ہے، فریاد ہے

دردِ ما را نیست درماں الغیاث — ہجرِ ما را نیست پایاں الغیاث
ہمارے درد کا علاج نہیں ہے، فریاد ہے — ہمارے ہجر کی انتہا نہیں ہے، فریاد ہے

دین و دل بردند و قصدِ جاں کنند — الغیاث از جورِ خوباں الغیاث
دین اور دل توڑ لے گئے، اور جان کا ارادہ کر رہے ہیں — فریاد ہے، حسینوں کے ظلم سے، فریاد ہے

در بہائے بوسۂ جانے طلب — میکنند ایں دلستاناں الغیاث
ایک بوسہ کی قیمت میں، جان طلب — کرتے ہیں، یہ دل لے لینے والے فریاد ہے

۱؎ ابرو کو کمان اور پلک کو تیر قرار دیا۔
۲؎ زلف کو پریشان قرار دیا جاتا ہے۔
۳؎ جسم کو دھاگا قرار دیا ہے۔
۴؎ ٹھوڑی کے گڑھے کو کنواں اور زلف کو رسّی قرار دیا ہے۔
۵؎ عشق کا ارادہ درد و بلا کا ارادہ ہے۔
۶؎ عارف جو عشق سے پہلے ننگ و نام کی فکر میں پڑا تھا اب عشق و ملامت میں پھنسا ہے۔
۷؎ ہمارا درد لا دوا ہے اور ہجر لا انتہا ہے۔
۸؎ حسینوں نے دین اور دل توڑ لیا اب ہماری جان کی فکر میں لگے ہیں۔
۹؎ ایک بوسہ کی قیمت میں جان مانگتے ہیں۔

خونِ ما خوردند ایں کافر دلاں — اے مسلماناں چہ درماں الغیاث

کافر دل، ہمارا خون پی گئے ہیں — اے مسلمانو! کیا علاج ہے، فریاد ہے

دادِ مسکیناں بدہ اے روزِ وصل — از شبِ یلدائے ہجراں الغیاث

اے وصل کے دن، مسکینوں کی فریاد رسی کر — ہجر کی تاریک رات سے، فریاد ہے

ہر زمانم دردِ دیگر میرسد — زیں حریفاں بر دل و جاں الغیاث

مجھے ہر آن، نیا درد پہنچتا ہے — ان دوستوں سے دل اور جان پر، فریاد ہے

ہمچو حافظ روز و شب بے خویشتن

حافظ کی طرح، دن رات بے خود

گشتہ ام سوزاں و گریاں الغیاث

سوزاں، اور گریاں بنا ہوں، فریاد ہے

ردیفِ جیمِ عربی

آتش اندر آبِ افسردست یا مے در زجاج — یا درخشاں درمیانِ چشمۂ حیواں سراج

ٹھہرے ہوئے پانی میں آگ ہے یا شیشہ میں شراب — یا آبِ حیات کے چشمہ کے درمیان روشن چراغ ہے

از کفِ آزادگاں غائب مکن آں جام را — کاہلِ دل را کارِ عشرت زاں ہمے گیرد رواج

اس جام کو آزادوں کی ہتھیلی سے جدا نہ کر — اس لیے کہ اہلِ دل کے عیش کا کام اسی سے رواج پکڑتا ہے

ساقیا در دہ ز بہرِ اہلِ روح و اہلِ دل — آنچناں راحے کہ با جاں ہست آں را امتزاج

اے ساقی! اہلِ روح، اور اہلِ دل کے لئے دے — وہ شراب، جس کا جان کے ساتھ میل ہے

من چنیں از آغازِ فطرت عاشق و مست آمدم — بر تنم تا ہم نوازش دہ تا بوقتِ اندراج

میں ابتدائے پیدائش سے ایسا ہی عاشق اور مست ہوں — دفن کے وقت تک اس روش سے منہ نہ موڑوں گا

بر فگن برقع ز رخ کز نازکی مانی بداں — تازہ گل کز وے رباید بادِ شبگیری رواج

رخ سے برقع ہٹا دے اس لئے کہ نزاکت کی وجہ سے تو مانند — اس تازہ پھول کے ہے جس کی رونق رات کی ہوا اڑا دیتی ہے

احتیاجِ من بوصلِ خویشتن دانستۂ — دوستاں از دستگیری کن بوقتِ احتیاج

تو نے اپنے وصل سے متعلق میری ضرورت جان لی ہے — ضرورت کے وقت، دوستوں کی دستگیری کر

عاشقانِ کوئے جاناں با گدائی سرخوش اند — اینچنیں شہ را کجا باشد نظر بر تخت و تاج

محبوب کے کوچہ کے عاشق گدائی پر خوش ہیں — ایسے بادشاہ کی نظر تخت و تاج پر کب پڑتی ہے

بشنو ایں نکتہ تو از حافظ کہ باشد سودمند

یہ نکتہ تو حافظ سے سن لے مفید ہوگا

بادہ نوش و خیر کن کیں بہ ز مالِ میر حاج

شراب پی، اور بھلائی کر یہ امیر الحاج کے مال سے بہتر ہے

ؔ شب ہجر کی تکلیف پر وصل کے دن سے فریاد طلب کی ہے۔

ؔ شراب کو آتش سے، اور شیشے کے جام کو، ٹھہرے ہوئے پانی سے، تشبیہ دی ہے اور دوسرے مصرع میں شراب کو، چراغ اور جام کو چشمۂ آبِ حیات قرار دیا ہے

ؔ آں جام سے مراد شیشے کا جام ہے جس کا ذکر پہلے شعر میں کیا ہے

ؔ رواج پانا یعنی پُر رونق ہونا۔

ؔ وقتِ اندراج یعنی قبر میں داخل ہونے کا وقت۔

ؔ یعنی اس قدر نازک چہرہ ہے کہ نقاب کو بھی برداشت نہیں کرتا۔

ؔ جو معشوق کے کوچہ کی گدائی میں مست ہے اس کو تخت شاہی کی کیا پرواہ ہے۔

سزد کہ از ہمہ دلبراں ستانی باج
تو اس کے لائق ہے کہ تمام دلبروں سے خراج وصول کرے
چرا کہ بر سرِ خوبانِ عالمی چوں تاج
اس لیے کہ تو تمام حسینوں کے سر پر تاج کی طرح ہے

دو چشمِ شوخِ تو برہم زدہ خطا و ختن
تیری دو شوخ آنکھوں نے خطا اور ختن کو تہ و بالا کر دیا
بچینِ زلفِ تو ماچین و ہند دادہ خراج
تیری زلف کی شکن کو ماچین اور ہندوستان نے خراج ادا کیا ہے

بیاضِ روئے تو روشن چو عارضِ خورشید
تیرے چہرے کی سفیدی آفتاب کے رخ کی طرح روشن ہے
سوادِ زلفِ تو تاریکتر ز ظلمتِ داج
تیری زلف کی سیاہی اندھیری رات کی سیاہی سے زیادہ سیاہ ہے

لبِ تو خضر و دہانِ تو آبِ حیوان ست
تیرا ہونٹ خضر اور تیرا منہ آبِ حیات ہے
قدِ تو سرو و میانِ تو موی و گردن عاج
تیرا قد سرو اور تیری کمر بال اور گردن ہاتھی دانت ہے

از ایں مرض بحقیقت کجا شفا یابم
میں اس مرض سے حقیقتاً کب شفا پا سکتا ہوں
کہ از تو درد دلِ من نمی رسد بعلاج
جبکہ تجھ سے میرے دل کے درد کا علاج نہیں ہوتا ہے

دہانِ تنگِ تو دادہ بآبِ خضر بقا
تیرے تنگ منہ نے آبِ حیات کو بقا عنایت کی ہے
لبِ چو قندِ تو برد از نباتِ مصر رواج
تیرے قند جیسے ہونٹ نے مصری کی رونق ختم کر دی

چرا ہمی شکنی جانِ من ز سنگ دلی
جانِ من، سنگ دلی سے کیوں توڑتا ہے؟
دلِ ضعیف کہ ہست او بنازکی چو زجاج
اس ضعیف دل کو جو نزاکت میں کانچ کی طرح ہے

فتادہ در دلِ حافظ ہوائے چوں تو شہے
تجھ جیسے شاہ کی محبت حافظ کے دل میں پیدا ہوئی ہے
کمینہ بندۂ خاکِ درِ تو بودے کاج
کاش اگر وہ تیرے دروازے کی خاک کا ادنیٰ غلام ہوتا

ردیفِ جیمِ فارسی

از من سوختہ آں یار نمی پرسد ہیچ
مجھ جلے ہوئے کے بارے میں وہ یار کچھ نہیں پوچھتا ہے
خبرے زیں دلِ افگار نمی پرسد ہیچ
وہ اس زخمی دل کی کوئی خیر معلوم نہیں کرتا ہے

او طبیبِ من و من خستہ و بیمارِ غمش
وہ میرا طبیب ہے اور میں اس کے غم میں خستہ اور بیمار ہوں
چہ طبیبے ست کہ بیمار نمی پرسد ہیچ
کیسا طبیب ہے کہ بیمار کو کچھ نہیں پوچھتا ہے

دی طبیبے بسرم آمد و احوالم دید
کل ایک طبیب میرے سرہانے آیا اور میرے احوال دیکھے
گفت چونست ترا یار نمی پرسد ہیچ
بولا کب ہوا ہے یار تجھ کو کچھ نہیں پوچھتا ہے

گفتمش بختِ من و طالعِ شوریدۂ من
میں نے اس سے کہا یہ اپنے نصیب اور طالع منحوس مقدر کو
خفتہ می بینم و بیدار نمی پرسد ہیچ
سویا ہوا دیکھ رہا ہوں اور بیدار کچھ نہیں پوچھتا ہے

جانم از فرقتِ رویش بلب آمد صد بار
اس کے چہرے کے فراق سے میری جان سو بار ہونٹوں پر آئی
کہ ازیں دل شدہ آں یار نمی پرسد ہیچ
کیونکہ اس گم شدہ دل کے بارے میں وہ یار کچھ نہیں پوچھتا ہے

کہ تجھ کو سب حسینوں کا
سرتاج ہے تو سب سے
خراج وصول کر
خطا اور ختن اور
ماچین ملکوں کے نام ہیں
لب کو خضر اور منہ کو
آبِ حیات اور قد کو
سرو اور کمر کو بال اور
گردن کو ہاتھی دانت سے
تشبیہ دی ہے
مرض
کا علاج
مرض طبیب
کے پاس ہے جب
وہ علاج نہیں کرتا ہے تو
شفا کیسے حاصل ہو سکتی ہے
خضر کو دائمی زندگی
منہ کے آبِ حیات سے
حاصل ہوئی ہے مصر کی
بنی ہوئی مصری مشہور ہے
عاشق کے دل کو چور اور
انہوں دل کو آبگینہ قرار دیا
حافظ کو طبیب کا نام
بیمار پرسی ہے
شاید میں اس کا دل
گم ہو گیا ہے۔

دوش در خواب چہ من ماہِ رخِ او دیدم
شب گذشتہ خواب میں جب میں نے اس کے رخ کا چاند دیکھا

گفت گہ گاہ ترا یار نمی پرسد ہیچ
وہ بولا کبھی کبھی وہ یار تجھے کچھ نہیں پوچھتا ہے

اے طبیبِ ازلی یک نظرے کن ما را
اے ازلی طبیب ایک نظر ہم پر ڈال دے

حافظ سوختہ را یار نمی پرسد ہیچ
سوختہ حافظ کو یار کچھ نہیں پوچھتا ہے

ردیفِ حائے حطی

اگر بمذہبِ تو خونِ عاشق ست مباح
اگر تیرے مذہب میں عاشق کا خون بہانا جائز ہے

صلاحِ ما ہمہ آنست کاں تراست صلاح
تو ہماری بھی وہی صلاح ہے جو تیری صلاح ہے

سوادِ موئے تو تفسیرِ جاعل الظلمات
تیرے بالوں کی سیاہی جاعل الظلمات کی تفسیر ہے

بیاضِ روئے تو تبیانِ فالق الاصباح
تیرے چہرے کی سفیدی فالق الاصباح کی تشریح ہے

ز دیدہ ام شدہ صد چشمہ در کنار رواں
میری آنکھوں سے بغل میں سو چشمے جاری ہو گئے ہیں

کہ خود شنا بکند در میانِ آں ملّاح
کہ خود ملاح ان میں تیرتا ہے

لبِ چو آبِ حیاتِ تو ہست قوتِ روح
تیرا آبِ حیات جیسا ہونٹ روح کی طاقت ہے

وجودِ خاکیِ ما را ازوست قوتِ رواح
ہمارے خاکی وجود کو اس سے شام کی روزی حاصل ہوتی ہے

ز چنگِ زلفِ کمندت کسے نیافت خلاص
تیری زلف کی کمند کے چنگل سے کسی نے خلاصی نہیں پائی

نہ از کمانچۂ ابرو و تیرِ غمزہ نجاح
نہ ابرو کی کمانچہ اور ادا کے تیر سے کسی کا بچاؤ ہوا ہے

بیا کہ خونِ دلِ خویشتن بحِل کردم
آجا، میں نے اپنے دل کا خون معاف کر دیا ہے

اگر بمذہبِ تو خونِ عاشق ست مباح
اگر تیرے مذہب میں عاشق کا خون حلال ہے

ندادِ لعلِ لبش بوسۂ بصد تلبیس
سو چالاکیوں سے بھی اس کے لعل جیسے ہونٹ نے ایک بوسہ نہیں دیا

نیافت کامِ دلِ من ازو بصد الحاح
سو منت و اصرار کے بعد بھی میرے دل نے اس سے مقصد حاصل نہیں کیا

صلاح و توبہ و تقویٰ ز ما مجو زاہد
اے زاہد ہم سے نیکی اور تقویٰ اور توبہ نہ طلب کر

ز رند و عاشق و مجنوں کسے نجست صلاح
رند، عاشق اور مجنوں سے کوئی نیکی کا طالب نہیں ہوا ہے

پیالہ چیست کہ بر یادِ تو کشیم مدام
پیالہ کیا ہے ہم ہمیشہ ہم تیری یاد پر پیتے جاتے ہیں

و نحن نشرب من ذالک الاقداح
اور ہم تو ایسے پیالے خوب پیتے ہیں

دعائے جانِ تو وردِ زبانِ حافظ باد
تیری جان کی دعا، حافظ کی زبان کا وظیفہ رہے

مدام تا کہ بود گردشِ مسا و صباح
ہمیشہ جب تک بھی شام اور صبح کی گردش رہے

ہم تو راضی برضائے یار تھے۔
جاعل الظلمات، یعنی وہ خدا تاریکیوں کا پیدا کرنے والا ہے۔
فالق الاصباح یعنی خدا صبح کو نمودار کرنے والا ہے
آں ملاح سے مراد محبوب ہے۔
زلف کو کمند ابرو کو کمان اور ادا کو تیر قرار دیا ہے۔
بحل کردن معاف کر دینا یعنی میں تجھ سے اپنے خون کا عوض نہ لونگا۔
انتہائی اصرار اور کوشش سے بھی اس کا ایک بوسہ نہ لے سکا۔
اس کی یاد پر ایک پیالہ نہیں بلکہ بہت سے پیالے پیتے۔
یعنی قیامت تک۔

ببین ہلالِ محرم بخواہ ساغرِ راح
محرم کا چاند دیکھو، شراب کا ساغر مانگ
کہ ماہِ امن و امانست و سالِ صلح و صلاح
اس لیے کہ امن اور امان کا مہینہ ہے اور صلح اور نیکی کا سال ہے

عزیز دار زمانِ وصال را کاں دم
وصال کے زمانے کو عزیز رکھو اس لیے کہ وہ وقت
مقابلِ شبِ قدرست و روزِ استفتاح
شب قدر اور کامیابی کے دن کے بالمقابل ہے

نزاع بر سرِ دنیائے دوں کے نکند
کمینی دنیا کے معاملہ میں کوئی جھگڑا نہیں کرتا ہے
بیا اے نورِ دیدہ بگوئے فلاح
اے نور چشم ہم سیاہی کی گیند سے صلح سے نکال لے جا

دلا تو فارغی از کارِ خویش و میترسم
اے دل تو اپنے کام سے بے فکر ہے اور مجھے ڈر ہے
کہ کس درت نکشاید چو گم کنی مفتاح
کہ تو کنجی گم کر دے اور کوئی تیرا دروازہ نہ کھولے گا

بیار بادہ کہ روزش بخیر خواہد بود
شراب لا اس لیے کہ اس شخص کا دن خیریت سے گزرے گا
ہر آنکہ جامِ صبوحش نہد چراغِ صباح
صبح کا چراغ جس کا صبح کا جام تیار کرے گا

کدام طاعتِ شائستہ آید از منِ مست
مجھ مست سے کونسی مناسب عبادت ہو سکتی ہے؟
کہ رنگِ صبح ندانم ز فالق الاصباح
جبکہ میں صبح کے پیدا کرنے والے کی جانب سے صبح کا رنگ نہیں جانتا ہوں

زمانِ شاہِ شجاع ست و دورِ حکمت و شرع
شاہ شجاع کا زمانہ ہے اور شرع کی دانائی کا دور ہے
براحت اے دل و جاں کوش در مسا و صباح
اے جان اور دل اسی صبح اور شام راحت کی کوشش کر

بوئے صبح چو حافظ شبے بروز آور
صبح کی تمنا میں حافظ کی طرح رات کو دن بنا دے
کہ بشگفد گلِ عیشت ز شعلۂ مصباح
تاکہ چراغ کے شعلہ سے تیرے عیش کا پھول کھلے

ردیفِ خائے معجمہ

دلِ من در ہوائے روئے فرخ
فرخ کے چہرے کی محبت میں میرا دل
شدہ آشفتہ ہمچو موئے فرخ
فرخ کی بالوں کی طرح پریشان ہے

بجز ہندوئے زلفش ہیچکس نیست
اس کی زلف کے حبشی کے سوا کوئی نہیں ہے
کہ برخوردار شد از روئے فرخ
جو فرخ کے چہرے سے نفع اندوز ہوا ہو

سیاہِ نیک بخت ست آنکہ دائم
کالا نیک بخت ہی ہے جو کہ ہمیشہ
بود ہمراز و ہمزانوئے فرخ
فرخ کا ہمراز اور مصاحب رہتا ہے

شود چوں بیدِ لرزاں سروِ آزاد
آزاد سرو لرزنے والے بید کی طرح ہو جائے
اگر بیند قدِ دلجوئے فرخ
اگر فرخ کا دلپسند قد دیکھ لے

بدہ ساقی شرابِ ارغوانی
اے ساقی! سرخ شراب پلا
بیادِ نرگسِ جادوئے فرخ
فرخ کی جادو کی آنکھ کی یاد میں

۱ ماہ محرم ان چار مہینوں میں سے ہے جن میں قتال حرام ہے
۲ وصال کا زمانہ شب قدر اور کامیابی کے دن سے بھی زیادہ افضل ہے۔
۳ جو شخص خود اپنی فکر نہیں کرتا کوئی دوسرا بھی اس کی مدد نہیں کرتا ہے۔
۴ جو شخص صبوحی پی لے گا اس کا سارا دن خیریت سے گزرے گا۔
۵ ہم تو ایسے مست ہیں کہ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ صبح کس رنگ میں نمودار ہوگی تو ہم سے اس کی شان کے مطابق کیا عبادت ادا ہو سکتی ہے
۶ فرخ حافظ کے محبوب کا نام ہے زلف کو پریشان قرار دیا جاتا ہے
۷ سیاہ سے مراد زلف ہے یعنی وہ زلف ہی اس کے رخ سے لطف اندوز ہے اور وہی اس کی مصاحب اور ہمراز ہے

دو تا شد قامتم ہمچوں کمانے | زغم پیوستہ چوں ابروئے فرخ

میرا قد کمان کی طرح دوہرا ہوگیا ہے | اس غم کی وجہ سے جو فرخ کی ابروؤں کی طرح پیوستہ ہے

نسیم مشکِ تاتاری خجل کرد | شمیمِ موئے عنبر بوئے فرخ

تاتار کے مشک کی ہوا کو شرمندہ کر دیا | فرخ کے عنبریں بالوں کی خوشبو نے

اگر میلِ دلِ ہر کس بجائے ست | بود میلِ دلِ من سوئے فرخ

اگر ہر انسان کے دل کا جھکاؤ ایک طرف کو ہے | میرے دل کا جھکاؤ فرخ کی جانب ہوگا

غلامِ خاطرِ آنم کہ باشد

میں ایسے شخص کی طبیعت کا غلام ہوں جو ہو

چو حافظ چاکرِ ہندوئے فرخ

حافظ کی طرح، فرخ کی زلفوں کا خادم

ردیفِ دالِ مہملہ

ابرِ آذاری برآمد بادِ نوروزی وزید | وجہِ مے میخواہم و مطرب کہ میگوید رسید

آذار کا ابر آگیا اور نوروز کی ہوا چل پڑی | میں شراب کا روپیہ اور گویا چاہتا ہوں جو گویئے کہ وہ آگیا

شاہداں در جلوہ و من شرمسارِ کیسہ ام | اے فلک ایں شرمساری تا بکے باید کشید

معشوق جلوے میں ہیں اور میں تھیلی سے شرمندہ ہوں | اے آسمان اس شرمندگی کب تک امتحان جھیلنے گی

قحطِ جود است آبروئے خود نمی باید فروخت | بادہ و گل از بہائے خرقہ می باید خرید

سخاوت کا قحط ہے اپنی آبرو فروخت نہ کرنی چاہیے | شراب اور پھول گدڑی کی قیمت سے خرید لینے چاہئیں

غالباً خواہد کشود از دولتم کارے کہ دوش | من ہمیکردم دعا و صبح آمیں میدمید

میری خوش قسمتی سے غالباً معاملہ حل ہو جائے گا اس لئے کہ گزشتہ شب | میں دعا کر رہا تھا اور آمین کی صبح نمودار ہو رہی تھی

با لبے و صد ہزاراں خندہ گل آمد بباغ | از کریمے گوئیا از گوشۂ بوئے شنید

پھول مسکراہٹ اور ہزاروں قہقہوں کے ساتھ باغ میں آگیا | گویا کسی سخی کی کسی کونے سے اس نے خوشبو سونگھ لی

دامنے گر چاک شد در عالمِ رندی چہ باک | جامۂ در نیکنامی نیز می باید درید

رندی کی حالت میں اگر دامن چاک ہوگیا ہے تو کیا پرواہ ہے | ایک لباس نیکنامی میں بھی چاک کرنا چاہیے

ایں لطائف کز لبِ لعلِ تو من گفتم کہ گفت | واں تطاول کز سرِ زلفِ تو من دیدم کہ دید

یہ لطائف جو میں نے تیرے لب لعل کے بیان کئے ہیں کس نے بیان کئے | اور وہ دست درازیاں جو تیری زلف کی میں نے برداشت کیں کس نے کی ہیں

عدلِ سلطاں گر نہ پرسد حالِ مظلومانِ عشق | گوشہ گیراں راز آسائش طمع باید برید

عشق کے مظلوموں کا حال اگر بادشاہ کا انصاف دریافت نہیں کرتا ہے | گوشہ نشینوں کو عافیت کا لالچ ختم کر دینا چاہیے

تیرِ عاشق کش ندانم بر دلِ حافظ کہ زد | ایں قدر دانم کہ از شعرِ ترش خوں میچکید

عاشق کو مار ڈالنے والا تیر نہ معلوم حافظ کے دل پر کس نے مارا ہے | میں اس قدر جانتا ہوں کہ اسکے تازہ شعروں سے خون ٹپکتا تھا

۱ مشرق کی دونوں ابروؤں کو ظاہر کیا جاتا ہے۔
۲ مشرق کی خوشبو سے تاتاری مشک کی خوشبو بھی شرمندہ ہے۔
۳ آذر بہار کا ایک مہینہ ہے نوروز موسم بہار کا پہلا دن ہے، اسی دن جمشید تخت نشین ہوا تھا۔
۴ جو کچھ میرے پاس تھا اور کرنیکو کچھ نہیں ہے
۵ میں شرمندہ ہوں۔
۶ یعنی وہ مسکراہٹ جو ہونٹوں پر ہو۔

اگر آں طائرِ قدسی ز درم باز آید — عمرِ بگذشتہ بہ پیرانہ سرم باز آید
اگر وہ پاک پرندہ میرے دروازہ سے لوٹ آئے — میرے بڑھاپے میں گزشتہ عمر لوٹ آئے

دارم امید بداں اشک چو باراں کہ مگر — برقِ دولت کہ برفت از نظرم باز آید
ان بارش جیسے آنسوؤں سے مجھے امید ہے کہ شاید — خوش قسمتی کی بجلی جو میری نظروں سے گذر گئی ہے لوٹ آئے

آنکہ پیشش بنہد تاج تکبر خورشید — بادشاہی بکنم گر بسرم باز آید
وہ جس کے سامنے سورج تکبر کا تاج اتار کر رکھ دیتا ہے — میں بادشاہی کروں، اگر وہ میرے پاس لوٹ آئے

گر نثارِ قدمِ یارِ گرامی نہ کنم — جوہرِ جاں بچہ کارِ دگرم باز آید
اگر معزز دوست کے پیروں پر نچھاور نہ کروں — جان کا گوہر پھر میرے کس کام آئے

آنکہ تاجِ سرِ من خاکِ کفِ پائش بود — از خدا می طلبم تا بسرم باز آید
جس کے تلوے کی خاک میرے سر کا تاج تھی — خدا سے چاہتا ہوں، وہ میرے پاس لوٹ آئے

کوس نو دولتی از بامِ سعادت بزنم — گر بہ بینم کہ مہِ نو سفرم باز آید
نئی دولت کا نقارہ نیک بختی کے بالا خانہ پر بجواؤں گا — اگر میں دیکھوں کہ میرا چاند سفر سے لوٹ آیا ہے

خواہم اندر عقبش رفت چو یارانِ عزیز — شخصم ار باز نیاید خبرم باز آید
پیارے دوستوں کی طرح میں بھی اس کے پیچھے جاؤں گا — اگر میرا وجود لوٹ کر نہ آئے گا میری خبر تو آئے گی

مانعش غلغلِ چنگست و شکر خوابِ صبوح — ورنہ گر بشنود آہِ سحرم باز آید
اس کے لیے ستار کی آواز اور صبح کی میٹھی نیند مانع ہے — ورنہ اگر وہ میری صبح کی آہ سن لے تو لوٹ آئے

آرزومندِ رخِ شاہ چو ماہم حافظ
اے حافظ! میں اپنے چاند جیسے شاہ کے رخ کا آرزومند ہوں

ہمتے تا بسلامت ز درم باز آید
تو ہمت کیجئے تاکہ سلامتی کے ساتھ میرے دروازہ سے لوٹ آئے

از دیدہ خونِ دل ہمہ بر روئے ما رود — بر روئے ما ز دیدہ ندانم چہا رود
دل کا تمام خون آنکھوں سے ہمارے چہرے پر بہتا ہے — ہمارے چہرے پر آنکھوں کی وجہ سے نہ معلوم کیا گذرے؟

ما در درونِ سینہ ہوائے نہفتہ ایم — بر باد اگر رود سرِ ما زاں ہوا رود
ہم نے سینہ میں ایک عشق چھپایا ہے — اگر ہمارا سر برباد ہوگا، اسی عشق سے برباد ہوگا

بر خاکِ راہِ یار نہادیم روئے خویش — بر روئے ما رواست اگر آشنا رود
ہم نے اپنا چہرہ، یار کے راستہ کی خاک پر رکھ دیا ہے — اگر دوست ہمارے چہرے پر چلے تو درست ہے

سیلے ست آبِ دیدہ و بر ہر کہ بگذرد — گر خود دلش ز سنگ بود ہم ز جا رود
آنکھوں کے آنسو ایک بہاؤ ہیں جس شخص پر سے بھی گذرے — خواہ اس کا دل پتھر کا بھی ہو جگہ سے ہلجائے گا

ما را بآبِ دیدہ شب و روز ماجراست — زیں رہگذر کہ بر سرِ کویش چرا رود
آنکھ کے آنسوؤں سے ہمارا دن رات جھگڑا ہے — اس راستے میرا اس کے کوچہ کے سر سے کیوں گذر جاتے ہیں

خورشیدِ خاوری کند از رشک جامہ چاک — گر ماہِ مہر پرورِ من در قبا رود
مشرق کا سورج رشک سے جامہ چاک کر دے — اگر میرا محبت پرور چاند، قبا پہن کر چلے

ے طائرِ قدسی سے مراد معشوق ہے یعنی اگر وہ لوٹ آئے تو میں از سر نو جوان ہو جاؤں۔
ے برق سے مراد معشوق ہے بارش کے ساتھ بجلی کوندتی ہی ہے۔
ے جو جان معشوق کے قدموں پر نچھاور نہ کی جاسکے وہ بیکار ہے۔
ے یعنی معشوق کے واپس آجانے پر مجھے از سر نو دولت ہاتھ آجائے گی۔
ے جس طرح میرے اور دوستوں نے جان گنوائی ہے میں بھی معشوق کے پیچھے جان گنوا دونگا
ے ہمت سے مراد باطنی توجہ ہوتی ہے۔
ے یعنی آنکھوں کی بدولت چہرے کو نہ معلوم کیا کیا مصیبتیں بھگتنی پڑیں گی
ے سینہ کی چھپی ہوئی محبت ہمیں برباد کر کے چھوڑے گی۔
ے بہاؤ سے پتھر اپنی جگہ سے ہل جاتے ہیں۔
ے یعنی مجھے اپنے آنسوؤں سے رشک ہو گیا ہے کہ وہ بہہ کر معشوق کے کوچہ کی طرف کیوں چلے جاتے ہیں۔

حافظ بکوئے میکدہ دائم بصدقِ دل
حافظ صدقِ دل سے شراب خانہ کی طرف

چوں صوفیانِ صومعہ دار الصفا رود
اس طرح جاتا ہے جیسے صوفی دار الصفا کی طرف

از سرِ کوئے تو ہر کو بملالت برود جو شخص تیرے کوچہ سے رنجیدہ ہو کر جاتا ہے	نرود کارش و آخر بخجالت برود اس کا مقصد حاصل نہیں ہوتا اور انجام کار شرمندہ ہو کر جاتا ہے
سالک از نورِ ہدایت طلبد راہ بدوست سالک ہدایت کے نور سے دوست کے راستہ کو تلاش کرتا ہے	کہ بجائے نرسد گر بضلالت برود اس لئے کہ وہ کسی جگہ بھی نہیں پہونچ سکتا ہے اگر گمراہی سے چلے
کردۂ آخر عمر از مے و معشوق بگیر تو نے عمر ختم کر دی، شراب اور معشوق حاصل کر	حیف اوقات کہ یکسر بہ بطالت برود ان اوقات پر افسوس ہے جو بالکل باطل میں گذر گئے
اے دلیلِ دلِ گم گشتہ خدارا مددے اے گم شدہ دل کے راہنما خدا کے لئے مدد کر	کہ غریب ار نبرد رہ بدلالت برود اس لئے کہ مسافر اگر صحیح راستہ پر نہیں چلتا ہے تو راہنمائی سے چل پڑتا ہے
حکمِ مستوری و مستی ہمہ بر خاتمت است تقویٰ اور مستی کا فیصلہ خاتمہ پر ہے	کس ندانست کہ آخر بچہ حالت برود کوئی نہیں جانتا ہے کہ آخر میں کس حالت پر چلے گا
کاروانے کہ بود بدرقہ اش لطفِ خدا جس قافلہ کا راہنما خدا کی مہربانی ہو	بتجمل بنشیند بجلالت برود خوبصورتی سے مقیم ہوتا ہے اور شان کے ساتھ چلتا ہے

حافظ از چشمۂ حکمت بکف آور جامے
اے حافظ دانائی کے چشمہ سے جام بھر لے

بو کہ از لوحِ دلت نقشِ جہالت برود
ہو سکتا ہے کہ تیرے دل کی تختی سے نادانی کا نقش مٹ جائے

آں کس کہ بدست جام دارد وہ شخص، جو ہاتھ میں جام رکھتا ہے	سلطانیِ جم مدام دارد ہمیشہ جمشید کی سلطنت رکھتا ہے
آبے کہ خضر حیات ازو یافت وہ پانی، جس سے خضر نے زندگی حاصل کی	در میکدہ جو کہ جام دارد شراب خانہ میں تلاش کر کیونکہ وہ جام اپنے اندر رکھتا ہے
سر رشتۂ جم بجام بگذار جمشید کا سر رشتہ جام کے حوالے کر دے	کایں رشتہ ازو نظام دارد اس لئے کہ اس کا رشتہ اسی سے تعلق رکھتا ہے
بیروں ز لبِ تو ساقیا نیست اے ساقی تیرے ہونٹ سے باہر نہیں ہے	در دور کسے کہ کام دارد زمانہ میں کوئی ایسا شخص جو مقصد رکھتا ہو
ما و مے و زاہدان و تقویٰ ہم ہیں اور شراب، زاہد ہیں اور پرہیزگاری	تا یار سرِ کدام دارد دیکھو! دوست کس کا خیال رکھتا ہے
بر سینۂ ریشِ دردمنداں دردمندوں کے زخمی سینہ پر	لعلت نمکے تمام دارد ترا ہونٹ، تمام تر نمک رکھتا ہے

۱ صوفیا اس جوش سے گئے ہیں جس پر سائبان ہوا دار الصفا یعنی صفائی کا گھر بنا سمجھا ہے۔
۲ معشوق کے کوچہ سے تنگدل ہو کر لوٹنے والا محروم اور شرمندہ ہوتا ہے۔
۳ اے بے خبر شراب و معشوق فراغت ہے۔
۴ نیکی اور بدی کا مدار آخر حالت پر ہے اور کس کو معلوم ہے کہ کس کا آخر کس حالت پر ہے۔
۵ سلطانیِ جم سے جمشید کی سلطنت مراد ہے۔
۶ جمشید نے کا تعلق جام سے ہی ہے۔

نرگس ہمہ شیوہ ہائے مستی
نرگس مستی کے تمام طریقے

از چشم خوش تو وام دارد
تیری حسین آنکھ سے قرض لئے ہوئے ہے

ذکر رخ و زلف تو دلم را
میرے دل کے لئے تیرے رخ اور زلف کا ذکر

وردیست کہ صبح و شام دارد
ایک وظیفہ ہے جو وہ صبح و شام پڑھتا ہے

در چاہ ذقن چو حافظ اے جاں
اے جان! ٹھوڑی کے کنوئیں میں حافظ جیسے

حسن تو دو صد غلام دارد
تیرا حسن دو سو غلام رکھتا ہے

آنکہ از سنبل او غالیہ تابے دارد
وہ جس کی زلف سے غالیہ غیرت کھاتی ہے

باز با دل شدگاں ناز و عتابے دارد
پھر دل گم کئے ہوؤں سے ناز و عتاب کرتا ہے

از سر کشتہ خود میگذرد ہمچوں باد
وہ اپنے مقتول کے پاس سے ہوا کی طرح گزر جاتا ہے

چہ تواں کرد کہ عمر ست و شتابے دارد
کیا کیا جائے کہ وہ زندگی ہے اور جلدی کرتا ہے

ماہ خورشید نمایش ز پس پردۂ زلف
اس کا خورشید نما چاند زلف کے پردے کے پیچھے

آفتابیست کہ در پیش سحابے دارد
ایک آفتاب ہے جو سامنے ابر رکھتا ہے

آب حیواں اگر اینست کہ دارد لب یار
اگر آب حیات یہی ہے جو معشوق کا ہونٹ رکھتا ہے

روشن ست اینکہ خضر بہرہ سرابے دارد
تو یہ بات واضح ہے کہ خضر سراب کا حصہ رکھتا ہے

چشم من کردہ بہر گوشہ رواں سیل سرشک
میری آنکھوں نے ہر گوشہ میں آنسوؤں کا سیلاب بہا دیا ہے

تا سہی سرو ترا تازہ بآبے دارد
تاکہ تیرے بلند سرو کو پانی سے تازہ رکھے

غمزۂ شوخ تو خونم بخطا میریزد
تیری شوخ ادا میرا خون ناحق بہا رہی ہے

فرصتش باد کہ خوش رائے صوابے دارد
اس کو موقع ملے کیونکہ بہتر صحیح رائے رکھتی ہے

چشم مخمور تو دارد ز دلم قصد جگر
تیری نشیلی آنکھ دل سے جگر کا ارادہ کرتی ہے

ترک مست ست مگر میل کبابے دارد
ترک مست ہے شاید کباب کی طرف میلان رکھتا ہے

جان بیمار مرا نیست ز تو روئے سوال
ہماری بیمار جان کی تجھ سے سوال کی ہمت نہیں ہے

اے خوش آں خستہ کہ از دوست جوابے دارد
وہ زخمی خوش قسمت ہے جس کو دوست سے جواب ملے

کے کند سوئے دل خستہ حافظ نظرے
حافظ کے زخمی دل کی طرف کب نظر کرتی ہے

چشم مستت کہ بہر گوشہ خرابے دارد
تیری مست آنکھ جو ہر جانب ایک مدہوش رکھتی ہے

اگر شراب خورے جرعۂ فشاں بر خاک
اگر شراب دل کے غم کو نہ بہا دے

نہیب حادثہ بنیاد ما ز جا ببرد
تو واقعہ کا خوف ہماری جڑ اکھاڑ دے

وگرنہ عقل بمستی فروکشد لنگر
اور اگر عقل مستی کو لنگر نہ ڈالے

چگونہ کشتی ازیں ورطۂ بلا ببرد
اس تباہی کے بھنور سے کشتی کس طرح پار لگائے

ے میرا صبح و شام کا وظیفہ تیری زلف و رخ کا ذکر ہے۔
ے معشوق کے چاہ ذقن میں حافظ جیسے سینکڑوں غلام (قیدی) ہیں۔
ے غالیہ ایک مرکب خوشبو ہے یعنی غالیہ خوشبو اس کی خوشبو سے کم ہے۔
ے بکھری ہوئی زلفوں کے پیچھے اس کا رخ بدلی کا چاند ہے۔
ے یعنی خضر کو آب حیات نہیں ملی بلکہ کسی سراب پر پانی کا دھوکا ہوا ہے۔
ے اگرچہ میرا خون ناحق ہے لیکن میں ہنستا ہوں۔
ے ترک مست سے مراد مست آنکھیں ہیں۔
ے ہمیں تو معشوق سے بات کرنے کی ہمت نہیں سو وہ خوش قسمت ہیں جن کو بات کر کے جواب مل گیا۔
ے عقل مستی کے ہاتھوں نجات حاصل کر سکتی ہے۔

طبیبِ عشق منم بادہ خور کہ ایں معجون — فراغت آرد و اندیشۂ بلا برد
میں عشق کا طبیب ہوں، شراب پی، اس لیے کہ یہ معجون — بے فکری پیدا کرتی ہے اور مصیبت کے اندیشہ کو دور کرتی ہے

دلِ ضعیفم ازاں میکشد بطرفِ چمن — کہ جاں زمرگ بدلداریٔ صبا برد
میرا کمزور دل اس سبب سے چمن کی طرف کھینچتا ہے — تا کہ صبا کی دلداری کی وجہ سے موت سے جان بچائے

گذار بر ظلمات ست خضرِ راہے جو — مباد کآتشِ محرومی آبِ ما برد
تاریکیوں پر سے گذر ہے، حضرت کا کوئی خضر ڈھونڈ لے — ایسا نہ ہو کہ محرومی کی آگ ہماری آبرو خراب کر دے

فغاں کہ با ہمہ کس نرد کینہ باخت فلک — کسے نبود کہ دستے ازیں دغا برد
فریاد ہے، آسمان نے ہر شخص کے ساتھ کینے کا کھیل کھیلا — کوئی نہ تھا، جو اس دغا سے بچے

بسوخت حافظ و کس حالِ او بیار نگفت
حافظ جل گیا اور کسی نے یار سے اس کا حال نہ کہا

مگر نسیم پیامے خدائے را برد
شاید نسیم، برائے خدا، پیغام لے جائے

اگر روم ز پیش فتنہا بر انگیزد — ور از طلب بنشینم بکینہ بر خیزد
اگر میں اس کے سامنے جاتا ہوں، تو فتنے اٹھاتا ہے — اور اگر جستجو چھوڑ دوں، تو کینہ وری کرتا ہے

وگر برہگذرے یکدم از وفاداری — چو گرد در رہش افتم چو باد بگریزد
اور اگر تھوڑی دیر کے لئے وفاداری کی وجہ سے راستہ پر — اس کے راستہ میں گرد کی طرح پڑا ہوں، ہوا کی طرح بھاگتا ہے

چو گویمش کہ چرا با کساں بیامیزی — چناں کند کہ سرشکم بخوں بیامیزد
جب میں اس کو کہتا ہوں تو لوگوں سے کیوں ملتا جلتا ہے — ایسا کر دیتا ہے کہ میرے آنسوؤں کو خون میں ملا دیتا ہے

وگر کنم طلبِ نیم بوسہ صد افسوس — ز حقۂ دہنش چوں شکر فرو ریزد
اور اگر میں آدھا بوسہ بھی مانگتا ہوں، صد افسوس — اپنے منہ کی ڈبیہ سے شکر جیسی گراتا ہے

من آں فریب کہ در نرگسِ تو می بینم — بس آبروئے کہ بر خاکِ رہ فرو ریزد
وہ فریب، جو میں تیری آنکھ میں دیکھتا ہوں — بہت سی آبروئیں ہیں جن کو وہ راستہ کی خاک میں ملاتا ہے

فراز و شیبِ بیابانِ عشق دامِ بلاست — کجاست شیر دلے کز بلا نہ پرہیزد
عشق کے جنگل کا اتار چڑھاؤ مصیبت کا جال ہے — کوئی ایسا شیر دل کہاں ہے جو مصیبت سے نہ بچے

تو عمر خواہ و صبوری کہ چرخِ شعبدہ باز — ہزار بازی ازیں طرفہ تر بر انگیزد
تو زندگی اور صبر چاہ اس لیے کہ شعبدہ باز آسمان — اس سے بھی زیادہ عجیب، ہزاروں کھیل دکھاتا ہے

بر آستانۂ تسلیم سر بنہ حافظ
اے حافظ! تسلیم کی چوکھٹ پر سر دھر دے

کہ گر ستیزہ کنی روزگار بستیزد
اس لیے کہ اگر تو جھگڑے گا تو زمانہ جھگڑے گا

آں کیست کز روئے کرم با من وفاداری کند — بر جائے بدکارے چو من یکدم نکوکاری کند
وہ کون ہے، جو از روئے کرم مجھ سے وفاداری کرے — مجھ جیسے بدکار کے ساتھ، تھوڑی سی بھلائی کرے

ہے محبوب ہر حالت میں ستاتا ہے
ہے یعنی خون کے آنسو رلاتا ہے
ہے یعنی بڑا بھاگتا ہے جو بوسے ایسا ہی میٹھا جیسے شکر
ہے محبوب کی آنکھ سے فریب ظاہر ہوتے ہیں
ہے زمانہ کے فریب برداشت کرنے کے لئے بڑی عمر اور بہت صابر ہونا چاہیے

اوّل ببانگِ نای و نے گویند پیغامِ او
پہلے نفیری اور بانسری کی آواز کے ذریعے مجھے اسکا پیغام دے
وانگہ بیک پیمانہ مے با من ہواداری کند
پھر شراب کے ایک پیمانہ کی، مجھ پر عنایت کرے

دلبر کہ جاں فرسود ازو کامِ دلم نکشود ازو
وہ دلبر جس سے جان گھل گئی اور اس سے میرے دل کا مقصد پورا نہ ہوا
نومید نتواں بود ازو باشد کہ دلداری کند
اس سے نااُمید نہ ہونا چاہیے ہو سکتا ہے کہ دلداری کرے

گفتم گرہ نکشودہ ام زاں طرہ تا من بودہ ام
میں نے کہا ابھی جب سے ہوں اس زلف کی میں نے گرہ نہیں کھولی ہے
گفتا منش فرمودہ ام تا با تو طراری کند
وہ بولا میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ تیرے ساتھ شوخی کرے

پشمینہ پوشِ تندخو کز عشق نشنیدست بو
وہ کمبل پوش تُند مزاج جس نے عشق کی بو بھی نہیں سونگھی ہے
از مستیش رمزے بگو تا ترکِ ہشیاری کند
اس سے مستی کی ایک بات کہہ دو تاکہ ہوشیاری کو چھوڑ دے

چوں من گدائے بے نشاں مشکل بود یارِ فلاں
مجھ جیسے گمنام فقیر کا اس کا دوست ہونا مشکل ہے
سلطاں کجا عیشِ نہاں بارندِ بازاری کند
بادشاہ بازاری رند کے ساتھ کب چھپا عیش کرتا ہے

زاں طرۂ پر پیچ و خم سہل است اگر بینم ستم
اگر اس پُر پیچ و خم زلف سے میں ظلم دیکھوں تو آسان ہے
از بند و زنجیرش چہ غم آنکس کہ عیاری کند
بیڑی اور زنجیر کا اس کو کیا غم ہے جو آوارگی کرتا ہے

شد لشکرِ غم بے عدد از بخت میخواہم مدد
غم کا لشکر ان گنت ہو گیا ہے میں نصیبہ کی مدد چاہتا ہوں
تا فخرِ دیں عبد الصمد باشد کہ غمخواری کند
ہو سکتا ہے کہ دین کا فخر عبد الصمد غمخواری کرے

با چشمِ پُر نیرنگِ او حافظ مکن آہنگِ او
اس کی پُر فریب آنکھوں کے ہوتے ہوئے حافظ اس کا قصد نہ کر
کاں طرۂ شبرنگِ او بسیار مکاری کند
اس کے لئے اس کا رات جیسا طرہ بہت مکاری کرتا ہے

اے پستہ تو خندہ زدہ بر دہانِ قند
اے وہ کہ تیرے پستے نے شکر کے منہ کی ہنسی اڑائی ہے
مشتاقم از برائے خدا یک شکر بخند
میں مشتاق ہوں، خدا کے لئے ذرا مسکرا دے

جائے کہ یارِ ما بشکر خندہ دم زند
جس جگہ ہمارا دوست مسکرائے
اے پستہ کیستی تو خدا را بخود مخند
اے پستے تو کون ہوتا ہے خدا کے لیے خود پر مت ہنس

خواہی کہ بر نخیزدت از دیدہ رودِ خوں
اگر تو چاہتا ہے کہ تیری آنکھ سے خون کی ندی نہ بہے
دل در ہوائے صحبتِ رودِ کساں مبند
لوگوں کے لڑکوں کی صحبت سے دل وابستہ نہ کر

گر طرہ می نمائی و گہ طعنہ میزنی
تو کبھی زلف دکھاتا ہے اور کبھی طعنہ زنی کرتا ہے
ما نیستیم معتقدِ مردِ خود پسند
ہم خود پسند انسان کے معتقد نہیں ہیں

طوبیٰ ز قامتِ تو نیارد کہ دم زند
طوبیٰ تیرے قد کے سامنے دم نہیں مار سکتا ہے
زیں قصہ بگذرم کہ سخن میشود بلند
میں اس قصہ کو ختم کرتا ہوں اس لیے کہ بات طول پکڑتی ہے

ز آشفتگیِ حالِ من آگاہ کے شود
میری حالت کی پریشانی سے کب آگاہ ہو سکتا ہے
آں را کہ دل نگشت گرفتارِ ایں کمند
وہ جس کا دل اس پھندے میں نہ پھنسا ہو

بازارِ شوق گرم شد آں شمع رخ کجاست
شوق کا بازار گرم ہو گیا ہے وہ شمع جیسے رخ والا کہاں ہے
تا جانِ خود بر آتشِ رویش کنم سپند
تاکہ میں اپنی جان کو اس کے رخ کی آگ پر کالا دانہ بنا دوں

ا وفاداری کی یہ صورت ہے کہ پہلے مجلس سجے پھر پیمانہ کا دور چلے۔
۲ یعنی زاہد خشک کے اس کی ایک ادا کا ذکر کرو بیہوش ہو جائیں گے۔
۳ محبوب کے منہ کو پستہ قرار دیا جاتا ہے یعنی محبوب کے منہ کی شیرینی شکر پر خندہ زن ہے۔
۴ "رود" پہلے مصرعہ میں نہر کے معنی میں ہے اور دوسرے مصرعہ میں لڑکے کے معنی میں ہے۔
۵ طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے یعنی طوبیٰ اس کے قد کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔
۶ سپند کالا دانہ جس کو نظر بد کے رفع کرنے کے لئے آگ پر جلایا جاتا ہے۔

حافظ تو ترک غمزهٔ خوبان نمیکنی
اے حافظ تو حسینوں کی ادا کو نہیں چھوڑتا ہے

دانی کجاست جائے تو خوارزم یا خجند
تو جانتا ہے کہ تیری جگہ کہاں ہے خوارزم یا خجند؟

اگر ز کوئے تو بوئے بمن رساند باد
اگر ہوا تیرے کوچہ کی خوشبو مجھ تک پہنچا دے

بمژده جانِ جہاں را بباد خواہم داد
جہان کی جان کو خوشخبری میں لٹا دوں گا

اگرچہ گرد برانگیختی ز ہستی من
اگرچہ تو نے، میری ہستی کی خاک اڑا دی

غبارے از منِ خاکی بدامنت مرساد
مجھ خاکی کا غبار، تیرے دامن پر نہ پڑے

تو تا بروئے من اے نورِ دیده در بستی
اے نورِ چشم، جب سے تو نے میرے اوپر دروازہ بند کر دیا ہے

دگر جہاں درِ شادی بروئے من نکشاد
پھر زمانے نے میرے اوپر خوشی کا دروازہ نہیں کھولا

خیالِ روئے توام دیده میکند پرخوں
تیرے چہرے کا خیال میری آنکھوں کو پرخوں کر دیتا ہے

ہوائے زلفِ توام عمر میدہد برباد
تیری زلف کی محبت، میری عمر کو برباد کرتی ہے

نہ در برابرِ چشمی نہ غائب از نظری
تو نہ آنکھوں کے سامنے ہے، نہ آنکھوں سے اوجھل ہے

نہ یاد میکنی از من نہ میروی از یاد
تو نہ مجھے یاد کرتا ہے، نہ میری یاد سے نکلتا ہے

بجائے طعنہ اگر تیغ می زند دشمن
طعنہ کی بجائے، اگر دشمن تلوار مارے

ز دوست دست ندارم ہرچہ بادا باد
ہر دوست سے دست کش نہ ہوں گے، جو ہونا ہے ہو

ز دستِ عشقِ تو جاں را نمی برد حافظ
تیرے عشق کے ہاتھ سے، حافظ جان نہیں بچا رہا ہے

کہ جاں ز محنتِ شیریں نمی برد فرہاد
اس لئے کہ شیریں کی مشقت سے فرہاد جان نہیں بچا سکا

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
جو خاک کو، نظر سے کیمیا کر دیتے ہیں

آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند
کاش! ایک گوشۂ چشم ہماری طرف کر دیں

دردم نہفتہ بہ ز طبیبانِ مدعی
زخمی، دعویدار طبیبوں سے میرا درد پوشیدہ رہنا بہتر ہے

باشد کہ از خزانۂ غیبم دوا کنند
ہو سکتا ہے کہ وہ غیب کے خزانے سے میری دوا کریں

معشوق چوں نقاب ز رخ برنمیکشد
جبکہ معشوق، چہرے سے نقاب نہیں اٹھاتا ہے

ہر کس حکایتے بہ تصور چرا کنند
سب لوگ خیال سے کیوں باتیں بناتے ہیں؟

چوں حسنِ عاقبت نہ برندی و زاہدیست
جبکہ انجام کی خوبی رندی اور تقوے سے نہیں ہے

آں بہ کہ کارِ خود بعنایت رہا کنند
یہی بہتر ہے کہ اپنا معاملہ مہربانی پر چھوڑ دیں

بےمعرفت مباش کہ در من یزیدِ عشق
معرفت کے بغیر نہ رہو اس لئے کہ عشق کے بازار میں

اہلِ نظر معاملہ با آشنا کنند
اہلِ نظر جان پہچان والوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں

بگذر ز کوئے میکده تا زمرهٔ حضور
شراب خانہ کے کوچہ پر سے گزر تاکہ درباری گروہ

اوقاتِ خود ز بہرِ تو صرفِ دعا کنند
اپنے اوقات تیرے لئے دعا میں صرف کریں

۱ خوارزم اور خجند کے معشوق ستانے میں مشہور تھے۔
۲ اگرچہ معشوق نے ہمیں برباد کر دیا ہے لیکن ہم اس کی معمولی تکلیف بھی گوارہ نہیں کرتے ہیں۔
۳ سامنے نہیں ہے لیکن اس کی تصویر ہر وقت آنکھوں میں سمائی ہے۔
۴ جس طرح فرہاد نے کوہکنی کرتے ہوئے شیریں پر جان دیدی اسی طرح حافظ بھی جان دیدیگا۔
۵ محبوب کی ایک نگاہ عاشق کے جسم کی خاک کو سونا بنا دیتی ہے۔
۶ میں ان مدعیان طب سے اپنا مرض چھپانا چاہتا ہوں تاکہ کارکنان قضا غیب سے میرا علاج کریں۔
۷ معشوق کو کس نے دیکھا، ہر آدمی اپنے خیال کے مطابق اس کی خوبیاں ذکر کر رہا ہے۔
۸ حسن خاتمہ محض محبت خداوندی پر منحصر ہے۔
۹ من یزید نیلام کو کہتے ہیں بازار کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، بازار عشق میں [illegible] سودا [illegible] ہے جو سوجھتے [illegible] مشتاق رہتے ہیں۔

پیراہنے کہ آید ازو بوئے یوسفم
جس لباس سے، مجھے یوسف کی بو آرہی ہے
ترسم برادرانِ غیورش قبا کنند
مجھے ڈر ہے کہ اس کے غیور بھائی اس کو پھاڑ دیں گے

حالے درونِ پردہ بسے فتنہ میرود
اب پردے کے اندر بہت سے فتنے پیدا ہو رہے ہیں
تا آں زماں کہ پردہ برافتد چہا کنند
دیکھو! جبکہ پردہ اٹھ جائے گا، کیا کریں گے

گر سنگ ازیں حدیث بنالد عجب مدار
اگر اس قصے سے، پتھر رو پڑے تو تعجب نہ کر
صاحبدلاں حکایتِ دل خوش ادا کنند
صاحبِ دل، دل کا قصہ اچھی طرح بیان کرتے ہیں

پنہاں ز حاسداں بخودم خواں کہ منعماں
حاسدوں سے چھپ کر مجھے بلا کیونکہ سخی
خیرِ نہاں برائے رضائے خدا کنند
خدا کی رضامندی کے لئے، چھپی بھلائی کرتے ہیں

مے خور کہ صد گناہ ز اغیار در حجاب
شراب پی، اس لیے کہ سو گناہ، غیروں سے چھپ کر
بہتر ز طاعتے کہ بروی و ریا کنند
اس عبادت سے بہتر ہیں جو دکھاوے اور ریاکاری سے کریں

حافظ مدام وصل میسر نمی شود
اے حافظ! وصل ہمیشہ میسر نہیں آتا ہے
شاہاں کم التفات بحالِ گدا کنند
بادشاہ، فقیر کی طرف کم توجہ کرتے ہیں

آنرا کہ جامِ بادۂ صبا اش میدہند
وہ، جس کو صبا شراب کا جام دیتے ہیں
میداں کہ در حریم حرم جاش میدہند
سمجھ لے کہ حرم کے احاطہ میں اسکو جگہ دیتے ہیں

صوفی مباش منکرِ رنداں کہ سرِ عشق
اے صوفی! رندوں کا منکر نہ بن اس لیے کہ عشق کا راز
روزِ ازل بمردمِ قلاش میدہند
ازل میں بے ننگ و نام انسانوں کو دیتے ہیں

ساقی بیار بادۂ گلرنگ و مشکبو
اے ساقی گلاب جیسے رنگ والی اور مشک کی خوشبو والی شراب لا
کاربابِ عقل زحمتِ اوباش میدہند
عقل والے، رندوں کو ستاتے ہیں

از لذتِ حیات ندارد تمتعے
زندگی کی لذت سے اس کو کوئی نفع نہیں
امروز ہر کہ وعدہ بفرداش میدہند
آج، جس سے کل کا وعدہ کرتے ہیں

مطرب بساز پردۂ عشاقِ بینوا
اے مطرب! بینوا عشاق کے پردے کو چھیڑ
کانرا کہ بینواست نواباش میدہند
اس لیے کہ جو بے سروساماں ہے اس کو سامان دیتے ہیں

خوش باش حافظا کہ حریفانِ دُردنوش
اے حافظ! خوش رہ اس لیے کہ تلچھٹ پینے والے دوست
جامِ طرب بعاشقِ خوشباش میدہند
مستی کا جام خوش باش عاشق کو دیتے ہیں

حافظ نہ ترکِ جنتِ فردوس میکند
کیا حافظ جنت فردوس کو ترک نہ کردے گا؟
گر در حریم وصلِ تو ماواش میدہند
اگر تیرے وصل کے حریم میں اس کو ٹھکانا دیدیں تو

آنکہ رخسارِ ترا رنگِ گل و نسریں داد
جس نے تیرے رخسار کو گل اور نسرین کا رنگ دیا ہے
صبر و آرام تواند بمنِ مسکیں داد
مجھ مسکین کو وہ صبر اور آرام بھی دے سکتا ہے

ے مجھے ڈر ہے مجھے
پیراہن یوسفی نے لیا
ہے اور غیور بھائی
اسے چاک کر ڈالیں۔
ے جب کہ معشوق
ابھی پردے میں فتنے
اٹھتے ہیں اگر پردہ
اٹھ گیا تو معلوم کیا
ہوگا۔
ے چھپی بدکاری ریاکارانہ
کی عبادت سے بہتر ہے۔
ے مقبولوں کو ہی جام
دیا جاتا ہے۔
ے شراب کی مستی ہی
ان تکالیف سے نجات
دے سکتی ہے۔
ے جنت
کے وعدہ
پر دنیا کی
لذت چھوڑنا
مناسب نہیں ہے۔
ے پردہ عشاق سے راگ
کے خاص پردہ کا
نام ہے۔
ے یعنی حافظ کو اگر وصل
کے حریم میں جگہ مل جائے تو
وہ یقیناً جنت الفردوس
کو خیرباد کہہ دے گا۔
ے یعنی جس نے تجھے
حسن دیا ہے مجھے وہ صبر بھی
دے سکتا ہے۔

وانکہ گیسوئے ترا رسمِ تطاول آموخت — ہم تواند کرمش دادِ من غمگیں داد

جس نے تیری زلف کو ظلم کا طریقہ سکھایا ہے — اس کا کرم مجھ غمگین کیساتھ انصاف بھی کر سکتا ہے

منِ ہماں روز ز فرہاد طمع ببریدم — کہ عنانِ دلِ شیدا بکفِ شیریں داد

میں تو اسی روز فرہاد سے مایوس ہو گیا تھا — جب اس نے دیوانہ دل کی باگ شیریں کے ہاتھ میں دیدی تھی

گنجِ زر گر نبود کنجِ قناعت باقیست — آنکہ آں داد بشاہاں بگدایاں ایں داد

اگر سونے کا خزانہ نہیں تو صبر کا خزانہ باقی ہے — جس نے بادشاہوں کو وہ دیا ہے فقیروں کو یہ دیا ہے

خوش عروسیست جہاں از رہِ صورت لیکن — ہر کہ پیوست بدو عمرِ خودش کابیں داد

دنیا بظاہر ایک بہترین دلہن ہے، لیکن — جو اس سے جڑا اس نے اپنی عمر مہر میں دیدی ہے

بعد ازیں دستِ من و دامنِ آں سروِ بلند — خاصہ اکنوں کہ صبا مژدۂ فروردیں داد

اس کے بعد میرا ہاتھ ہوگا اور اس بلند سرو کا دامن — خاص طور پر اب جبکہ صبا نے فروردین کی خوشخبری دیدی

در غم و غصۂ دوراں دلِ حافظ خوں شد

زمانہ کے غم و غصہ میں حافظ کا دل خون ہو گیا ہے

از فراقِ رخت اے خواجہ قوام الدیں داد

تیرے رخ کے فراق سے اے خواجہ قوام الدین فریاد ہے

اگر خدائے کسے را بہر گناہ بگیرد — زمیں بنالہ بر آید زمانہ آہ بگیرد

اگر خدا کسی کو ہر گناہ پہ پکڑے — زمین رو پڑے، زمانہ آہیں کرنے لگے

گنہ بروئے زمیں میکنی و ہیچ نترسی — کہ ماہ بر فلک از شومیِ گناہ بگیرد

تو روئے زمین پر گناہ کرتا ہے اور بالکل نہیں ڈرتا ہے — کہ آسمان پر چاند گناہ کی بدبختی سے گہنا جاتا ہے

شبے ز شرمِ گنہ آنچناں بسجدہ بگریم — کہ سجدہ گاہِ من آں شب ہمہ گیاہ بگیرد

کسی رات گناہ کی شرم سے سجدہ میں ایسا روؤں گا — کہ اس رات میری سجدہ گاہ میں گھاس اگ آئیگی

برابرست گدا و کوہ پیشِ حضرتِ سلطاں — گہے بکوہ نگیرد گہے بکاہ بگیرد

حضرت بادشاہ کے سامنے تنکا اور پہاڑ یکساں ہے — کبھی پہاڑ سے بھی نہیں پکڑتا ہے کبھی تنکے کے بدلے پکڑ لیتا ہے

گہِ وداع بگریم بلا مشابہ کہ یارم — بہر زمیں کہ رود آبِ دیدہ راہ بگیرد

رخصت کرنے وقت ایسا روؤں گا کہ میرا دوست — جس سرزمین پہ جائے گا آنسو راستہ روک دیں گے

تو پاکدامنی از بد کجا شود کہ نماید — گناہہائے تو فردا کہ داد خواہ بگیرد

تو پاکدامن ہے، برا کہاں سے ہو جائیگا کہ وہ دکھائے — کل کو تیرے گناہ، کہ داد چاہنے والا مواخذہ کرے

چو شاہ قصدِ دلِ بیدلاں نماید حافظ

اے حافظ جب بادشاہ بے دلوں کے دل کا قصد کرے

کراست زہرہ و یارا کہ پیشِ شاہ بگیرد

کس کو یہ طاقت ہے کہ اس کو روک سکے

آں یار کزو خانۂ ما جائے پری بود — سر تا بقدم چوں پری از عیب بری بود

وہ یار جس کی وجہ سے ہمارا گھر پری کدہ تھا — وہ سر سے پیر تک پری کی طرح عیب سے بری تھا

۱ جس روز فرہاد شیریں پر عاشق ہوا تھا میں تو اسی وقت سمجھ گیا تھا وہ مایوس سا ہو گئے تھے

۲ خدا نے بادشاہوں کو اگر سونے کے خزانے دیئے ہیں تو فقیروں کو صبر کے خزانے عطا کئے ہیں۔

۳ فروردین موسم بہار کا مہینہ ہے۔

۴ قرآن پاک میں ہے اگر خدا لوگوں کو ان کے گناہوں کے جرم میں پکڑنے لگے تو روئے زمین پر چلنے والا باقی نہ بچے

۵ انسان کے گناہ سے پوری کائنات متاثر ہوتی ہے۔

۶ چھوٹے بڑے گناہ خدا کے دربار میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے وہ چھوٹے گناہ پر مواخذہ کر سکتا ہے بڑے گناہ کو معاف کر سکتا ہے۔

۷ قیامت میں محبوب پاک دامن ثابت ہوگا اور اس سے کوئی مواخذہ نہ ہو سکے گا

دل گفت فروکش کنم این شہر بہ بویش
اس کی خوشبو کی وجہ سے دل نے کہا اس شہر میں مقیم ہو جاؤ
بیچارہ ندانست کہ یارش سفری بود
وہ بیچارہ یہ نہ سمجھا کہ اس کا دوست مسافر تھا

تنہا نہ ز رازِ دلِ من پردہ برافتاد
صرف میرا ہی رازِ دل پردے سے باہر نہیں آیا
تا بود فلک شیوۂ او پردہ دری بود
آسمان جب سے ہے اس کی عادت پردہ دری تھی

منظورِ خردمندِ من آں ماہ کہ او را
میرا منظورِ نظر، عقلمند وہ چاند ہے کہ اس کے لئے
با حسنِ ادب شیوۂ صاحب نظری بود
حسن ادب میں صاحب نظر ہونے کی صفت حاصل تھی

از چنگِ منش اخترِ بدمہر بدر برد
دشمن ستارے نے اس کو میرے قبضے سے نکال دیا
آرے چہ کنم آفتِ دورِ قمری بود
ہاں کیا کروں، دورِ قمری کی مصیبت تھی

عذرے بنہ اے دل کہ تو درویشی و او را
اے دل اس کا عذر قبول کر یا اس لئے کہ تو فقیر ہے اور اس کے لئے
در مملکتِ حسن سرِ تاجوری بود
حسن کی سلطنت میں بادشاہی کا خیال تھا

خوش بود لبِ آب و گل و سبزہ و نسرین
دریا کا کنارہ اور پھول اور سبزہ اچھا تھا لیکن
افسوس کہ آں گنج رواں رہگذری بود
افسوس کہ وہ خزانہ چلتا پھرتا تھا

خود را بکش اے بلبل ازیں غصہ کہ گل را
اس غصہ سے بلبل اپنے آپ کو فنا کر دے کہ پھول کو
با بادِ صبا وقتِ سحر جلوہ گری بود
بادِ صبا کے ساتھ صبح کو جلوہ گری تھی

اوقاتِ خوش آں بود کہ با دوست بسر شد
وہ وقت اچھے تھے جو دوست کے ساتھ بسر ہوئے
باقی ہمہ بیحاصلی و بیخبری بود
باقی سب بے نتیجہ اور جہالت تھی

ہر گنجِ سعادت کہ خدا داد بہ حافظ
نیک بختی کا ہر وہ خزانہ جو خدا نے حافظ کو دیا
از یمنِ دعائے شب و وردِ سحری بود
وہ رات کی دعا اور صبح کے وظیفہ کی برکت سے تھا

اگر بہ بادۂ رنگیں دلم کشد شاید
اگر رنگین شراب کی طرف میرا دل کھنچتا ہے تو مناسب ہے
کہ بوئے خیر ز زہدِ ریا نمی آید
کیونکہ ریاکاری کے زہد سے بھلائی کی بو نہیں آتی ہے

جہانیاں ہمہ گر منعِ من کنند ز عشق
دنیا والے سب مجھے عشق سے منع کریں
من آں کنم کہ خداوندگار فرماید
تو میں وہ کرتا ہوں جو خدا فرماتا ہے

طمع ز فیض و کرامت مبر کہ خلقِ کریم
فیض و بخشش کی امید نہ توڑ کیونکہ کریم اخلاق والا
گنہ ببخشد و بر عاشقاں ببخشاید
گناہ بخش دیتا ہے اور عاشقوں کو معاف کر دیتا ہے

مقیمِ حلقۂ ذکر است دل بہ آں امید
دل ذکر کے حلقہ میں اس امید پر مقیم ہے
کہ حلقۂ ز سرِ زلفِ یار بکشاید
کہ یار کی زلف کو کوئی حلقہ کھولے

ترا کہ حسن خداداده است و حجلۂ بخت
تجھے خدا نے حسن دیا ہے اور نصیبہ کا حجلہ
چہ حاجت است کہ مشاطہ ات بیاراید
کیا ضرورت ہے کہ تجھے مشاطہ سنوارے

نخواہد ایں چمن از سرو و لالہ خالی ماند
یہ چمن سرو اور لالہ سے خالی نہ رہے گا
یکے ہمی رود و دیگرے ہمی آید
ایک جاتا ہے دوسرا آتا ہے

ے معشوق کی خوشبو کی وجہ سے دل شہر میں مقیم ہوا اور یہ نہ سمجھا کہ معشوق ایک جگہ ٹھہرنے والا نہیں ہے۔
ے میرا معشوق عقلمند اور صاحب نظر ہے وہ اچھے برے کو سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ حقیقی عاشق کون ہے اور بوالہوس کون ہے۔
ے چونکہ شاہ گدا سے محبت نہیں کر سکتا لہٰذا معشوق معذور ہے۔
ے گنج سعادت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کا نام ہے۔
ے یا اس لئے کہ زہد میں کوئی بھلائی نہیں ہے تو میرا دل بادۂ رنگیں کی طرف مائل ہے۔
ے حسن کے ہوتے ہوئے مشاطہ کی زیب و زینت کی ضرورت نہیں۔

جمیل الیست عروسِ جہاں ولے ہشدار
دنیا کی دلہن خوبصورت ہے لیکن ہوشیار رہ
کہ ایں مخدرہ در عقدِ کس نمی آید
کہ یہ پردہ نشین کسی کے نکاح میں نہیں آتی ہے

بلابہ گفتمش اے ماہرو چہ باشد اگر
میں نے اس سے خوشامد سے کہا اے ماہرو کیا ہو جائے گا اگر
بیک شکر ز تو دلخستۂ بیاساید
تیری تھوڑی سی مسکراہٹ سے کوئی دل شکستہ آرام پائے

بخندہ گفت کہ حافظ خدائے را مپسند
اس نے ہنس کر کہا اے حافظ خدا کے لئے نہ چاہ
کہ بوسۂ تو رخِ ماہ را بیالاید
کیونکہ تیرا بوسہ لینا چاند کے رخ کو گندہ کر دے گا

بآبِ روشنِ مے عارفے طہارت کرد
عارف نے شراب کے صاف پانی سے وضو حاصل کی
علی الصباح کہ میخانہ را زیارت کرد
صبح صبح، جبکہ میخانہ کی زیارت کی

ہمیں کہ ساغرِ زریں خور نہاں کردند
جیسے ہی انہوں نے خورشید کا زریں ساغر چھپایا
ہلالِ ابروئے ساقی بمے اشارت کرد
ساقی کے ابرو کے چاند نے شراب کا اشارہ کیا

خوشا نماز و نیازِ کسے کہ از سرِ درد
اس شخص کی عاجزی اور نماز بہترین ہے جس نے درد سے
بآبِ دیدہ و خونِ جگر طہارت کرد
آنکھوں کے پانی اور جگر کے خون سے وضو کیا

بہائے بادہ چوں لعل چیست جوہرِ عقل
لعل جیسی شراب کی قیمت کیا ہے۔ عقل کا جوہر
بیا کہ سود کسے برد کایں تجارت کرد
آجا، نفع اسی نے کمایا جس نے یہ تجارت کی

بیا بمیکدہ و وضعِ قرب و جاہم بیں
شراب خانے میں آ، اور مجھ سے قرب اور جاہ کی وضع دیکھ
اگرچہ چشم بما واعظ از حقارت کرد
اگرچہ واعظ نے ہمیں حقارت سے دیکھا

نشانِ مہر و محبت ز جانِ عاشق جوی
مہر اور محبت کا نشان عاشق کی جان میں تلاش کر
اگرچہ خانۂ دل محنتِ تو غارت کرد
اگرچہ دل کا گھر تیری تکلیف نے غارت کر دیا

دلم ز حلقۂ زلفش بجاں خرید آشوب
میرے دل نے اس کی زلف کے حلقے سے جان کے عوض فتنہ خریدا
چہ سود دیدہ ندانم کہ ایں تجارت کرد
میں نہیں جانتا ہوں کیا فائدہ دیکھا کہ یہ سودا کر بیٹھا

اگر امام جماعت بخواندش امروز
اگر آج اس کو جماعت کا امام بلائے
خبر دہید کہ حافظ بمے طہارت کرد
تو خبر دے دینا کہ حافظ نے شراب سے وضو کر لیا

بسرِ جامِ جم آنگہ نظر توانی کرد
جامِ جمشید کے راز تو تو اس وقت دیکھ سکتا ہے
کہ خاکِ میکدہ کحلِ بصر توانی کرد
جبکہ میکدہ کی خاک کو تو آنکھ کا سرمہ بنا سکے

گدائیِ درِ میخانہ طرفہ اکسیریست
میخانہ کے در کی گدائی عجیب اکسیر ہے
گر ایں عمل بکنی خاک زر توانی کرد
اگر تو یہ عمل کرے تو خاک کو سونا بنا سکتا ہے

مباش بے مے و مطرب بزیرِ چرخِ کبود
نیلے آسمان کے نیچے بدون شراب و مطرب نہ رہ
کز ایں ترانہ غم از دل بدر توانی کرد
اس نغمے سے تو غم کو دل سے نکال سکتا ہے

بعزمِ مرحلۂ عشق پیش نہ قدمے
عشق کے سفر کے ارادہ سے کوئی قدم آگے بڑھا
کہ سود ہا بری ار ایں سفر توانی کرد
اگر تو یہ سفر کر سکے گا۔ فائدہ اٹھائے گا

بیا کہ چارۂ ذوقِ حضور و نظمِ امور
آ جا حاضری کے ذوق کا اور معاملات کے انتظام کی تدبیر
بفیضِ بخشیِ اہلِ نظر توانی کرد
تو اہلِ نظر کی فیض بخشی سے کر سکے گا

گلِ مرادِ تو آنگہ نقاب بکشاید
تیری مراد کا پھول اس وقت کھلے گا
کہ خدمتش چو نسیمِ سحر توانی کرد
جبکہ نسیم سحر کی طرح تو اس کی خدمت کر سکے گا

تو کز سرائے طبیعت نمیروی بیروں
تو جبکہ مزاج کے کوچے سے باہر نہیں نکلتا ہے
کجا بکوئے حقیقت گذر توانی کرد
حقیقت کے کوچہ تک کہاں پہنچ سکے گا!

جمالِ یار ندارد نقاب و پردہ و لے
یار کا حسن پردہ اور نقاب نہیں رکھتا ہے لیکن
غبارِ رہ بنشاں تا نظر توانی کرد
راستہ کا غبار بٹھا تاکہ تو دیکھ سکے

دلا ز نورِ ریاضت گر آگہی یابی
اے دل اگر تو ریاضت کے نور سے باخبر ہو جائے گا
چو شمع خندہ زناں ترکِ سر توانی کرد
شمع کی طرح ہنستے ہوئے سر سے دست بردار ہو سکے گا

و لے تو تا لبِ معشوق و جامِ مے خواہی
لیکن جب تک تو معشوق کا ہونٹ اور شراب کا جام چاہتا ہے
طمع مدار کہ کارِ دگر توانی کرد
اس کا لالچ نہ کر کہ تو کوئی دوسرا کام کر سکے گا

گر ایں نصیحتِ شاہانہ بشنوی حافظ
اے حافظ! اگر تو یہ شاہانہ نصیحت سن لے گا
بشاہراہِ طریقت گذر توانی کرد
طریقت کی شاہراہ پر گذر سکے گا

۱

بیا کہ ترکِ فلک خوانِ روزہ غارت کرد
آ جا کہ آسمان کے ترک نے روزہ کے خوان پر لوٹ مچا دی ہے
ہلالِ عید بدورِ قدح اشارت کرد
عید کے چاند نے پیالے کے دور کا اشارہ کر دیا ہے

ثوابِ روزہ و حج قبول آنکس برد
روزہ کا ثواب اور حج کی مقبولیت اس شخص کو حاصل ہوتی ہے
کہ خاکِ میکدۂ عشق را زیارت کرد
جس نے عشق کے میکدہ کی زیارت کی ہے

مقامِ اصلیِ ما گوشۂ خرابات است
ہمارا اصلی مقام شراب خانہ کا گوشہ ہے
خداش خیر دہاد آنکہ ایں عمارت کرد
خدا اس کو بھلا کرے جس نے یہ تعمیر کیا ہے

نماز در خمِ آں ابروانِ محرابی
ان محرابی ابروؤں کے خم میں نماز
کسے کند کہ بخونِ جگر طہارت کرد
وہ شخص پڑھ سکتا ہے جس نے خونِ جگر سے وضو کیا ہے

امامِ شہر کہ سجادہ میکشید بدوش
شہر کا امام جس نے جائے نماز کاندھے پر ڈالی تھی
بخونِ دخترِ رز جامہ را قصارت کرد
انگور کی بیٹی کے خون سے اس نے کپڑے دھوئے ہیں

فغاں کہ نرگسِ جماشِ شیخِ شہر امروز
فریاد ہے کہ آج شہر کے شیخ کی مکار آنکھ نے
نظر بدُردکشاں از سرِ حقارت کرد
تلچھٹ پینے والوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا ہے

بروئے یار نظر کن ز دیدہ منت دار
دوست کے چہرہ پر نظر کر آنکھ کے احسان مند رہو
کہ کارِ دیدہ ہمہ از سرِ بصارت کرد
اس نے آنکھ کا سب کام دیکھنے کے لئے ہی کیا ہے

ل مطلوب حضوری سمجھتا ہو۔ حق کا ذوق نظم امور یعنی دنیاداری کا انتظام مطلوب اہل نظر کے فیض سے حاصل ہوتے ہیں۔
۳ صبح کی نسیم پھول کی خدمت گذاری کرتی ہے تب وہ کھلتا ہے۔
۴ یعنی خواہشات نفس میں لگا ہے اس کو حقیقت حاصل نہیں ہوتی ہے۔
۵ جمال یار تو بے پردہ ہے لیکن غبار دیکھنے میں حائل ہے
۶ شمع سر کٹاتے ہوئے اپنا سر فدا کر دیتی ہے
۷ یعنی اب شراب کا دور چلنا چاہیے۔
۸ جس نے شراب خانہ آباد کیا ہے خدا اس کو جزائے خیر دے اس نے جانا تھا آباد کر دیا ہے۔
۹ چونکہ میکدہ شیشہ کا قلب ہے لہٰذا اس سے قرب ہے۔
۱۰ خدا نے آنکھ اسی لئے پیدا کی ہے کہ اس سے محبوب کے حسن کا نظارہ کیا جائے۔

حدیثِ عشق ز حافظ شنو نہ از واعظ
عشق کا قصہ، حافظ سے سن نہ کہ واعظ سے

اگرچہ صنعتِ بسیار در عبارت کرد
اگرچہ اس نے عبارت میں بہت کاریگری کی ہے

بلبلے خونِ جگر خورد و گلے حاصل کرد
ایک بلبل نے خونِ جگر پیا اور ایک پھول حاصل کر لیا

بادِ غیرت بصدش حال پریشاں دل کرد
غیرت کی ہوا نے اس کو سو طرح سے پریشان دل بنا دیا

طوطئے را بہوائے شکرے دل خوش بود
شکر کی محبت سے ایک طوطی کا دل خوش تھا

ناگہش سیلِ فنا نقشِ امل باطل کرد
موت کے بہاؤ نے ناگہاں اس کی امید کے نقش کو مٹا دیا

قرۃ العینِ من آں میوۂ دل یادش باد
وہ دل کا میوہ، میری آنکھ کی ٹھنڈک، اس کو یاد رہے

کہ خود آساں بشد و کارِ مرا مشکل کرد
کہ خود تو آسانی سے چلا گیا اور میرا کام مشکل بنا دیا

ساربان بارِ من افتاد خدارا مددے
اے شتربان میرا بوجھ گر پڑا، اے خدا کے لئے مدد کر

کہ امیدِ کرمم ہمرہِ ایں محمل کرد
اس لئے کہ کرم کی امید نے مجھے اس کجاوہ کے ساتھ کیا ہے

روئے خاکی و نمِ چشمِ مرا خوار مدار
میرے خاک آلود چہرے اور آنکھ کی نمی کو ذلیل نہ کر

چرخِ فیروزہ طربخانہ ازیں کہگل کرد
نیلے آسمان نے طربخانہ کو اسی سے کہگل کیا ہے

آہ و فریاد کہ از چشمِ حسودِ مہ و مہر
آہ و فریاد ہے کہ چاند اور سورج کی حسد کی نظر سے

در لحد ماہِ کماں ابروئے من منزل کرد
میرے کمان جیسے ابرو والے چاند نے قبر میں ٹھکانا کر لیا ہے

نزدی شاہ رخ و فوت شد امکاں حافظ
تو نے شہ رخ کی چال نہ چلی اور اے حافظ موقع جاتا رہا

چہ کنم بازیِ ایام مرا غافل کرد
کیا کروں زمانے کی بازی نے مجھے غافل بنا دیا

بخت از دہانِ یار نشانم نمی دہد
نصیب معشوق کے منہ کا مجھے پتہ نہیں دیتا ہے

دولت خبر ز رازِ نہانم نمی دہد
دولت چھپے راز کی مجھے خبر نہیں دیتی ہے

از بہرِ بوسۂ ز لبش جاں ہمی دہم
اس کے ہونٹ کے بوسے کے عوض میں جان دیتا ہوں

اینم نمی ستاند و آنم نمی دہد
وہ مجھ سے اس کو نہیں لیتا ہے اور وہ مجھے نہیں دیتا ہے

مُردم ز انتظار و دریں پردہ راہ نیست
میں انتظار میں مرا اور اس پردہ میں راستہ نہیں ہے

یا ہست و پردہ دار نشانم نمی دہد
یا ہے، اور پردہ دار مجھے اس کا پتہ نہیں دیتا ہے

شکر بصبر دست دہد عاقبت ولے
صبر سے انجام کار وصال یار نصیب ہوتا ہے لیکن

بد عہدیِ زمانہ امانم نمی دہد
زمانہ کی بد عہدی مجھے امن نہیں دیتی ہے

زلفش کشید بادِ صبا چرخِ سفلہ بیں
بادِ صبا نے اس کی زلف کو کھینچا، کمینے آسمان کو دیکھو

کانجا مجالِ بادِ وزانم نمی دہد
مجھے اس جگہ چلتی ہوا کی جگہ نہیں دیتا ہے

چندانکہ بر کنار چو پرکار می روم
جس قدر پرکار کی طرح میں کنارہ پر چلتا ہوں

دوراں چو نقطہ رہ بمیانم نمی دہد
زمانہ نقطہ کی طرح مجھے درمیان کا موقع نہیں دیتا ہے

ے بہت معنی بہتیری صورت بولنا ہے۔
ے یہ مرثیہ ہے جو حافظ نے اپنے کسی لڑکے کے مرنے پر کہا ہے گل سے مراد وہی لڑکا ہے اور بلبل سے مراد خود حافظ ہے۔
ے طوطی سے حافظ اور شکر سے مراد لڑکا ہے۔
ے ہمارے چہرے کی خاک کو آنسوؤں سے گوندھ کر زمانے نے اپنے طرب خانہ کو لیپا ہے
ے راز نہاں سے مراد معشوق کا منہ ہے
ے یہیں سے مراد دہان و آں سے مراد بوسہ ہے۔
ے شکر سے مراد وصل یار ہے۔
ے بادِ صبا کو زلف سے کھیلنے کا موقع دیا ہے عاشق کو وہاں گذر بھی نہیں ہے۔
ے پرکار کا درمیانی نقطہ پر سکون ہے اور پرکار کا سرا چکر کھاتا ہے یعنی حیران۔

جاں میدہم برائے یکے بوسہ از لبش | جاں می برد رواں و زبانم نمیدہد
میں اس کے لب سے ایک بوسے کے لئے جان دیتا ہوں | وہ فوراً جان لے لیتا ہے اور مجھے ...

گفتم روم بخواب کہ بینم جمالِ یار
میں نے سوچا تھا، سو جاؤں کہ یار کا جمال دیکھوں

حافظ ز آہ و نالہ امانم نمیدہد
حافظ، آہ و نالے سے مجھے امن نہیں دیتا ہے

بود آیا کہ درِ میکدہ ہا بگشایند | گرہ از کارِ فروبستۂ ما بگشایند
کیا ایسا ہوگا کہ میکدوں کے دروازے کھولیں گے | ہمارے بندھے ہوئے معاملہ کی گرہ کھولیں گے

اگر از بہرِ دلِ زاہدِ خودبیں بستند | دل قوی دار کہ از بہرِ خدا بگشایند
اگر انہوں نے متکبر زاہد کے لیے دروازہ بند کر دیا ہے | تو دل مضبوط رکھ کہ خدا کے لئے کھول دیں گے

درِ میخانہ ببستند خدایا مپسند | کہ درِ خانۂ تزویر و ریا بگشایند
انہوں نے میخانہ کا دروازہ بند کر دیا ہے اے خدا پسند نہ فرما! | کہ وہ مکاری اور ریاکاری کے گھر کا دروازہ کھولیں

گیسوئے چنگ ببرید بمرگِ مے ناب | تا ہمہ مغبچگاں زلفِ دوتا بگشایند
خالص شراب کی موت پر چنگ کے گیسو تراش دو | تاکہ سب بچے، دوہری زلفیں کھول دیں

بصفائے دلِ رندانِ صبوحی زدگاں | بس درِ بستہ بمفتاحِ دعا بگشایند
صبح کی شراب پینے والے رندوں کے دل کی صفائی کی وجہ سے | بہت سے بند کئے ہوئے دروازے دعا کی کنجی سے کھول دیجئے

نامۂ تعزیتِ دخترِ رز بنویسید | تا حریفاں ہمہ خوں از مژہ ہا بگشایند
انگور کی بیٹی کا تعزیت نامہ لکھو | تاکہ سب دوست پلکوں سے خون گرائیں

حافظ ایں خرقۂ پشمینہ بہ بینی فردا
اے حافظ! اس کمبل کی گدڑی کو تو کل تو دیکھے گا

کہ چہ زنار ز زیرش بجفا بکشایند
کہ کتنے زنار اس کے نیچے سے زبردستی کھولیں گے

بعد ازیں دستِ من و دامنِ آں سرو بلند | کہ بہ بالائے چماں از بن و بیخم بر کند
اس کے بعد میرا ہاتھ ہوگا اور اس بلند سرو کا دامن | جس نے خرامِ ناز سے مجھے جڑ سے اکھاڑ پھینکا

حاجتِ مطرب و مے نیست تو برقع بکشا | کہ برقص آوردم آتشِ رویت چو سپند
مطرب اور شراب کی ضرورت نہیں ہے تو برقع اٹھا دے | تیرے چہرے کی آگ مجھے سپند کی طرح نچا دے

ہیچ روئے نشود آینۂ چہرۂ بخت | مگر آں روئے کہ مالند برآں سمِ سمند
کوئی چہرہ نصیبے کے چہرہ کا آئینہ نہیں ہو سکتا | مگر وہ چہرہ جس کو گھوڑے کے سم سے مل دیں

گفتم اسرارِ غمت ہر چہ بود گو می باش | صبر ازیں بیش ندارم چہ کنم تا کے و چند
میں نے کہا تیرے غم کے راز جو بھی ہوں، کہہ دے کہ ہو | اس سے زیادہ صبر نہیں رکھتا، کیا کروں، کب تک

مکش آں آہوئے مشکین مرا اے صیاد | شرم از آں چشمِ سیہ دار و مبندش بکمند
اے صیاد! میرے اس مشکیں ہرن کو نہ مار | اس کالی آنکھ سے شرم کر اور اس کو کمند میں نہ باندھ

من خاکی کہ ازیں در نتوانم برخاست
از کجا بوسہ زنم بر لب آں قصر بلند

میں خاکی جو اس در سے اٹھ بھی نہیں سکتا
اس بلند محل کے ہونٹ کو کہاں سے بوسہ لوں!

جز بزلف تو ندارد دل عاشق میلے
آہ ازیں دل کہ بصد بند نمیگیر د پند

عاشق کا دل تیری زلف کے سوا کوئی خواہش نہیں رکھتا ہے
اس دل پر افسوس کہ سو قید و بند سے بھی نصیحت حاصل نہیں کرتا ہے

شب و روز دعا عاشق بیدل گوید
کہ مبادا بہی قامتت از دہر گزند

بیدل عاشق رات دن یہ دعا کہتا ہے
کہ خدا نہ کرے تیرے بلند قد کو زمانہ کی گزند پہونچے

تو غزلہائے تر و دلکش حافظ بشنو
گر کمالیش بود شعر بگوید بخجند

تو حافظ کی تازہ اور دلکش غزلیں سن
اگر اس کو کوئی کمال ہوگا، وہ خجند میں شعر کہے گا

بازستاں دل از آں گیسوئے مشکیں حافظ
زانکہ دیوانہ ہماں بہ کہ بماند در بند

اے حافظ! اس مشکیں زلف سے دل واپس لے
اس لئے کہ دیوانہ وہی اچھا ہے جو قید میں رہے

بتے دارم کہ گرد گل ز سنبل سایہ باں دارد
بہار عارضش خطے بخون ارغواں دارد

میرا ایک معشوق ہے جس نے پھول کے گرد سنبل کا سائبان بنایا ہے
اس کے رخسار کی بہار نے ارغواں کے خون کا خط دیا ہے

غبار خط بپوشانید خورشید رخش یا رب
حیات جاودانش دہ کہ حسن جاوداں دارد

اس کے خط کے غبار نے رخ کے سورج کو چھپا لیا، اے خدا!
اس کو ہمیشہ کی زندگی عطا کر کیونکہ اس کا حسن ہمیشہ رہنے والا ہے

چو عاشق می شدم گفتم کہ بردم گوہر مقصود
ندانستم کہ ایں دریا چہ موج بیکراں دارد

جب میں عاشق ہوا تو میں نے کہا کہ مقصود کا موتی حاصل کر لیا
میں نے نہ جانا تھا کہ اس دریا میں بے پایاں موجیں رکھتا ہے

چو در رویت بخندد گل مشو در دامش اے بلبل
کہ بر گل اعتمادے نیست گر حسن جہاں دارد

اے بلبل جب پھول تیرے سامنے ہنسے تو اس کے جال میں نہ پھنس
اس لئے کہ پھول پر کوئی بھروسہ نہیں ہے، اگرچہ وہ دنیا کا حسن رکھتا ہے

خدا را داد من بستاں ازو اے شحنہ مجلس
کہ مے با دیگراں خوردست و با من سر گراں دارد

اے محفل کے کوتوال! خدا کے لئے میرا اس سے انصاف کرا
کہ اس نے دوسروں کے ساتھ شراب پی ہے اور مجھ سے ناراض ہے

امیدم را روان گرداں اگر امید آں داری
قدت آئین سرو ناز و لعلت لطف جاں دارد

اگر تجھے توقع ہے تو میری امید پوری کر دے
تیرا قد سرو ناز کا طریقہ اور تیرا لعل جان کا لطف رکھتا ہے

چو دام طرہ افشاند ز گرد خاطر عاشق
بغماز صبا گوید کہ راز من نہاں دارد

جب معشوق زلف کے جال کو عاشق کے دل کی گرد سے جھاڑتا ہے
صبا کے چغلخور سے کہتا ہے کہ میرا راز پوشیدہ رکھے

ز خوف ہجرم ایمن کن اگر امید آں داری
کہ از چشم بد اندیشاں خدایت در اماں دارد

مجھے جدائی کے خوف سے محفوظ کر دے اگر تجھے اس کی امید ہے
کہ بدخواہوں کی نظر سے خدا تجھے محفوظ رکھے

چہ افتادست دریں رہ کہ سلطان معنی را
دریں درگاہ می بینم کہ سر بر آستاں دارد

اس راستہ پر کیا پڑا ہے کہ حقیقت کے بادشاہ کو
میں اس درگاہ میں دیکھتا ہوں کہ چوکھٹ پر سر رکھتا ہے

بفتراک ار ہمی بندی خدا را زود صیدم کن
کہ آفتہاست در تاخیر و طالب را زیاں دارد

اگر تو فتراک سے باندھنا چاہتا ہے تو خدا کے لئے مجھے جلد شکار کر لے
اس لئے کہ دیر کرنے میں آفتیں ہیں اور طلبگار کو نقصان ہے

ز سرو قدِ دلجویت مکن محروم چشمم را
میری آنکھوں کو اپنے دلپسند قد کے سرو سے محروم نہ کر
بدیں سرچشمہ‌اش بنشاں کہ خوش آبے رواں دارد
اس کو اس چشمہ پر بٹھا دے جو خوب جاری پانی رکھتا ہے

ز چشمت جاں نشاید برد کز ہر سو ہمی بینم
تیری آنکھ سے جان نہیں بچائی جا سکتی کیونکہ میں ہر جانب دیکھتا ہوں
کمیں از گوشہ کردست و تیر اندر کماں دارد
کہ گوشہ میں گھات لگائے ہے اور کمان پر تیر چڑھایا ہے

بیفشاں جرعہ بر خاک و حالِ اہلِ شوکت بیں
ایک گھونٹ زمین پر ڈال دے اور اہل دبدبہ کی حالت پر غور کر
کہ از جمشید و کیخسرو ہزاراں داستاں دارد
اس لیے کہ وہ جمشید و کیخسرو کی ہزاروں داستانیں رکھتی ہے

چو عذر از بخت خود گویم کہ آں عیارِ شہرآشوب
میں اپنے نصیب کی کیا شکایت کروں کہ اس شہر کو فتنہ میں ڈالنے والے معشوق نے
بتلخی کشت حافظ را و شکر در دہاں دارد
حافظ کو تلخ کلامی سے مار ڈالا اور منہ میں شکر رکھتا ہے

بہ حسن و خلق و وفا کس بیارِ ما نرسد
حسن خلق اور وفا میں کوئی ہمارے یار کو نہیں پہونچتا ہے
ترا دریں سخن انکارِ کارِ ما نرسد
تجھے بھی اس بات میں ہمارے کام کے انکار کا حق نہیں پہونچتا ہے

اگرچہ حسن فروشاں بجلوہ آمدہ اند
اگرچہ حسن فروش جلوے میں آگئے ہیں
کسے بحسن و لطافت بیارِ ما نرسد
کوئی حسن اور پاکیزگی میں ہمارے یار کو نہیں پہونچتا ہے

بحقِ صحبتِ دیریں کہ ہیچ محرمِ راز
دیرینہ صحبت کے حق کی قسم کہ کوئی راز دار
بیارِ یکجہت حق گزارِ ما نرسد
ہمارے یار حق گزار یکسو کو نہیں پہونچتا ہے

ہزار نقد ببازارِ کائنات آرند
کائنات کے بازار میں ہزاروں سکے لاتے ہیں
یکے بسکۂ صاحب عیارِ ما نرسد
ہمارے خالص سونے والے سکے کو ایک نہیں پہونچتا ہے

دریغ قافلۂ عمر آنچناں رفتند
افسوس عمر کے قافلے اس طرح چلے گئے
کہ گردِ شاں بہوائے دیارِ ما نرسد
کہ ان کی گرد بھی ہمارے وطن کی ہوا تک نہیں پہونچتی ہے

ہزار نقش برآید ز کلکِ صنع و یکے
کاریگری کے قلم سے ہزاروں نقش نکلتے ہیں اور ایک بھی
بدلپذیریِ نقشِ نگارِ ما نرسد
ہمارے محبوب کے نقش کی دلپذیری کو نہیں پہونچتا ہے

دلا ز طعنِ حسوداں مرنج و ایمن باش
اے دل حاسدوں کے طعنے سے رنجیدہ نہ ہو اور مطمئن رہ
کہ بد بخاطرِ امیدوارِ ما نرسد
اس لئے کہ ہماری امیدوار طبیعت تک کوئی برائی نہیں پہونچتی ہے

چناں بزی کہ اگر خاکِ رہ شوی کس را
اس طرح زندہ رہ کہ اگر تو راستے کی خاک بنجائے کسی کو
غبارِ خاطرے از رہگذارِ ما نرسد
ہمارے راستے سے کوئی تکلیف نہ پہونچے

بسوخت حافظ و ترسم کہ شرحِ قصۂ او
حافظ جل گیا، اور میں ڈرتا ہوں کہ اس کے قصے کی تفصیل
بسمعِ بادشہِ کامگارِ ما نرسد
ہمارے کامیاب بادشاہ کے کانوں تک نہ پہونچے

بیا کہ رایتِ منصور پادشاہ رسید
آؤ منصور بادشاہ کا جھنڈا آگیا ہے
نویدِ فتح و بشارت بمہر و ماہ رسید
فتح کا پیام اور خوشخبری سورج اور چاند تک پہونچی ہے

۱ سرو کے تشبیہ قد کے خیال کی طرف ہے وہ میری آنکھوں میں موجود ہے۔
۲ قاعدہ ہے کہ شراب پینے سے قبل تھوڑی سی زمین پر گرائی جاتی ہے یعنی جمشید و کیخسرو اسی خاک میں پنہاں ہیں۔
۳ یہ غزل نعت نبی صلعم کا ہے یار سے مراد آنحضور کی ذات گرامی ہے۔
۴ دیگر انبیاء کو وہ مرتبہ حاصل نہیں ہے جو آنحضور صلعم کو حاصل ہے۔
۵ دیگر انبیاء کا سکہ ایسا رائج نہیں ہوا جیسا آنحضور کا۔
۶ قافلہ عمر سے مراد حضور کی صفات ہیں۔
۷ حاسدوں کی طعنہ زنی سے ہمارے دل پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔
۸ انسان کو ہر رنگ میں رہنا چاہیے اور وہ بھی اس طور پر کہ مخلوق کو اس سے کوئی تکلیف نہ پہونچے۔
۹ ایک زمانہ میں شاہ یحییٰ شیراز پر قابض ہوگیا تھا منصور نے شیراز پر حملہ کیا اور شاہ یحییٰ کو قتل کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کیا منصور خواجہ حافظ کا قدردان تھا اس فتح کی خوشی میں خواجہ صاحب نے یہ قصیدہ لکھا ہے۔

جمالِ بخت ز روئے ظفر نقاب انداخت
نصیب کے حسن نے کامیابی کے چہرے سے نقاب اتار پھینکا

کمالِ عدل بفریادِ دادخواه رسید
مکمل انصاف، فریادی کی فریاد کو پہونچ گیا ہے

سپہر دورِ خوش اکنوں زند که ماه آمد
آسمان کا دور اب بہتر ہو گیا، کہ چاند نکل آیا ہے

جہاں بکامِ دل اکنوں رسد که شاه رسید
دنیا دلوں کے مدعا کو اب پہونچے گی کہ شاہ پہونچ گیا ہے

ز قاطعانِ طریق ایں زماں شوند ایمن[1]
ڈاکوؤں سے اب مطمئن ہوں گے

قوافلِ دل و دانش که مردِ راه رسید
دل اور عقل کے قافلے، کیونکہ مردِ راہ پہونچ گیا ہے

عزیزِ مصر برغمِ برادرانِ غیور[2]
مصر کا عزیز، حاسد بھائیوں کی ذلت کے ساتھ

زقعرِ چاه بر آمد باوجِ ماه رسید
کنویں کی گہرائی سے نکل آیا اور چاند کی بلندی پر پہونچ گیا ہے

کجاست صوفیِ دجالِ چشمِ ملحد شکل[3]
کہاں ہے دجال کی آنکھ، اور ملحد کی شکل والا صوفی

بگو بسوز که مہدیِ دیں پناه رسید
کہدو کہ جل مرے کہ دین کی پناہ، مہدی پہونچ گیا ہے

صبا بگو که چہا بر سرم دریں غمِ عشق
صبا بتا دے کہ اس عشق کے غم میں میرے سر پر کیا کیا

ز آتشِ دلِ سوزان و برقِ آه رسید
جلتے دل کی آگ اور آہ کی بجلی سے گزرا ہے

ز شوقِ روئے تو جاناں بریں اسیرِ فراق
جاناں تیرے چہرے کے عشق سے اس فراق کے قیدی پر

ہماں رسید کز آتشِ برگِ کاه رسید
وہی پہونچا ہے جو آگ سے گھاس کے تنکے کو پہونچا ہے

مرو بخواب که حافظ ببارگاهِ قبول[4]
نہ سو، اس لیے کہ حافظ مقبولیت کی بارگاہ میں

ز وردِ نیم شب و درسِ صبحگاه رسید
آدھی رات کے وظیفہ اور صبح کے وقت کے درس سے پہونچ گیا ہے

بنفشه دوش بگل گفت و خوش نشانے داد[5]
بنفشہ نے کل رات کو پھول سے کہا اور اچھا پتہ بتایا

که تابِ من بجہاں طرۂ فلانے داد
کہ فلاں کی زلف نے مجھے دنیا میں بل دیا ہے

دلم که مخزنِ اسرار بود دستِ قضا[6]
میرا دل جو رازوں کا خزانہ تھا تقدیر کے ہاتھ نے

درش ببست و کلیدش بدلستانے داد
اس کا دروازہ بند کر دیا اور اس کی کنجی ایک محبوب کے ہاتھ میں دیدی

شکسته وار بدرگاہت آمدم که طبیب
شکستہ ہو کر تیرے دربار میں آیا ہوں اس لئے کہ طبیب نے

بمومیائیِ لطفِ توام نشانے داد[7]
تیری مہربانی کی مومیائی کا مجھے پتہ بتایا ہے

برو معالجۂ خود کن اے نصیحت گوئی[8]
اے ناصح! جا، اپنا علاج کر

شراب و شاہد و ساقی کرا زیانے داد
شراب اور معشوق اور ساقی نے کس کو نقصان دیا ہے؟

تنش درست و دلش شاد باد و خاطر خوش
اس کا جسم تندرست اور اس کا دل خوش اور اس کے مزاج اچھے ہیں

که دستِ داور و دہش دادِ ناتوانے داد
جس کے داد و دہش کے ہاتھ نے کسی کمزور کی مدد کی ہے

گذشت بر منِ مسکین و با رقیباں گفت
مجھ مسکین کے پاس سے گزرا، اور رقیبوں سے بولا

دریغ عاشقِ مسکینِ من چه جانے داد
افسوس میرے مسکین عاشق نے کیسی جان دیدی ہے

خزینۂ دلِ حافظ ز گوہرِ اسرار
حافظ کے دل کے خزانہ نے رازوں کے جواہر سے

بیمنِ عشقِ تو سرمایۂ جہانے داد[9]
تیرے عشق کی برکت سے ایک زمانہ کو سرمایہ دیدیا ہے

---

[1] دل اور دانش کے قافلے ڈاکوؤں سے امن میں ہیں۔
[2] بادشاہ کو یوسف اور حاسدوں کو برادرانِ یوسف قرار دیا ہے۔
[3] دجال کی ایک آنکھ میں پھولا ہوگا اور روایات میں ہے کہ اس کو امام مہدی قتل کریں گے۔
[4] حافظ کو کامیابی شب بیداری سے ہوئی ہے تو بھی شب بیداری کرے۔
[5] بنفشہ کی زلف کو دیکھ کر رشک میں پیچ و تاب کھاتا ہے۔
[6] اب میں رازِ عشق کو ظاہر کرنے پر قادر نہیں ہوں۔
[7] مومیائی ایک دوا ہے جو ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنے میں اکسیر ہے۔
[8] نصیحت گر پاگل ہے اس کو اپنا علاج کرانا چاہئے۔
[9] دنیا میں جہاں بھی ہیں وہ حافظ کا صدقہ ہیں۔

بریدِ بادِ صبا دوشم آگہی آورد
باد صبا کے قاصد نے، کل مجھے خبر دی ہے
کہ روزِ محنت و غم رو بکوتہی آورد
کہ محنت اور غم کے دن نے کمی کی طرف رخ کیا ہے

بمطربانِ صبوحی دہیم جامہ پاک
ہم پاک لباس صبح کے گویوں کو دیں گے
بدیں نوید کہ بادِ سحرگہی آورد
اس خوشخبری پر جو صبح کے وقت کی ہوا لائی ہے

نسیمِ زلفِ تو شد خضرِ راہم اندر عشق
عشق کے بارے میں تیری زلف کی خوشبو ہماری خضرِ راہ ہوئی ہے
زہے رفیق کہ بختم بہمرہی آورد
کیا عمدہ ساتھی ہے جس کو نصیب نے ساتھ کیا ہے

بیا بیا کہ طہورِ بہشت را رضواں
آجا آجا اس لیے کہ رضواں جنت کی پاکیزہ شراب
دریں جہاں ز برائے دلِ رہی آورد
اس دنیا میں ایک غلام کے دل کی خاطر لایا ہے

بخیرِ خاطرِ ما کوش کایں کلاہِ نمد
ہماری طبیعت کی بھلائی کے لیے کوشش کر اس لیے کہ یہ نمدی ٹوپی
بسے شکست کہ بر افسرِ شہی آورد
شاہی تاج پر بہت سی شکستیں لائی ہے

چہ آہہا کہ رسید از دلم بخرگہِ ماہ
کتنی آہیں ہیں کہ میرے دل سے چاند کے خیمہ تک پہونچی ہیں
چو یادِ عارضِ آں ماہِ خرگہی آورد
جب اس نے خیمے کے چاند کے رخسار کو یاد کیا ہے

رساند رایتِ منصور بر فلک حافظ
حافظ نے منصور کے جھنڈے کو آسمان پر پہونچا دیا ہے
چو التجا بجنابِ شہنشہی آورد
جبکہ اس نے شہنشاہی دربار میں التجا کی ہے

بکوئے میکدہ یارب سحر چہ مشغلہ بود
اے خدا میکدہ کے کوچہ میں صبح کیا مشغلہ تھا
کہ جوشِ شاہد و ساقی و شمع و مشعلہ بود
کہ معشوق اور ساقی اور شمع اور مشعل کا جوش تھا

حدیثِ عشق کہ از حرف و صوت مستغنیست
عشق کی بات جو حرف اور آواز سے مستغنی ہے
بنالۂ دف و نے در خروش و ولولہ بود
دف اور بانسری کے نالے سے خروش اور ولولہ میں تھی

مباحثے کہ دراں حلقۂ جنوں میرفت
وہ بحثیں جو اس دیوانگی کی مجلس میں ہوئیں
ورائے مدرسہ و قیل و قال و مسئلہ بود
مدرسہ اور قیل و قال اور مسئلہ سے آگے کی تھیں

دل از کرشمۂ ساقی بشکر بود و لے
ساقی کے اشارہ چشم کا دل شکر گزار تھا لیکن
ز نامساعدتِ بختش اندکے گلہ بود
نصیب کی ناموافقت سے اس کو تھوڑا سا شکوہ تھا

قیاس کردم آں چشمِ جادوانہ مست
اس جادو بھری مست آنکھوں کا میں نے اندازہ کیا
ہزار ساحرِ چوں سامریش در گلہ بود
سامری جیسے ہزار جادوگر اس کے شاکی تھے

بگفتمش بلبم بوسۂ حوالت کن
میں نے اس سے کہا ہونٹ کا ایک بوسہ عنایت کر
بخندہ گفت کیت با من ایں معاملہ بود
ہنس کر بولا کہ مجھ سے یہ معاملہ کب تھا

ز اخترم نظرِ سعد در رہست کہ دوش
میرے ستارے کو سعد پر نظر درپیش ہے اس لیے کل شب
میانِ ماہ و رخِ یارِ من مقابلہ بود
چاند اور میرے یار کے رخ میں مقابلہ تھا

کرشمۂ کہ بکرد آں دو چشمِ شہر آشوب
شہر کو فتنہ میں ڈالنے والی ان دو آنکھوں کے اشارہ پر
ز خیلِ دل شدگانش ہزار در گلہ بود
دل دینے والوں کے گروہ میں سے ہزاروں شکوے میں تھے

۱ یعنی رنج کی کیفیت کم ہوگی اور رنج و غم کا دن چھوٹا ہو جائے گا۔
۲ رہی کا معنی غلام یعنی حافظ کے لیے رضوان جنت سے شراب لایا ہے
۳ عشق کی کہانی کے بیان کے لیے الفاظ اور حروف کی ضرورت نہیں ہے۔
۴ یعنی محفل کے مباحث علما و فقہا کی فہم سے بالاتر تھے
۵ کیونکہ وہ اس کی جادوگری کے مقابلہ میں عاجز تھے
۶ منصور نے شاہ شجاع کے نشے زین العابدین کو شکست دے کر شیراز کی بادشاہت حاصل کی تھی یہ بھی حافظ کا مدح ہے

دہانِ یار کہ درمانِ دردِ حافظ داشت
محبوب کا وہ منہ جو حافظ کے درد کا علاج رکھتا تھا

فغاں کہ وقتِ مروت چہ تنگ حوصلہ بود
فریاد ہے، مروت کے وقت کس قدر تنگ حوصلہ تھا

بوئے خوشِ تو ہر کہ ز بادِ صبا شنید
تیری خوشبو جس نے بھی بادِ صبا سے سونگھی

از یارِ آشنا سخنِ آشنا شنید
اس نے جانے پہچانے دوست کی جانی پہچانی بات سنی

اینش سزا نبود دلِ حق گزارِ من
میرے شکر گزار دل کی یہ سزا نہ تھی

کز غمگسارِ خود سخنِ ناسزا شنید
کہ اس نے اپنے غمگسار سے نامناسب بات سنی

اے شاہِ حسن چشم بحالِ گدا فگن
اے حسن کے بادشاہ فقیر کی حالت پر نظر کر

کیں گوش بس حکایتِ شاہ و گدا شنید
اس لیے کہ ان کانوں نے بادشاہ اور فقیر کے بہت قصے سنے

خوش میکنم بہ بادۂ مشکیں مشامِ جاں
میں مشکیں شراب سے کلیجان کے دماغ کو خوش کرتا ہوں

کز دلق پوشِ صومعہ بوئے ریا شنید
اس لیے کہ عبادت خانہ کے گدڑی پہننے والے سے بجائے ریا کی بو سونگھی ہے

سرِ خدا کہ عارفِ سالک بکس نگفت
خدا کا راز جو عارف، سالک نے کسی سے نہیں کہا

در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید
مجھے تعجب ہے کہ شراب فروش نے کہاں سے سنا

ما بادہ زیرِ خرقہ نہ امروز می خوریم
ہم گدڑی میں چھپا کر آج ہی شراب نہیں پی رہے ہیں

صد بار پیرِ میکدہ ایں ماجرا شنید
میکدے کے شیخ نے سو بار یہ قصہ سنا ہے

یارب کجاست محرمِ رازے کہ یکزماں
اے خدا ایسا ہم راز کہاں ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے

دل شرحِ آں دہد کہ چہ دید و چہا شنید
دل اسکی تفصیل کرے کہ کیا دیکھا اور کیا کیا سنا

ما مے بہ بانگِ چنگ نہ امروز می کشیم
ہم چنگ کی آواز پر شراب آج ہی نہیں پی رہے ہیں

بس دیر شد کہ گنبدِ چرخ ایں صدا شنید
بہت زمانہ ہو گیا ہے کہ آسمان کے گنبد نے یہ آواز سنی ہے

ساقی بیا کہ عشق ندامی کند بلند
ساقی! آ کہ عشق پکار رہا ہے

آنکس کہ گفت قصۂ ما ہم ز ما شنید
جس نے ہمارا قصہ بیان کیا ہے اس نے ہم سے سنا ہے

پندِ حکیم عینِ صواب ست و محضِ خیر
دانا کی نصیحت بالکل درست اور خالص بھلائی ہے

فرخندہ بخت آنکہ بسمعِ رضا شنید
مبارک نصیب وہ ہے جس نے رضامندی کے کان سے سنی

نشنید ہر چہ گفتم و بگذشت ویں عجب
جو میں نے کہا اس نے نہ سنا اور چلا گیا اور یہ عجیب بات ہے

سلطاں شنیدہ ام کہ حدیثِ گدا شنید
میں نے تو سنا ہے کہ بادشاہ نے فقیر کی بات سنی ہے

محروم اگر شدم ز سرِ کوئے او چہ شد
اگر میں اس کے کوچے سے محروم رہا ہوں تو کیا ہوا

از گلشنِ زمانہ کہ بوئے وفا شنید
زمانہ کے گلشن سے کس نے وفا کی خوشبو سونگھی ہے

ہر شام ماجرائے من و دل شمال گفت
شمالی ہوا نے ہر شام کو میرا اور دل کا قصہ بیان کیا ہے

ہر صبح گفتگوئے من و او صبا شنید
ہر صبح کو صبا نے میرا اور اس کا قصہ سنا ہے

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن ست و بس
اے حافظ! تیرا وظیفہ بس دعا دینا ہے

در بندِ آں مباش کہ نشنید یا شنید
اس فکر میں نہ پڑو کہ اس نے سنا یا نہیں سنا

ا معشوق کا منہ اس قدر تنگ ثابت ہوا کہ مروت کی ایک بات بھی اس سے نہ نکلی۔
ا معشوق کو تو غمگسار ہونا چاہیے نہ کہ درد دل دکھانے والی بات کرے۔
ا بہت سے قصے مشہور ہیں کہ شاہوں نے گداؤں پر کرم کیا ہے۔
ا ظاہر ہے کہ کسی مے نوش سے ہی سنا ہوگا۔
ا ہم آج کے ہی مے نوش نہیں ہیں، عرصہ سے یہ طریقہ جاری ہے۔
ا عشق کا تصور وہی بیان کر سکتا ہے جو خود مبتلا ہوا ہو۔
ا میری بدقسمتی کہ اس نے میری ایک نہ سنی حالانکہ وہ بادشاہ ہے اور میں فقیر تھا۔
ا یہی اخلاص کی آخری مرتبہ ہے۔

برسر آنم کہ گر ز دست برآید
اس خیال میں ہوں کہ اگر ممکن ہو سکے
دست بکارے زنم کہ غصہ سرآید
ایسے کام میں ہاتھ ڈالوں جس سے رنج ختم ہو جائے

منظرِ دل نیست جائے صحبتِ اغیار
دل کا منظر غیروں کی صحبت کی جگہ نہیں ہے
دیو چو بیروں رود فرشتہ درآید
شیطان جب باہر نکل جاتا ہے تب فرشتہ اندر آتا ہے

صحبتِ حکام ظلمتِ شبِ یلداست
حکام کی صحبت تاریک رات کا اندھیرا ہے
نور ز خورشید خواہ بو کہ برآید
نور آفتاب سے مانگ ہو سکتا ہے کہ وہ حاصل ہو جائے

بر درِ اربابِ بے مروتِ دنیا
بے مروت دنیا داروں کے دروازے پر
چند نشینی کہ خواجہ کے بدرآید
کب تک بیٹھا رہے گا کہ خواجہ کب باہر نکلتا ہے؟

بگذر ازیں روزگارِ تلخ تر از زہر
زہر سے زیادہ کڑوے زمانہ سے گذر جا
بارِ دگر روزگار چوں شکر آید
پھر شکر جیسا زمانہ آئے گا

صالح و طالح متاعِ خویش نمودند
نیک اور بد نے اپنی پونجی دکھائی
تاکہ قبول افتد و چہ در نظر آید
دیکھو کونسی قبول ہوتی ہے اور کیا منظور ہوتا ہے

بلبلِ عاشق تو عمر خواہ کہ آخر
عاشق بلبل تو عمر چاہ، کیونکہ بالآخر
باغ شود سبز و سرخ گل بدر آید
باغ سبز ہوگا، اور سرخ پھول کھل جائے گا

صبر و ظفر ہر دو دوستانِ قدیمند
صبر اور کامیابی دو پرانے ساتھی ہیں
بر اثرِ صبر نوبتِ ظفر آید
صبر کے نتیجہ میں کامیابی کی باری آتی ہے

بہتر ازاں نیست در مقامِ توکل
توکل کے مقام میں اس سے بہتر نہیں ہے کہ
صبر کنم تا کہ عمرِ شاں بسر آید
میں صبر کروں تاکہ ان کا وقت ختم ہو جائے

ترکِ گدائی مکن کہ گنج بیابی
فقیری نہ چھوڑ، کہ تو خزانہ پائے گا
از نظرِ رہروے کہ در نظر آید
کسی راہرو کی نظر سے، جو نظر آئے گا

غفلتِ حافظ دریں سراچہ عجب نیست
اس سرائے میں حافظ کی غفلت تعجب خیز نہیں ہے
ہر کہ بمیخانہ رفت بیخبر آید
جو میخانہ میں گیا، مدہوش آیا ہے

بازم مہِ رخسارِ کسے در نظر آمد
کسی کے رخسار کا چاند مجھے پھر نظر آیا
مہرے بدل از طلعتِ آں ماہ درآمد
اس چاند کے چہرے سے دل میں سورج اتر آیا

باز ایں دلِ سودا زدہ ام گشتہ ہوائی
میرا پاگل دل، پھر بے اختیار ہو گیا
وز کارِ خود و بارِ خود ایں بار برآمد
اس بار، اپنے کام اور بار سے بیگانہ ہو گیا

یکبار نظر بر خمِ ابروش فگندم
اس کے ابرو کے خم پر میں نے ایک بار نظر ڈالی
صد تیرِ بلا بر من ازاں یک نظر آمد
اس ایک نظر سے مصیبت کے سو تیر مجھ پر آ گئے

ایں طرفہ کہ امروز بدیدم مہِ رویش
یہ عجیب بات ہے کہ آج میں نے اس کے چہرے کے چاند کو دیکھا
از روزِ دگر در نظرم خوبتر آمد
تو وہ اور دنوں سے مجھے زیادہ حسین نظر آیا

ا کوئی ایسا کام کرنا چاہتا ہوں جس سے غم و غصہ ختم ہو جائے
۲ دیو سے مراد وغیر اور فرشتہ سے مراد دوست ہے۔
۳ دنیا داروں کے دروازے پر بیٹھ کر ان کا انتظار نہ کرنا چاہیے۔
۴ اگر دنیا طلبی نہ ہو تو دنیا خود شیریں بن کر آتی ہے۔
۵ انسان صبر کرتا ہے تو مقصد حاصل ہو کر رہتا ہے۔
۶ صبر کے نتیجہ میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔
۷ مصائب کا ایک وقت ہے تو کل یہی ہے کہ اس وقت میں ان مصائب پر صبر کرنا ہے۔
۸ انسان طالب ہوتا ہے تو راہبر مل ہی جاتا ہے۔
۹ دل پھر بے اختیار ہو گیا ہے اور اپنا سلسلہ کاروبار چھوڑ بیٹھا ہے۔
۱۰ محبوب کو کمان ابرو کیا جاتا ہے اسی لئے اس کے پیدا کردہ مصائب کو تیر کہہ دیا ہے۔

حافظ طلبِ وصل بے کرد و بہ آخر

حافظ نے وصل کی بہت طلب کی، اور بالآخر

از دستِ غمِ ہجرِ تو از پائے درآمد

تیرے ہجر کے غم سے گر پڑا

پیرانہ سرم عشقِ جوانے بسر افتاد

بڑھاپے میں ایک جوان کا عشق سر پڑ گیا

واں راز کہ در دل بنہفتم بدر افتاد

جو راز میں نے دل میں چھپا یا تھا ظاہر ہو گیا

از راہِ نظر مرغِ دلم گشت ہوا گیر

میرا مرغِ دل نظر کی راہ سے فضا میں اڑ گیا

اے دیدہ نظر کن کہ بدام کہ در افتاد

اے آنکھ! دیکھ کر کس کے جال میں جا پھنسا ہے!

دردا کہ ازاں آہوئے مشکینِ سیہ چشم

افسوس کہ اُس مشکیں، سیاہ چشم ہرن کی وجہ سے

چوں نافہ بسے خونِ دلم در جگر افتاد

نافہ کی طرح میرے دل کا بہت سا خون جگر میں جمع ہو گیا ہے

بارِ غمِ او عرضہ بہر کس کہ نمودند

اس کے غم کا بوجھ جنہوں نے جس کسی پر بھی پیش کیا

عاجز شد و ایں قرعہ بنامِ بشر افتاد

وہ عاجز آ گیا اور یہ قرعہ انسان کے نام پر پڑا

از رہگذرِ خاکِ سرِ کوئے شما بود

تمہارے کوچے کے راستے کی خاک سے تھا

ہر نافہ کہ در دستِ نسیمِ سحر افتاد

ہر وہ نافہ، جو صبح کی نسیم کے ہاتھ پڑا

مژگانِ تو تا تیغِ جہانگیر برآورد

جب تیری پلکوں نے جہان کو فتح کرنے والی تلوار سونتی

بس کشتۂ دل زندہ کہ بر یکدگر افتاد

بہت سے شہید جن کے دل زندہ تھے ایک دوسرے پر گر پڑے

ایں بادہ کہ پرورد کہ خمارِ خرابات

یہ شراب کس نے تیار کی ہے کہ شراب خانہ کا کلال

از بوئے بہشتیش ز خود بیخبر افتاد

اس کی بہشتی خوشبو کی وجہ سے اپنے سے بےخبر ہو گیا

بس تجربہ کردیم دریں دارِ مکافات

اس بدلہ کی دنیا میں ہم نے بہت تجربہ کیا ہے

با دُرد کشاں ہر کہ در افتاد بر افتاد

جو تلچھٹ پینے والوں سے لڑا وہ گرا

گر جاں بدہد سنگِ سیہ لعل نگردد

اگر کالا پتھر جان بھی دیدے تو لعل نہیں ہو سکتا

با طینتِ اصلی چہ کند بدگہر افتاد

اصلی خلقت کے ہوتے ہوئے کیا کرے، بد واقع ہوئی ہے

فریاد کہ از زیرکیِ مرغِ سخن سنج

فریاد ہے کہ بات کو تولنے والا پرندہ [illegible] کی وجہ سے

بیدانہ زدش راہ و بدامِ خطر افتاد

اس کے [illegible] خطرے کے جال میں پھنس گیا

حافظ کہ سرِ زلفِ بتاں دست کشش بود

وہ حافظ حسینوں کی زلف کا خیال، جس کا ہاتھ کھینچتا تھا

بس طرفہ حریفیست کش اکنوں بسر افتاد

بہت عجیب محبوب ہے جو اب اس کے سر پڑا ہے

پیش از ینت بیش ازیں غمخواریِ عشاق بود

اس سے پہلے عاشقوں کے ساتھ تیری اس سے زیادہ غمخواری تھی

مہرورزیِ تو با ما شہرۂ آفاق بود

ہمارے ساتھ تیرا محبت کا برتاؤ دنیا میں مشہور تھا

یاد باد آں صحبتِ شبہا کہ با زلفِ توام

راتوں کی وہ صحبت یاد رہے کہ میری، تیری زلف کے ساتھ

بحثِ سرِ عشق و ذکرِ حلقۂ عشاق بود

عشق کے راز کی بحث اور عاشقوں کے حلقہ کا ذکر تھا

لے بڑھاپے میں ایک جوان کا عشق ہو گیا ہے جس کو دیکھ کر میں سودائی ہو گیا۔
لے نافہ، ہرن کی ناف کا [illegible] جس میں [illegible] جم کر مشک بن جاتا ہے۔
لے عشق (امانت) سے ہر چیز گھبرا گئی اور وہ انسان کے سر پڑ گیا۔
لے نافہ نے خوشبو معشوق کے راستہ کی خاک سے حاصل کی ہے۔
لے کشتگانِ عشق کے دل کو زندہ قرار دیا جاتا ہے۔
لے دُرد کش، [illegible] سے جو برسرِ پیکار ہونے والا برباد ہو جاتا ہے۔
لے مرغِ سخن سنج کے لیے اس کی عقل اور زیرکی باعثِ مصیبت بن گئی۔
لے حافظ حسینوں میں پھنسا تھا لیکن ایک بڑے محبوب سے اس کا پالا پڑا ہے۔
لے محبوب پہلے تو بہت زیادہ غمخوار اور ہمدرد تھا لیکن اب وہ بات نہیں ہے۔

حسنِ مہرویانِ مجلس گرچہ دل می برد و دیں
محفل کے حسینوں کا حسن اگرچہ دل اور دین لے جا رہا تھا

عشقِ ما بر لطفِ طبع و خوبیِ اخلاق بود
ہمارا عشق طبیعت کی لطافت اور اخلاق کی خوبی پر تھا

از دمِ صبحِ ازل تا آخرِ شامِ ابد
ازل کی صبح کے وقت سے ابد کی شام تک

دوستی و مہر بر یک عہد و یک میثاق بود
دوستی اور محبت ایک عہد اور ایک میثاق پر تھی

سایۂ معشوق اگر افتاد بر عاشق چہ شد
معشوق کا سایہ اگر عاشق پر پڑ گیا تو کیا ہوا

ما باو محتاج بودیم او بما مشتاق بود
ہم اس کے محتاج تھے، وہ ہمارا مشتاق تھا

پیش ازیں کیں سقفِ سبز و طاقِ مینا بر کشید
اس سے پہلے کہ یہ سبز چھت اور نقش طاق بنایا

منظرِ چشمِ مرا ابروئے جاناں طاق بود
میری آنکھ کی پتلیوں کا طاق معشوق کی ابرو تھی

رشتۂ تسبیح اگر بگسست معذورم بدار
تسبیح کا ڈورا اگر ٹوٹ گیا تو مجھے معذور رکھ

دستم اندر ساعدِ ساقیِ سیمیں ساق بود
میرا ہاتھ چاندی جیسی پنڈلی والے ساقی کے کلائی میں تھا

بر درِ شاہم گدائے نکتۂ در کار کرد
بادشاہ کے دروازے پر ایک فقیر نے ایک نکتہ میرے کام کا کہا

گفت بر ہر خواں کہ بنشستم خدا رزاق بود
اس نے کہا میں جس دسترخوان پر بیٹھا خدا رزاق تھا

در شبِ قدر ار صبوحی کردہ ام عیبم مکن
اگر میں نے شب قدر میں صبح کی شراب پی لی تو مجھ پر عیب نہ لگا

سرخوش آمد یار و جامے بر کنارِ طاق بود
یار مست ہو کر آیا اور جام طاق کے کنارے پر تھا

شعرِ حافظ در زمانِ آدم اندر باغِ خلد
بہشت کے باغ میں آدم کے زمانہ میں حافظ کے اشعار

دولتِ نسرین و گل را زینتِ اوراق بود
نسرین اور گل کی دولت کے لیے اوراق کی زینت تھے

تا ز میخانہ و مے نام و نشاں خواہد بود
جب تک شراب خانہ اور شراب کا نام و نشان باقی رہے گا

سرِ ما خاکِ رہِ پیرِ مغاں خواہد بود
ہمارا سر پیرِ مغاں کے راستہ کی خاک بنا رہے گا

حلقۂ پیرِ مغانم ز ازل در گوش ست
میں ازل سے پیرِ مغاں کا حلقہ بگوش ہوں

ما ہمانیم کہ بودیم و ہماں خواہد بود
ہم وہی ہیں جو تھے اور اسی طرح رہیں گے

بر سرِ تربتِ ما چوں گذری ہمت خواہ
جب تو ہماری قبر کے سرہانے سے گزرے دعا مانگ

کہ زیارتگہِ رندانِ جہاں خواہد بود
اس لیے کہ وہ دنیا کے رندوں کی زیارت گاہ رہے گی

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
جس زمین پر تیرا نقشِ قدم ہوگا

سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود
وہ سالوں صاحبِ نظر لوگوں کی سجدہ گاہ رہے گی

برو اے زاہدِ خود بیں کہ ز چشمِ من و تو
اے متکبر زاہد چلا جا اس لیے کہ میری اور تیری آنکھ سے

رازِ ایں پردہ نہانست و نہاں خواہد بود
اس پردہ کا راز پوشیدہ ہے اور پوشیدہ رہے گا

اے کہ وقتے نکشیدست دلت جانبِ ما
اے وہ کہ جس کا دل ہماری طرف کسی وقت بھی نہیں کھنچا

تا قیامت دلِ ما بر تو کشاں خواہد بود
ہمارا دل قیامت تک تیری طرف کھنچا رہے گا

ترکِ عاشق کش من مست بروں رفت امروز
میرا عاشق کش معشوق آج مست ہو کر باہر نکل گیا

تا کرا خونِ دل امروز رواں خواہد بود
دیکھو آج کس کے دل کا خون جاری ہوتا ہے

۱۔ ہم محبوب کے حسنِ باطنی کے عاشق ہیں۔
۲۔ ہماری محبت استوار اور پائدار ہے۔
۳۔ ہم معشوق کے محتاج ہیں اور معشوق کو بھی ہم سے تعلق ہے وہ ہمارا مشتاق ہے۔
۴۔ عالم کے وجود میں آنے سے پہلے ہم معشوق کے شیدائی ہیں۔
۵۔ نیز اگر شاہی دسترخوان پر بھی ہے تو اس کو خدا ہی کو رزاق سمجھنا چاہیے۔
۶۔ لہٰذا اس شراب پینے میں میں معذور تھا
۷۔ یعنی ہماری وضعداری میں کوئی فرق نہ آئیگا۔
۸۔ ہم وہی ہیں جو ازل میں تھے اور ابد تک وہی رہیں گے۔
۹۔ تیرا نشانِ قدم صاحب نظر لوگوں کی سجدہ گاہ ہے۔

عیبِ مستاں مکن اے خواجہ کزیں کہنہ رباط
اے خواجہ مستوں پر عیب نہ لگا اس لیے کہ اس پرانی سرائے سے

کس ندانست کہ رحلت بچہ‌ساں خواہد بود
کوئی نہیں جانتا ہے کہ کس طرح کوچ ہوگا

چشمم آں دم کہ ز شوقِ تو نہد سر بلحد
میری آنکھ جب سے تیرے شوق میں لحد میں سر رکھے گی

تا دمِ صبحِ قیامت نگراں خواہد بود
قیامت کی صبح تک دیکھتی رہے گی

بختِ حافظ گر ازیں گونہ مدد خواہد کرد
حافظ کا نصیب، اگر اس طور پر مدد کرے گا

زلفِ معشوقہ بدستِ دگراں خواہد بود
تو معشوق کی زلف دوسروں کے ہاتھ میں ہوگی

ترسم کہ اشک در غمِ ما پردہ در شود
مجھے خوف ہے کہ آنسو ہمارے رنج کی پردہ دری کردیں گے

ویں رازِ سربمہر بعالم سمر شود
اور یہ سربستہ راز دنیا میں قصہ بن جائے گا

گویند سنگ لعل شود در مقامِ صبر
کہتے ہیں صبر کے مقام میں پتھر لعل بنجاتا ہے

آرے شود ولیک بخونِ جگر شود
ہاں، ہو جاتا ہے لیکن جگر کے خون سے ہوتا ہے

خواہم شدن بمیکدہ گریان و داد خواہ
روتا ہوا اور داد چاہتا ہوا شراب خانہ میں جانا چاہتا ہوں

کز دستِ غم خلاصِ دل آنجا مگر شود
شاید غم کے ہاتھ سے وہاں دل چھٹکارا پاجائے

ایں سرکشی کہ در سرِ سروِ بلندِ تست
یہ سرکشی جو تیرے بلند سرو کے سر میں ہے

کے با تو دستِ کوتہِ ما در کمر شود
ہمارا کوتاہ ہاتھ کب تیری کمر میں ہو سکتا ہے

ایں قصرِ سلطنت کہ تواش ماہِ منظری
یہ سلطنت کا محل جس کا تو ماہِ منظر بنا ہوا ہے

سرہا بر آستانۂ او خاکِ در شود
بہت سے سر اس کی چوکھٹ پر دروازہ کی خاک ہوں گے

از ہر کنار تیرِ دعا کردہ ام رواں
ہر جانب سے میں نے دعا کے تیر روانہ کئے ہیں

باشد کزیں میانہ یکے کارگر شود
ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی کارگر ہو جائے

از کیمیائے مہرِ تو زر گشت روئے من
تیری محبت کی کیمیا کی وجہ سے میرا چہرہ سونا بن گیا ہے

آرے بیمنِ ہمتِ تو خاک زر شود
ہاں تیری توجہ کی برکت سے خاک سونا بنجاتی ہے

اے دل حدیثِ ما برِ دلدار عرضہ کن
اے دل، ہمارا قصہ دلدار کو سنا دے

لیکن چناں مکن کہ صبا را خبر شود
لیکن ایسا نہ کر، کہ صبا کو خبر ہو جائے

روزے اگر غمے رسدت تنگدل مباش
اگر کسی دن تجھے غم پہونچے، تنگدل نہ ہو

رو شکر کن مباد کہ از بد بتر شود
جا، شکر کر ایسا نہ ہو کہ بد سے بدتر ہو جائے

اے دل صبور باش و مخور غم کہ عاقبت
اے دل، صابر رہ اور غم نہ کر کہ آخر

از شام صبح گردد و از شب سحر شود
شام سے صبح، اور رات سے سحر ہو جاتی ہے

در تنگنائے حیرتم از نخوتِ رقیب
رقیب کے تکبر کی وجہ سے میں حیرت کے تنگنائے میں ہوں

یارب مباد آنکہ گدا معتبر شود
اے خدا ایسا نہ ہو کہ گدا صاحب اعتبار بنے

بس نکتہ غیرِ حسن بباید کہ تا کسے
حسن کے علاوہ اور نکتہ بھی چاہیے تاکہ کوئی

مقبولِ طبعِ مردمِ صاحب نظر شود
کسی صاحبِ نظر کی طبیعت کو پسند آئے

ے ہ اس کیفیت پہ ہے جو کسی شخص پر مرتے وقت طاری ہوتی ہے اور کسی کو معلوم نہیں کہ اس وقت کس کی کیا حالت ہوتی ہے
ے اگر حافظ کی یہی بدبختی ہے تو اس کا معشوق دوسروں کے قبضے میں ہوگا۔
ے جب تک انسان خونِ جگر نہیں پیتا ہے اور مقصد کے حصول میں انتہائی کوشش نہیں کرتا ہے وہ سنگ سے لعل نہیں بنتا ہے۔
ے معشوق کے قد کی بلندی کی وجہ سے ہمارا ہاتھ اس کی کمر تک نہیں پہنچتا ہے
ے محبوب کی توجہ سے ہماری قسمت ممتاز بن گئی ہے۔
ے انسان کو ہر حال میں شکر گذار ہونا چاہیے ورنہ اس سے بدتر حال میں بھی مبتلا ہو سکتا ہے
ے چونکہ رقیب ایک کمینہ انسان تھا محبوب کی عنایت کی وجہ سے تکبر میں مبتلا ہے۔
ے مقبولیت کے لئے محض حسن ظاہری کافی نہیں ہے حسن باطنی کی بھی ضرورت ہے

مُہرِ تو در درونم و عشقِ تو در سرم
تیری محبت میرے اندر ہے اور تیرا عشق میرے سر میں ہے
با شیر در درون شد و با جاں بدر شود
جو دودھ کے ساتھ اندر گیا ہے وہ جان کے ساتھ باہر آئیگا

اے مردمانِ دیدہ مگرید بعد ازیں
اے آنکھ کی پتلیو! اس کے بعد نہ رونا
باشد کہ خیالِ دوست مبادا کہ تر شود
ایسا نہ ہو کہ دوست کے خیال کا پیر تر ہو جائے

ایدل چو نافہ سرِ زلفش بدست تست
اے دل! اس کی زلف کے سرے نافہ کی طرح تیرے ہاتھ میں ہیں
دم در کش ارنہ بادِ صبارا خبر شود
سانس کھینچ لے ورنہ بادِ صبا کو خبر ہو جائے گی

حافظ سر از لحد بدر آرد بپائے بوس
حافظ، پیر چومنے کے لئے لحد سے سر نکالے گا
گر خاک او بپائے شما پے سپر شود
اگر اس کی خاک آپ کے پیر سے پامال ہو گی

تنت بنازِ طبیباں نیاز مند مباد
خدا کرے تیرا جسم طبیبوں کے ناز کا نیاز مند نہ بنے
وجودِ نازکت آزردۂ گزند مباد
تیرا نازک وجود کسی مصیبت سے آزردہ نہ ہو

سلامتِ ہمہ آفاق در سلامتِ تست
تمام دنیا کی سلامتی، تیری سلامتی میں ہے
بہیچ عارضہ شخصِ تو دردمند مباد
تیرا جسم، کسی بیماری سے دردمند نہ ہو

دریں چمن چو در آید خزاں بیغمائی
اس چمن میں، جب خزاں لوٹ مار کے لئے آئے
رہش بسروِ سہی قامتِ بلند مباد
خدا کرے اس کا راستہ، بلند قد کے بلند سرو کی طرف نہ ہو

در آں بساط کہ حسنِ تو جلوہ انداز د
جس بساط پر، تیرا حسن جلوہ گر ہو
مجالِ طعنۂ بدبین بد پسند مباد
بد بیں، بد پسند کے لئے اس میں طعنہ کی گنجائش نہ ہو

جمالِ صورت و معنی زیمن ہمتِ تست
صورت اور معنی کا حسن، تیری توجہ کی برکت سے ہے
کہ ظاہرت دژم و باطنت نژند مباد
خدا کرے تیرا ظاہر افسردہ اور تیرا باطن غمگین نہ ہو

ہر آنکہ روئے چو ماہت بچشمِ بد بیند
جو شخص تیرے چاند جیسے چہرے کو بری نگاہ سے دیکھے
بجز آتشِ تو بجز چشمِ او سپند مباد
بجز اسی کی آنکھ کے تیری آگ پر کوئی کالا دانہ نہ ہو

شفا ز گفتۂ شکر فشانِ حافظ جوی
حافظ کے شکر بکھیرنے والے کلام سے شفا حاصل کر
کہ حاجتت بعلاجِ گلاب و قند مباد
تاکہ تجھے گلقند کے علاج کی ضرورت نہ ہے

تُرکِ من چوں جعدِ مشکیں گرد کاکل بشکند
میرا محبوب جب مشکیں گھنگریالے بال زلف کے چاروں طرف بکھیرتا ہے
لالہ را دل خوں شود بازارِ سنبل بشکند
لالہ کا دل خون ہو جاتا ہے، سنبل کا بازار ٹھنڈا پڑ جاتا ہے

در خراماں سروِ گلنارش کند میلِ چمن
اگر اس کا گلنار والا سرو، ٹہلتا ہوا چمن کی طرف جاتا ہے
سرو را از پا در اندازد دلِ گل بشکند
سرو کو گرا دیتا ہے پھول کے دل کو توڑ ڈالتا ہے

تا خیالِ ابروئے جاناں ز چشمم دور شد
محبوب کے ابرو کا خیال جب سے میری آنکھ سے دور ہوا ہے
اندریں رہ سیلہا باشد کہ صد پل بشکند
اس راستے میں بہت سے سیلاب ہوں گے جو سو پلوں کو توڑتے ہیں

---

۱ تیرا عشق و محبت بچپن میں ماں کے دودھ کے ساتھ ہماری گھٹی میں پڑا ہے، مرکر ہی نکلے گا۔

۲ دوست کی آمد دشوار ہے اس کا خیال آ جاتا ہے اندیشہ ہے کہ رونے سے اس کے پیر تر ہو جائیں۔

۳ حافظ کی قبر پر اگر تو آگیا تو قدم بوسی کے لئے حافظ زندہ ہو جائے گا۔

۴ معشوق کی سلامتی میں تمام دنیا کی سلامتی مضمر ہے۔

۵ چونکہ دنیا میں ظاہری اور باطنی رونق تیرے سے ہے لہٰذا تیری ظاہری و باطنی پُر رونق رہے۔

۶ آگ پر کالا دانہ چھٹتا ہے یعنی دشمن کی پُتلی کالا حشر ہو جالے دانے کی طرح آگ پر پڑتا ہے۔

۷ محبوب کے بالوں اور زلفوں کے سنوارنے پر لالہ غیرت سے زخمی دل بنتا ہے اور سنبل کا بازار ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔

چوں نسیمِ صبحگاہی پردۂ گل بر درد
جب صبح کی ہوا پھول کے پردے کو چاک کرتی ہے

خارِ غم اندر دلِ مجروحِ بلبل بشکند
بلبل کے مجروح دل میں غم کا کانٹا توڑتی ہے

حافظا ایں سرِّ وحدت از دستِ خود مدہ
اے حافظ وحدت کے اس راز کو ہاتھ سے نہ دینا

تا خیالِ زہد و تقویٰ را تو کل بشکند
تاکہ زہد اور تقوے کے خیال کو توکل توڑ ڈالے

جاں بے جمالِ جاناں میلِ جہاں ندارد
معشوق کے حسن بغیر طبیعت دنیا کا میلان نہیں کرتی ہے

ہر کس کہ ایں ندارد حقا کہ آں ندارد
جو شخص یہ نہیں رکھتا ہے یقیناً وہ نہیں رکھتا ہے

با ہیچکس نشانے زاں دلستاں ندیدم
اس معشوق کا پتہ میں نے کسی کے پاس نہیں دیکھا

یا من خبر ندارم یا او نشاں ندارد
یا تو مجھے ہی خبر نہیں ہے یا اس کا نشان نہیں ہے

ہر شبنمے دریں رہ صد موجِ آتشیں ست
اس راستہ میں ہر شبنم آگ کی سو موجیں ہیں

دردا کہ ایں معما شرح و بیاں ندارد
ہائے افسوس اس معمہ کی کوئی شرح اور بیان نہیں ہے

سر منزلِ قناعت نتواں ز دست دادن
قناعت کا سر منزل ہاتھ سے نہیں دیا جا سکتا ہے

اے ساربان فرو کش کایں رہ کراں ندارد
اے ساربان ٹھہر جا اس راستہ کا کنارہ نہیں ہے

چنگِ خمیدہ قامت میخواندت بعشرت
کمر جھکی ہوئی چنگ تجھ کو عیش و عشرت کی دعوت دیتی ہے

بشنو کہ پندِ پیراں ہیچت زیاں ندارد
سن لے اس لیے کہ بوڑھوں کی نصیحت سے تیرا نقصان نہیں ہوتا ہے

گر خود رقیبِ شمع ست احوال ازو بپوشاں
اگر شمع خود رقیب ہے اس سے احوال پوشیدہ رکھ

کاں شوخِ سر بریدہ بندِ زباں ندارد
اس لئے کہ وہ سرکشی شریف زبان کو بند نہیں رکھتی ہے

ذوقے چناں ندارد بے دوست زندگانی
ایسا ذوق محبوب کے بغیر زندگی نہیں رکھتا

بے دوست زندگانی ذوقے چناں ندارد
زندگی محبوب کے بغیر ایسا ذوق نہیں رکھتی

احوالِ گنجِ قاروں کایام داد بر باد
قارون کے خزانے کے احوال جس کو زمانے نے برباد کر دیا

در گوشِ گل فرو خواں تا زر نہاں ندارد
پھول کے کان میں چپکے سے کہہ دے تاکہ وہ زر کو نہ چھپائے

آں را کہ خواندی استاد گر بنگری بتحقیق
جس کو تو نے استاد کہا ہے اگر تحقیق سے دیکھے تو

صنعتگریست اما طبعِ رواں ندارد
ایک کاریگر ہے لیکن رواں طبیعت نہیں رکھتا ہے

اے دل طریقِ رندی از محتسب بیاموز
اے دل! رندی کا طریقہ محتسب سے سیکھ لے

مست ست و در حقِ او کس ایں گماں ندارد
وہ مست ہے لیکن اس کے بارہ میں کوئی یہ گمان نہیں رکھتا ہے

کس در جہاں ندارد یک بندہ چو حافظ
حافظ جیسا غلام دنیا میں کسی کے پاس نہیں ہے

زیرا کہ چوں تو شاہے کس در جہاں ندارد
اس لئے کہ تجھ جیسا بادشاہ دنیا میں کوئی نہیں رکھتا ہے

جہاں بر ابروئے عید از ہلال وسمہ کشید
دنیا نے عید کی ابرو پر چاند کا وسمہ لگایا ہے

ہلالِ عید بر ابروئے یار باید دید
عید کے چاند کو معشوق کے ابرو میں دیکھنا چاہیے

ے جب تک نہ جلد تقوے کی خود بینی کو توکل پاش پاش نہ کرے اس وقت تک کسی کو ہاتھ سے نہ دینا۔ ے اگر دنیا بے جمال یار ہے تو دنیا کی ہمیں کوئی خواہش نہیں ہے جبکہ جمال یار میسر نہیں اسکو جہان میسر نہیں ہے۔ ے میرا محبوب بے نشان وبے پتہ ہے۔ ے راہ عشق کی شبنم بھی آگ کی موج ہے اور اس معمہ کی آج تک کسی سے شرح نہیں کی گئی ہے۔ ے حرص و تمنا کے راستہ کی انتہا نہیں ہے۔ ے کبڑی چنگ کو بوڑھا قرار دیا ہے اور اس کی پکار کو بڑے کی نصیحت۔ ے مصرع اول و ثانی میں مضمون ایک ہے ے پھول کے نیچے کو زر کہا جاتا ہے۔ پھول کو چاہیے کہ قارون کے خزانے کے احوال سے عبرت حاصل کرے۔ ے یعنی ایک خاص وزن پر شعر کو ڈھال لیتا ہے لیکن طبیعت بے ساختہ ہے ے اس طرح رندی کرنی چاہیے کہ کسی کو گمان نہ ہو۔ ے عید کا چاند بلال حاصل ہوگی لیکن اصل

شکستہ گشت چو پشتِ ہلال قامتِ من
نے چاند کی پشت کی طرح؛ میرا قد جھک گیا ہے
کمانِ ابروئے یارم کہ بارِ وسمہ کشید
میرے یار کا کمان کا ابرو وسمہ کا بار کب برداشت کر سکتا ہے

مپوش روی و مشو در ہم از تفرّجِ حُسن
چہرہ نہ چھپا، اور حسن کی تفریح سے ناراض نہ ہو
کہ خواند خطِ تو بر روی وَانْ یکاد دُمید
اس لئے کہ تیرے خط نے چہرہ پر وان یکاد پڑھ کر پھونکا ہے

مگر نسیمِ تنت صبح در چمن بگذشت
شاید تیرے جسم کی ہوا، صبح کو چمن میں گذر گئی
کہ گل ببوئے خوشت ہمچو صبح جامہ درید
اس لئے کہ پھول نے تیری خوشبو کی وجہ سے صبح کی طرح لباس پھاڑ لیا

بیا کہ با تو بگویم غمِ ملالتِ دل
تو آجا، تاکہ تجھ سے دل کا غم کہہ لوں
چرا کہ بے تو ندارم مجالِ گفت و شنید
اس لئے کہ تیرے بغیر کہنے سننے کی طاقت نہیں ہے

نبود چنگ و رباب و گل و نبید کہ بود
چنگ اور رباب اور پھول اور نبیذ نہ تھے کہ
گِلِ وجودِ من آغشتہ شراب و نبید
میرے وجود کی مٹی شراب اور نبیذ سے آلودہ تھی

بہائے وصلِ تو گر جاں بود خریدارم
تیرے وصل کی قیمت اگر جان ہو تب بھی میں خریدار ہوں
کہ جنسِ خوب مبصّر بہر چہ دید خرید
اس لئے کہ عمدہ جنس کو پرکھنے والا ہر اس چیز کے عوض خرید لیتا ہے جو دیکھتا ہے

مریز آبِ سرشکم کہ بے تو دور از تو
میرے آنسو کی آبرو ریزی نہ کر کیونکہ تیرے بغیر تجھ سے دور
چو باد میشد و در خاکِ راہ می غلطید
ہوا کی طرح ہو گیا، اور خاک میں لوٹتا رہا

چو ماہِ روئے تو در زیرِ زلف میدیدم
میں نے جب تیرے چہرے کا چاند زلف کے نیچے دیکھا
شبم بروئے تو روشن چو روز میگردید
تیرے چہرے کی وجہ سے میری رات دن کی مانند روشن ہو گئی تھی

بلب رسید مرا جان و بر نیامد کام
میری جان ہونٹوں پر آگئی اور مقصد پورا نہ ہوا
بسر رسید امید و طلب بسر نرسید
امید ختم ہو گئی، اور طلب ختم نہ ہوئی

ز انقلابِ زمانہ طمع مدار کہ چرخ
زمانے کے انقلاب سے امید نہ کر اس لئے کہ آسمان
چو صبح بر رخِ عالم ازیں صفت خندید
صبح کی طرح، عالم کے رخ پر ایسے ہی ہنستا ہے

دلم ز زلفِ تو شوریدہ بود میدانم
میرا دل تیری زلف کی وجہ سے دیوانہ تھا مجھے معلوم ہے
کہ پیشِ روئے تو برخود چو برق میخندید
اس لئے کہ تیرے چہرے کے سامنے اپنے اوپر بجلی کی طرح ہنستا تھا

ز شوقِ لعلِ تو حافظ نوشت شعرے چند
تیرے لعل کے شوق میں، حافظ نے چند اشعار لکھے
بخواں تو نظمش و در گوش کش چو مروارید
تو اس کی نظم کو پڑھ، اور موتی کی طرح کان میں ڈال لے

جمالت آفتابِ ہر نظر باد
تیرا حسن، ہر نظر کے لئے آفتاب ہو
ز خوبی روئے خوبت خوب تر باد
تیرا حسین چہرہ، حسن میں زیادہ حسین ہو

ہمائے اوجِ شاہیں شہپرت را
باز جیسے شہپر والے تیری بلندی کے ہما کے
دلِ شاہانِ عالم زیرِ پر باد
پروں کے نیچے، دنیا کے بادشاہوں کے دل ہوں

دلے کو بستۂ زلفت نباشد
وہ دل، جو تیری زلف سے وابستہ نہ ہو
ہمیشہ غرقہ خونِ جگر باد
ہمیشہ خون جگر میں ڈوبا ہوا ہو

مشتیٰ کا ابرو دیکھ کر بوجھ کو کیسے ... ہے۔
... حسن سے دل خوش کریں اور دیکھیں تو منہ نہ چھپا اس لئے کہ تیرے خط نے آیت ان یکاد الذین کفروا الآیۃ پڑھ کر دم کر دی ہے اب نظر کا اندیشہ نہیں ہے۔
... چیزیں عالم وجود میں بھی نہ آئی تھیں کہ میرے وجود کی مٹی ان سے گوندھی گئی تھی
... آنسو جبکہ تیرے ... اور ... ان کی آبرو ریزی نہ کر ... تمام ... کے باوجود سلسلہ طلب جاری ہے۔
... زمانہ کے انقلاب سے کوئی توقع نہ رکھنی چاہیے آسمان کا طور و طریقہ بدلے گا۔
... تمام دوسرے حسینوں کے چہروں سے بڑھ جائے۔

بتا چوں غمزہ ات ناوک کشاید — دلِ مجروحِ من پیشش سپر باد
اے بت! جب تیری ادا، تیر چلائے — خدا کرے، میرا زخمی دل اس کی سپر ہو

چو لعلِ شکریںت بوسہ بخشد — مذاقِ جانِ من زو پر شکر باد
جب تیرا شکر جیسا ہونٹ بوسہ دے — میری جان کا مزہ اس سے میٹھا ہو

مرا از تست ہر دم تازہ عشقے — ترا ہر ساعتے حسنِ دگر باد
میرا، تجھ سے ہر دم، تازہ عشق ہے — تجھے ہر گھڑی نیا حسن ملے

کسے کو کشتۂ رویت نباشد — چو زلفت درہم و زیر و زبر باد
جو تیرے چہرے کا شہید نہ ہو — وہ تیری زلف کی طرح پریشان، اور زیر و زبر ہو

بجاں مشتاقِ روئے تست حافظ
حافظ جان سے تیرے چہرے کا مشتاق ہے
ترا بر حالِ مشتاقاں نظر باد
خدا کرے، عاشقوں کے حال پر تیری نظر ہو

چو رویت مہر و مہ تاباں نباشد — چو قدّت سرو در بستاں نباشد
چاند اور سورج تیرے چہرے کی طرح روشن نہ ہوگا — باغ میں سرو تیرے قد کی طرح نہ ہوگا

چو لعل و لؤلؤت در دلفروزی — درِ دریا و لعلِ کاں نباشد
دلفروزی میں تیرے لعل، اور موتی کی طرح — دریا کا موتی، اور کان کا لعل نہ ہوگا

میانِ خطِ سبزت لعلِ نوشیں — عجب گر چشمۂ حیواں نباشد
تیرے سبز خط کے درمیان، شیریں ہونٹ — تعجب ہے، اگر چشمۂ حیات نہ ہوگا

چو فندق پستہ اش خندد بحالم — چرا بادامِ من گریاں نباشد
اس کا پستہ، فندق جیسا میرے حال پر مسکرا رہا ہے — میرا بادام، رونے والا کیوں نہ ہوگا

سوادِ کفرِ زلفِ او کہ دل را — بروئے تو از آں ایماں نباشد
اس کی زلف، کفر کی ایسی سیاہی ہے کہ دل کو — تیرے چہرے کی قسم اس سے ایمان حاصل نہ ہوگا

بتو نسبت نباشد ہیچ تن را — نہ تن باللہ کہ مثلت جاں نباشد
کسی جسم کو، تجھ سے کوئی نسبت نہ ہوگی — خدا کی قسم جسم ہی نہیں، تیری طرح کوئی جان بھی نہ ہوگی

اگرچہ ہست شیریں شعرِ حافظ
اگرچہ، حافظ کے شعر میٹھے ہیں
چو لعلِ خسروِ خوباں نباشد
حسینوں کے بادشاہ کے ہونٹ کی طرح نہ ہوں گے

چو آفتابِ مے از مشرقِ پیالہ برآید — زباغِ عارضِ ساقی ہزار لالہ برآید
جب پیالے کے مشرق سے شراب کا آفتاب نکلتا ہے — ساقی کے رخسار کے باغ سے ہزار لالہ پیدا ہوتے ہیں

نسیم در سرِ گل بشکند کلالۂ سنبل — چو در میانِ چمن بوئے آں کلالہ برآید
نسیم پھول کے سر پر سنبل کی زلف کو دے مارتی ہے — جب اس زلف کی خوشبو، چمن میں آ نکلتی ہے

ے تاکہ جو تیر چلے اس پر آکر لگے۔
ے تیرے چہرے کی طرح چاند سورج روشن نہیں ہے تیرے قد کے مقابلہ میں سرو ہیچ ہے
ے لعل سے مراد ہونٹ اور لؤلؤ سے مراد دانت ہیں۔
ے خط بھی سیاہ ہے اور آبِ حیات بھی سیاہی میں ہے۔
ے فندق ایک سرخ پھل ہے انگلیوں کو اس سے تشبیہ دیجاتی ہے
پستے سے مراد منہ اور بادام سے مراد آنکھیں ہیں
ے اس کی زلف میں کفر کی سیاہی ہے جس سے دل کو فوراً ایمان میسر نہیں آسکتا ہے۔
ے شراب پی کر معشوق کے حسن میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔
ے اس کے گھنگریالو بالوں اور انکی خوشبو سے گل و سنبل شرمندہ ہے۔

حکایتِ شبِ ہجراں آں شکایتِ حالت
شب جو بہ قصہ حساں کی ایسی شکایت نہیں ہے

کرشمۂ زبانش بصد رسالہ برآید
کہ اس کے بیان کا تھوڑا ساحصہ بھی سو رسالوں میں آسکے

زگرد خوانِ نگونِ فلک مدار توقع
اندھے آسمان کے گول دستر خوان سے توقع نہ رکھ

کہ بے ملالت صد غصہ یک نوالہ برآید
کہ تو غصوں کے رنج کے بغیر تجھے ایک نوالہ بھی نہ ملے

گرتؒ چو نوح نبی صبر ہست در غم طوفاں
غم کے طوفان میں اگر تجھے نوح نبی کی طرح صبر حاصل ہے

بلا بگردد و کام ہزار سالہ برآید
مصیبت ٹل جائیگی اور ہزار سالہ مقصد پورا ہو جائے گا

بسعیِ خود نتواں برد پے بگوہرِ مقصود
گوہرِ مقصود کا اپنی کوشش سے پتہ حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے

خیال باشد کایں کار بے حوالہ برآید
یعنی خیال ہوگا کہ یہ کام تقدیر کے حوالے کے بغیر ہو جائے گا

نسیمِ وصلِ تو گر بگذرد بتربتِ حافظ
اگر تیرے وصل کی ہوا حافظ کی قبر پر سے گذرے

زخاکِ کالبدش صد ہزار نالہ برآید
اس کے جسم کی خاک سے ہزاروں نالے پیدا ہوں گے

چو بادؔ عزمِ سرِ کوئے یار خواہم کرد
ہوا کی طرح یار کے کوچے کا ارادہ کروں گا

نفس ببوئے خوشش مشکبار خواہم کرد
سانس کو اس کی خوشبو سے مشکبار کروں گا

ہر آبروئے کہ اندوختم ز دانش و دیں
عقل اور دین کی جو آبرو میں نے جمع کی ہے

نثارِ خاکِ رہِ آں نگار خواہم کرد
اس معشوق کے راستے کی خاک پر قربان کروں گا

بہ بزد بے مَے و معشوق عمر میگذرد
مجھے شراب اور معشوق عمر بیکار گذر رہی ہے

بطالتم بس از امروز کار خواہم کرد
میری بیکاری بہت ہوئی، آج سے کام میں لگوں گا

صبا کجاست کہ ایں جانِ خوں گرفتہ چو گل
صبا کہاں ہے، پھول کی طرح خون میں سنائی ہوئی اس جان کو

فدائے نکہتِ گیسوئے یار خواہم کرد
یار کے گیسو کی خوشبو پر قربان کروں گا

چو شمعِ صبحدمم شد ز مہرِ او روشن
اس کی محبت کی وجہ سے مجھ پر یہ واضح ہو گیا جیسے صبح کی شمع کی طرح

کہ عمر در سرِ ایں کاروبار خواہم کرد
عمر اس کاروبار میں ختم کروں گا

بیادِ چشمِ تو خود را خراب خواہم ساخت
تیری آنکھ کی یاد میں اپنے آپ کو تباہ کروں گا

بنائے عہدِ قدیم استوار خواہم کرد
قدیم عہد کی بنیاد کو مضبوط بناؤں گا

نفاق و زرق نبخشد صفائے دل حافظ
حافظ اتفاق اور جھوٹ، دل کو صفائی نہیں بخشتے

طریقِ رندی و عشق اختیار خواہم کرد
رندی اور عشق کا طریقہ اختیار کروں گا

چہ مستی ست ندانم کہ رو بما آورد
مجھے معلوم نہیں کیسی مستی ہے جو ہم پر ظاہر ہوئی؟

کہ بود ساقی و ایں بادہ از کجا آورد
ساقی کون تھا، اور یہ شراب کہاں سے لایا ہے!

دلا چو غنچہ شکایت ز کارِ بستہ مکن
اے دل غنچہ کی طرح بند نصیب کی شکایت نہ کر

کہ بادِ صبح نسیمِ گرہ کشا آورد
اس لئے کہ صبح کی ہوا، گرہ کھولنے والی نسیم لائی ہے

۱۔ حضرت نوح کو طوفان پر صبر کرنے پر کامیابی حاصل ہوئی۔
۲۔ کوئی کام بغیر تقدیر ہونا ممکن نہیں ہے۔
۳۔ ہوا بھی معشوق کے کوچے سے مشکبار ہو کر آتی ہے میں بھی اپنے سانس کو مشکبار بناؤں گا۔
۴۔ معشوق اور شراب کے بدول عمر بیکار ہے آج سے عمر کو کار آمد بناؤں گا۔
۵۔ اس کی محبت نے مجھ پر واضح کر دیا ہے کہ صبح کی شمع کی طرح اپنی عمر کو اسی عشق میں ختم کر دوں گا۔
۶۔ معلوم نہیں کون ساقی تھا اور یہ شراب کہاں سے لایا کہ عجب مستی پیدا ہو رہی ہے۔
۷۔ بند نصیب کو صبح کی خوشبو اس طرح کھلا دیگی جیسے باد صبح غنچہ کو کھلا دیتی ہے۔

رسیدنِ گُل ونسرین بخیر و خوبی باد
گل ونسرین کی آمد بخیریت و عافیت ہو
بنفشہ شاد وخوش آمد سمن صفا آورد
بنفشہ شاد اور خوش ہو کر آئی، سمن صفائی لایا ہے

علاجِ ضعفِ دلِ ما کرشمۂ ساقی ست
ہمارے دل کے ضعف کا علاج، ساقی کی ادا ہے
بیار سر کہ طبیب آمد و دوا آورد
سر اٹھا کہ طبیب آیا، اور دوا لایا ہے

صبا بخوشخبری ہدہدِ سلیمان ست
صبا خوشخبری میں، سلیمان کا ہدہد ہے
کہ مژدۂ طرب از گلشنِ سبا آورد
کیونکہ مستی کی خوشخبری سبا کے گلشن سے لایا

چہ راہ میزند ایں مُطربِ مقام شناس
مقام کو پہچاننے والا مطرب کیا راستہ اختیار کر رہا ہے
کہ در میانِ غزل قولِ آشنا آورد
کہ غزل کے درمیان دوست کی بات لایا ہے

تو نیز بادہ بچنگ آر و راہِ صحرا گیر
تو بھی شراب اور چنگ ہاتھ میں لے اور جنگل کا راستہ لے
کہ مُرغِ نغمہ سرا سازِ خوش نوا آورد
اس لیے کہ گانے والا پرندہ اچھی آواز کا ساز لایا ہے

مریدِ پیرِ مُغانم زِ من مرنج اے شیخ
میں پیرِ مغاں کا مرید ہوں اے شیخ! مجھ سے رنجیدہ نہ ہو
چرا کہ وعدہ تو کردی و او بجا آورد
اس لیے کہ تو نے وعدہ کیا اور اس نے پورا کر دیا

بتنگ چشمیِ آں تُرکِ لشکری نازم
مجھے اس لشکری معشوق کی تنگ چشمی پر ناز ہے
کہ حملہ برمنِ مسکینِ یک قبا آورد
کہ مجھ مسکین، ایک قبا والے پر حملہ کیا ہے

فلک غلامیِ حافظ کنوں بطوع کند
آسمان اب حافظ کی غلامی خوشی سے کرتا ہے
کہ التجا بدرِ دولتِ شما آورد
کیونکہ وہ تمہارے در دولت پر التجا لایا ہے

چو دست بر سرِ زلفش زنم بتاب رود
میں جب اس کی زلف پر ہاتھ مارتا ہوں، بل کھا جاتا ہے
ور آشتی طلبم بر سرِ عتاب رود
اور اگر میں صلح چاہتا ہوں تو غصہ کرتا ہے

چو ماہِ نو رہِ نظارگانِ بیچارہ
نئے چاند کی طرح بیچارے دیکھنے والوں کا راستہ
زند بگوشۂ ابروی و در نقاب رود
گوشۂ ابرو سے مارتا ہے اور نقاب میں چھپ جاتا ہے

طریقِ عشق پر آشوب و فتنہ است ایدل
اے دل! عشق کا راستہ پُر آشوب اور پُر فتن ہے
بیفتد آنکہ دریں راہ باشتاب رود
گر پڑتا ہے جو اس راستہ میں تیز چلتا ہے

گدائیِ درِ جاناں بسلطنت مفروش
معشوق کے دروازہ کی گدائی کو سلطنت کے بدلے میں نہ بیچ
کسے زِ سایۂ ایں در بآفتاب رود
اس دروازہ کے سایہ سے دھوپ میں کون جاتا ہے؟

حُبابِ را چو فتد بادِ نخوت اندر سر
بلبلے کے سر میں، جب تکبر کی ہوا بھرتی ہے
کلاہ داریش اندر سرِ شراب رود
اس کی تاج داری، ریت میں غائب ہو جاتی ہے

شبِ شراب خرابم کند بہ بیداری
وہ بیداری میں میری شراب نوشی کی رات خراب کرتا ہے
وگر بروز حکایت کنم بخواب رود
اگر اس سے دن میں بات کرتا ہوں سونے لگتا ہے

مرا تو عہد شکن خواندۂ ومی ترسم
تو نے مجھے وعدہ شکن بتایا، اور مجھے ڈر ہے
کہ با تو روزِ قیامت ہمیں خطاب رود
کہ قیامت میں، تیرا یہی خطاب ہو گا

ا؎ صبا ہد ہد کی طرح پیغام لاتی ہے جس کے جانے سے ایسی ہی خوشی ہوتی ہے جیسا کہ ہدہد حضرت سلیمان کے لئے خوشی کی ثابت ہوئی تھی۔ سبا سے مُراد کوچۂ محبوب ہے۔
۲؎ غزل کے درمیان معشوق کے اقوال لاکر مطرب اور بھی اچھا بنا ہے بڑا مقام شناس ہے۔
۳؎ سر پیرِ مغاں بجا پر یہ مطرب تھے جو کہتے ہیں۔
۴؎ شیخ نے تو جنت و حور اور عدم کا وعدہ کیا پیر مغاں نے معشوق اور شراب فوراً عنایت کر دی
۵؎ دوستی سے قابو میں آنا بے دُرستی ہی ہے۔
۶؎ گوشۂ ابرو کے اشارے سے راستہ روک دیتا ہے اور پھر منہ چھپا کر گذر جاتا ہے۔
۷؎ گدائی بہتر سایہ ہے اور سلطنت بہتر دھوپ بلبلہ اپنے تکبر کی وجہ سے فنا ہو جاتا ہے۔
۸؎ ہر صورت میری خشار کے خلاف چلتا ہے۔
۹؎ معشوق کو قیامت میں عہد شکن کہہ کر پکارا جائے گا۔

دلا چو پیر شدی حسن و نازکی مفروش
اے دل! جب تو بوڑھا ہو گیا ہے حسن اور نزاکت کی باتیں نہ کر

کہ ایں معاملہ با عالمِ شباب رود
اس لیے کہ یہ بات، جوانی میں چلتی ہے

سوادِ نامۂ موئے سیاہ چوں شد طے
کالے بالوں کی سیاہ کتاب جب طے ہو گئی

بیاض کم نشود ور صد انتخاب رود
سفیدی کم نہیں ہو سکتی بے شک چاہے سو مرتبہ چھانٹی ہو

تو خود حجابِ خودی حافظ از میاں برخیز
اے حافظ تو خود اپنا پردہ ہے درمیان سے اٹھ جا

خوشا کسے کہ دریں راہ بے حجاب رود
وہی بہتر ہے جو اس راستہ میں بے پردہ چلے

حسب حالے ننوشتیم و شد ایامے چند
کافی زمانہ گذر گیا اور ہم نے احوال نہ لکھے

قاصدے کو کہ فرستم بتو پیغامے چند
قاصد کہاں ہے کہ تجھے چند پیغام بھیجوں

ما بداں مقصدِ عالی نتوانیم رسید
ہم اس بلند مقصد تک نہیں پہونچ سکتے

ہم مگر پیش نہد لطفِ شما گامے چند
ہاں! شاید آپ کی مہربانی چند قدم آگے رکھے

چوں مے از خم بسبو رفت و گل افگند نقاب
جب شراب مٹکے سے صراحی میں آگئی اور پھول نے نقاب سرکا دیا

فرصتِ عیش نگہدار و بزن جامے چند
عیش کا موقع دیکھ، اور چند جام اڑالے

قندِ آمیختہ با گل نہ علاجِ دلِ ماست
گلاب کی قند، ہمارے دل کا علاج نہیں ہے

بوسۂ چند بیامیز بدشنامے چند
چند بوسے، چند گالیوں کے ساتھ ملا دے

اے گدایانِ خرابات خدا یارِ شماست
اے شراب خانہ کے فقیرو! خدا تمہارا مددگار ہے

چشمِ انعام مدارید ز انعامے چند
جانوروں سے، انعام کی کچھ امید نہ رکھو

زاہد از کوچۂ رنداں بسلامت بگذر
اے زاہد! رندوں کے کوچے سے سلامتی سے گذر جا

تا خرابت نکند صحبتِ بدنامے چند
تاکہ چند بدناموں کی صحبت، تجھے خراب نہ کر دے

عیبِ مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو
تو نے شراب کی تمام برائیاں ذکر کیں! اس کی خوبیاں بھی بتا

نفیِ حکمت مکن از بہرِ دلِ عامے چند
چند عوام کے دل کی خاطر حکمت کا انکار نہ کر

پیرِ میخانہ چہ خوش گفت بدُردی کشِ خویش
میخانے کے پیر نے اپنے تلچھٹ پینے والے سے کیا عمدہ بات کہی

کہ مگو حالِ دلِ سوختہ با خامے چند
کہ جلے دل کا حال، چند کچوں سے نہ کہہ

حافظ از تابِ رخِ مہر فروغ تو بسوخت
سورج کو روشنی دینے والے تیرے رخ کی گرمی سے حافظ جل گیا

کامگارا نظرے کن سوئے ناکامے چند
اے بامراد! کچھ نامرادوں پر بھی نظر ڈال دے

حسنِ تو ہمیشہ در فزوں باد
تیرا حسن، ہمیشہ بڑھاؤ پر ہے

روئیت ہمہ سال لالہ گوں باد
تیرا چہرہ، پورے سال لالہ کی طرح ہے

اندر سرِ من ہوائے عشقت
میرے سر میں، تیرے عشق کی خواہش

ہر روز کہ ہست در فزوں باد
جتنے دن باقی ہیں، بڑھاؤ پر ہے

۱ بڑھاپے کے بال نوچنے سے جوانی نہیں آسکتی ہے۔
۲ وصال تک اپنی کوشش سے نہیں پہونچا جاسکتا جب تک محبوب کی عنایت شاملِ حال نہ ہو۔
۳ یعنی بہار کا وقت ہے عیش کر۔
۴ دنیادار بمنزلہ چوپایوں کے ہیں ان سے انعام کی توقع نہ رکھ۔
۵ شراب بھی خدا کی پیدا کردہ چیز ہے اس میں کوئی نہ کوئی خوبی تو ضرور ہے اللہ کا کام حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا ہے۔
۶ یعنی تیرا چہرہ لالہ کی طرح تروتازہ ہے
۷ عشق میں اضافہ ہوتا رہے۔

قدِ ہمہ دلبرانِ عالم — در خدمتِ قامتت نگوں باد
تمام عالم کے حسینوں کا قد — تیرے قد کے حضور میں جھکا رہے

ہر سرو کہ در چمن برآید — پیشِ الفِ قدت چو نوں باد
چمن میں جو سرو بھی پیدا ہو — تیرے قد کے الف کے سامنے نون کی طرح ہے

چشمے کہ نہ فتنۂ تو باشد — از گوہرِ اشک غرقِ خوں باد
وہ آنکھ جو تیرے فتنہ میں مبتلا نہ ہو — آنسو کے گوہر سے، خون میں غرق رہے

ہر جا کہ دلیست در غمِ تو — بے صبر و قرار و بے سکوں باد
جس جگہ کوئی دل ہے تیرے غم میں — بے صبر و قرار اور بے سکون رہے

چشمِ تو ز بہرِ دلربائی — در کردنِ سحر ذوفنوں باد
تیری آنکھ، دلربائی کے لئے — جادو کرنے میں ذوفنون رہے

ہر کس کہ بہ ہجرِ تو نہ نالد — از حلقۂ وصلِ تو بروں باد
جو شخص، تیرے فراق سے نالہ نہ کرے — تیرے وصل کے حلقہ سے باہر رہے

لعلِ تو کہ ہست جانِ حافظ
تیرا وہ ہونٹ، جو حافظ کی جان ہے
دور از لبِ ہر خسیس دوں باد
[ہر] کمینے کے ہونٹ سے دور رہے

خسروا گوئے فلک در خمِ چوگانِ تو باد — ساحتِ کون و مکاں عرصۂ میدانِ تو باد
اے بادشاہ آسمان کی گیند تیرے بلے کے خم میں ہو — کون و مکاں کا میدان، تیرے میدان کا عرصہ ہو

ہمہ آفاق گرفت و ہمہ اطراف کشاد — صیتِ خلقِ تو کہ پیوستہ نگہبانِ تو باد
تمام جہان کو گرفت میں لے لیا اور تمام اطراف کو فتح کر لیا — تیرے اخلاق کی شہرت نے جو ہمیشہ تیرا نگہبان ہو

زلفِ خاتونِ ظفر شیفتۂ پرچمِ تست — دیدۂ فتحِ ابد عاشقِ جولانِ تو باد
بی بی فتح کی زلف تیرے پرچم کی عاشق ہے — ابدی فتحمندی کی آنکھ، تیری رفتار کی عاشق ہو

اے کہ انشائے عطارد صفتِ شوکتِ تست — عقلِ کل چاکرِ طغراکشِ دیوانِ تو باد
اے وہ کہ عطارد کی انشاپردازی تیرے دبدبہ کی تعریف کرتی ہے — عقلِ کل، تیرے دفتر کے طغرا کش کی نوکر ہو

طرۂ جلوۂ طوبیٰ قدِ دلجوئے تو شد — غیرتِ خلدِ بریں ساحتِ ایوانِ تو باد
تیرا دلجو قد طوبیٰ کے جلوے کے لئے طرۂ بن گیا ہے — تیرے محل کا میدان خلدِ بریں کی غیرت ہو

نہ بہ تنہا حیوانات و نباتات و جماد — ہر چہ در عالمِ امر است بفرمانِ تو باد
صرف حیوانات اور نباتات اور جمادات ہی نہیں — جو بھی عالمِ امر میں ہے، تیرے حکم میں ہو

حافظِ خستہ باخلاص ثناخوانِ تو شد
عاجز حافظ، خلوص سے تیرا ثنا خواں ہو گیا ہے
لطفِ عامِ تو شفابخشِ ثناخوانِ تو باد
تیرا عام لطف تیرے ثناخواں کو شفا بخشنے والا ہو

۱ قدِ معشوق کو الف سے سیدھا ہونے میں تشبیہ دیجاتی ہے۔ سرو کے نون بننے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جھک جائے۔
۲ معشوق کی آنکھ کو جادوگر قرار دیا جاتا ہے
۳ وصل اسی کو میسر آئے جو جدائی پر صبر کرے
۴ یعنی تیرے اخلاق کی شہرت تمام عالم میں ہے
۵ کامیابی تیرے پرچم پر فریفتہ ہے، فتح بھی تیری عاشق ہو جائے
۶ عطارد ستارہ کو آسمان کا منشی قرار دیا گیا ہے یعنی عطارد کا کام تیری خوبیاں لکھنا ہے
۷ طغرا کش میر منشی جو بادشاہ کی جانب سے احکام لکھ کر صادر کرتا ہے
۸ معشوق کے قد کو دیکھ کر شجرِ طوبیٰ غیرت میں پڑ جاتا ہے۔
۹ عالمِ امر وہ کائنات ہے جو لفظ کن سے بغیر مادہ کے وجود میں آئی ہے

خوش ست خلوت اگر یار یار من باشد
تنہائی اچھی ہے، اگر دوست میرا دوست ہو

نہ من بسوزم و او شمع انجمن باشد
نہ یہ کہ میں جلوں، اور وہ محفل کی شمع ہو

من آں نگین سلیماں بہیچ نستانم
میں سلیمان کے اس نگ کو کسی چیز کے بدلے میں نہ لوں

کہ گاہ گاہ درو دست اہرمن باشد
جس میں کبھی کبھی شیطان کا ہاتھ ہو

روا مدار خدایا کہ در حریم وصال
اے خدا! اس کو جائز نہ رکھ کہ وصال کے محل میں

رقیب محرم و حرماں نصیب من باشد
رقیب تو رازدار ہو، اور محرومی میرا حصہ ہو

ہمای گو مفگن سایۂ شرف ہرگز
ہما سے کہدو کہ وہ شرافت کا سایہ ہرگز نہ ڈالے

دراں دیار کہ طوطی کم از زغن باشد
اس دیار پر، جہاں طوطی چیل سے کم ہو

بیان شوق چہ حاجت کہ حال آتش دل
شوق کے بیان کی کیا ضرورت ہے، دل کی آگ کا حال

تواں شناخت ز سوزیکہ در سخن باشد
اس سوز سے پہچانا جاسکتا ہے جو گفتگو میں ہو

ہوائے کوئے تو از سر نمیرود مارا
تیرے کوچہ کی محبت ہمارے سر سے نہیں نکلتی ہے

غریب را دل آوارہ در وطن باشد
مسافر کا آوارہ دل، وطن میں ہوتا ہے

بسان سوسن اگر دہ زباں شود حافظ
سوسن کی طرح اگر حافظ، دس زبانوں والا ہو جائے

چو غنچہ پیش تواش مہر بر دہن باشد
تیرے سامنے، غنچہ کی طرح اس کے منہ پر مہر ہوگی

خوش آمد گل وزاں خوشتر نباشد
موسم بہار آیا اور اس سے بہتر کوئی بات نہ ہوگی

کہ در دستت بجز ساغر نباشد
کہ تیرے ہاتھ میں ساغر کے سوا کچھ نہ ہو

زمان خوشدلی دریاب دریاب
خوشدلی کے زمانہ کو، حاصل کر، حاصل کر

کہ دائم در صدف گوہر نباشد
اس لیے کہ، سیپی میں گوہر ہمیشہ نہیں ہوتا

غنیمت داں و مے خور در گلستاں
غنیمت جان، اور باغ میں شراب پی

کہ گل تا ہفتۂ دیگر نباشد
کہ پھول دوسرے ہفتہ تک، نہ ہوگا

عجب راہیست راہ عشق کانجا
عشق کی راہ بھی عجیب راہ ہے کہ اس جگہ

کسے سر بر کند کش سر نباشد
وہی سربلند کرتا ہے جس کا سر نہیں ہوتا

بشوئی اوراق اگر ہمدرس مائی
اگر تو ہمارا ہم سبق ہے تو ورق دھوڈالے

کہ علم عشق در دفتر نباشد
اس لئے کہ عشق کا علم کتاب میں نہیں ہوتا

ز من بنیوش و دل در شاہدے بند
مجھ سے سن، اور ایسے معشوق سے دل لگا

کہ حسنش بستۂ زیور نباشد
جس کا حسن، زیور سے وابستہ نہ ہو

بیا اے شیخ در خمخانۂ ما
اے شیخ! ہمارے شراب خانہ میں آ

شرابے خور کہ در کوثر نباشد
ایسی شراب پی، جو کوثر میں نہ ہو

ایا پر لعل کردہ جام زریں
اے وہ! جس نے زریں جام لعل سے پر کیا ہوا ہے

ببخشا بر کسے کش زر نباشد
اس کو دیدے، جس کے پاس زر نہ ہو

۱؎ یار کے ساتھ تنہائی بہت اچھی ہے نہ کہ عاشق تنہا ہو اور معشوق دوسروں کے ساتھ۔
۲؎ اہرمن شیطان کو کہتے ہیں یہاں مراد رقیب ہے اور نگین سلیمان سے مراد معشوق ہے۔
۳؎ جہاں طوطی کی قدر نہ ہو اور چیل کو لوگ اچھا سمجھیں اس پر کبھی ہما کا سایہ نہ ہو۔
۴؎ جس طرح سے مسافر کا دل وطن میں پڑا رہتا ہے اسی طرح کوچۂ معشوق کی محبت ہمارے سر میں ہے۔
۵؎ موسم بہار میں شراب نوشی سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔
۶؎ صدف سے مراد زمانہ اور گوہر سے مراد خوشدلی ہے۔
۷؎ راہ عشق میں سربلندی اسی کو حاصل ہوتی ہے جو اپنا سر دیدے۔
۸؎ [illegible] معشوق سے حاصل کیا جاتا ہے۔
۹؎ مال و دولت کو غریبوں کو داد و دہش کرنی چاہیے۔

شرابِ بے خمارم بخش ساقی
اے ساقی! مجھے ایسی بے خمار شراب دے
کہ با او ہیچ دردِ سر نباشد
جس کے ساتھ کوئی دردِ سر نہ ہو

بنامِ ایزد بتِ سیمیں تنم ہست
اللہ اکبر، میرا چاندی جیسے جسم والا بت ایسا ہے
کہ در بتخانۂ آذر نباشد
کہ آذر کے بتخانہ میں نہ ہوگا

من از جاں بندۂ سلطاں اویسم
میں دل سے، سلطان اویس کا غلام ہوں
اگرچہ یادش از چاکر نباشد
اگرچہ اس کو، غلام کی یاد نہ ہو

بتاجِ عالم آرایش کہ خورشید
اس کے عالم آرا تاج کی قسم، کہ آفتاب
چنیں زیبندہ افسر نباشد
اس طرح کی زینت دینے والا تاج، نہ ہوگا

کسے گیرد خطا در نظمِ حافظ
حافظ کی نظم میں وہی، عیب نکالے گا
کہ ہیچش لطف در گوہر نباشد
جس کی طبیعت میں، ذرا بھی لطافت نہ ہوگی

خستگاں را چو طلب باشد و قوت نبود
درماندوں میں جب طلب ہو، اور طاقت نہ ہو
گر تو بیداد کنی شرطِ مروت نبود
اگر تو ان پر ظلم کرے، تو مروت نہ ہوگی

ما جفا از تو ندیدیم و تو ہم نپسندی
ہم نے تیرے ظلم کو مناسب نہیں سمجھا اور تو بھی پسند نہ کرے گا
آنچہ در مذہبِ اربابِ فتوت نبود
اس بات کو جو شرافت والوں کے مذہب میں نہ ہوگی

تا کہ افسوں نکند جادوئے چشمِ تو مدام
جب تک مستقل طور پر تیری آنکھ کا جادو منتر نہ کرے
نور در سوختنِ شمعِ محبت نبود
محبت کی شمع کے جلنے میں نور نہ ہوگا

چوں چنیں نیک ز سر رشتۂ خود بیخبرم
جبکہ میں بہت زیادہ اپنے انجام سے بے خبر ہوں
آں مبادا کہ مددگاریِ فرصت نبود
ایسا نہ ہو کہ مدد کی فرصت، نہ ہو

ہر کرا آئنہ صافی نشد از زنگِ ہوا
ہر وہ شخص، جس کا ہوس کے زنگ سے آئینہ صاف نہ ہوا
دیدہ اش قابلِ رخسارۂ حکمت نبود
اس کی آنکھ حکمت کے رخسار کے قابل نہ ہوگی

خیرہ آں دیدہ کہ آبش نبرد گریۂ عشق
وہ آنکھ بیکار ہے جس کی آبرو عشق کے گریے نے ختم نہ کی ہو
تیرہ آں دل کہ درو نورِ مودت نبود
وہ دل تاریک ہے، جس میں محبت کا نور نہ ہو

چوں طہارت نبود کعبہ و بتخانہ یکیست
جب پاکی نہ ہو، کعبہ اور بتخانہ ایک ہے
نبود خیر در آں خانہ کہ عصمت نبود
اس گھر میں بھلائی نہیں ہے جس میں پاکدامنی نہ ہو

دولت از مرغِ ہمایوں طلب و سایۂ او
دولت، بابرکت پرندہ اور اس کے سایہ سے چاہ
زانکہ با زاغ و زغن شہپرِ دولت نبود
اس لئے کہ کوے اور چیل میں دولت کا شہپر نہیں ہوتا ہے

گر مدد خواستم از پیرِ مغاں عیب مکن
اگر میں نے پیرِ مغاں سے مدد چاہی، تو عیب نہ لگا
شیخِ ما گفت کہ در صومعہ ہمت نبود
ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ عبادت خانہ میں باطنی توجہ نہیں ہوتی

حافظا علم و ادب ورز کہ در مجلسِ شاہ
اے حافظ علم و ادب اختیار کر اس لئے کہ بادشاہ کی مجلس میں
ہر کرا نیست ادب لائقِ صحبت نبود
جس میں ادب نہیں ہے وہ صحبت کے لائق نہیں

۱؎ بنامِ ایزد تعجب کے موقع پر استعمال کرتا جاتا ہے۔ آذر حضرت ابراہیمؑ کے والد یا چچا کا نام ہے جو مشہور بت تراش تھے۔

۲؎ سلطان احمد بن اویس جو حافظ کے ممدوح کا نام ہے جو بغداد کا بادشاہ تھا اور خواجہ کا معتقد، اس نے کئی بار خواجہ کو بغداد کی دعوت دی لیکن خواجہ نہ جا سکے

۳؎ اس کے تاج کے سامنے سورج بھی ہیچ ہے

۴؎ عاشق اپنی استطاعت کے مطابق جب کام کر رہا ہے تو اس پر ظلم انسانیت کے خلاف ہے

۵؎ عاشق کے دل میں جو شمع محبت روشن ہے جب تک معشوق کا فیض اس میں شامل نہ ہو وہ پر نور نہیں ہو سکتی۔

۶؎ جب تک انسان دل کے زنگ کو صاف نہ کرے وہ تجلیات کے شاہد کے قابل نہیں ہوتا ہے۔

۷؎ جب دل پاک نہ ہو تو بتخانہ اور کعبہ میں فرق نہیں

۸؎ جب عبادت خانے روحانیت سے خالی ہیں تو پیر مغاں کی طرف رجوع کرنا برا نہیں ہے، عیب نہیں ہے۔

خوشا دلے کہ مدام از پے نظر نرود
وہ دل خوب ہے جو ہمیشہ نظر کے پیچھے نہ دوڑے

بہ ہر درش کہ بخوانند بے خبر نرود
جس دروازے پر جدھر اس کو بلائیں بے خبر ہو کر نہ جائے

طمع در آں لب شیریں نکردنم اولیٰ ست
میرا ان شیریں ہونٹوں سے لالچ نہ کرنا بہتر ہے

ولے چگونہ مگس از پے شکر نرود
لیکن مکھی شکر پر کیسے نہ جائے

من گدا ہوس سرو قامتے دارم
میں فقیر ایک ایسے سرو قامت کی ہوس کرتا ہوں

کہ دست در کمرش جز بہ سیم و زر نرود
جس کی کمر میں ہاتھ بجز سونے چاندی کے نہ جائے

سوادِ دیدۂ غم دیدہ ام مشوائے اشک
اے آنسو میری غم دیدہ آنکھ کی سیاہی نہ دھو

کہ نقشِ خالِ ویم ہرگز از نظر نرود
اس لئے کہ اس کے تل کا نقش ہرگز میری نظر سے نہ جائیگا

تو کز مکارمِ اخلاق عالمِ دگری
تو اخلاق کی شرافت کی وجہ سے ایک دوسری ہی دنیا ہے

وفائے عہدِ من از خاطرت بدر نرود
میری وعدہ وفائی تیری طبیعت سے نہیں نکل سکتی ہے

بہ تاجِ ہدہدم از رہ مبر کہ بازِ سفید
ہدہد کے تاج کے ذریعہ مجھے راستے سے نہ بہکا اس لئے کہ سفید باز

ز کبر از پے ہر صیدِ مختصر نرود
تکبر کی وجہ سے ہر مختصر شکار کے پیچھے نہیں جاتا ہے

دلا مباش چنیں ہرزہ گرد و ہرجائی
اے دل ایسا آوارہ گرد و ہرجائی نہ بن

کہ ہیچ کار ز پیشت بدیں ہنر نرود
اس لئے کہ تیرا کوئی کام اس ہنر سے پورا نہیں ہو سکتا ہے

سیاہ نامہ تر از خود کسے نمی بینم
میں اپنے سے زیادہ سیاہ نامۂ اعمال والا کسی کو نہیں دیکھتا ہوں

چگونہ چوں قلمم دودِ دل بسر نرود
قلم کی طرح دل کا دھواں کس طرح میرے سر تک نہ پہنچے

زمن چو بادِ صبا بوئے خود دریغ مدار
مجھ سے بادِ صبا کی طرح اپنی خوشبو نہ روک

چرا کہ بے سرِ زلفِ تو ام بسر نرود
اس لئے کہ تیری زلف بدون میری بسر نہیں ہوتی ہے

بپوش دامنِ عفوے بزلتِ منِ مست
مجھ مست کی لغزش پر معافی کا دامن ڈھانپ دے

کہ آبروئے شریعت بدیں قدر نرود
اس لئے کہ شریعت کی آبرو اس مقدار سے نہیں چلی جائیگی

بیار بادہ و اول بدستِ حافظ دہ
شراب لا، اور پہلے حافظ کے ہاتھ میں دے

بشرطِ آنکہ ز مجلس سخن بدر نرود
اس شرط پر، کہ بات مجلس سے باہر نہ جائے

دلبر برفت و دل شدگاں را خبر نکرد
دلبر چلا گیا، اور دل گئے ہوؤں کو خبر نہ کی

یادِ حریفِ شہر و رفیقِ سفر نکرد
شہر کے دوست، اور سفر کے ساتھی کو یاد نہ کی

یا بختِ من طریقِ محبت فرو گذاشت
یا تو میرے نصیبے نے محبت کے راستے کو چھوڑ دیا

یا او بشاہراہِ حقیقت گذر نکرد
یا اس نے حقیقت کی، شاہراہ پر گذر نہ کی

من ایستادہ تا کنمش جاں فدا چو شمع
میں کھڑا رہا تاکہ شمع کی طرح اس پر جان قربان کروں

او خود گذر بما چو نسیمِ سحر نکرد
وہ خود صبح کی نسیم کی طرح میرے پاس کو نہ گزرا

گفتم مگر بگریہ دلش مہرباں کنم
میں سمجھا شاید رونے سے اس کے دل کو مہربان کرلوں

در سنگِ خارہ قطرۂ باراں اثر نکرد
سنگ خارہ میں، بارش کے قطرہ نے اثر نہ کیا

۔ سعدی کو جو کچھ نظر آتا ہے وہ حقیقت ہی نہیں حق ہے مبتلا باخبر ہو کر دیکھو کمال سے کام کرنا چاہیے۔
۔ میری بلند لب معشوق کی مثال شہد اور مکھی کی ہے مکھی شہد سے کیسے جدا ہو سکتی ہے۔
۔ آنکھ کی سیاہی کو معشوق کے رخسار کا تل قرار دیا ہے
۔ تیرے اخلاق کریمانہ کا تقاضہ ہے کہ تو میری وفاداری کو فراموش نہیں کر سکتا ہے۔
۔ تاج ہدہد سے مراد معمولی قسم کا شکار ہے
۔ دود دل کہہ کر ہمیں سے مراد سوز دل ہے جیسا دوات میرے قلم کی روشنائی کی طرح ختم ہو جاتی ہے
۔ میری اس قدر تقصیر ہو کر میری بد اعمالی سے شریعت پر کوئی دھبہ نہیں لگ سکتا ہے۔
۔ شہر کا ہم شہری اور سفر کے ساتھ مشورہ بھی اس کے ساتھی نہ تھے
۔ ہم انتظار میں کھڑے ہیں کہ شمع کی مانند اپنی جان گھلا رہے ہیں۔
۔ سنگ خارا کی شمع پتھر سے بہت سخت جیسا کہ معشوق کا دل ہے۔

ہر کس کہ دید روئے تو بوسید چشمِ من — کارے کہ کرد دیدۂ من بے نظر نکرد
جس نے تیرا چہرہ دیکھا، میری آنکھوں کو چوم لیا — اس لیے کہ جو کام میری آنکھ نے کیا ہے وہ بے دیکھے نہیں کیا!

در حیرتم کہ بہرچہ شد ہمدمِ رقیب — خر مہرہ ہیچکس چو قرینِ گہر نکرد
میں حیراں ہوں کہ وہ رقیب کے ساتھ کس وجہ سے ہو گیا! — جبکہ کسی نے کوڑی کو موتی کا ساتھی نہیں بنایا

مرغِ دلم ار چہ بال و پرش غم بسوختہ است — سودائے خامِ عاشقی از سر بدر نکرد
اگرچہ غم نے مرغِ دل کے بال اور پر جلا دیے ہیں — عشق کے ناقص جنون کو سر سے نہیں نکالا ہے

کلکِ زباں بریدۂ حافظ در انجمن
حافظ کے زبان کٹے قلم نے، انجمن میں
باکس نگفت رازِ تو تا ترکِ سر نکرد
تیرا راز کسی سے نہیں کہا جب تک کہ سر جدا نہیں ہو گیا

دل از من برد و روز من نہاں کرد — خدارا با کہ ایں بازی تواں کرد
میرا دل لے گیا، اور مجھ سے منہ چھپا لیا — ہائے خدا! یہ کھیل کس سے کھیلا جا سکتا ہے؟

شبِ تنہائیم در قصدِ جاں بود — خیالش لطفہائے بیکراں کرد
ہجر کی رات، میری جان کے درپے تھی — اس کے خیال نے بے انتہا مہربانیاں کیں

چرا چوں لالہ خونیں دل نباشم — کہ با من نرگسِ او سرگراں کرد
میں لالہ کی طرح، خونی دل کیوں نہ ہوں؟ — اس لیے کہ اس کی آنکھ نے، مجھ پر غصہ کیا

صبا گر چارہ داری وقت وقت است — کہ دردِ اشتیاقم قصدِ جاں کرد
اے صبا اگر تیرے پاس علاج ہے تو یہی وقت ہے — اس لیے کہ عشق کے درد نے میری جان کا ارادہ کیا ہے

کرا گویم کہ با ایں دردِ جانسوز — طبیبم قصدِ جانِ ناتواں کرد
میں کس سے کہوں کہ اس جانسوز درد کے ہوتے ہوئے — میرے طبیب نے ہی کمزور جان لینے کا ارادہ کر لیا ہے

بداں ساں سوخت چوں شمعم کہ بر من — صراحی گریہ و بربط فغاں کرد
اس نے مجھے شمع کی مانند اس طرح جلایا کہ مجھ پر — صراحی روئی، اور بربط نے فریاد کی

میانِ مہرباناں کے تواں گفت — کہ یارِ من چنیں گفت و چناں کرد
دوستوں میں کب بیان کیا جا سکتا ہے — کہ میرے دوست نے ایسا کہا اور ویسا کیا

عدو با جانِ حافظ آں نکردے
حافظ کی جان کے ساتھ، دشمن بھی وہ نہ کرتا
کہ تیرِ چشمِ آں ابرو کماں کرد
جو اس کمان جیسے ابرو والے کی آنکھ کے تیر نے کیا

دلا بسوز کہ سوزِ تو کارہا بکند — دعائے نیم شبی دفعِ صد بلا بکند
اے دل جل، کہ تیرا جلنا بہت سے کام کرے گا — آدھی رات والی دعا سو بلاؤں کو دفع کرتی ہے

عتابِ یارِ پریچہرہ عاشقانہ بکش — کہ یک کرشمہ تلافیِ صد جفا بکند
پری جیسے چہرے والے یار کے غصہ کو عاشقانہ انداز سے برداشت کر — اس لیے کہ ایک ادا، سو ظلموں کی تلافی کر دیتی ہے

۱۔ تیرا منہ دیکھ کر سب اس بات کے قائل ہو گئے کہ میری آنکھوں کا گریہ بے محل نہیں ہے
۲۔ محبوب بمنزلہ گوہر اور رقیب بمنزلہ کوڑی کے ہے دونوں کا مجتمع ہونا بے محل ہے۔
۳۔ حافظ کے قلم نے رازِ عشق جب ظاہر کیا جبکہ اس کا سر قلم ہو گیا۔
۴۔ عالمِ ہجر کیا تصور ہو سکتا ہے ذکر سا تو شبِ ہجر جان لے لیتی۔
۵۔ محبوب کی نگاہِ کرم نہ رہی تو دل خون کیوں نہ ہو۔
۶۔ صبا! معشوق کا زندگی عطا کرنے والا پیغام لا، ورنہ جان گئی۔
۷۔ جو میرا طبیب ہے وہی قاتل ہے۔
۸۔ دشمن تو قتل ہی کرتا نگاہ نے نیم بسمل بنا دیا۔
۹۔ جب دل میں سوز پیدا ہوتا ہے دعا میں اثر ہوتا ہے۔

ز ملک تا ملکوتش حجاب برگیرند
ملک سے ملکوت تک پردے، ہٹا دیتے ہیں

ہر آنکہ خدمتِ جامِ جہاں نما بکند
اس شخص کے لیے جو جامِ جہاں نما کی خدمت کرتا ہے

طبیبِ عشق مسیحا دمست و مشفق لیک
عشق کا طبیب مسیحا جیسے دم والا اور مہربان ہے لیکن

چو درد در تو نبیند کرا دوا بکند
جب تجھ میں درد نہ دیکھے تو دوا کس کی کرے؟

تو با خدائے خود انداز کار و دل خوش دار
تو کام اپنے خدا کے سپرد کر، اور دل خوش رکھ

کہ رحم اگر نکند مدعی خدا بکند
کیونکہ اگر رقیب رحم نہ کرے گا تو خدا کرے گا

ز بختِ خفتہ ملولم بود کہ بیدارے
میں اپنے سوئے نصیبے سے رنجیدہ ہوں ہو سکتا ہے کہ کوئی جاگنے والا

بوقتِ فاتحۂ صبح یک دعا بکند
صبح کے ابتدائی وقت میں، ایک دعا کرے

بسوخت حافظ و بوئے ز زلفِ یار نبرد
حافظ جل گیا اور محبوب کی زلف کی خوشبو اس کو حاصل نہ ہوئی

مگر دلالتِ ایں دولتش صبا بکند
شاید اس دولت کی طرف صبا اس کی رہبری کر دے

دیدی اے دل کہ غمِ یار دگر بار چہ کرد
اے دل تو نے دیکھا کہ دوست کے غم نے پھر کیا کیا؟

چوں بشد دلبر و با یارِ وفادار چہ کرد
دوست کیسا چلا گیا اور وفادار یار کے ساتھ کیا کیا؟

آہ ازاں نرگسِ جادو کہ چہ بازی انگیخت
آہ! اس جادو گر نرگس پر کہ اس نے کیا بازی کھیلی

وائے ازاں مست کہ با مردمِ ہشیار چہ کرد
ہائے اس مست پر کہ اس نے ہوشمندوں کے ساتھ کیا کیا!

اشکِ من رنگِ شفق یافت ز بے مہری یار
یار کی بیوفائی سے میرے آنسوؤں میں شفق کا رنگ پیدا ہو گیا

طالعِ بے شفقت بیں کہ دریں کار چہ کرد
بے شفقت نصیبے کو دیکھ کہ اس نے اس معاملے میں کیا کیا!

ساقیا جامِ میم دہ کہ نگارندۂ غیب
اے ساقی! مجھے شراب کا جام دے اس لیے کہ غیب کے نقش لکھنے والے نے

نیست معلوم کہ در پردۂ اسرار چہ کرد
یہ معلوم نہیں کہ رازوں کے پردے میں کیا کیا!

آنکہ بر نقش زد ایں دائرۂ مینائی
جس نے اس جڑاؤ دائرہ کو بنایا

کس ندانست کہ در گردشِ پرکار چہ کرد
کسی کو معلوم نہیں کہ اس نے پرکار کی گردش میں کیا کیا!

برقے از پردۂ لیلیٰ بدرخشید سحر
لیلیٰ کے پردہ سے صبح کو ایک بجلی کوندی

وہ کہ با خرمنِ مجنونِ دل افگار چہ کرد
واہ، واہ! اس نے زخمی دل مجنوں کے کھلیان کا کیا کیا!

برقِ عشق آتشِ غم در دلِ حافظ زد و سوخت
عشق کی بجلی نے حافظ کے دل میں آگ لگا دی اور وہ جل گیا

یارِ دیرینہ ببینید کہ با یار چہ کرد
دیکھو پرانے دوست نے دوست کے ساتھ کیا کیا!

دست در حلقۂ آں زلفِ دوتا نتواں کرد
اس دوہری زلف کے حلقہ میں ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا

تکیہ بر عہدِ تو و بادِ صبا نتواں کرد
تیرے عہد اور بادِ صبا پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا

آنچہ سعی ست من اندر طلبت بنمودم
جو کچھ کوشش ممکن ہے، میں نے تیری طلب میں کی

ایں قدر ہست کہ تغییرِ قضا نتواں کرد
ہاں یہ ضرور ہے کہ تقدیر کو نہیں بدلا جا سکتا

۱ جام سے دل بستگی دنیا
سے لیکر عالم بالا تک کے
راز کھول دیتی ہے۔
۲ خدا پر اگر بھروسہ
ہوتا ہے تو خدا مدد کرتا ہے۔
۳ صبا محبوب کی زلف
کی خوشبو لے آئے۔
۴ نرگس جادو یعنی جادو
بھری آنکھ جو خود مست
تھی اس نے
ہوش
والوں
کو مدہوش
کر دیا۔
۵ شفق یعنی خونی آنسو
پیدا ہوئے۔
۶ شاید ہستی کے رازوں کو
کھول دے۔
۷ انسان اپنی سی
کوشش کرے نتیجہ کو
تقدیر کے حوالے کرے۔

دامنِ دوست بصد خونِ دل افتاد بدست
دل کے سو خون کر کے دوست کا دامن ہاتھ میں آیا

بفسونیکہ کند خصم رہا نتواں کرد
حاسد جو منتر کر رہا ہے اس کے کرنے سے وہ نہیں چھوڑا جا سکتا

عارضش را بمثل ماہِ فلک نتواں خواند
اس کے رخسار کو آسمان کے چاند سے مثال نہیں دیا جا سکتی

نسبتِ دوست بہر بے سروپا نتواں کرد
دوست کی نسبت ہر بے سروپا سے نہیں کی جا سکتی

سروِ بالائے من آں دم کہ در آید بسماع
میرا بلند سرو، جب وجد میں آتا ہے

چہ محل جامۂ جاں را کہ قبا نتواں کرد
کیا موقع ہے کہ جان کے کرتے کو چوغہ نہ کیا جائے؟

مشکلِ عشق کہ در حوصلۂ دانشِ ماست
عشق کی مشکل جو ہماری عقل کے حوصلہ میں ہے

حلِ ایں نکتہ بدیں فکرِ خطا نتواں کرد
اس نکتہ کا حل اس غلط فکر سے نہیں کیا جا سکتا

غیرتم کشت کہ محبوبِ جہانی لیکن
مجھے اس غیرت نے مار ڈالا کہ تو دنیا بھر کا محبوب ہے لیکن

روز و شب عربدہ با خلقِ خدا نتواں کرد
دن رات مخلوقِ خدا سے لڑائی نہیں کی جا سکتی

من چہ گویم کہ ترا نازکیِ طبعِ لطیف
میں کیا کہوں کہ تیری پاکیزہ طبیعت کی نزاکت

تا بحدیست کہ آہستہ دعا نتواں کرد
اس حد تک ہے کہ آہستہ بھی نہیں پکارا جا سکتا

نظرِ پاک تواں در رخِ جاناں دیدن
محبوب کے رخ کو پاک نظر دیکھ سکتی ہے

کہ در آئینہ نظر جز بصفا نتواں کرد
اس لیے کہ آئینہ میں صفائی کے بغیر نظر نہیں کیا جا سکتی

بجز ابروئے تو محرابِ دلِ حافظ نیست
حافظ کے دل کی محراب تیرے ابرو کے سوا نہیں ہے

طاعتِ غیرِ تو در مذہبِ ما نتواں کرد
ہمارے مذہب میں تیرے غیر کی اطاعت نہیں کی جا سکتی

دانی کہ چنگ و عود چہ تقریر میکنند
تجھے معلوم ہے چنگ اور ستار کیا عجب تقریر کر رہے ہیں!

پنہاں خورید بادہ کہ تکفیر میکنند
شراب چھپ کر پیو کیونکہ کافر ٹھہراتے ہیں

ناموسِ عشق و رونقِ عشاق میبرند
عشق کی عزت اور عاشقوں کی رونق چھینے ہیں

عیبِ جوان و سرزنشِ پیر میکنند
جوان کو عیب دار اور بوڑھے کو سرزنش کرتے ہیں

جز قلبِ تیرہ ہیچ نشد حاصل و ہنوز
تاریک دل کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوا اور اب بھی

باطل دریں خیال کہ اکسیر میکنند
اس باطل خیال میں ہیں کہ اکسیر بناتے ہیں

گویند رمزِ عشق مگوئید و مشنوید
کہتے ہیں عشق کے راز نہ بتاؤ نہ سنو

مشکل حکایتیست کہ تقریر میکنند
بہت مشکل بات ہے، جس کی تقریر کرتے ہیں

تشویشِ وقتِ پیرِ مغاں میدہند باز
پیرِ مغاں کے وقت کو پھر پریشان کرتے ہیں

ایں سالکاں نگر کہ چہ با پیر میکنند
ان سالکوں کو دیکھو پیر کے ساتھ کیا کرتے ہیں

صد ملکِ دل بہ نیم نظر میتواں خرید
دل کے سو ملک آدھی نظر میں خریدے جا سکتے ہیں

خوباں دریں معاملہ تقصیر میکنند
حسین اس معاملہ میں کوتاہی کرتے ہیں

ما از برونِ در شدہ مغرورِ صد فریب
ہم پردے کے باہر سو فریبوں کے دھوکے میں ہیں

تا خود درونِ پردہ چہ تقریر میکنند
معلوم وہ پردے کے اندر کیا تقریر کرتے ہیں!

ے دامن اس خون سے کہ مشکل سے حاصل ہوا ہے رقیب کے منتروں سے ہاتھ سے نہیں چھوٹ سکتا۔
ے معشوق کے قد کو بلند سے تشبیہ دینا بے محل ہے وہ بے سروپا ہے۔
ے کرتے کو قبا بنانا یعنی اسکو چاک کر ڈالنا۔
ے عشق کی مشکلات کو عقل کے زور پر حل نہیں کیا جا سکتا ہے۔
ے چونکہ تمام خلق عاشق ہے تو سب سے کہاں تک جھگڑا کیا جائے
ے نزاکت طبع زور سے بولنے کو بھی برداشت نہیں کرتی تو پھر ؟ ہے
ے کیسے نظر کو پاک کر کے ہی محبوب کے رخ پر نظر ڈالی جاتی ہے۔
ے دوسرا مصرعہ چنگ اور عود کی تقریر کا بیان ہے۔
ے یعنی زاہد خشک۔
ے یعنی زاہد خشک عشق اور عشاق کی بے آبروئی کرتے ہیں ہر قسم کے معشوق کے در پے آزار ہیں۔
ے ان زاہدوں کا قلب سیاہ ہے جو اپنے عمل کو اکسیر سمجھ رہے ہیں۔
ے عشق کی باتیں کرنے سے روکتے ہیں کیسی مشکل بات ہے۔
ے [illegible] گناہ کرتے ہیں۔
ے معشوق سب کو ایک نگاہ کے بدلے خرید سکتا ہے۔

قومے بجد و جہد گرفتند وصلِ دوست
بعض لوگوں نے دوست کا وصل کوشش سے حاصل کر لیا

قومے دگر حوالہ بتقدیر میکنند
دوسرے لوگ تقدیر کے حوالے کرتے ہیں

فی الجملہ اعتماد مکن بر ثباتِ دہر
زمانہ کے ثبات پر بالکل بھروسہ نہ کر

کایں کارخانہ ایست کہ تغییر میکنند
اس لیے کہ یہ ایسا کارخانہ ہے جس کو الٹ پلٹ کرتے ہیں

مے خور کہ شیخ و حافظ و مفتی و محتسب
شراب پی اس لیے کہ شیخ، اور حافظ، اور مفتی اور محتسب

چوں نیک بنگری ہمہ تزویر میکنند
جب تو غور سے دیکھے، سب فریب کرتے ہیں

در نظر بازیِ ما بیخبراں حیرانند
بے خبر لوگ، ہماری نظر بازی میں حیران ہیں

من چنینم کہ نمودم دگر ایشاں دانند
میں تو ایسا ہی ہوں جیسا میں نے ظاہر کیا، دوسرے جانیں

عاقلاں نقطۂ پرکارِ وجودند ولے
عقلمند، وجود کی پرکار کا نقطہ ہیں لیکن

عشق داند کہ دریں دائرہ سرگردانند
عشق کو معلوم ہے کہ اس دائرے میں چکر کاٹتے ہیں

وصفِ رخسارۂ خورشید ز خفاش مپرس
خورشید کے رخسار کی خوبی چمگادڑ سے نہ پوچھ

کہ دریں آئنہ صاحب نظراں حیرانند
اس لیے کہ اس معاملہ میں صاحبِ نظر حیران ہیں

گر شوند آگہ از اندیشۂ ما مغبچگاں
اگر ہمارے خیال سے لڑکے آگاہ ہو جائیں

بعد ازیں خرقۂ صوفی بگرو نستانند
اس کے بعد کسی صوفی کی گدڑی گروی نہ رکھیں

لافِ عشق و گلہ از یار زہے لافِ خلاف
عشق کی ڈینگیں اور معشوق کا شکوہ، جھوٹی ڈینگوں کا کیا کہنا

عشقبازان چنیں مستحقِ ہجرانند
ایسے عشقباز، ہجر کے مستحق ہیں

جلوہ گاہِ رخِ او دیدۂ من تنہا نیست
اُس کے رخ کی جلوہ گاہ، صرف میری ہی آنکھیں نہیں ہیں

ماہ و خورشید ہمیں آئنہ میگردانند
چاند، اور سورج بھی اسی آئینہ کو گھما رہے ہیں

مگرم چشمِ سیاہِ تو بیاموزد کار
شاید تیری ہی سیاہ آنکھ مجھے یہ کام سکھائے

ورنہ مستوری و مستی ہمہ کس نتوانند
ورنہ پرہیزگاری اور مستی، سب لوگ نہیں کر سکتے

مفلسانیم و ہوائے مے و مطرب داریم
ہم مفلس ہیں، اور شراب و مطرب کی خواہش رکھتے ہیں

آہ اگر خرقۂ پشمیں بگرو نستانند
آہ! اگر اونی گدڑی وہ گروی نہ رکھیں

گر بنوہنگہِ ارواح برد بوئے تو باد
اگر ہوا تیری خوشبو، روحوں کی تفریح گاہ میں پہونچا دے

عقل و جاں گوہرِ ہستی بہ نثار افشانند
عقل، اور جان ہستی کا گوہر نچھاور کر دیں

عہدِ ما با لبِ شیریں دہناں بست خدا
خدا نے ہمارا عہد، میٹھا منہ رکھنے والوں کے لب کے ساتھ باندھ دیا ہے

ما ہمہ بندہ و ایں قوم خداوندانند
ہم سب غلام ہیں، اور یہ لوگ آقا ہیں

زاہد ار رندیِ حافظ نکند فہم چہ باک
حافظ کی رندی کو اگر زاہد نہیں سمجھتا ہے تو کیا پرواہ ہے؟

دیو بگریزد ازاں قوم کہ قرآں خوانند
شیطان اُن سے بھاگتا ہے، جو قرآن پڑھتے ہیں

ا جب سب ایک ہی تمام میں ننگے ہیں تو کوئی ترجیح کرتا ہے۔
۲ ہم تو نظر باز ہیں نہ معلوم دوسرے ہمیں کیا سمجھتے ہیں۔
۳ جبکہ صاحبِ نظر حیران ہیں چمگادڑ کیا بتا سکے گی۔
۴ اگر لونڈے ہماری حالت سے واقف ہو جائیں تو گدڑی کی کوئی قیمت باقی نہ رہے۔
۵ جو عاشق یار کے شکوے کریں وہ ہجر کے مستحق ہیں۔
۶ چاند سورج میں بھی محبوب ہی کے چہرے کا عکس ہے۔
۷ [illegible]
۸ گدڑی کو گروی رکھ کر ہی اپنی تمنا پوری کر سکتے تھے۔
۹ ہم سب حسینوں کے غلام ہیں اور وہ آقا ہیں
۱۰ زاہد ریا ہے اور میں قرآن خواں حافظ ہوں۔

دوش وقتِ سحر از غصہ نجاتم دادند
شب گذشتہ صبح کے وقت انہوں نے مجھے غم سے نجات دیدی

وندر آں ظلمتِ شب آبِ حیاتم دادند
اور اس تاریکی میں انہوں نے مجھے آبِ حیات دیدیا

بیخود از شعشعۂ پرتوِ ذاتم کردند
انہوں نے ذات کے پرتو کے نور سے مجھے بیخود بنا دیا

بادہ از جامِ تجلّیِ صفاتم دادند
صفاتی تجلّی کے جام سے، مجھے شراب دیدی

چہ مبارک سحرے بود و چہ فرخندہ شبے
کیا بابرکت صبح تھی اور کیا مبارک رات تھی

آں شبِ قدر کہ ایں تازہ براتم دادند
وہ شبِ قدر جس نے مجھے تازہ دستاویز دیدی

چوں من از عشقِ رخش بیخود و حیراں گشتم
جب میں اس کے رُخ کے عشق سے بیخود اور حیران ہوگیا

خبر از واقعۂ لات و مناتم دادند
مجھے لات اور منات کے واقعہ کی خبر دیدی

من اگر کامرواگشتم و خوشدل چہ عجب
میں اگر کامیاب اور خوش دل ہوگیا تو کیا تعجب ہے

مستحق بودم و اینہا بزکاتم دادند
میں مستحق تھا اور یہ چیزیں انہوں نے مجھے خیرات میں دیدیں

بعد ازیں روئے من و آئینۂ حسنِ نگار
اس کے بعد میرا چہرا ہوگا، اور معشوق کے حسن کا آئینہ

کہ در آنجا خبر از جلوۂ ذاتم دادند
اس لیے کہ اس جگہ انہوں نے مجھے ذات کے جلوہ کی خوشخبری

ہاتف آں روز بمن مژدۂ ایں دولت داد
غیبی فرشتے نے اس دن مجھے اس دولت کی خوشخبری دی

کہ ببازارِ غمت صبر و ثباتم دادند
جبکہ تیرے غم کے بازار میں مجھے صبر اور ثبات دیدیا

ایں ہمہ قند و شکر کز سخنم می ریزد
یہ سب قند و شکر، جو میرے کلام سے ٹپکتی ہے

اجرِ صبریست کز آں شاخِ نباتم دادند
اس صبر کا بدلہ ہے جو اس شاخِ نبات کے عوض مجھے انہوں نے دیدیا

کیمیائیست عجب بندگیِ پیرِ مغاں
پیرِ مغاں کی غلامی، عجیب کیمیا ہے

خاکِ او گشتم و چندیں درجاتم دادند
میں اس کی خاک بنا اور انہوں نے مجھے اس قدر درجے دیئے

بحیاتِ ابد آں روز رسانید مرا
ہمیشگی کی زندگی پر اس نے مجھے اس روز پہونچا دیا

خطِ آزادگی از حسنِ مماتم دادند
جبکہ حسنِ خاتمہ کی آزادی کا خط انہوں نے مجھے دے دیا

عاشق آں دم کہ بدامِ سرِ زلفِ تو فتاد
عاشق جس وقت تیری زلف کے جال میں پھنسا

گفت کز بندِ غم و غصہ نجاتم دادند
بولا کہ غم و غصہ کی قید سے انہوں نے مجھے نجات دیدی

شکرِ شکر بشکرانہ بیفشاں اے دل
اے دل! شکر کی شکر، شکرانے میں نچھاور کر

کہ نگارِ خوش شیریں حرکاتم دادند
اس لیے کہ انہوں نے مجھے شیریں حرکات والا اچھا معشوق دیا!

ہمتِ حافظ و انفاسِ سحر خیزاں بود
حافظ کی باطنی توجہ اور صبح کو اُٹھنے والوں کے سانس تھے

کہ ز بندِ غمِ ایام نجاتم دادند
کہ انہوں نے زمانے کے غم سے، مجھے نجات دے دی

دوش دیدم کہ ملائک درِ میخانہ زدند
میں نے کل شب دیکھا کہ فرشتوں نے میخانہ کا دروازہ کھٹکھٹایا

گلِ آدم بسرشتند و بہ پیمانہ زدند
آدم کی مٹی کو گوندھا اور اس سے پیمانہ بنایا

ساکنانِ حرمِ سترِ عفافِ ملکوت
عالمِ ملکوت کی پاکدامنی کے راز کے حرم کے رہنے والوں نے

با منِ راہ نشیں بادۂ مستانہ زدند
مجھ مسافر کو مستانہ شراب دیدی

۱ دادند کا فاعل کاتبانِ قضا و قدر کو بنایا جائے۔
۲ تجلّی کے بہت سے اقسام ہیں ایک تجلّی صفاتی ہے یعنی جب تجلّی صفاتی مجھ پر پڑی میں اپنی ذات کو بھول گیا۔
۳ براتؔ اس شاہی تحریر کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ خزانہ سے روپے حاصل کئے جا سکیں۔
۴ لات وہ بت تھا جس کو حضرت شعیب کی قوم پوجتی تھی اور منات عرب میں ہذیل قبیلہ کا بت تھا یعنی اپنے وجود کو مستقل سمجھنا بُت پرستی ہے۔
۵ یعنی روئے محبوب میں مجھے تجلّیِ ذاتی کا مشاہدہ ہوا۔
۶ شاخِ نبات، اگنا، مراد محبوب ہے اور ایک خاص معشوق کا نام بھی ہے شیرینی کہ مجھے خوشخبری دی ہے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہوگا لہٰذا مجھے ابدی زندگی حاصل ہے۔
۷ عشق میں مبتلا ہو کر دنیا کے جھگڑوں سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔
۸ آدم کی مٹی سے شرابِ محبت کے لئے جام تیار کیا۔ سفرِ سلوک کے انسان کو مستی کی شراب پلا دی۔

شکر ایزد کہ میانِ من و او صلح فتاد
خدا کا شکر ہے کہ مجھ میں اور اس میں صلح ہو گئی

حوریاں رقص کناں ساغرِ شکرانہ زدند
حوروں نے ناچتے ہوئے شکرانہ کا ساغر پیا

جنگِ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ
بہتر ملتوں کے اختلاف کو معذور سمجھ

چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند
چونکہ انہوں نے حقیقت نہ دیکھی افسانہ کی راہ چل پڑے

آسمان بارِ امانت نتوانست کشید
آسمان امانت کا بوجھ نہ اٹھا سکا

قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند
مجھ دیوانے کے نام انہوں نے فال کا قرعہ نکال دیا

نقطۂ عشق دلِ گوشہ نشیناں خوں کرد
عشق کے نقطہ نے گوشہ نشینوں کے دل کو خون کر دیا

ہمچو آں خال کہ بر عارضِ جانانہ زدند
اس تل کی طرح جو انہوں نے معشوق کے رخسار پر لگا دیا

ما بصد خرمنِ پندار ز رہ چوں نرویم
ہم ہزار گھمنڈ کے کھلیانوں کے ہوتے ہوئے کیونکر راہ سے نہ بھٹکیں

چوں رہِ آدمِ خاکی بیکے دانہ زدند
جبکہ انہوں نے خاکی آدم کو ایک دانہ کی وجہ سے راستہ سے بھٹکا دیا

آتش آں نیست کہ بر شعلۂ او خندد شمع
آگ وہ نہیں ہے جس کے شعلہ پر شمع ہنس سکے

آتش آنست کہ در خرمنِ پروانہ زدند
آگ وہ ہے جو انہوں نے پروانہ کے کھلیان میں لگا دی

کس چو حافظ نکشید از رُخِ اندیشہ نقاب
خیالات کے رخ سے حافظ کی طرح کسی نے نقاب نہیں اٹھایا

تا سرِ زلفِ عروسانِ سخن شانہ زدند
جب سے کلام کی دلہنوں کی زلف میں انہوں نے کنگھی کی ہے

دلِ من بدورِ رویت ز چمن فراغ دارد
تیرے چہرے کے دور میں میرا دل چمن سے بے نیاز ہے

کہ چو سرو پای بندست و چو لالہ داغ دارد
کیونکہ سرو کی طرح پابند ہے اور لالہ کی طرح داغدار ہے

سرِ ما فرو نیاید بکمانِ ابروے کس
کسی کی ابرو کی کمان پر ہمارا سر نہیں جھکتا

کہ درونِ گوشہ گیراں ز جہاں فراغ دارد
اس لیے کہ گوشہ نشینوں کا باطن دنیا سے بے نیاز ہوتا ہے

شبِ تیرہ چوں سرآرم رہِ پیچ پیچ زلفت
تاریک رات میں تیری زلف کے پیچ در پیچ راستہ کو کیسے سر کروں

مگر آنکہ شمعِ رویت برہم چراغ دارد
مگر اس طرح پر کہ تیرے چہرے کی شمع میرے راستہ پر چراغ رکھے

ز بنفشہ تاب دارم کہ ز زلفِ او زند دم
مجھے بنفشہ پر غصہ ہے کہ وہ اس کی زلف کا دم بھرتی ہے

تو سیاہِ کم بہا بیں کہ چہ در دماغ دارد
تو کم قیمت حبشی کو دیکھ کہ اس کے دماغ میں کیا سمایا ہے

بفروغِ چہرہ زلفت ہمہ شب زند رہِ دل
چہرہ کی روشنی ہوتے ہوئے تیری زلف تمام رات دل پر ڈاکہ ڈالتی ہے

چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد
وہ چور کس قدر دلیر ہے جو ہاتھ میں چراغ لئے ہو

سزدار چو ابرِ بہمن کہ بریں چمن بگریم
مناسب ہے اگر بہمن کے ابر کی طرح میں اس چمن پر روؤں

طربِ آشیانِ بلبل بنگر کہ زاغ دارد
دیکھو بلبل کے آشیانہ کی مستی کوے کو حاصل ہے

من و شمعِ صبحگاہی سزد ار بہم بگرییم
میں اور صبح کی شمع مناسب ہو گا اگر دونوں مل کر روئیں

کہ بسوختیم و از ما بتِ ما فراغ دارد
اس لیے کہ ہم تو جل گئے اور ہمارا معشوق ہم سے بے نیاز ہے

بچمن خرام و بنگر برِ تختِ گل کہ لالہ
چمن میں ٹہل اور پھول کے تخت کے پاس دیکھ کہ لالہ

بندیمِ شاہ ماند کہ بکف ایاغ دارد
شاہ کے مصاحب کی طرح ہے کہ ہاتھ میں پیالہ لئے ہے

۱ بہتر فرقے مشہور ہیں جو اختلافات میں الجھے ہیں چونکہ حقیقت کو نہیں سمجھ سکے اس لیے باہم مختلف ہیں۔
۲ قرآن پاک میں ہے ہم نے امانت کو آسمانوں [illegible] پر پیش کیا لیکن انہوں نے اس کے تحمل سے انکار کر دیا انسان نے اس کا تحمل کر لیا [illegible]
۳ نقطۂ عشق خالِ محبوب کی طرح عاشقوں کے دل کا خون کر رہا ہے۔
۴ حضرت آدم گیہوں کے ایک دانہ کی وجہ سے راہ سے بھٹک گئے ہم تو تکبر کے کھلیان لئے پھرتے ہیں پھر بھٹکیں کیوں نہ۔
۵ آگ وہ نہیں ہے جو شمع [illegible] آگ وہ ہے جو پروانے کے دل میں ہے۔
۶ جبکہ چمن کا سرو [illegible] اور لالہ داغ [illegible] ہے تیرے چہرے کے ہوتے گلستان سے بے نیازی ہے۔
۷ [illegible] چہرے کی شمع اگر راہ بری کرے تو زلف کو [illegible]
۸ [illegible] کم قیمت حبشی سے مراد بنفشہ ہے۔
۹ زلف [illegible] چراغ ہے۔
۱۰ [illegible] بلبل کا آشیانہ [illegible]

۱۱ [illegible] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہِ گل کے سامنے اس کے ہاتھوں میں پیالہ ہے۔

سر درسِ عشق دارد دلِ دردمندِ حافظ
حافظ کا دردمند دل، عشق کے سبق کا خیال رکھتا ہے

کہ نہ خاطرِ تماشا نہ ہوائے باغ دارد
اس لیے کہ نہ سیر کا خیال رکھتا ہے اور نہ باغ کی خواہش

دادگرا فلک ترا جرعہ کشِ[1] پیالہ باد
اے منصف! آسمان تیرے پیالے سے گھونٹ بھرنے والا ہو

دشمنِ دل سیاہِ تو غرقہ بخوں چو لالہ باد
تیرا سیاہ دل دشمن، لالہ کی طرح خون میں ڈوبا ہو

ذروۂ کاخِ رفعتت رُست ز فرطِ ارتفاع
تیری بلندی کے محل کا کنگرہ، بہت بلندی کی وجہ سے اونچا ہوا

راہروانِ وہم[2] را راہِ ہزار سالہ باد
وہم کا راستہ چلنے والوں کے لیے ہزار سالہ راہ ہو

زلفِ سیاہِ پرچمت چشم و چراغِ عالم است
تیرے کالے پرچم کی زلف دنیا کا چشم و چراغ ہے

جانِ نسیمِ دولتت در شکنِ کلالہ باد
تیری دولت کی نسیم کی وجہ سے جان زلف کی شکن میں ہو

اے مہِ برجِ معدلت مقصدِ[3] کل ز آدمی
اے انصاف کے برج کے چاند! انسانیت کا مقصد کل ہے

بادۂ صاف دائمت در قدح و پیالہ باد
تیرے پیالے اور قدح میں ہمیشہ صاف شراب ہو

چوں بہوائے قامتت زہرہ[4] شود ترانہ ساز
جب تیرے قد کے عشق میں زہرہ ترانہ ساز ہوئے

حاسدت از سماعِ آں ہمدمِ آہ و نالہ باد
تیرا حاسد اس کے سننے سے آہ و نالہ کا ہمدم ہو

ز طبقِ[5] سپہر و آں قرصۂ سیم و زر کہ ہست
آسمان کے طبق اور وہ چاندی سونے کی ٹکیہ جو موجود ہے

از لبِ خوانِ حشمتت سہل‌ترین نوالہ باد
تیری دولت کے دسترخوان کے کنارے کا آسان ترین نوالہ ہو

دخترِ فکرِ بکرِ من ہمدمِ صحبتِ تو شد
میرے فکر کی باکرہ لڑکی، تیری صحبت کی ہمدم ہو گئی

مہرِ[6] چنیں عروس را ہم بکفت حوالہ باد
ایسی دلہن کا مہر بھی تیرے ہاتھ کے حوالے ہو

حافظِ تو دریں غزل حجتِ بندگی نوشت
تیرے حافظ نے اس غزل میں غلامی کی دستاویز لکھ دی ہے

لطفِ عبید پرورت شاہدِ ایں قبالہ باد
تیری غلام پرور مہربانی اس دستاویز کی گواہ ہو

دیریست کہ دلدار پیامے نفرستاد
زمانہ گزر گیا کہ دلدار نے کوئی پیغام نہ بھیجا

ننوشت کلامے و سلامے نفرستاد
اس نے نہ کچھ لکھا، نہ سلام بھیجا

صد نامہ فرستادم و آں شاہِ سواراں
میں نے سو خط بھیجے اور اس شاہ سوار نے

پیکے ندوانید و پیامے نفرستاد
کوئی قاصد نہ دوڑایا، اور نہ پیام بھیجا

سوئے منِ وحشی صفتِ عقل رمیدہ
مجھ وحشی صفت، دیوانے کی جانب

آہو روشے[7] کبک خرامے نفرستاد
کوئی آہو روش، کوئی کبک خرام نہ بھیجا

دانست کہ خواہد شدنم مرغِ دل از دست
وہ جانتا تھا کہ مرغِ دل میرے ہاتھ سے جا رہا ہے

زاں طرّہ چوں سلسلہ دامے نفرستاد
اس زنجیر جیسی زلف کا اس نے جال نہ بھیجا

فریاد کہ آں ساقیِ شکر لبِ سرمست
ہائے اس شکر جیسے ہونٹ والے سرمست ساقی نے

دانست کہ مخمورم[8] و جامے نفرستاد
جان لیا کہ میں اعضا شکنی میں ہوں اور ایک جام نہ بھیجا

---

[1] یعنی تیرا ممنونِ احسان ہو۔
[2] یعنی وہم و خیال کی زد سے بالاتر ہو۔
[3] یعنی تو آدمیت کا مقصود ہے۔
[4] زہرہ ستارے کو رقاصۂ فلک کہا گیا ہے۔
[5] دنیا و ما فیہا تیرے دسترخوان سے حاصل ہو۔
[6] میرے اشعار کا عوض تو اپنے ہاتھ کے شایانِ شان دے۔
[7] آہو رفتار سے معشوق اور کبک رفتار سے قاصد مراد ہے۔
[8] خمار سے مراد شراب کے اُتار کی کیفیت ہوتی ہے جس میں شرابی بے چینی محسوس کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو جلد شراب ملے۔

چندانکہ زدم لاف کرامات و مقامات
میں نے کرامات اور مقامات کی بہت ڈینگیں ماریں

ہیچم خبر از ہیچ مقامے نفرستاد
اس نے مجھے کسی مقام کی کوئی خبر نہ بھیجی

حافظ بادب باش کہ واخواست نباشد
حافظ ادب سے رہ، کوئی مواخذہ نہیں ہوتا ہے

گر شاہ پیامے بغلامے نفرستاد
اگر بادشاہ نے کوئی پیام کسی غلام کو نہیں بھیجا

دی پیر مے فروش کہ ذکرش بخیر باد
کل مے فروش پیر نے (اس کا ذکر خیر سے ہو)

گفتا شراب نوش و غم دل ببر زیاد
فرمایا شراب پی، اور غم دل بھلا دے

گفتم بباد میدہدم بادہ نام و ننگ
میں نے کہا شراب میری عزت آبرو کو برباد کردیگی

گفتا قبول کن سخن و ہر چہ باد باد
اس نے کہا بات مان لے، اور جو کچھ بھی ہو ہو

سود و زیان و مایہ چو خواہد شدن ز دست
سرمایہ کا نفع نقصان جبکہ ہاتھ سے نکل جائے گا

از بہر ایں معاملہ غمگیں مباش و شاد
اس معاملہ کے لئے غمگین اور خوش نہ ہو

بے خار گل نباشد و بے نیش نوش ہم
کانٹے بدون پھول، اور ڈنک بدون شہد نہیں ہوتا

تدبیر چیست وضع جہاں ایں چنیں فتاد
کیا تدبیر ہے؟ زمانہ کی وضع یہی ہے

پر کن ز بادہ جام دمادم بگوش ہوش
شراب سے پے در پے جام پر کر، ہوش کے کان سے

بشنو از و حکایت جمشید و کیقباد
اس سے جمشید اور کیقباد کا قصہ سن

در آرزوئے آنکہ رسد دل براحتے
اس آرزو میں کہ دل کسی راحت تک پہونچ جائے

جاں در درون سینہ غم عشق او نہاد
جان نے سینہ میں اس کے عشق کا غم رکھ لیا ہے

باد ت بدست باشد اگر دل نہی بہیچ
اگر تو معمولی چیز سے دل لگائے گا تیرے ہاتھ میں ہوا ہوگی

در معرضے کہ تخت سلیماں رود بباد
اس جگہ جہاں سلیمان کا تخت ہوا پر چلتا ہے

گو نامرادزی کہ بجائے نمیرسد
کہہ دو نامراد جئے اس لئے کہ کسی جگہ نہیں پہونچتا

آنکس کہ بر رخش در ہر آرزو کشاد
وہ شخص جس کے رخ پر ہر آرزو کا دروازہ کھل گیا

ہرگز نمی رسد ز نمش تشنہ وصال
اس کی غراب سے وصال کا تشنہ ہرگز نہیں حاصل ہوتا

آنرا کہ رہ بمیکدہ عشق خود نداد
جس کو اس نے اپنے عشق کے خمخانہ کا راستہ نہ دیا

حافظ گرت ز پند حکیماں ملالت ست
اے حافظ اگر تجھے داناؤں کی نصیحت سے ملال ہے

کوتہ کنیم قصہ کہ عمرت دراز باد
ہم قصہ مختصر کرتے ہیں خدا کرے تیری عمر دراز ہو

دوش در حلقۂ ما قصۂ گیسوئے تو بود
شب گذشتہ ہمارے حلقہ میں تیرے گیسو کا قصہ تھا

تا دل شب سخن از سلسلۂ موئے تو بود
آدھی رات تک تیرے بالوں کے سلسلہ کی بات تھی

دل کہ از ناوک مژگان تو در خوں میگشت
وہ دل جو کہ تیری پلکوں کے تیر سے زخمی ہوا

باز مشتاق کمانخانۂ ابروئے تو بود
پھر تیرے ابرو کے کمان خانہ کا مشتاق تھا

ا محبوب شاہ ہے اور حافظ غلام۔
۲ میرے پیر نے کہا دل کے غم کو بھلانے کا یہی طریقہ ہے کہ شراب پی۔ میں نے کہا بدنام ہو جاؤں گا اس نے کہا بات مان لے خواہ کچھ بھی ہو
۳ مرنے کے بعد مال کا نقصان نفع قبضے میں نہ رہیگا۔
۴ دنیا میں راحت و غم چلتے ہیں۔
۵ شراب پچھلے بڑے شراہیوں کا حال سنائے گی۔
۶ محبوب کا عشق ہی عین راحت ہے۔
۷ جس دنیا نے سلیمان جیسے صاحب عظمت و جلال ختم کر دیا اس سے دل لگانا محرومی ہے۔
۸ شاہی بھی [?] ہمیشہ محروم رہتا ہے۔
۹ اس دعا پر بات ختم کرتا ہوں۔

ہمّ عفا اللہ زصبا کز تو پیامے آورد
خدا صبا کو بخشے جو تیری جانب سے ایک پیام لائی

ورنہ درکس نرسیدیم کہ ازکوئے تو بود
ورنہ ہماری کسی ایسے شخص تک رسائی نہ ہوئی جو تیرے کوچہ میں تھا

عالم از شور و شرِ عشق خبر ہیچ نداشت
دنیا کو عشق کے شور و شر کی کچھ خبر نہ تھی

فتنہ انگیزِ جہاں غمزۂ جادوئے تو بود
دنیا میں فتنہ برپا کرنے والی تیری سحر آمیز ادا تھی

من سرگشتہ ہم از اہلِ سلامت بودم
میں حیران بھی سلامتی والوں میں سے تھا

دامِ راہم شکنِ طرّۂ ہندوئے تو بود
میرے راستہ کا جال تیری کالی زلف کی شکن تھی

بکشا بندِ قبا تا بکشاید دلِ من
قبا کا بند کھول دے، تاکہ وہ میرا دل کھول دے

کہ کشادے کہ مرا بود ز پہلوئے تو بود
اس لیے کہ جو کشادگی مجھے حاصل تھی تیرے ہی پہلو سے تھی

بوفائے تو کہ بر تربتِ حافظ بگذر
تجھے تیری وفا کی قسم، حافظ کی قبر پر سے گذر

کز جہاں میشد و در آرزوئے روئے تو بود
جو دنیا سے جارہا تھا اور تیرے چہرے کا آرزومند تھا

درازل پرتوِ حسنت ز تجلی دم زد
ازل میں تیرے حسن کے پرتو نے جلوہ گری کا دم بھرا

عشق پیدا شد و آتش بہمہ عالم زد
عشق پیدا ہوا، اور اس نے سارے عالم میں آگ لگا دی

جلوۂ کرد رخش دید ملک عشق نداشت
اس کے رخ نے ظہور کیا، دیکھا فرشتہ کو عشق نہ تھا

عینِ آتش شد ازیں غیرت و بر آدم زد
اس غیرت سے بالکل آگ بن گیا اور آدم پر لگا دی

مدعی خواست کہ آید بتماشا گہِ راز
مدعی نے چاہا کہ راز کی تماشا گاہ تک آجائے

دستِ غیب آمد و بر سینۂ نامحرم زد
غیبی ہاتھ آیا اور نامحرم کے سینہ پر مارا

عقل میخواست کز آں شعلہ چراغ افروزد
عقل نے چاہا کہ اس شعلہ سے چراغ روشن کرے

برقِ غیرت بدرخشید و جہاں برہم زد
غیرت کی بجلی کوندی اور جہان کو برہم کر دیا

جانِ علوی ہوسِ چاہِ زنخدانِ تو داشت
عالم بالا کی جان نے تیری ٹھوڑی کے کنوئیں کی تمنا کی

دست در حلقۂ آں زلفِ خم اندر خم زد
ہاتھ اس پیچ در پیچ زلف کے حلقہ میں ڈالدیا

دیگراں قرعۂ قسمت ہمہ بر عیش زدند
دوسروں نے قسمت کا قرعہ تمام تر عیش پر ڈالا

دلِ غمدیدۂ ما بود کہ ہم بر غم زد
ہمارا غمگین دیدہ دل تھا کہ اس نے غم پر ڈالدیا

نظرے کرد کہ بیند بجہاں صورتِ خویش
اس نے سوچا کہ دنیا میں اپنی صورت دیکھے

خیمہ در آب و گلِ مزرعۂ آدم زد
آدم کے کھیت کے پانی اور مٹی میں خیمہ لگایا

خواست تا جلوہ کند صورتِ خود را محبوب
محبوب نے چاہا کہ اپنی صورت کا جلوہ کرے

خیمہ در معرکۂ آب و گلِ آدم زد
آدم کے پانی اور مٹی کے میدان میں خیمہ لگایا

حافظ آں روز طربنامۂ عشقِ تو نوشت
حافظ نے تیرے عشق کا مستی نامہ اس روز لکھا

کہ قلم بر سرِ اسبابِ دلِ خرم زد
کہ خوش دل کے اسباب کے سر پر قلم پھیر دیا

ــہ خدا صبا کا بھلا کرے اس سے پیام لادیا ورنہ ہماری کسی ایسے شخص سے ملاقات نصیب ہوئی جو تیرے محبوب میں ہوکر آیا ہو۔
ــہ محبوب کا غمزہ شورش کا سبب بنا ورنہ دنیا اس فتنہ سے خالی تھی۔
ــہ میری راحت تیرے پہلو سے وابستہ ہے جب تو قبا کا بند کھولے گا دل کو راحت ہو جائیگی۔
ــہ ازل میں تیرے حسن کی وجہ سے عشق عالم وجود میں آیا اور تمام دنیا کو اس نے پھونک ڈالا۔
ــہ فرشتوں میں عشق کا مادہ نہ تھا تو عشق کو غیرت آئی اور آتش عشق کو انسانوں پر مسلط کر دیا۔
ــہ مدعی وہ نامحرم ہے جو عاشق نہ ہو۔
ــہ عقل بھی عشق حاصل کرنا چاہتی تھی عشق نے تمام جہاں کو درہم برہم کر دیا تاکہ اس کی ساخت نہ ہو سکے۔
ــہ ظاہر ہے کہ کنوئیں میں اترنے کے لیے رسی درکار ہے۔
ــہ دوسروں کو حصہ عیش اور ہمارا حصہ غم ہے۔
ــہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے گویا کہ اپنی صورت کا خود مشاہدہ کرنا چاہتا تھا اسلئے آدم کو پیدا فرمایا۔

ــہ خوشی کے تمام اسباب کو خیرباد کہہ کر حافظ نے یہ مستی نامہ تحریر کیا ہے۔

دوش می آمد و رخساره برافروخته بود
وہ کل آ رہا تھا اور منہ سرخ کئے ہوئے تھا

تا کجا باز دلِ غمزدهٔ سوخته بود
نہ معلوم، پھر کہاں کسی غمزدہ کے دل کو جلایا تھا

رسمِ عاشق کُشی و شیوهٔ شهرآشوبی
عاشق کشی کی رسم اور شہر کو فتنے میں مبتلا کرنے کا طریقہ

جامه‌ای بود که بر قامتِ او دوخته بود
ایک ایسا لباس تھا کہ اس کے قد پر سلا تھا

کفرِ زلفش رهِ دین میزد و آن سنگین‌دل
اس کی زلف کا کفر دین کی رہزنی کرتا تھا وہ سنگدل

در رهش مشعله از چهره برافروخته بود
اس کے راستے میں چہرہ کی مشعل روشن کئے ہوئے تھا

دلِ بسی خون بکف آورد ولی دیده بریخت
دل نے بہت سا خون جمع کیا لیکن آنکھ نے بہا دیا

الله الله که تلف کرد و که اندوخته بود
اللہ اللہ کس نے برباد کیا اور کس نے جمع کیا تھا

یار مفروش بدنیا که بسی سود نکرد
دنیا کے بدلے محبوب کو فروخت مت کر اس نے بہت نقصان اٹھایا

آنکه یوسف بزرِ ناسره بفروخته بود
اس نے جس نے یوسف کو کھوٹے سونے کے عوض بیچا تھا

جانِ عشاق سپندِ رخِ خود میدانست
وہ عاشقوں کی جان کو اپنے رخسار کا کالا دانہ سمجھتا تھا

و آتشِ چهره بدین کار برافروخته بود
اور چہرے کی آگ اس مقصد کے لئے روشن کئے ہوئے تھا

گرچه میگفت که زارت بکشم میدیدم
اگرچہ کہتا تھا کہ تجھے بری طرح قتل کروں گا لیکن میں دیکھ رہا تھا

که نهانش نظری با منِ دلسوخته بود
کہ پوشیدہ طور پر اس کی نگاہ مجھ دل سوختہ کی طرف تھی

گفت و خوش گفت برو خرقه بسوزان حافظ
اس نے کہا اور خوب کہا جا حافظ گدڑی پھونک دے

یا رب این قلب‌شناسی ز که آموخته بود
یہ کھوٹ کی پہچان اس نے کس سے سیکھی تھی؟

دوش آگهی ز یارِ سفرکرده داد باد
کل صبا نے سفر میں گئے ہوئے یار کی خبر دی

من نیز دل بباد دهم هر چه باد باد
میں بھی دل کو برباد کر دوں گا جو کچھ ہوتا ہے ہو

در چینِ طرهٔ تو دلِ بی‌حفاظِ من
میرے بے مروت دل نے تیری زلف کی شکن میں

هرگز نگفت مسکنِ مألوف یاد باد
ہرگز نہ کہا کہ وطن مالوف یاد رہے

دل خوش شدم بیادِ تو هر گه که در چمن
میں تیری یاد سے خوش دل ہوا جب بھی چمن میں

بندِ قبای غنچهٔ گل می‌گشاد باد
ہوا نے پھول کے غنچے کی قبا کے بند کھولے

طرفِ کلاهِ شاهیت آمد بخاطرم
میرے دل میں تیری شاہی ٹوپی کا کنارا آ گیا

آنجا که تاج بر سرِ نرگس نهاد باد
جس جگہ ہوا نے نرگس کے سر پر تاج رکھا

کارم بدان رسید که همرازِ خود کنم
میرا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ اپنے ہمراز کروں

هر شام برقِ لامع و هر بامداد باد
ہر شام کو چمکتی بجلی، اور ہر صبح کو ہوا

از دست رفته بود وجودِ ضعیفِ من
میرا ضعیف وجود ہاتھ سے جا چکا تھا

صبحم ببوی وصلِ تو جان بازداد باد
صبح کے وقت تیرے وصل کی خوشبو سے ہوا نے جان ڈال دی

امروز قدرِ پندِ عزیزان شناختم
میں نے آج دوستوں کی نصیحت کی قدر پہچانی

یا رب روانِ ناصحِ ما از تو شاد باد
خدا کرے ہمارے ناصح کی روح تجھ سے خوش ہو

۔ کسی غم زدہ کو جلا کر آ رہا تھا اس لیے اس کا مُنہ سرخ تھا۔
۲۔ عاشق کشی اور شہر آشوبی اس پر سجتی تھی۔
۳۔ زلف ٹھوکر زنی کرتی ہے اور اس کا منع اس کا رُخ روکتا ہے۔
۴۔ دل کی کمائی آنکھوں نے لٹا دی۔
۵۔ برادرانِ یوسف نے یوسف کو بیچ کر بڑا نقصان اٹھایا تھا۔
۶۔ کالے دانہ کو آگ پر جلایا جاتا ہے تاکہ نظر بد نہ لگے۔

۱۔ گذری ہوا کا ری ہے اس کو جلا کر خاص ہوتا ہے تو۔
۲۔ میرا دل ایسا بے مروت نکلا کہ زلفوں میں پھنسنے لگا اور میرے سینے کو جو اس کا اصل وطن ہے کبھی یاد نہ کیا۔
۳۔ جب غنچہ پھول بنا اور تیری یاد تازہ کر دی۔
۴۔ نرگس کے سر پر نرگس دیکھ کر مجھے کلاہِ شاہی کی یاد تازہ ہو گئی۔
۵۔ برق سے مراد آتشِ عشق اور باد سے مراد ہوا ہے یعنی میں صبح و شام اسی سوز تو میں مبتلا ہوں۔

تاریخِ عیشِ ما شبِ دیدارِ دوست بود — عہدِ شباب و صحبتِ احباب یاد باد
جاسے عیش کا زمانہ دوست کے دیدار کی رات تھی — جوانی کا زمانہ اور دوستوں کی صحبت یاد رہے

ہر شب ہزار غم بمن آمد ز عشقِ تو — یارب کہ ہر دمم غمِ عشقت زیاد باد
تیرے عشق کی وجہ سے ہر شب کو ہزاروں غم مجھ پر ٹوٹے — خدا کرے میرے ہر سانس میں تیرے عشق کا غم زیادہ ہو

حافظ نہادِ نیک تو کامت بر آورد
حافظ تیری نیک طبیعت تیرا مقصود پورا کرے گی

جانہا فدائے مردمِ نیکو نہاد باد
خدا کرے نیک طبیعت انسانوں پر جانیں قربان ہوں

درآں ہوا کہ جز برق اندر طلب نباشد — گر خرمنے بسوزد چندیں عجب نباشد
جس عشق میں برق کے سوا کچھ مطلوب نہ ہو — اگر کوئی کھلیان جل جائے، زیادہ تعجب نہ ہوگا

مرغے کہ با غمِ دل شد الفتیش حاصل — بر شاخسارِ عمرش برگِ طرب نباشد
وہ پرندہ جس کو دل کے غم کے ساتھ الفت ہو گئی ہو — اس کی عمر کی شاخ پر خوشی کا پتا نہ ہوگا

در کار خانۂ عشق از کفر ناگزیر ست — آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد
عشق کے کار خانہ میں، کفر ضروری ہے — آگ کس کو جلائے گی، اگر ابولہب نہ ہوگا

در کیشِ جانفروشاں فضل و ہنر زبیدہ — اینجا نسب نگنجد اینجا حسب نباشد
جانفروشوں کے طریقہ میں فضل اور ہنر زیبا نہیں دیتا — اس جگہ نسب کی گنجائش نہیں، اس جگہ حسب نہ ہوگا

در محفلے کہ خورشید اندر شمارِ ذرہ است — خود را بزرگ دیدن شرطِ ادب نباشد
جس محفل میں آفتاب ذرے میں شمار ہے — اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ادب نہ ہوگا

مے خور کہ عمرِ سرمد گر در جہاں تواں یافت — جز بادۂ بہشتی ہیچش سبب نباشد
شراب پی اگر دنیا میں عمر جاوداں پائی جا سکتی ہے — تو بہشتی شراب کے سوا اس کا کوئی ذریعہ نہ ہوگا

حافظ وصالِ جاناں با چوں تو تنگدستے
اے حافظ محبوب کا وصل تجھ جیسے مفلس کو

روزے شود کہ با او پیوندِ شب نباشد
اس دن حاصل ہوگا، جس میں رات کا جوڑ نہ ہوگا

دلم جز مہرِ مہرویاں طریقے بر نمیگیرد — ز ہر در میدہم پندش ولیکن در نمیگیرد
میرا دل ماہ رویوں کی محبت کے سوا کوئی راستہ اختیار نہیں کرتا ہے — میں ہر طرح اس کو نصیحت کرتا ہوں لیکن اثر نہیں کرتی ہے

خدا را اے نصیحتگو حدیث از مطرب و مے گو — کہ نقشے در خیالِ ما ازیں خوشتر نمیگیرد
اے ناصح خدا کے لیے مطرب اور شراب کی بات کر — اس لیے کہ ہمارے ذہن میں اس سے بہتر کسی چیز کا نقشہ نہیں جمتا

صراحی میکشم پنہاں و مردم دفتر انگارند — عجب گر آتشِ ایں زرق در دفتر نمیگیرد
میں صراحی چھپا کر لیتا ہوں اور لوگ کتاب سمجھتے ہیں — تعجب ہوگا اگر اس مکر کی آگ کتاب میں نہ لگے

نصیحت کم کن و ما را الفریاد و دف و نے بخش — کہ غیر از راستی نقشے درین جوہر نمیگیرد
نصیحت کم کر اور ہمیں دف اور نے کی فریاد بخش دے — اس لیے کہ اس جوہر میں سچائی کے علاوہ اور کوئی نقش نہیں جمتا

ے اگر ہم عشق دہو تو
آگ کس کو جلائیگی یعنی
کو عشق کا کارخانہ
برباد ہو جائے گا۔
ے جس محفل میں ایسے
محبوب ہوں کر
خورشید
بھی
بالمقابل
ذرہ ہے وہاں
خودی بہت بداخلاقی ہے
ے یعنی قیامت کے دن
جس کے بعد رات نہ ہوگی
ے جو بات اثر کرے
وہی کہنی چاہیے
ے اس مکاری سے
یک لخت جل جانی
چاہیے۔

میانِ گریہ میخندم کہ چوں شمع اندریں مجلس
میں رونے کے دوران ہنستا ہوں کہ شمع کی طرح اس مجلس میں

زبانِ آتشینم ہست اما در نمیگیرد
میری زبان آتشیں ہے، لیکن اثر نہیں کرتی ہے

سرو چشمے بایں خوبی تو گوئی چشم ازو برگیر
اس حسن کا سرو اور آنکھ، تو کہتا ہے اس سے نظر ہٹا لے

برو کایں وعظِ بے معنی مرا در سر نمیگیرد
جا یہ بے معنی وعظ میرے دماغ میں نہیں بیٹھتا ہے

نصیحت گوئے رنداں را کہ با حکمِ خدا جنگ ست
رندوں کو نصیحت کرنے والا، جس کی خدا کے حکم سے لڑائی ہے

دلش بس تنگ می بینم چرا ساغر نمیگیرد
میں اس کا دل بہت تنگ دیکھتا ہوں وہ ساغر کیوں نہیں اٹھاتا ہے

چہ خوش صیدِ دلم کردی بنازم چشمِ مستت را
کیسا عمدہ تو نے میرے دل کا شکار کیا، تیری مست آنکھوں پر مجھے ناز ہے

کہ کس آہوئے وحشی را ازیں خوشتر نمیگیرد
اس لیے کہ وحشی ہرن کو کوئی اس سے بہتر طریقہ پر نہیں پکڑ سکتا ہے

سخن در احتیاجِ ما و استغنائے معشوق ست
ہماری ضرورت اور معشوق کی بے نیازی کی بات ہے

چہ سود افسونگری اے دل کہ در دلبر نمیگیرد
اے دل منتر پڑھنے کا کیا فائدہ ہے، جبکہ دلبر میں اثر نہیں کرتا ہے

خدارا رحمے اے منعم کہ درویشِ سرِ کویت
اے منعم خدا کے لیے رحم کر اس لیے کہ تیرے کوچہ کا فقیر

درِ دیگر نمیداند رہِ دیگر نمیگیرد
دوسرا دروازہ نہیں جانتا ہے اور دوسرا راستہ اختیار نہیں کرتا ہے

من از پیرِ مغاں دیدم کراماتِ مردانہ
میں نے پیرِ مغاں کی مردانہ کرامتیں دیکھیں

کہ ایں دلقِ ریائی را بجامے بر نمیگیرد
کہ اس ریائی گدڑی کو ایک جام کے بدلے قبول نہیں کرتا ہے

من ایں دلقِ مرقع را بخواہم سوختن روزے
میں اس پیوند لگی گدڑی کو ایک دن جلا دوں گا

کہ پیرِ میفروشانش بجامے بر نمیگیرد
اس لیے کہ شراب فروشوں کا پیر اس کو ایک جام کے بدلے میں نہیں لیتا ہے

من ایں آئینہ را روزے بدست آرم سکندروار
میں اس آئینہ کو سکندر کی طرح کسی دن حاصل کر لوں گا

اگر میگیرد ایں آتش زمانے ور نمیگیرد
اگر یہ آگ قبول کر لیتا ہے وہ ایک زمانہ تک، ورنہ اثر نہیں کرتی ہے

بیا اے ساقیِ گلرخ بیاور بادۂ رنگیں
اے گل رخ ساقی آ، رنگین شراب لا

کہ فکرے در درونِ ما ازیں بہتر نمیگیرد
اس لیے کہ اس سے بہتر کوئی فکر ہمارے اندر اثر نہیں کرتا ہے

بایں شعرِ تر و شیریں ز شاہنشہ عجب دارم
ان تر اور میٹھے شعروں کے باوجود مجھے بادشاہ پر تعجب ہے

کہ سر تا پائے حافظ را چرا در زر نمیگیرد
کہ حافظ کو سر سے پیر تک سونے میں کیوں نہیں مڑھتا ہے؟

دیدم بخواب خوش کہ بدستم پیالہ بود
میں نے ایک اچھے خواب میں دیکھا میرے ہاتھ میں پیالہ تھا

تعبیر رفت و کار بدولت حوالہ بود
تعبیر ظاہر ہو گئی اور کام خوش قسمتی کے حوالے تھا

چل سال رنج و غصہ کشیدیم و عاقبت
چالیس سال تک ہم نے رنج اور غصہ برداشت کیا اور انجام کار

تدبیرِ ما بدستِ شرابِ دوسالہ بود
ہماری تدبیر، دو سالہ شراب کے ہاتھ میں تھی

آں نافۂ مراد کہ میخواستم ز غیب
میں غیب سے جس نافۂ مشک کی مراد مانگتا تھا

در چینِ زلفِ آں بتِ مشکیں کلالہ بود
وہ اس مشکیں زلف بت کے گیسو کی شکن میں تھا

از دست بردہ بود وجودم خمارِ عشق
عشق کا خمار، میرے وجود کو ہاتھ سے چھین چکا تھا

دولت مساعد آمد و مے در پیالہ بود
خوش قسمتی مددگار بنی، اور شراب پیالے میں تھی

---

۱ شمع کے لئے خندہ اور گریہ اور آتشیں زبان ثابت ہی ہوتی ہے لیکن اس کی آتشیں زبان مجلس والوں کو متاثر نہیں کرتی ہے۔ اسی طرح میری فصاحت و بلاغت سے محبوب متاثر نہیں ہوتا ہے۔

۲ جب رندوں کے لئے خدا کی مشیت اور حکم کے مطابق رندی ہے تو ناصح کا روکنا خدائی حکم سے جنگ کرنا ہے۔

۳ دلِ عاشق وحشی ہرن ہے۔

۴ جب محبوب ہم سے بے نیاز ہے اور اس پر کوئی افسوں اثر نہیں کرتا ہے تو افسوں بیکار ہے۔

۵ گدڑی کو شراب کے بدلے قبول نہ کرنا ہی اس کی مردانہ کرامت ہے۔

۶ جبکہ یہ گدڑی اس قدر بیکار ہے اسکو جلا دوں گا۔

۷ خواب میں ہاتھ میں پیالہ دیکھنا خوش قسمتی کی علامت ہے۔

۸ چالیس سالہ رنج کو دو سالہ شراب دور کر دیتی ہے۔

۹ نافۂ مشک چین میں نہیں ہے بلکہ محبوب کی زلف کی شکن میں ہے۔

۱۰ قسمت نے ساتھ دیا، پیالہ میں شراب تھی ورنہ اضمحلال سے جان چلی جاتی۔

نالاں وداد خواہ بمیخانہ میروم — کانجا کشادِ کارِ من از آہ و نالہ بود
فریاد کرتے ہوئے انصاف کے لیے میخانہ میں جاتا ہوں — اس لئے کہ اس جگہ میرے کام کی کشادگی آہ و نالہ سے ہوتی تھی

خوں میخورم ولیک نہ جائے شکایت است — روزیِ ما ز خوانِ کرم ایں نوالہ بود
میں خون پیتا ہوں، لیکن شکایت کا موقع نہیں ہے — کرم کے دستر خوان سے ہماری روزی یہی نوالہ تھی

بر طرفِ گلشنم نظر افتاد وقتِ صبح — آں دم کہ کارِ مرغِ چمن آہ و نالہ بود
صبح کے وقت گلشن کے کنارے پر میری نظر پڑی — جبکہ چمن کے پرندہ کا کام آہ اور نالہ تھا

ہر گونہ کاشت مہر و ز خوبی گلے نچید — در رہگذارِ باد نگہبانِ لالہ بود
ہر وہ جس نے محبت کا بیج نہ بویا اور خوبی کا پھول نہ چنا — وہ ہوا کے راستہ میں لالہ کا نگہبان تھا

آتش فگند در دلِ مرغاں نسیمِ باغ — زاں داغِ سربمہر کہ در جانِ لالہ بود
باغ کی نسیم نے پرندوں کے دل میں آگ لگا دی — اس سربمہر داغ سے جو لالہ کے دل میں تھا

آں شاہِ تند حملہ کہ خورشیدِ شیرگیر — پیشش بروزِ معرکہ کمتر غزالہ بود
وہ سخت حملہ والا بادشاہ کہ شیر گیر آفتاب — لڑائی کے دن اس کے سامنے ہرن سے کمتر تھا

دیدم کہ شعرِ دلکشِ حافظ بمدحِ شاہ
ہم نے دیکھا کہ شاہ کی تعریف میں حافظ کے دلکش شعر
ہر بیت ازاں سفینہ بہ از صد رسالہ بود
اس دیوان کا ہر شعر سو سو رسالوں سے بہتر تھا

دمے با غم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد — بمے بفروش دلقِ ما کزیں بہتر نمی ارزد
تھوڑی دیر بھی غم میں بسر کرنا تمام دنیا کے بدلے مناسب نہیں — ہماری گدڑی شراب کے عوض بیچ دو کیونکہ اس سے بہتر قیمت کے لائق نہیں ہے

بکوئے مے فروشانش بجامے بر نمی گیرند — زہے سجادۂ تقویٰ کہ یک ساغر نمی ارزد
مے فروشوں کے کوچہ میں اس کو ایک جام کے بدلے بھی نہیں لیتے ہیں — سبحان اللہ تقویٰ کا کیا مصلیٰ ہے کہ ایک ساغر کے بھی لائق نہیں

شکوہِ تاجِ سلطانی کہ بیمِ جاں دراں درج است — کلاہِ دلکش است اما بدردِ سر نمی ارزد
شاہی تاج کا وہ دبدبہ جس میں جان کا خوف بھی ہے — دلکش ٹوپی ہے لیکن دردِ سر کے لائق نہیں

رقیبم سرزنشہا کرد کز ایں باب سر برتاب — چہ افتاد ایں سرِ ما را کہ خاکِ در نمی ارزد
رقیب نے مجھے جھڑکیاں دیں کہ اس در سے سر ہٹا لے — اس ہمارے سر کو کیا ہوا کہ دروازہ کی خاک کے لائق نہیں

ترا آں بہ کہ روئے خود ز مشتاقاں بپوشانی — کہ سودائے جہانداری غمِ لشکر نمی ارزد
تیرے لئے مناسب ہے کہ عاشقوں سے اپنا چہرہ چھپا لے — بادشاہت کا سودا لشکر کے غم کے لائق نہیں

بشو ایں نقشِ دلتنگی کہ در بازارِ یکرنگی — بنعمتہائے گوناگوں مئے احمر نمی ارزد
اس دل تنگی کے نقش کو دھو ڈال اس لئے کہ یکرنگی کے بازار میں — گوناگوں نعمتیں سرخ شراب کے بدلے کے لائق نہیں

دیار و یارِ مردم را مقید میکند ورنہ — چہ جائے پارس کایں محنت جہاں یکسر نمی ارزد
وطن اور معشوق انسانوں کو پابند کرتے ہیں ورنہ — فارس تو کیا یہ مصیبت پوری دنیا کے عوض کے لائق نہیں

بس آساں می نمود اول غمِ دریا ببوئے سود — غلط گفتم کہ ہر موجش بصد گوہر نمی ارزد
فائدہ کی بو کی وجہ سے ابتداء دریا کا خطرہ آسان معلوم ہوتا ہے — میں نے غلط کہا اس کی کوئی موج سو گوہر کے لائق نہیں

ے لالہ کا پھول ہوا کے معمولی جھونکے سے جھڑ جاتا ہے تو ہوا کا راستہ روکنا تاکہ لالہ کا پھول نہ جھڑے ناممکن اور بیکار بات ہے۔
ے نسیم نے چل کر لالہ کھلا دیا اور بلبلیں عشق کی آگ میں جلنے لگیں۔
ے خورشید کو [illegible] قرار دیا ہے۔
ے شاہ کی تعریف کی غزل کا ہر شعر سو سو رسالوں سے بہتر ہے۔
ے شاہ محمود دکنی کے بادشاہ نے حافظ کو بلایا حافظ جب کشتی میں سوار ہو کر چلے باد مخالف چل پڑی مجبور ہو کر سفر کا ارادہ ترک کر دیا اور یہ قصیدہ لکھ بھیجا یعنی پوری دنیا بھی ملے تو بھی تھوڑی دیر کے غم پر راضی نہ ہونا چاہیے گدڑی شراب میں بیچ دینے کے لائق ہے۔
ے تقویٰ کے مصلے کو ایک ساغر کے بدلے میں بھی نہیں خریدتے ہیں۔
ے تاج سلطانی اس قابل نہیں کہ اس کی وجہ سے تھوڑا سا بھی دردِ سر مول لیا جائے۔
ے مشتاقاں بمعنی لشکر ہیں یعنی [illegible] سلطنت حاصل ہے لیکن ان کا لشکر اگر دل میں گھر ہو تو سلطانی [illegible]

[illegible] ے یکرنگی یعنی گوناگوں نعمتوں کی قیمت ایک شراب کی بوتل بھی نہیں لگائی ہے۔ ے دیار اور یار انسان کو پابند کرتے ہیں [illegible] پوری دنیا کے بدلے میں بھی مناسب نہیں ہے۔

برو بگنج قناعت بکنج عافیت بنشیں — کہ یکدم تنگدل بودن بہ بحر و بر نمی ارزد
جا، صبر کا خزانہ تلاش کر، عافیت کے گوشہ میں بیٹھ — اس لیے کہ تھوڑی دیر کے لیے تنگدل ہونا سمندر اور خشکی کے برابر نہیں

چو حافظ در قناعت کوش و از دنیائے دوں بگذر
حافظ کی طرح قناعت میں کوشش کر اور کمینی دنیا سے گذر جا

کہ یک جو منتِ دوناں بصد من زر نمی ارزد
اس لیے کہ کمینوں کا ایک جو احسان سو من سونے کے لائق نہیں

دوستاں دخترِ رز توبہ ز مستوری کرد — شد بر محتسب و کار بدستوری کرد
اے دوستو! انگور کی بیٹی نے پردہ نشینی سے توبہ کی — محتسب کے پاس گئی، اور اجازت سے کام کیا

آمد از پردہ بہ مجلس عرقش پاک کنید — تا نگویند حریفاں کہ چرا دوری کرد
پردے سے نکل کر مجلس میں آئی، اس کا پسینہ پونچھو — تاکہ دوست یہ نہ کہیں کہ اس نے دوری کیوں اختیار کی

مژدگانی بدہ اے دل کہ دگر مطربِ عشق — راہِ مستانہ زد و چارۂ مخموری کرد
اے دل انعام دے کہ عشق کے مطرب نے پھر — مستانہ راہ چلی، اور اعضا شکنی کا علاج کیا

جائے آنست کہ در عقدِ وصالش گیرند — دخترِ رز کہ نہاں ایں ہمہ مستوری کرد
اس کا موقع ہے کہ عقدِ نکاح میں لے لیں — انگور کی بیٹی جس نے چھپ کر یہ سب حجاب کیا

نہ بہفت آب کہ رنگش بصد آتش نرود — آنچہ با خرقۂ زاہد مئے انگوری کرد
سات سمندروں سے نہیں بلکہ سو آگ سے بھی اس کا رنگ نہ جائے گا — جو کچھ کہ انگوری شراب نے زاہد کی گدڑی کے ساتھ کیا ہے

غنچۂ گلبنِ وصلم ز نسیمش بشگفت — مرغِ خوشخواں طرب از برگِ گلِ سوری کرد
میرے وصل کی شاخ کا غنچہ اس کی نسیم سے کھل گیا — عندلیب نے گلِ سوری کی پتی پر مستی کی

حافظ افتادگی از دست مدہ زانکہ حسود
حافظ! انکسار کو نہ چھوڑ اس لیے کہ حاسد نے

عرض و مال و دل و دیں در سرِ مغروری کرد
آبرو، مال، دل اور دین غرور کی نذر کر دیا

درختِ دوستی بنشاں کہ کامِ دل ببار آرد — نہالِ دشمنی برکن کہ رنج بیشمار آرد
دوستی کا درخت لگا، کیونکہ دل کا مقصد پھل لاتا ہے — دشمنی کا پودا اکھاڑ پھینک کیونکہ بیشمار تکلیفیں دیتا ہے

چو مہمانِ خراباتی بعشرت باش بارنداں — کہ دردِ سرکشی جاناں گرت مستی خمار آرد
جب تو خرابات کا مہمان ہے رندوں کے ساتھ عیش اڑا — اے جاناں اگر مستی نے خمار پیدا کیا تو تجھے دردِ سر ہو جائے گا

شبِ صحبت غنیمت داں و دادِ خوشدلی بستاں — بسے گردش کند گردوں بسے لیل و نہار آرد
ملاقات کی رات کو غنیمت سمجھ اور خوشدلی کی داد حاصل کر — آسمان بہت گردش کرے گا اور بہت سے رات اور دن لائے گا

عماری دارِ لیلیٰ را کہ مہر و ماہ در حکم ست — خدایا در دل اندازش کہ بر مجنوں گذار آرد
لیلیٰ کا شتربان جس کے قبضہ میں سورج اور چاند ہے — اے خدا اس کے دل میں ڈال دے کہ مجنوں کے پاس سے گذرے

بہارِ عمر خواہ اے دل وگرنہ ایں چمن ہر سال — چو نسریں صد گل آرد بار و چوں بلبل ہزار آرد
اے دل! عمر کی بہار چاہ ورنہ یہ چمن ہر سال — نسرین جیسے سو پھول کھلاتا ہے اور بلبل جیسے ہزار پیدا کرتا ہے

---

۱ شراب محتسب کی اجازت سے مٹکے کے پردے سے باہر نکل آئی۔
۲ اس کا پسینہ جلد پونچھو تاکہ دوست یہ نہ کہیں کہ پہلے دور تھی اب قریب آگر شرمارہی ہے اور پسینہ پسینہ ہو رہی ہے۔
۳ چونکہ مٹکے کے پردے میں چھپی تھی لہٰذا نکاح کے لائق ہے۔
۴ شراب کے دھبے گدڑی کو سات سمندر کے پانی میں دھونے سے تو درکنار سو بار آگ کی بھٹی سے بھی نہ جائیں گے۔
۵ حاسد سب کچھ غرور کی بناء پر تباہ ہوا تو انکساری نہ چھوڑ۔
۶ دوستی سے دل کا مدعا پورا ہوتا ہے دشمنی سے رنج و غم ملتا ہے۔
۷ رندوں کے ساتھ گذار ورنہ نشہ کے خمار سے دردِ سر ہو جائیگا۔
۸ عماری محمل کو کہتے ہیں چونکہ لیلیٰ از حد پر جمیل ہے جو چاند سورج سے کم نہیں ہے لہٰذا شتربان کے حکم میں چاند، سورج کو بتایا گیا ہے۔

خدا را چوں دلِ ریشم قرارے بست با زلفت
بخدا میرے زخمی دل نے تیری زلف سے ایک عہد باندھا ہے اس کیلئے

بفرما لعلِ نوشیں را کہ جاں را بر قرار آرد
شیریں لعل کو حکم دیجئے کہ جان کو برقرار رکھے

نزار افتادہ اے دل کز صدمن بارِ غم داری
اے دل تو بیکار ہو گیا ہے، سو من غم کا بوجھ رکھتا ہے

بر ویک جرعہ مے درکش کہ در حالت بکار آرد
جا ایک گھونٹ شراب پی لے کہ تجھے قائم کی حالت میں لے آئیگی

چنیں باغ ار خدا خواہد دریں پیرانہ سر حافظ
اگر خدا چاہے گا حافظ بڑھاپے میں اسی باغ میں

نشیند بر لبِ جوئے و سروے در کنار آرد
نہر کے کنارے پر بیٹھے گا، اور کسی سرو سے بغل گیر ہوگا

دوش از جنابِ آصف پیکِ بشارت آمد
کل جناب آصف کی طرف سے خوشخبری کا قاصد آیا

کز حضرتِ سلیماں عشرت اشارت آمد
کہ سلیمان کے دربار سے عیش و عشرت کا اشارہ ہو گیا

خاکِ وجودِ ما را از آبِ بادہ گِل کن
ہمارے وجود کی مٹی کو شراب کے پانی سے گوندھ

ویراں سرائے دل را گاہِ عمارت آمد
دل کی ویران سرائے کی تعمیر کا وقت آگیا

ایں شرحِ بے نہایت کز حسنِ یار گفتند
یہ بے انتہا تشریح جو انہوں نے یار کے حسن کی کی ہے

حرفیست کز ہزاراں اندر عبارت آمد
ہزاروں میں سے ایک حرف ہے جو عبارت میں آگیا

عیبم بپوش زنہار اے خرقۂ مے آلود
اے شراب آلود گدڑی ہرگز دیکھ! میرا عیب پوشی کر دے

کاں پاکدامن اینجا بہرِ زیارت آمد
اس لیے کہ وہ پاک دامن اس جگہ زیارت کے لیے آگیا

امروز جائے ہر کس پیدا شود ز خوباں
آج حسینوں میں سے ہر ایک کا مقام کھل جائے گا

کاں ماہِ مجلس آرا اندر صدارت آمد
اس لیے کہ وہ مجلس کو زینت دینے والا چاند صدارت کیلئے آگیا

بر تختِ جم کہ تاجش محرابِ آفتاب ست
جمشید کے تخت پر کہ جس کا تاج آفتاب کی محراب ہے

ہمت نگر کہ مورے با ایں حقارت آمد
ہمت تو دیکھو کہ ایک چیونٹی باوجود اس حقارت کے آگئی

از چشمِ شوخش اے دل ایمانِ خود نگہدار
اے دل اس کی شوخ آنکھ سے اپنے ایمان کو بچا

کاں جادوئے کماں کش بر عزمِ غارت آمد
اس لیے کہ وہ کمان کھینچنے والا جادو لوٹ مار کے ارادہ سے آگیا

دریاست مجلسِ شہ دریاب وقت و بشتاس
بادشاہ کی مجلس دریا ہے وقت کو غنیمت سمجھ اور پہچان لے

ہاں اے زیاں رسیدہ وقتِ تجارت آمد
ہاں اے نقصان اٹھائے ہوئے تجارت کا وقت آگیا

آلودۂ تو حافظ فیضے ز شاہ درخواہ
اے حافظ تو آلودہ ہے بادشاہ سے فیض چاہ

کاں عنصرِ سماحت بہرِ طہارت آمد
اس لیے کہ وہ سخاوت کی اصل، پاک کرنے کیلئے آگیا

در نمازم خمِ ابروئے تو چوں یاد آمد
نماز میں جب مجھے تیرے ابرو کا خم یاد آگیا

حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد
ایسی حالت ہو گئی کہ محراب فریاد کرنے لگی

از من اکنوں طمعِ صبر و دل و ہوش مدار
اب مجھ سے صبر اور دل و ہوش کی امید نہ رکھ

کاں تحمل کہ تو دیدی ہمہ برباد آمد
اس لیے کہ جو برداشت تو نے دیکھی تھی سب برباد ہو گئی

لے زلفوں میں مبتلا ہو کر
دل بیکار ہو جاتا ہے۔
لے شراب کے گھونٹ
سے غم دور کر کے حالت کو
سکون آمد بنایا جائے۔
لے حافظ بڑھاپے میں
عیش و عشرت کی
زندگی گزارے گا۔
لے آصف بن برخیاہ
حضرت سلیمان کے وزیر
کا نام ہے۔
لے دل کی تعمیر کا وقت
آگیا ہے لہٰذا وجود کی مٹی
شراب سے گوندھ کر
تیار کرو۔
لے محبوب
کی تعریف
میں جو کچھ کہا گیا
ہے یہ ہزاروں میں سے ایک ہے
لے سنگی عیب پوشی
شراب آلود گدڑی ہی
کر سکتی ہے
لے مجلس میں چاند محبوب
صدر نشینی کیلئے حسینوں
کو اپنا چاند معلوم ہو جائیگا
لے جنت مرد تسخیر کرنے
کا آسمان پر جا سکتی ہیں
لے حسب اس سے جاتے ہیں
چاہو سرکی نکال عامہ
اپنا نقصان پورا کرو۔
لے میری بے تابی کو دیکھ کر
محراب بھی فریاد کرنے لگی۔

بادۂ صافی شد و مرغانِ چمن مست شدند
شراب صاف ہو گئی اور چمن کے پرندے مست ہو گئے
موسمِ عاشقی و کار بہ بنیاد آمد
عاشقی کا موسم ہے اور کام مضبوط ہو گیا

بوئے بہبود ز اوضاعِ جہاں می‌شنوم
میں زمانہ سے بہبودی کی خوشبو سونگھ رہا ہوں
شادی آورد گل و بادِ صبا شاد آمد
پھول خوشی لایا ہے اور بادِ صبا خوش ہو کر آئی ہے

اے عروسِ ہنر از دہر شکایت منمای
اے ہنر کی دلہن! زمانہ کی شکایت نہ کر
حجلۂ حسن بیارائے کہ داماد آمد
حسن کا چھپرکھٹ سجا کر شوہر آ گیا

بر زلیخا ستم اے یوسفِ مصری مپسند
اے مصری یوسف زلیخا پر ظلم پسند نہ کر
زانکہ از عشق بر و اینہمہ بیداد آمد
اس لیے کہ اس پر عشق ہی کی وجہ سے یہ سب ظلم ہوئے

دلفریبانِ نباتی ہمہ زیور بستند
سب نباتی دلفریبوں نے زیور پہن لیا ہے
دلبرِ ماست کہ با حسنِ خداداد آمد
ہمارا معشوق ہے کہ خداداد حسن کے ساتھ آیا

زیرِ بارند درختاں کہ تعلق دارند
جو درخت تعلق رکھتے ہیں، وہ زیر بار ہیں
اے خوشا سرو کہ از بندِ غم آزاد آمد
وہ سرو کیا اچھا ہے جو غم کی قید سے آزاد ہے

مطرب از گفتۂ حافظ غزلے نغز بخواں
اے مطرب حافظ کے کلام میں سے کوئی عمدہ غزل گا
تا بگویم کہ ز عہدِ طربم یاد آمد
تاکہ میں کہوں، کہ مجھے مستی کا زمانہ یاد آ گیا

دلے کہ غیب نمایست و جامِ جم دارد
وہ دل جو غیب نما ہے، اور جامِ جمشید رکھتا ہے
ز خاتمے کہ ازو گم شود چہ غم دارد
اس انگوٹھی سے جو اس سے گم ہو جائے کیا غم کرتا ہے!

بخط و خالِ گدایاں مدہ خزینۂ دل
دل کا خزانہ فقیروں کے خط و خال کو نہ دے
بدستِ شاہ وشے دہ کہ محترم دارد
بادشاہ جیسے کے ہاتھ میں دے کہ عزت سے رکھے

نہ ہر درخت تحمل کند جفائے خزاں
ہر درخت خزاں کے ظلم کو برداشت نہیں کرتا
غلامِ ہمتِ سروم کہ ایں قدم دارد
میں سرو کی ہمت کا غلام ہوں کہ یہ ثابت قدمی رکھتا ہے

رسید موسمِ آں کز طرب چو نرگسِ مست
اس کا موسم آ گیا کہ خوشی سے مست نرگس کی طرح
نہد بپائے قدح ہر کہ شش درم دارد
پیالے کے قدموں پر ڈال دے جو بھی چھ درہم رکھے

زر از بہائے مے اکنوں چو گل دریغ مدار
اب پھول کی طرح ہو کے شراب کی قیمت ادا کرنے سے نہ بچا
کہ عقلِ کل بصدت عیب متہم دارد
کہ عقلِ کل، تجھے سو عیب سے متہم کرے

ز سرِ غیب کس آگاہ نیست قصہ مخواں
غیب کے راز سے کوئی باخبر نہیں ہے قصے مت سنا
کدام محرمِ دل رہ دریں حرم دارد
دل کے کون سے محرم کو، اس حرم کا راستہ ملا ہے

دلم کہ لاف تجرد زدے کنوں صد شغل
میرا وہ دل جو بے تعلقی کی ڈینگیں مارتا تھا اب سو شغل
ببوئے زلفِ تو با بادِ صبحدم دارد
تیری زلف کی خوشبو کی وجہ سے صبح کی ہوا کے ساتھ رکھتا ہے

مراد دل ز کہ جویم کہ نیست دلدارے
میں دل کی مراد کس سے چاہوں کوئی دلدار نہیں ہے
کہ جلوۂ نظر و شیوۂ کرم دارد
جو نگاہ کا جلوہ، اور کرم کی عادت رکھتا ہو

[1] موسمِ بہار آ گیا اب ہر طبیعت عشق اور مستی کی متقاضی ہے۔
[2] موسمِ بہار کی وجہ سے جہان میں چہل پہل ہے۔
[3] اب ہنر کی قدر دانی کا زمانہ آ گیا ہے۔
[4] سب درختوں نے پھولوں کے زیورات پہن لیے ہیں ہمارا معشوق خداداد حسن کی وجہ سے زیور کی آرائش سے بے نیاز ہے۔
[5] حضرت سلیمان کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کے اثرات سے وہ جن و انس اور حیوانات وغیرہ پر حکومت کرتے تھے۔ جس کو صخر نامی دیو چرا کر لے گیا تو وہ پریشان ہو گئے تھے۔
[6] سرو کا درخت موسمِ خزاں سے متاثر نہیں ہوتا ہے۔
[7] مستی کا موسم آ گیا ہر شخص اپنا سب کچھ شراب نوشی پر خرچ کر ڈالنے کو آمادہ ہے۔
[8] موسمِ بہار میں جب پھول کھلتے ہیں تو اس کا زیرہ جھڑتا ہے جس کو زرِ گل کہا جاتا ہے عقلِ کل، عقلِ فعال اور حضرت جبرئیل کو کہا جاتا ہے۔
[9] عالم سے بے تعلقی محض زبانی دعویٰ تھا اب ہر وقت ہوا صبا سے تعلق ہے۔

ز جیبِ خرقۂ حافظ چہ طرف بتواں بست
حافظ کے جبے کے گریباں سے کیا علاقہ رکھا جا سکتا ہے!

کہ ما صمد طلبیدیم و او صنم دارد
اس لئے کہ ہم نے صمد طلب کیا اور وہ صنم رکھتا ہے

دست از طلب ندارم تا کامِ من برآید
میں طلب سے دست بردار نہیں ہوں گا جب تک کہ مقصد پورا نہ ہو

یا جاں رسد بجاناں یا جاں زتن برآید
یا جان جاناں تک پہنچے یا جان جسم سے نکل جائے

بکشائے تربتم را بعد از وفات و بنگر
مرنے کے بعد میری قبر کھول اور دیکھ

کز آتشِ درونم دود از کفن برآید
کہ میری اندرونی آگ کی وجہ سے کفن سے دھواں نکل رہا ہے

بنمائے رُخ کہ خلقے والہ شوند و حیراں
رخ دکھا دے کہ لوگ دیوانے اور حیران ہو جائیں

بکشائے لب کہ فریاد از مرد و زن برآید
ہونٹ ہلا تاکہ مرد و زن فریاد کریں

جاں بر لب ست و حسرت در دل کہ از لبانش
جان ہونٹوں پر ہے اور حسرت دل میں کہ اس کے ہونٹوں سے

نگرفتہ ہیچ کامے جاں از بدن برآید
کوئی مقصد پورا کیے بغیر جسم سے جان نکلتی ہے

از حسرتِ دہانت جانم بہ تنگ آمد
تیرے منہ کی حسرت سے میری جان تنگ آگئی ہے

خود کامِ تنگدستاں کے زاں دہن برآید
تنگدستوں کا مقصد اس منہ سے کب پورا ہوگا

گفتم بخویش گردے برگیر دل دلم گفت
میں نے اپنے آپ سے کہا کہ اس سے دل ہٹا لے میرا دل بولا

کارے ست ایں کہ با خویشتن برآید
یہ کام کر سکتا ہے جس کو اپنے اوپر قابو ہو

ہر یک شکن ز زلفت پنجاہ شست دارد
تیری زلف کی ہر شکن پچاس حلقے رکھتی ہے

چوں ایں دلِ شکستہ باآں شکن برآید
یہ ٹوٹا ہوا دل اس شکن سے کس طرح نکلے

بر بوئے آنکہ در باغ آید گلے چو رویت
اس امید پر کہ باغ میں تیرے چہرے جیسا کوئی پھول کھلے

آید نسیم و ہر دم گردِ چمن برآید
نسیم آتی ہے اور ہر وقت چمن میں چاروں طرف چکر کاٹتی ہے

ہر دم چو بیوفایاں نتواں گرفت یارے
بیوفاؤں کی طرح ہر وقت ایک نیا دوست نہیں بنایا جا سکتا

ماییم و آستانش تا جاں زتن برآید
ہم ہیں اور اس کی چوکھٹ جب تک جسم سے جان نکلے

برخیز تا چمن را از قامت و میانت
اٹھ تاکہ چمن کے لئے تیرے قد اور کمر سے

ہم سرو در بر آید ہم نارون برآید
سرو بھی بغل میں آئے اور نارون بھی مل جائے

گویند ذکرِ خیرش در خیلِ عشقبازاں
اس کا ذکر خیر عشق بازوں کے گروہ میں کرتے ہیں

ہر جا کہ نامِ حافظ در انجمن برآید
انجمن میں جس جگہ حافظ کا نام آتا ہے

در ازل ہر کو بفیضِ دولت ارزانی بود
جس کو ازل میں دولت کا فیض عنایت ہوتا ہے

تا ابد جامِ مرادش ہمدمِ جانی بود
ابد تک اس کی مراد کا جام اس کی جان کا ساتھی ہوتا ہے

من ہماں ساعت کہ از مے خواستم شد توبہ کار
میں نے اسی گھڑی جبکہ میں نے شراب سے توبہ کرنی چاہی تھی

گفتم ایں شاخ ار دہد بارے پشیمانی بود
کہا تھا کہ اگر یہ شاخ کوئی پھل دے گی تو وہ پشیمانی ہوگی

۱ جیب گریباں یعنی اس کے دل میں خدا نہیں بلکہ صنم بیٹھا ہے
۲ یا تو وصل ہی حاصل ہو یا موت آ جائے۔
۳ مرنے کے بعد بھی عشق کی آگ نہیں بجھی۔
۴ محبوب کے وصل ... جان نکل رہی ہے
۵ اس کے دہن سے لطف اندوز جب ہوتے جبکہ کوئی سرمایہ ہمارے پاس ہوتا۔
۶ شکار کمزور اور جال ایسا سخت تو بھاگنے کی کوئی صورت نہیں ہے
۷ بو صبا معشوق کی جستجو میں باغ کے چکر کاٹ رہی ہے۔
۸ محبوب کا قد سرو ہے۔ کمر نارون، جو ایک قسم کا انار ہے جس کو گلنار بھی کہتے ہیں۔
۹ حافظ کا نام آتے ہی لوگ اس کو عشقبازوں میں گنتے ہیں۔
۱۰ جس کو ازل میں خوش قسمتی سے فیض حاصل ہو گیا ہے وہ ہمیشہ جام بکف رہے گا۔
۱۱ شاخ توبہ پہ شرمندگی ہوگی توبہ پر قائم نہ رہا جائے گا!

خود گرفتم کافگنم سجادہ چوں سوسن بدوش
میں نے ... تما سوسن کی طرح مصلّٰی کاندھے پر ڈالوں گا
ہمچو گل بر خرقہ رنگ مے مسلمانی بود
کیا گدڑی پر پھول کی طرح شراب کے دھبے مسلمانی ہوگی

خلوتِ ما را فروغ از عکسِ جامِ بادہ باد
ہماری خلوت کا نور شراب کے جام کے عکس سے رہے
زانکہ کنجِ اہلِ دل بایدکہ نورانی بود
اس لیے کہ اہلِ دل کا گوشہ نورانی ہونا چاہیے

بے چراغ جام در خلوت نمی آرم نشست
میں جام کے چراغ بغیر خلوت میں نہیں بیٹھ سکتا
وقتِ گل مستورئ مستاں ز نادانی بود
پھول کے موسم میں مستوں کی پردہ گوری نادانی ہوگی

مجلسِ انس و بہار و بحثِ عشق اندر میاں
محبت اور بہار کی مجلس، اور اس میں عشق کی بحث
جام مے نگرفتن از جاناں گراں جانی بود
محبوب سے شراب کا جام نہ لینا کاہلی ہوگی

ہمتِ عالی طلب جام مرصع گو مباش
بلند ہمت کر چاہ، خواہ جڑاؤ جام نہ ہو
رندرا آب عنب یاقوتِ رمّانی بود
رند کے لیے انگور کا پانی رمانی یاقوت ہوتا ہے

نیکنامی خواہی اے دل بابداں صحبت مکن
اے دل اگر تو نیکنامی چاہتا ہے بروں کی صحبت اختیار نہ کر
خود پسندی جانِ من برہانِ نادانی بود
اے میری جان! تکبر نادانی کی دلیل ہے

گرچہ بے ساماں نماید کارِ ما سہلش مبیں
اگرچہ ہمارا کام بے سروساماں نظر آتا ہے اس کو آسان نہ سمجھ
کاندریں کشور گدائی رشکِ سلطانی بود
اس لیے کہ اس ملک میں فقیری بادشاہت کا رشک ہے

خوش بود خلوت ہم اے صوفی ولیکن گر درو
اے صوفی خلوت بھی اچھی چیز ہے لیکن اگر اس میں
بادہ ریحانی و ساقی مستِ ریحانی بود
ریحانی شراب اور ریحانی شراب سے مست ساقی ہو

دی عزیزے گفت حافظ میخورد پنہاں شراب
کل ایک دوست نے کہا حافظ چھپ کر شراب پیتا ہے
اے عزیزِ من گنہ آں بہ کہ پنہانی بود
اے میرے عزیز گناہ وہی اچھا ہے جو چھپ کر ہو

دلم بے جمالت صفائے ندارد
میرا دل تیرے جمال بغیر کوئی صفائی نہیں رکھتا
چو بیگانہ کاآشنائے ندارد
ایسے بیگانہ کی طرح جو کوئی آشنا نہ رکھتا ہو

متاعِ دلِ پاکِ مشتاقِ مسکیں
مسکین عاشق کے پاک دل کی پونجی
ببازارِ حسنش بہائے ندارد
اس کے حسن کے بازار میں کوئی قیمت نہیں رکھتی ہے

دلا جام و ساقیِ گلرخ طلب کن
اے دل جام اور گل رخ ساقی ڈھونڈ
کہ چوں گل زمانہ بقائے ندارد
اس لیے کہ پھول کی طرح زمانہ کو بھی بقا نہیں ہے

اگرچہ دلم رفت لیکن غمش نیست
اگرچہ میرا دل چلا گیا، لیکن اس کی کوئی فکر نہیں
بجز آں خمِ زلف جائے ندارد
اس لیے کہ اس زلف کے پیچ کے سوا اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں

ازیں سینۂ تنگ ترسم کہ تیرش
میں اس تنگ سینے سے ڈرتا ہوں کہ اس پر تیر
رود جائے وانگہ دوائے ندارد
ایسی جگہ جا لگے، کہ پھر اس کی کوئی دوا نہ ہو

ہمہ چیز دارد دلآرام لیکن
محبوب سب کچھ رکھتا ہے لیکن
دریغا کہ با ما وفائے ندارد
افسوس! کہ ہمارے ساتھ وفا نہیں رکھتا ہے

۱ سوسن کے درخت پر جب پھول کھلتے ہیں تو ایسی معلوم ہوتی ہے کہ وسمتی کا مصلّٰی پڑا ہوتا ہے۔ یعنی مصلے کو کاندھے پر ڈالنا بیشک مسلمانی کی علامت ہے لیکن شراب کے دھبوں کا کیا ہوگا۔
۲ خلوت میں جام کے عکس سے ہی نور پیدا کیا جا سکتا ہے۔
۳ صحبت شراب نوشی کے جملہ اسباب مہیا ہیں تو دوست کے ہاتھ سے شراب نہ پینا کاہلی ہے۔
۴ سرخ یاقوت کی قسموں میں سے ایک رمانی کہلاتی ہے۔
۵ اگرچہ ہمارے پاس ساز و سامان نہیں ہے لیکن ہماری فقیری بادشاہوں کے لئے قابلِ رشک ہے۔
۶ ریحانی شراب کہلاتی ہے جس میں خوشبودار پھول ملے گئے ہوں۔
۷ محبت چاہیئے گے ۸ معشوق کی زلف سے اس کو باندھ کے آئیں گے۔
۹ مجھ کو میرا سینہ تنگ ہے اس لئے ڈر ہے کہ تیر
پھر ایسی جگہ دو آ لگے جس کا علاج بھی نہ ہو سکے۔ ۱۰ محبوب میں سب ہی خوبیاں ہیں لیکن وفاداری نہیں ہے۔

چو ماہ است روشن کہ بے مہرِ رویش
چاند کی طرح روشن ہے کہ اس کے چہرے کے آفتاب کے بغیر

دل و جانِ حافظ صفائے ندارد
حافظ کی جان اور دل کوئی نور نہیں رکھتا ہے

دل شوقِ لبت مدام دارد
دل کو، ہمیشہ تیرے لب کا شوق لگا رہتا ہے

یارب زلبت چہ کام دارد
اے خدا تیرے لب سے اس کا کیا مقصد ہے؟

جاں شربتِ مہر و بادۂ شوق
جان، محبت کا شربت، اور شوق کی شراب

در ساغرِ دل مدام دارد
دل کے ساغر میں ہمیشہ رکھتی ہے

شوریدۂ زلفِ یار دائم
یار کی زلف کا دیوانہ، ہمیشہ

در دامِ بلا مقام دارد
مصیبت کے جال میں مقام رکھتا ہے

آخر نرسد کہ باز پرسیم
کیا ہمیں یہ حق بھی نہیں پہونچتا کہ ہم پھر دریافت کرلیں

کاں دلبرِ ما چہ نام دارد
کہ ہمارے اس دلبر کا کیا نام ہے؟

با یار کجا نشیند آں کو
دوست کے ساتھ، وہ کہاں بیٹھ سکتا ہے جس کو

اندیشۂ خاص و عام دارد
خواص، اور عوام کی فکر ہو

خرم دلِ آں کسے کہ صحبت
اس کا دل خوش ہے، جو صحبت

با یار علی الدّوام دارد
دوست کے ساتھ ہمیشہ رکھے

تا صید کند دلے بشوخی
تاکہ شوخی سے کسی بے دل کو شکار بنائے

بر گل ز بنفشہ دام دارد
پھول پر، بنفشہ کا جال رکھتا ہے

حافظ چو دمے خوش ست مجلس
چونکہ تھوڑی دیر کے لئے بھی مجلس جمنا اچھا ہے اسلئے حافظ

اسبابِ طرب تمام دارد
مستی کے تمام سامان تیار رکھتا ہے

دلم ز رنجِ فراواں دمے نیاساید
میرا دل بہت زیادہ رنج کی وجہ سے تھوڑی دیر بھی آرام نہیں پاتا

تنم ز اندۂ دوری ہمی بفرساید
میرا جسم، دوری کے رنج سے گھسا جاتا ہے

بخارِ حسرت اگر پر شود دلِ خرم
حسرت کے ابخرات اگر بھر جاتے ہیں اے خوش دل!

ز دیدگاں نمِ بارانِ غم فرود آید
تو آنکھوں سے غم کی بارش کی نمی گرتی ہے

ز بس غمے کہ بدیدم چناں شدم کہ مرا
زیادہ غموں کی وجہ سے جو میں نے دیکھے میں ایسا ہوگیا ہوں کہ مجھے

نسیم صبح بیکدم ز جائے بربائید
صبح کی ہوا ایک دم جگہ سے اڑا لے جائے

زمانہ جوید و ہر جا کہ فتنۂ باشد
زمانہ تلاش کرتا ہے اور جس جگہ بھی کوئی فتنہ ہوتا ہے

چو نو عروس بچشمِ منش بیاراید
میری نگاہ میں، دلہن کی طرح اس کو سنوارتا ہے

دو چشمِ من رخِ من زرد دید نتوانست
میری دو آنکھیں میرے رخ کو زرد نہ دیکھ سکیں

ازاں بخونِ دلم دمبدم بیندائید
اسی وجہ سے ہر وقت میرے دل کے خون سے لیپتی گیا

ے حافظ کا ... ہے کہ
محبوب کے چہرہ سے
چاند میں روشنی سورج
سے ہی آتی ہے۔

ے محبوب کی زلف
کا دیوانہ ہمیشہ مصیبت
میں ہے۔

ے ہمیں یہ تو حق ہے
کہ ہم محبوب کا نام پوچھ
لیں۔

ے محبوب کی صحبت
تو وہی اختیار کرسکتا
ہے جو تمام انسانوں
سے تعلق ہو۔

ے گل سے چہرہ اور
بنفشہ سے زلف
مراد ہے۔

ے دل رنج
سے بے چین
ہے جسم
فراق کے
دکھ سے گھل رہا ہے

ے زمین سے ابخرات
اٹھتے ہیں وہی آسمان
سے بشکل بارش برستے ہیں

ے اتنا ہلکا ہوگیا ہوں
کہ ہوا اڑا لیجائے۔

ے زمانہ کا آسمان آید
زرہ پر بگیرہ قضا باشد
بند ہی نار سیدہ می پرسد
خانہ انوری کجا باشد

ے میری آنکھیں چونکہ
میرے چہرہ کو زرد
دیکھنا پسند نہیں کرتی ہیں
اس لیے خون کے آنسوؤں
سے اس کو لیپ دیتی
ہیں۔

کہ گر نگہ کنم در روئے زرد بدخواہے
تاکہ اگر کوئی بدخواہ میرا زرد چہرہ دیکھے

بچشم او رخِ من زرد رنگ ننماید
مجھ انشاءٔ اس کی نگاہ کو زرد رنگ نہ دکھائی دے

اگر ز نالہ کنم گو بدم چہ حاجت حالست
اگر میں نہیں سنتا ہوں اسے تعجب ہے بھلا کیا ضرورت ہے؟

وگر بہ موے سر ایم بہ پیچ و تاب آید
اگر سنتا ہوں پیچ و تاب کھاتا ہے

غمیں مباش چو حافظ کرحی جاویداں
حافظ کی طرح غمگین نہ ہو اس لئے کہ ہمیشہ زندہ رہنے والا

درے نہ بند کند تا دگرے نہ بکشاید
کوئی دروازہ بند نہیں کرتا جب تک دوسرا نہیں کھولتا ہے

رُو بر رہش نہادم و بر من گذر نکرد
میں نے اس کے راستے پہ چہرہ رکھ دیا مگر وہ میرے پاس سے نہ گذرا

صد لطف چشم داشتم و یک نظر نکرد
مجھے سو مہربانیوں کی توقع تھی اس نے ایک بار بھی نہ دیکھا

سیلِ سرشک ما ز دلش کیں بدر نبرد
ہمارے آنسوؤں کے سیلاب نے اس کے دل سے کینہ کو نہ نکالا

در سنگِ خارہ قطرۂ باراں اثر نکرد
سنگ خارہ میں بارش کے قطرے نے اثر نہ کیا

ماہی و مرغِ دوش نخفت از فغانِ من
کل شب میری فریاد سے مچھلیاں اور پرندے نہ سوئے

واں شوخ دیدہ بیں کہ سر از خواب بر نکرد
اُس شوخ چشم کو دیکھ کر نیند سے سر نہ ابھارا

میخواستم کہ میرمش اندر قدم چو شمع
میں چاہتا تھا کہ اس کے قدموں پر شمع کی طرح جان دے دوں

او خود گذر بمن چو نسیم سحر نکرد
اس نے میرے پاس سے نسیم سحر کی طرح گذر نہ کیا

یا رب تو آں جوانِ دلاور نگاہ دار
اے خدا تو اس بہادر جوان کی حفاظت کر

کز تیر آہ گوشہ نشیناں حذر نکرد
جس نے گوشہ نشینوں کی آہ کے تیر سے پرہیز نہ کیا

جاناں کدام سنگدلِ بے کفایت ست
اے محبوب اکون سنگدل، بے سلیقہ ہے

کو پیشِ زخمِ تیغ تو جاں را سپر نکرد
کہ جس نے تیری تلوار کے زخم کے سامنے جان کو ڈھال نہ بنایا

شوخی نگر کہ مرغِ دلِ بال و پر کباب
شوخی دیکھ، کہ مرغِ دل جس کے بال اور پر کباب ہو چکے ہیں

سودائے خامِ عاشقی از سر بدر نکرد
عاشقی کے خام جنون کو اس نے سر سے نہ نکالا

حافظ حدیثِ عشقِ تو از بسکہ دلکش ست
اے حافظ تیرے عشق کی کہانی بہت زیادہ دلچسپ ہے

نشنید کس کہ از سرِ رغبت زبر نکرد
کسی ایسے شخص نے نہیں سنا جس نے رغبت سے یاد نہ کیا ہو

راہے بزن کہ آہے بر سازِ آں تواں زد
کوئی ساز چھیڑ، جس کے نغمے پر آہ کھینچا جا سکے

شعرے بخواں کہ با او رطلِ گراں تواں زد
کوئی شعر پڑھ، جس پر بڑا جھل پیالہ پیا جا سکے

بر آستانِ جاناں گر سر تواں نہادن
اگر معشوق کے در پر سر دھرا جا سکے

گلبانگِ سر بلندی بر آسماں تواں زد
سربلندی کا نعرہ آسمان تک پہنچایا جا سکتا ہے

در خانقہ نگنجد اسرارِ عشق و مستی
عشق اور مستی کے راز خانقاہ میں نہیں سما سکتے

جامِ مئے مغانہ ہم با مغاں تواں زد
مغوں کی شراب کا جام مغوں کے ساتھ ہی پیا جا سکتا ہے

ا ۲ شعیں میرے چہرے پر خون اس لیے نہیں بہا رہی ہیں تاکہ دشمن میری زرد روئی دیکھ کر خوش نہ ہو سکے۔
۲ محبوب کے راستہ پر ہم سر دھرے ہوئے تھے لیکن وہ وہاں سے نہ گذرا۔
۳ سیلاب پہاڑ کو دھو ڈالتا ہے لیکن ہمارے آنسوؤں کا سیلاب اس کے کینہ کو نہ دھو سکا۔
۴ ہمارے نالہ و فریاد نے حیوانات تک کی نیند حرام کر دی لیکن محبوب آرام سے سوتا رہا۔
۵ شمع نسیم سحری سے بجھ جاتی ہے، گویا شمع نسیم کے قدموں پر جان دیدیتی ہے۔
۶ آہیں اثر کرتی ہیں لیکن وہ پرواہ نہیں کرتا خدا اس کی حفاظت کرے۔
۷ نغمہ پر آہ کھینچی جا سکتی ہے
۸ محبوب کے آستانہ پر سر دھرنا بڑے فخر کی بات ہے
۹ اہل خانقاہ اسرار عشق کو نہیں سمجھ سکتے ہیں ہر کام واقف کار لوگوں کے ساتھ ہونا چاہیے۔

شد رہزنِ سلامت زلفِ تو وِیں عجب نیست
تیری زلف سلامتی کی راہزن ہو گئی اور یہ تعجب کی بات نہیں

گر راہزن تو باشی صد کارواں تواں زد
اگر راہزن تو ہو تو سو قافلے لوٹے جا سکتے ہیں

گر دولتِ وصالت خواہد درے کشودن
اگر تیرے وصال کی دولت، دروازہ کھولنا چاہے

سرہا بایں تخیل بر آستاں تواں زد
اس تخیل سے بہت سے سر چوکھٹ پر مارے جا سکتے ہیں

قدِ خمیدۂ ما سہلت نماید اما
ہمارا کبڑا قد تجھے حقیر نظر آتا ہے لیکن

بر چشمِ دشمنانت تیر از کماں تواں زد
تیرے دشمنوں کی آنکھوں پر کمان سے تیر مارا جا سکتا ہے

از شرم در حجابم ساقی تلطفے کن
شرم کی وجہ سے پردے میں ہوں، ساقی مہربانی کر

باشد کہ بوسہ چند بر آں دہاں تواں زد
ہو سکتا ہے اس دہن کے چند بوسے لیے جا سکیں

بر جوئبارِ چشمم گر سایہ افگند دوست
میری آنکھوں کی نہر پر، اگر دوست سایہ ڈالے

بر خاکِ رہگذارش آبِ رواں تواں زد
اس کے راستہ کی خاک پر بہتا پانی چھڑکا جا سکتا ہے

درویش را نباشد منزل سرائے سلطاں
فقیر کو بادشاہ کی منزل سرائے حاصل نہیں ہوتی ہے

ما ئیم و کہنہ دلقے کاتش در آں تواں زد
ہم ہیں اور پرانی گدڑی کہ اس میں آگ لگائی جا سکتی ہے

اہلِ نظر دو عالم در یک نظر ببازند
اہل نظر دونوں جہان کو ایک نظر میں ہار دیتے ہیں

عشق ست و داوِ اول بر نقدِ جاں تواں زد
عشق ہے اور پہلی بازی نقد جان پر لگائی جا سکتی ہے

با عقل و فہم و دانش دادِ سخن تواں داد
عقل اور سمجھ اور دانش سے سخن کی داد دی جا سکتی ہے

چوں جمع شد معانی گوئے بیاں تواں زد
جب معانی جمع ہو جائیں، بیان کی گیند جیتی جا سکتی ہے

عشق و شباب و رندی مجموعۂ مراد ست
عشق اور جوانی اور رندی، تمنا کا مجموعہ ہے

ساقی بیا کہ جامے در ایں زماں تواں زد
اے ساقی آ جا اس زمانہ میں ایک جام پیا جا سکتا ہے

بر عزمِ کامرانی فالے بزن چو دانی
اگر تو جانتا ہے کامیابی کے ارادہ پر فال نکال

باشد کہ گوئے دولت در ایں میاں تواں زد
ہو سکتا ہے کہ خوش قسمتی کی گیند اس درمیان میں جیت لی جائے

حافظ بحقِ قرآں کز زرق و شید باز آ
حافظ تجھے قرآن کے حق کی قسم ہے، مکر و فریب سے باز آ جا

باشد کہ گوئے عیشے در ایں میاں تواں زد
ہو سکتا ہے کہ عیش کی گیند اس درمیان میں جیت لی جائے

روزِ وصلِ دوستداراں یاد باد
دوستوں کے وصل کا دن، یاد ہے

یاد باد آں روزگاراں یاد باد
یاد رہے، وہ زمانہ یاد رہے

ایں زماں در کس وفاداری نماند
اس زمانہ میں کسی میں وفاداری نہیں رہی

زاں وفاداراں و یاراں یاد باد
ان وفاداروں اور یاروں کی یاد رہے

کامم از تلخیٔ غم چوں زہر گشت
غم کی تلخی سے، میرا حلق زہر جیسا ہو گیا ہے

بانگِ نوشِ بادہ خواراں یاد باد
شراب نوشوں کے [illegible] کی آواز یاد رہے

من کہ در تدبیرِ غم بیچارہ ام
میں، جو غم کی تدبیر سے ناچار رہوں

چارۂ آں غمگساراں یاد باد
ان غمگساروں کی، چارہ سازی یاد رہے

گرچہ یاراں فارغ اند از یادِ من — از منِ ایشاں را ہزاراں یاد باد
اگرچہ دوست، میری یاد سے خالی ہیں — میری جانب سے ان کی ہزاروں بار یاد رہے

مبتلا گشتم دریں دامِ بلا — کوششِ آں حق گذاراں یاد باد
میں اس مصیبت کے جال میں، پھنس گیا ہوں — ان حق ادا کرنے والوں کی کوشش یاد رہے

گرچہ صد رود ست در چشمم رواں — زنده رودِ باغ کاراں یاد باد
اگرچہ میری آنکھوں میں سو نہریں جاری ہیں — باغ کاراں کی زندہ رود، یاد رہے

زاں سرِ زلف و رخِ گلفامِ او — روز و شب اے گلعذاراں یاد باد
اس زلف، اور اس کے پھول جیسے رخ کی — اے معشوقو! دن رات یاد رہنی چاہیے

رازِ حافظ بعد ازیں ناگفتہ بہ
حافظ کا راز، اس کے بعد نہ کہنا بہتر ہے
اے دریغ از رازداراں یاد باد
ہائے افسوس! راز داروں کی یاد رہنی چاہیے

رسید مژده که ایامِ غم نخواہد ماند — چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند
خوشخبری پہونچی ہے کہ غم کا زمانہ نہ رہے گا — ویسا بھی نہیں رہا، ایسا بھی نہ رہے گا

من ارچہ در نظرِ یار خاکسار شدم — رقیب نیز چنیں محترم نخواہد ماند
یار کی نظر میں، اگرچہ میں ذلیل ہو گیا ہوں — رقیب بھی، اس طرح باعزت نہ رہے گا

چو پرده دار بشمشیر میزند ہمہ را — کسے مقیمِ حریمِ حرم نخواہد ماند
پردہ نشیں، جبکہ سب کو تلوار سے مارتا ہے — کوئی بھی حرم کے احاطہ میں، مقیم نہ رہے گا

توانگرا دلِ درویشِ خود بدست آور — کہ مخزنِ زر و گنجِ درم نخواہد ماند
اے مالدار! اپنے فقیر کا دل ہاتھ میں لے — سونے کا خزانہ، اور درہم کا خزانہ نہ رہیگا

غنیمتے شمر اے شمع وصلِ پروانہ — کہ ایں معاملہ تا صبحدم نخواہد ماند
اے شمع! پروانہ کے وصل کو غنیمت جان — اس لیے کہ یہ معاملہ صبح تک نہ رہے گا

سروشِ عالمِ غیبم بشارتے خوش داد — کہ بر درِ کرمش کس دژم نخواہد ماند
عالم غیب کے فرشتہ نے، مجھے اچھی خوشخبری سنائی — کہ اس کے کرم کے دروازہ پر کوئی غمگین نہ رہے گا

بریں رواقِ زبرجد نوشتہ اند بزر — کہ جز نکوئیِ اہلِ کرم نخواہد ماند
اس زبرجد کے چھجے پر سونے کے پانی سے لکھا ہے — کہ اہل کرم کی بھلائی کے سوا کچھ نہ رہے گا

سرودِ مجلسِ جمشید گفتہ اند ایں بود — کہ جامِ بادہ بیاور کہ جم نخواہد ماند
لوگوں نے کہا ہے، جمشید کی مجلس کا گانا یہ تھا — کہ شراب کا پیالہ لا کیونکہ جمشید نہ رہے گا

چہ جائے شکر و شکایت ز نقشِ نیک و بد ست — کہ کس ہمیشہ گرفتارِ غم نخواہد ماند
اچھے برے کے نقش سے، شکر و شکایت کا کیا موقع ہے — اس لئے کہ کوئی ہمیشہ غم میں گرفتار نہ رہے گا

ز مہربانیِ جاناں طمع مبر حافظ — کہ نقشِ مہر و نشانِ ستم نخواہد ماند
اے حافظ! محبوب کی مہربانی سے مایوس نہ ہو — اس لیے کہ محبت کا نقش، اور ظلم کا نشاں نہ رہے گا

ـه دوستوں نے مجھے بھلا دیا لیکن میرے لئے ان کی یاد تازہ رہنی چاہیے۔
ـه زنده رود اصفہان کی ایک نہر کا نام ہے اس کے کنارے ایک باغ ہے جس کا نام باغ کاراں ہے۔
ـه اب راز دار نہیں رہا کہ ان سے راز کہا جا سکے
اقبال کوئی محرم اپنا نہیں جہاں میں
معلوم کیا کسی کو دردِ نہاں ہمارا
ـه چناں سے ایام عیش اور چنیں سے ایام غم مراد ہے۔
ـه جاری چلیاں کھا کر اس نے ہمیں ذلیل کرا انجام کار وہ خود بھی ذلیل ہوگا۔
ـه ... میں لیموں کا بھی نقصان ہے۔
ـه نیکوں کو دینا چاہیے ورنہ کل کچھ نہ بچیگا۔
ـه مجبوب کے دروازہ سے کوئی رنجیدہ ہو کر واپس نہ ہوگا۔
ـه نیلا آسمان زبرجد تشبیہ آسمان ہے۔
ـه یعنی اچھائی پر شکر اور برائی پر شکایت کا موقع نہیں اس لیے کہ ان میں سے کسی کو بقا نہیں ہے۔

روشنیِ طلعتِ تو ماہ ندارد — پیشِ تو گل رونقِ گیاہ ندارد
تیرے چہرے کی روشنی چاند نہیں رکھتا — تیرے بالمقابل پھول گھاس کی رونق نہیں رکھتا

جانبِ دلہا نگاہدار کہ سلطاں — ملک ندارد اگر سپاہ ندارد
دلوں کی دیکھ بھال رکھو اس لیے کہ بادشاہ — ملک نہیں رکھتا، اگر سپاہ نہیں رکھتا

دیدہ ام آں چشمِ دل سیہ کہ تو داری — جانبِ ہیچ آشنا نگاہ ندارد
میں نے اس سیاہ دل آنکھ کو دیکھا ہے جو تو رکھتا ہے — کسی آشنا کی طرف، نگاہ نہیں کرتی

اے شہِ خوباں بعاشقاں نظرے کن — ہیچ شہے چوں تو ایں سپاہ ندارد
اے حسینوں کے بادشاہ، عاشقوں پر نظر ڈال — تیری طرح کوئی بادشاہ یہ لشکر نہیں رکھتا

نے من تنہا کشم تطاولِ زلفت — کیست بدل داغِ ایں سیاہ ندارد
تنہا میں ہی تیری زلف کی دست درازی برداشت نہیں کرتا ہوں — کون ہے جو اس کالے کا دل میں داغ نہ رکھتا ہو؟

شوخیِ نرگس نگر کہ پیشِ تو بشگفت — چشم دریدہ، ادب نگاہ ندارد
نرگس کی شرارت دیکھ، تیرے سامنے کھلی — بے حیا، ادب کو ملحوظ نہیں رکھتی

رطلِ گرانم دہ اے مریدِ خرابات — شادیِ شیخے کہ خانقاہ ندارد
اے شراب خانہ کے معتقد! مجھے بھاری جام دے — اس شیخ کی خوشی میں، جو خانقاہ نہیں رکھتا

گو برو و آستیں بخونِ جگر شوی — ہر کہ دریں آستانہ راہ ندارد
کہہ دو کہ چلا جائے، اور خون جگر سے آستین تر کرے — جو اس چوکھٹ کا راستہ نہیں رکھتا

تا چہ کند بارخِ تو دودِ دلِ من — آئنہ دانی کہ تابِ آہ ندارد
دیکھیے میرے دل کا دھواں تیرے رخ کا کیا کرتا ہے — تجھے معلوم ہے کہ آئنہ آہ کی تاب نہیں رکھتا

خون خور و خامش نشیں کہ آں دلِ نازک — طاقتِ فریادِ داد خواہ ندارد
خون پیا کر اور چپ بیٹھا رہ اس لیے کہ وہ نازک دل — فریادی کی فریاد سننے کی طاقت نہیں رکھتا

گوشۂ ابروئے تست منظرِ چشمم — خوشتر ازیں گوشہ بادشاہ ندارد
میری آنکھ کا منظر، تیری ابرو کا گوشہ ہے — بادشاہ بھی اس سے زیادہ خوبصورت گوشہ نہیں رکھتا

حافظ اگر سجدۂ تو کرد مکن عیب
حافظ نے اگر تجھے سجدہ کیا عیب نہ لگا
کافرِ عشق اے صنم گناہ ندارد
اے صنم! عشق کے کافر پر کوئی گناہ نہیں ہوتا

رسید مژدہ کہ آمد بہار و سبزہ دمید — وظیفہ گر برسد مصرفش گل است و نبید
خوش خبری آئی کہ بہار آ گئی اور سبزہ اگ گیا — اگر تنخواہ ملی تو اس کا مصرف پھول اور شراب ہے

صفیرِ مرغ برآمد بطِ شراب کجاست — فغاں فتاد ز بلبل نقابِ گل کہ درید
پرندوں کا چہچہانا شروع ہو گیا شراب کی بطخ کہاں ہے؟ — بلبل نے شور کیا، پھول کا نقاب کس نے چاک کر دیا

ز روئے ساقیِ مہوش گلے بچیں امروز — کہ گردِ عارضِ بستاں خطِ بنفشہ دمید
آج چاند جیسے ساقی کے رخسار سے پھول چن — اس لیے کہ باغ کے رخسار کے گرد بنفشہ اگ آئی ہے

چناں کرشمۂ ساقی دلم ز دست ببرد
ساقی کی ادا میرا دل، بالکل ہاتھ سے اس طرح چھین لے گئی
کہ با کسے دگرم نیست روئے گفت و شنید
کہ اب کسی کے ساتھ گفت و شنید کا موقع نہیں

من ایں مرقعِ رنگیں چو گل بخواہم سوخت
میں اس پیوند لگی گدڑی کو پھول کی طرح رنگین گدڑی کو جلا دوں گا
کہ پیرِ بادہ فروشش بجرعۂ نخرید
اس لئے کہ شراب فروش پیر نے اس کو ایک گھونٹ میں نہ خریدا

بکوئے عشق منہ بے دلیلِ راہ قدم
عشق کے کوچہ میں، راہبر بدون قدم نہ رکھ
کہ گم شد آنکہ دریں رہ برہبرے نرسید
اس لئے کہ اس راہ میں جو شخص راہ بتانے والے تک نہ پہنچا وہ گم ہو گیا

ز میوہ ہائے بہشتی چہ ذوق دریابد
بہشتی میووں سے اس کو کب ذائقہ ملے گا
کسے کہ سیب زنخدانِ شاہدے نگزید
جس نے کسی معشوق کی ٹھوڑی کا سیب نہ کھایا

مکن ز غصہ شکایت کہ در طریقِ ادب
رنج کی شکایت نہ کر اس لئے کہ ادب کے راستہ میں
براحتے نرسید آنکہ زحمتے نکشید
وہ شخص کسی راحت کو نہیں پہنچا جس نے تکلیف نہ اٹھائی

عجائبِ رہِ عشق اے رفیق بسیار است
اے دوست! راہ عشق کے عجائب بہت ہیں
ز پیشِ آہوئے ایں دشت شیرِ نر برمید
اس جنگل کے ہرن کے سامنے سے نر شیر بھاگ گیا

خدائے را مددے اے دلیلِ راہِ حرم
اے حرم کے راستہ کے رہبر، خدا کے لئے مدد کر
کہ نیست بادیۂ عشق را کرانہ پدید
اس لئے کہ عشق کے جنگل کا کنارہ ظاہر نہیں ہے

گلے نچید ز بستانِ آرزو دلِ من
میرے دل نے آرزو کے باغ سے کوئی پھول نہ چنا
مگر نسیمِ مروت دریں چمن نوزید
شاید مروت کی ہوا اس چمن میں نہ چلی

شراب نوش کن و جامِ زر بحافظ دہ
شراب پی، اور سونے کا جام حافظ کو دے
کہ پادشہ ز کرم جرمِ صوفیاں بخشید
اس لئے کہ بادشاہ نے کرم سے صوفیوں کی خطا معاف کر دی

بہار میگذرد مہر گسترا دریاب
بہار گذر رہی ہے، اے کرم فرما، توجہ کر
کہ رفت موسم و حافظ ہنوز مے نچشید
کہ وقت گذر گیا اور حافظ نے اب تک شراب نہ چکھی

روزِ ہجران و شبِ فرقتِ یار آخر شد
ہجر کا دن، اور فرقت کی رات ختم ہو گئی
زدم ایں فال و گذشت اختر و کار آخر شد
میں نے یہ فال نکالی اور ستارہ گذر گیا اور کام پورا ہو گیا

آں ہمہ ناز و تنعم کہ خزاں مے فرمود
وہ سب ناز اور عیش جو خزاں کرتی تھی
عاقبت در قدمِ بادِ بہار آخر شد
انجام کار بادِ بہار کی آمد سے ختم ہو گیا

بعد ازیں نور بآفاق دہیم از دلِ خویش
اس کے بعد ہم اپنے دل سے زمانہ کو نور بخشیں گے
کہ بخورشید رسیدیم و غبار آخر شد
اس لئے کہ ہم خورشید تک پہنچ گئے اور غبار ختم ہو گیا

آں پریشانیِ شبہائے دراز و غمِ دل
وہ لمبی راتوں کی پریشانی، اور دل کا غم
ہمہ در سایۂ گیسوئے نگار آخر شد
سب محبوب کے گیسو کے سایہ میں ختم ہو گیا

ساقیا عمرِ دراز و قدحت پر مے باد
اے ساقی تیری عمر دراز، اور پیالہ شراب سے پر رہے
کہ بسعیِ تو ام اندوہِ خمار آخر شد
تیری کوشش سے میرا اعضا شکنی کا غم ختم ہوا

ساقی کے عشق میں ایسا مبتلا ہو گیا ہوں کہ کسی دوسرے سے بات چیت کا موقع نہیں۔
راہِ عشق بغیر رہبر کے طے نہیں کیا جا سکتا ہے۔
یہ بھی عجائب میں سے ہے کہ ہرن سے شیر بھاگ جائے۔
عشق کی وادی ناپید کنار ہے۔
صوفیوں سے خدا کوئی مواخذہ نہ کرے گا۔
بہار سے مراد جوانی ہے۔
خزاں کے ختم ہوتے موسم بہار آ گیا۔
ہم محبوب کے نور سے دل منور کریں گے اور دنیا کو بھی پہنچائیں گے، درمیانی غبار ہٹ گیا ہے اور ہم محبوب تک پہنچ گئے ہیں۔
شب ہائے دراز زلفِ محبوب کی حریف تھیں، زلف نے ان کو شکست دیدی۔

شکر ایزد کہ باقبالِ کُلہ گوشۂ گُل — نخوتِ بادِ دَے و شوکتِ خار آخر شد
خدا کا شکر ہے کہ پھول کی کج کلاہی کے اقبال سے — دے کے نیزے کی ہوا کا گھمنڈ اور کانٹے کا دبدبہ ختم ہوا

باورم نیست زبد عہدیِ ایّام ہنوز — قصۂ غصہ کہ در وصلتِ یار آخر شد
زمانہ کی بدعہدی کی وجہ سے مجھے ابھی تک یقین نہیں کہ — رنج کا قصہ یار کے وصل کے بارے میں ختم ہو گیا

صبحِ امید کہ بُد معتکفِ پردۂ غیب — گو بروں آی کہ کارِ شبِ تار آخر شد
امید کی صبح جو غیب کے پردے میں معتکف تھی — اس کو کہہ دو کہ باہر آ جائے اندھیری رات کا کام ختم ہو گیا

گرچہ آشفتگیِ کارِ من از زلفِ تو بود — حلِ ایں عقدہ ہم از روئے نگار آخر شد
اگرچہ میرے کام کی پریشانی تیری زلف کی وجہ سے تھی — اس عقدہ کا حل بھی معشوق کے چہرے سے مکمل ہو گیا

در شمار ارچہ نیاورد کسے حافظ را
اگرچہ حافظ کو کوئی گنتی میں نہ لایا
شکر کاں محنتِ بے حد و شمار آخر شد
شکر ہے کہ وہ بے حد و حساب مصیبت بھی ختم ہو گئی

زاہدِ خلوت نشیں دوش بمیخانہ شد — از سرِ پیماں گذشت بر سرِ پیمانہ شد
گوشہ نشین زاہد کل شب میخانہ میں چلا گیا — اس نے عہد کو توڑ دیا اور پیمانہ کے سر ہو گیا

شاہدِ عہدِ شباب آمدہ بودش بخواب — باز بہ پیرانہ سر عاشق و دیوانہ شد
اس کے خواب میں جوانی کے زمانہ کا معشوق آ گیا تھا — پھر بڑھاپے میں عاشق اور دیوانہ ہو گیا

مغبچہ میگذشت راہزنِ عقل و دیں — در پئے آں آشنا از ہمہ بیگانہ شد
عقل اور دین کا رہزن ایک مغبچہ گزر رہا تھا — اس آشنا کے پیچھے سب سے بیگانہ ہو گیا

آتشِ رخسارِ گُل خرمنِ بلبل بسوخت — چہرۂ خندانِ شمع آفتِ پروانہ شد
پھول کے رخسار کی آگ نے بلبل کا کھلیان جلا دیا — شمع کا مسکراتا چہرہ پروانہ کی مصیبت بن گیا

گریۂ شام و سحر شکر کہ ضائع نگشت — قطرۂ بارانِ ما گوہرِ یک دانہ شد
شکر ہے کہ شام اور صبح کا رونا ضائع نہ ہوا — ہماری بارش کا قطرہ دُرِ یکتا بن گیا

نرگسِ ساقی بخواند آیتِ افسوں گری — حلقۂ اوراد ما گردشِ پیمانہ شد
ساقی کی آنکھ نے منتر کی آیت پڑھ دی — ہمارے وظیفوں کا حلقہ پیمانہ کی گردش بن گیا

صوفیِ مجلس کہ دی جام و قدح می شکست — دوش بیک جرعہ مے عاقل و فرزانہ شد
مجلس کا صوفی جو کل جام اور پیالہ توڑ رہا تھا — رات ایک گھونٹ شراب سے عقلمند اور فرزانہ بن گیا

منزلِ حافظ کنوں بارگہِ کبریاست
اب حافظ کا مقام کبریا کی بارگاہ ہے
دل برِ دلدار رفت جاں برِ جانانہ شد
دل دلدار کے پاس چلا گیا جان جانانہ کے پاس چلی گئی

زہے خجستہ زمانے کہ یار باز آید — بکامِ غمزدگاں غمگسار باز آید
کیا ہی مبارک زمانہ ہوگا دوست واپس آ جائے — غمزدوں کی منشاء کے مطابق غمگسار واپس آ جائے

ے نے کے نیزے کا تخت جونے کا ہوتا ہے اس میں اکثر خزاں ہوتا ہے، اس لئے سردی اور خزاں دونوں معنی میں مستعمل ہے۔
ے چونکہ زمانہ ناقابلِ اعتبار ہے باوجود وصل حاصل ہو جانے کے یقین نہیں آتا ہے۔
ے زلف کی پیدا کردہ پریشانی کو چہرہ نے زائل کر دی۔
ے زاہد نے توبہ توڑ دی اور پیمانہ سے دوستی جوڑ لی۔
ے بڑھاپے میں جوانی کا معشوق خواب میں نظر آ گیا اور عشق پیدا ہو گیا۔
ے وہ زاہد اس مغبچہ کو دیکھ کر سب کو بھلا بیٹھا۔
ے شمع کو خنداں بھی قرار دیا جاتا ہے اور گریاں بھی۔
ے رونا بیکار نہ گیا اس کے قطروں سے دُرِ یکتا پیدا ہو گیا۔
ے آنکھ نے ایسا منتر پڑھا کہ اب ہمارا وظیفہ پیمانہ کی گردش بن گیا۔
ے صوفی جو بے عقلی کا کام کر رہا تھا ایک گھونٹ سے عقلمند بن گیا۔

بہ پیشِ شاہِ خیالش کشیدم ابلقِ چشم
اس کے خیال کے بادشاہ کے سامنے آنکھ کا ابلق گھوڑا لایا

بداں امید کہ آں شہسوار باز آید
اس امید پر، کہ وہ شہسوار واپس آ جائے

در انتظارِ خدنگش ہمی پرد دلِ صید
اس کے تیر کے انتظار میں شکار کا دل اڑا پھر رہا ہے

خیال آنکہ برسمِ شکار باز آید
اس خیال سے کہ شکار کے لئے، وہ لوٹ آئے

مقیم بر سرِ راہش نشستہ ام چوں گرد
میں گرد کی طرح، اس کے راستہ پر مقیم ہو بیٹھا ہوں

بدل ہوس کہ بداں رہگذار باز آید
اس ہوس میں، کہ اس راستے سے لوٹ آئے

دلے کہ با سرِ زلفینِ او قرارے داد
وہ دل، جس نے اس کی دو زلفوں کو قول دیا ہے

گماں مبر کہ دراں دل قرار باز آید
خیال بھی نہ کر کہ اس دل کو پھر قرار آجائے

اگر نہ در خمِ چوگانِ او رود سرِ من
اگر، اس کے کھونڈی کے منہ میں میرا سر نہ جائے

ز سر نگویم و سر خود چہ کار باز آید
سر کے متعلق کیا کہوں، پھر وہ سر خود کس کام آئے

چہ جورہا کہ کشیدند بلبلاں از دے
بلبلوں نے دَے کے ہاتھ سے کس قدر ظلم برداشت کیے

ببوئے آنکہ دگر نوبہار باز آید
اس امید پر، کہ نوبہار پھر لوٹ آئے

سرشکِ من نزند موج بر کنار چو بحر
میرے آنسو سمندر کی طرح کنارے پر موجیں نہ ماریں

اگر میانِ ویم در کنار باز آید
اگر اس کی کمر میری بغل میں پھر آجائے

زنقشبندِ قضا ہست امیدِ آں حافظ
اے حافظ تقدیر کے نقش بنانے والے سے امید ہے

کہ چوں حنا بکفم آں نگار باز آید
کہ مہندی کی طرح میری ہتھیلی میں وہ معشوق پھر آجائے

سالہا دل طلبِ جامِ جم از ما میکرد
دل برسوں ہم سے جامِ جم مانگتا رہا

آنچہ خود داشت زبیگانہ تمنا میکرد
جو کچھ خود اس کے پاس تھا، غیر سے مانگتا رہا

گوہرے کز صدفِ کون و مکاں بیرون بود
وہ موتی، جو کون و مکاں کے سیپ سے باہر تھا

طلب از گمشدگانِ لبِ دریا میکرد
دریا کے کنارے کے گم شدوں سے مانگتا رہا

مشکلِ خویش برِ پیرِ مغاں بردم دوش
میں اپنی مشکل کل شب پیرِ مغاں کے پاس لے گیا

کو بتائیدِ نظر حلِ معما میکرد
کیونکہ وہ نظر کی طاقت سے معمے کو حل کرتا تھا

بیدلے در ہمہ احوال خدا با او بود
ایک بیدل، خدا تمام احوال میں اس کے ساتھ ہے

او نمیدیدش و از دور خدارا میکرد
وہ اس کو نہیں دیکھتا تھا اور دور سے خدا پکارتا تھا

دیدمش خرم و خنداں قدحِ بادہ بدست
میں نے اس کو ہاتھ میں پیالہ لئے خوش اور ہنستا ہوا دیکھا

واندراں آئنہ صد گونہ تماشا میکرد
اور اس آئینہ میں وہ سیکڑوں چیزیں دیکھ رہا تھا

گفتم ایں جامِ جہاں بیں بتو کے داد حکیم
میں نے کہا، یہ جہاں بین جام خدا نے تجھے کب دیا؟

گفت آں روز کہ ایں گنبدِ مینا میکرد
اس نے کہا جس دن خدا یہ نیلا گنبد بنا رہا تھا

آں ہمہ شعبدہ ہا عقل کہ میکرد آنجا
وہ تمام شعبدے جو عقل اس جگہ کر رہی تھی

سامری پیشِ عصا و یدِ بیضا میکرد
سامری عصا اور ید بیضا کے بالمقابل کر رہا تھا

۱ ابلق سیاہ و سفید گھوڑے کو کہتے ہیں۔ چونکہ آنکھ میں بھی سیاہی اور سفیدی ہے لہٰذا اس کو ابلق قرار دیا ہے

۲ پرندہ کے اڑنے پر شکاری اس کا پیچھا کرتا ہے۔

۳ اگر میرا سر محبوب کے چوگان کی گیند نہ بنا تو پھر بیکار ہے۔

۴ نقشبندِ قضا سے خدا تعالیٰ مراد ہے۔ مہندی ہاتھ پر لگائی جاتی ہے۔

۵ دل خود جامِ جم ہے۔ سعدی نے کہا ہے [illegible] اس شعر کا مطلب بھی پہلے شعر سے ملتا جلتا ہے۔

۶ ایک بیدل جس کو خدا نظر نہیں آرہا تھا اور دور سے خدا کو پکار رہا تھا حالانکہ خدا اس کے ساتھ تھا۔

۷ پیر مغاں کے ہاتھ میں پیالہ تھا جس سے اس پر اسرار کھل رہے تھے۔ میں نے اس سے معلوم کیا کہ پیالہ کب ہاتھ آیا وہ بولا ازل سے۔

۸ عشق کے بالمقابل عقل کی شعبدہ بازی ایسی ہی ہے جیسے سامری کی حضرت موسیٰ کے بالمقابل۔

۹ عصا سے مراد حضرت موسیٰ کی وہ لکڑی ہے جو اژدہا بن جاتی تھی ید بیضا سے مراد حضرت موسیٰ کا وہ ہاتھ ہے جس سے بیمار شفا پاتے تھے۔

گفت آں یار کزو گشت سرِ دار بلند
اس نے کہا وہ دوست جس سے سولی کا سر بلند ہوا
جرمش آں بود کہ اسرار ہویدا میکرد
اس کی خطا یہ تھی کہ راز ظاہر کر رہا تھا

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید
جبرئیل کا فیض، اگر پھر مدد کرے
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد
دوسرے بھی وہ کریں، جو مسیحا کر رہا تھا

گفتمش سلسلۂ زلفِ بتاں از پئے چیست
میں نے اس سے کہا تو جانتا ہے معشوق کی زلفوں کا سلسلہ کیا ہے؟
گفت حافظ گلہ از شبِ یلدا میکرد
وہ بولا، حافظ تاریک رات کا شکوہ کر رہا تھا

سالہا دفترِ ما در گروِ صہبا بود
ہماری کتاب سالہا سال تک شراب میں گروی تھی
رونقِ میکدہ از درس و دعائے ما بود
میکدہ کی رونق، ہمارے درس اور دعا سے تھی

نیکیِ پیرِ مغاں بیں کہ چو ما بدمستاں
پیرِ مغاں کی نیکی دیکھ کہ ہم جیسے بدمستوں نے
ہر چہ کردیم بچشمِ کرمش زیبا بود
جو کچھ کیا اس کی نگاہِ کرم میں مناسب تھا

دل چو پرکار بہر سو دورانے میکرد
دل پرکار کی طرح ہر جانب چکر لگا رہا تھا
واندر آں دائرہ سرگشتہ و پا برجا بود
اور اس دائرہ میں حیران، اور پھر اپنی جگہ پر تھا

می شگفتم ز طرب زانکہ چو گل برلبِ جوی
میں خوشی سے کھل رہا تھا اس لئے کہ پھول کی طرح نہر کے کنارے
بر سرم سایۂ آں سروِ سہی بالا بود
میرے سر پر اس بلند سرو کا سایہ تھا

پیرِ گلرنگِ من اندر حقِ ازرق پوشاں
میرے گلرنگ پیر نے نیلی کملی پہننے والوں کے حق میں
رخصتِ خبث نداد ارنہ حکایتہا بود
بحث کی اجازت نہ دی ورنہ بہت سے قصے تھے

دفترِ دانشِ ما جملہ بشوئید بمے
ہماری عقل کی پوری کتاب کو شراب سے دھو دو
کہ فلک دیدم و در قصدِ دلِ دانا بود
اس لئے کہ میں نے آسمان کو دیکھا ہے وہ عقلمند کے دل کی گھات میں تھا

مطرب از دردِ محبت غزلے می پرداخت
مطرب محبت کے درد سے ایسی غزل گا رہا تھا
کہ حکیمانِ جہاں را مژہ خوں پالا بود
کہ دنیا کے حکماء کی پلکیں خون سے آلودہ تھیں

از بتاں آں طلب ار حسن شناسی اے دل
اے دل اگر تو حسن شناس ہے تو معشوقوں سے وہ چاہ
کیں کسے گفت کہ در علمِ نظر دانا بود
اس لئے کہ یہ اس نے کہا ہے جو نظر بازی کے علم میں عقلمند تھا

قلبِ اندودۂ حافظ برِ او خرج نشد
حافظ کا قلب کب ہوا کہ اس کے سامنے نہ چل سکا
کہ معاملِ بہمہ عیبِ نہاں بینا بود
اس لئے کہ معاملہ کرنے والا تمام پوشیدہ عیبوں کا دیکھنے والا تھا

ساقی حدیثِ سرو و گل و لالہ میرود
اے ساقی سرو اور گل اور لالہ کی بات ہو رہی ہے
ویں بحث با ثلاثۂ غسالہ میرود
اور یہ بحث تین غسالہ کے ساتھ ہو رہی ہے

مے دہ کہ نو عروسِ چمن حدِ حسن یافت
شراب دے اس لئے کہ چمن کی نئی دلہن نے کمال حد حسن کا پا لیا
کار ایں زماں ز صنعتِ دلالہ میرود
اس زمانہ میں کام دلالی کی کاری گری سے چلتا ہے

۔ انسوس کہ اس بیان پر سزا [illegible] کو وہ اسرار ظاہر کر رہا تھا
۔ ہم سالہا سال شراب [illegible] میں صوفی [illegible] ہمارا علم اسی کے لئے شراب رہا۔
۔ [illegible] لکھ کر [illegible] [illegible] [illegible] ہمیشہ خوب کہتا ہے۔
۔ ہم [illegible] [illegible] [illegible] دل [illegible] آسمان [illegible] کی فکر میں ہے۔
۔ مطرب [illegible] غزل گائی جس [illegible] [illegible] آنسو [illegible]۔
۔ معشوقوں [illegible] طلب کیا جائے چاہیے۔
۔ پیر [illegible] حقیقت حال سے واقف ہے [illegible] کا کہنا [illegible] دیکھ سکا۔
۔ سلطان [illegible] زمانہ [illegible] [illegible] [illegible] جن کے نام سرو، گل، لالہ تھے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] نے [illegible] لیکن [illegible] تھا [illegible] حافظ [illegible]

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند
ہندوستان کی تمام طوطیاں شکر خور ہو جائیں گی

زیں قندِ پارسی کہ بہ بنگالہ میرود
اس پارسی قند سے جو بنگال کو جا رہی ہے

طیِّ مکان بہ بین و زمان در سلوکِ شعر
شعر کے سلوک میں طئ زمان و مکان کو دیکھ

کایں طفلِ یکشبہ رہِ یکسالہ میرود
اس لیے کہ یہ ایک رات کا بچہ ایک سال کے راستہ پر چلتا ہے

بادِ بہار می وزد از بوستانِ شاہ
بادشاہ کے باغ سے بہار کی ہوا چلتی ہے

وز ژالہ بادہ در قدحِ لالہ میرود
اور شبنم سے لالہ کے پیالے میں شراب بھرتی ہے

آں چشمِ جادوانۂ عابد فریب بیں
اس جادو بھری، عابد فریب آنکھ کو دیکھ

کش کاروانِ سحر بدنبالہ میرود
جادو کا قافلہ اس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے

خوی کردہ می خرامد و بر عارضش سمن
پسینہ میں نہایا ہوا ٹہلتا ہے اور اس کے رخسار پر

از شرمِ روئے او عرق از ژالہ میرود
اس کے چہرہ کی شرم سے، شبنم کا پسینہ بہتا ہے

ایمن مشو ز عشوۂ دنیا کہ ایں عجوز
دنیا کی ادا سے مطمئن نہ ہو اس لیے کہ یہ بڑھیا

مکارہ می نشیند و محتالہ میرود
مکار بن کر بیٹھتی ہے اور حیلہ گری کرتی چلتی ہے

چوں سامری مباش کہ زر دید از خری
سامری کی طرح نہ بن کہ اس نے گدھے پن سے سونا دیکھا

موسیٰ بہشت و از پئے گوسالہ میرود
موسیٰ کو چھوڑ دیا اور بچھڑے کے پیچھے جاتا ہے

حافظ ز شوقِ مجلسِ سلطاں غیاث دیں
اے حافظ سلطان غیاث الدین کی مجلس کے شوق سے

خامش مشو کہ کارِ تو از نالہ میرود
چپ نہ ہو اس لیے کہ تیرا کام رونے سے چلتا ہے

سروِ چمانِ من چرا میلِ چمن نمیکند
میرا خراماں سرو، چمن کی خواہش کیوں نہیں کرتا؟

ہمدمِ گل نمیشود یادِ سمن نمیکند
پھول کا ساتھی نہیں ہوتا، سمن کی یاد نہیں کرتا!

تا دلِ ہرزہ گردِ من رفت بہ چینِ زلفِ او
میرا آوارہ دل جب سے اس کی زلف کی شکن میں گیا؟

زاں سفرِ درازِ خود یادِ وطن نمیکند
اپنے اس دراز سفر سے وطن کی یاد نہیں کرتا

پیشِ کمانِ ابرویت لابہ ہمی کنم ولے
تیری ابرو کی کمان کے سامنے خوشامد کرتا ہوں لیکن

گوشہ کشیدہ است از آں گوش بمن نمیکند
کھنچی ہوئی ہے اس لیے میری طرف توجہ نہیں کرتی

چوں ز نسیم میشود زلفِ بنفشہ پر شکن
بنفشہ کی زلف جب نسیم سے پُر شکن ہوتی ہے

وہ کہ دلم چہ یادِ آں عہد شکن نمیکند
افسوس میرا دل اس عہد شکن کی کب یاد نہیں کرتا ہے

با ہمہ عطرِ دامنت آیدم از صبا عجب
مجھے صبا پر تعجب ہے باوجود تیرے عطر دامن کے

کز گذرِ تو خاک را مشکِ ختن نمیکند
کہ تیرے گزرنے سے خاک کو ختن کا مشک نہیں کرتی ہے

ساقیِ سیم ساقِ من گر ہمہ زہر میدہد
چاندی جیسی پنڈلی والا، میرا ساقی اگر پورا زہر دیدے

کیست کہ تن چو جامِ مے جملہ دہن نمیکند
کون ہے جو شراب کے پیالے کی طرح جسم کو سراپا منہ نہیں بنا لیتا ہے

دل بامیدِ وصلِ تو ہمدمِ جاں نمیشود
تیرے وصل کی امید میں دل جان کا ساتھی نہیں ہوتا

جاں بہوائے کوئے تو فکرِ چمن نمیکند
جان تیرے کوچہ کی خواہش کی وجہ سے چمن کی فکر نہیں کرتی

۱ یعنی میری اس فارسی غزل سے تمام شعرائے ہند محظوظ ہوں گے۔
۲ طئ زمان و مکاں یعنی زمان و مکان لپیٹ دینا، سالکوں میں یہ کمال پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ لمبی طویل مسافت کو جو برسوں کی ہو اور سالوں میں طے کی جائے تھوڑے وقت میں طے کر لیتے ہیں۔ طفل یکشبہ سے مراد غزل ہے جو حافظ نے ایک رات میں کہی ہے۔
۳ سامری حضرت موسیٰ کے زمانہ کا مشہور شعبدہ باز ہے جس نے حضرت موسیٰ کے کوہ طور پر جانے کے بعد سونے کا بچھڑا بنایا اور حضرت موسیٰ سے جدا ہو کر اس کی پرستش کرنے اور کرانے لگا۔
۴ نسیم کے چلنے سے جب بنفشہ کی زلف پُر شکن بنتی ہے تو مجھے وہ عہد شکن یاد آتا ہے۔
۵ محبوب کے گزرنے سے اگر صبا خاک راہ کو مشک نہ بنائے تو بڑا تعجب ہوگا
۶ اگر ساقی زہر بھی پلائے تو میرا جسم سراپا منہ بن جائے گا۔ یہ جسم بیمار ہوتا ہے اور دل وصل کے شوق میں اس کو چھوڑ دیتا ہے۔

دی گلہ ز طرّہ اش کردم واز سر فسوں | گفت کہ ایں سیاہ کج گوش بمن نمیکند
کل میں نے اس کی زلف کی شکایت کی افسوس سے | کہا یہ کالی، ٹیڑھی میری بات نہیں سنتی

دست کش جفا مکن آبِ رخم کہ فیضِ ابر | بےمددِ سرشکِ من درِّ عدن نمیکند
بے رحمی سے آنسوؤں کو ضائع نہ کر کہ ابر کا فیض | میرے آنسوؤں کی مدد کے بغیر، عدن کے موتی نہیں بناتا

گلگونہ سائے شد صبا دامنِ پاکت از چہ رو | خاکِ بنفشہ زار را مشکِ ختن نمیکند
صبا گلگونہ بیز ہو گئی، تیرا پاک دامن کس لیے | بنفشہ کے کھیت کی خاک کو ختن کا مشک نہیں بناتا

کشتۂ غمزۂ تو شد حافظِ ناشنیدہ پند
حافظ نصیحت نہ سننے والا، تیری ادا کا شہید ہو گیا
تیغ سزاست ہر کرا درکِ سخن نمیکند
جو بات نہیں سمجھتا اس کی سزا تلوار ہے

سمن بویاں غبارِ دل چو بنشینند بنشانند | پری رویاں قرارِ دل چو بستیزند بستانند
سمن جیسی خوشبو والے جب بیٹھتے ہیں تو دل کا غبار بٹھا دیتے ہیں | پری جیسے چہرے والے جب دشمن ہوتے ہیں تو دل کا سکون چھین لیتے ہیں

بفتراکِ بلا جانہا چو بربندند بربندند | ز زلفِ عنبریں دلہا چو بفشانند بفشانند
مصیبت کے فتراک میں جب جانوں کو باندھتے ہیں تو خوب باندھتے ہیں | جب عنبریں زلف سے دلوں کو جھٹکتے ہیں تو خوب جھٹکتے ہیں

ز چشم لعلِ رمانی چو میبارند میخندند | ز رویم رازِ پنہانی چو می بینند میخوانند
جب میری آنکھوں سے انار جیسے لعل جھڑتے ہیں وہ ہنستے ہیں | جب میرے چہرے پر پوشیدہ راز دیکھتے ہیں تو پڑھ لیتے ہیں

بعمرے یک نفس با ما چو بنشینند برخیزند | نہالِ شوق در خاطر چو برخیزند بنشانند
پوری زندگی میں تھوڑی دیر ہمارے ساتھ بیٹھتے ہیں تو اٹھ جاتے ہیں | جب اٹھتے ہیں تو عشق کا پودا، دل میں لگا دیتے ہیں

چو منصور از مراد آنانکہ بردارند بر دارند | کہ با ایں درد اگر دربندِ درمانند درمانند
جو منصور کی طرح سولی پر ہیں وہ مقصد پورا کر لیتے ہیں | اس لیے کہ اس درد کے ہوتے ہوئے جو علاج کی فکر میں ہیں وہ عاجز ہیں

سرشکِ گوشہ گیراں را چو دریابند دریابند | رخ از مہرِ سحر خیزاں نگردانند اگر دانند
جب گوشہ نشینوں کے آنسو حاصل کرتے ہیں، حاصل کر لیتے ہیں | اگر جانتے ہیں تو سحر خیزوں کی محبت سے منہ نہیں موڑتے

بدیں حضرت چو مشتاقاں نیاز آرند ناز آرند
اس دربار میں جب عاشق نیاز پیش کرتے ہیں تو ناز کرتے ہیں
بدیں درگاہ حافظ را چو می رانند میخوانند
اس دربار سے جب حافظ کو بھگا دیتے ہیں، بلا لیتے ہیں

سحرم دولتِ بیدار بہ بالیں آمد | گفت برخیز کہ آں خسروِ شیریں آمد
صبح کو بیدار بخت میرے سرہانے آیا | بولا، اٹھ وہ شیریں شاہ آ گیا

قدحے درکش و سرخوش بتماشا بخرام | تا بہ بینی کہ نگارت بچہ آئیں آمد
پیالہ پی، اور مست ہو کر سیر کے لیے نکل | تاکہ تو دیکھے کہ تیرا محبوب کس شان سے آیا

مژدگانی بدہ اے خلوتیِ نافہ کشائے | کہ ز صحرائے ختن آہوئے مشکیں آمد
اے نافہ کے کھولنے والے گوشہ نشیں انعام دے | اس لیے کہ ختن کے جنگل سے مشک والا ہرن آ گیا

۱ زلف کے خلاف شکر کہنے کا کہ یہ معتقد ہی نہیں ہے۔
۲ بارش میں جب میرے آنسو لگتے ہیں جب ان سے صدف سمندر میں موتی بنتے ہیں لہٰذا یہ قابلِ احترام ہیں
۳ گلگونہ چند خوشبوؤں کے مجموعے سے بنایا جاتا ہے جس کی پڑیاں [illegible] جاتی ہے۔ یعنی بادِ صبا نے چمن میں خوشبو پھیلا رکھی ہے۔
۴ حسینوں کی ملاقات دل کی کلفتیں دور کر دیتی [illegible] بیقرار کرتی ہے۔
۵ فتراک اس تھیلے کو کہا جاتا ہے جو زین میں لٹکایا جاتا ہے تاکہ شکار کر کے اس میں رکھ دیا جائے۔
۶ میرے دل راز چہرے سے پڑھ لیتے ہیں۔
۷ حسن بن منصور حلاج مشہور صوفی جن کو انا الحق کہنے کی پاداش میں سولی پر چڑھا دیئے گئے تھے
۸ عاشقوں کے آنسوؤں سے ان کو دولت ملتی ہے
۹ خلوتی یعنی عاشق، اس کو نافہ کشا اس لئے قرار دیا ہے کہ وہ گوشۂ تنہائی میں معشوق کی خوشبو [illegible] جہاں کو معطر کر دیتا ہے۔

گریہ آبے برُخِ سوختگاں باز آورد
جلے ہوؤں کے رُخ پر گریہ نے پھر رونق پیدا کر دی

نالۂ فریاد رسِ عاشقِ مسکیں آمد
نالہ، مسکین عاشق کا فریاد رس بن کر آیا

مرغِ دل باز ہوادارِ کمانِ ابروئیست
مُرغِ دل اس کمان جیسی ابرو والے کا پھر خواہشمند ہے

کہ کمیں صیدگہِ جان و دل و دیں آمد
جس کی ابرو کی شکارگاہ، جان، اور دل و دین ہیں

در ہوا چند معلق زنی و جلوہ کنی
ہواؤں میں کب تک تو بازی کرے گا اور جلوہ دکھائے گا

اے کبوتر نگراں باش کہ شاہیں آمد
اے کبوتر ہوشیار ہو جا کہ باز آ گیا

ساقیا مے بدہ و غم مخور از دشمن و دوست
اے ساقی شراب دے، اور دشمن و دوست کا غم نہ کر

کہ بکامِ دلِ ما آں بشد و ایں آمد
اس لیے کہ ہماری تمنا کے موافق وہ گیا اور یہ آیا

شادیِ یارِ پری چہرہ بدہ بادۂ ناب
پری چہرہ یار کی خوشی میں، خالص شراب دے

کہ مئے لعل دوائے دلِ غمگیں آمد
اس لیے کہ لعل جیسی شراب غمگین دل کی دوا ہے

رحمِ بدعہدیِ ایام چو دید ابرِ بہار
ابرِ بہار نے جب زمانہ کی بد عہدی کی عادت دیکھی

گریہ اش بر سمن و سنبل و نسریں آمد
اس کو سمن، سنبل اور نسرین پر رونا آیا

چوں صبا گفتۂ حافظ بشنید از بلبل
جب صبا نے، بلبل سے حافظ کا کہا ہوا سنا

عنبر افشاں بتماشائے ریاحیں آمد
عنبر بکھیرتی ہوئی، پھولوں کی سیر کو آئی

ستارۂ بدرخشید و ماہِ مجلس شد
ایک ستارہ چمکا، اور مجلس کا چاند بن گیا

دلِ رمیدۂ ما را انیس و مونس شد
ہمارے وحشی دل کے لئے انیس اور مونس ہو گیا

نگارِ من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت
میرا محبوب، جو نہ مکتب گیا، نہ اس نے لکھنا سیکھا

بغمزہ مسئلہ آموزِ صد مدرّس شد
اپنی ادا سے سو مدرسوں کو مسئلہ سکھانے والا ہو گیا

طرب سرائے محبت کنوں شود معمور
عشق کی طرب سرائے، اب آباد ہو جائیگی

کہ طاقِ ابروئے یارِ منش مہندس شد
اس لیے کہ میرے یار کے ابرو کا طاق اس کا انجنیئر ہو گیا

بوئے او دلِ بیمارِ عاشقاں چو صبا
عاشقوں کا بیمار دل اس کی خوشبو کی وجہ سے صبا کی طرح

فدائے عارضِ نسرین و چشمِ نرگس شد
نسرین کے رخسار اور نرگس کی چشم پر قربان ہو گیا

بصدرِ مصطبہ ام می نشاند اکنوں یار
یار مجھے اب شراب خانہ کے صدر مقام پر بٹھاتا ہے

گدائے شہر نگہ کن کہ میرِ مجلس شد
دیکھو! شہر کا فقیر، میرِ مجلس ہو گیا

لب از ترشحِ مے پاک کن برائے خدا
خدا کے لیے ہونٹ شراب کے قطروں سے پاک کر لے

کہ خاطرم بہزاراں گنہ موسوس شد
اس لیے کہ میری طبیعت میں ہزار گناہوں کے وسوسے آنے لگے

کرشمۂ تو شرابے بعاشقاں پیمود
تیری ادا نے عاشقوں کے لئے وہ شراب ناپی

کہ علم بیخبر افتاد و عقل بیحس شد
کہ علم بے خبر ہو گیا، اور عقل بے حس ہو گئی

خیالِ آبِ خضر بست و جامِ کیخسرو
آبِ حیات کا خیال باندھا اور کیخسرو کے جام کا

بجرعہ نوشی سلطان ابوالفوارس شد
ایک گھونٹ پینے سے سلطان ابوالفوارس بن گیا

۱؎ عاشق کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا، عشق کے آنسو رونے سے پھر چہرہ سرخ ہو گیا گویا کہ نالے نے مسکین عاشق کی فریاد رسی کی۔
۲؎ کبوتر سے دل اور شاہین سے محبوب مراد ہے۔
۳؎ آں سے مراد دشمن اور ایں سے مراد دوست۔
۴؎ یعنی بہار کی بارش گویا کہ چمن کی آنے والی تباہی پر رونا ہے۔
۵؎ حافظ کی یہ غزل مدحت النبی میں ہے ستارہ سے آنحضور مراد ہیں۔
۶؎ اب چونکہ تعمیر طاقِ ابرو کے نقشہ پر ہوگی لہٰذا پر رونق تعمیر ہوگی۔
۷؎ نسرین کے رخسار اور نرگس کی آنکھ پر دل اس لیے قربان ہے کہ ان میں محبوب کی شباہت ہے۔
۸؎ عاشق شراب کو آبِ حیات اور جام کو جامِ کیخسرو سمجھے ہیں اور ایک گھونٹ پینے سے سلطان بنجاتے ہیں۔

[illegible]

چو زر عزیز وجود ست شعرِ من آرے — قبولِ دولتیاں کیمیائے ایں مس شد

سونے کی طرح میرے اشعار نادر الوجود ہیں، ہاں — دولتمندوں کی پسندیدگی، اس تانبے کی کیمیا بنی

دو چشمت از دل و دیں ہرچہ داشتم بردند — توانگرے کہ بمستاں نشست مفلس شد

دل اور دین جو کچھ میرے پاس تھا تیری دونوں آنکھیں لے گئیں — جو مالدار، مستوں کے ساتھ بیٹھا مفلس ہوا

زراہِ میکدہ یاراں عناں بگردانید

اے یارو، شراب خانہ کے راستے سے باگ موڑ دو

چرا کہ حافظ ازیں راہ رفت و مفلس شد

اس لیے کہ حافظ اس راستے پر چلا اور مفلس ہوا

ساقی ار بادہ ازیں دست بجام اندازد — عارفاں را ہمہ در شربِ مدام اندازد

ساقی، اگر اس ہاتھ سے جام میں شراب ڈالے گا — تمام عارفوں کو مسلسل شراب نوشی میں مبتلا کر دیگا

ور چنیں زیرِ خمِ زلف نہد دانۂ خال — اے بسا مرغِ خرد را کہ بدام اندازد

اگر زلف کے پیچ کے نیچے تل کا ایسا ہی دانہ رکھے گا — تو عقل کے بہت سے پرندوں کو جال میں پھنسا دیگا

آں زماں وقتِ مے صبح فروغ ست کہ شب — گردِ خرگاہِ افق پردۂ شام اندازد

صبح کو روشن کرنے والی شراب پینے کا وہ وقت ہے جبکہ رات — افق کے خیمہ کے چاروں طرف شام کا پردہ ڈالے

روز در کسبِ ہنر کوش کہ مے خوردنِ روز — دلِ چوں آئنہ در زنگِ ظلام اندازد

دن میں ہنر حاصل کرنے کی کوشش کر کیونکہ دن میں شراب پینا — آئینہ جیسے دل کو تاریکی کے زنگ میں مبتلا کر دیتا ہے

اے خوشا حالتِ آں مست کہ در پائے حریف — سر و دستار نداند کہ کدام اندازد

اس مست کی حالت کیا ہی اچھی ہے جو حریف کے قدموں پر — یہ نہ جانے کہ سر اور دستار میں سے کس کو ڈالے

زاہد ار بکلۂ گوشۂ خورشید برآر — بختت ار قرعہ بدیں ماہِ تمام اندازد

اے زاہد خورشید کی کلاہ کے گوشہ پر سر ابھار — اگر تیرا نصیب اس پورے چاند پر قرعہ ڈالے

زاہدِ خام طمع بر سرِ انکار بماند — پختہ گردد چو نظر بر مے جام اندازد

ناقص، زاہد، انکار پر قائم رہا — پختہ بن جائے، اگر شراب کے جام پر نظر ڈالے

بادہ با محتسبِ شہر ننوشی حافظ

اے حافظ شہر کے محتسب کے ساتھ شراب نوشی نہ کرنا

کہ خورد بادہ ات و سنگ بجام اندازد

تیری شراب بھی پی جائے گا، اور جام پر پتھر مارے گا

سحر چوں خسروِ خاور علم بر کوہساراں زد — بدستِ مرحمت یارم درِ امیدواراں زد

صبح کو جب مشرق کے بادشاہ نے پہاڑوں پر جھنڈا گاڑا — میرے یار نے مہربانی کے ہاتھ سے امیدواروں کا دروازہ کھٹکھٹایا

چو پیشِ صبح روشن شد کہ حالِ مہرِ گردوں چیست — برآمد خندۂ خوش بر غرورِ کامگاراں زد

جب صبح پر یہ بات کھل گئی کہ آسمان کی محبت کا کیا حال ہے — نمودار ہوئی، کامیابوں کے غرور پر ایک قہقہہ لگایا

نگارم دوش در مجلس بعزمِ رقص چوں برخاست — گرہ بگشود از گیسو و بر دلہائے یاراں زد

کل شب جب میرا محبوب رقص کے ارادہ سے مجلس میں کھڑا ہوا — گیسو کی گرہ کھولی اور دوستوں کے دلوں پہ لگا دی

ے مستاں سے مراد، محبوب کی آنکھیں ہیں۔

ے ساقی اگر اس ادا سے شراب پلاتا رہیگا تو تمام عارف مستقل شرابی ہو جائیں گے۔

شعر ۲ [illegible]

ے شراب نوشی کا وقت [illegible] کا ہے، دن کی شراب نوشی تباہ کرتی ہے۔

ے اتنا بھی ہوش نہ رہے کہ سر کو قربان کرے یا پگڑی کو۔

ے چونکہ صبح پر یہ بات روشن ہو گئی کہ آسمان کی محبت ناپائیدار ہے لہٰذا اس نے کامیابوں کے غرور پر قہقہہ لگایا۔

من از رنگِ صلاح آندم بخونِ دل بشستم دست
میں نے نیکی کے رنگ سے دل کے خون سے اس وقت ہاتھ دھو لئے

کہ چشمِ بادہ پیمایش صلا بر ہوشیاراں زد
جبکہ اُس کی بادہ پیما آنکھ نے ہوشیاروں پر آوازہ کسا

کدام آہن دلش آموخت ایں آئینِ عیاری
کس لوہے کے دل والے نے اس کو اس چالاکی کا طریقہ سکھایا ہے

کز اول چوں برون آمد رہِ شب زندہ داراں زد
کہ پہلے ہی جب وہ باہر نکلا شب بیداروں پر اس نے ڈاکہ ڈالا

خیالِ شہسواراں پخت و شد ناگہ دلِ مسکیں
مسکین دل نے شہسواروں کا خیال پکایا اور اچانک سوار ہو گیا

خداوندا نگہدارش کہ بر قلبِ سواراں زد
اے خدا اس کی حفاظت فرما سواروں کے بیچ پر چلا آیا ہے

منِ باخرقۂ پشمیں کجا اندر کمند آرم
اونی گدڑی کے ساتھ میں اس کو کیسے کمند میں پھنسا سکتا ہوں!

زرہ موئے کہ مژگانش رہِ خنجر گزاراں زد
جو بالوں کی زرہ پہنے ہے جس کی ہر پلک نے خنجر زنوں پر ڈاکہ ڈالا

نظر بر قرعۂ توفیق و یمنِ دولتِ شاہ است
توفیق کے قرعہ اور بادشاہ کی دولت کی برکت پر نظر ہے

بدہ کامِ دلِ عاشق کہ فالِ بختیاراں زد
عاشق کے دل کا مقصد پورا کر اس نے نصیبے والوں کی فال نکالی ہے

شہنشاہِ مظفر فر شجاعِ ملک و دیں منصور
جو مظفر کی شان و شوکت والا، ملک اور دین کا شجاع منصور ہے

کہ جودِ بیدریغش خندہ بر ابرِ بہاراں زد
جس کی بے روک ٹوک سخاوت نے ابرِ بہاری کی ہنسی اڑائی ہے

از آں ساعت کہ جامِ مے بدستِ او مشرف شد
جس وقت سے کہ شراب کا جام اس کے ہاتھ سے مشرف ہوا

زمانہ ساغرِ شادی بیادِ میگساراں زد
زمانہ نے خوشی کا ساغر شرابیوں کی یاد پر اڑایا

ز شمشیرِ سرافشانش ظفر آں روز بدرخشید
سروں کو کاٹنے والی تلوار کے ذریعہ فتحمندی اس دن چمکی

کہ چوں خورشیدِ انجم سوز تنہا بر ہزاراں زد
جبکہ ستاروں کو جلا دینے والے آفتاب کی طرح تنہا ہزاروں پر حملہ کیا

تعالی اللہ زہے ذاتے کہ تا از رنگِ ہستی یافت
سبحان اللہ، وہ ذات کیا ہی خوب ہے کہ اس نے جب سے وجود کا رنگ اختیار کیا ہے

صفائے جوہرِ پاکش دم از پرہیزگاراں زد
جس کے پاک جوہر کی صفائی نے پرہیزگاروں سے دم بھرا ہے

در آب و رنگِ رخسارش چہ خوں خوردیم و جاں دادیم
اس کے رخسار کے آب اور رنگ کی وجہ جب ہم نے خون پیا جان دیدی

چو نقشش دست داد اول رقم بر جاں سپاراں زد
جب اس کا نقش ظاہر ہوا ہے پہلے جاں نثاروں پر خط کھینچ دیا

دوامِ ملک و عمرِ او بخواہ از لطفِ حق حافظ
اے حافظ حق کی مہربانی سے اس کے ملک اور عمر کی ہمیشگی چاہ

کہ چرخ ایں سکۂ دولت بنامِ شہسواراں زد
اس لیے کہ آسمان نے اس حکومت کا سکہ شاہسواروں کے نام پر چلا دیا ہے

سحر بلبل حکایت با صبا کرد
صبح کو بلبل نے صبا سے کہا

کہ عشقِ گل بما دیدی چہا کرد
تو نے دیکھا، پھول کے عشق نے ہم سے کیا کیا

غلامِ ہمتِ آں نازنینم
میں اس نازنین کی توجہ کا غلام ہوں

کہ کارِ خیر بے روی و ریا کرد
جس نے رو اور ریا کے بدون کارِ خیر کیا

خوشش باد آں نسیمِ صبحگاہی
صبح کے وقت کی نسیم اس کے لیے مبارک ہو

کہ دردِ شب نشیناں را دوا کرد
جس نے شب نشینوں کے درد کی دوا کی

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
میں بیگانوں کی ہرگز شکایت نہیں کرتا ہوں

کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد
اس لیے کہ میرے ساتھ جو کچھ کیا اس آشنا نے کیا

ؔ محبوب کی نگاہ نے جب ہوشیاروں پر آوازہ کسا تو میں تو نیکی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔
ؔ رات کو جاگنے والوں پر ڈاکہ ڈالنا انتہائی سخت دلی اور چالاکی ہے۔
ؔ محبوب شہسوار ہے اس پر حملہ کر کے قابو کرنا آسان نہیں ہے۔
ؔ میں گدڑی پوش اور وہ ریشمی زرہ پہنے ہوئے جس کی ہر پلک خنجر ہے
ؔ یہاں سے شاہ مظفر شجاع الدین منصور کی تعریف کی طرف گریز ہوتا ہے۔
ؔ جب صورت نکھرتی ہے تو سب سے غائب ہو جاتے ہیں۔
ؔ محبوب تو ہمیشہ سے نیک ہے۔
ؔ شائستہ کے کاموں میں ریاکاری کا شائبہ نہیں ہے۔

نقابِ گل کشید از زلفِ سنبل
سنبل کی زلف سے، پھول پر نقاب ڈال دیا
اگر بندِ قبائے غنچہ وا کرد
اگر غنچہ کی قبا کا بند کھولا

ازاں رنگ و رخم خوں در دل انداخت
اُس رنگ اور رخ سے اس نے میرے دل میں خون ڈال دیا
ازاں گلشن بخارم مبتلا کرد
اس گلشن سے، مجھے کانٹوں میں مبتلا کر دیا

بہر سو بلبلِ بیدل در افغاں
بیدل، بلبل ہر جانب فریادی رہا
تنعّم درمیاں بادِ صبا کرد
بادِ صبا نے بیچ میں، عیش اڑائے

گر از سلطاں طمع کردم خطا بود
اگر میں نے بادشاہ سے توقع لگائی غلطی تھی
ور از دلبر وفا جستم جفا کرد
اگر دلبر سے، وفا چاہی اس نے ظلم کیا

وفا از خواجگانِ شہر با من
شہر کے سرداروں میں سے میرے ساتھ وفا
کمالِ[3] دین و دولت بو الوفا کرد
دین اور دولت کے کمال ابو الوفا نے کی

بشارت بر بکوئے مے فروشاں
مے فروشوں کے کوچہ میں خوشخبری لے جا
کہ حافظ توبہ از زہد و ریا کرد
کہ حافظ نے زہد، اور ریا سے توبہ کر لی

سرِ[4] سودائے تو اندر سرِ ما میگردد
تیری محبت کا خیال ہمارے سر میں چکر لگاتا ہے
تو ببیں در سرِ شوریدہ چہا میگردد
تو دیکھ پریشان سر میں کیا کچھ گھوم رہا ہے

ہر کہ دل در سرِ چوگانِ سرِ زلفِ تو بست
جس نے تیری زلف کے بلّے سے دل وابستہ کر دیا
لاجرم[5] گوئے صفت بے سر و پا میگردد
لامحالہ گیند کی طرح بے سر اور پیر کے گھومتا ہے

گرچہ بیداد و جفا میکند ایں دلبرِ من
اگرچہ میرا یہ دلبر، ظلم کرتا ہے
ہمچناں در پے آں دل بوفا میگردد
دل اسی طرح سے وفا کی اُمید میں اس کے پیچھے گھومتا ہے

از جفائے فلک و غصۂ دوراں صد بار
آسمان کے ظلم، اور زمانے کے رنج سے سو بار
بر تنم پیرہنِ صبر[6] قبا میگردد
میرے جسم پر، صبر کا کرتہ قبا بن جاتا ہے

در نحیفی و نزاری تنِ بیچارۂ من
کمزوری، اور لاغری میں میرا بیچارہ جسم
چوں ہلالیست[7] کہ انگشت نما میگردد
چاند کی طرح ہے، جو انگشت نمائی کے قابل بنا جاتا ہے

بلبلِ طبعِ من از فرقتِ گلزارِ رخش
اُس کے رخ کے گلزار کی جدائی کی وجہ سے میری طبیعت کی بلبل
دیرگاہیست کہ بے برگ و نوا میگردد
کافی زمانہ ہو گیا ہے کہ بے سر و سامان چکر لگا رہی ہے

بہ ہوا داریت اے سرو قدِ لالہ عذار
اے سرو قد، لالہ رخسار، تیری محبت میں
بسکہ آشفتہ و سرگشتہ چو ما میگردد
بہت سے حیران اور پریشان ہیں جو ہماری طرح چکر لگا رہے ہیں

دلِ حافظ چو صبا بر سرِ کوئے تو مقیم
حافظ کا دل، صبا کی طرح تیرے کوچہ میں مقیم ہے
دردمندست و بہ امیدِ دوا میگردد
دردمند ہے اور دوا کی اُمید میں گھوم رہا ہے

---

[1] یہ شعر اور اگلا شعر اُس آشنا کے ظلم کا بیان ہے یعنی اگر وہ کبھی بلطف کرتا ہے تو چہرے پر زلف کا نقاب ڈال لیتا ہے۔
[2] عاشق پریشان ہے اور رقیب مزے اڑا رہے ہیں۔
[3] کمال الدین ابو الوفاؔ حافظ کا ممدوح ہے
[4] محبوب کا خیال ہمارے سر میں سمایا ہے اور طرح طرح سے ستا رہا ہے۔
[5] جو تیری زلف سے دل وابستہ کرے گا وہ گیند کی طرح بے سر و پا ہو جائے گا۔
[6] یعنی دامنِ صبر چاک ہو جاتا ہے۔
[7] جس طرح پہلی رات کے چاند کی طرف انگلیاں اٹھتی ہیں اسی طرح لاغری کی وجہ سے میری طرف اٹھتی ہیں۔

ساقی اندر قدحم باز مئے گلگوں کرد
ساقی نے میرے پیالے میں پھر گلگوں شراب بھر دی

در مئے کہنۂ دیرینۂ ما افیوں کرد
ہماری بہت پرانی شراب میں افیون ملا دی

دیگراں را مئے دیرینہ برابر میداد
دوسروں کو پرانی شراب برابر دے رہا تھا

بمن دل شدہ چوں باز رسید افزوں کرد
جب مجھ دل گم شدہ تک پہونچا تو اس میں اضافہ کر دیا

ایں قدح ہوشِ مرا جملہ بیکبار ببرد
یہ پیالہ میرے ہوش کو یکبارگی اڑا لے گیا

ایں مے ایں بار مرا پاک زخود بیروں کرد
اس شراب نے اس بار مجھے اپنے سے بالکل باہر کر دیا

تو مپندار کہ در ساغر و پیمانۂ ما
تو یہ نہ سمجھ کہ ہمارے ساغر اور پیمانہ میں

بُتِ سنگیں دلِ من خونِ جگر اکنوں کرد
میرے پتھر دل محبوب نے خونِ جگر اب ملا دیا ہے

آنچہ در سینۂ مجروحِ منش دل خوانی
میرے زخمی سینے میں جو چیز جس کو تو دل کہتا ہے

شورِ عشق است کہ با خونِ جگر معجوں کرد
وہ عشق کا شور ہے جو خونِ جگر کے ساتھ معجون بنا ہوا ہے

روزِ اول کہ بہ استاد سپردند مرا
پہلے دن جب انہوں نے مجھے استاد کے سپرد کیا

دیگر از اخرد آموخت مرا مجنوں کرد
اس نے دوسروں کو عقل سکھائی مجھے مجنوں بنا دیا

دلِ حافظ کہ ز افسونِ لبت ایمن بود
حافظ کا دل جو تیرے ہونٹ کے منتر سے محفوظ تھا

چشمِ جادوئے تو اش بارِ دگر افسوں کرد
تیری جادو کی آنکھ نے اس پر دوبارہ جادو کر دیا۔

سپیدہ دم کہ صبا بوئے دوستاں گیرد
صبح کے وقت جبکہ صبا دوستوں کی خوشبو حاصل کرلیتی ہے

چمن ز لطفِ ہوا نکہتِ جناں گیرد
چمن ہوا کی پاکیزگی کی وجہ سے جنتوں کی خوشبو لیتا ہے

نوائے چنگ بدانساں زند صلائے صبوح
چنگ کی آواز، صبوحی شراب کی دعوت اس طور پر دیتی ہے

کہ پیرِ صومعہ راہِ درِ مغاں گیرد
کہ عبادت خانہ کا پیر مغوں کے دروازہ کا راستہ اختیار کرتا ہے

شہِ سپہر چو زریں سپر کشد بر دوش
جب آسمان کا بادشاہ کندھے پر زریں ڈھال دھر لیتا ہے

بہ تیغِ صبح و عمودِ افق جہاں گیرد
صبح کی تلوار اور افق کے گرز سے دنیا پر قبضہ کرلیتا ہے

بر غمِ زاغِ سیہ شاہبازِ سدرہ نشیں
سدرہ پر بیٹھنے والا شہباز سیاہ کوے کے منشا کے خلاف

دریں مقرنسِ زنگاری آشیاں گیرد
اس زنگاری بلند قلعہ میں آشیانہ بنا لیتا ہے

بہ بزمگاہِ چمن رو کہ خوش تماشا ئیست
چمن کی سیر گاہ میں جا، بہترین منظر ہے

کہ لالہ کاسۂ نسرین و ارغواں گیرد
کہ لالہ نسرین اور ارغواں کا پیالہ اٹھاتا ہے

چہ حالتے ست کہ گل در سحر نماید رخ
کیا حالت ہے، کہ پھول صبح کو رونمائی کرتا ہے

چہ آتشے ست کہ در مرغِ صبح خواں گیرد
کیا آگ ہے جو صبح کو چہکنے والے پرند میں لگتی ہے

چہ پرتو یست کہ نورِ چراغِ صبح دہد
کیا روشنی ہے، جو صبح کے چراغ کا نور دیتا ہے

چہ شعلہ ایست کہ در شمعِ آسماں گیرد
کیا شعلہ ہے، جو آسمان کی شمع میں لگتا ہے

خیالِ شاہی اگر نیست در سرِ حافظ
اگر حافظ کے سر میں، شاہی کا خیال نہیں ہے

چرا بہ تیغِ سخن عرصۂ جہاں گیرد
تو کیوں کلام کی تلوار سے دنیا کا میدان فتح کرتا ہے

ے شراب کے نشہ کو دوبالا کرنے کے لئے اس میں افیون ملا دی جاتی ہے۔
ے اس پیالے نے مجھے بالکل بیخود اور مدہوش بنا دیا۔
ے میرا دل کیا ہے عشق اور خونِ جگر کی معجون مرکب ہے۔
ے استاد ازل نے دوسروں کو عقل اور ہمیں جنون کی تعلیم دی۔
ے صبا جب دوستوں کی خوشبو لیکر چلتی ہے چمن جنت بن جاتا ہے۔
ے زریں سپر یعنی سورج۔
ے زاغ سیہ سے رات اور شاہباز سے دن مراد ہے۔ مقرنس زنگاری نیلے رنگ کا بلند قلعہ یعنی آسمان۔
ے لالہ اپنے ہاتھ میں نسرین اور ارغوان کا ساغر تھامے ہے۔
ے حافظ اپنے کلام کے ذریعہ دنیا پر بادشاہت کا سکہ جمانا چاہتا ہے

شاہداں گر دلبری زینساں کنند / زاہداں را رخنہ در ایماں کنند
معشوق، اگر اس طرح دلبری کریں گے / زاہدوں کے ایمان میں، خلل ڈالدیں گے

ہر کجا آں شاخ نرگس بشگفد / گلرخانش دیدہ نرگسداں کنند
جہاں کہیں، وہ نرگس کی شاخ کھلتی ہے / گلرخ، اپنی آنکھ کو اس کے لئے نرگس دان بناتے ہیں

یارِ ما چوں سازد آہنگ سماع / قدسیاں در عرش دست افشاں کنند
میرا یار، جب سماع کا ارادہ کرتا ہے / فرشتے عرش پر، رقص کرنے لگتے ہیں

رخ نماید آفتابِ دولتت / گر چو صبح آئینہ رخشاں کنند
تیری دولت کا آفتاب، طلوع ہوگا / اگر صبح کی طرح، تیرا آئینہ روشن کردیں

مردم چشمم بخوں آغشتہ شد / از کجا ایں ظلم بر انساں کنند
میری آنکھ کی پتلی، خون میں آلودہ ہوگئی / یہ ظلم انسان پر، کہاں سے کرتے ہیں

عاشقاں را بر سر خود حکم نیست / ہر چہ فرمانِ تو باشد آں کنند
عاشقوں کو اپنے اوپر اختیار نہیں ہے / جو تیرا حکم ہوتا ہے، وہ کرتے ہیں

پیشِ چشمم کمتر است از قطرۂ / آں حکایتہا کہ از طوفاں کنند
میری نظر میں، ایک قطرے سے بھی کم ہیں / وہ قصے، جو طوفان کے بیان کرتے ہیں

کن نگاہے از دو چشمت تا رواں / مرگ را بر بیدلاں آساں کنند
اپنی دونوں آنکھوں سے ایک نظر ڈالئے تاکہ جلد / موت کو، بیدلوں پر آسان کردیں

عید رخسارِ تو کو تا عاشقاں / در وفایت جان و دل قرباں کنند
تیرے رخسار کی عید کہاں ہے تاکہ عاشق / تیری وفاداری میں جان اور دل کو قربان کردیں

ای جوانِ سرو قد گوئے بزن / پیش ازاں کز قامتت چوگاں کنند
اے سرو قد، نوجوان! گیند مار / اس سے پہلے کہ تیرا قد بچے کی طرح کردیں

خوش برآی از غصہ ای دل کاہلِ راز / عیشِ خوش در بوتۂ ہجراں کنند
اے دل! عیش و عشرت سے نکل آ، بھید کرنے والے / فراق کی کٹھالی میں ہمیشہ کی زندگی بسر کرتے ہیں

سرکش حافظ ز آہِ نیم شب
اے حافظ! آدھی رات کی آہ سے سرتابی نہ کر
تا چو صبح آئینہ رخشاں کنند
تاکہ صبح کی طرح، تیرے آئینہ کو روشن کردیں

شرابِ بیغش و ساقی خوش دو دام رہند / کہ زیرکانِ جہاں از کمند شاں نرہند
خالص شراب اور حسین ساقی، راستہ کے ایسے دو جال ہیں / کہ دنیا کے عقلمند ان کی کمند سے، رہائی نہیں پاتے ہیں

من ار چہ عاشقم و رند و مست و نامہ سیاہ / ہزار شکر کہ یارانِ شہر بیگنہند
میں اگرچہ عاشق اور رند اور مست اور نامہ سیاہ ہوں / ہزار شکر کہ شہر کے دوست بے گناہ ہیں

مبیں حقیر گدایانِ عشق را کایں قوم / شہانِ بے کمر و خسروانِ بے کلہ اند
عشق کے فقیروں کو حقیر نہ سمجھ اس لئے کہ یہ لوگ / بے پٹکے کے شاہ، اور بے تاج کے بادشاہ ہیں

۱ شعر
[illegible]

۲ تیرے معشوق کو دوسرے حسین آنکھوں پر بٹھاتے ہیں
۳ عاشق خود بے اختیار اور معشوق کے فرمانبردار ہوتے ہیں
۴ طوفان نوح میری نظروں میں ایک قطرہ بھی نہیں ہے
۵ جوانی میں کوئی کام کرلے بڑھاپا بیکاری کا وقت ہے
۶ نیم شبی آہ سے دل کا آئینہ صاف ہوتا ہے
۷ یہ مذہب کے دعوے داروں پر طنز ہے
۸ شعر
خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد

جفا نہ شیوۂ درویشی است و راہروی
درویشی اور سلوک کا شیوہ ظلم نہیں ہے

بیار بادہ کہ ایں سالکاں نہ مردِ رہند
شراب لا، یہ سالک مرد راہ نہیں ہیں

مکن کہ کوکبۂ دلبری شکستہ شود
ایسا نہ کر ورنہ دلبری کی شان و شوکت ختم ہو جائیگی

چو چاکراں بگریزند و بندگاں بجہند
جب خادم بھاگ جائیں گے، اور غلام مفرور ہو جائیں گے

غلامِ ہمتِ دُردی کشانِ یکرنگم
میں یکرنگ، تلچھٹ پینے والوں کی توجہ کا غلام ہوں

نہ آں گروہ کہ ازرق لباس و دل سیہند
نہ کہ اس گروہ کا، جو نیلے لباس والے اور سیاہ دل ہیں

قدم منہ بخرابات جز بشرطِ ادب
ادب کے طریقہ کے بغیر شراب خانہ میں قدم نہ دھر

کہ ساکنانِ درش محرمانِ پادشہند
اس لئے کہ اس کے در کے باشندے بادشاہ کے خواص ہیں

بہوش باش کہ ہنگامِ بادِ استغنا
ہوش میں رہ کہ بے نیازی کی ہوا کے وقت

ہزار خرمنِ طاعت بہ نیم جو ندہند
اطاعت کے ہزار کھلیانوں کو آدھے جو کے بدلے نہیں بخشتے ہیں

جنابِ عشق بلندست ہمتے حافظ
عشق کی بارگاہ اونچی ہے، حافظ ہمت بلند رکھ

کہ عاشقاں رہِ بے ہمتاں بخود ندہند
اس لیے کہ عاشق بے ہمتوں کا راستہ نہیں اپناتے

شاہد آں نیست کہ موئے و میانے دارد
معشوق وہ نہیں ہے جو زلف اور کمر رکھتا ہو

بندۂ طلعتِ آں باش کہ آنے دارد
اس کے چہرے کا غلام بن جو کوئی آن رکھتا ہو

شیوۂ حور و پری خوب و لطیف ست و لے
حور اور پری کا شیوہ، اچھا اور پاکیزہ ہے لیکن

خوبی آنست و لطافت کہ فلانے دارد
خوبی اور لطافت وہ ہے جو فلاں رکھتا ہے

چشمۂ چشم مرا اے گلِ خنداں دریاب
اے ہنستے پھول! میری آنکھ کے چشمہ پر پہونچ

کہ بامیدِ تو خوش آبِ روانے دارد
کیونکہ تیری امید میں بہت اچھا جاری پانی رکھتا ہے

مرغِ زیرک نشود در چمنش نغمہ سرائے
ہوشیار پرندہ اس کے چمن میں نہیں گاتا

ہر بہارے کہ بدنبال خزانے دارد
ہر وہ بہار جو اپنے پیچھے ایک خزاں رکھتی ہو

خمِ ابروئے تو در صنعتِ تیر اندازی
تیر اندازی کے ہنر میں، تمہارے ابرو کا خم

بستد از دستِ ہر آنکس کہ کمانے دارد
ہر کمان دار کے ہاتھ سے کمان چھین لیتا ہے

گوئے خوبی کہ برد از تو کہ خورشید آنجا
تجھ سے خوبی کی گیند کون جیت سکتا ہے جبکہ آفتاب بھی وہاں

نہ سوار یست کہ در دست عنانے دارد
ایسا سوار نہیں ہے جو ہاتھ میں باگ رکھتا ہو

دلنشیں شد سخنم تا تو قبولش کردی
جب سے تو نے اس کو پسند کیا ہے میرا کلام دلنشیں ہو گیا ہے

آرے آرے سخنِ عشق نشانے دارد
ہاں، ہاں، عشق کی بات ایک اثر رکھتی ہے

در رہِ عشق نشد کس بیقیں محرمِ راز
عشق کے راستہ میں کوئی شخص یقین کے ساتھ محرم راز نہیں بنا

ہر کسے بر حسبِ فہم گمانے دارد
ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق ایک گمان رکھتا ہے

با خرابات نشیناں ز کرامات ملاف
خراباتیوں کے سامنے کرامات کی ڈینگیں نہ مار

ہر سخن جائے و ہر نکتہ مکانے دارد
ہر بات ایک مقام اور ہر نکتہ کوئی موقع رکھتا ہے

ے جنابِ باری کے استغنا کے وقت ہزاروں سال کی عبادت بھی ہیچ ہے۔

ے گُل و آفتاب کا جوڑ کیا خوب ہے۔

ے دنیا کی ہر لذت ناپائیدار ہے اس لیے عقلمند زیادہ مسرور نہیں ہوتے۔

ے جبکہ سورج بے لگام گھوڑے پر سوار ہے تجھ سے چوگان میں کیسے بازی جیت سکتا ہے۔

ے راہِ عشق کا کسی کو پتہ نہیں چلا، ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق کچھ کہتا ہے۔

مردمِ دیدہ تیمم کند از خاکِ درت — گرچہ در خانۂ خود آبِ روانے دارد

آنکھ کی پتلی تیرے در کی خاک سے تیمم کرتی ہے — اگرچہ خود اپنے گھر میں رواں پانی رکھتی ہے

مدعی گو برو و نکتہ بحافظ مفروش

مدعی کو کہدو، چلا جا، اور حافظ کے سامنے نکتہ بازی نہ کر

کلکِ ما نیز زبانے و بیانے دارد

ہمارا قلم بھی کوئی زبان اور کچھ بیان رکھتا ہے

شرابِ و عیشِ نہاں چیست کارِ بے بنیاد — زدیم بر صفِ رندان و ہرچہ بادا باد

خفیہ شراب نوشی اور عیش کیا ہے؟ بے بنیاد کام ہے — ہم نے بھی آج رندوں کی صف میں جو کچھ ہونا ہے ہو

گرہ ز دل بکشا و ز سپہر یاد مکن — کہ فکرِ ہیچ مہندس چنیں گرہ نکشاد

دل کی گرہ کھول، اور آسمان کی یاد نہ کر — اس لئے کہ کسی نجومی کی فکر نے ایسی گرہ نہیں کھولی

ز انقلابِ زمانہ عجب مدار کہ چرخ — ازیں فسانہ و افسوں ہزار دارد یاد

زمانہ کے انقلاب سے تعجب نہ کر، اس لئے کہ آسمان کو — اس قسم کے ہزاروں افسانے اور منتر یاد ہیں

قدح بشرطِ ادب گیر زانکہ ترکیبش — ز کاسۂ سرِ جمشید و بہمن ست و قباد

پیالہ ادب سے تھام، اس لئے کہ اس کی ترکیب — جمشید اور بہمن اور کیقباد کے سر کی کھوپڑی سے ہے

کہ آگہ است کہ جمشید و کے کجا رفتند — کہ واقف است کہ چوں رفت تختِ جم بر باد

کون جانتا ہے کہ جمشید اور کیقباد کہاں گئے؟ — کون جانتا ہے کہ سلیمان کا تخت کیسے ہوا پر اڑ گیا؟

ز حسرتِ لبِ شیریں ہنوز می بینم — کہ لالہ می دمد از خاکِ تربتِ فرہاد

میں دیکھتا ہوں کہ شیریں کے ہونٹوں کی حسرت میں اب تک — فرہاد کی قبر کی مٹی سے لالہ اگتا ہے

مگر کہ لالہ بدانست بیوفائیِ دہر — کہ تا بزاد و بشد جام مے ز کف ننہاد

شاید لالہ نے زمانے کی بیوفائی کو سمجھ لیا ہے — اس لئے کہ جب سے پیدا ہوا اور جب تک رہا ہاتھ سے شراب کا پیالہ نہ چھوڑا

نمی دہند اجازت مرا بسیر و سفر — نسیمِ خاکِ مصلیٰ و آبِ رکنا باد

مجھے سیر اور سفر کی اجازت نہیں دیتے ہیں — مصلیٰ کی خاک کی نسیم، اور رکنا باد کا پانی

بیا بیا کہ زمانے ز مے خراب شویم — مگر رسیم بگنجے دریں خراب آباد

آؤ، تاکہ تھوڑی دیر کے لئے شراب سے مست ہو جائیں — شاید اس خراب آباد میں ہم کسی خزانہ تک پہونچ جائیں

بنوش بادۂ صافی بنالۂ دف و چنگ — کہ بستہ اند بر ابریشم طرب دل شاد

دف اور چنگ کے نالہ پر صاف شراب پی — کہ خوشی دل کو مستی نے ابریشم سے وابستہ کیا ہے

ز دست اگر ننہم جامِ مے مکن عیبم — کہ پاک تر بود از جم حریف دست نداد

اگر میں شراب کا جام ہاتھ سے نہیں چھوڑتا تو مجھے عیب نہ لگا — اس لئے کہ اس سے پاک دوست ابھی میرے ہاتھ نہیں لگا

رسید در غمِ عشقش بحافظ آنچہ رسید

حافظ بیچارے کو عشق کے غم میں، جو گزرا، سو گزرا

کہ چشمِ زخمِ زمانہ بعاشقاں مرساد

خدا کرے زمانہ کی نظرِ بد عاشقوں کو نہ پہونچے

ا اگرچہ پانی کے ہوتے ہوئے تیمم درست نہیں لیکن آنکھوں سے خود چشمے جاری ہیں اور وہ محبوب کی خاک سے تیمم کرتی ہیں۔

۲ خفیہ شراب نوشی بیکار ہے بہتر ہم رندوں میں شامل ہو گئے ہیں

۳ آسمان کے مظالم فراموش کر دے اور دل میں گرہ نہ ڈال۔ یہ گرہ کسی نجومی سے بھی نہیں کھلی ہے۔

۴ زمانہ آغاز سے بہت ہے سینکڑوں کو مٹایا ہے جن کے افسانے اس کو یاد ہیں

۵ [illegible] شراب سینکڑوں بزرگوں کی سر کی مٹی سے بنا ہے، اس کو ادب و احترام سے ہاتھ میں لینا چاہیے

۶ فرہاد کی قبر سے لالہ شیریں کے ہونٹوں کے شوق میں اگ رہا ہے۔

۷ لالہ کو جام بکف [illegible] اسی لیے ہے کہ وہ غمِ دنیا سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے۔

۸ حافظ کو مصلیٰ اور رکنا باد اس قدر پسند تھے کہ دوسرے ملکوں کی دعوت کو اکثر ٹھکرا دیا۔

۹ چنگ کے تار ریشم کے [illegible] باندھے جاتے تھے

صوفی نہاد دام و سرِ حقّہ باز کرد
صوفی نے جال بچھایا اور ڈبّہ کھولا

بنیادِ مکر با فلکِ حقّہ باز کرد
شعبدہ باز، آسمان کے ساتھ مکر کی بنیاد ڈالی

بازیِ چرخ بشکندش بیضہ در کلاہ
آسمان سے بازی گری کرتا، اس کی مکاری ظاہر کر دے گا

زیرا کہ عرضِ شعبدہ با اہلِ راز کرد
اس لیے کہ اس نے شعبدہ، راز دار پر پیش کیا ہے

ساقی بیا کہ شاہدِ رعنائے صوفیاں
اے ساقی آجا، صوفیوں کا چالاک معشوق

دیگر بجلوہ آمد و آغازِ ناز کرد
پھر نمودار ہوا ہے، اور ناز شروع کر دیا ہے

ایں مطرب از کجاست کہ سازِ عراق ساخت
یہ مطرب کہاں کا ہے؟ کہ عراق کا ساز چھیڑا ہے

و آہنگِ بازگشت ز راہِ حجاز کرد
اور بازگشت کا ارادہ حجاز کے راستے سے کیا ہے

اے دل بیا کہ ما بپناہِ خدا رویم
اے دل آجا، تاکہ ہم خدا کی پناہ میں چلیں

زانچہ آستینِ کوتہ و دستِ دراز کرد
ان کاموں سے جو کوتہ آستین اور دست دراز نے کیے ہیں

صنعت مکن کہ ہر کہ محبت نہ راست باخت
تصنع نہ برت، اس لیے کہ جس نے سچی محبت نہیں کی

عشقش بروئے دل درِ محنت فراز کرد
عشق نے اس کے دل پر محنت کا دروازہ کھول لیا ہے

اے کبکِ خوش خرام کہ خوش میروی بناز
اے خوش رفتار چکور، جو ناز سے خوش خوش جا رہی ہے

غرّہ مشو کہ گربۂ عابد نماز کرد
دھوکا نہ کھا کہ عابد گھمنڈی کی بلی نے نماز پڑھی ہے

فردا کہ پیشگاہِ حقیقت شود پدید
کل، جب حقیقت کا سامنا ظاہر ہوگا

شرمندہ رہروے کہ نظر بر مجاز کرد
وہ مسافر شرمندہ ہوگا، جس نے مجاز پر نظر کی ہے

حافظ مکن ملامتِ رنداں کہ در ازل
اے حافظ رندوں کو ملامت نہ کر اس لیے کہ ازل میں

ما را خدا ز زہد و ریا بے نیاز کرد
ہمیں خدا نے زہد اور ریا سے بے نیاز کر دیا ہے

صوفی ار بادہ باندازہ خورد نوشش باد
اگر صوفی شراب اندازے کے مطابق پیئے تو اس کو نوش جان ہو

ور نہ اندیشۂ ایں کار فراموشش باد
ورنہ اس کام کا خیال بھی اس سے فراموش ہو

آنکہ یک جرعہ مے از دست تواند دادن
جو شخص شراب کا ایک گھونٹ ہاتھ سے دے سکے

دست با شاہدِ مقصود در آغوشش باد
اس کا ہاتھ مقصد کے معشوق سے ہمکنار ہو

کیست آں شاہ سوارِ خوش و خرّم کہ دو کون
وہ خوش و خرم شہسوار کون ہے خدا کرے دونوں جہان

بستہ بندِ قبا و علمِ دوشش باد
اس کی قبا کے بند اور کندھے کے جھنڈے سے وابستہ ہوں

نرگسِ مست نوازش کنِ مردم دارش
اس کی مست نرگس، نوازش کرنے والی، مردم نواز

خونِ عاشق بخورد گر بقدح نوشش باد
اگر پیالے سے عاشق کا خون پئے تو اس کے لیے نوش جان ہو

چشمم از آئنہ دارانِ خط و خالش گشت
میری آنکھ اس کے خط و خال کے آئینہ داروں میں ہو گئی ہے

لبم از بوسہ ربایانِ لبِ نوشش باد
خدا کرے میرا ہونٹ اس کے شیریں ہونٹ کے بوسہ لینے والوں میں ہو

گرچہ از کبر سخن با منِ درویش نکرد
اگرچہ تکبر کی وجہ سے مجھ درویش سے بات نہ کی

جاں فدائے شکریں پستۂ خاموشش باد
اس کے شیریں پستے جیسے خاموش ہونٹ پر میری جان قربان ہو

یہ مشہور ہے کہ حافظ کے دور میں عماد فقیہ تھا ان کی ایک بلی تھی جس کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ ان کی کرامت سے ان کی بلی نماز پڑھتی ہے اس دور کا بادشاہ شاہ شجاع ان فقیہ کا معتقد تھا حافظ نے اس غزل میں ان پر طنز کیے ہیں جو شاہ شجاع کو ناگوار گزرے اور حافظ کو طرح طرح کے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

شاہِ ترکاں سخنِ مدعیاں می شنود
ترکوں کا بادشاہ مدعیوں کی بات سنتا ہے

شرم از مظلمۂ خونِ سیاوشش باد
سیاؤش کے خون کے ظلم سے اس کو شرم آئے

پیرِ ما گفت خطا بر قلمِ صنع نرفت
ہمارے پیر نے کہا قدرت کے قلم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی؟

آفرین بر نظرِ پاکِ خطاپوشش باد
اس کی خطاپوش پاک نظر کو شاباش ہو

بغلامیِ تو مشہورِ جہان شد حافظ
حافظ تیری غلامی سے دنیا میں مشہور ہو گیا ہے

حلقۂ بندگیِ زلفِ تو در گوشش باد
تیری زلف کی غلامی کا حلقہ اس کے کان میں ہے

صبا وقتِ سحر بوئے ز زلفِ یار می آورد
صبح کے وقت صبا یار کی زلف کی خوشبو لا رہی تھی

دلِ شوریدۂ ما را ز نو در کار می آورد
ہمارے دیوانے دل کو از سرِ نو کام میں لگا رہی تھی

ز رشکِ تارِ زلفِ یار بر بادِ سحر میلد
یار کی زلف کے بال کے رشک میں، صبح ہوا کو دے رہی تھی

صبا ہر نافۂ مشکے کہ از تا تار می آورد
صبا مشک کا ہر وہ نافہ جو تاتار سے لا رہی تھی

فروغِ ماہ می دیدم ز بامِ قصرِ او روشن
میں اس کے مکان کے بالاخانہ سے چاند کے فروغ کو روشن دیکھتا تھا

کہ روی از شرمِ آں خورشید بر دیوار می آورد
جس کی شرم کی وجہ سے سورج، دیوار میں منہ چھپا رہا تھا

عفی اللہ چینِ ابرویش اگرچہ ناتوانم کرد
اس کے ابروکی شکن کو خدا بخشے اگرچہ اس نے مجھے کمزور بنا دیا ہے

برحمت ہم پیامے بر سرِ بیمار می آورد
رحمت کا بھی ایک پیغام بھی وہی بیمار کے سرہانے لا رہی تھی

سراسر بخششِ جاناں طریقِ لطف و احساں بود
محبوب کی بخشش سراسر لطف اور احسان کا طریقہ تھا

اگر تسبیح می فرمود اگر زنار می آورد
خواہ تسبیح کا حکم فرماتا تھا، خواہ زنار لاتا تھا

من آں شاخِ صنوبر را ز باغِ سینہ بر کندم
میں نے سینہ کے باغ سے اس صنوبر کی شاخ کو اکھاڑ پھینکا

کہ ہر گُل کز غمش بشگفت محنت بار می آورد
اس لئے کہ اس کے غم کا جو پھول کھلا، رنج کا پھل لاتا تھا

ز بیمِ غارتِ چشمش دلِ خونیں رہا کردم
اس کی آنکھوں کی غارت گری کے خوف سے میں نے خون آلود دل کو چھوڑ دیا

ولے می ریخت خوں در رہ بدیں ہنجار می آورد
لیکن وہ اس کو اس طریقہ سے لاتا تھا کہ راستہ میں خون ٹپکتا تھا

خوش آں اوقات و خوش آں ساعت کہ آں الف گرہ بند
وہ وقت اور گھڑی کتنی اچھی تھی کہ اس کی گرہ بند زلف

بذر دیدے چناں لماکہ خصم ما اقرار می آورد
دلوں کو اس طریقہ سے چرا لی تھی کہ دشمن بھی اعتراف کر لیتا تھا

بقولِ مطرب و ساقی بروں رفتم گہ و بیگہ
مطرب اور ساقی کے کہنے پر میں وقت بے وقت باہر نکل گیا

کز آں راہِ گراں قاصد خبر دشوار می آورد
کہ اس دشوار راستے سے قاصد بھی مشکل سے خبر لاتا تھا

عجب می داشتم دیشب ز حافظ جام و پیمانہ
کل رات حافظ کے جام اور پیمانہ پینے پر مجھے تعجب ہو رہا تھا

ولے منعش نمی کردم کہ صوفی وار می آورد
لیکن میں اس کو منع نہ کرتا تھا کیونکہ وہ صوفیانہ طریقہ پر لاتا تھا

صبا بہ تہنیتِ پیرِ می فروش آمد
مے فروش پیر کو مبارکباد دینے، صبا آئی

کہ موسمِ طرب و عیش و ناز و نوش آمد
کیونکہ خوشی، عیش، ناز اور پینے کا زمانہ آگیا

کاؤس، شاہِ ایران کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا اس کا نام سیاؤش رکھا گیا۔ لیکن نجومیوں نے اس کو منحوس قرار دیا۔ بادشاہ نے اسکو قلعہ سے نکال دیا تو اسکو رستم نے پال لیا جوان ہونے پر کاؤس کو وہ پسند آیا تو کاؤس نے اس کو قلعہ میں بلا لیا وہاں اس پر کاؤس کی ایک بیوی عاشق ہوگئی اور اس نے اس کو پھسلانا چاہا لیکن سیاؤش کی شرافت آڑے آئی اس پر کاؤس کی بیوی نے انتقام لینے کے لئے سیاؤش پر تہمت لگائی اور وہ کاؤس کی نگاہ میں بھی مجرم ٹھہرا وہ اپنی برأت کے لئے آگ میں سے ہو کر گیا اور صحیح و سالم باہر آگیا لیکن وہ کاؤس سے ناخوش ہو گیا۔ افراسیاب جو کاؤس کا حریف تھا اس نے سیاؤش کو بلا بھیجا اور اپنی لڑکی سے اس کی شادی کر دی لیکن بعد میں وہ سیاؤش کا ستارہ گردش میں آیا اور افراسیاب کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔ مصرعہ میں سیاؤش کے بے گناہ قتل کی طرف اشارہ ہے۔

موجودہ زبانی کا فاعلوں کو بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ [illegible]

ہوا مسیح نفس گشت و باد نافہ کشا
صبا مسیح کے سانس والی اور ہوا نافہ کھولنے والی ہو گئی

درخت سبز شد و مرغ در خروش آمد
درخت سبز ہو گئے، پرندہ شور کرنے لگے

تنورِ لالہ چناں بر فروخت بادِ بہار
باد بہاری نے لالہ کے تنور کو اس طرح روشن کر دیا

کہ غنچہ غرقِ عرق گشت و گل بجوش آمد
کہ غنچہ پسینے میں ڈوب گیا، اور پھول جوش میں آ گیا

بگوشِ ہوش نیوش از من و بعشرت کوش
میری نصیحت ہوش کے کان سے سن لو اور عیش کی کوشش کر

کہ ایں سخن سحر از ہاتفم بگوش آمد
اس لئے کہ یہ بات صبح کو غیب کی آواز سے میرے کان میں پہنچی

ز فکر تفرقہ باز آی تا شوی مجموع
تفرقہ کے خیال سے باز آ جا تا کہ تو مطمئن ہو جائے

بحکم آنکہ چو شد اہرمن سروش آمد
اس لئے کہ جب شیطان گیا فرشتہ آیا

ز مرغِ صبح ندانم کہ سوسنِ آزاد
مجھے معلوم نہیں کہ صبح کے پرندے سے آزاد سوسن نے

چہ گوش کرد کہ با دہ زباں خموش آمد
کیا سنا کہ دس زبانوں کے باوجود چپ ہے

چہ جائے صحبتِ نامحرم است مجلسِ انس
محبت کی مجلس، نامحرم کی صحبت کی جگہ نہیں ہے

سرِ پیالہ بپوشاں کہ خرقہ پوش آمد
پیالہ ڈھانپ، کہ گدڑی پہننے والا آ گیا

بگویمت سخن خوش بیا و بادہ بنوش
میں تجھ سے پیاری بات کہتا ہوں آ اور شراب پی

کہ زاہد از پے معرفت و بادہ نوش آمد
اس لئے کہ زاہد ہمارے پاس سے گیا اور شراب نوش آ گیا

ز خانقاہ بمیخانہ می رود حافظ
حافظ خانقاہ سے میخانہ کو جاتا ہے۔

مگر ز مستی زہد و ریا بہوش آمد
شاید زہد اور ریا کی مستی سے ہوش میں آ گیا

صورتِ خوبت نگارا خوش بآئیں بستہ اند
اے معشوق تیری حسین صورت بہترین زیبائش سے بنائی ہے

گوئیا نقشِ لبت از جانِ شیریں بستہ اند
گویا تیرے ہونٹ کی صورت شیریں جان سے بنائی ہے

از برائے مقدمِ خیلِ خیالت مردماں
تیرے خیالات کی جماعت کی پیشوائی کے لئے پتلیوں نے

ز اشکِ رنگیں در دیارِ دیدہ آئیں بستہ اند
رنگین آنسوؤں سے آنکھ کے وطن میں زیبائش کی ہے

کارِ زلفِ تست عطاری و مشک افشانی
عطاری اور مشک افشانی تیری زلف کا کام ہے

مصلحت را تہمتے بر نافۂ چیں بستہ اند
مصلحتاً چین کے نافہ پر تہمت باندھی ہے

یا رب آں رویست در پیرامنش دُرہائے گوش
اے خداوند ایک چہرہ ہے اور اس کے اطراف میں کان کے موتی

یا بگردِ ماہِ تاباں عقدِ پروین بستہ اند
یا روشن چاند کے چاروں طرف ثریا کا ہار باندھا ہے

نقش بندانِ خطا از خطِ سبزِ عارضت
خطا کے نقاشوں نے تیرے رخسار کے سبز خط سے

سائباں گِردِ عنبر گِردِ نسریں بستہ اند
عنبر کی گرد کا سائبان، نسریں کے چاروں طرف باندھا ہے

جملہ وصفِ عشقِ من بود و حسنِ روئے تو
سب میرے عشق اور تیرے چہرے کے حسن کے وصف ہیں

آں حکایتہا کہ از فرہاد و شیریں بستہ اند
وہ حکایتیں جو شیریں اور فرہاد کی بنائی ہیں

حافظا نخن حقیقت گوئی سِرّ عشق را
اے حافظ تو عشق کے راز کا خاص حقیقت گو ہے

غیر ازیں گوئی خیالاتے تخمیں بستہ اند
اس کے علاوہ گویا اندازے سے کچھ خیالات بندی کی ہے

۱؎ خوشگوار ہوا مردوں میں جان ڈال رہی ہے۔
۲؎ باد بہاری نے لالہ کو دہکا دیا ہے۔
۳؎ باہر عیش کوشش کہ عالم دوبارہ نیست
۴؎ تفرقہ شیطانی کام ہے، اطمینان خاطر فرشتۂ رحمت کی عطا ہے۔
۵؎ سوسن کو دس زبانوں والا مانا گیا ہے۔ بلبل نے دنیا کی ناپائیداری کی بات اس سے کہدی ہے اسی لئے وہ خاموش ہے۔
۶؎ زاہد نامحرم ہے ایسے سامنے شراب نوشی نہیں ہو سکتی ہے۔
مرد ناشر دوست [illegible] دوست [illegible]
۷؎ خیالات کی پیشوائی میں ہم آنکھوں سے لعل بناتے ہیں تاکہ نچھاور کریں۔
۸؎ روشن چہرہ کے اطراف میں کان کے آویزے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے چاند کے گرد میں ثریا کا ہار ہو۔
۹؎ خطا کے نقاش جب تیری تصویر بناتے ہیں تو گل نسرین کے چاروں طرف عنبر کی گرد جماتے ہیں۔ یعنی تیرا رخسار بمنزلۂ گل نسرین اور سبزۂ خط بمنزلۂ گرد عنبر۔
۱۰؎ شیریں فرہاد کے قصے صرف اصل ہمارے ہی قصے ہیں۔

طائرِ دولت اگر باز گذارے بکند
نصیبے کا پرندہ اگر پھر ایک بار گذر کرے

یار باز آید و با وصل قرارے بکند
دوست واپس آ جائے اور وصل کا اقرار کرے

دیدہ را دستگہِ دُرّ و گہر گرچہ نماند
آنکھوں کو موتی اور گوہر پر اگرچہ قدرت نہ رہی

بخورد خونے و تدبیرِ نثارے بکند
خون پئے اور نچھاور کرنے کی تدبیر کرے

شہر خالیست ز عشاق مگر کز طرفے
عاشقوں سے شہر خالی ہے شاید یہاں کوئی کنارے سے

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند
کوئی مرد غیب سے برآمد ہو اور کوئی کام کرے

کش نیارد برِ او دم زدن از قصۂ ما
اس کو ہمارا قصہ سنانے کا کوئی دم نہیں بھر سکتا ہے

مگرش بادِ صبا گوش گزارے بکند
شاید بادِ صبا ہی اس کے گوش گزار کرے

دادہ ام بازِ نظر را بہ تذروے پرواز
میں نے نظر کے باز کو چکور پر اڑایا ہے

باز خواند مگرش بخت و شکارے بکند
شاید اس کو نصیبہ پھر دعوت دے اور وہ ایک شکار کرے

کو کریمے کہ ز بزمِ طربش غمزدہ
ایسا داتا کہاں ہے کہ اس کی عیش کی مجلس میں کوئی غمزدہ

جرعۂ درکشد و دفعِ خمارے بکند
ایک گھونٹ پی لے اور خمار کو دفع کرے

یا وفا یا خبرِ وصلِ تو یا مرگِ رقیب
یا وفا، یا تیرے وصل، یا رقیب کی موت کی خبر

بازیِ چرخ ازیں یک دو سہ کارے بکند
آسمان کی بازی ان ایک دو تین کاموں میں سے کوئی کام کرے

دوش گفتم بکند لعلِ لبش چارۂ دل
کل شب میں نے کہا اس کے ہونٹ کا لعل دل کا علاج کرے گا

ہاتفِ غیب ندا داد کہ آرے بکند
ہاتفِ غیبی نے کہا ہاں کرے گا

حافظا گر نروی از درِ او ہم روزے
اے حافظ! اگر تو اس کے دروازہ سے نہ ٹلے تو وہ بھی کسی دن

گذرے بر سرت از گوشہ کنارے بکند
کسی گوشے کے کنارے سے تجھ پر گزرے گا

عکسِ روئے تو چو در آئینۂ جام افتاد
جب تیرے چہرے کا عکس جام کے آئینہ میں پڑا

عارف از پرتوِ مے در طمعِ خام افتاد
عارف شراب کے سایہ سے غلط [illegible] میں پڑ گیا

حسنِ روئے تو بیک جلوہ کہ در آئینہ کرد
تیرے چہرے کے حسن کے ایک جلوے سے جو اس نے آئینہ میں دکھایا

اینہمہ نقش در آئینۂ اوہام افتاد
اوہام کے آئینہ میں یہ تمام نقش قائم ہو گئے

جلوہ کرد رخش روزِ ازل زیرِ نقاب
روزِ ازل میں زیرِ نقاب اس کے رخ نے جلوہ دکھایا

عکسے از پرتوِ آں بر رخِ افہام افتاد
اس کے سایہ کا عکس، عقلوں کے رخ پر پڑ گیا

اینہمہ عکسِ مے و نقشِ مخالف کہ نمود
یہ سب، شراب والا عکس اور بالمقابل نقش جو ظاہر ہوا

یک فروغِ رخِ ساقیست کہ در جام افتاد
ساقی کے رخ کا ایک جلوہ ہے جو جام میں آ گیا ہے

غیرتِ عشق زبانِ ہمہ خاصاں ببرید
عشق کی غیرت نے تمام خواص کی زبان کاٹ دی

از کجا سرِّ غمش در دہنِ عام افتاد
عوام کے منہ میں اس کے غم کا راز کہاں سے پڑ گیا

ہر دمش با منِ دلسوختہ لطفے دگر است
مجھ دل جلے پر ہر وقت اس کا ایک نیا کرم ہے

ایں گدا بیں کہ چہ شائستۂ انعام افتاد
اس فقیر کو دیکھو کیسا انعام کا مستحق [illegible]

پاک بیں از نظرِ پاک بمقصود رسید
صاف دیکھنے والا، صاف نظر کی وجہ سے مقصود تک پہنچ گیا

احول از چشمِ دو بیں در طمعِ خام افتاد
بھینگا، دو دیکھنے والی آنکھ سے غلط لالچ میں پڑا

زیرِ شمشیرِ غمش رقص کناں باید رفت
اس کے غم کی تلوار کے نیچے ناچتے ہوئے جانا چاہیے

کانکہ شد کشتۂ او نیک سرانجام افتاد
اس لیے کہ جو اس کا مقتول بنا، نیک انجام ہوا

در خمِ زلفِ تو آویخت دل از چاہِ زنخ
ٹھوڑی کے کنویں سے نکل کر دل تیری زلف کے پیچ میں لٹک گیا

آہ کز چاہ بروں آمد و در دام افتاد
آہ! کنویں سے نکلا، اور جال میں پھنس گیا

آں شد اے خواجہ کہ در صومعہ بازم بینی
اے خواجہ! یہ بات گئی کہ تو مجھے پھر عبادت خانہ میں دیکھے

کارِ ما با رخِ ساقی و لبِ جام افتاد
ہمارا واسطہ ساقی کے رخ اور جام سے پڑ گیا

من ز مسجد بخرابات نہ خود افتادم
میں مسجد سے خرابات میں، خود نہیں جا پڑا

اینم از روزِ ازل حاصلِ فرجام افتاد
میرا مقدر ازل سے یہی حاصل، اور انجام بنا

چہ کند کز پے دوراں نرود چوں پرکار
کیا کرے، اگر پرکار کی طرح زمانہ کے پیچھے نہ چلے

ہر کہ در دائرۂ گردشِ ایام افتاد
جو کہ، زمانہ کی گردش کے دائرے میں جا پڑا

منکہ در زمرۂ عشاق برندی علمم
میں جو کہ عاشقوں کی جماعت میں رندی کا نشان ہوں

طبلِ پنہاں چہ زنم طشتِ من از بام افتاد
چھپ کر ڈھول کیا بجاؤں، میرا طشت بالاخانہ سے گر پڑا

صوفیاں جملہ حریفند و نظر باز ولے
صوفی سب ہی عاشق، اور نظر باز ہیں، لیکن

زیں میاں حافظِ دل سوختہ بدنام افتاد
ان میں حافظ، دل جلا، بدنام ہو گیا

عشقت نہ سرسری ست کہ از سر بدر شود
تیرا عشق سرسری نہیں ہے کہ دماغ سے نکل جائے

مہرت نہ عارضی ست کہ جائے دگر شود
تیری محبت عارضی نہیں ہے کہ دوسری جگہ چلی جائے

عشقِ تو در وجودم و مہرِ تو در دلم
تیرا عشق میرے تن میں ہے اور تیری محبت میرے دل میں ہے

با شیر در درون شد و با جاں بدر شود
دودھ کے ساتھ اندر گئی ہے جان کے ساتھ باہر نکلے گی

دردیست دردِ عشق کہ اندر علاجِ او
دردِ عشق ایسا درد ہے کہ اس کے علاج میں

ہر چند سعی بیش نمائی بتر شود
تو جس قدر زیادہ کوشش کرے گا بدتر ہو جائے گا

اول منم کہ دریں شہر ہر شبے
اس شہر میں سب سے پہلا میں ہوں کہ ہر رات

فریادِ من بگنبدِ افلاک بر شود
میری فریاد آسمانوں کے گنبد پر جاتی ہے

ور زانکہ من سرشک فشانم بزندہ رود
اگر ایسا ہو کہ میں زندہ رود میں اپنے آنسو بہا دوں

کشتِ عراق جملہ بیکبار تر شود
عراق کی سب کھیتی، ایک دم سے تر ہو جائے

دی در میانِ زلف بدیدم رخِ نگار
کل میں نے دوست کے چہرے کو زلفوں کے درمیان دیکھا

بر ہیئتے کہ ابر محیطِ قمر شود
اس طرح جیسے چاند کو ابر گھیرے

گفتم کہ ابتدا کنم از بوسہ گفت نے
میں نے کہا بوسہ سے ابتدا کروں، اس نے کہا نہیں

بگذار تا کہ ماہ ز عقرب بدر شود
رہنے دے تب تک کہ چاند برج عقرب سے نکلے

صحیح النظر یعنی صحیح دیکھنے والا ہے، بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔
دل کنویں سے نکلا تو جال میں پھنس گیا۔
مطلب ہم رخِ ساقی اور جام سے وابستہ ہیں۔ عبادت خانہ میں چھوڑ گیا ہوں۔
جو زمانہ کی گردش میں پھنس گیا ہے وہ پرکار کی طرح چکر کاٹے گا۔
رندوں میں صاحبِ علم و عمل ہوں۔ میرا عشق و محبت میری گھٹی میں پڑا ہے اب جان کے ساتھ ہی نکلے گا۔
شعر: زندہ رود اصفہان کا مشہور دریا ہے۔ عراق سے عراقِ عجم مراد ہے۔
چاند جب برج عقرب میں ہو تب کوئی کام شروع کرنا مناسب نہیں، چاند سے چہرہ، عقرب سے زلف بھی مراد ہو سکتی ہے۔

ایدل بیادِ لعلش اگر بادہ میخوری — مگذار ہاں کہ مدعیاں را خبر شود
اے دل! اس کے لعل کی یاد میں اگر تو شراب لے تو ایسا ہرگز نہ کرنا، کہ رقیبوں کو خبر ہو جائے

حافظ سر از لحد بدر آرد بجائے بوس
بجز چومنے کے لئے حافظ لحد سے سر نکالے گا

گر خاکِ او بپائے شما پے سپر شود
اگر اس کی خاک آپ کے پیروں سے پامال ہو گی

عشقِ تو نہالِ حیرت آمد — وصلِ تو کمالِ حیرت آمد
تیرا عشق، حیرت کا پودا ثابت ہوا — تیرا وصل، حیرت کا کمال ہوا

بس غرقۂ حالِ وصل کآخر — ہم باسرِ حال حیرت آمد
بہت سے، حالِ وصل میں ڈوبے ہوئے ہیں — پھر بھی، ابتدائے حال سے حیرت آئی

نے وصل بماند و نہ واصل — آں جا کہ خیالِ حیرت آمد
نہ وصل رہیگا، نہ صاحب وصال — جہاں، حیرت کا خیال آیا

از ہر طرفے کہ گوش کردم — آوازِ سوالِ حیرت آمد
میں نے، جس طرف بھی کان لگائے — حیرت کے سوال کی، آواز آئی

آں دل بنما کہ در رہ او — بر چہرہ نہ خالِ حیرت آمد
وہ دل دکھا، کہ اس کے راستے میں — چہرے پر، حیرت کا تل نہ لگا ہو

شد منہزم از کمالِ عزت — آنجا کہ جلالِ حیرت آمد
کمال عزت کی وجہ سے، با احترام بنا — جس جگہ، حیرت کا جلال پہنچا

سرتا قدمِ وجودِ حافظ
حافظ کا وجود، سر سے پیر تک

در عشق نہالِ حیرت آمد
عشق کے عالم میں، حیرت کا پودا جا

عاشقاں را درد دل بسیار میباید کشید — داغِ ہجر و غصۂ اغیار می باید کشید
عاشقوں کو بہت کچھ اور دردِ دل برداشت کرنا چاہیے — یار کا داغ، اور رقیبوں کا غصہ برداشت کرنا چاہیے

در دلِ شبہائے تار از اشتیاقِ روئے دوست — آہِ سرد و نالہائے زار می باید کشید
اندھیری راتوں میں یار کے چہرے کے عشق میں — سرد آہ، اور عاجزی کے نالے کرنے چاہییں

داد خواہے گر ہمیخواہد ز سلطاں داد خواہ — انتظارِ بامدادِ پار می باید کشید
اگر کوئی فریادی، بادشاہ سے اپنا انصاف چاہے — پرسوں کی صبح کا انتظار برداشت کرنا چاہیے

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنینِ عالم ست — نازکی کے راست آید بار می باید کشید
جو بھی عاشق بنا، خواہ دنیا بھر کا نازنیں کیوں نہ ہو — نزاکت کب موافق آئیگی، بار برداشت کرنا چاہیے

از برائے دیدنِ دیدارِ گل یارِ عزیز — خواریِ دہقان و جورِ خار می باید کشید
اے پیارے دوست! پھول کا دیدار کرنے کے لئے — کاشتکار کی ذلت اور کانٹے کا ظلم برداشت کرنا چاہیے

لے شعر مطبقساعد میں گذر چکا ہے۔
ے عشق کا پودا حیرت کے پھل لاتا ہے، وصل اور زیادہ حیرت کا سبب ہے۔
ے مقامِ حیرت میں عاشق سب پر ہو کر رہتا ہے۔
ے راہِ عشق میں چہرے پر حیرت طاری ہوتی ہے
ے حافظ کا پورا وجود حیرت کا پودا جا ہوا ہے
ے عشق کے معاملہ میں نزاکت سے کام نہیں چلتا، سختیاں جھیلنی پڑتی ہیں۔

حافظا چندیں الم مارا در ایام فراق
اے حافظ! ہمیں فراق کے زمانہ میں کس قدر رنج

برامید وعدۂ دیدار می باید کشید
یار کے دیدار کے وعدہ پر برداشت کرنا چاہئے

غلام نرگس مست تو تاجدارانند
تیری مست نرگس کے غلام، تاجدار ہیں

خراب بادۂ لعل تو ہوشیارانند
تیرے لعل کی شراب کے مست، ہوشیار ہیں

ترا حیا و مرا آب دیدہ شد غماز
تیری حیا اور میرا، آنکھ کا پانی چغلخور بنا

وگرنہ عاشق و معشوق رازدارانند
ورنہ عاشق، اور معشوق راز دار ہیں

بزیر زلف دوتا چوں گذر کنی بنگر
جب تو گزرتا ہے تو دیکھ، کہ دُہری زلف کے نیچے

کہ از یمین و یسارت چہ بیقرارانند
تیرے دائیں بائیں، کس قدر بے قرار ہیں

گذار کن چو صبا بر بنفشہ زار و ببیں
بنفشہ کے کھیت میں صبا کی طرح گذر، اور دیکھ

کہ از تطاول زلفت چہ سوگوارانند
کہ تیری زلف کی دست درازی سے کتنے غمگین ہیں

رقیب درگذر و بیش ازیں مکن نخوت
اے رقیب! آگے بڑھ، اور اس سے زیادہ تکبر نہ کر

کہ ساکنانِ در دوست خاکسارانند
اس لیے کہ دوست کے دروازے کے مقیم خاکسار ہیں

نصیب ماست بہشت اے خداشناس برو
اے خداشناس! چلا جا، بہشت ہمارا حصہ ہے

کہ مستحق کرامت گناہگارانند
اس لیے کہ بخشش کے مستحق گنہگار ہیں

نہ من براں گل عارض غزل سرایم و بس
اس رخسار کے پھول پر صرف میں ہی غزل سرا نہیں ہوں

کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزارانند
ہر طرف، تیری ہزاروں بلبلیں ہیں

تو دستگیر شو اے خضر پے خجستہ کہ من
اے مبارک قدم خضر! تو دستگیری کر اس لیے کہ میں

پیادہ میروم و ہمرہاں سوارانند
پیدل جا رہا ہوں، اور ساتھی سوار ہیں

بیا بمیکدہ و چہرہ ارغوانی کن
شراب خانہ میں آ، اور چہرہ لال کرلے

مرو بصومعہ کانجا سیاہ کارانند
عبادت خانہ میں نہ جا اس لیے کہ وہاں سیاہ کار ہیں

خلاصِ حافظ ازاں زلفِ تابدار مباد
اس پیچ دار زلف سے خدا کرے حافظ کا چھٹکارا نہ ہو

کہ بستگانِ کمندِ تو رستگارانند
اس لیے کہ تیری کمند کے گرفتار، آزاد ہیں

قتل ایں خستہ بشمشیر تو تقدیر نبود
اس خستہ کا تیری تلوار سے قتل ہونا، مقدر نہ تھا

ورنہ ہیچ از دل بیرحم تو تقصیر نبود
ورنہ تیرے بے رحم دل کی جانب سے کوئی کمی نہ تھی

یارب آئینۂ حسن تو چہ جوہر دارد
اے خدا! تیرے حسن کا آئینہ کیا جوہر رکھتا ہے!

کہ در و آہ مرا قوت تاثیر نبود
کہ میری آہ کو، اس میں اثر کرنے کی قوت نہ تھی

سر ز حیرت بدر میکدہ ہا بر کردم
میں نے حیرت سے میکدے کے دروازے کا رخ کیا

چوں شناسائے تو در صومعہ یک پیر نبود
جبکہ عبادت خانہ میں کوئی پیر تیرا شناسا نہ تھا

ے بادشاہ وہی ہیں جو تیری آنکھ کے غلام ہیں ہوشیار وہی ہیں جو تیری شراب سے مست ہیں

ے شعر
[illegible]
بنفشہ سیاہ مائل ہوتی ہے جب ہی اس کو سوگوار قرار دیا جاتا ہے

ے شعر
[illegible]

ے شعر
[illegible]

ے شعر
[illegible]

ے تیرے بے رحم دل نے تو قتل کرنے میں کسر اٹھا کر نہیں رکھی ہم ہی مقدر کے ہیٹے تھے

ے آئینہ پر آہ کرو تو اثر کی بھاپ سے متاثر ہو جاتا ہے لیکن تیرے حسن کے آئینہ پر میری آہوں کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔

من دیوانه چو زلف تو رها میکردم
هیچ لائق ترم از حلقهٔ زنجیر نبود
مجھ دیوانے نے، جب تیری زلف کو چھوڑا تھا
تو میرے لئے بیڑی کے حلقے سے زیادہ مناسب کوئی چیز نہ تھی

نازنین تر ز قدت در چمن حسن نرست
خوشتر از نقش تو در عالم تصویر نبود
حسن کے چمن میں تیرے قد سے زیادہ نازنین پودا نہ اگا
عالم تصویر میں تیرے نقش سے زیادہ حسین کوئی نہ تھا

تا مگر همچو صبا باز بزلف تو رسم
کار من دوش بجز نالهٔ شبگیر نبود
شاید صبا کی طرح پھر تیری زلف تک پہنچ جاؤں
رات، تمام شب رونے کے سوا میرا کچھ کام نہ تھا

آن کشیدم ز تو ای آتش هجران که چو شمع
جز فنای خودم از دست تو تدبیر نبود
اے ہجر کی آگ! تیری بدولت میں نے وہ تکلیف اٹھائی کہ شمع کی طرح
تیرے ہاتھ سے اپنے آپ کو فنا کر لینے کے سوا کوئی تدبیر نہ تھی

آیتی بود عذاب انده حافظ بی تو
حافظ کا غم تیرے بغیر عذاب کی ایسی آیت تھی
که بر هیچ کسش حاجت تفسیر نبود
کہ کسی کے سامنے اس کی تفسیر کی ضرورت نہ تھی

قطرهٔ اشکی که میریزم ز چشم تر سفید
مینماید در شب هجر تو چون اختر سفید
آنسو کا جو سفید قطرہ تر آنکھ سے گراتا ہوں
تیرے ہجر کی رات میں تارے کی طرح سفید نظر آتا ہے

شوق ما مائل نشد هرگز بجای وصل او
استخوانم گرچه شد از هجر آن دلبر سفید
اس کے وصل کا شوق ہماری طرف مائل نہ ہوا
اگرچہ اس دلبر کے ہجر سے میری ہڈیاں سفید ہو گئیں ہیں

بسکه تیرت تا بپر بنشست در پهلو مرا
چون کبوتر پر بر آوردیم اما پر سفید
تیری محبت سے تیر میرے پہلو میں لگے
کبوتر کی طرح ہم نے پر نکالے لیکن سفید ہیں

ساقیا چون بر لب میگون نهی جام شراب
مینماید سرخ از عکس لبت ساغر سفید
اے ساقی جب شرابی رنگ کے ہونٹ پر تو شراب کا جام رکھتا ہے
تیرے ہونٹ کے عکس سے سفید ساغر سرخ نظر آتا ہے

نیست ماه نو که از بیداد و کین ترک فلک
بر میان بسته بخون عاشقان خنجر سفید
یہ ہلال نہیں ہے بلکہ آسمان کے ترک نے ظلم اور کینہ سے
عاشقوں کا خون بہانے کے لئے کمر پر سفید خنجر باندھا ہے

آن لب و دندان او حافظ بهنگام سخن
اے حافظ! بات کرتے وقت اس کے وہ ہونٹ اور دانت
حقهٔ لعلست گویا پر ز دُرّ و گوهر سفید
لعل کی ڈبیہ گویا موتی اور سفید گوہر سے بھری ہوئی

کلک مشکین تو روزی که ز ما یاد کند
ببرد اجر دو صد بنده که آزاد کند
تیرا سیاہ قلم اگر کسی دن ہمیں یاد کرے
دو سو غلاموں کا ثواب حاصل کرے جنکو وہ آزاد کرے

قاصد حضرت سلمی که سلامت بادا
چه شود گر بسلامی دل ما شاد کند
جناب سلمی کا قاصد خدا کرے وہ سلامت رہے
کیا ہو جائے گا اگر ایک سلام سے ہمارے دل کو خوش کرے

یارب اندر دل آن خسرو شیرین انداز
که برحمت گذری بر سر فرهاد کند
اے خدا اس شیریں بادشاہ کے دل میں ڈال دے
کہ وہ رحم کھا کر فرہاد کے پاس سے گذرے

۱ جو دیوانہ تیری زلف سے رہائی حاصل کرے وہ بیڑی کے لائق ہے۔
۲ تیرے فراق میں حافظ کا غم ایک ایسی آیت تھا جو خود واضح تھی۔
۳ ہجر کی ہوک گلتی ہڈیاں ہیں۔
۴ مشہور ہے کہ اگر کبوتر کے پر اکھاڑ دیئے جائیں تو پھر ان کی جگہ سفید پر نکلتے ہیں یعنی اسی قدر تیر آکر لگے کہ جب ان کو جان سے نکالا گیا تو جابجا سفید پر نکل آئے۔
۵ ہلال کو سفید خنجر قرار دیا ہے۔
۶ محبوب اگر یہ خط لکھ کر چند حرفوں سے یاد کرے تو اس کو دو سو غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ہے۔
۷ پہلا مصرع بمنزلہ شیریں کے ہے اور دوسرا بمنزلہ فرہاد کے۔

حالیا عشوهٔ عشق تو زبنیادم برد
اس وقت تو تیرے عشق کے ناز نے میری بنیاد اکھاڑ دی

تا دگر فکرِ حکیمانه چه بنیاد کند
دیکھو اب حکیمانہ فکر کیا بنیاد قائم کرے!

گوهرِ پاکِ تو از مدحتِ ما مستغنیست
تیرا پاک جوہر، ہماری تعریف سے بے نیاز ہے

فکرِ مشاطه چه با حسنِ خداداد کند
نائن کی تدبیر، خدا داد حسن میں کیا کرے!

امتحان کن که بسے گنجِ مرادت بدهند
آزمالے، تیری مراد کے بہت سے خزانے تجھے دیں گے

گر خرابے چو مرا لطفِ تو آباد کند
اگر مجھ جیسے تباہ کو، تیری مہربانی آباد کرے

شاه را به بود از طاعتِ صد ساله زهد
زہد کی سو سالہ عبادت سے، بادشاہ کے لئے بہتر ہے

قدرِ یک ساعت عمرے که در و داد کند
ایک گھڑی کے بقدر عمر، جس میں وہ انصاف کرے

ره نبردیم بمقصودِ خود اندر شیراز
شیراز میں اپنے مقصد کی طرف، ہمیں راستہ نہ ملا

خرم آں روز که حافظ رهِ بغداد کند
وہ دن مبارک ہے جس دن حافظ بغداد کا راستہ طے کرے

کسیکه حسنِ رخِ دوست در نظر دارد
جو شخص، دوست کا حسن نگاہ میں رکھتا ہے

محقق است که او حاصلِ بصر دارد
یہ بات طے ہے، کہ وہ بینائی کا حاصل رکھتا ہے

چو خامه بر خطِ فرمانِ او سرِ طاعت
اس کے حکم کے خط پر ہم نے تابعداری کا سر قلم کی طرح

نهاده ایم مگر او بہ تیغ بر دارد
رکھ دیا ہے، بجز اس کے کہ وہ تلوار کے ذریعہ اٹھائے

کسے بوصلِ تو چوں شمع یافت پروانه
تیرے وصل کا پروانہ اسی کو حاصل ہوا جو شمع کی طرح

که زیرِ تیغ تو هر دم سرِ دگر دارد
تیری تلوار کے نیچے ہر وقت ایک نیا سر دھرے

بپائے بوسِ تو دستِ کسے رسید که او
تیری قدم بوسی اسی کو حاصل ہوتی ہے جو

چو آستانه بدیں در همیشه سر دارد
چوکھٹ کی طرح اس دروازہ پر ہمیشہ سر دھرے

ز زهدِ خشک ملولم بیار بادهٔ ناب
میں خشک زہد سے رنجیدہ ہوں، خالص شراب لا

که بوئے باده دماغم مدام تر دارد
اس لیے کہ شراب کی خوشبو میرے دماغ کو ہمیشہ تر و تازہ رکھتی ہے

بروز رقیبِ تو روزے بسینه ام تیرے
تیرے نگہبان نے ایک دن میرے سینہ پر ایک تیر مارا!

زبسکه تیرِ غمت سینه بے سپر دارد
یقیناً تیرے غم کا تیر، بے ڈھال کا سینہ رکھتا ہے

کسیکه از رہِ تقوی قدم بروں ننهاد
جس شخص نے تقوے کے راستے سے قدم باہر نہیں رکھا

بعزمِ میکده اکنوں سرِ سفر دارد
شراب خانہ کے ارادہ سے اب سفر کا خیال رکھتا ہے

زباده هیچت اگر نیست ایں نه بس که ترا
اگر شراب سے تجھے کچھ حاصل نہیں ہوا، کیا تیرے لیے یہ کافی نہیں ہے؟

دمے ز وسوسهٔ عقل بے خبر دارد
تھوڑی دیر کے لیے عقل کے وسوسے سے بے خبر رکھتی ہے

دلِ شکستهٔ حافظ بخاک خواهد برد
حافظ کا شکستہ دل، قبر میں لے جائے گا

چو لاله داغِ هوائے که بر جگر دارد
لالہ کی طرح محبت کے اس داغ کو، جو جگر پر رکھتا ہے

۱ حسن خداداد کے ہوتے ہوئے کسی بناؤ سنگھار کی ضرورت نہیں ہے۔
۲ میری مراد پوری کرنے سے تیری بہت سی مرادیں پوری ہوں گی۔
۳ بادشاہ کی تھوڑی دیر کی منصفانہ زندگی صد سالہ زاہدانہ زندگی سے بہتر ہے۔
۴ سلطان احمد بن اویس حافظ کا معتقد تھا اور بغداد پہنچنے کی دعوت دیتا تھا۔
۵ خدا نے آنکھ اسی لیے دی ہے کہ اس سے حسن دوست کا مشاہدہ کیا جائے۔
۶ پروانہ شاہی حکم کو بھی کہا جاتا ہے اور یہی معنی یہاں مراد ہیں۔
۷ آستانہ کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہے، جو آستانہ کی طرح بچھ جائیگا وہی یہ فضیلت حاصل کرے گا۔
۸ تیرے غم کا تیر سینہ پر آ کر لگتا ہے، اس کے لئے میرا سینہ بے سپر ہے۔
۹ جو ہمیشہ کا متقی مشہور تھا اب میکدہ کا ارادہ کئے ہوئے ہے۔
۱۰ شراب نوشی سے بھی کس قدر بڑا فائدہ ہے کہ عقل کے وساوس سے چھٹکارا دیتی ہے۔

کہ شعر تر انگیزد خاطر کہ حزیں باشد
لطیف شعر کب برانگیختہ کر سکتا ہے اس طبیعت کو جو غمگین ہو

یک نکتہ دریں معنی گفتیم و ہمیں باشد
ہم نے اس معاملہ میں ایک نکتہ بیان کیا ہے اور یہی واقعہ ہے

از لعل تو گر یابم انگشتری زنہار
میں اگر تیرے لعل سے امان کی انگوٹھی حاصل کر لوں

صد ملک سلیمانم در زیر نگیں باشد
سلیمان کے سو ملک میرے زیر نگیں ہوں گے

غمناک نباید بود از طعن حسود اے دل
اے دل حاسد کے طعنے سے رنجیدہ نہ ہونا چاہیے

شاید کہ چو وابینی خیر تو دریں باشد
اگر تو غور سے دیکھے تو شاید تیری بھلائی اسی میں ہو

ہر کو نکند فہمے زیں کلک خیال انگیز
اس خیال انگیز قلم کو جو نہ سمجھے

نقشش بتراش از خود صورتگر چیں باشد
اس کا نقش کاٹ پھینک خواہ وہ چین کا نقاش ہو

جام مے و خون دل ہر یک بکسے دادند
شراب کا جام اور دل کا خون، ہر ایک کسی ایک کو دیا ہے

در دائرہ قسمت او ضلع چنیں باشد
تقسیم کے دائرے میں اسی طرح کی صورتیں ہوتی ہیں

در کار گلاب و گل حکم ازلی ایں بود
عرق گلاب اور گلاب کے معاملے میں ازلی حکم یہ تھا

کاں شاہد بازاری ویں پردہ نشیں باشد
کہ وہ بازاری معشوق، اور یہ پردہ نشین ہو

آں نیست کہ حافظ را مستی رود از خاطر
یہ بات نہیں کہ حافظ کی طبیعت سے رندی نکل جائے

کایں سابقہ رندی تا روز پسیں باشد
اس لیے کہ یہ رندی کا معاملہ آخری دن تک ہو گا

کنوں کہ در چمن آمد گل از عدم بوجود
اب جبکہ چمن میں پھول عدم سے وجود میں آیا

بنفشہ در قدم او نہاد سر بسجود
بنفشہ نے اس کے قدم پر، سجدہ میں سر دھرا

بنوش جام صبوحی بنالۂ دف و چنگ
دف اور چنگ کی تان پر صبح کی شراب کا جام پی

ببوس غبغب ساقی بنغمۂ نے و عود
ساقی کے چاہ غبغب کو بانسری اور سارنگی کے نغمہ پر چوم

بباغ تازہ کن آئین دین زردشتی
زردشتی دین کی رسموں کو باغ میں تازہ کر

کنوں کہ لالہ بر افروخت آتش نمرود
اب جبکہ لالہ نے نمرود کی آگ روشن کی ہے

ز دست شاہد سیمیں عذار عیسیٰ دم
چاندی جیسے رخسار والے، عیسیٰ جیسے سانس والے معشوق کے ہاتھ سے

شراب نوش و رہا کن حدیث عاد و ثمود
شراب پی، اور عاد و ثمود کے قصوں کو چھوڑ

جہاں چو خلد بریں شد بدور سوسن و گل
سوسن اور گل کے دور میں دنیا بہشت ہو گئی ہے

و لے چہ سود کہ در وے نہ ممکنست خلود
لیکن کیا فائدہ کہ اس میں ہمیشگی ممکن نہیں ہے

شد از فروغ ریاحیں چو آسماں گلشن
پھولوں کے فروغ سے گلشن آسمان کی طرح ہو گیا ہے

زمین اختر میمون و طالع مسعود
مبارک ستارے اور نیک نصیب کی برکت سے

چو گل سوار شود بر ہوا سلیماں وار
جب پھول، سلیمان کی طرح ہوا پر سوار ہوتا ہے

سحر کہ مرغ در آید بنغمۂ داؤد
صبح کے وقت پرندے نغمۂ داؤدی شروع کر دیتے ہیں

بدور گل منشیں بے شراب و شاہد و چنگ
پھول کے موسم میں شراب اور معشوق اور چنگ کے بغیر نہ بیٹھ

کہ ہمچو دور بقا ہفتہ بود معدود
اس لیے کہ زندگی کی طرح ایک ہفتہ بھی گنا چنا ہے

ے پاکیزہ شعر اس کو متاثر کرتا ہے جو غم دنیا سے فارغ ہو۔
ے انگشتری زنہار وہ انگوٹھی ہوتی ہے جو قتل عام کے حکم کے وقت بادشاہ کسی ایسے شخص کو دیدیتا ہے جس کو پناہ دینی ہو اس انگوٹھی کو دیکھ کر ہر سپاہی اس کے قتل سے رک جاتا ہے۔
ے دوست بھی عشق کی زیادتی کا سبب ہوتی ہے تو عاشق کا اسی میں فائدہ ہے کہ اس کو دوست کی جاتی ہے۔
ے شعر [illegible]
ے پھول [illegible] اور خطر [illegible] جلایا جاتا ہے [illegible] کو مراعی میں [illegible] کہا جاتا ہے۔
ے حافظ نے اس غزل میں عاد و ثمود [illegible] ہے جو اس کا تذکرہ تھا جو شاہ شجاع کے عہد میں [illegible] اس غزل میں اس کو تعنف [illegible] ہے، بنفشہ [illegible] کے تختوں کے درمیان بھری جاتی ہے اس لئے اس کو پھول کے لیے سر سجود قرار دیا ہے [illegible] کتاب ملتے ہیں۔

بیار جام لبالب بیادِ آصفِ عہد
آصفِ زمانہ کی یاد پر بھرا ہوا جام لا

وزیرِ مُلکِ سلیماں عمادِ دیں محمود
جو ملکِ سلیمان کا وزیر عماد الدین محمود ہے

بُود کہ مجلسِ حافظ بیُمنِ تربیتش
ہو سکتا ہے کہ اس کی تربیت کی برکت سے حافظ کی مجلس

ہر آنچہ می طلبد جملہ باشدش موجود
جو کچھ چاہتی ہے وہ سب اس کے لئے موجود ہو جائے

کارم ز دورِ چرخ بساماں نمیرسد
آسمان کی گردش سے میرا کام سامان کو نہیں پہونچتا ہے

خوں شد دلم ز درد و بدرماں نمیرسد
میرا دل درد کی وجہ سے خون ہو گیا اور علاج تک نہیں پہونچتا ہے

چوں خاکِ راہ پست شدم ہمچو باد و باز
میں راستے کی گرد و باد کی طرح پست ہو گیا، پھر بھی

تا آبِ رو نمیرود م ناں نمیرسد
جب تک میری آبرو نہیں جاتی روٹی نہیں پہونچتی ہے

از دستبردِ جورِ زماں اہلِ فضل را
اہلِ کمال کے لئے زمانہ کے ظلم کی دست درازی پر

ایں غصہ بس کہ دست سوئے جاں نمیرسد
یہی رنج کافی ہے کہ جان تک ہاتھ نہیں پہونچتا ہے

سیر آمدم ز جانِ خود بدل راستاں و لے
میں سچوں کے دل کی قسم اپنی زندگی سے دل بھر چکا ہوں لیکن

بیچارہ را چہ چارہ کہ فرماں نمیرسد
بیچارے کے لئے کیا تدبیر ہے کہ حکم نہیں پہونچتا ہے

تا صد ہزار خار نمی روید از زمیں
جب تک زمین سے لاکھوں کانٹے نہیں اُگتے ہیں

از گلبنے گلے بگلستاں نمیرسد
شاخ سے کوئی پھول بھی باغ کو نہیں ملتا ہے

یعقوب را دو دیدہ ز حسرت سفید شد
حضرت یعقوب کی دونوں آنکھیں حسرت سے سفید ہو گئیں

آوازۂ ز مصر بکنعاں نمیرسد
مصر سے کنعان تک کوئی شہرت نہیں پہونچتی ہے

لے پارہ نمی کنم از ہیچ استخواں
کسی ہڈی سے پیچھے کا ایک ٹکڑا بھی میں نہیں اکھاڑ لیتا

تا صد ہزار زخم بدنداں نمیرسد
جب تک دانتوں پر ایک لاکھ زخم نہیں لگتے ہیں

از حشمتِ اہلِ جہل بکیواں رسیدہ اند
جاہل دولت کی وجہ سے ساتویں آسمان پر پہونچے ہیں

جز آہِ اہلِ فضل بکیواں نمیرسد
اہلِ فضل کی آہ کے سوا ساتویں آسمان تک کچھ نہیں پہونچتا ہے

صوفی بشوی زنگِ دلِ خود بآبِ مے
اے صوفی اپنے دل کے زنگ کو شراب کے پانی سے دھو

زیں شست و شوئے خرقہ بغفراں نمیرسد
خرقہ کے دھونے اور پھاڑنے سے مغفرت حاصل نہیں ہوتی ہے

حافظ صبور باش کہ در راہِ عاشقی
اے حافظ صابر بن اس لیے کہ عاشقی کے راستے میں

ہر کس کہ جاں نداد بجاناں نمیرسد
جس شخص نے جان نہیں دی معشوق تک نہیں پہونچتا ہے

گیند آں دو کہ مست و خراب میگردند
وہ دو کون ہیں جو مست اور بیہوش گھوم رہے ہیں

نشستہ پشت بر آفتاب میگردند
آفتاب کی پشت پر بیٹھے ہوئے گھوم رہے ہیں

دو تُرک زادہ و خرگہ نشینِ سرمستند
وہ ترک زادے اور خرگہ نشیں، مست ہیں

لبانِ ساقی و جامِ شراب میگردند
ساقی، اور شراب کے جام کی طرح گھوم رہے ہیں

۱؎ اس مصرعہ میں لطیف
تعقید ہے
۲؎ اس غزل میں حافظ
نے ملکی حالت کی تصویر
کھینچی ہے
۳؎ مقصد یہ ہے کہ لوگ
اہلیت کو
تسلیم
نہیں
کرتے
ہیں
۴؎ کسی چیز کو
سمجھ کر ہی اس کو
اہمیت ملتی
نہیں ہے
۵؎ صوفی ریاکار کے
بجائے شراب و مستی
بہتر ہے
۶؎ سر خرقہ
کے متعلق
دونوں لب ساقی
اس کی تشبیہات
ہیں

دو بحر بینید که در عین آب میباشند / چو آفتاب بجائے خراب میگردند
دو سمندری ہیں جو بالکل پانی میں رہتے ہیں / آفتاب کی طرح خراب گھوم رہے ہیں

دو صوفیند که در دلق ازرق مدام / درون صومعه مست و خراب میگردند
دو صوفی ہیں جو ہمیشہ نیلی گدڑی میں ہیں / عبادت خانہ میں مست اور مدہوش گھوم رہے ہیں

دو دزد راه زن و دو ترک شوخ عیارند / بگرد نقد گه شیخ و شاب میگردند
دو ڈاکو چور ہیں، دو چالاک شریر ترک ہیں / بوڑھے اور نوجوان کے خزانہ کے گرد گھوم رہے ہیں

دو شیر گیر چو روباه خوش فریبانند / بگاه صبح و گه ماهتاب میگردند
دو شیر کو پھانسنے والے، لومڑی کی طرح بہت چالاکی کرنے والے / صبح کے وقت اور چاندنی کے وقت گھوم رہے ہیں

دو زنگیند که ملاح وار گرد محیط / بسان زورق سیمیں بر آب میگردند
دو حبشی ہیں کہ سمندر کے چاروں طرف ملاح کی طرح / چاندی کی کشتی کی طرح، پانی پر گھوم رہے تھے

دو نازنین بلا جوئے فتنه انگیزند
دو نازوں کے پالے، بلا جو، فتنہ انگیز ہیں
بقصد حافظ مسکیں شتاب میگردند
مسکین حافظ کے ارادے سے تیز گھوم رہے ہیں

گر میفروش حاجت رندان روا کند / ایزد گنه ببخشد و دفع بلا کند
اگر شراب فروش رندوں کی حاجت روائی کرے / خدا گناہ بخش دیگا اور مصیبت دفع کر دے گا

در کارخانه که ره علم و عقل نیست / وهم ضعیف رائے فضولی چرا کند
جس کارخانہ میں علم اور عقل کا راستہ نہیں ہے / کمزور وہم، بے کار رائے کیوں دے؟

مطرب بساز عود کسی بے اجل نمرد / وآں کو نه ایں ترانه سراید خطا کند
مطرب سارنگی بجا کہ بے موت کوئی نہیں مرا / اور وہ جو گاتا نہیں، غلطی کرتا ہے

گر رنج پیشت آید و گر راحت اے حکیم / نسبت مکن بغیر که اینها خدا کند
اے ہوشیار! اگر تجھے رنج پیش آئے یا راحت / دوسرے کی طرف نسبت نہ کر، یہ سب خدا کرتا ہے

ما را که درد عشق و بلائے خمار هست / یا وصل دوست یا مئے صافی دوا کند
ہمیں جو عشق کا درد اور اعضا شکنی کی مصیبت ہے / دوست کا وصل یا صاف شراب اس کی دوا کر سکتی ہے

حقا که در زماں برسد مژدهٔ اماں / گر سالکے بعهد امانت وفا کند
یقیناً، فوراً امن کی خوشخبری پہنچ جائے / اگر کوئی سالک امانت کے عہد کو پورا کرے

ساقی بجام عدل بده باده تا گدا / غیرت نیاورد که جهاں پر بلا کند
اے ساقی انصاف کے پیالہ سے شراب دے تاکہ فقیر کو / غیرت آمادہ نہ کرے کہ وہ دنیا کو مصیبت سے بھر دے

جاں رفت در سر مے و حافظ زغصه سوخت
شراب کے خیال میں جان چلی گئی اور حافظ رنج سے جل مرا
عیسی دمے کجاست که احیائے ما کند
عیسیٰ جیسے سانس والا کہاں ہے، جو ہمیں زندہ کرے

ا نقد گہ سے خزانۂ دل مراد ہے۔
۲ جس کارخانہ میں عقل کی رسائی نہیں ہے وہاں وہم کیا کام کر سکتا ہے۔
۳ درد عشق کا علاج وصل دوست اور خمار کی دوا شراب ہے۔
۴ فقیر کا مقصد غضب بلا ... دنیا کو مصیبت میں ڈال دیتا ہے

گفتم کیم دہان ولبت کامراں کنند
میں نے کہا، تیرا منہ اور ہونٹ مجھے کب کامیاب کریں گے

گفتا بچشم ہرچہ تو گوئی ہماں کنند
اس نے کہا، بسروچشم جو تو کہے گا وہ وہی کریں گے

گفتم خراجِ مصر طلب میکند لبت
میں نے کہا، تیرے ہونٹ مصر کا خراج طلب کرتے ہیں

گفتا دریں معاملہ کمتر زیاں کنند
اس نے کہا، اس معاملہ میں ٹوٹا نہیں دیتے ہیں

گفتم بنقطۂ دہنت خود کہ برد راہ
میں نے کہا، تیرے منہ کے نقطہ تک کس کو راستہ ملتا ہے

گفت ایں حکایتیست کہ با نکتہ داں کنند
اس نے کہا، یہ وہ بات ہے جو نکتہ دانوں سے کرتے ہیں

گفتم صنم پرست مشو با صمد نشیں
میں نے کہا، بت پرست نہ بن، خدا کا ہم نشیں بن

گفتا بکوئے عشق ہم ایں و ہم آں کنند
اس نے کہا، عشق کے کوچہ میں یہ بھی اور وہ بھی کرتے ہیں

گفتم ہوائے میکدہ غم میبرد ز دل
میں نے کہا، شراب خانہ کی محبت دل سے غم کو نکالتی ہے

گفتا خوش آں کساں کہ دلے شادماں کنند
اس نے کہا، وہ کیا اچھے ہیں جو کسی دل کو خوش کرتے ہیں

گفتم شراب و خرقہ نہ آئینِ مذہب ست
میں نے کہا، شراب اور گدڑی یہ مذہبی طریقہ نہیں ہے

گفت ایں عمل بمذہب پیرِ مغاں کنند
اس نے کہا، یہ کام پیر مغاں کے مذہب پر کرتے ہیں

گفتم زلعلِ نوش لباں پیر را چہ سود
میں نے کہا، شیریں ہونٹ والوں کے لعل سے بوڑھے کو کیا فائدہ

گفتا ببوسۂ شکرینش جواں کنند
اس نے کہا، میٹھے بوسے سے اس کو جوان کرتے ہیں

گفتم کہ خواجہ کے بسرِ حجلہ میرود
میں نے کہا، کہ خواجہ چھپر کھٹ کے پاس کب جائے گا؟

گفت آں زماں کہ مشتری و مہ قراں کنند
اس نے کہا، اس وقت جب مشتری اور چاند ملیں گے

گفتم دعائے دولتِ تو وردِ حافظ ست
میں نے کہا، تیری دولت کی دعا حافظ کا وظیفہ ہے

گفت ایں دعا ملائکِ ہفت آسماں کنند
اس نے کہا، ساتوں آسمانوں کے فرشتے یہ دعا کرتے ہیں

گر من از باغِ تو یک میوہ بچینم چہ شود
میں اگر تیرے باغ سے ایک میوہ چن لوں تو کیا ہو جائیگا!

پیشِ پائے بچراغِ تو بہ بینم چہ شود
تیرے چراغ سے، آگے دیکھ لوں تو کیا ہو جائیگا!

یا رب اندر کنفِ سایۂ آں سروِ بلند
اے خدا اس بلند سرو کے سایہ کے پہلو میں

گر من سوختہ یکدم بنشینم چہ شود
اگر میں جلا ہوا، تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جاؤں تو کیا ہو جائیگا!

آخر اے خاتمِ جمشید سلیماں آثار
اے سلیمان آثار والی، جمشید کی انگشتری!

گر فتد عکسِ تو بر لعلِ نگینم چہ شود
اگر تیرا سایہ میرے نگ کے لعل پر پڑ جائے گا تو کیا ہو جائیگا!

زاہدِ شہر چو مہرِ ملک و شحنہ گزید
شہر کے زاہد نے جبکہ بادشاہ اور کوتوال کی محبت اختیار کر لی

من اگر مہرِ نگارے بگزینم چہ شود
میں اگر ایک معشوق کی محبت اختیار کر لوں تو کیا ہو جائیگا!

صرف شد عمرِ گرانمایہ بمعشوقہ و مے
قیمتی عمر، معشوق اور شراب میں صرف ہو گئی

تا از آنم چہ بہ پیش آید از اینم چہ شود
دیکھئے! اس سے مجھے کیا پیش آئے، اس سے مجھے کیا ہو!

عقلم از خانہ بدر رفت و گر مے اینست
میری عقل گھر سے چل گئی، اور اگر شراب یہی ہے

دیدم از پیش کہ در خانۂ دینم چہ شود
تو میں پہلے ہی سمجھ گیا کہ میرے دین کے خانہ میں کیا ہوگا!

ا شعر
ہر چہ در طالع تربیت تو گفتہ
تیغ با او کن کہ در زبان نیز ہو
۲ عشق کے کوچہ میں صنم پرستی اور صمد پرستی دونوں چیزیں ہوتی ہیں
۳ شراب خانہ اور گدڑی کا اجتماع جائز نہیں ہے
۴ زہرہ اور مشتری کا یا چاند اور زہرہ کا یا چاند اور مشتری کا ایک برج میں جمع ہو جانا قران السعدین کہلاتا ہے جو کام شروع کرنے کے لئے بہت مبارک وقت خیال کیا جاتا ہے۔
۵ ان باتوں میں تیرا کوئی نقصان نہیں اور میری زندگی ہے۔
۶ جبکہ زاہد، بادشاہ اور کوتوال سے محبت کرتا ہے تو میرا معشوق سے محبت کرنا کونسی بری بات ہے۔
۷ جوانی معشوق اور شراب میں کٹ گئی دیکھئے بڑھاپا کس حالت میں گزرتا ہے اور انجام کیا ہوتا ہے۔
۸ شراب نے عقل تو ہٹا دیا، یہ دین بھی ہٹا کر چھوڑے گی۔

منکہ در کوئے بتاں منزل و ماوا دارم — گر دہی جائے بفردوس برینم چہ شود

میں جو کہ معشوقوں کے کوچے میں منزل اور مقام رکھتا ہوں — اگر تو مجھے فردوس بریں میں جگہ دے تو کیا ہو جائیگا

خواجہ دانست کہ من عاشقم و ہیچ نگفت

آقا نے جان لیا کہ میں عاشق ہوں اور اس نے کچھ نہ کہا

حافظ ار نیز بداند کہ چنینم چہ شود

حافظ بھی اگر جان لیگا کہ میں ایسا ہوں تو کیا ہو جائیگا!

گداخت جاں کہ شود کار دل تمام و نشد — بسوختیم دریں آرزوئے خام و نشد

جان گھل گئی کہ دل کا کام مکمل ہو جائے اور نہ ہوا — اس ناقص آرزو میں ہم جل گئے اور وہ پوری نہ ہوئی

فغاں کہ در طلب گنج گوہر مقصود — شدم خراب جہانے ز غم تمام و نشد

فریاد ہے کہ گوہر مقصود کے خزانہ کی تلاش میں — مکمل غم سے میں تمام دنیا میں خراب ہوا اور وہ نہ ملا

دریغ و درد کہ در جستجوئے گنج حضور — بسے شدم بگدائی بر کرام و نشد

افسوس اور درد ہے کہ حضوری کے خزانہ کی تلاش میں — بھیک کے لئے کریموں کے پاس بہت گیا اور وہ نہ ملا

بطعنہ گفت شبے میر مجلس تو شوم — شدم بمجلس او کمتریں غلام و نشد

بطور طعنے کے اس نے کہا کہ کسی رات کو میں تیرا میر مجلس ہونگا — میں اس کی مجلس میں کمترین غلام بن کر گیا اور وہ نہ ہوا

پیام داد کہ خواہم نشست با رنداں — بشد برندی و دردی کشیم نام و نشد

اس نے پیام بھیجا کہ میں رندوں کے ساتھ بیٹھوں گا — رندی اور تلچھٹ پینے میں ہمارا نام مشہور ہو گیا اور وہ نہ ہوا

رواست در بر اگر می طپد کبوتر دل — کہ دید در رہ خود پیچ و تاب دام و نشد

اگر دل کا کبوتر پہلو میں تڑپے تو مناسب ہے — اس لئے کہ اس نے اپنے راستے میں جال کے پیچ و تاب کو دیکھا اور نہ ہٹا

بکوئے عشق منہ بے دلیل راہ قدم — کہ من بخویش نمودم صد اہتمام و نشد

عشق کے کوچہ میں راہبر بدون قدم نہ رکھ — اس لئے کہ میں نے خود بخود سو اہتمام کئے اور کچھ نہ ہوا

بداں ہوس کہ بمستی ببوسم آں لب لعل — چہ خوں کہ در دلم افتاد ہمچو جام و نشد

اس ہوس میں کہ مستی میں اس لعل جیسے ہونٹ کو بوسہ دونگا — جام کی طرح دل میں کس قدر خون ہوا اور وہ نہ ہوا

ہزار حیلہ بر انگیخت حافظ از سر مہر

محبت میں، حافظ نے ہزاروں حیلے کئے

بداں ہوس کہ شود آں حریف رام و نشد

اس ہوس میں کہ وہ یار تابع میں آ جائیگا اور وہ نہ ہوا

گل بے رخ یار خوش نباشد — بے بادہ بہار خوش نباشد

یار کے رخ کے بدون پھول، اچھا معلوم نہیں ہوتا — بغیر شراب کے بہار، اچھی معلوم نہیں ہوتی

طرف چمن و ہوائے بستاں — بے لالہ عذار خوش نباشد

چمن کا کنارہ، اور باغ کی ہوا — لالہ رخسار کے بدون، اچھی معلوم نہیں ہوتی

رقصیدن سرو و حالت گل — بے صوت ہزار خوش نباشد

سرو کا رقص کرنا، اور پھول کا حال کیفیت — بلبل کی چہک کے بدون، اچھا معلوم نہیں ہوتا

ے جبکہ دنیا میں حسینوں کے کوچہ میں قیام ہوا آخرت میں بھی محبوبوں کی بستی میں جگہ ملنی چاہیے

ے بہت سے کریموں کے پاس گیا کہ وہ محبوب کے دربار کی حضوری عنایت کر دیں لیکن محروم رہا۔

ے اس نے طنزاً کہا تھا ہم نے پھر بھی اس کو صحیح مانا، مجلس کی خاطر کی لیکن وہ جلوہ افروز نہ ہوا۔

ے خوب تڑپے، خود کر رہا ہے اطمینان حسرت۔

ے شعر

عمرے بگذرید کہ مشتاق تو بودم ہر دم
بے تو ماندہ گشتم و سرگشتہ ماندم

باغ وگل و مُل خوشست لیکن
باغ، پھول اور شراب اچھی چیزیں ہیں، لیکن

بے صحبتِ یار خوش نباشد
دوست کی صحبت کے بغیر، اچھی معلوم نہیں ہوتیں

ہر نقش کہ دستِ عقل بندد
عقل کا ہاتھ جو نقش بھی بنائے

بے نقشِ نگار خوش نباشد
معشوق کے نقش کے بغیر، اچھا معلوم نہیں ہوتا

با یارِ شکر لبِ گل اندام
شکر لب، پھول جیسے جسم والے دوست کے ساتھ

بے بوس و کنار خوش نباشد
بوسہ اور بغلگیر ہونے کے علاوہ کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا

جاں نقدِ محقرست حافظ
اے حافظ! جان چھوٹا نقد ہے

از بہر نثار خوش نباشد
نچھاور کرنے کے لیے، اچھی معلوم نہیں ہوتی

گفتم غمِ تو دارم گفتا غمت سر آید
میں نے کہا مجھے تیرا غم ہے، اس نے کہا تیرا غم ختم ہو جائے گا

گفتم کہ ماہِ من شو گفتا اگر بر آید
میں نے کہا میرا چاند بن جا، اس نے کہا، اگر ہو سکا

گفتم ز مہرورزاں رسمِ وفا بیاموز
میں نے کہا محبت کرنے والوں سے وفاداری سیکھ لے

گفتا ز ماہرویاں ایں کار کمتر آید
اس نے کہا چاند جیسے چہرے والوں سے یہ کام کم ہوتا ہے

گفتم کہ بوئے زلفت گمراہِ عالمم کرد
میں نے کہا تیری زلف کی خوشبو نے مجھے دنیا بھر کا گمراہ بنا دیا

گفتا کہ بندگی کن ہم اوت رہبر آید
اس نے کہا، غلامی کر، وہی تیری رہبر بن جائے گی

گفتم دلِ رحیمت کے عزمِ صلح دارد
میں نے کہا، تیرا مہربان دل کب تک صلح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے

گفتا بکش جفا را تا وقتِ آں بر آید
اس نے کہا، جفا برداشت کر تاکہ اس کا وقت آئے

گفتم کہ بر خیالت راہِ نظر ببندم
میں نے کہا، تیرے خیال پر نظر کا راستہ بند کر دوں گا

گفتا کہ شبروست ایں از راہِ دیگر آید
اس نے کہا وہ تو چور ہے، دوسرے راستے سے آ جائے گا

گفتم خوش آں ہوائے کز باغِ خلد خیزد
میں نے کہا، وہ ہوا کس قدر بھلی ہے جو جنت کے باغ سے چلے

گفتا خنک نسیمے کز کوئے دلبر آید
اس نے کہا، وہ نسیم ٹھنڈی ہے جو معشوق کے کوچے سے آئے

گفتم کہ نوشِ لعلت ما را بہ آرزو کشت
میں نے کہا، تیرے ہونٹ کی شیرینی نے ہمیں آرزو میں مار ڈالا

گفتا تو بندگی کن کاں بندہ پرور آید
اس نے کہا تو بندگی کر کیونکہ وہی بندہ پرور بنے گی

گفتم زمانِ عشرت دیدی کہ چوں سر آمد
میں نے کہا، تو نے دیکھا عیش کا زمانہ کیسا ختم ہو گیا

گفتا خموش حافظ کایں غصہ ہم سر آید
اس نے کہا، اے حافظ خاموش، یہ رنج بھی ختم ہو جائے گا

گوہرِ مخزنِ اسرار ہمانست کہ بود
اسرار کے خزانے کا موتی وہی ہے جو تھا

حقۂ مہر بداں مہر و نشانست کہ بود
محبت کی ڈبیہ اسی مہر اور نشان کے ساتھ ہے جو تھی

از صبا پرس کہ ما را ہمہ شب تا دمِ صبح
صبا سے دریافت کر لو کہ ہمارے لیے پوری رات صبح تک

بوئے زلفِ تو ہماں مونسِ جانست کہ بود
تیری زلف کی خوشبو اسی طرح جان کی مونس رہا کرتی جیسے کہ تھی

ا وصل کی امید ہے۔
۲ عاشقوں سے وفاداری کرنا سیکھ لے۔
۳ زلف ہی ہدایت کا سبب بن جائیگی۔
۴ جب بھی صلح کا وقت ہوگا صلح ہو جائے گی۔
۵ تیرا خیال آنکھوں کے راستے سے دل میں جاتا ہے اس کا یہ راستہ بند کر دوں گا۔
۶ شعر [illegible]
۷ ازل سے جو دل تمہارا ہی ہے اور اس میں جس طرح محبت بھری ہوئی تھی اسی طرح بھری ہے۔
۸ صبا گواہ ہے کہ ہماری محبت میں کوئی فرق نہ آیا۔

طالبِ لعل و گہر نیست و گرنہ خورشید
لعل اور گوہر کا کوئی طلبگار نہیں ہے ورنہ سورج

ہمچناں در عملِ معدن و کانست کہ بود
معدن اور کان کے کام میں اسی طرح لگا ہے جیسا کہ تھا

رنگِ خون دل ما را کہ نہاں کرد خطت
ہمارے دل کے خون کا رنگ جسے تیرے خط نے پوشیدہ کر دیا

ہمچناں از لبِ لعلِ تو عیانست کہ بود
تیرے لعل جیسے ہونٹ سے اسی طرح ظاہر ہے جیسا کہ تھا

عاشقاں محرمِ اسرارِ امانت باشند
عاشق تو امانت کے رازوں کے محرم ہوتے ہیں

لاجرم چشم گہربار ہمانست کہ بود
لیکن آنکھ تو آنسو بہانے والی وہی ہے جو تھی

کشتۂ غمزۂ خود را بزیارت می آی
تو اپنی ادا کے شہید کی زیارت کو آ

زانکہ بیچارہ ہماں دل نگرانست کہ بود
اس لئے کہ بیچارہ دل اسی طرح منتظر ہے جیسا کہ تھا

زلفِ ہندوئے تو گفتم کہ دگر رہ نزند
میں نے سمجھا کہ تیری کافر زلف پھر ڈاکہ نہ ڈالے گی

سالہا رفت و بداں سیرت و شانست کہ بود
سالوں گزر گئے، اور اسی عادت اور شان سے ہے جو کہ تھی

حافظا باز نما قصۂ خونابۂ چشم
اے حافظ آنکھوں کے خون بہانے کا معاملہ پھر دکھا

کہ دریں چشمہ ہماں آبِ روانست کہ بود
اس لئے کہ اس چشمہ میں وہی پانی جاری ہے جو تھا

گفتمش کہ خطا کردی و تدبیر نہ ایں بود
میں نے کہا، تو نے غلطی کی، اور تدبیر یہ نہ تھی

گفتا چہ تواں کرد کہ تقدیر چنیں بود
اس نے کہا، کیا کیا جائے تقدیر ایسے ہی تھی

گفتم کہ خدا داد مرادت بوصالش
میں نے کہا، خدا نے اُسکے وصال کیلئے تیری مطلوب عطا کر دی

گفتا کہ مرا ذم بوصالش نہ ہمیں بود
اس نے کہا، اس کے وصال سے میری مراد صرف یہی نہیں تھی

گفتم کہ قرینِ بدت افگند بدیں روز
میں نے کہا تیرے کس برے ساتھی نے تجھے یہ دن دکھایا؟

گفتا کہ مرا بختِ بد خویش قریں بود
اس نے کہا، میرا برا نصیبہ ہی برا ساتھی تھا

گفتم زمن اے ماہ چرا مہر بریدی
میں نے کہا، اے چاند مجھ سے محبت کیوں توڑ لی

گفتا کہ فلک با منِ بد مہر بکیں بود
اس نے کہا، مجھ نامہربان سے آسمان کو کینہ تھا

گفتم کہ بے جامِ طرب خوردی ازیں پیش
میں نے کہا، اس سے پہلے تو تو نے مستی کے بہت جام پئے ہیں

گفتا کہ شفا در قدحِ باز پسیں بود
اس نے کہا، شفا آخری پیالے میں تھی

گفتم کہ تو اے عمر چرا زود برفتی
میں نے کہا، اے عمر تو اس قدر جلدی کیوں گذر گئی

گفتا کہ فلانے چکنم عمر ہمیں بود
اس نے کہا، اے فلانے میں کیا کروں، عمر ہی اتنی تھی

گفتم کہ بے خطِ جفا بر تو کشیدند
میں نے کہا، انہوں نے تیرے اوپر ظلم کے بہت خط کھینچے

گفتا ہمہ آں بود کہ بر لوحِ جبیں بود
اس نے کہا، سب کچھ وہ تھا جو پیشانی کی تختی پر تھا

گفتم کہ نہ وقتِ سفرت بود چنیں زود
میں نے کہا، اس قدر جلد تیرے سفر کا وقت نہ تھا

گفتا کہ مگر مصلحتِ وقت چنیں بود
اس نے کہا، لیکن وقت کی مصلحت یہی تھی

گفتم کہ ز حافظ بچہ علت شدہ دور
میں نے کہا، تو حافظ سے کیوں دور ہو گیا؟

گفتا کہ ہمہ وقت مرادا عیہ ایں بود
اس نے کہا، یہ میری ہمیشہ کی خواہش تھی

ا۔ لعل اور گوہر کے طلبگار ختم ہو گئے ورنہ سورج تو کانوں میں برابر لعل و گوہر بنا رہا ہے۔
۲۔ محبوب کے رخسار اور ہونٹ عاشق کے دل کے خون سے رنگین تھے خط نکل آنے سے رخسار کا رنگ تو چھپ گیا ہونٹوں کی وہی سُرخی باقی ہے۔
۳۔ عاشق تو راز عشق کو پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں لیکن آنکھ آنسو بہا کر راز فاش کر دیتی ہے۔

[illegible]

۶۔ آنکھیں بہت زیادہ خوننابہ فشانی کر رہی ہیں۔
۷۔ اس غزل میں گویا ایک عاشق مرتے وقت خود اپنی جان سے سوال و جواب کر رہا ہے۔

گرچہ بر واعظِ شہر ایں سخن آساں نشود — تا ریا ورزد و سالوس مسلماں نشود
خواہ شہر کے واعظ کے لئے یہ بات آسان نہ ہو — جب تک ریا اور مکاری کرے گا مسلمان نہ ہوگا

رندی آموز و کرم کن کہ نہ چنداں ہنرست — حیوانے کہ ننوشد مے و انساں نشود
رندی سیکھو، اور بخشش کر اس لئے کہ کوئی ہنر نہیں ہے — اس جانور کے لئے جو شراب نہ پئے گا انسان نہ بنے

گوہرِ پاک بباید کہ شود قابلِ فیض — ورنہ ہر سنگ و گلے لؤلؤ و مرجاں نشود
فیض کے قابل ہونے کے لئے پاک جوہر چاہیے — ورنہ ہر پتھر اور مٹی، موتی اور مونگا نہیں بنتا

اسمِ اعظم بکند کارِ خود اے دل خوش باش — کہ بہ تلبیس و حیل دیو مسلماں نشود
اے دل خوش رہ، اسم اعظم اپنا کام کرتا ہے — اس لئے کہ مکاری اور حیلہ بازی سے شیطان مسلمان نہیں ہوتا

دردمندیکہ کند درد نہاں پیشِ طبیب — دردِ او بے سببے قابلِ درماں نشود
وہ مریض جو اپنا مرض طبیب کے سامنے چھپائے — اس کا درد بیشک علاج کے قابل نہیں ہوتا

عشق می ورزم و امید کہ ایں فنِ شریف — چوں ہنرہائے دگر موجبِ حرماں نشود
میں عشق اختیار کرتا ہوں اور یہ امید ہے کہ یہ شریف فن — دوسرے ہنروں کی طرح محرومی کا سبب نہ ہوگا

دوش میگفت کہ فردا بدہم کامِ دلت — سببے ساز خدایا کہ پشیماں نشود
وہ کل رات کہہ رہا تھا کہ کل تجھے دل کا مقصد پورا کردوں گا — اے خدا ایسا سبب پیدا کر دے کہ وہ شرمندہ نہ ہو

حسنِ خلقے ز خدا می طلبم خوئے ترا — تا دگر خاطرِ ما از تو پریشاں نشود
میں خدا سے تیری عادت کے لئے حسن خلق طلب کرتا ہوں — تاکہ پھر تجھ سے ہماری طبیعت پریشان نہ ہو

ہر کہ در پیشِ بتاں از سرِ جاں میلرزد — بے تکلف تنِ او لائقِ قرباں نشود
جو معشوقوں کے سامنے جان جانے کے خیال سے کانپتا ہے — بیشک اس کا جسم قربان ہونے کے لائق نہیں ہوتا

ذرہ را تا نبود ہمتِ عالی حافظ
اے حافظ! جب تک ذرہ بلند ہمت نہ ہو
طالبِ چشمۂ خورشیدِ درخشاں نشود
روشن آفتاب کے چشمہ کا طالب نہیں ہوتا

گرچہ از غمزۂ تم زخمے بدل کاری کند — گاہ گاہ از مرہم باشد کہ دلداری کند
اگرچہ میرا محبوب، غمزہ سے دل پر کاری زخم لگاتا ہے — ہو سکتا ہے کہ کبھی کبھی مرہم سے میری دلداری کرے

گر نباشد از مئے لعلِ تو بوئے در مشام — عاشقاں را دیدہ دائم کارِ خماری کند
اگر تیرے ہونٹ کی شراب کی بو دماغ میں نہ ہو — عاشقوں کی آنکھ ہمیشہ خماری کا کام کرے

زاہدے را ذوق گر ہمچو منے حاصل شود — مست می آید ہمہ توبہ ز ہشیاری کند
اگر زاہد کو مجھ جیسوں کا ذوق حاصل ہو جائے — شراب سے مست ہو جائے اور ہوشیاری سے بالکل توبہ کرے

ہم تا نم زاہدِ مے ہم میکنم مستانہ رقص — ساقیا آں مطرب ہم امروز اگر یاری کند
شراب نوشی کی بھی دولت حاصل کر سکتا ہوں اور مستانہ رقص بھی کروں — اے ساقی! اگر وہ مطرب آج میری مدد کرے

تا خورد از دستِ تو جامِ صبوحی یک صباح — اہلِ تقویٰ ہر شبے تا صبح بیداری کند
تاکہ کسی صبح کو تیرے ہاتھ سے صبوحی کا جام پی لے — متقی ہر رات کو صبح تک بیداری کرتا ہے

---

۱ واعظ شہر کے لیے یہ آسان بات نہیں ہے لیکن وہ مسلمان جب ہی بنے گا جب مکاری چھوڑ دے گا۔
۲ شراب نوشی بدوں انسان کا انس ہے۔
۳ اگر طبیعت میں صلاحیت نہیں ہے تو فیض حاصل نہیں ہو سکتا ہر پتھر موتی اور مونگا نہیں بن سکتا ہے۔
۴ اسم اعظم "اللہ" کا ورد لامحالہ اثر کرے گا۔
۵ اور ہنر تو محرومی کا سبب ہی ہے یہ ہنر کام دے گا۔

۶ محبوب میں عادت خوبیاں تو بے شمار ہیں جس اخلاق بھی ہو۔
۷ ذرہ سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے۔
۸ محبوب مشکل ہے اس سے مرہم کی بھی امید ہے۔
۹ خمار شراب کو پیالہ میں ڈالتا ہے، آنکھیں سرخ رہیں گی۔
۱۰ شب بیداری کی وجہ یہ ہے کہ صبح کی شراب ہاتھ آ جائے۔

حافظِ مسکیں غریب کز پئے او شد خراب
حافظ مسکین اللہ غریب ہوا اس کے پیچھے ویران ہو گیا
گر رسیدے ساقیا از بادہ معماری کند
اگر ساقی آ جائے تو خراب کے ذریعہ آباد کر دے

گر زلفِ پریشانت در دستِ صبا افتد
اگر تیری بکھری ہوئی زلف صبا کے ہاتھ پڑ جائے
ہر جا کہ دلے باشد بر بادِ ہوا افتد
جہاں کہیں کوئی دل ہو، ہوا میں برباد ہو جائے

ما کشتیٔ صبر خود در بحرِ غم افگندیم
ہم نے اپنے صبر کی کشتی غم کے سمندر میں ڈال دی
تا آخر ازیں طوفاں ہر تختہ کجا افتد
دیکھئے! اس طوفان سے ہر تختہ کہاں پہونچے!

ہر کس بہ تمنائے فال از رخِ او گیرد
ہر شخص تمنا میں اس کے رخ سے فال نکالتا ہے
بر تختۂ فیروزی تا قرعہ کرا افتد
دیکھئے، کامیابی کے تختے پر کس کا قرعہ پڑے!

آں بادہ کہ دلہا را از غم دہد آزادی
وہ شراب، جو دلوں کو غم سے آزادی دیتی ہے
چوں خونِ جگر گردد چوں دور بما افتد
جب ہماری باری آتی ہے جگر کے خون سے بھرتی ہے

گر زلفِ سیاہت را من مشکِ ختن گفتم
اگر میں نے تیری سیاہ زلف کو ختن کا مشک کہہ دیا
در تاب مشو جاناں در گفتہ خطا افتد
ترسے جاناں! غصہ نہ کر، کہنے میں غلطی ہو جاتی ہے

حالِ دلِ حافظ شد از دستِ غمِ ہجرت
تیرے ہجر کے غم کے ہاتھوں حافظ کے دل کا حال ایسا ہو گیا ہے
چوں عاشقِ سرگرداں کز دوست جدا افتد
جیسا کہ وہ حیران عاشق، جو دوست سے جدا ہو جائے

مرا بہ رندی و عشق آں فضول عیب کند
مجھ پر رندی اور عشق کا وہی فضول شخص عیب لگاتا ہے
کہ اعتراض بر اسرارِ علمِ غیب کند
جو علمِ غیب کے رازوں پر اعتراض کرتا ہے

کمالِ صدق و محبت ببیں نہ نقصِ گناہ
سچائی اور محبت کے کمال کو دیکھ، نہ کہ گناہ کے عیب کو
کہ ہر کہ بے ہنر افتد نظر بعیب کند
اس لیے کہ جو بے ہنر ہوتا ہے اس کی نظر عیب پر پڑتی ہے

چناں بزد رہِ اسلام غمزۂ ساقی
ساقی کی ادا نے اسلام پر ایسا ڈاکہ مارا
کہ اجتناب ز صہبا مگر صہیبؓ کند
کہ اب شاید صہیبؓ ہی شراب سے بچ سکے

ز عطرِ حورِ بہشت آں زماں برآید بوئے
بہشت کی حور کے عطر سے اس وقت خوشبو آئے گی
کہ خاکِ میکدۂ ما عبیرِ جیب کند
جبکہ وہ شراب خانہ کی خاک کو گریبان کی خوشبو بنائے

کلیدِ گنجِ سعادت قبولِ اہلِ دل است
سعادت کے خزانہ کی کنجی اہلِ دل کے یہاں مقبول ہونا ہے
مباد کس کہ دریں نکتہ شک و ریب کند
ایسا نہ ہو کہ اس نکتہ میں کوئی شک اور شبہ کرے

شبانِ وادیِ ایمن گہے رسد بمراد
وادیٔ ایمن کا گڈریا اس وقت مراد کو پہونچتا ہے
کہ چند سال بجاں خدمتِ شعیب کند
جبکہ چند سال دل سے شعیب کی خدمت کرے

ز دیدہ خوں بچکاند فسانۂ حافظ
حافظ کا قصہ آنکھوں سے خون ٹپکا دیتا ہے
چو یادِ عہدِ شباب و زمانِ شیب کند
جب وہ جوانی کے وقت، اور بڑھاپے کے زمانہ کو یاد کرتا ہے

۱ ہر شخص اس کے رخ سے فال نکالتا ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ قرعہ کس کے نام نکلے۔
۲ زلف کو مشکِ ختن کہنا گو غلطی تو ہے
۳ ہمیں رند بنانے میں بھی خدا کی کوئی مصلحت ہوگی لہٰذا ہماری رندی پر عیب لگانا مناسب نہیں ہے
۴ بے ہنر پر نگاہ ہونی چاہیے ... کا کام ہے۔
۵ حضرت صہیبؓ کا تقویٰ صحابہ میں ضرب المثل تھا۔
۶ اہلِ دل میں مقبول ہونا سعادت مندی کی دلیل ہے۔
۷ حضرت موسیٰؑ نے حضرت شعیبؑ کی آٹھ سال بکریاں چرائیں جب کہیں وادیٔ ایمن میں ان کو تجلیات کا مشاہدہ ہوا۔

مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسے می آید
اے دل خوشخبری ہو کہ کوئی مسیحا جیسے سانس والا آتا ہے

کہ ز انفاس خوشش بوئے کسے می آید
اس لیے کہ اس کے بہترین سانسوں سے کسی کی خوشبو آرہی ہے

از غم و درد مکن نالہ و فریاد کہ دوش
غم اور درد سے نالہ اور فریاد نہ کر اس لیے کہ کل رات

زدہ ام فالے و فریاد رسے می آید
میں نے فال نکالی ہے اور ایک فریاد رس آتا ہے

ز آتشِ وادیِ ایمن[1] نہ منم خرم و بس
وادیِ ایمن کی آگ سے صرف میں ہی خوش نہیں ہوں

موسیٰ اینجا بامیدِ قبسے می آید
موسیٰ بھی اس جگہ، چنگاری کی امید میں آتا ہے

ہیچکس نیست کہ در کوئے تواش کارے نیست
کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کا تیرے کوچہ میں کوئی کام نہ ہو

ہر کس اینجا بامیدِ ہوسے می آید
اس جگہ ہر شخص ایک ہوس کی امید میں آتا ہے

کس ندانست کہ منزلگہِ معشوق کجاست
کوئی نہیں جانتا کہ معشوق کی منزل کہاں ہے؟

اینقدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید
بس اتنا ہے کہ گھنٹے کی آواز آتی ہے

جرعہ دہ کہ بمیخانۂ اربابِ کرم
ایک گھونٹ دے، اس لیے کہ سخیوں کے شراب خانہ میں

ہر حریفے زپئے ملتمسے می آید
ہر دوست ایک آرزو لے کر آتا ہے

خبرِ بلبلِ ایں باغ مپرسید کہ من
اس باغ کے بلبل کی بات نہ پوچھو اس لیے کہ میں

نالۂ می شنوم کز قفسے می آید
ایک نالہ سن رہا ہوں، جو ایک پنجرے سے آتا ہے

دوست را گر سرِ پرسیدنِ بیمارِ غم ست
اگر دوست کو، غم کے بیمار کو، پوچھنے آنے کا خیال ہے

گو بیا خوش کہ ہنوزش نفسے می آید
تو کہہ دو خوشی سے آجائے اس لیے کہ ابھی اس کا سانس چل رہا ہے

یار دارد سرِ صیدِ دلِ حافظ یاراں
اے دوستو محبوب کو حافظ کے دل کے شکار کرنے کا خیال ہے

شاہبازے بشکارِ مگسے می آید
ایک شہباز ایک مکھی کے شکار کے لئے آتا ہے

مطربِ عشق عجب ساز و نوائے دارد
عشق کا مطرب عجب ساز اور آواز رکھتا ہے

نقشِ ہر پردہ کہ زد راہ بجائے دارد
جس پردے کے نقش کو بجاتا ہے ایک خاص مقام کی طرف جاتا ہے

عالم از نالۂ عشاق مبادا خالی
خدا کرے عاشقوں کے نالہ سے دنیا خالی نہ ہو

کہ خوش آہنگ و فرح بخش نوائے دارد
کیونکہ وہ عمدہ آواز اور تفریح دینے والی نے رکھتا ہے

پیرِ دُردی کشِ ما گرچہ ندارد زر و زور
ہمارا تلچھٹ پینے والا پیر اگرچہ روپیہ اور زور نہیں رکھتا ہے

خوش عطا بخش و خطا پوش خدائے دارد
لیکن اچھا عطا بخش، اور خطا پوش خدا رکھتا ہے

از عدالت نبود دور گرش پرسد حال
اس کے انصاف سے بعید نہ ہوگا، اگر حال پوچھے

پادشاہے کہ بہ ہمسایہ گدائے دارد
وہ بادشاہ جو پڑوس میں ایک فقیر رکھتا ہے

محترم دار دلم کیں مگسِ قند پرست
میرے دل کو محترم رکھ، اس لیے کہ یہ میٹھے کا عاشق مکھی

تا ہوا خواہِ تو شد فرِ ہمائے دارد
جب سے تیری ہوا خواہ ہوئی ہے ہما کی شان رکھتی ہے

اشکِ خونیں بطبیباں بنمودم گفتند
میں نے خونی آنسو طبیبوں کو دکھائے تو انہوں نے کہا

دردِ عشق ست و جگر سوز دوائے دارد
عشق کا درد ہے جس کی دوا جگر کو جلانے والی ہے

[1] وادیٔ ایمن میں جب حضرت موسیٰ کو دور سے نظر آئی وہ اسکو آگ سمجھ کر اس میں سے چنگاری لینے کے لیے گئے تب ان پر حقیقت کھلی کہ یہ آگ نہیں ہے خدا کی تجلی ہے

[2] تیرے کوچہ کی ہوس میں ہر شخص مبتلا ہے۔

[3] قافلہ کے اونٹوں کی گردنوں میں گھنٹیاں باندھی جاتی تھیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ قافلہ جا رہا ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ محبوب کا قافلہ کہاں ہے بس ہم بھی گھنٹیوں کی آواز پہ قافلہ کی سمت چلے جاتے ہیں۔

[4] سبب کرم کی اصل میں ہر شخص مشتری بنکر آتا ہے۔

[5] وہ تلچھٹ جو گلاس میں بچ رہتی ہے۔

[6] اب بھی بیمار پرسی کا موقع ہے۔

[7] ہر جگہ جس پردے پر ہاتھ مارتا ہے ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے

[8] شعر [illegible] شاہنشاہ کا ہمسایہ فقیر کو پوچھنا عین انصاف ہے

[9] چونکہ دل میں تیری محبت ہے لہذا وہ قابلِ احترام بن گیا ہے

[10] اس درد کی دوا سے جگر جل جائے گا لہذا دوا نہ کرنا بہتر ہے

تم از غمزہ میاموز کہ در مذہبِ عشق
غمزہ سے ظلم کرنا مت سیکھو، اس لیے کہ عشق کے مذہب میں
ہر عمل اجرے و ہر کردہ جزائے دارد
ہر عمل ایک اجر اور ہر کام ایک بدلہ رکھتا ہے

نغز گفت آں بتِ ترسا پسرِ بادہ فروش
اُس کافر پری چہرہ معشوق، شراب فروش کے لڑکے نے عمدہ بات کہی
شادیِ روئے کسے خور کہ صفائے دارد
کسی ایسے شخص کے چہرے کی خوشی میں شراب پی جو صفائی رکھتا ہے

خسروا حافظ درگاہ نشیں فاتحہ خواند
اے بادشاہ! درگاہ نشیں حافظ نے فاتحہ پڑھی
وز زبانِ تو تمنائے دعائے دارد
اور تیری زبان سے، دعا کی تمنا رکھتا ہے

من و انکارِ شراب ایں چہ حکایت باشد
میں اور شراب کا انکار، یہ کیا قصہ ہوگا!
غالباً ایں قدرم عقل کفایت باشد
شاید اس قدر عقل، میرے لئے کافی ہوگی

منکہ شبہا رہِ تقویٰ زدہ ام با دف و چنگ
میں، جس نے دف اور چنگ کے ساتھ راتوں تقویٰ پر ڈاکہ ڈالا
ایں زماں سر بہ رہ آرم چہ حکایت باشد
اب اگر میں سر راستہ پر لاؤں کیا بات ہوگی؟

زاہد ار راہ بہ رندی نبرد معذور است
زاہد اگر رندی کے راستہ پر نہ چلے، معذور ہے
عشق کاریست کہ موقوفِ ہدایت باشد
عشق ایسا کام ہے، جو ہدایت پر موقوف ہے

تا بغایت رہِ میخانہ نمی دانستم
میں تو اب تک شراب خانہ کا راستہ نہیں جانتا تھا
ورنہ مستوریِ ما تا بچہ غایت باشد
ورنہ ہماری پرہیزگاری کس حد تک ہوگی

بندۂ پیرِ مغانم کہ ز جہلم برہاند
میں پیرِ مغاں کا غلام ہوں کیونکہ اس نے مجھے جہل سے چھڑا دیا
پیرِ ما ہر چہ کند عینِ رعایت باشد
ہمارا پیر جو کچھ کرے، عین مناسب ہو

زاہد و عجب و نماز و من و مستی و نیاز
زاہد ہے، اور تکبر، اور نماز، اور میں ہوں اور مستی اور عاجزی
تا خود او را ز میاں با کہ عنایت باشد
دیکھئے! اس کی خود کس پر مہربانی ہو

دوش ازیں غصہ نخفتم کہ حکیمے میگفت
کل شب میں اس رنج سے نہ سویا کہ ایک سمجھدار کہتا تھا
حافظ ار بادہ خورد جائے شکایت باشد
حافظ اگر شراب پیئے تو، شکایت کا موقع ہوگا

مسلماناں مرا وقتے دلے بود
اے مسلمانو! میرا بھی کسی وقت ایسا دل تھا
کہ با وے گفتمے گر مشکلے بود
اگر کوئی مشکل پیش آتی تھی، تو میں اُس سے کہتا تھا

دلے ہمدرد و یارے مصلحت بیں
یعنی ہمدرد دل، اور نیک مصلحت بیں دوست
کہ استظہارِ ہر اہلِ دلے بود
جو ہر صاحب دل کی پشت پناہ تھا

بگردابے چو می افتادم از غم
جب میں غم کے کسی بھنور میں پھنستا تھا
بتدبیرش امیدِ ساحلے بود
اُس کی تدبیر سے کسی ساحل کی امید ہوتی تھی

ز من ضائع شد اندر کوئے جاناں
وہ دل، مجھ سے معشوق کے کوچہ میں گم ہوگیا
چہ دامنگیر یارب منزلے بود
اے خدا! کیسی دامنگیر منزل تھی

ے کو میں شراب کا انکار نہ کروں۔
ے شعر
نہیں ہوئی لہٰذا وہ اس راستہ پر نہیں چل سکتا ہے۔
ے چونکہ میخانے کے راستے سے ناواقف ہیں تبھی ہم متقی بنے ہوئے ہیں۔
ے ظاہر ہے کہ خدا کو نیاز مندی ہی پسند ہے
ے چونکہ
تا کہ جس کی بات کر رہا تھا
لہٰذا مجھے بڑا دکھ ہوا
ے غزل کا مضمون مسلسل ہے جس میں دل کی کیفیات کو ظاہر کیا ہے۔
ے ایسا دل جس سے سب کچھ توقعات تھیں کھو گئے کوچہ میں گم ہو گیا ہے کو یہ بڑا دامنگیر ثابت ہوا۔

بحالِ ایں پریشاں رحمت آرید — کہ وقتے کاردانِ کاملے بود
اس پریشان کی حالت پر رحم کرو — اس لیے کہ ایک وقت وہ ایک مکمل واقف کار تھا

منِ آشفتہ را در ہر بلائے — رفیقِ کاروانِ قابلے بود
مجھ پریشان کے لیے، ہر مصیبت میں — قافلہ کا، ایک قابل رفیق تھا

مرا تا عشق تعلیمِ سخن کرد — حدیثم نکتۂ ہر محفلے بود
مجھے، جب سے عشق نے بات کرنی سکھائی — میری بات، ہر محفل کا نکتہ تھی

ہنر بے عیبِ حرماں بود لیکن — ز من محروم تر کے سائلے بود
ہنر محرومی کے عیب سے خالی تھا، لیکن — مجھ سے زیادہ محروم، کب کوئی بھکاری تھا

سرشکم در طلب دُرہا فشانید — ولے از وصلِ او بیجا صلے بود
طلب میں، میرے آنسوؤں نے موتی بکھیرے — لیکن، اس کے وصل سے محروم تھے

مگو دیگر کہ حافظ نکتہ دانست
پھر نہ کہنا، کہ حافظ نکتہ داں ہے

کہ ما دیدیم محکم غافلے بود
اس لئے، ہم نے دیکھ لیا بڑا غافل تھا

معاشراں ز حریفِ شبانہ یاد آرید — حقوقِ بندگیِ مخلصانہ یاد آرید
اے ساتھیو! رات کے دوست کو یاد کرو — مخلصانہ غلامی کے حقوق کو، یاد رکھو

چو در میانِ مراد آورید دستِ امید — ز عہدِ صحبتِ ما در میانہ یاد آرید
جب مراد کی کمر میں، امید کا ہاتھ ڈالو — اس وقت، ہماری دوستی کا زمانہ یاد رکھو

چو عکسِ بادہ کند جلوہ در رخِ ساقی — ز زہدِ من بسرود و ترانہ یاد آرید
جب شراب کا عکس، ساقی کے رخ میں رونما ہو — گانے اور ترانے کے ساتھ میرے زہد کو بھی یاد رکھو

بوقتِ سرخوشی از آہ و نالۂ عشاق — بصوتِ نغمۂ چنگ و چغانہ یاد آرید
مستی کے وقت، عاشقوں کی آہ، اور نالہ کو — چنگ، اور چغانہ کے نغمے کی آواز پر یاد رکھو

نمی خورید زمانے غمِ وفاداراں — ز بیوفائیِ دورِ زمانہ یاد آرید
تم تھوڑی دیر کے لئے بھی وفاداروں کا غم نہیں کھاتے — دورِ زمانہ کی، بے وفائی کو یاد رکھو

سمندِ دولت اگر تند و سرکش ست ولے — ز ہمرہاں بسرِ تازیانہ یاد آرید
دولت کا گھوڑا، اگرچہ تیز، اور سرکش ہے، لیکن — کوڑے کے وقت، ساتھیوں کو بھی یاد رکھو

بوقتِ مرحمت اے ساکنانِ صدر جلال
اے بزرگی کے صدر نشینو! مرحمت کے وقت

ز روئے حافظ و آں آستانہ یاد آرید
حافظ کے چہرے، اور اس آستانے کو یاد رکھو

منُ و صلاح و سلامت کس ایں گماں نبرد — کہ کس بہ رندِ خرابات ظنِ آں نبرد
میں اور نیکی اور سلامتی، یہ گمان کوئی نہیں کرتا — اس لیے کہ شراب خانہ کے رند کے بارے میں اس کا گمان کوئی نہیں کرتا

---

۱ یہ بھی درست ہے کہ ہنر کی قسمت چھوٹی ہے۔ لیکن میں بے حال محروم رہا۔

۲ شعر — ۳ شعر

۴ کہ کر تمہاری یاد میرے زہد کو بھی ختم کر دے اور رندی میسر آجائے۔

۵ عیش کے وقت عاشقوں کی آہ اور نالہ کو یاد رکھو۔

۶ زمانے کی بیوفائی سے ڈرنا چاہیے اور وفاداروں کے غم میں شرکت کرنی چاہیے۔

۷ تم دولت کے گھوڑے پر سوار ہو لیکن پیادہ پا ساتھیوں کو یاد رکھو۔

۸ ہم نے بھی اس آستانہ پر پیشانی رگڑی ہے جب رحم کرنے کا وقت آئے تو ہمیں یاد رکھنا

من این مرقعِ پشمینه بهرِ آں دارم
میں نے گدڑی کو اس لیے اختیار کی ہے

که زیرِ خرقه کشم مے کس ایں گماں نبرد
کہ گدڑی میں چھپا کر شراب پیا کروں اور کوئی یہ گمان نہ کرے

مباش غرّه بعلم و عمل فقیهِ زماں
اے فقیہِ زمانہ! علم اور عمل پر غرور نہ کر

که هیچکس ز قضائے خدائے جاں نبرد
اس لئے کہ کوئی شخص خدا کی تقدیر سے جان نہیں بچا سکتا ہے

مشو فریفتۂ رنگ و بو قدح درکش
رنگ اور بو پر فریفتہ نہ ہو اور پیالہ پی

کز زنگِ غم ز دلت جز مے مغاں نبرد
اس لئے کہ تیرے دل سے غم کے زنگ کو پیرِ مغاں کی شراب کے علاوہ کوئی چیز صاف نہیں کرتی

اگرچه دیده بود پاسبانِ تو اے گل
اے پھول! اگرچہ آنکھ تیری نگہبان ہو

بهوش باش که نقدِ تو پاسباں نبرد
ہوش رکھ، کہ تیری نقدی نگہبان ہی نہ لیجائے

منِ ضعیف چگونه غمِ تو بردارم
میں کمزور کس طرح تیرا غم برداشت کروں

که بارِ هجرِ تو ایں جانِ ناتواں نبرد
کہ تیرے ہجر کا بوجھ یہ کمزور جان برداشت نہیں کرتی

سخن بنزدِ سخنداں ادا مکن حافظ
اے حافظ! سخنداں کے سامنے بات نہ کر

که تحفه کس دُر و گوهر به بحر و کاں نبرد
اس لئے کہ موتی اور گوہر کا تحفہ، سمندر اور کان کے پاس کوئی نہیں لیجاتا ہے

مرا مے دگر باره از دست بُرد
مجھے شراب نے دوبارہ بیخود بنا دیا

بمن باز آورد مے دست بُرد
مجھ پر شراب نے دوبارہ غلبہ حاصل کرلیا

هزار آفریں بر مئے سُرخ باد
سُرخ شراب کو، ہزار بار شاباش ہو

که از روئے ما رنگِ زردی ببرد
اس لئے کہ ہمارے چہرے سے زرد رنگ کو لے گئی

بنازیم دستے که انگور چید
ہمیں اس ہاتھ پر ناز ہے، جس نے انگور چنا

مریزاد پائے که در هم فشرد
خدا کرے، وہ پاؤں نہ گرے جس نے نچوڑا

برو زاهدا خُرده بر من مگیر
اے زاہد! جا، مجھ پر عیب نہ لگا

که کارِ خدائی نه کاریست خرد
خدائی کا کام، معمولی کام نہیں ہے

مرا از ازل عشق شد سرنوشت
ازل سے، عشق میری تقدیر بنا

قضائے نبشته نشاید سترد
لکھی ہوئی تقدیر، مٹائی نہیں جا سکتی ہے

مزن دم ز حکمت که در وقتِ مرگ
حکمت کی ڈینگیں نہ مار، اس لئے کہ مرتے وقت

ارسطو دهد جاں چو بیچاره کُرد
ارسطو، بیچارہ کُردی کی طرح جان دے دیتا ہے

مکن رنجِ بیهوده خُرسند باش
بیکار رنج نہ کر، خوش رہ

قناعت کن ار نیست اطلس بِبُرد
اگر اطلس نہیں ہے، چادر پر صبر کر

چناں زندگانی کن اندر جهاں
دنیا میں، اس طرح زندگی بسر کر

که چوں مُرده باشی نگویند مرد
کہ جب تو مرے، لوگ یہ نہ کہیں کہ مر گیا

شود مستِ وحدت ز جامِ الست
الست کے جام سے توحید کا مست ہو جاتا

هر آں کو چو حافظ مے صاف خورد
جس کسی نے حافظ کی طرح صاف شراب پی

انسان کی پاسبان بھی ہیں اور یہی تباہی کا سبب بھی ہیں۔

وہ ہمارے لئے باعثِ ناز ہے، جس پیر نے شراب بنائی اُس کے ہم دعاگو ہیں۔

؎ انسان کی حکمتیں اسے نہیں بچا سکتیں بلکہ کسی مصلحت کی بنا پر ہی بنایا ہے۔

؎ کُرد، کردستانی کو کہا جاتا ہے جو عموماً ناخواندہ ہوتے تھے۔ یعنی مرتے وقت کُردی اور ارسطو حکیم کی یکساں حالت ہے۔

؎ مرنے کے بعد تیرا نام زندہ رہنا چاہیے۔

؎ الست سے وہی عہد مراد ہے جو ازل میں اللہ نے روحوں سے اپنی ربوبیت پر لیا ہے۔

؎ یہ مصرع اور اگلے شعر کا مصرعۂ ثانی، شاہنامۂ فردوسی کا شعر ہے جس پر حافظ نے تضمین کی ہے۔

مرا مهر سیه چشمان ز دل بیرون نخواهد شد
سیاہ آنکھوں والوں کی محبت میرے دل سے نہ نکلیگی
قضای آسمان است این و دیگرگون نخواهد شد
یہ آسمانی فیصلہ ہے، اور یہ نہ بدلے گا

مرا روز ازل کاری بجز رندی نفرمودند
میرے لیے ازل میں، رندی کے سوا کوئی حکم نہیں فرمایا
هر آن قسمت که آنجا شد کم و افزون نخواهد شد
جو تقدیر وہاں بن چکی ہے، کم اور زیادہ نہ ہوگی

مجال من همین باشد که پنهان مهر او ورزم
میری طاقت میں تو یہی ہے کہ پوشیدہ طور پر اس کی محبت اختیار کروں
کنار و بوس و آغوشش چگویم چون نخواهد شد
پہلو، بوسہ اور اسکو بغل میں لینے کے بارے میں کیا کہوں جبکہ یہ ہو سکے گا ہی نہیں

شراب لعل و جای امن و یار مهربان ساقی
سرخ شراب، اطمینان کی جگہ، اور مہربان دوست ساقی
دلا کی به شود کارت اگر اکنون نخواهد شد
اے دل تیرا کام کب بنے گا اگر اب بھی نہ ہوگا

بیا تا در صف رندان ببانگ چنگ می نوشیم
آ، تاکہ رندوں کی صف میں چنگ کی دھن پر ہم شراب پئیں
که ساز شرع زین افسانه بی قانون نخواهد شد
اس لیے کہ شریعت کا ساز اس قصہ سے بے قانون نہ ہوگا

شبی مجنون بلیلی گفت کای محبوب بی همتا
ایک رات مجنوں نے لیلیٰ سے کہا، اے بے مثال محبوب
ترا عاشق شود پیدا ولی مجنون نخواهد شد
تجھے عاشق مل جائے گا، لیکن وہ مجنوں نہ ہوگا

رقیب آزارها فرمود و جای آشتی نگذاشت
رقیب نے بہت سی تکلیفیں پہونچائیں اور صلح کی گنجائش نہ چھوڑی
مگر آه سحرخیزان سوی گردون نخواهد شد
شاید سحرخیزوں کی آہ آسمان کی طرف نہ جائے گی

بیا تا در می صافیت راز دهر بنمایم
آ، تاکہ صاف شراب میں زمانے کے راز دکھاؤں
که کار عشق ازین افسانه بی افسون نخواهد شد
اس لیے کہ عشق کا کام اس بے جادو کے قصے سے نہ ہوگا

مشو ای دیده نقش غم ز لوح سینه حافظ
اے آنکھ غم کا نقش حافظ کے سینے کی تختی سے نہ دھو
که زخم تیغ دلدار است و رنگ خون نخواهد شد
اسلیے کہ یہ محبوب کے تیر کا زخم ہے، اور خون کا رنگ نہ جائیگا

معاشران گره از زلف یار باز کنید
ساتھیو! یار کی زلف سے گرہ کھولو
شبی خوش است بدین قصه‌اش دراز کنید
اچھی رات ہے اس کو اس قصے سے دراز کردو

حضور مجلس انس است و دوستان جمعند
محبت کی مجلس کی حاضری ہے، اور دوست جمع ہیں
و ان یکاد بخوانید و در فراز کنید
وان یکاد پڑھو اور دروازہ بند کردو

رباب و چنگ ببانگ بلند میگویند
رباب اور چنگ بلند آواز سے کہتے ہیں
که گوش هوش به پیغام اهل راز کنید
کہ اہل راز کے پیغام کی طرف ہوش کے کانوں کو متوجہ کرو

هر آنکسی که درین حلقه نیست زنده بعشق
جو شخص اس حلقہ میں عشق کے ذریعہ زندہ نہیں ہے
برو چو مرده بفتوای من نماز کنید
اس پر میرے فتوے سے مردے کی طرح نماز پڑھو

میان عاشق و معشوق فرق بسیار است
عاشق اور معشوق میں بہت بڑا فرق ہے
چو یار ناز نماید شما نیاز کنید
جب دوست ناز کرے، تم عاجزی کرو

بجان دوست که غم پرده شما ندرد
دوست کی جان کی قسم، غم تمہارا پردہ چاک نہ کریگا
گر اعتماد بر الطاف کارساز کنید
اگر کارساز کی مہربانیوں پر بھروسہ کروگے

ؔ جائے امن۔ اختیار میں تو یہی ہے کہ اس سے محبت کرتے رہیں بوس و کنار جب ہمارے قبضہ کی بات نہیں ہے تو اس کی کیا بات کریں۔

ؔ ہماری شراب نوشی سے شریعت کا نظام درہم برہم نہ ہوگا۔

ؔ عاشق تو ملجائیگے لیکن مجھ جیسا دیوانہ عاشق نہ ملے گا۔

ؔ آہ بھی آسمان تک نہیں پہونچی ہے کہ رقیب کو پاداش ملے۔

ؔ عشق کا کام شراب سے چلیگا زبانی باتوں سے یہ مسئلہ حل نہ ہوگا۔

ؔ محبوب کی گفتگو میں شب بیداری کرو

ؔ وان یکاد الذین کفروا۔ الخ یہ آیت نظر بد دفع کرنے کے لیے پڑھا جاتا ہے یعنی یہ آیت پڑھو تاکہ اس مجمع کو نظر نہ لگ جائے۔

ؔ جس نے عشق کے ذریعہ زندگی حاصل نہیں کی وہ مردہ ہے۔

ؔ خدا کی مہربانیوں پر نظر رکھو غم تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

نخست موعظۂ پیر مے فروش اینست | کہ از معاشر ناجنس احتراز کنید
مے فروش پیر کی سب سے پہلی نصیحت یہ ہے | کہ ناجنس، ساتھی سے بچو

اگر طلب کند انعامے از شما حافظ
اگر حافظ، تم سے انعام طلب کرے

حوالتش بلبِ یارِ دل نواز کنید
اس کو دلنواز، یار کے ہونٹ کے حوالے کرو

مرا بوصلِ تو گر زانکہ دسترس باشد | دگر ز طالعِ خویشم چہ ملتمس باشد
مجھے، اگر تیرے وصل پر دسترس ہو | پھر بھلا اپنے نصیب سے اور کیا درکار ہوگا؟

اگر بہر دو جہاں یک نفس زنم با دوست | مرا ز ہر دو جہاں حاصل آں نفس باشد
اگر دونوں جہانوں میں تھوڑی دیر کیلئے بھی دوست کے ساتھ سانس لوں | میرے لیے دونوں جہان کا حاصل وہی سانس ہوگا

بر آستانِ تو غوغائے عاشقاں چہ عجب | کہ ہر کجا شکرستاں بود مگس باشد
تیری چوکھٹ پر عاشقوں کا شور کیا تعجب کی بات ہے | اس لیے کہ جہاں کہیں شکرستان ہوگا مکھیاں ہوں گی

رہِ خلاص کجا باشد آں غریقے را | کہ سیلِ محنتِ عشقش ز پیش و پس باشد
اس ڈوبنے والے کے لیے بچاؤ کا راستہ کہاں ہوگا | جس کے آگے پیچھے عشق کی تکلیف کا بہاؤ ہو

چہ حاجت ست بشمشیر قتلِ عاشق را | کہ نیم جانِ مرا یک کرشمہ بس باشد
عاشق کے قتل کے لیے تلوار کی کیا ضرورت ہے! | اس لیے کہ میری آدھی جان کے لیے ایک ادا کافی ہے

ہزار بار شود آشنا و دیگر بار | مرا ببیند و گوید کہ ایں چہ کس باشد
ہزار بار جان پہچان والا ہوتا ہے، اور پھر | مجھے دیکھتا ہے، اور کہتا ہے یہ کون ہوگا؟

ازیں سبب کہ مرا دستِ بخت کوتاہ ست | کیم بسروِ بلندِ تو دسترس باشد
چونکہ، میرے نصیب کا ہاتھ کوتاہ ہے | تیرے بلند سرو پر، مجھے کب قدرت ہو سکتی ہے؟

خوش ست بادۂ رنگین و صحبتِ جاناں
رنگین شراب، اور معشوق کی صحبت اچھی چیز ہے

مدام حافظِ بیدل دریں ہوس باشد
بیدل حافظ، ہمیشہ اس ہوس میں ہوگا

میزنم ہر نفس از دستِ فراقت فریاد | آہ اگر نالۂ زارم نرساند بتو باد
تیرے فراق کے ہاتھ سے، میں ہر وقت فریاد کرتا ہوں | اگر ہوا، میرا نالۂ زار تجھ تک نہ پہنچائے تو افسوس ہے

چہ کنم گر نہ کنم نالہ و فریاد و فغاں | کز فراقِ تو چنانم کہ بد اندیش مباد
کیا کروں، اگر نالہ و فغاں، اور فریاد نہ کروں | اس لیے کہ تیرے فراق میں ایسا ہوں کہ دشمن بھی نہ ہو

روز و شب غصہ و خوں میخورم و چوں نخورم | چوں ز دیدارِ تو دورم بچہ باشم دلشاد
دن رات رنج اور خون کھاتا ہوں، اور کیسے نہ کھاؤں | جبکہ تیرے دیدار سے دور ہوں، خوش دل کیسے رہوں؟

تا تو از چشمِ منِ سوختہ دل دور شدی | اے بسا چشمۂ خونیں کہ دل از دیدہ کشاد
جب سے تو، مجھ جلے دل، کی آنکھ سے دور ہوا ہے | بہت خونی چشمے ہیں جو دل نے آنکھوں سے بہائے ہیں

ا ناجنس کی صحبت سے بچنا چاہیے۔
۲ اس کے لیے بوسہ کا انعام کافی ہوگا۔
۳ اگر وصل میسر آجائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا تمنا ہو سکتی ہے۔
۴ دوست کے ساتھ تھوڑا سا وقت گذار لینا میرے لیے دو جہان کا خلاصہ ہے۔
۵ تیرے قتل کرنے کو معشوق کی ایک ادا کافی ہے۔
۶ بار بار تجاہلِ عارفانہ برتتا ہے۔
۷ جن مصائب میں ہوں خدا دشمن کو بھی مبتلا نہ کرے۔
۸ تیرے بغیر میری آنکھوں کے راستے خونی چشمے نکلے ہیں۔

از بنِ ہر مژہ صد قطرۂ خوں بیش چکید | چوں بر آورد دل از دستِ فراقت فریاد
ہر پلک کی جڑ سے سو سے زیادہ خون کے قطرے ٹپکے | جبکہ دل نے، تیرے فراق کے ہاتھ سے فریاد کی

حافظِ دل شدہ مستغرقِ یادت شب و روز
بے دل حافظ دن رات تیری یاد میں ڈوبا ہوا ہے

تو ازیں بندۂ دلخستہ بکلّی آزاد
تو اس دل خستہ غلام سے بالکل آزاد ہے

مژدہ اے دل کہ دگر بادِ صبا باز آمد | ہدہدِ خوش خبر از طرفِ سبا باز آمد
اے دل خوشخبری ہو کہ باد صبا پھر آئی | خوشخبر ہدہد، سبا کی طرف سے پھر آیا

برکش اے مرغِ سحر نغمۂ داؤدی را | کہ سلیمانِ گل از طرفِ ہوا باز آمد
اے صبح کے پرندے! نغمۂ داؤدی شروع کر | کیونکہ پھول کا سلیمان، ہوا کی طرف سے پھر آیا

لالہ بوئے مئے نوشیں بشنید از دمِ صبح | داغ دل بود بامید دوا باز آمد
صبح کے سانس سے لالہ نے خوش ذائقہ شراب کی خوشبو سونگھی | اس کا دل داغدار تھا، دوا کی امید میں پھر آیا

عارفے کو کہ کند فہمِ زبانِ سوسن | تا بگوید کہ چرا رفت و چرا باز آمد
ایسا عارف کہاں ہے، جو سوسن کی زبان سمجھے؟ | اور وہ تجھے بتائے کیوں گئی اور کیوں پھر آئی؟

مردمی کرد و کرم بختِ خدا دادۂ من | کاں بتِ سنگدل از راہِ وفا باز آمد
میرے خداداد نصیبہ نے شرافت اور کرم کیا | کہ وہ سنگدل بت وفا کے طریقہ پر لوٹ آیا

جانِ من از پئے ایں قافلہ بس آہ کشید | تا بگوشِ دلم آوازِ درا باز آمد
میری جان نے اس قافلہ کے پیچھے بہت آہیں بھریں | یہاں تک کہ میرے دل کے کان میں گھنٹہ کی آواز پھر آگئی

گرچہ ما عہد شکستیم وگنہ حافظ کرد
اگرچہ ہم نے عہد شکنی کی اور حافظ نے گناہ کیا

لطفِ او بیں کہ بصلح از درِ ما باز آمد
اس کی مہربانی دیکھ کہ صلح کے لیے ہمارے دروازے سے پھر آگیا

نفس بر آمد و کام از تو بر نمی آید | فغاں کہ بختِ من از خواب بر نمی آید
دم نکل گیا اور تجھ سے مقصد پورا نہیں ہوتا ہے | فریاد ہے کہ میرا نصیبہ نیند سے بیدار نہیں ہوتا ہے

مگر بروئے دل آرائے یارِ من ورنہ | بہیچ گونہ دگر کار بر نمی آید
شاید میرے یار دل آرا کے چہرے سے ہو جائے ورنہ | کسی دوسرے طریقہ پر، کام نہیں نکلتا ہے

دریں خیال بسر شد دریغ عمرِ عزیز | بلائے زلفِ سیاہت بسر نمی آید
افسوس ہماری عمر عزیز اس خیال میں ختم ہوگئی | تیری کالی زلف کی مصیبت ختم نہیں ہوتی ہے

چناں بحسرتِ خاکِ درِ تو می میرم | کہ آبِ زندگیم در نظر نمی آید
تیرے در کی خاک کی حسرت میں، میں اس طرح سے مر رہا ہوں | کہ آبِ حیات میری نظر میں نہیں آتا ہے

بسے حکایتِ دل ہست با نسیمِ سحر | ولے بہ بختِ من امشب سحر نمی آید
صبح کی ہوا سے کہنے کے بہت سے دل کے قصے ہیں | لیکن میرے نصیبہ سے آج کی رات صبح نہیں ہوتی ہے

؎ سبا بلقیس کے ملک کا نام ہے حضرت سلیمان کو ہدہد نے یہاں کی خبریں لاکر دی تھیں
؎ سوسن کو دس زبانوں والا مانا گیا ہے۔ اس لیے کہ اس کے پھول کی دس پنکھڑیاں بصورت زبان ہوتی ہیں یعنی سوسن سے دریافت کرے کہ تو کیوں گئی تھی اور پھر کیوں آئی ہے۔
؎ قافلہ کی آواز سننے کے لیے میں آہیں بھرتا ہوا پیچھے چلا جا رہا تھا چنانچہ آواز سنی۔ نہ جان نکل گئی اور مقصد پورا نہ ہوا۔
؎ محبوب کا چہرہ عقدہ کشائی کرے گا ورنہ کام بنتا نظر نہیں آتا۔
؎ ہم ہجر کی رات کی باتیں نسیم سحر سے کرنا چاہتے ہیں لیکن آج رات صبح ہی نہیں ہو رہی ہے۔

قدِ بلندِ ترا تا ببر نمے گیرم
جب تک تیرے بلند قد کو بغل میں نہیں لیتا ہوں
درختِ بخت مرادم ببر نمی آید
میری مراد کے نصیبے کا درخت پھل نہیں دیتا ہے

مقیمِ زلفِ تو شد دل کہ خوش ہوائے داشت
دل تیری زلف میں مقیم ہو گیا اس لیے کہ اس کی ہوا خوب تھی
وزاں غریبِ بلاکش خبر نمی آید
اور اس مصیبت زدہ پردیسی کی خبر نہیں آتی ہے

فدائے دوست نکردیم عمر و مال دریغ
زندگی اور مال کو ہم نے دوست پر قربان نہ کیا افسوس ہے
کہ کارِ عشق زمائیں قدر نمی آید
کہ ہم سے عشق کا اتنا سا کام نہیں ہوتا ہے

ہمیشہ تیرِ سحرگاہِ من خطا نشدے
میرا صبح کے وقت کا تیر کبھی خطا نہیں کرتا تھا
کنوں چہ شد کہ یکے کارگر نمی آید
اب کیا ہوا کہ ایک بھی کارگر نہیں ہوتا ہے!

زشستِ صدق کشادم ہزار تیرِ دعا
میں نے سچائی کی شست سے دعا کے ہزار تیر چھوڑے
ازاں میانہ یکے کارگر نمی آید
ان میں سے ایک بھی کارگر نہیں ہوتا ہے

کمینہ شرطِ وفا ترکِ سر بود حافظ
اے حافظ وفا کی معمولی شرط سر کو چھوڑ دینا ہے
برو اگر زتو ایں کار بر نمی آید
چلا جا، اگر تجھ سے یہ کام نہیں ہوتا ہے

زبسکہ شد دلِ حافظ رمیدہ از ہمہ کس
حافظ کا دل سب لوگوں سے بھاگا ہوا وہ بیزار ہو گیا ہے
کنوں ز حلقۂ زلفت بدر نمی آید
جو اب تیری زلف کے حلقے سے باہر نہیں آتا ہے

نقدہا را بود آیا کہ عیارے گیرند
کیا اچھا ہو کہ نقدوں کو پرکھیں
تا ہمہ صومعہ داراں پے کارے گیرند
تاکہ سب عبادت خانہ والے کسی کام میں لگ جائیں

مصلحت دیدِ من آنست کہ یاراں ہمہ کار
میری رائے میں تو مناسب یہ ہے کہ دوست سب کام
بگذارند و خمِ طرۂ یارے گیرند
چھوڑ دیں، اور دوست کے حلقۂ زلف کو پکڑ لیں

خوش گرفتند حریفاں سرِ زلفِ ساقی
دوستوں نے ساقی کی زلف کو اچھی طرح پکڑ لیا ہے
گر فلک شاں بگذارد کہ قرارے گیرند
اگر آسمان ان کو مہلت دے کہ وہ سکون لے

یارب ایں بچۂ ترکاں چہ دلیرند بخوں
اے خدا یہ ترک بچے خون بہانے میں کس قدر دلیر ہیں
کہ بہ تیرِ مژہ ہر لحظہ شکارے گیرند
کہ ہر دم پلکوں کے تیر سے ایک شکار کرتے ہیں

رقص بر شعرِ تر و نالۂ نے خوش باشد
پاکیزہ شعر اور بانسری کے نالے کی دُھن پر رقص اچھا ہوتا ہے
خاصہ رقصے کہ در و دستِ نگارے گیرند
خاص طور پر وہ رقص جس میں کسی حسین کا ہاتھ پکڑیں

قوتِ بازوئے پرہیز بخوباں مفروش
حسینوں کے سامنے پرہیزگاری کی قوتِ بازو کی شیخی نہ مار
کہ دریں خیل حصارے بسوارے گیرند
اس لیے کہ اس لشکر میں ایک قلعہ ایک سوار کے ذریعے فتح کر لیتے ہیں

زاغ چوں شرم ندارد کہ نہد پا بر گل
جب کوا اس پر نہیں شرماتا کہ پھول پر پاؤں دھرے
بلبلاں را سزد ار دامنِ خارے گیرند
تو بلبلوں کے لیے مناسب ہے کہ کانٹے کا دامن تھام لیں

تا کنند اہلِ نظر خاکِ رہت کحلِ بصر
تاکہ اہلِ نظر تیرے راستے کی خاک کو آنکھ کا سرمہ بنائیں
عمرہا شد کہ سرِ راہگذارے گیرند
عمریں گذر گئیں کہ راستے پر بیٹھے ہوئے ہیں

ئہ جب تک تو ہمکنار نہ ہوگا میرا نصیب بار آور نہ ہوگا۔
ئہ افسوس کی بات ہے کہ ہم اپنی عمر اور دولت دوست پر نثار نہ کر سکے۔
ئہ میری صبح کی دعائیں ضرور مقبول ہوتی تھیں لیکن اب کوئی دعا مقبول نہیں ہوتی ہے
ئہ سر دینا تو عشق کی ادنیٰ شرط ہے اگر عاشق یہ نہ کر سکے تو اس کو یہ راستہ چھوڑ دینا چاہیے
ئہ اگر اعمال کی پرکھ ہونے لگے تو پھر عبادت گزار اپنی ریا کے کام کو چھوڑ کر کسی اچھے کام میں لگیں۔
ئہ میری رائے میں مناسب ہے کہ سب کام چھوڑ کر معشوق کی زلف میں لگا جائے۔
ئہ حسینوں کے جبروت میں تقوے کی ڈینگیں مارنا مناسب نہیں ان کا ایک سوار تقوے کے مضبوط قلعے کو فتح کر لیتا ہے
ئہ جب نااہل کا عروج ہے تو اہلِ کمال کو گوشہ نشینی اختیار کر لینی چاہیے۔

حافظ ابنائے زمانرا غمِ مسکیناں نیست
حافظ زمانے والوں کو مسکینوں کی فکر نہیں ہے

زآں میاں گر بتواں بہ کہ کنارے گیرند
اگر ہو سکے تو یہ بہتر ہے کہ وہ ان سے کنارہ کشی کریں

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند
ایسا نہیں ہے کہ جس نے چہرہ سنوار لیا وہ دلبری جانتا ہے

نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند
نہ ہر وہ شخص جو آئینہ بنائے سکندری جانتا ہے

نہ ہر کہ طرفِ کلہ کج نہاد و تند نشست
ایسا نہیں ہے کہ جس نے ٹوپی کا کنارہ ٹیڑھا کر لیا اور اکڑ کر بیٹھ گیا

کلاہ داری و آئینِ سروری داند
بادشاہی اور سرداری کا طریقہ جانتا ہے

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجاست
اس جگہ ہزاروں نکتے بال سے بھی زیادہ باریک ہیں

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند
یہ نہیں ہے کہ جس نے سر منڈا لیا وہ قلندری جانتا ہے

درآبِ دیدۂ خود غرقہ ام چہ چارہ کنم
میں اپنی آنکھوں کے پانی میں ڈوبا ہوا ہوں کیا کروں

کہ در محیط نہ ہر کس شناوری داند
اس لیے کہ سمندر میں ہر شخص تیراکی نہیں جانتا ہے

غلامِ ہمتِ آں رندِ عافیت سوزم
میں اس عافیت سوز رند کی توجہ کا غلام ہوں

کہ در گدا صفتی کیمیا گری داند
جو گدائی میں کیمیا گری جانتا ہے

سوادِ نقطۂ بینش زخالِ تست مرا
میری بینائی کے نقطہ کی سیاہی تیرے تل سے ہے

کہ قدرِ گوہرِ یکدانہ گوہری داند
اس لیے کہ دُرِ یکتا کی قدر جوہری جانتا ہے

بباختم دلِ دیوانہ و ندانستم
میں نے دیوانہ دل ہار دیا اور میں نہ سمجھا

کہ آدمی بچۂ شیوۂ پری داند
کہ ایک آدمی زادہ پری کا طور طریقہ جانتا ہے

بقد و چہرہ ہر آنکس کہ شاہِ خوباں شد
یہ کہ وہ شخص جو چہرے اور قد میں حسینوں کا بادشاہ بن گیا

جہاں بگیرد اگر داد گستری داند
وہ دنیا پر قبضہ کرلے اگر انصاف کرنا جانے

وفائے عہد نکو باشد ار بیاموزی
اگر تو سیکھے تو وفاداری بہتر بات ہے

وگرنہ ہر کہ تو بینی ستمگری داند
ورنہ جس کو بھی تو دیکھے ستمگری جانتا ہے

تو بندگی چو گدایاں بشرطِ مزد مکن
تو بھکاریوں کی طرح غلامی اجرت کے لیے نہ کر

کہ خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند
اس لیے کہ آقا خود بندہ پروری کا طریقہ جانتا ہے

زشعرِ دلکشِ حافظ کسے شود آگاہ
حافظ کے دلکش اشعار سے وہ شخص واقف ہو سکتا ہے

کہ لطفِ طبع و سخن گفتنِ دری داند
جو طبیعت کی پاکیزگی اور فارسی میں شعر گوئی جانتا ہے

نیست در شہر نگارے کہ دلِ ما ببرد
شہر میں کوئی ایسا معشوق نہیں ہے جو ہمارا دل لے جائے

بختم ار یار شود رختم ازینجا ببرد
میرا نصیب اگر دوست ہو یہاں سے میرا سامان لے جائے

کو حریفے خوش و سرمست کہ پیشِ کرمش
ایسا خوش اور سرمست دوست کون ہے کہ اس کے کرم کے سامنے

عاشقِ سوختہ دل نامِ تمنا ببرد
دل جلا عاشق تمنا کا نام لے

ل بناؤ سنگھار سے ہر شخص معشوق نہیں بن سکتا۔ مشہور ہے کہ سکندر کے پاس آئینہ تھا جس کے ذریعہ اس کو اپنی ساری مملکت کے احوال معلوم ہوتے رہتے تھے۔
ل محض سر منڈا لینے سے انسان قلندر نہیں بن جاتا ہے۔
ل آنکھوں کی پتلی کی سیاہی محبوب کے تل سے حاصل ہوئی ہے، تیرا تل دُرِ یکتا ہے جس کی خوبی کو میں جانتا ہوں۔
ل ظلم و ستم کرنا تو ہر شخص جانتا ہے وفاداری سیکھنے کی چیز ہے۔
ل اجرت کی نیت سے عبادت گداگری ہے
ل فارسی زبان کی سات قسموں میں سے ایک قسم کا نام دری ہے جو سب سے زیادہ فصیح سمجھی جاتی ہے۔
ل ممکن ہے کسی دوسرے شہر میں جانے سے کوئی دلبر مل جائے۔

در خیال ایں ہمہ لعبت بہوس میبازم
میں خیال میں یہ سب کھیل اس امید پر کھیل رہا ہوں

بو کہ صاحب نظرے نام تماشا برد
ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب نظر دیکھنے کا نام لے

راہِ عشق ارچہ کمیں گاہِ کمانداران است
عشق کا راستہ اگرچہ تیر اندازوں کی گھات کی جگہ ہے

ہر کہ دانستہ رود صرفہ ز اعدا ببرد
جو سمجھ بوجھ کر چلتا ہے دشمنوں سے بازی لیجاتا ہے

سحر با معجزہ پہلو نزند دل خوش دار
جادو معجزے کی برابری نہیں کر سکتا، دل خوش رکھ

سامری کیست کہ دست از یدِ بیضا برد
سامری کون ہے جو یدِ بیضا سے بازی جیت لے!

جامِ مینائی مے سدِّ رہِ تنگدلیست
شراب کا مینائی جام، غم کے راستہ کے لئے روک ہے

منہ از دست کہ سیلِ غمت از جا برد
ہاتھ سے نہ رکھ، ورنہ غم کا بہاؤ تجھے بہالے جائے گا

باغبانا ز خزاں بے خبرت مے بینم
اے باغباں! تجھ کو خزاں سے بے خبر دیکھ رہا ہوں

آہ ازاں روز کہ بادت گلِ رعنا برد
اس دن پر افسوس ہے کہ ہوا تیرے حسین پھول کو اڑا لیجائیگی

رہزنِ دہر نخفتست مشو ایمن ازو
زمانہ کا ڈاکو سویا ہوا نہیں ہے اس سے مطمئن نہ ہو

اگر امروز نبردست کہ فردا ببرد
اگر چہ آج نہیں لے گیا ہے کہ کل لے جائے گا

بانگِ گاوے چو صدا باز دہد عشوہ مخر
بیل کی آواز، اگر بلند ہو، دھوکا نہ کھا

کے سُہا عکس ز خورشیدِ مُصفّا برد
سُہا روشن آفتاب کا نور کب لیجا سکتا ہے؟

علم و فضلے کہ بچل سال دلم جمع آورد
وہ علم و فضل جو چالیس سال میں میرے دل نے جمع کیا

ترسم آں نرگسِ مستانہ بیکجا ببرد
مجھے ڈر ہے کہ وہ مستانہ آنکھ ایک دم سے لیجائے

حافظ ارجاں طلبد نرگسِ مستانۂ او
اے حافظ! اس کی مستانہ آنکھ اگر جان طلب کرے

خانہ از غیر بپرداز و بہل تا ببرد
گھر کو دوسرے سے خالی کر دے اور چھوڑ تاکہ لیجائے

نفسِ بادِ صبا مشک فشاں خواہد شد
بادِ صبا کا جھونکا، مشک چھڑکنے والا ہو جائے گا

عالمِ پیر دگر بارہ جواں خواہد شد
بوڑھا عالم، دوبارہ جوان ہو جائے گا

ارغواں جامِ عقیقی بسمن خواہد داد
ارغواں، عقیقی جام سمن کو دے گا

چشمِ نرگس بشقائق نگراں خواہد شد
نرگس کی آنکھ گلِ لالہ کو دیکھنے والی ہو جائے گی

گل عزیزست غنیمت شمریدش صحبت
پھول پیارا ہے اس کی صحبت کو غنیمت سمجھو

کہ بباغ آمد ازیں راہ و ازاں خواہد شد
اس لئے کہ اس راستہ سے باغ میں آیا ہے اور اس راستہ سے چلا جائیگا

زیں تطاول کہ کشید از غمِ ہجراں بلبل
اس ظلم سے جو بلبل نے ہجر کے غم سے برداشت کیا

تا سراپردۂ گل نعرہ زناں خواہد شد
پھول کے خیمہ تک نعرے لگاتی چلی جائے گی

اے دل ار عشرتِ امروز بفردا فگنی
اے دل! اگر تو آج کے عیش کو کل پر ڈالے گا

مایۂ نقدِ بقارا کہ ضماں خواہد شد
بقا کی نقدی کے سرمایہ کا کون ضامن بنے گا

ماہِ شعباں مدہ از دست قدح کایں خورشید
شعبان کے مہینہ میں پیالہ ہاتھ سے نہ چھوڑ کہ یہ آفتاب

از نظر تا شبِ عیدِ رمضاں خواہد شد
رمضان کی عید کی رات تک نگاہوں سے غائب ہو جائیگا

ے خیال آفرینی اس لئے کر رہا ہوں کہ شاید کوئی صاحب نظر اس کو دیکھے
ے سامری وہی شخص ہے جس نے جادو کا بچھڑا بنا کر بنی اسرائیل کو اس کی پوجا میں لگا دیا تھا۔
ید بیضا سے حضرت موسیٰ کا وہ ہاتھ مراد ہے جو روشن ہو جاتا تھا اور بیماروں کو شفا بخشتا تھا۔
ے شراب غموں کو دل تک نہیں جانے دیتی ہے، اگر پیالہ چھوڑ دیا غم برباد کر دیں گے۔
ے زاہدوں کو معلوم نہیں ہے کہ ایک دن ان کا فضل و وجود تباہ ہو جائے گا
ے سامری کا بنایا ہوا بچھڑا جو جادو کے زور سے بولتا تھا، حضرت موسیٰ کے معجزے کے مقابلہ میں بے حقیقت ہے
سُہا ستارہ آفتاب کو بے رونق نہیں بنا سکتا ہے۔
ے گھر کو غیروں سے بالکل خالی کر دو تاکہ لوٹنے میں آسانی ہو۔
ے موسم بہار کی آمد ہے شاعرانہ تخیل ہے جام یعنی پھول سمن کو پیش کریگا، نرگس کھلیگی اور گلِ لالہ کو دیکھیگی۔
ے بلبل چہچہا کر پھول سے

مطربا مجلسِ انس است غزل خوان و سرود
اے مطرب، محبت کی مجلس ہے غزل پڑھ اور گا

چند گوئی کہ چنیں رفت و چناں خواہد شد
کب تک کہے گا کہ ایسا ہے، اور ویسا ہوگا

گر ز مسجد بخرابات شدم عیب مکن
اگر میں مسجد سے شراب خانہ میں چلا گیا عیب نہ کر

مجلسِ وعظ دراز است و زماں خواہد شد
وعظ کی مجلس دراز ہے اور وقت ختم ہو جائے گا

حافظ از بہرِ تو آمد سوئے اقلیمِ وجود
حافظ تیری وجہ سے وجود کی دنیا میں آیا ہے

قدمے نہ بوداعش کہ رواں خواہد شد
اس کو رخصت کرنے کے لیے قدم دھر وہ روانہ ہو جائے گا

نقدِ صوفی نہ ہمہ صافی و بیغش باشد
صوفی کا نقد سب صاف اور بے کھوٹ نہیں ہوگا

اے بسا خرقہ کہ مستوجبِ آتش باشد
بہت سی گدڑیاں ہیں جو آگ کے قابل ہوں گی

صوفیِ ما کہ ز وردِ سحری مست شدے
ہمارا صوفی، جو صبح کے وظیفہ سے مست ہوتا تھا

شامگاہش نگراں باش کہ سرخوش باشد
اس کو شام کے وقت دیکھ نشے میں ہوگا

خوش بود گر محکِ تجربہ آید بمیاں
کیا اچھا ہو، اگر تجربہ کی کسوٹی درمیان میں آ گئے

تا سیہ روی شود ہر کہ درو غش باشد
تاکہ جس کسی میں بھی کھوٹ ہو وہ سیاہ ہو جائے

نازپروردِ تنعم نبرد راہ بدوست
عیش کا ناز بردہ، دوست تک نہیں پہنچ سکتا

عاشقی شیوۂ رندانِ بلاکش باشد
عاشقی، بلاکش رندوں کا طریقہ ہوتا ہے

خطِ ساقی گر ازیں گونہ زند نقش برآب
ساقی کا خط اگر اسی طرح پانی پر نقش کھینچے گا

اے بسا رخ کہ بخونابہ منقش باشد
بہت سے چہرے ہیں جو خون سے نقشین ہوں گے

غمِ دنیائے دنی چند خوری بادہ بخور
کمینی دنیا کا غم کب تک کھائے گا، شراب پی

حیف باشد دلِ دانا کہ مشوش باشد
افسوس ہوگا، اگر سمجھدار کا دل پریشان ہو

دلق و سجادۂ حافظ ببرد بادہ فروش
حافظ کی گدڑی، اور مصلیٰ شراب فروش لے جائے گا

گر شراب از کفِ آں ساقیِ مہوش باشد
اگر اس چاند جیسے ساقی کے ہاتھ سے شراب ہوگی

نسبتِ رویت اگر با ماہ و پرویں کردہ اند
اگر تیرے چہرے کو چاند اور ثریا سے نسبت دی ہے

صورتِ نادیدہ تشبیہے بتخمیں کردہ اند
بغیر صورت دیکھے، اندازے سے تشبیہ دی ہے

شمۂ از داستانِ عشقِ شور انگیزِ ماست
ہمارے شور انگیز عشق کی داستان کا تھوڑا سا حصہ ہیں

ایں حکایتہا کہ از فرہاد و شیریں کردہ اند
یہ قصے جو فرہاد اور شیریں کے بیان کیے گئے ہیں

نکہتِ جاں بخش دارد خاکِ کوئے گلرخاں
پھول جیسے رخسار والوں کے کوچہ کی خاک جان بخش خوشبو رکھتی ہے

عارفاں آنجا مشامِ عشق مشکیں کردہ اند
عارفوں نے اس جگہ سے عشق کا دماغ معطر کیا ہے

خاکیاں بے بہرہ اند از جرعۂ کاس الکرام
خاک نشین، سخیوں کے پیالے کے گھونٹ سے محروم ہیں

ایں تطاول بیں کہ با عشاقِ مسکیں کردہ اند
اس ظلم کو دیکھو، جو مسکین عاشقوں کے ساتھ کیا ہے

ے شراب نوشی کا وقت نکل جائے گا۔
ے صوفی کی گدڑی کو آگ میں ڈالی جائے گی۔
ے ہمارا صوفی جو صبح کو ورد سے مست رہتا تھا اب شام کو شراب سے مست ہے۔
ے دنیا میں اگر تجربہ کی کسوٹی ہوتی تو دنیا میں جھوٹے رو سیاہ ہوتے۔
ے اگر شراب میں ساقی کا رخسار نظر آتا رہا تو بہت سے خون کے آنسو روئیں گے
ے عقلمند کو دنیا کے غموں سے تشویش میں نہ پڑنا چاہیے
ے حافظ کی دعائے نماز اور گدڑی گروی پڑ جائیگی
ے جن لوگوں نے محبوب کے چہرے کو چاند اور ثریا سے تشبیہ دی ہے وہ بغیر دیکھے دی ہے ورنہ دو سطرے محبوب کی توہین نہ کرتے
ے فرہاد و شیریں کے قصے ہمارے عشق کی تھوڑی سی داستان ہے۔
ے خاک نشین بھی عاشق محروم ہیں۔

شہپرِ زاغ و زغن زیبائے صید و قید نیست
چیل اور کوے کا شہپر شکار اور قید کے لائق نہیں ہے

کایں کرامت ہمرہِ شہباز و شاہیں کردہ اند
انہوں نے یہ اعزاز شہباز اور شاہین کا کیا ہے

ساقیا مے دہ کہ با حکمِ ازل تدبیر نیست
اے ساقی شراب دے کہ ازلی حکم کے مقابلہ کوئی تدبیر نہیں ہے

قابلِ تغییر نبود آنچہ تعیین کردہ اند
جو انہوں نے متعین کیا ہے بدلنے کے قابل نہیں ہے

از خرد بیگانہ شو چوں جانش اندر بر کشش
عقل سے بیگانہ بن، جب ان کی طرح بغل میں دبا لے

دخترِ رز را کہ نقدِ عقل کابیں کردہ اند
اس انگور کی بیٹی کو، جس کا مہر نقد عقل مقرر کیا ہے

در سفالیں کاسۂ رنداں بخواری منگرید
رندوں کے مٹی کے پیالے کو ذلت سے نہ دیکھو

کایں حریفاں خدمتِ جامِ جہاں بیں کردہ اند
اس لیے کہ ان دوستوں نے جہاں بیں جام کی خدمت کی ہے

تیرِ مژگانِ دراز و غمزۂ جادو نکرد
لمبی پلکوں کے تیر، اور ادا کے جادو نے نہ کیا

آنچہ آں زلفِ دراز و خالِ مشکیں کردہ اند
وہ جو اس دراز زلف اور کالے تل نے کیا ہے

یک شکر انعامِ ما بود و لبت رخصت نداد
ہمارا انعام تھوڑی سی شکر تھی اور تیرے ہونٹ نے اجازت نہ دی

ہم تو انصافش بدہ شیریں لباں ایں کردہ اند
تو ہی اس کا انصاف کر شیریں ہونٹ والوں نے یہ کیا ہے

شاہداں از آتشِ رخسارِ رنگیں دمبدم
معشوقوں نے رنگین رخسار کی آگ سے ہر لحظہ

زاہداں از رخنہا اندر دل و دیں کردہ اند
زاہدوں کے دل اور دین میں شگاف ڈال دئے ہیں

شعرِ حافظ را کہ یکسر مدحِ احسانِ شماست
حافظ کے اشعار کو جو سراسر تمہارے احسان کی تعریف ہے

ہر کجا بشنیدہ اند از لطف تحسیں کردہ اند
جہاں بھی انہوں نے سنا ہے لطافت کی تعریف کی ہے

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند
یہ واعظ جو کہ محراب اور منبر پر جلوہ گری کرتے ہیں

چوں بخلوت میروند آں کارِ دیگر میکنند
جب تنہائی میں جاتے ہیں، وہ دوسرا کام کرتے ہیں

مشکلے دارم ز دانشمندِ مجلس باز پرس
مجھے ایک مشکل درپیش ہے مجلس کے عقلمند سے دریافت کر

توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر میکنند
توبہ کا حکم دینے والے خود توبہ کم کیوں کرتے ہیں

گوئیا باور نمیدارند روزِ داوری
گویا انہیں انصاف کے دن کا یقین نہیں ہے

کاینہمہ قلب و دغل در کارِ داور میکنند
اس لیے کہ یہ سب کھوٹ اور فریب خدا کے معاملے میں کرتے ہیں

یارب ایں نودولتاں را بر خرِ خودشاں نشاں
اے خدا ان نو دولتوں کو ان کے گدھے پر بٹھا

کاینہمہ ناز از غلامِ ترک و استر میکنند
اس لیے کہ یہ سب ناز ترک غلام اور خچر کے بل پر کرتے ہیں

بندۂ پیرِ خراباتم کہ درویشانِ او
میں شراب خانہ کے ایسے پیر کا غلام ہوں کہ اس کے فقیر

گنج را از بے نیازی خاک بر سر میکنند
بے نیازی کی وجہ سے خزانے کے سر پر خاک ڈالتے ہیں

اے گدائے خانقہ باز آ کہ در دیرِ مغاں
اے خانقاہ کے بھکاری آجا اس لیے کہ آتش پرستوں کے ہاں

میدہند آبے و دلہا را توانگر میکنند
ایک پانی دیتے ہیں اور دلوں کو مالدار بنا دیتے ہیں

حسنِ بے پایانِ او چندانکہ عاشق میکشد
اس کا بے انتہا حسن، جس قدر عاشقوں کو قتل کرتا ہے

زمرۂ دیگر بعشق از غیب سر بر میکنند
دوسری جماعت عشق میں غیب سے سر ابھارتی ہے

۱؎ باز اور شاہین کو قید بند میں رکھا جاتا ہے کہ دوسرے جانوروں کو پکڑ لائیں۔
۲؎ شراب انسان کی عقل لے لیتی ہے
۳؎ حافظ کا یہ بہت اچھا شعر ہے یعنی علماء ظاہر محراب و منبر پر تو وعظ گوئی کرتے ہیں لیکن خلوت میں جا کر خلاف شریعت کام کرتے ہیں
۴؎ علماء دوسروں کو توبہ کرنے کے لئے تلقین کرتے ہیں لیکن خود ان کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی ہے۔
۵؎ انہیں قیامت کا یقین نہیں ہے ورنہ خدا کے کاموں میں دغل و فصل نہ کرتے
۶؎ نو دولت وہ لوگ ہیں جو معمولی حالت سے ایکدم مالدار بن جاتے ہیں یعنی ان کو پھر گدھے کی سواری نصیب ہو یہ اپنے غلاموں اور خچر کی وجہ سے اکڑتے ہیں۔
۷؎ شاکر عبادت گذار اپنی عبادت کا عوض جنت چاہتے ہیں یہ گداگری ہے ورنہ عبادت کا افسوس ہے بلکہ عبادت میں نہ جنت کا لالچ ہو نہ دوزخ کا خوف بلکہ عبادت کا مقصود محض ذات خداوندی ہو
۸؎ جس قدر عاشقوں کو قتل کرتا ہے اس سے زیادہ عاشق پیدا ہو جاتے ہیں۔

خانہ خالی کن دلا تا منزلِ جاناں شود
اے دل گھر کو خالی کرلے تاکہ وہ معشوق کی منزل بنے
کیں ہوسناکاں دل و جاں جائے دیگر میکنند
اس لئے کہ یہ بوالہوس دل اور جان کو دوسری جگہ بناتے ہیں

آہ آہ از دستِ صرافانِ گوہر ناشناس
گوہر کو نہ پہچانتے والے صرافوں کے ہاتھ سے فریاد ہے
ہر زماں خرمہرہ را با دُر برابر میکنند
ہر وقت کوڑی کو موتی کے برابر کرتے ہیں

بر درِ میخانۂ عشق اے ملک تسبیح گوی
اے فرشتے عشق کے شرابخانہ کے دروازہ پر تسبیح پڑھ
کاندر آنجا طینتِ آدم مخمّر میکنند
اس لئے کہ اس جگہ آدم کی مٹی کو شراب سے گوندھتے ہیں

صبحدم از عرش می آمد خروشِ بار گفت
صبح کے وقت عرش سے گفتگو کا یہ شور آرہا تھا
قدسیاں گوئی کہ شعرِ حافظ از بر میکنند
گویا عرش والے حافظ کے اشعار یاد کرتے ہیں

ہر کہ شد محرمِ دل در حرمِ یار بماند
جو شخص دل کا راز دار رہا وہ یار کے حرم میں بھی رہا
وانکہ ایں کار ندانست در آں کار بماند
جس نے یہ کام نہ جانا، اُس کام سے عاجز رہا

اگر از پردہ برون شد دلِ من عیب مکن
اگر میرا دل، پردہ سے باہر آگیا تو عیب نہ لگا
شکرِ ایزد کہ نہ در پردۂ پندار بماند
خدا کا شکر ہے، وہ غرور کے پردہ میں نہ رہا

صوفیاں واستدند از گروِ مے ہمہ رخت
صوفیوں نے تمام سامان شراب کی گروی سے چھڑا لیا
خرقۂ ماست کہ در خانۂ خمّار بماند
ہماری گدڑی ہے کہ شراب فروش کے گھر میں رہ گئی

خرقہ پوشانِ ہمگی مست گذشتند و گذشت
گدڑی پہننے والے سب مست گذرے اور ختم ہوا
قصۂ ماست کہ در ہر سرِ بازار بماند
ہمارا قصہ ہے کہ ہر بازار میں موجود رہ گیا

داشتم دلقے و صد عیبِ مرا میپوشید
میرے پاس ایک گدڑی تھی اور میرے سو عیب چھپاتی تھی
خرقہ رہنِ مے و مطرب شد و زنّار بماند
گدڑی شراب اور مطرب میں گروی ہو گئی اور زنار رہ گیا

از صدائے سخنِ عشق ندیدم خوشتر
میں نے عشق کی بات کی صدا سے زیادہ بہتر نہ دیکھا
یادگارے کہ دریں گنبدِ دوّار بماند
کسی یادگار کو جو اس گھومنے والے گنبد میں باقی رہی

بر مئے لعل کز آں جامِ بلوریں ستدم
ہر وہ سرخ شراب جو میں نے اس بلوری جام سے حاصل کی
آبِ حسرت شد و در چشمِ گہربار بماند
وہ حسرت کا پانی بن گئی اور موتی برسانے والی آنکھ میں ٹھہری

جز دلم کو ز ازل تا بابد عاشقِ اوست
میرے دل کے سوا جو ازل سے ابد تک اس کا عاشق ہے
جاوداں کس نشنیدم کہ دریں کار بماند
میں نے کسی کے بارے میں نہیں سنا جو ہمیشہ اس کام میں رہا ہو

گشت بیمار کہ چوں چشمِ تو گردد نرگس
نرگس بیمار بنی تاکہ تیری آنکھ کی طرح ہو جائے
شیوۂ او نشدش حاصل و بیمار بماند
اس کا طور طریق اس کو حاصل نہ ہوا اور بیمار رہ گئی

بر جمالِ تو چناں صورتِ چیں حیراں شد
چین کی تصویر تیرے حسن پر ایسی حیران ہو گئی
کہ حدیثش ہمہ جا بر در و دیوار بماند
کہ اس کا قصہ سب جگہ در و دیوار پر رہ گیا

بتماشا گہِ زلفش دلِ حافظ روزے
اس کی زلف کی تماشا گاہ میں جب حافظ کا دل ایک دن
شد کہ باز آید و جاوید گرفتار بماند
گیا کہ وہ لوٹ آئے گا اور ہمیشہ کے لئے گرفتار ہو گیا

ے دل جب غیر سے خالی ہوتا ہے تب وہ محبوب کی منزل بنتا ہے۔
ے حدیث شریف میں آیا ہے جس نے اپنے کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔
ے اگر میں مستی سے مستی میں آگیا تو کوئی خرابی نہیں اس مستوری میں پندار کا پردہ تھی۔
ے دوسرے صوفی کچھ شراب تھے جو سامان شراب کے بدلے گروی رکھا تھا اس کو چھڑا لے گئے۔
ے پہلے عشاق فنا ہوئے اور ان کے قصے بھی ختم ہوئے لیکن ہمارے بعد از مرگ بھی جاری ہیں۔
ے میری گدڑی میں زندگی چھپا ہوئے تھی جب وہ شراب میں گروی ہو گئی زنار نظر آنے لگا۔
ے جو شراب پیتا ہوں وہ مزید شراب کی حسرت میں آنسو بہاتی ہے۔
ے نرگس نے تیری آنکھ کی ریس کی تیری آنکھ کی سی ادائیں تو اس کو حاصل نہ ہوئیں بیماری حاصل ہو گئی۔

ہر آں کو خاطرِ مجموع و یارِ نازنیں دارد
جو شخص اطمینانِ قلب اور نازنین دوست رکھتا ہے
سعادت ہمدمِ او گشت و دولت ہمنشیں دارد
سعادت اس کی ساتھی ہوگئی اور وہ دولت کو ساتھ رکھتا ہے

جنابِ عشق را درگہ بسے بالاتر از عقل است
جنابِ عشق کی درگاہ عقل سے بہت بلند ہے
کسے آں آستاں بوسد کہ جاں در آستیں دارد
وہ شخص اس چوکھٹ کو بوسہ دیتا ہے جو جان کو آستین میں رکھتا ہے

بخواری منگر اے منعم ضعیفان و فقیراں را
اے دولت مند ضعیفوں اور فقیروں کو ذلت سے نہ دیکھ
کہ صدرِ مسندِ عزت فقیرِ رہ نشیں دارد
اس لیے کہ عزت کی مسند کا صدر مقام گدا و نشیں فقیر رکھتا ہے

دہانِ تنگِ شیرینش مگر مُہرِ سلیمان است
اس کا تنگ شیریں دہان شاید سلیمان کی انگوٹھی ہے
کہ نقشِ خاتمِ لعلش جہاں زیرِ نگیں دارد
اس لیے کہ اس کے ہونٹ کی انگشتری کا نقش دنیا کو زیرِ نگیں رکھتا ہے

چو بر روئے زمیں باشی توانائی غنیمت داں
جب تک تو زمین کے اوپر ہے، طاقت کو غنیمت سمجھ
کہ دوراں ناتوانیہا بسے زیرِ زمیں دارد
اس لیے کہ زمانہ بہت سی کمزوریاں زمین کے نیچے رکھتا ہے

بلاگردانِ جان و دل دعائے مستمندانست
حاجتمندوں کی دعا دل اور جان کی مصیبت کو ٹالنے والی ہے
کہ بیند خیر از آں خرمن کہ ننگ از خوشہ چیں دارد
اس کھلیان سے کون بھلائی دیکھ سکتا ہے جو خوشہ چیں سے شرم رکھتا ہے

صبا از عشقِ من رمزے بگو با آں شہِ خوباں
اے صبا میرے عشق کی رمز اس شاہِ خوباں کو سنا دے
کہ صد جمشید و کیخسرو غلامِ کمتریں دارد
جو سو جمشید اور کیخسرو کمترین غلام رکھتا ہے

لبِ لعل و خطِ مشکیں چو آنش ہست و اینش نیز
لبِ لعل اور مشکیں خط جبکہ اس کے پاس وہ بھی ہے اور یہ بھی
بنازم دلبرِ خود را کہ حسنش آں و ایں دارد
مجھے اپنے دلبر پر ناز ہے کہ اس کا حسن وہ اور یہ رکھتا ہے

اگر گویند نمیخواہم چو حافظ بندۂ مفلس
اگر وہ کہے کہ میں حافظ جیسا مفلس غلام نہیں چاہتا ہوں
بگوئیدش کہ سلطانی گدائے رہ نشیں دارد
تو اس سے کہو کہ راہ نشیں فقیر بادشاہت رکھتا ہے

ہر آنکہ جانبِ اہلِ وفا نگہ دارد
ہر وہ شخص جو وفاداروں کا خیال رکھتا ہے
خداش در ہمہ حال از بلا نگہ دارد
اس کو خدا تمام حالتوں میں بلا سے محفوظ رکھتا ہے

گرت ہواست کہ معشوق نگسلد پیوند
اگر تجھے خواہش ہے کہ معشوق عہد نہ توڑے
نگاہدار سرِ رشتہ تا نگہ دارد
تعلقات کا خیال رکھ، تاکہ وہ خیال رکھے

حدیثِ دوست نگویم مگر بحضرتِ دوست
میں دوست کی باتیں دوست کے سوا کسی سے نہیں کہتا ہوں
کہ آشنا سخنِ آشنا نگہ دارد
اس لیے کہ دوست، دوست کی بات محفوظ رکھتا ہے

سر و زر و دل و جانم فدائے آں محبوب
میرا سر اور مال اور دل اور جان اس محبوب پر قربان ہے
کہ حقِ صحبتِ مہر و وفا نگہ دارد
جو محبت اور وفا کی صحبت کے حق کا خیال رکھتا ہے

دلا معاش چناں کن کہ گر بلغزد پائے
اے دل اس طرح زندگی گزار کہ اگر پیر پھسلے
فرشتہ ات بدو دستِ دعا نگہ دارد
تو دعا کے دو ہاتھوں سے فرشتہ تجھے بچائے

نگہ نداشت دلِ ما و جائے رنجش نیست
اس نے ہمارے دل کا خیال نہ کیا، اور رنج کا موقع نہیں ہے
ز دستِ بندہ چہ خیزد خدا نگہ دارد
بندہ کے ہاتھ سے کیا اٹھتا ہے، خدا حفاظت کرتا ہے

سبحان اللہ آستیں دارد
یعنی سر ہتھیلی پر دھرے ہوئے
ے شعر ۔۔۔ ے یہ
جیسے کھلیان
سمجھ
خوشہ چینوں
سے شرم
رکھتا ہو
بھلائی
کا سبب نہیں ہو سکتا
ہے۔
ے سیکڑوں جمشید
اور کیخسرو اس کے
کمترین غلاموں میں
شامل ہیں۔
ے میرے
محبوب کے
ہونٹ
لعل جیسے
ہیں اور اس کے
رخسار پر مشکی خط ہے۔
ے یعنی حافظ اگرچہ
بظاہر گدا ہے لیکن حقیقتاً
بادشاہ ہے۔
ے جو اپنے وفاداروں کو
نوازتا ہے خدا اس کو
نوازتا ہے۔
ے عاشق کی باتوں کا
معشوق ہی راز دار رہ سکتا
ہے۔
ے انسان ایسی زندگی
گزارے کہ اس کی
لغزش کے وقت فرشتے
اس کے لئے دست
بدعا ہو جائیں۔

صبا در آں سرِ زلف ار دلِ مرا بینی — ز روئے لطف بگویش کہ جا نگہ دارد
اے صبا اگر تو میرے دل کو اس زلف میں دیکھے — نرمی سے اس سے کہنا کہ جگہ کو نگاہ میں رکھے

غبارِ راہگذارت کجاست تا حافظ
تیرے راستے کا غبار کہاں ہے تاکہ حافظ

بیادگارِ نسیمِ صبا نگہ دارد
صبا کی نسیم کی یادگار میں اُس کو محفوظ رکھے

ہمائے اوجِ سعادت بدامِ ما افتد — اگر ترا گذرے بر مقامِ ما افتد
سعادت مندی کی بلندی کا ہما ہمارے جال میں آ جائے — اگر تیرا گذر ہماری جگہ پر سے ہو جائے

حباب وار براندازم از نشاط کلاہ — اگر ز روئے تو عکسے بجامِ ما افتد
خوشی سے بلبلے کی طرح میں ٹوپی اتار پھینکوں — اگر تیرے چہرے کا عکس ہمارے جام میں پڑ جائے

بہارگاہِ تو چوں باد را نباشد راہ — کے اتفاقِ مجالِ سلامِ ما افتد
جبکہ تیری بارگاہ میں ہوا کا بھی گذر نہیں ہوتا — تو ہمارے سلام کا کیا موقع ہے!

چو جاں فدائے لبت شد خیال می بستم — کہ قطرۂ ز زلالت بکامِ ما افتد
جب جان تیرے ہونٹوں پر قربان ہو گئی تو میں سوچتا — تیرے نیر پانی کا قطرہ ہمارے حلق میں پڑ جائے

خیالِ زلفِ تو گفتا کہ جاں وسیلہ مساز — کزیں شکار فراواں بدامِ ما افتد
تیری زلف کے خیال نے کہا کہ جان کو وسیلہ نہ بنا — اس لئے کہ اس طرح کے شکار بہت سے ہمارے جال میں پھنستے ہیں

ملوک را چو رہِ خاک بوسِ ایں در نیست — کے التفاتِ جوابِ سلامِ ما افتد
جب بادشاہوں کو بھی اس در کی خاک کے بوسے کا موقع نہیں ہے — ہمارے سلام کے جواب کی طرف توجہ کب ہو سکتی ہے

بنا امیدی ازیں در مرو بزن فالے — بود کہ قرعۂ دولت بنامِ ما افتد
اس در سے ناامیدی سے نہ جا، فال نکال — ہو سکتا ہے کہ دولت کا قرعہ ہمارے نام نکلے

شبے کہ ماہِ مراد از افق طلوع کند — بود کہ پرتوِ نورے ببامِ ما افتد
جس رات کو مقصد کا چاند افق سے نکلے — ہو سکتا ہے کہ کسی نور کا سایہ ہمارے بالا خانہ پر پڑے

ز خاکِ کوئے تو ہر گہ کہ دم زند حافظ
جس گھڑی حافظ تیرے کوچے کی خاک کا ذکر کرتا ہے

نسیمِ گلشنِ جاں در مشامِ ما افتد
جان کے باغ کی ہوا ہمارے دماغ میں آتی ہے

ہر کرا با خطِ سبزت سرِ سودا باشد — پائے ازیں دائرہ بیروں ننہد تا باشد
جس کو تیرے سبز خط کا عشق ہو — اس دائرے سے قدم باہر نہ رکھے جب تک زندہ رہے

در قیامت کہ سر از خاکِ لحد برگیرم — داغِ سودائے توام سرِ سویدا باشد
قیامت میں، جب قبر کی خاک سے سر اٹھاؤں گا — تیرے عشق کا داغ میرے دل کے سیاہ نقطہ کا راز ہو

ظلِ ممدودِ خمِ زلفِ توام بر سر باد — کاندریں سایہ قرارِ دلِ شیدا باشد
تیری زلف کے خم کا دراز سایہ میرے سر پر ہو — اس لئے کہ اس سایہ میں عاشق دل کو سکون ہوتا ہے

سے میں زلف یار کے
آداب کا خیال رکھ کر
میرے سینے کا بھی خیال
رکھے جو اس کا اصل
وطن تھا
سے مطلب کہ اگر تو ہے
دیکھا جائے تو اس میں
دیکھنے والے کی صورت
کا عکس نظر آتا ہے
لیکن ساتھ ساتھ
وہ دیکھنے والے کے
سانس سے بیٹھ جاتا ہے
بلبلہ کا ٹوپی اتار پھینکنا
یعنی اس کا بیٹھ جانا
سے جب ہوا کا
بھی گزر
نہیں ہے
تو ہم جا کر
کس طرح اس کو
سلام کر سکتے ہیں
سے زلف کے نزدیک
ہماری جان بے وقعت
ہے ایسی سینکڑوں جانیں
اس جال میں پھنسی ہوئی
ہیں
سے جبکہ اس کے در کی خاکبوسی
بادشاہوں کو میسر نہیں تو
ہمارے سلام کی طرف وہ
کیا توجہ دے گا
سے جو معشوق کے خط کے
ظہور پر عاشق ہوا اس کی
[illegible]
سے سویدا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

سویدا [illegible] عشق کا داغ ہے

چو دلِ من دمے از پردہ بروں آی و درآ
میرے دل کی طرح تھوڑی دیر کے لیے پردے سے نکل کر آجا

کہ دگر بارہ ملاقات نہ پیدا باشد
اس لیے کہ دوبارہ ملاقات نہ ہوگی

تا کے اے دُرِّ گرانمایہ دُرِ خواہی داشت
اے قیمتی موتی! تو کب تک ناز رکھے گا

کہ غمت دیدۂ مردم ہمہ دریا باشد
کہ تیرے غم میں، لوگوں کی آنکھیں دریا بن گئی ہوں

از مژۂ ہر مژہ ام آب روانست بیا
میری ہر پلک کی نوک سے پانی جاری ہے آجا

اگرت میلِ لبِ جوی و تماشا باشد
اگر تجھے نہر کے کنارے اور سیر کی خواہش ہو

چشمت از ناز بہ حافظ نکند میل آرے
تیری آنکھیں ناز کی وجہ سے حافظ کی طرف التفات نہیں کرتیں

سرگرانی صفتِ نرگسِ شہلا باشد
تکبر، نرگسِ شہلا کی خاصیت ہوتی ہے

ہرگزم مہرِ تو از لوحِ دل و جاں نرود
تیری محبت میرے دل اور جان کی تختی سے ہرگز نہ مٹے گی

ہرگز از یادِ من آں سروِ خراماں نرود
وہ ناز سے چلنے والا سرو کبھی میری یاد سے نہ جائے گا

آں چناں مہرِ توام در دل و جاں جا گرفت
تیری محبت نے میرے دل اور جان میں اس طرح جگہ کر لی ہے

کہ گرم سر برود مہرِ تو از جاں نرود
اگر میرا سر بھی چلا جائے تب بھی تیری محبت جان سے نہ جائے گی

از دماغِ منِ سرگشتہ خیالِ رخِ دوست
مجھ پریشان کے دماغ سے دوست کے رخ کا خیال

بجفائے فلک و غصۂ دوراں نرود
آسمان کے ظلم اور زمانہ کے غم کی وجہ سے نہ نکلے گا

آنچہ از بارِ غمت در دلِ مسکینِ من است
تیرے غم کا بوجھ جو میرے مسکین دل پر ہے

برود دل زمن و از دلِ من آں نرود
دل مجھ سے جاتا رہے گا اور میرے دل سے وہ نہ نکلے گا

در ازل بست دلم با سرِ زلفت پیوند
میرے دل نے ازل میں تیری زلف سے جوڑ لگایا ہے

تا ابد سر نکشد وز سرِ پیماں نرود
ابد تک سرکش نہ ہوگا اور عہد سے نہ ہٹے گا

گر رود از پئے خوباں دلِ من معذور است
میرا دل اگر حسینوں کے پیچھے جاتا ہے معذور ہے

درد دارد چہ کند گر پئے درماں نرود
وہ درد میں مبتلا ہے کیا کرے اگر علاج کے پیچھے نہ جائے

ہر کہ خواہد کہ چو حافظ نشود سرگرداں
جو چاہے کہ حافظ کی طرح حیران نہ ہو

دل بخوباں ندہد در پئے ایشاں نرود
حسینوں کو دل نہ دے، ان کے پیچھے نہ پھرے

ہوسِ بادِ بہارم بسوئے صحرا بُرد
موسمِ بہار کی ہوا کی ہوس مجھے بیابان کی طرف لے گئی

بادِ بوئے تو بیاورد و قرار از ما بُرد
ہوا تیری خوشبو لائی، اور ہمارا سکون لے گئی

ہر کجا بود دلے چشمِ تو بُرد از راہش
جہاں کہیں بھی کوئی دل تھا تیری آنکھ نے اس کو راستہ سے بھلا دیا

نہ دلِ خستۂ بیمارِ مرا تنہا بُرد
تنہا میرے خستہ، بیمار دل کو ہی نہیں لے گئی

جامِ مے دی ز لبت دم زد و جاں بخشی زد
شراب کے جام نے تیرے ہونٹوں کے مقابل جان بخشی کا دم بھرا

آبرو از لبِ جاں بخش رواں بخشا بُرد
جان بخش اور روح بخش ہونٹوں کی آبرو لے گیا

چونکہ محبوب کی آنکھیں نرگسِ شہلا ہیں لہذا ان میں بھی نرگس کا سا تکبر ہے۔

عیسیٰ دل کی دوا محبوب کے پاس ہے اور مریض دوا کے پیچھے دوڑتا ہے۔

میں باد بہاری کے شوق میں صحرا کی جانب گیا باد بہاری سے مجھے تیری خوشبو آئی جس نے بے قرار کر دیا۔

تیری آنکھ کا صرف میں ہی شیدا نہیں ہوں بلکہ ہر دل اس شوق میں مبتلا ہے۔

جام شراب تیرے ہونٹوں سے وابستہ ہوا تو اس کو یہ وصف پیدا ہو گیا ہے کہ وہ زندگی بخشنے والا ہے علاوہ اس کے بالمقابل دوسرے حسینوں کے زندگی بخشنے والے ہونٹوں کی کوئی قدر و منزلت نہیں رہ گئی۔

راہ ما غمزۂ آں ترک کماں ابرو زد — رخت ما ہندوئے آں سروِ سہی بالا بُرد

اس کمان بھووں والے، مشرق کی ادا نے ہم پر ڈاکہ ڈالا — اس سرو سہی جیسے قد والے کا تِل ہمارا سامان لوٹ لے گیا

دلِ سنگین ترا اشکِ من آورد براہ — سنگ را سیل تواند بہرہ دریا بُرد

تیرے پتھر جیسے دل کو میرے آنسو راہ پر لے آئے — بہاؤ، پتھر کو دریا میں بہا لے جاتا ہے

آمد و گرم بہ بُرد آبِ رخم اشکِ چو سیم — زر بنہ داد کہ کامد و ایں کالا بُرد

چاندی جیسے آنسو نے آکر میرے چہرے کی رونق کو لوٹ لیا — جو آیا اور اس سامان کو لے گیا اس نے سونے پر ستادیا

دوش دستِ طلبم سلسلۂ شوقِ تو بست — پائے خیلِ خردم لشکرِ غم از جا بُرد

کل میری طلب کے ہاتھ کو تیرے عشق کی زنجیر نے باندھا — غم کے لشکر نے میری عقل کے لشکر کے پاؤں اکھاڑ دیئے

بحثِ بلبل برِ حافظ مکن از خوش سخنی

خوش کلامی میں حافظ کے پاس بلبل کی بحث نہ چھیڑ

پیشِ طوطی نتواں صوتِ ہزار آوا بُرد

طوطی کے سامنے، بلبل کی آواز کچھ نہیں چلتی ہے

ہر کہ او یک سرِ مو پند مرا گوش کند — ہمچو من حلقۂ گیسوئے تو در گوش کند

جو شخص بال برابر بھی میری نصیحت مان لے — میری طرح، تیرے گیسو کا حلقہ بگوش ہو جائے

گر بہ بیند دہنِ تنگِ تو معصوم دلے — بادہ بر یادِ لبت ہمچو شکر نوش کند

اگر کوئی معصوم دل والا تیرا تنگ منہ دیکھ لے — تیرے ہونٹوں کی یاد پر، شراب کو شکر کی طرح پئے

دوش بر دوش بدوشِ تو رسید ست دلم — خواہد امروز کہ جاں در سرِ آں دوش کند

کل رات میرا دل تیرے پاس دوش بدوش پہنچا ہے — آج اس کی خواہش ہے کہ کل رات کے خیال میں جان گنوائے

در چمن سوئے گل و نرگس و سوسن بگذر — تا زبانِ ہمہ را حسنِ تو خاموش کند

چمن میں پھول، اور نرگس، اور سوسن کی جانب گذر — تاکہ تیرا حسن سب کی زبان کو خاموش کر دے

زاں سبب پیچ و خم و تاب دہد گیسو را — تا کہ او قیدِ دلِ عاشقِ مدہوش کند

اس سبب سے وہ گیسو کو پیچ و خم اور بل دیتا ہے — تاکہ وہ مدہوش عاشق کے دل کو قید کر دے

گرچہ صد عرضہ کند حافظِ مسکیں ز فراق

اگرچہ مسکین حافظ فراق کے بارے میں سو عرضیاں دیتا ہے

چوں بہ بیند رخِ تو جملہ فراموش کند

جب تیرا چہرہ دیکھ لیتا ہے، سب کو بھول جاتا ہے

یاد باد آنکہ نہانت نظرے با ما بود — رقمِ مہرِ تو بر چہرۂ ما پیدا بود

یاد رہے کہ در پردہ ہم پر تیری نظر تھی — تیری محبت کی علامت ہمارے چہرے پر نمایاں تھی

یاد باد آنکہ چو چشمت بعتابم می کشت — معجزِ عیسویت در لبِ شکر خا بود

یاد رہے کہ جب تیری آنکھیں غصے سے مجھے مارتی تھیں — تو تیرے میٹھے ہونٹ میں عیسوی معجزہ تھا

یاد باد آنکہ مہِ من چو کلہ بشکستے — در رکابش مہِ نو پیکِ جہاں پیما بود

یاد رہے کہ میرا چاند جب ٹیڑھی ٹوپی اوڑھتا تھا — تو اس کی رکاب میں نیا چاند، جہاں پیما ہرکارہ تھا

ے سرو سہی وہ سرو کہلاتا ہے جس کی جڑ سے سیدھی شاخیں نکلتی ہیں۔

ے میرے آنسوؤں نے تیرا دل میری طرف مائل کر دیا۔ بیشک سیلاب پتھر کو دریا میں بہا لیجاتا ہے۔

ے چاندی جیسے آنسوؤں نے میرے رخسار کی سرخی کو لوٹ لیا لیکن اس سے میری رونق کم نہیں بلکہ "حق نور" ہو گئی۔

ے میری مثال طوطی کی سی ہے جس کے مقابلہ میں بلبل ہیچ ہے۔

ے معصوم دل والا بھی تیرا منہ دیکھ کر تیرے ہونٹوں کی یاد میں شراب شکر کی طرح پینے لگے۔

ے محبوب کو دیکھ کر سب شکوے بھول جاتا ہوں۔

ے اس شعر میں محبوب کی رکاب کو پہلی رات کے چاند سے تشبیہ دی ہے۔

یاد باد آنکہ رخت شمعِ طرب می افروخت
یاد رہے، کہ جب تیرا رخسار مستی کی شمع روشن کرتا تھا

ویں دلِ سوختہ پروانۂ بے پروا بود
اور یہ جلا ہوا دل اس کا بے پروا پروانہ تھا

یاد باد آنکہ چو یاقوت قدح خندہ زدے
یاد رہے، کہ جب یاقوت جیسا پیالہ مسکراتا تھا

درمیانِ من و لعلِ تو حکایتہا بود
مجھ میں، اور تیرے ہونٹ میں حکایتیں ہوتی تھیں

یاد باد آنکہ دراں بزمگہِ خلق و ادب
یاد رہے، کہ اس اخلاق، اور ادب کی محفل میں

آنکہ او خندۂ مستانہ زدے صہبا بود
جو مستانہ قہقہہ لگاتی تھی، وہ شراب تھی

یاد باد آنکہ صبوحی زدہ در مجلسِ اُنس
یاد رہے کہ صبح کی شراب پی کر محبت کی مجلس میں

جز من و یار نبودیم و خدا با ما بود
میرے اور دوست کے سوا کوئی نہ ہوتا تھا اور خدا ہمارے ساتھ تھا

یاد باد آنکہ خراباتِ نشیں بودم و مست
یاد رہے، کہ میں مست اور خرابات نشیں تھا

آنچہ در مجلسم امروز کمست آنجا بود
جو آج میری مجلس میں کم ہے وہ اس جگہ تھی

یاد باد آنکہ باصلاحِ شما میشد راست
یاد رہے، کہ تمہاری اصلاح سے درست ہوتی تھی

نظمِ ہر گوہرِ ناسفتہ کہ حافظ را بود
ہر بغیر بندھے ہوئے موتیوں کی نظم جو حافظ کی تھی

یاد باد آنکہ سرِ کوئے توام منزل بود
یاد رہے کہ تیرے کوچہ میں میرا پڑاؤ تھا

دیدہ را روشنی از خاکِ درت حاصل بود
تیرے در کی خاک سے آنکھ کو روشنی حاصل تھی

راست چوں سوسن و گل از اثرِ صحبتِ پاک
بالکل سوسن، اور گل کی طرح پاک صحبت کے اثر سے

بر زباں بود مرا آنچہ ترا در دل بود
میری زبان پر وہ تھا، جو تیرے دل میں تھا

دل چو از پیرِ خرد نقدِ معانی میجست
عقل کے بڑھے سے دل جب نقدِ معانی ڈھونڈتا تھا

عشق میگفت بشرح آنکہ بر و مشکل بود
عشق تفصیل سے وہ بتا دیتا تھا جو اس پر مشکل تھا

آہ ازیں جور و تظلم کہ دریں دامگہ است
اس ظلم اور زیادتی پر آہ ہے، جو اس قید خانہ میں ہے

وائے زاں عیش و تنعم کہ دراں منزل بود
ہائے! وہ عیش، اور ناز و نعمت جو اس منزل میں تھا

در دلم بود کہ بے دوست نباشم ہرگز
میرے دل میں تھا کہ دوست کے بغیر ہرگز نہ ہوں گا

چہ تواں گفت کہ سعیِ من و دل باطل بود
کیا کہا جائے کہ میری اور دل کی کوشش غلط تھی

دوش بر یادِ حریفان بخرابات شدم
کل دوستوں کی یاد میں شراب خانہ میں گیا

خُمِ مے دیدم و خوں در دل و پا در گِل بود
شراب کا مٹکا دیکھا خون دل میں، اور پاؤں کیچڑ میں تھا

بس بگشتم کہ بپرسم سببِ دردِ فراق
بہت گھوما کہ فراق کے درد کا سبب دریافت کروں

مفتیِ عقل دریں مسئلہ لایعقل بود
عقل کا مفتی، اس مسئلہ میں بے عقل تھا

راستی خاتمِ فیروزۂ بواسحاقی
درست ہے، اسحاقی فیروزہ کی انگوٹھی

خوش درخشید و لے دولتِ مستعجل بود
اچھی چمکتی تھی، لیکن ناپائیدار دولت تھی

دیدی آں قہقہۂ کبکِ خراماں حافظ
اے حافظ! تو نے اکڑ کر چلنے والے کبک کے اس قہقہہ کو دیکھا؟

کز سر پنجۂ شاہینِ قضا غافل بود
جو قضا کے شاہین کے پنجے سے غافل تھی

ستقل وہ شراب میسر نہیں ہے۔

ے یہ غزل ابواسحاق کے مرثیہ میں لکھی گئی ہے سلطان ابوسعید کے بعد شیراز اور فارس کے دیگر ملک کا امیر شیخ ابواسحاق بادشاہ بن گیا تھا۔ اس نے تھوڑے ہی زمانہ سلطنت کی تھی کہ امیر مبارز الدین کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔ خواجہ صاحب کا مربی اور ممدوح تھا [illegible] کو دل اور سر کو زبان قرار دیا ہے یعنی جس طرح جو پھول [illegible] وہی گوش میں ہے۔ اسی طرح [illegible] میں جو تیرے دل کا ترجمان تھا۔

ے یہ جو نکتہ کو حل عقل نہیں کر سکتی ہے اُس کو عشق حل کر دیتا ہے۔

ے دوستوں کی یاد میں [illegible] تھے دل میں خون تھا یعنی اس میں سر تا سر شراب بھری تھی۔

ے ابواسحاق فیروزہ کی ایک کان کا نام ہے۔ جو نیشاپور میں ہے اور ابواسحاق کی طرف منسوب ہے اس شعر میں ابواسحاق کی سلطنت کے بہت جلد ختم ہو جانے کی طرف اشارہ ہے۔

ے کبک خراماں یعنی ابواسحاق

یاری اندر کس نمی بینیم یاراں را چہ شد
ہم کسی میں دوستی نہیں دیکھتے ہیں، دوستوں کو کیا ہوا!

دوستی گو آخر آمد دوستداراں را چہ شد
دوستی گویا ختم ہو گئی، دوستوں کو کیا ہوا!

آبِ حیواں تیرہ گوں شد خضرِ فرخ پے کجاست
آبِ حیات گدلا ہو گیا، مبارک قدم خضر کہاں ہے؟

خوں چکید از شاخِ گل بادِ بہاراں را چہ شد
پھول کی شاخ سے خون ٹپک پڑا، بہار کی ہوا کو کیا ہوا!

صد ہزاراں گل شگفت و بانگِ مرغے برنخاست
لاکھوں پھول کھلے، اور کسی پرند کی آواز نہ نکلی

عندلیباں را چہ پیش آمد ہزاراں را چہ شد
عندلیبوں کو کیا پیش آیا، بلبلوں کو کیا ہوا!

لعلے از کانِ مروت بر نیامد سالہاست
سالوں گذر گئے مروت کی کان سے کوئی لعل نہ نکلا

تابشِ خورشید و سعیِ باد و باراں را چہ شد
آفتاب کی گرمی، اور ہوا اور بارش کی کوشش کو کیا ہوا!

زہرہ سازِ خود نمی گیرد مگر عودش بسوخت
زہرہ اپنا ساز نہیں تھامتی ہے، شاید اس کی عود جل گئی؟

کس ندارد ذوقِ مستی میگساراں را چہ شد
مستی کا کسی کو شوق نہیں ہے، شرابیوں کو کیا ہوا!

کس نمی گوید کہ یارے داشت حقِ دوستی
کوئی نہیں کہتا ہے کہ کوئی دوست دوستی کا حق رکھتا تھا

حق شناساں را چہ حال افتاد یاراں را چہ شد
حق کے پہچاننے والوں کا کیا حال ہوا، دوستوں کو کیا ہوا!

گوئے توفیق و کرامت در میاں افگندہ اند
توفیق اور بندگی کی گیند، درمیان میں ڈالے ہوئے ہیں

کس بمیداں در نمی آرد سواراں را چہ شد
کوئی میدان کا رخ نہیں کرتا ہے، سواروں کو کیا ہوا!

حافظ اسرارِ الٰہی کس نمی داند خموش
اے حافظ چپ رہ، خدائی بھید کوئی نہیں جانتا ہے

از کہ می پرسی کہ دورِ روزگاراں را چہ شد
کس سے پوچھتا ہے کہ زمانہ کے دور کو کیا ہوا!

یکدو جامم دی سحر گہ اتفاق افتادہ بود
کل صبح، مجھے دو ایک جام پینے کا اتفاق ہوا تھا

وز لبِ ساقی شرابم در مذاق افتادہ بود
ساقی کے ہونٹ سے، میرے منہ میں شراب پڑی تھی

از سرِ مستی دگر با شاہدِ عہدِ شباب
مستی کی وجہ سے جوانی کے زمانہ کے معشوق سے دوبارہ

رجعتے میخواستم لیکن طلاق افتادہ بود
رجعت کرنا چاہتا تھا، لیکن طلاق واقع ہو چکی تھی

نقش می بستم کہ گیرم بوسہ زاں چشمِ مست
میں نے نقشہ جمایا تھا کہ اس مست آنکھ کا بوسہ لوں گا

طاقت و صبر از خمِ ابروش طاق افتادہ بود
طاقت اور صبر اس کے ابرو کے خم کی وجہ سے جواب دے چکا تھا

ساقیا جامِ دمادم دہ کہ در سیرِ طریق
اے ساقی پے در پے جام دے اس لیے کہ طریقت کے سفر میں

ہر کہ عاشق وش نیامد در نفاق افتادہ بود
جس نے عاشقانہ طرز اختیار نہ کیا نفاق میں مبتلا تھا

اے معبر مژدۂ فرما کہ دوشم آفتاب
اے تعبیر دینے والے مجھ کو خوشخبری دے کہ کل رات سورج

در شکر خوابِ صبوحی ہم وثاق افتادہ بود
میرا صبح کی میٹھی نیند میں ہم منزل تھا

در مقاماتِ طریقت ہر کجا کردیم سیر
طریقت کے مقامات میں، جہاں کہیں ہم نے سیر کی

عافیت را با نظر بازی فراق افتادہ بود
آرام، اور نظر بازی میں جدائی تھی

گر نکردے شاہ یحییٰ نصرۃ الدین از کرم
اللہ کے کرم سے، اگر شاہ یحییٰ نصرت الدین نہ ہوتا!

کارِ ملک و دیں ز نظم و اتفاق افتادہ بود
ملک اور دین کا کام انتظام اور اتفاق سے گرا ہوا تھا

ا؎ خواجہ صاحب نے اس غزل میں اپنے ہم عصروں کی بے مروتی کا شکوہ کیا ہے۔
ا؎ کانوں میں لعل سورج کی شعاعوں اور آب و ہوا سے بنتا ہے۔ یعنی عرصہ گذر گیا اور کوئی مروت والا انسان پیدا نہیں ہوا۔
ا؎ زہرہ ستارے کو رقاصۂ فلک مانا گیا ہے
ا؎ کوئی کسی کی دوستی کے حق کا قائل نہیں ہے؟
ا؎ میں مستی سے اپنے جوانی کے زمانہ کو لوٹانا چاہتا تھا لیکن معلوم ہوا کہ اس معشوق پر اس قسم کی طلاق پڑ چکی ہے جس کے بعد رجعت ممکن نہیں ہے یعنی جوانی لوٹ کر نہیں آ سکتی ہے۔
ا؎ سوچا تھا کہ اس کی آنکھوں کا بوسہ لوں گا لیکن نا طاقتی نے اجازت نہ دی۔
ا؎ صبح کے وقت خواب میں دیکھا کہ گھر میں سورج آیا ہوا ہے یقیناً اس کی تعبیر یہ ہے کہ معشوق آئے گا۔
ا؎ نظر بازی کے ساتھ راحت اور آرام جمع نہیں ہو سکتا ہے۔
ا؎ شاہ یحییٰ نے شیراز فتح کرنے کے بعد شاہ یحییٰ نصرت الدین کو اس کا حاکم بنا دیا تھا جو بہت معمولی قسم کا شخص تھا۔

حافظ آں ساعت کہ ایں نظمِ پریشاں می نوشت
حافظ جس وقت یہ پریشان نظم لکھ رہا تھا

طائرِ فکرش بدامِ اشتیاق افتادہ بود
اس کے فکر کا پرندہ شوق کے جال میں پھنسا ہوا تھا

یاد باد آنکہ زما وقتِ سفر یاد نکرد
یاد رہے کہ سفر کے وقت ہمیں یاد نہ کیا

بوداعے دلِ غمدیدۂ ما شاد نکرد
ہمارے غمگین دل کو رخصت کرکے خوش نہ کیا

آں جوانمرد کہ میزد رقمِ خیر و قبول
اس جوان مرد نے جو خیر اور قبولیت کا نشان قائم کرتا تھا

بندۂ پیر ندانم زچہ آزاد نکرد
بڈھے غلام کو نہ معلوم کس وجہ سے آزاد نہ کیا

دل بہ امید صدائے کہ مگر در تو رسد
دل نے ایسی آواز کی امید پر کہ شاید تجھ تک اثر کر جائے

نالہا کرد دریں کوہ کہ فرہاد نکرد
اس پہاڑ میں ایسے نالے کئے، جو فرہاد نے نہ کئے

ہر شبے جامۂ بخوناب بشوئیم کہ فلک
ہر رات کو خالص لہو سے کپڑے دھوتا ہوں اس لیے کہ آسمان نے

رہنمونیم بپائے علمِ داد نکرد
انصاف کے جھنڈے کے نیچے تک میری رہنمائی نہ کی

سایہ تا باز گرفتی زچمن مرغِ سحر
جب سے تو نے اپنا سایہ ہٹا لیا صبح کے پرندے نے

آشیاں در شکنِ طرۂ شمشاد نکرد
شمشاد کی زلف کی شکن میں، گھونسلا نہیں بنایا

شاید ار پیکِ صبا از تو بیاموزد کار
مناسب ہے اگر صبا کا قاصد تجھ سے کام سیکھے

زانکہ چالاکتر ازیں حرکت باد نکرد
اس لیے کہ اس سے ہوا نے تیز نہ چلی

کلکِ مشاطۂ صنعش نکشد نقشِ مراد
خدا کی صنعت گری کی نائن کا قلم اس کی مراد کا نقش نہیں بناتا

ہر کہ اقرار بدیں حسنِ خداداد نکرد
جس نے اس خداداد حسن کا اقرار نہ کیا

مطربا پردہ بگرداں و بزن راہِ عراق
اے مطرب پردہ بدل اور نغمۂ عراق کو چھیڑ

کہ ازیں راہ بشد یار و زما یاد نکرد
اس لیے کہ معشوق اسی راستے سے چلا گیا اور ہمیں یاد نہ کیا

از غزلہائے عراقیست سرودِ حافظ
حافظ کا گانا، عراقی غزلوں سے ہے

کہ شنید ایں رہِ دلسوز کہ فریاد نکرد
یہ دل سوز نغمہ کس نے سنا اور فریاد نہ کی

یارم چوں قدح بدست گیرد
جب میرا محبوب پیالہ ہاتھ میں تھام لیتا ہے

بازارِ بتاں شکست گیرد
معشوقوں کا بازار شکست کھا جاتا ہے

در بحر فتادہ ام چو ماہی
میں مچھلی کی طرح، دریا میں پڑا ہوا ہوں

تا یار مرا بشست گیرد
تاکہ مجھ کو محبوب کانٹے سے پکڑ لے

در پاش فتادہ ام بزاری
میں عاجزی سے اس کے قدموں میں پڑا ہوا ہوں

آیا بود آنکہ دست گیرد
کب ہوگا کہ وہ ہاتھ پکڑ لے

ہر کس کہ بدید چشمِ او گفت
جس نے بھی اس کی آنکھ دیکھی، وہ بولا

کو محتسبے کہ مست گیرد
محتسب کہاں ہے، جو مست کو گرفتار کرے

ا معشوق مجھے کھا گیا کہ
میں اشتیاق سے ہے جسکے
بھر پڑے سے غلام آزاد کیا
دکیا ہو تو یہ اعلا ہے
ے ظلم والو بادشاہ
ہو ناایک جھنڈا ہوتا
دیتے تھے تاکہ فریادی
اس کے نیچے بیٹھ کر
اور انصاف
کر دیا جائے
ے عاشق تیز رفتاری
چلا ہے کیوں نہیں ہے
جس تیزی سے معشوق
چلا گیا تو صبا کو اس کی
شکر گزاری کرنی چاہیے
ے عراق و حجاز سیتی کے
ایک پردے کا نام ہے
جس پر عموماً
عشقیہ
سونے
گائے
جاتے ہیں۔
غزلہائے عراقی وہ
غزلیں کہلاتی ہیں جن
میں حقیقی مضمون ہو
ے شراب نوشی کے بعد
اس کے حسن میں بھی
اضافہ ہو جاتا ہے کہ
دوسرے حسین
ماند پڑ جاتے ہیں۔
ے اس کی آنکھیں
اس قدر مست ہیں
کہ محتسب کو انہیں
گرفتار کر لینا
چاہیے۔

خرم دلِ آنکہ ہمچو حافظ
حافظ کی طرح اس کا دل خوش ہے جو

جامے زمئے الست گیرد
الست کی شراب سے ایک جام بھرلے

ردیفِ ذالِ معجمہ

اے ذوقِ شہدِ لعلِ تو درکامِ من لذیذ — حلوائے قند گرسنہ اندر دہن لذیذ
اے دوست تیرے ہونٹ کے شہد کا مزا میرے حلق میں لذیذ ہے — قند کا حلوہ، بھوکے کے منہ میں لذیذ ہوتا ہے

دندانِ یار در دہنِ تنگ خوش نمود — درکامِ حقّہ دانۂ دُرِّ عدن لذیذ
تنگ منہ میں، محبوب کے دانت بھلے معلوم ہوتے ہیں — ڈبیہ کے منہ میں عدن کے موتی بھلے ہیں

شہد و شکر ہر آنچہ ببازارِ عالم ست — شیریں از وست در دہنم ایں سخن لذیذ
شہد اور شکر، جو کچھ بھی دنیا کے بازار میں ہے — اس کی وجہ سے شیریں ہے میرے منہ میں یہ لذیذ بات ہے

حظّے رسد بعنبرِ زلفت دماغ را — باشد بمغز نفحۂ مشکِ ختن لذیذ
تیری زلف کے عنبر سے دماغ کو ایک حظ ملتا ہے — ختن کے مشک کی مہک، دماغ کو لذیذ معلوم ہوتی ہے

مارا بباغِ دیدہ ز اشکِ سفید و سرخ — حظّے ست چون بباغ گل و یاسمن لذیذ
ہماری آنکھ کے باغ میں سفید اور سرخ آنسوؤں سے — وہ لطف حاصل ہے جیسے باغ میں گلاب اور یاسمن کے پھول لذیذ ہیں

گرخلق را بکام بود لذت از بہی — بیمارِ عشق را شدہ سیبِ ذقن لذیذ
اگر دنیا والوں کے تالو کو بہی سے لذت حاصل ہوتی ہے — عشق کے بیمار کے لیے، ٹھوڑی کا سیب لذیذ بن گیا ہے

عشقِ رخت بخاطرِ حافظ ز جملہ بہ
حافظ کی طبیعت میں تیرے رخسار کا عشق سب سے بہتر ہے

در مغزِ بلبل از ہمہ بوئے چمن لذیذ
بلبل کے دماغ میں چمن کی خوشبو سب سے زیادہ لذیذ ہے

اے گفتگوئے لعلِ تو در کامِ جاں لذیذ — ذکرِ لبت چو طعمِ شکر در دہاں لذیذ
اے کہ تیرے ہونٹوں کی بات جان کے تالو میں لذیذ ہے — تیرے ہونٹوں کا ذکر، شکر کے ذائقے کی طرح منہ میں لذیذ ہے

دندانِ تست قطرۂ شیر و شکر لبت — درکامہاست شیر و شکر زاں لذیذ
تیرے دانت دودھ کا قطرہ اور تیرے ہونٹ شکر ہیں — دودھ اور شکر حلقوں میں اس وجہ سے لذیذ ہے

خونِ دل و کبابِ جگر ہر دو بہرِ تست — باشد بہم کباب و مئے ارغواں لذیذ
دل کا خون، اور جگر کے کباب دونوں تیرے لئے ہیں — کباب اور ارغوانی شراب، اکٹھے لذیذ ہوتے ہیں

گفتم حدیثِ لطفِ تو آمد سخن لطیف — کردم بیانِ وصفِ لبت شد بیاں لذیذ
میں نے آپ کی عنایتوں کا ذکر کیا، تو بات پُر لطف ہو گئی — میں نے تیرے ہونٹوں کی تعریف کی، تو بیان لذیذ ہو گیا

دل شاد کی تو خواست کہ باشد ہمائے را — نسبت بطعمہائے دگر استخواں لذیذ
دل نے تیرے تیر کی خواہش کی اس لئے کہ ہما کے لئے — دوسرے کھانوں کی بہ نسبت ہڈی مزیدار ہوتی ہے

ـــــ

۱ دانتوں کو عدن کے موتیوں سے تشبیہ دی ہے۔
۲ محبوب کے حسن کی تعریفیں میرے لئے شہد و شکر سے بھی زیادہ شیریں ہیں۔
۳ ہم اس کے ہجر میں سفید اور سرخ آنسو بہاتے ہیں اور ان کی سفیدی اور سرخی مل کر ایسا منظر پیش کرتی ہے جیسا گلاب اور یاسمن کے باغ میں ہوتا ہے۔
۴ دانت دودھ کے قطرے کی طرح ہیں اور ہونٹ شکر کی طرح۔
۵ دل چاہتا ہے کہ محبوب کا تیر مجھ کو لگے، دل نے محبوب کے تیر کی خواہش کی یعنی ہما ہڈی کا خواستگار رہتا۔

اُو را زبسکہ چاشنیِ حسنِ دلبری ست — پیوستہ حرفِ او گذرد بر زباں لذیذ
اُس کو چونکہ دلبری کے حسن کی بے حد چاشنی حاصل ہے — تو اس کی باتیں ہمیشہ زبان کو لذیذ معلوم ہوتی ہیں

حافظ بے زشیرۂ جاں پخت حلوۂ
حافظ نے جان کے شیرے سے ایک حلوا پکایا

در آرزوئے آں لبِ نامد چناں لذیذ
اس ہونٹ کی تمنا میں ایسا لذیذ نہ بنا

بنویس دِلا بیار کاغذ — بفرست بآں نگار کاغذ
اے دل! لکھ! کاغذ لا — اس محبوب کو خط بھیج

اے بادِ صبا برآں شوخ — از عاشقِ بے قرار کاغذ
اے بادِ صبا! اس شوخ کے پاس لیجا — بے قرار، عاشق کی جانب سے پیغام

ہرگز نہ نویسد اُو جوابے — بنویسم اگر ہزار کاغذ
وہ ہرگز جواب نہیں لکھے گا — اگرچہ میں، ہزار خط لکھوں

تا نامِ تو نقش شد بر ماند — بر صفحۂ روزگار کاغذ
جب سے تیرا نام اس پر نقش ہوا، باقی رہا — صفحۂ روزگار پر کاغذ

بنویس زروئے مہربانی
مہربانی کر کے لکھ

بر حافظِ دل فگار کاغذ
خستہ دل، حافظ کو خط

ردیفِ رائے مہملہ

الا اے طوطیِ گویائے اسرار — مبادا از شکر خالیت منقار
اے اسرار بیان کرنے والی طوطی! — خدا کرے تیری چونچ، شکر سے خالی نہ ہو

سرت سبز و دلت خوش باد جاوید — کہ خوش نقشے نمودی از خطِ یار
تو سرسبز، اور تیرا دل ہمیشہ خوش رہے — اس لیے کہ تو نے یار کے خط کا اچھا نقش قائم کیا ہے

سخن سربستہ گفتی با حریفاں — خدارا زیں معما پردہ بردار
تو نے دوستوں سے پوشیدہ بات کہی — خدا کے لیے، اس معمہ پر سے پردہ اٹھا

بروئے ما زن از ساغر گلابے — کہ خواب آلودہ ایم اے بختِ بیدار
ساغر سے، ہمارے منہ پر کچھ گلاب چھڑک — اس لیے کہ اے بیدار بخت! ہم سوئے ہوئے ہیں

چہ رہ بود اینکہ زد در پردہ مُطرب — کہ می رقصند باہم مست و ہشیار
مطرب نے پردہ پر جو گیت گایا وہ کیا تھا! — کہ مست اور ہوشیار مل کر رقص کر رہے ہیں

ازیں افیوں کہ ساقی در مے افگند — حریفاں را نہ سر ماند نہ دستار
اس افیون سے، جو ساقی نے شراب میں ملائی — دوستوں کا نہ سر رہے گا، نہ پگڑی

ے کاغذ لاکر محبوب کو خط لکھو۔
ے اے صبا ہمارا پیغام معشوق کو پہنچا۔
ے طوطی کی واسطے دراصل محبوب کے خط کا مضمون ہے
ے بیدار کرنے کے لئے منہ پر پانی چھڑک دیا جاتا ہے۔

خرد ہر چند نقدِ کائنات است — چہ سنجد پیشِ عشقِ کیمیا کار

عقل اگرچہ کائنات کی دولت ہے — کیمیا ساز عشق کے سامنے اس کا کیا وزن ہے؟

سکندر را نمی بخشند آبے — بزور و زر میسر نیست ایں کار

سکندر کو پانی نہیں دیتے ہیں — یہ کام زور اور زر سے حاصل نہیں ہوتا ہے

بیا و حالِ اہلِ درد بشنو — بلفظِ اندک و معنیٔ بسیار

آ، اور درد مندوں کا حال سن — کم الفاظ، اور زیادہ معنی کے ساتھ

بمستوراں مگو اسرارِ مستی — حدیثِ جاں مپرس از نقشِ دیوار

مستی کے راز، عبادت گزاروں کو نہ بتا — دیوار کی تصویر سے، جان کی بات دریافت نہ کر

بتِ چینی عدوِ دین و دل ست — خداوندا دل و دینم نگہ دار

چینی بت، دین، اور دل کا دشمن ہے — اے خدا میرے دین اور دل کی حفاظت کر

خداوندی بجائے بندگاں کرد — خداوندا از آفاتش نگہ دار

غلاموں کے ساتھ، آقائی کا سلوک کیا — اے خدا اس کو مصیبتوں سے بچا

بیُمنِ دولتِ منصور شاہی

منصور شاہی، حکومت کی برکت سے

عَلَم شد حافظ اندر نظمِ اشعار

اشعار کے نظم کرنے میں، حافظ مشہور ہو گیا

اے بادِ مشک بو بگذر سوئے آں نگار — بکشا گرہ ز زلفش و بوئے بمن بیار

اے مشک جیسی خوشبو والی ہوا اس محبوب کے پاس سے گذر — اس کی زلف کی گرہ کھول، اور میرے پاس مہک لے آ

باو بگو کہ اے مہِ نامہربانِ من — باز آ کہ عاشقانِ تو مُردند ز انتظار

اس سے کہہ دے کہ اے میرے بے رحم چاند — آجا اس لیے کہ تیرے عاشق انتظار میں مر رہے ہیں

دل دادہ ایم و مہرِ تو از جاں خریدہ ایم — بر ما جفا و جورِ فراقت روا مدار

ہم نے دل دیا ہے اور تیری محبت جان کے عوض خریدی ہے — اپنے فراق کے ظلم اور ستم کو ہم پر روا نہ رکھ

کردی چو روزگار فراموش بندہ را — زنہار عرضِ یارِ وفادار گوش دار

زمانہ کی طرح، تو نے غلام کو بھلا دیا — وفادار دوست کی گذارش ضرور سن لے

اے دل بساز با غمِ ہجران و صبر کن — اے دیدہ در فراقش ازیں بیش خوں مبار

اے دل! ہجر کے ساتھ نباہ کر، اور صبر کر — اے آنکھ! اس کے فراق میں اس سے زیادہ خون نہ برسا

آخر خیالِ دوست ز پیشِ نظر مشو — چوں بر وصالِ یار نداریم اختیار

ہاں دوست کے تصور کو نظر کے سامنے سے نہ ہٹا — جبکہ ہمیں دوست کے وصال پر اختیار نہیں ہے

حافظ تو تا بکے غمِ مالِ جہاں خوری

اے حافظ! تو کب تک دنیا کی دولت کا غم کھائے گا!

بسیار غم مخور کہ جہاں نیست پائدار

زیادہ غم نہ کھا، اس لئے کہ دنیا پائدار نہیں ہے

---

۱ عقل اگرچہ کائنات کی دولت ہے لیکن عشق کے مقابلہ میں ہیچ ہے

۲ خضر [illegible]

۳ منصور شاہ، وہ بادشاہ ہے جو شاہ یحییٰ کو قتل کرنے کے بعد بادشاہ بنا تھا، یہ خواجہ کا بڑا محسن تھا۔

۴ بچھڑے عاشقوں پر ظلم کرنا مناسب نہیں ہے۔

۵ تو بھی زمانہ کی طرح بے وفائی کر رہا ہے۔

۶ شاید کے وصل پر تو قابو نہیں ہے اس کا تصور ہی کر لیا جائے۔

۷ ناپائیدار دنیا کے غم میں نہ پڑنا چاہیے۔

اے بردہ گوئے حسن ز خوبانِ روزگار — قدت برآتی چو سہی سروِ جویبار
اے وہ جو کہ حسن کی گیند دنیا کے حسینوں سے جیت لے گیا — تیرا قد سیدھا ایسا، نہر کے سرو سہی کی طرح ہے

الحق وجودِ نقش و نشانِ دہانِ تو — موہوم نقطہ ایست نہ پنہاں نہ آشکار
سچ بات یہ ہے کہ تیرے منہ کے نقش و نشان کا وجود — ایک ایسا موہوم نقطہ ہے جو نہ پوشیدہ ہے، نہ ظاہر

دادیم دل بدستِ خط و زلف و خالِ تو — از دستِ ہر سہ تا چہ کشد این دلِ فگار
ہم نے تیرے خط اور زلف اور تل کے ہاتھ میں دل دیا ہے — دیکھئے تینوں کے ہاتھوں سے یہ زخمی دل کیا مصیبت اٹھائے

بادا ہزار دشمن اگر یار با من است — دانم مصاف را و نترسم ز کارزار
اگر دوست میرے ساتھ ہو، ہزار دشمن ہوا کریں — میں لڑائی پہچانتا ہوں اور جنگ سے نہیں ڈرتا ہوں

عشقت چو در سراچۂ دل خانہ گیر شد — زین در اگر بدر شوم آیم باضطرار
جب سے تیرا عشق دل کی سرائے میں مقیم ہوا ہے — اس دروازے سے اگر باہر نکلتا ہوں مجبوراً واپس لوٹتا ہوں

گر سرو پیشِ قدِ تو سر میکشد مرنج — عقلِ طویل را نبود ہیچ اعتبار
اگر تیرے قد کے بالمقابل سرو سرکشی کرے تو رنجیدہ نہ ہو — لمبے کی عقل کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا ہے

منصوبۂ ہوائے تو حافظ کنون چو باخت
اب جبکہ حافظ نے تیری محبت کی بازی لگائی ہے
در ششدرِ غمت دلش افتاد مہرہ وار
گوٹ کی طرح تیرے غم کے ششدر میں اس کا دل پھنس گیا

اے خرم از فروغِ رخت لالہ زارِ عمر — باز آ کہ ریخت بے گلِ رویت بہارِ عمر
اے وہ کہ تیرے رخ کے نور سے عمر کا لالہ زار سرسبز ہے — لوٹ آ کہ تیرے رخ کے پھول کے بغیر زندگی کی بہار ضائع ہو گئی

از دیدہ گر سرشک چو باران رود رواست — کاندر غمت چو برق بشد روزگارِ عمر
اگر آنکھ سے آنسو بارش کی طرح بہیں تو مناسب ہے — اس لیے کہ تیرے غم میں زندگی کا زمانہ برق کی طرح ختم ہو گیا

بے عمر زندہ ام من و زین بس عجب مدار — روزِ فراق را کہ نہد در شمارِ عمر
میں بدون عمر کے زندہ ہوں اور اس پر زیادہ تعجب نہ کر — ہجر کے زمانہ کو، عمر میں کون گنتا ہے!

اندیشہ از محیطِ فنا نیست ہر کرا — بر نقطۂ دہانِ تو باشد مدارِ عمر
اس کو فنا کے دریا سے، ہرگز خوف نہیں ہے — جس کی عمر کا مدار، تیرے منہ کے نقطہ پر ہو

در ہر طرف ز خیلِ حوادث کمین گہ است — زان رو عنان گسستہ دواند سوارِ عمر
حوادث کے لشکر کی ہر جانب گھات کی جگہ ہے — اسی لیے زندگی کا سوار باگ چھوڑے ہوئے دوڑ رہا ہے

این یک دو دم کہ دولتِ دیدار ممکن است — دریاب کارِ دل کہ نہ پیداست کارِ عمر
ان دو ایک سانسوں میں جبکہ دیدار کی دولت ممکن ہے — دل کا مقصد پورا کرلے، اس لیے کہ عمر کا معاملہ واضح نہیں ہے

تا کے مے صبوح و شکر خوابِ صبحدم — بیدار گرد ہاں کہ نماند اعتبارِ عمر
صبح کی شراب اور صبح کی میٹھی نیند کب تک؟ — ہاں بیدار ہو جا۔ اس لیے کہ عمر کا بھروسہ نہیں رہا

دی در گذار بود و نظر سوئے ما نکرد — بیچارہ دل کہ ہیچ ندید از گذارِ عمر
کل جا رہا تھا اور اس نے ہماری طرف نظر نہ کی — دل بیچارہ ہے کہ عمر گزارنے سے اس نے کوئی فائدہ نہ دیکھا

۱۔ سرو جو نہر کے کنارے اگا ہوتا ہے۔
۲۔ معشوق کے منہ کو موہوم کہا جا سکتا ہے وہ معدوم ہے۔
۳۔ دل تین چیزوں کے پھندے میں پھنسا ہے دیکھئے اس پر کیا گزرتی ہے۔
۴۔ سرو دراز قد ہے اور دراز قد والے عموماً احمق ہوتے ہیں لہذا اس کی سرکشی سے رنجیدہ نہ ہونا چاہیے۔
۵۔ ششدر شطرنج کی بازی میں وہ مقام ہوتا ہے کہ جہاں اگر گوٹ پھنس جائے تو بدون مخالف کی گوٹ کو راستہ دیئے اپنی گوٹ کو کوئی راستہ نہیں ملتا ہے۔
۶۔ جبکہ محبوب کے بغیر عمر بجلی کی طرح گزر رہی ہے تو اگر آنکھوں سے بارش برسے تو کیا تعجب ہے۔
۷۔ جبکہ ایک موہوم نقطہ پر زندگی کا مدار ہے تو فنا سے کیا ڈرنا ہے۔
۸۔ عمر کا گھوڑا بگٹٹ اس لیے دوڑ رہا ہے کہ ہر طرف حوادث گھات میں لگے ہیں۔
۹۔ صبح کی شراب اور نیند میں وقت ضائع نہ کرنا چاہیے عمر کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

حافظ سخن بگوی کہ در صفحۂ جہاں

حافظ! شعر کہہ کہ صفحۂ روزگار پر

ایں نقش ماند از قلمت یادگار عمر

تیرے قلم کا یہ نقش زندگی کی یادگار رہے گا

اے صبا نکہتے از خاک در یار بیار
اے صبا یار کے دروازے کی خاک کی ذرا سی خوشبو لا

ببر اندوہ دل و مژدۂ دلدار بیار
دل کا رنج دور کر دے اور محبوب کی خوشخبری لا

نکتۂ روح فزا از دہن یار بگوئے
معشوق کے منہ کا کوئی روح افزا نکتہ بیان کر

نامۂ خوش خبر از عالم اسرار بیار
رازوں کی دنیا سے خوشخبری کا خط لا

تا معطر کنم از لطف نسیم تو مشام
تاکہ میں تیری نسیم کی لطافت سے دماغ کو معطر کروں

شمۂ از نفحات نفس یار بیار
محبوب کے سانس کی خوشبو کا کچھ تھوڑا سا حصہ لا

بوفائے تو کہ خاک رہ آں یار عزیز
تجھے اپنی وفاداری کی قسم کہ اس پیارے معشوق کے راستے کی

بے غبارے کہ پدید آید از اغیار بیار
اس غبار کے بغیر جو غیروں سے اٹھے، لا

روزگاریست کہ دل چہرۂ مقصود ندید
ایک زمانہ گزر گیا کہ دل نے مقصود کا چہرہ نہیں دیکھا

ساقیا آں قدح آئنہ کردار بیار
اے ساقی! آئینہ کی صفات کا وہ پیالہ لا

گردے از رہگذر دوست بکوری رقیب
رقیب کے اندھے پن کے لیے دوست کے راستے کی گرد

بہر آسائش ایں دیدۂ خونبار بیار
اس خون بہانے والی آنکھ کی راحت کے لیے لا

دل دیوانہ ز زنجیر نمی آید باز
دیوانہ دل زنجیر سے باز نہیں آتا ہے

حلقۂ از خم آں طرۂ طرار بیار
اس طرار زلف کے پیچ کا ایک حلقہ لا

خامی و سادہ دلی شیوۂ جانبازاں نیست
کچا پن اور سادہ دلی، جانبازوں کا شیوہ نہیں ہے

خبرے از بر آں دلبر عیار بیار
اس عیار دلبر کے پاس سے کوئی خبر لا

شکر آنرا کہ تو در عشرتی اے مرغ چمن
اے چمن کے پرندے اس شکریہ میں کہ تو عیش میں ہے

باسیران قفس مژدۂ گلزار بیار
قفس کے قیدیوں کے لیے گلزار کی کوئی خوشخبری لا

کام جاں تلخ شد از صبر کہ کردم بے دوست
بغیر دوست کے جو میں نے صبر کیا اس سے جان کا حلق کڑوا ہو گیا

عشوۂ زاں لب شیریں شکربار بیار
اس کے شکر برسانے والے میٹھے ہونٹ کی کوئی ادا لا

دلق حافظ بچہ ارزد بمیش رنگیں کن
حافظ کی گدڑی کس قیمت کی ہے اس کو شراب سے رنگ

وانگہش مست و خراب از سر بازار بیار
اور پھر حافظ کو مست اور خراب سر بازار لا

اے صبا نکہتے از کوئے فلانے بمن آر
اے صبا فلاں کے کوچہ کی ذرا سی خوشبو میرے پاس لا

زار و بیمار غمم راحت جانے بمن آر
میں غم سے لاغر اور بیمار ہوں کسی جان کی راحت میرے پاس لا

قلب بیحاصل مارا بزن اکسیر مراد
ہمارے نامراد دل پر، مراد کی اکسیر لگا دے

یعنی از خاک در دوست نشانے بمن آر
یعنی دوست کے دروازے کی خاک کا نشان میرے پاس لا

ے حافظ کے اشعار زمانہ میں یادگار رہیں گے
ے اس خاک میں رقیب کے پیروں کی گرد شامل نہ ہو۔
ے وہ پیالہ دے جس میں آئینہ کی طرح محبوب کا رخ نظر آئے۔
ے اس دیوانہ دل کو زنجیر سے قابو میں نہیں لایا جا سکتا اس لئے محبوب کے زلف کے حلقہ کی ضرورت ہے۔
ے معشوق کے راستہ کی خاک ہمارے دل کے لیے اکسیر ہے۔

در کمیں گاہِ نظر با دلِ خویشم جنگ ست
نظر کی کمیں گاہ میں میرا اپنے دل سے جنگ ہے

زابرو و غمزۂ او تیر و کمانے بمن آر
اس کی ابرو اور ادا کا تیر اور کمان میرے پاس لا

در غریبی و فراق و غمِ دل پیر شدم
مسافرت اور فراق اور دل کے غم میں بڈھا ہو گیا ہوں

ساغرِ مے زکفِ تازہ جوانے بمن آر
شراب کا پیالہ کسی نوجوان کے ہاتھ سے میرے پاس لا

منکراں را ہم ازیں مے دو سہ ساغر بچشاں
انکار کرنے والوں کو بھی اس شراب کے دو تین ساغر چکھا دے

وگر ایشاں نستانند روانے بمن آر
اور اگر وہ نہ لیں، تو جلد میرے پاس لا

ساقیا عشرتِ امروز بفردا مفگن
اے ساقی! آج کے عیش کو کل پر نہ ڈال

یا ز دیوانِ قضا خطِ امانے بمن آر
یا تقدیر کے دفتر سے امان کا ایک خط میرے پاس لا

دلم از پردہ بشد دوش کہ حافظ می گفت
میرا دل پردے سے باہر آگیا کل جب کہ حافظ کہہ رہا تھا

اے صبا نکہتے از کوئے فلانے بمن آر
اے صبا فلاں کے کوچہ کی خوشبو میرے پاس لا

اے بر امیدِ وصلِ تو موقوف کارِ عمر
اے وہ کہ تیرے وصل کی امید پر زندگی کا کام موقوف ہے

عمرِ منی کہ پیر شوی در کنارِ عمر
تو میری زندگی ہے، خدا کرے زندگی کی بغل میں تو بوڑھا ہو

عمرِ عزیز ہمدمِ من باش یک دمے
پیاری زندگی، تھوڑی دیر کے لئے میرے ساتھ رہ

تا خوش شود بدولتِ وصلِ تو کارِ عمر
تاکہ تیرے وصل کی دولت سے زندگی کا معاملہ بہتر ہو جائے

دانند عاشقاں کہ نیاید بہ ہیچ کار
عاشق جانتے ہیں کہ کسی کام نہیں آتی ہے

عمرے کہ بے تو میگذرد در شمارِ عمر
عمر کی گنتی میں وہ زندگی جو تیرے بغیر گذرتی ہے

عمرِ منی اگرچہ کہ عمر ست بے وفا
تو میری زندگی ہے، اگرچہ زندگی بے وفا ہے

بادا ہزار جانِ گرامی نثارِ عمر
خدا کرے ہزاروں پیاری جانیں، زندگی پر نچھاور ہوں

زینساں کہ عمر میگذرد در فراقِ تو
اس طور پر کہ زندگی تیرے فراق میں گذرتی ہے

از جانِ خود ملول شدم در گذارِ عمر
میں زندگی گزارنے میں اپنی جان سے تنگ آ گیا ہوں

چوں بر مدارِ عمر دمے اختیار نیست
جب زندگی کے دارومدار پر، کچھ اختیار نہیں ہے

حافظ چہ اعتماد کند بر مدارِ عمر
زندگی کے مدار پر، حافظ کیا بھروسہ کرے

بعد ازیں ہر گز نہ بیند ہیچ میخوارے دگر
اس کے بعد کوئی شراب نوش پھر ہرگز نہ دیکھے گا

ہمچو من میخوارہ و مثلِ تو خمارے دگر
مجھ جیسا شرابی، اور تجھ جیسا دوسرا شراب فروش

ساقیے داریم ما چندانکہ مے از دستِ وے
ہمارا ایسا ساقی ہے کہ ہم جس قدر بھی اس کے ہاتھ سے شراب

میخوریم و باز میگوئیم یکبارے دگر
پیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں، کہ ایک بار اور

خرقۂ پشمینہ بفروشیم و نفروشیم زہد
ہم اونی گدڑی بیچتے ہیں، اور زہد نہیں بیچتے ہیں

وز سرِ گیسوئے او پوشیم زنارے دگر
اور اس کے گیسو سے دوسرا جنیو پہنتے ہیں

۱۔ ابرو کی کمان اور غمزہ کا تیر لا۔
۲۔ نوجوان محبوب کے ہاتھ سے شراب پینے سے جوانی لوٹ آئیگی
۳۔ جس سے اطمینان ہو جائے کہ میں کل تک زندہ رہوں گا۔
۴۔ حافظ نے جب مطلع کا پہلا مصرع پڑھا تو دل بے قابو ہو گیا۔
۵۔ محبوب اور معشوق جس کے بغیر گذرے وہ عمر نہیں جوڑا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ زندگی نہیں بلکہ ایک کار بے ہے
۶۔ شعر جالکر میخوار، کار جہاں پختہ زنار، کشید کیا تو جا کر جنیو پہنے

هر کہ عاشق گشت میگویند خونِ دل خورد — پس نمیدانیم ما جز عاشقی کارے دگر

لوگ کہتے ہیں جو عاشق بنا وہ دل کا خون پیتا ہے — لہٰذا ہم عاشقی کے سوا کوئی دوسرا کام نہیں جانتے ہیں

حرمتِ دستارِ حافظ را بدار اے میفروش

اے شراب فروش حافظ کی پگڑی کی عزت کر

کو جز ایں کہنہ ندارد ہیچ دستارے دگر

اس سے کہ اس کے پاس اس پرانی پگڑی کے سوا اور پگڑی نہیں ہے

پروانہ نمی شکیبد از نور — ور قصد کند بسوزد از دور

پروانہ روشنی سے صبر نہیں کرتا ہے — اور اگر ارادہ کرتا ہے تو دور سے ہی جل جاتا ہے

ہر کس بہوائے خود گرفتار — صاحب نظراں بروئے منظور

ہر شخص، اپنی خواہش میں گرفتار ہے — نظر والے محبوب کے چہرے کے شوق میں

آنروز کہ روزِ حشر باشد — دیوانِ قضا و عرضِ منشور

جس دن، حشر کا دن ہوگا — فیصلوں کے دفتر کا، حکموں کی پیشی کا

ق

ما زندہ بذکرِ دوست باشیم — دیگر حیواں بنفخۂ صور

ہم، محبوب کے ذکر سے زندہ ہوں گے — دوسرے جانور، صور پھکنے سے

آنگہ کہ تو در بہشت باشی — خود کس نکند نگاہ در حور

جب تو بہشت میں ہوگا — اپنے آپ ہی، کوئی حور پر نگاہ نہ ڈالے گا

ما مستِ شرابِ نابِ عشقیم — نہ تشنۂ سلسبیل و کافور

ہم عشق کی خالص شراب کے مست ہیں — نہ سلسبیل، اور کافور کے پیاسے

اے یار حذر ز آہِ ما کن

اے یار، ہماری آہ سے بچ

کآتش نبرد حجابِ مستور

کہیں آگ، چھپنے والے کے پردے کو نہ جلادے

چوں صبح کرد عزمِ جہانگیری اختیار — آفاق را ز حلۂ زربفت شد شعار

جب صبح نے دنیا کو فتح کرنے کا پختہ ارادہ کیا — اطراف عالم کا زربفت کے جوڑے کا لباس بنا

آفاق را طلیعۂ مہرِ جہاں فروز — آراستہ چو طلعتِ خورشیدِ کامگار

دنیا کو روشن کرنے والے سورج کی ابتدا نے اطراف عالم کو — کامیاب سورج کے چہرہ کی طرح آراستہ کر دیا

ایں گوہر از کدام صدف خاست کز بہا — بر وے ہزار کوکبِ رخشاں کند نثار

یہ موتی کس سیپ سے نکلا، کہ قیمت کی وجہ سے — اس پر صبح، ہزاروں چمکتے ستاروں کو نچھاور کر رہی ہے

فرصت شمار صحبت و بشنو بگوشِ ہوش — از حالِ گردشِ فلک و دورِ روزگار

صحبت کو غنیمت جان، اور ہوش کے کان سے سن — آسمان کی گردش، اور زمانہ کے چکر کا حال

منصوبۂ ہوائے تو حافظ کنوں چہ باخت — در ششدرِ غمت دلش افتادہ در دوچار

اب حافظ، تیری محبت کا منصوبہ کیا ہارا — اس کا دل تیرے غم کے ششدر میں پھنس گیا

لے پروانہ کو شمع سے ... ملنے نہیں دیتا ... جل جاتا ہے
ہے شعر
جس دن تم اپنے ... نکالیں گے اپنے اپنے ... عدو سے ... پھر پھکنے سے زندہ ہوں ... گے ہم محبوب کے ذکر سے ... ہی اٹھیں گے۔
سے ہماری آہ نے ... اگر ہے ... جلا دیا تو ... پھر وہ ... ہو جائے گا ... جیسے صبح ... پر سے اپنے ... تمام ستارے ... نچھاور کر دیتی ہے۔
شہ اس شعر میں شطرنج ... کی بازیوں کی طرف اشارہ ... ہے ششدر اس بازی ... کو کہتے ہیں جب گوٹ ... ایسے مقام پر پھنس جائے ... کہ جہاں سے دوسرے کو ... راستہ نہ ملے خود اپنا راستہ ... بند ہو جائے۔

دلا چندم بریزی خون ز دیده شرم دار آخر
اے دل میری آنکھ سے کتنا خون بہائے گا آخر شرم کر

تو نیز ای دیده خوابے کن مراد دل برآر آخر
اے آنکھ تو بھی کچھ سو جا، آخر دل کی مراد پوری کر

منم یارب که جاناں را ز عارض بوسه می‌چینم
اے خدا میں ہی ہوں کہ محبوب کے رخسار کا بوسہ لیتا ہوں

دعائے صبحدم دیدی که چوں آمد بکار آخر
تو نے دیکھا، آخر صبح کی دعا کیسی کار آمد ہوئی

چو باد از خرمن غیراں ربودن خوشه تا چند
دوسروں کے کھلیان سے ہوا کی طرح خوشہ چینی کب تک

ز ہمت توشه بردار و خود تخمے بکار آخر
ہمت کا توشہ لے، آخر خود کوئی بیج بو

مراد دنیا و عقبیٰ بمن بخشید روزی بخش
روزی عنایت کرنے والے نے مجھے دنیا اور عقبیٰ کی مراد دی

بگوشم قول چنگ اول بدستم زلف یار آخر
ابتداء میرے کان میں چنگ کا قول ہوا اور آخر میں میرے ہاتھ میں یار کی زلف

نگارستان چیں دانم نخواہد شد سرایت لیک
مجھے معلوم ہے تیرا گھر چین کا نگارستان نہ بنے گا لیکن

بنوک کلک رنگ آمیز نقشے می نگار آخر
قلم کی نوک سے رنگ ملا اور آخر کوئی نقش کھینچ

دلا در ملک شبخیزی گر از اندوه نگریزی
اے دل شب خیزی کی دنیا میں اگر تو رنج سے گریز نہ کرے گا

دم صبحت بشارتہا بیارد زاں نگار آخر
صبح کا سانس آخر کار اس محبوب کی خوشخبریاں تجھے دے گا

بتے چوں ماه زانو زده مے چوں لعل پیش آورد
چاند جیسا معشوق دو زانو ہو کر بیٹھا ہے اور لعل جیسی شراب لایا ہے

تو گوئی تائبم حافظ ز ساقی شرم دار آخر
اے حافظ تو کہتا ہے میں نے توبہ کر لی ہے آخر ساقی سے شرم کر

دیگر ز شاخ سرو سہی بلبل صبور
صابر بلبل نے سرو سہی کی شاخ سے پھر

گلبانگ زد که چشم بد از روی گل بدور
آواز دی کہ پھولوں کے چہرے سے نظر بد دور ہو

اے گل بشکر آنکه شگفتی بکام دل
اے پھول اس شکرانہ میں کہ تو دل کے مقصد کے مطابق کھل گیا ہے

با بلبلان بیدل شیدا مکن غرور
بے دل، عاشق، بلبلوں سے غرور نہ کر

زاہد اگر بحور و قصور ست امیدوار
زاہد، اگر حور اور محلوں کا امیدوار ہے

ما را شرابخانه قصور ست و یار حور
ہمارے لیے شراب خانے، محل ہیں اور یار حور ہے

از دست غیبت تو شکایت نمی کنم
تیری عدم موجودگی کی میں شکایت نہیں کرتا ہوں

تا نیست غیبتے نه دہد لذتے حضور
جب تک عدم موجودگی نہیں ہوتی ہے، موجودگی مزہ نہیں دیتی ہے

گر دیگراں بعیش و طرب خرم اند و شاد
اگر دوسرے عیش اور مستی میں خوش و خرم ہیں

ما را غم نگار بود مایۂ سرور
ہمارے لئے محبوب کا غم خوشی کا سرمایہ ہے

مے خور ببانگ چنگ و مخور غصه ور کسے
چنگ کی دھن پر شراب پی اور غصہ نہ کر اگر کوئی

گوید ترا که باده مخور گو ہو الغفور
تجھے کہے کہ شراب نہ پی تو کہہ دے وہ بخشنے والا ہے

حافظ شکایت از غم ہجراں چه می‌کنی
اے حافظ ہجر کے غم کی تو کیا شکایت کرتا ہے

در ہجر وصل باشد و در ظلمت ست نور
ہجر میں بھی وصل ہوتا ہے اور تاریکی میں نور ہے

۱ دل کو شرم آنی چاہیے۔ وہ آنکھوں سے خون بہا رہا ہے، سونے میں ہی محبوب کا دیدار میسر آتا ہے۔
۲ ہوا دوسروں کے کھلیان سے خوشہ چینی کرتی ہے، انسان کو اپنی کمائی کھانی چاہیے
۳ دنیا کی مراد چنگ کا گانا اور آخرت کی مراد زلف یار ہے
۴ اگر انسان مانی جیسی نقاشی نہیں کر سکے تو بھی کچھ نہ کچھ تو کرے
۵ موسم خزاں میں بلبل صابر ہوئی تھی اب موسم بہار آنے پر نغمہ سرائی کر رہی ہے۔
۶ فراق کے بعد ہی وصال میں لذت پیدا ہوتی ہے۔
۷ خدا کی مغفرت پر بھروسہ کر کے پی۔

رویے بنماو مرا گو کہ دل از جاں برگیر
چہرہ دکھا اور مجھ سے کہہ کر جان سے دل ہٹا لے

پیش شمع آتش پروانہ بجاں گو در گیر
کہہ دے کہ شمع کے سامنے، پروانہ کی آگ جان میں لگالے

بر لب تشنۂ من بین و مدار آب دریغ
میرے پیاسے ہونٹ کو دیکھ، اور پانی میں دریغ نہ کر

بہ سر کشتۂ خویش آی و ز خاکش برگیر
اپنے مقتول کے پاس آ، اور اس کو خاک سے اٹھالے

چنگ بنواز و بساز ار نبود عود چہ باک
چنگ بجا اور درست کر، اگر عود نہیں تو کیا پروا ہے

آتشم عشق و دلم عود و تنم مجمر گیر
میرے عشق کو آگ، اور میرے دل کو عود، اور میرے جسم کو انگیٹھی فرض کر

در سماع آی و ز سر خرقہ بر انداز برقص
سماع میں آ، اور وجد میں سر سے خرقہ اتار پھینک

ورنہ در گوشہ نشین دلق ریا در برگیر
ورنہ گوشہ نشین ہو جا، ریاکاری کی گدڑی پہن لے

دوست گو یار شود ہر دو جہاں دشمن باش
دوست کہہ دو یار بن جائے، اور دونوں جہان دشمن ہوں

بخت گو پشت مکن روئے زمیں لشکر گیر
نصیب کو کہہ دو پشت نہ دکھائے، اور روئے زمین لشکر ہو جائے

ترک درویش مگیر ار نبود سیم و زرش
فقیر کو نہ چھوڑ اگر اس کے پاس سونا اور چاندی نہ ہو

در غمت سیم شمار اشک و رخش را زر گیر
اپنے غم میں اس کے آنسوؤں کو چاندی اور اس کے رخ کو سونا سمجھ

میل رفتن مکن ای دوست دمے با ما باش
اے دوست جانے کی خواہش نہ کر، اور تھوڑی دیر ہمارے ساتھ رہ

بر لب جوئے طرب جوی و بکف ساغر گیر
نہر کے کنارے مستی چاہ، اور ہاتھ میں پیالہ پکڑ

رفتہ گیر از برم ایں آتش و آب دل و چشم
میرے جسم سے دل کی اس آگ کو اور آنکھ کے پانی کو گیا ہوا سمجھ

گونہ ام زرد و لبم خشک و کنارم تر گیر
میرے رنگ کو زرد اور میرے ہونٹ کو خشک اور بغل کو تر سمجھ

صوف بر کش ز سر و بادۂ صافی در کش
سر سے کمبل اتار پھینک اور صاف شراب پی

سیم در باز و بر و سیمبرے در برگیر
چاندی کو بار ڈال اور جا، چاندی جیسے جسم والے کو بغل میں لے

حافظ آراستہ کن بزم و بگو واعظ را
اے حافظ! مجلس سجا، اور واعظ سے کہہ دے

کہ ببین مجلسم و ترک سر منبر گیر
کہ میری مجلس دیکھ، اور منبر چھوڑ دے

روئے بنما و وجود خودم از یاد ببر
چہرہ دکھا دے اور میرے وجود کو میری یاد سے بھلا دے

خرمن سوختگاں را ہمہ گو باد ببر
کہہ دے کہ سب جلے ہوؤں کے کھلیان کو ہوا اڑا لیجائے

ما کہ دادیم دل و دیدہ بطوفان بلا
ہم، جنھوں نے دل اور آنکھ کو مصیبت کے طوفان کے سپرد کر دیا ہے

گو بیا سیل غم و خانہ ز بنیاد ببر
کہہ دو غم کا سیلاب آئے اور گھر کو بنیاد سے اکھاڑ لیجائے

زلف چوں عنبر خامش کہ ببوید ہیہات
افسوس ہے، اس کی کچے عنبر جیسی زلف کو کون سونگھ سکتا ہے

ایدل خام طمع ایں سخن از یاد ببر
اے خام طمع دل! اس بات کو بھلا دے

سینہ گو شعلۂ آتشکدۂ پارس بکش
سینہ سے کہہ دو پارس کے آتشکدہ کی آگ کو بجھا دے

دیدہ گو آب رخ دجلۂ بغداد ببر
آنکھ سے کہہ دو بغداد کے دجلہ کی آبرو لیجائے

سعی ناکردہ دریں راہ بجائے نرسی
کوشش بغیر تو اس راستہ میں کسی جگہ نہ پہونچے گا

مزد اگر می طلبی طاعت استاد ببر
اگر تو صلہ چاہتا ہے استاد کی فرمانبرداری کر

ؕ شمع سے محبوب کا رخسار، آتش پروانے سے عشق مراد ہے۔
ؕ دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست۔
ؕ عاشق کے آنسو کو چاندی اور زرد چہرے کو سونا سمجھ۔
ؕ یعنی آنکھوں سے نہر کیا بہہ رہی ہے۔
ؕ چہرہ دکھا کر مجھے بےخود بنا دے اور خودی سے غافل کر دے۔
ؕ سینہ میں ایسی آگ ہونی چاہیے جس سے پارسیوں کا آتش کدہ شرما جائے، آنکھوں سے آنسو دجلہ سے زیادہ جاری ہونے چاہئیں۔

دوش میگفت بمژگانِ درازت بکشم
کل کہہ رہا تھا، تجھے لمبی پلکوں سے قتل کر دوں گا
یاربّ از خاطرش اندیشۂ بیداد ببر
اے خدا! اس کی طبیعت سے ظلم کا قصد نکال دے

روزِ مرگم نفسے وعدۂ دیدار بدہ
میرے مرنے کے دن کے لئے تھوڑی دیر دیدار کا وعدہ کرے
وانگہم تا بہ لحد فارغ و آزاد ببر
پھر تو مجھے قبر تک فارغ، اور آزاد لیجا

دولتِ پیرِ مغاں باد کہ باقی سہل ست
پیر مغاں کی دولت باقی رہے، اس لیے کہ باقی باتیں تو آسان ہیں
دیگرے گو برود نامِ من از یاد ببر
دوسرے سے کہہ دو چلا جائے، اور میرا نام یاد سے بُھلا دے

بعد ازیں چہرۂ زردِ من و خاکِ درِ دوست
اس کے بعد میرا زرد چہرہ ہوگا، اور دوست کے در کی خاک
بادہ پیش آر و بیکجا غمم از یاد ببر
شراب سامنے لا، اور مجھے غم بالکل بھلا دے

حافظ اندیشہ کن از نازکیِ خاطرِ یار
اے حافظ! یار کے مزاج کی نزاکت کا خیال رکھ
برو از درگہش ایں نالہ و فریاد ببر
اس کے دربار سے چلا جا، اور اس نالہ اور فریاد کو لیجا

ساقیا مایۂ شباب بیار
اے ساقی! جوانی کا سرمایہ لا
یک دو ساغرِ شرابِ ناب بیار
خالص شراب کے ایک دو ساغر لا

داروئے دردِ عشق یعنی مے
عشق کے درد کی دوا، یعنی شراب
کوست درمانِ شیخ و شاب بیار
جو بوڑھے اور جوان کا علاج ہے، لا

آفتاب ست و ماہ بادہ و جام
سورج اور چاند ہیں، شراب اور جام
درمیانِ مہ آفتاب بیار
چاند میں سورج، لا

غمِ دوراں مخور کہ رفت و رفت
زمانہ کا غم نہ کھا کہ گیا، اور چلا گیا
نغمۂ بربط و رباب بیار
بربط، اور رباب کا نغمہ لا

میکند عقل سرکشی تمام
عقل پوری سرکشی کرتی ہے
گردنش راز مے طناب بیار
اس کی گردن کے لئے شراب کی رسی لا

بزن ایں آتشِ مرا آبے
میری اس آگ پر تھوڑا پانی ڈال
یعنی آں آتشِ چو آب بیار
یعنی وہ آگ، جو پانی کی طرح ہے، لا

گُل اگر رفت گو بشادی رو
پھول اگر چلا گیا، کہہ دو خوشی سے جائے
بادۂ ناب چوں گلاب بیار
عرقِ گلاب کی طرح خالص شراب لا

غلغلِ قمری ار نماند رواست
قمری کا شور، اگر نہیں رہا تو مناسب ہے
قلقلِ شیشۂ شراب بیار
شراب کے شیشہ کی قلقل، لا

یا صوابست یا خطا خوردن
پینا جائز ہے، یا گناہ
گر خطا ہست و گر صواب بیار
خواہ گناہ ہے، خواہ جائز، لا

وصلِ او جز بخواب نتواں دید
اس کے وصل کو خواب کے سوا نہیں دیکھا جا سکتا
داروئے کوست اصلِ خواب بیار
وہ دوا، جو نیند کی جڑ ہے، لا

---

۱ خدا کرے وہ قتل
کرے اور ظلم کا خیال
کرکے ارادہ ترک کرے
۲ محبوب کے مزاج کی
نزاکت فریاد اور نالہ کی
برداشت نہیں کر سکتی ہے
۳ خالص شراب جوانی
کا سرمایہ ہے۔
۴ چاند میں آفتاب
یعنی جام میں
شراب
۵ عقل
کی سرکشی
شراب کی رسّی
سے جائے گی۔
۶ قلقل وہ آواز ہے
جو صراحی کے اندر ہلنے
سے پیدا ہوتی ہے۔
۷ وصل بیداری میں
میسّر نہ آئیگا بجز خواب
میں میسّر آسکتا ہے۔

گرچہ مستم سہ چار جامِ دگر تابکلی شوم خراب بیار
اگرچہ میں مست ہوں تین چار جام اور لا، تاکہ میں بالکل مست ہو جاؤں

یک دو رطلِ گراں بہ حافظ دہ
حافظ کو ایک دو بھاری پیالے دے

گر گناہ است وگر ثواب بیار
خواہ گناہ ہے، خواہ ثواب، لا

سروِ بالا بلندِ خوش رفتار دلبرِ نازنینِ خوش گفتار
بلند قد، خوش رفتار، سرو — نازنین دلبر، خوش کلام

دلِ ما بردہ بہ عیاری از برائے خدا نگاہش دار
تو چالاکی سے ہمارا دل لے گیا — خدا کے لئے اس کی حفاظت کر

زلفِ سنبل اگر برافشانی نبود مشک را دگر مقدار
اگر تو سنبل کی زلف کو جھٹک دے — پھر مشک کی قدر نہ ہوگی

بیوفائی مکن دگر پیشہ بوفا کوش اے بتِ عیار
پھر بیوفائی کا پیشہ نہ اختیار کر — اے چالاک بت! وفا اختیار کر

گاہ گاہے ببوسہ ام بنواز تا بگردی ز عمر برخوردار
مجھے کبھی کبھی بوسہ سے نواز دے — تاکہ تو اپنی زندگی سے پھل کھانے والا بنے

تا بدیدم دو چشمِ جادویت در دلِ من بماند صبر و قرار
جب سے میں نے تیری دونوں جادوگر آنکھوں کو دیکھا ہے — میرے دل میں صبر و قرار نہیں رہا

حافظِ دردمند حیران ست
دردمند، حافظ حیران ہے

بندۂ تست بے زر و مقدار
مفلس اور بے مرتبہ تیرا غلام ہے

شبِ قدر ست و طے شد نامۂ ہجر سلامٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ
شب قدر ہے اور ہجر کا نامہ لپٹ گیا ہے — وہ سلامتی ہے، جب تک فجر طلوع ہو

دلا در عاشقی ثابت قدم باش کہ در ایں رہ نباشد کار بے اجر
اے دل! عاشقی میں ثابت قدم رہ — اس لئے کہ اس راستہ میں کوئی کام بلا اجر نہیں ہے

من از رندی نخواہم کرد توبہ ولو آذیتنی بالہجرِ والحجر
میں رندی سے توبہ نہ کروں گا — اگرچہ تو مجھے برا بھلا کہہ کر، اور جدائی سے ستائے

دلم رفت و ندیدم روئے دلدار فغاں از ایں تطاول آہ از ایں زجر
میرا دل چلا گیا، اور میں نے محبوب کا چہرہ نہ دیکھا — اس ظلم سے فریاد ہے، اس جھڑکنے پر آہ ہے

برآ اے صبحِ روشن دل خدارا کہ بس تاریک می بینم شبِ ہجر
اے روشن دل صبح! خدا کے لئے نکل آ — میں فراق کی رات کو بہت تاریک دیکھ رہا ہوں

ے محبوب کی زلف جو سنبل کی زلف کی طرح ہے اس کی خوشبو کے بالمقابل مشک کی قدر ہے۔
ے حافظ اگرچہ مفلس اور حقیر ہے لیکن تیرا غلام ہے
ے شب قدر سے مراد بعدہ فجر کے طلوع ہونے تک سلامتی ہی سلامتی ہے۔
ے ہجر یعنی جدائی و بعضے برا بھلا کہنا

وفا خواہی جفاکش باش حافظ
اے حافظ تو وفا چاہتا ہے تو جفا کش بن

فان الربح والخسران فی التجر
اس لیے کہ تجارت میں نفع اور گھاٹا ہے

صبا ز منزل جاناں گذر دریغ مدار
اے صبا محبوب کے ٹھکانے کے پاس سے گذرنے سے دریغ نہ کر

وزو بعاشق مسکیں خبر دریغ مدار
اور مسکین عاشق کو اس کی خبر دینے سے دریغ نہ کر

بشکر آنکہ شگفتی بکام دل اے گل
اے پھول اس کے شکریہ میں کہ تو دل کے موافق کھل گیا ہے

نسیم وصل ز مرغ سحر دریغ مدار
وصل کی خوشبو کو بلبل تک پہنچانے میں دریغ نہ کر

مراد ما ہمہ موقوف یک کرشمہ تست
ہماری ساری تمنا تیرے ایک ناز پر موقوف ہے

ز دوستان قدیم ایں قدر دریغ مدار
قدیم دوستوں سے اس قدر دریغ نہ کر

حریف بزم تو بودم چو ماہ نو بودی
جب تو نیا چاند تھا تیری بزم کا شریک تھا

کنوں کہ ماہ تمامی نظر دریغ مدار
اب جبکہ تو مکمل چاند ہے، نظر کرنے میں دریغ نہ کر

جہان و ہرچہ درو ہست سہل و مختصرست
دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے آسان اور مختصر ہے

ز اہل معرفت ایں مختصر دریغ مدار
جان پہچان والوں سے اس مختصر کا دریغ نہ کر

مکارم تو بآفاق می برد شاعر
شاعر تیری بھلائیاں دنیا میں لیے جاتا ہے

ازو وظیفہ و زاد سفر دریغ مدار
اس کے لئے وظیفہ اور سفر کے توشہ سے دریغ نہ کر

چو ذکر خیر طلب میکنی سخن این ست
اگر تو ذکر خیر چاہتا ہے، تو بات یہ ہے

کہ در بہائے سخن سیم و زر دریغ مدار
کہ شعر کی قیمت میں چاندی اور سونے سے دریغ نہ کر

کنوں کہ چشمۂ نوش ست لعل شیرینت
اب جبکہ تیرا لب شیریں شہد کا چشمہ ہے

سخن بگوی و ز طوطی شکر دریغ مدار
بات کر اور طوطی کو شکر دینے میں دریغ نہ کر

مسافراں کہ بہمت کنند سیر بسیط
وہ مسافر جو ہمت سے دنیا کی سیر کرتے ہیں

برائے مقدم ایشاں سفر دریغ مدار
ان کی پیشوائی کے لیے، سفر سے دریغ نہ کر

غبار غم برود حال بہ شود حافظ
غم کا غبار جاتا رہے گا، حافظ! حالت اچھی ہو جائیگی

تو آب دیدہ ازیں رہگذر دریغ مدار
تو اس راستہ پر آنکھوں کے پانی سے دریغ نہ کر

عید ست و موسم گل و یاراں در انتظار
عید ہے اور موسم بہار ہے اور دوست انتظار میں ہیں

ساقی بروئے شاہ ببیں ماہ و مے بیار
اے ساقی بادشاہ کے چہرے میں چاند دیکھ اور شراب لا

دل برگرفتہ بودم از ایام گل ولے
میں نے موسم بہار سے دل ہٹا لیا تھا لیکن

کارے بکرد ہمت پاکان روزگار
زمانہ کے نیکوں کی توجہ نے کچھ کام کر دیا

گر فوت شد سحور چہ نقصان صبوح ہست
اگر سحری چھوٹ گئی تو کیا نقصان ہے، صبح کی شراب تو ہے

از مے کنند روزہ کشا طالبان یار
یار کے طالب شراب سے روزہ کشائی کرتے ہیں

---

۱ حسن کے کاروبار میں کبھی ٹوٹا یعنی ظلم کبھی نفع یعنی وفا حاصل ہوتا ہے۔
۲ اسے پھول اپنے کھلنے کے شکرانے میں بلبل تک خوشبو پہنچا دے۔
۳ جب تیرا نو خیز حسن تھا میں تیرا ہم مجلس تھا اب جبکہ تیرا حسن شباب پر ہے نظر کرم فرما۔
۴ موز ہے حلیہ کی درخواست ہے۔
۵ میں طوطی ہوں اور تیرا کلام شکر ہے طوطی کو شکر کھلائی جاتی ہے لہٰذا مجھ سے بات کر۔
۶ اولیاء اللہ اپنے مراقبہ میں سارے جہان کی سیر کر لیتے ہیں۔
۷ شاہ کا چہرہ دیکھ جو چاند کی طرح ہے۔
۸ صالحین کی توجہ سے بندگوں کی باطنی توجہ ساتھ رہی میں کچھ نہ کر سکا۔
۹ سحری کی شراب اور شراب ہی افطاری ہے۔

جز نقدِ جاں بدست ندارم شراب کو
نقد جاں کے سوا میرے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے شراب کہاں ہے

کآں نیز بر کرشمۂ ساقی کنم نثار
کہ وہ بھی میں ساقی کی ادا پر نچھاور کردوں

خوش دولتے ست خرم و خوش خسروِ کریم
دولت بھی اچھی ہے اور سخی بادشاہ بھی خوش و خرم ہے

یا رب ز چشمِ زخمِ زمانش نگاه دار
اے خدا زمانہ کی نظرِ بد سے اسے بچا

مے خور بشعرِ بندہ کہ زیبے دگر دہد
بندہ کے اشعار پر شراب پی اس لئے کہ نئی رونق دیگا

جامِ مرصع تو بدیں دُرِّ شاہوار
تیرا جڑاؤ جام اس بادشاہ کے لائق موتی کے ساتھ

دل در جہاں مبند و ز مستے سوال کن
دنیا میں دل نہ پھنسا، اور کسی مست سے پوچھ

از فیضِ جام و قصۂ جمشیدِ کامگار
جام کے فیض، اور کامیاب جمشید کا قصہ

ای دل جنابِ عشق بلندست ہمتے
اے دل عشق کی بارگاہ اونچی ہے، ہمت کر

نیکو شنو حدیث و توایں قصہ گوش دار
بات کو اچھی طرح سن، اور تو اس قصے پر کان دھر

زانجا کہ پردہ پوشیِ لطفِ عمیمِ تست
چونکہ تیری عام مہربانی پردہ پوشی کی ہے

بر نقدِ ما بپوش کہ قلبے ست کم عیار
ہمارے سکہ کی پردہ پوشی کر کیونکہ وہ کھوٹا کم قیمت ہے

ترسم کہ روزِ حشر عناں بر عناں رود
مجھے ڈر ہے کہ حشر کے دن برابر ہوں گی

تسبیحِ شیخ و خرقۂ رندِ شراب خوار
شیخ کی تسبیح، اور شراب خوار رند کی گدڑی

حافظ چو رفت روزہ و گل نیز میرود
اے حافظ جبکہ رمضان گذر گیا اور موسمِ گل بھی گزر رہا ہے

ناچار بادہ نوش کہ از دست رفت کار
مجبوراً شراب پی، کہ ہاتھ سے کام نکل گیا

عاشقِ یارم مرا با کفر و ایماں چہ کار
میں تو یار کا عاشق ہوں، مجھے کفر اور ایمان سے کیا کام؟

تشنۂ دردم مرا با وصل و با ہجراں چہ کار
میں درد کا پیاسا ہوں، مجھے وصل اور ہجر سے کیا کام؟

از لبِ جاناں نمی یابم نشانِ زندگی
معشوق کے ہونٹ سے مجھے زندگی کا نشان نہیں ملتا ہے

پس مرا اے جانِ من با جان و با جاناں چہ کار
پس اے میری جان مجھے معشوق اور جان سے کیا کام؟

کشتۂ عشقم مرا از شحنۂ دوراں چہ غم
میں عشق کا مقتول ہوں، مجھے زمانہ کے کوتوال کا کیا غم

مفلسِ عورم مرا با زمرۂ دیواں چہ کار
میں ننگا مفلس ہوں، میرا دفتر والوں سے کیا کام؟

قبلہ و محرابِ من ابروئے دلدار ست و بس
میرا قبلہ اور محراب بس دلدار کی ابرو ہے

این دلِ شوریدہ را با این چہ و با آں چہ کار
اس دیوانہ دل کو اِس اور اُس سے کیا کام؟

چونکہ اندر ہر دو عالم یار میباید مرا
چونکہ دونوں جہانوں میں مجھے یار چاہیے

با بہشت و دوزخ و با حور و با غلماں چہ کار
بہشت اور دوزخ، اور حور اور غلمان سے کیا کام؟

ہر کہ از خود شد مجرّد در طریقِ عاشقی
جو عشق کے راستہ میں اپنے وجود ہی سے جدا ہو گیا

از غم و دردش چہ آگاہی و با درماں چہ کار
اس کو درد اور غم سے کیا واقفیت، اور علاج سے کیا کام؟

صورتِ مرداں چہ خواہی سیرتِ مرداں گزیں
تو مردوں کی صورت کیا چاہتا ہے، مردوں کی عادت اختیار کر

مردِ عاشق پیشہ را با صورتِ ایواں چہ کار
عاشق پیشہ انسان کو محل کی تصویر سے کیا کام؟

لے دُرِ شہوار یعنی عمدہ موتی جو بادشاہ کے لائق ہو
مراد اشعار ہیں۔
ے مست بتادے گا
کہ جام سے کیا فیض
حاصل ہوتا ہے اور
یہ کہ جمشید جیسا
بادشاہ بھی مر گیا دنیا
کس قدر ناپائیدار ہے۔
ے قیامت میں ریاکار
شیخ کی تسبیح اور شراب خوار
کی گدڑی یکساں ثابت
ہوگی۔
ے پہلا تعلق محبوب سے
ہے مجھے کفر اور ایمان
سے کچھ بحث نہیں ہے
ے جبکہ مجھے محبوب کا
حیات بخش
ہونٹ
حاصل
نہیں ہے
تو مجھے جان
اور جاناں کی کیا بات
کریں۔
ے مُردے کو کوتوال کا
کوئی ڈر نہیں ہوتا مفلس
دفتروں کے چکر نہیں
کاٹتا ہے۔
ے شعر
ہر کرا طبیب باری و مسائل دوست طلب
بہشت و دوزخ و آگاہی و تصویر و ایوان
ے جو عشق میں فنا ہو
درجہ حاصل کر لیتا ہے
اس کو نہ درد کی خبر رہتی
ہے نہ علاج کا طالب ہوتا
ہے۔

حافظا گر عاشق و مستی دگر رہ باز گوی
اے حافظ اگر تو عاشق اور مست ہے دوبارہ کہہ

عاشق یارم مرا با کفر و با ایمان چہ کار
میں یار کا عاشق ہوں، مجھے کفر اور ایمان سے کیا کام

گر بود عمر بمیخانہ روم بار دگر
اگر زندگی رہی، میخانہ میں دوبارہ جاؤں گا

بجز از خدمت رنداں نکنم کار دگر
رندوں کی خدمت کے سوا دوسرا کام نہ کروں گا

خرم آں روز کہ با دیدۂ گریاں بروم
وہ دن مبارک ہوگا کہ روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ جاؤں گا

تا زنم آب در میکدہ یکبار دگر
تاکہ میکدہ کے دروازہ پر دوبارہ چھڑکاؤ کر دوں

معرفت نیست دریں قوم خدایا مددے
اس قوم کو پہچان نہیں ہے، اے خدا مدد کر

تا برم گوہر خود را بخریدار دگر
تاکہ اپنے گوہر کو دوسرے خریدار کے پاس لے جاؤں

عافیت می طلبد خاطرم ار بگذارند
میری طبیعت عافیت چاہتی ہے، اگر چھوڑ دیں

غمزۂ شوخش و آں طرۂ طرار دگر
پھر اس کی شوخ ادا اور وہ طرار زلف

گر مساعد شودم دائرۂ چرخ کبود
اگر نیلے چرخ کا دائرہ میرا مددگار ہو

ہم بچنگ آرمش باز بہر کار دگر
پھر اس کو دوسری پر کار سے دائرہ میں لے آؤں گا

راز سربستۂ ما بیں کہ بدستاں گفتند
ہمارے سربستہ راز کو دیکھ، داستان میں انھوں نے بیان کیا

ہر زماں با دف و نے بر سر بازار دگر
دف اور بانسری کے ساتھ ہر وقت ایک نئے بازار میں

یار اگر رفت و حق صحبت دیریں نشناخت
دوست اگر چلا گیا اور دیرینہ صحبت کا حق نہ پہچانا

حاش للہ کہ روم من زپے یار دگر
خدا بچائے کہ میں دوسرے یار کے پیچھے جاؤں

ہر دم از درد بنالم کہ فلک ہر ساعت
میں ہر وقت درد سے نالاں ہوں اس لئے کہ آسمان ہر گھڑی

کندم قصد دل زار بآزار دگر
میرے کمزور دل کا نئی تکلیف کے ساتھ ارادہ کرتا ہے

باز گویم نہ دریں واقعہ حافظ تنہاست
میں پھر کہتا ہوں اس واقعہ میں تنہا حافظ نہیں ہے

غرقہ گشتند دریں بادیہ بسیار دگر
اس جنگل میں دوسرے بہت سے تباہ ہو گئے ہیں

نصیحتے کنمت بشنو و بہانہ مگیر
تجھے ایک نصیحت کرتا ہوں، سن اور بہانہ نہ بنا

ہر آنچہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر
جو کچھ مشفق ناصح تجھ سے کہے، اس کو قبول کر

ز وصل روے جواناں تمتعے بردار
جوانوں کے چہرے کے وصل سے فائدہ اٹھا

کہ در کمینگہ عمرست مکر عالم پیر
اس لئے کہ بڑھے جہان کا مکر زندگی کی گھات میں ہے

نعیم ہر دو جہاں پیش عاشقاں بجوے
عاشقوں کے نزدیک دونوں جہانوں کی نعمتیں ایک جَو کے برابر ہیں

کہ ایں متاع قلیل ست و آں بہائے حقیر
اس لئے کہ یہ تھوڑا سامان ہے اور وہ حقیر قیمت ہے

معاشرے خوش و رودے بساز میخواہم
ایک عمدہ ساتھی اور ساز میں سے ایک رود چاہتا ہوں

کہ درد خویش بگویم بنالۂ بم و زیر
تاکہ اونچے نیچے سروں سے اپنا درد بیان کروں

ے یعنی اس غزل کے مطلع کو پھر پڑھو۔
ے اپنے آنسوؤں سے چھڑکاؤ کروں تاکہ گرد غبار ہٹے۔
ے یعنی تو قوم کو چاہتا ہے لیکن معشوق کی ادا اور زلف چھوڑنے نہیں دیتے ہیں۔
ے پرکار کے دائرہ میں جو چیز آ جاتی ہے وہ چاروں طرف سے گھر جاتی ہے یعنی معشوق کو پھر بغل میں لے لوں گا۔
ے لوگ جانتے ہیں اور دف و نے کے ذریعہ ظاہر کر رہے ہیں۔
ے نصیحت کا بیان اگلے اشعار میں ہے۔
ے نصیحت یہ ہے کہ نوجوان معشوقوں سے لطف اندوز ہو۔
ے ایک سے ہر دو جہاں اور دوسرے سے عمر کی طرف اشارہ ہے۔
ے رود ایک قسم کے ساز کا نام ہے جو گانے میں مدد دیتا ہے۔ بم و زیر آواز کو کہتے ہیں۔

بر آں سرم کہ ننوشم مے و گنہ نکنم — اگر موافقِ تدبیرِ من شود تقدیر

عہد اس خیال میں ہوں کہ شراب نہ پیوں اور گناہ نہ کروں — اگر تقدیر، ہماری تدبیر کے موافق ہو جائے

دلِ رمیدۂ ما را کہ پیش میگیرد — خبر دہید بہ مجنونِ بستہ در زنجیر

ہمارے بھاگے ہوئے دل کو کون روکتا ہے — زنجیر میں بندھے ہوئے مجنوں کو خبر دے دو

چو قسمتِ ازلی بے حضورِ ما کردند — گر اندکے نہ بوفقِ رضاست خردہ مگیر

جب ازلی تقسیم ہمارے موجودگی کے بغیر ہوئی — اگر تھوڑا سا رضا کے موافق نہیں، اعتراض نہ کر

بعزمِ توبہ نہادم قدح ز کف صد بار — ولے کرشمۂ ساقی نمیکند تقصیر

میں نے توبہ کے ارادہ سے سو بار پیالہ ہاتھ سے رکھا — لیکن ساقی کی ادا، کوتاہی نہیں کرتی ہے

چو لالہ در قدحم ریز ساقیا مے ناب — کہ نقشِ خالِ نگارم نمیرود ز ضمیر

اے ساقی ہمارے پیالہ میں شراب لالہ کی طرح ڈال — اس لئے کہ میرے دل سے محبوب کے تل کا نقشہ نہیں جاتا ہے

مے دو سالہ و محبوبِ چاردہ سالہ — ہمیں بس ست مرا صحبتِ صغیر و کبیر

دو سالہ شراب، اور چودہ سالہ معشوق — بڑے چھوٹے کی صحبت میں سے مجھے یہ کافی ہیں

نگفتمت کہ حذر کن ز زلفِ او اے دل — کہ میکشند در آں حلقہ باد در زنجیر

اے دل میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ اس کی زلف سے کنارہ کر — اس لئے کہ اس حلقہ میں ہوا کو بھی قید کر دیتے ہیں

بیار ساغرِ یاقوت و فیضِ در خوش آب — حسود گو کرمِ آصفی ببین و بمیر

یاقوتی ساغر لا اور اچھی آب کے موتی کا فیض دے — حاسد سے کہہ دے، آصفی کرم دیکھ اور مر جا

بنوش بادہ و عزمِ وصالِ جاناں کن — سخن شنو کہ زنند از بامِ عرش صفیر

شراب پی اور محبوب کے وصل کا ارادہ کر — بات سن اس لئے کہ عرش کے بالاخانہ سے تجھے پکارتے ہیں

حدیثِ توبہ در ایں بزمگہ مگو واعظ — کہ ساقیانِ کماں ابرویت زنند بہ تیر

اے واعظ اس بزم میں توبہ کی بات نہ کر — کیونکہ کمان جیسی بھووں والے ساقی تجھ پر تیر چلا دیں گے

چہ جائے گفتۂ خواجو و شعرِ سلمان است — کہ شعرِ حافظِ شیراز بہ ز شعرِ ظہیر

خواجو کے کلام اور سلمان کے اشعار کا کیا موقع ہے؟ — اس لئے کہ شیراز کے حافظ کے اشعار ظہیر کے اشعار سے اچھے ہیں

ہمتے از عاشقاں گر عاشقی ہمراہ گیر — پائے بر فرقِ خداوندِ کلاہ و گاہ گیر

اگر تو عاشق ہے، عاشقوں کی توجہ ساتھ رکھ — تاج اور رتبہ والے کے سر پر پیر دھر

سنگِ مستی بر سرِ درویشِ غیرت خواہ زن — داغِ حسرت بر دلِ نیلوفرِ دنیا نگاہ گیر

غیرت کرنے والے درویش کے سر پر مستی کا پتھر مار — دنیا کے طالب، رنج والے کے دل پر حسرت کا داغ لگا

ز آسماں ہمت بیاموز و تواضع از زمیں — مردمی از مہر جوی و نورِ مہر از ماہ گیر

آسمان سے ہمت، اور زمین سے تواضع سیکھ — سورج سے بہادری طلب کر، چاند سے سورج کا نور حاصل کر

تا بکے گیری ز سیرِ منصبے دامانِ شاہ — رو چو مرداں حلقۂ درگاہِ شاہنشاہ گیر

کس عہدے کے لئے بادشاہ کا دامن کب تک تھامے گا — جا، مردوں کی طرح بادشاہوں کے بادشاہ کے دروازے کا حلقہ پکڑ لے

ا یہ خیال ہے کہ میرا ارادہ پورا نہیں ہو سکے گا مگر اب تقدیر موافق ہو جائے تو بات کے قابل خوشی ہے

شعر
یہ ہے کہ گھبراہٹ کی وجہ سے دل کو کوئی مجنوں کی طرح زنجیر میں باندھ دے۔ یہ بھی ممکن نہیں ہوتا

۔۔۔
آصف وزیر سلیمان کے وزیر کا نام ہے یہاں مراد ابن محمود مراد ہے جو سلطان قطب الدین کا وزیر تھا

۔۔۔
یہ خواجو سلمان ساوجی ظہیر فاریابی فارسی کے مشہور شعراء ہیں یعنی حافظ شیرازی کا کلام ان سب سے بہتر ہے

یہ ہے کہ درویش ہیں غیرت کا احساس ہو اسکو مدہوش کر دے لالچ دنیا دار حاسد کے دل پر حسرت کا داغ لگا دے

۔۔۔
آسمان کو ہمت والا، زمین کو متواضع، سورج کو بہادر چاند کو سورج سے نور لینے والا

۔۔۔
کے ذریعے بادشاہ کے دربار میں جا کر نیکی کر کے چاہتا

گر چو شاہاں بر سریرِ ملک نتوانی نشست — زو چو فراشاں طنابِ خیمہ و خرگاہ گیر
اگر تو بادشاہوں کی طرح ملک کے تخت پر نہیں بیٹھ سکتا ہے — جا فراشوں کی طرح خیمہ اور خرگاہ کی رسی تھام لے

عشق گوید روز و شب در گوشِ ہر ترسا مے — گر تو مردِ راہ و مائی زیں سبک تر راہ گیر
دن رات ہر گنہگار کے کان میں عشق کہتا ہے — اگر تو ہماری راہ کا مرد ہے تو اس سے جلد راستہ اختیار کر

تا بکے از لا سخن گوئی بیا حافظ بیا
اے حافظ آ جا کب تک منفی بات کہے گا

ایں زماں فراکِ عشق سِرِّ الا اللہ گیر
ابتداء اللہ کے پیار کے عشق کا شکار بن تھام لے

یوسفِ گم گشتہ باز آید بکنعاں غم مخور — کلبۂ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور
گم شدہ یوسف کنعان میں واپس آجائے گا غم نہ کر — غموں کی کوٹھری کسی دن باغ بن جائے گی، غم نہ کر

ایں دلِ غمدیدہ حالش بہ شود دل بد مکن — ویں سرِ شوریدہ باز آید بساماں غم مخور
اس غم زدہ دل کا حال اچھا ہو جائیگا، ناامید نہ ہو — اور یہ پریشان دماغ پھر آراستہ ہو جائیگا، غم نہ کر

گر بہارِ عمر باشد باز بر طرفِ چمن — چترِ گل بر سر کشی اے مرغِ خوشخواں غم مخور
اگر عمر کی بہار رہی، چمن کے کنارے پر پھر — پھول کا چھتر تو سر پر کھینچیگا اے خوش الحان پرندے غم نہ کر

دورِ گردوں گر دو روزے بر مرادِ ما نگشت — دائما یکساں نماند کارِ دوراں غم مخور
اگر زمانہ کا چکر ایک دو روز ہماری خواہش کے مطابق نہ چلا — تو زمانہ کا کام ہمیشہ یکساں نہ رہے گا، غم نہ کر

ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ از سرِ غیب — باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور
ہاں نا امید نہ ہو جبکہ تو غیب کے راز سے واقف نہیں ہے — پردے کے اندر چھپی بازیاں ہوتی ہیں، غم نہ کر

ہر کہ سرگرداں بعالم گشت و غمخوارے نیافت — آخر الامر او بغمخوارے رسد ہاں غم مخور
جو شخص دنیا میں پریشاں پھرا، اور کوئی غمخوار نہ ملا — انجام کار وہ کسی غمخوار تک پہنچتا ہے، غم نہ کر

در بیاباں گر بشوقِ کعبہ خواہی زد قدم — سرزنشہا گر کند خارِ مغیلاں غم مخور
اگر کعبہ کے شوق میں، تو بیاباں میں قدم رکھنا چاہتا ہے — اگر ببول کا کانٹا جھڑکیاں دے، غم نہ کر

حالِ ما در فرقتِ جاناں و ابرامِ رقیب — جملہ میداند خدائے حال گرداں غم مخور
دوست کے فراق اور رقیب کے ستانے سے ہمارا حال — حالتوں کو بدلنے والا، خدا سب جانتا ہے، غم نہ کر

اے دل ار سیلِ فنا بنیادِ ہستی بر کند — چوں ترا نوح است کشتیباں ز طوفاں غم مخور
اے دل اگر فنا کا سیلاب عمر وجود کی بنیاد اکھاڑ دے — جبکہ تیرا کشتیباں نوح ہے، طوفان کا غم نہ کر

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید — ہیچ راہے نیست کو را نیست پایاں غم مخور
اگرچہ منزل بہت خطرناک ہے، اور مقصود نامعلوم ہے — کوئی راستہ ایسا نہیں ہے جس کی انتہا نہ ہو، غم نہ کر

حافظا در کنجِ فقر و خلوتِ شبہائے تار
اے حافظ فقر کے گوشہ میں اور تاریک راتوں کی تنہائی میں

تا بود وردت دعا و درسِ قرآں غم مخور
جب تک تیرا ورد دعا اور قرآن کا درس ہے، غم نہ کر

لا: یعنی نہیں ہے، اللہ کے ماسوا کی نفی ہوتی ہے۔ الا اللہ: اس سے خدا کے وجود کا اقرار ہوتا ہے۔ تصوف میں ابتداءً لا کا تصور قائم کیا جاتا ہے پھر الا اللہ پر پہنچ جاتا ہے۔

اس پوری غزل میں خواجہ نے إن مع العسر يسرا کی تفسیر کی ہے یعنی ہر تنگی کے بعد راحت ہے۔ کنعان حضرت یعقوب کا شہر ہے۔ مغیلاں اصل میں ام غیلان تھا یعنی ماں اور غیلان غول کی جمع یعنی ببول کا درخت کہا جاتا ہے جو صحرائے عرب میں بکثرت پیدا ہوتا ہے۔

ردیفِ زائے مُعجمہ

اے سروِ نازِ حسن کہ خوش میروی بناز
اے حسن کے سروِ ناز! تو جو ناز سے خوش خرامی کر رہا ہے
عُشّاق رابنازِ تو ہر لحظہ صد نیاز
تیرے ناز پر عاشقوں کی جانب سے ہر وقت سو نیاز مندیاں ہیں

فرخندہ باد طالعِ نازت کہ در ازل
تیرے ناز کا نصیبہ مبارک ہو۔ اس لیے کہ ازل میں
بُبریدہ اند بر قدِ سروت قبائے ناز
تیرے سرو کے قد کے مطابق، ناز کی قبا چھانٹی ہے

آں را کہ بوئے عنبرِ زلفِ تو آرزوست
جس کو تیری زلف کے عنبر کی خوشبو کی آرزو ہے
چوں عُود گو بر آتشِ سوزاں بسوز و ساز
کہہ دو اگر کی طرح جلتی آگ پر جلے اور دم نہ مارے

از طعنۂ رقیب نگردد عیار کم
رقیب کے طعنے سے، کھرا پن کم نہیں ہوتا ہے
چوں زر اگر بُرند مرا در دہانِ گاز
جبکہ گاز کے منہ سے مجھے سونے کی طرح کاٹیں

پروانہ را زِ شمع بود سوزِ دل ولے
پروانے کے دل میں جلن، شمع کی وجہ سے ہوتی ہے لیکن
بے شمعِ عارضِ تو دلم را بود گداز
تیرے رخسار کی شمع کے بغیر میرا دل پگھلتا رہتا ہے

دل کز طوافِ کعبۂ کویت وقوف یافت
جس دل نے تیرے کوچہ کے کعبے کے طواف سے واقفیت حاصل کر لی
از شوقِ آں حریم ندارد سرِ حجاز
اس حرم کے شوق کی وجہ سے حجاز کا خیال نہیں کرتا ہے

ہر دم بخونِ دیدہ چہ حاصل وضو چو نیست
آنکھ کے خون سے ہر وقت وضو کرنے سے کیا فائدہ جبکہ
بے طاقِ ابروئے تو نمازِ مرا جواز
تیری ابرو کے طاق کے بغیر میری نماز کا جواز نہیں ہے

صوفیِ ما کہ توبہ زِ مے کردہ بود دوش
ہمارا صوفی، جس نے کل شراب سے توبہ کی تھی
بشکست عہد چوں درِ میخانہ دید باز
اس نے عہد توڑ دیا جب شراب خانہ کا دروازہ کھلا دیکھا

چوں بادہ مست بر سرِ خم رفت کف زناں
تالیاں بجاتا ہوا، مست شراب کی طرح مٹکے پر پہونچا
حافظ کہ دوش از لبِ ساغر شنید راز
جب حافظ نے کل ساغر کے ہونٹ سے راز سنا

براہِ میکدہ عُشّاق راست در تگ و تاز
شراب خانہ کے راستہ میں، عُشّاق کی دوڑ بھاگ ہے
ہماں نیاز کہ حُجّاج را براہِ حجاز
وہی عاجزی ہے جو حاجیوں کو حجاز کے راستے میں

چہ گویمت کہ زِ سوزِ دروں چہ می بینم
میں تجھ سے کیا کہوں کہ اندرونی سوزش سے میرا کیا حال ہے
ز اشک پُرس حکایت کہ من نیم غمّاز
آنسوؤں سے قصہ دریافت کر کیونکہ میں چغلخور نہیں ہوں

غرض کرشمۂ حسنست ورنہ حاجت نیست
حسن کا کرشمہ دکھانا ہے ورنہ کوئی ضرورت نہیں ہے
جمالِ دولتِ محمود را بزلفِ ایاز
محمود کی دولت کے جمال کو ایاز کی زلف کی

بہیچ در نروم بعد ازیں ز حضرتِ دوست
اس کے بعد دوست کے در سے کسی دروازہ پر نہ جاؤں گا
چو کعبہ یافتم آیم زِ بُت پرستی باز
جب میں نے کعبہ پالیا بت پرستی سے باز آجاؤں گا

شبے چنیں بسحر گہ ز بخت میخواہم
صبح کے وقت، اپنے نصیبہ سے ایسی رات مانگتا ہوں
کہ با تو شرحِ سر انجامِ خود کنم آغاز
جس میں تیرے سامنے اپنے انجام کی شرح کا آغاز کروں

۱۔ قد ان میں تناسب کی قبا تیرے قد کے مطابق تراشی گئی ہے اسی وجہ سے تیرے اوپر خوب جچتی ہے

۲۔ جب تک عاشق اپنے وجود کو عود کی طرح عشق کی آگ پر نہیں جلاتا ہے اس کو زلفِ محبوب کی خوشبو حاصل نہیں ہوتی۔

۳۔ اگرچہ رقیب اپنے طنز کی قینچی سے میرے ٹکڑے بھی کر ڈالے تب بھی میرے خلوص میں کمی نہیں آسکتی ہے جس طرح سے خالص سونے کو [illegible] کاٹ کر ٹکسالی میں [illegible] جاتا ہے۔

۴۔ محبوب کا طاقِ ابرو مجھے میسر نہیں اور اس کے بدلے میری نماز جائز نہیں تو خونِ دل سے وضو کرنے سے کیا فائدہ ہے۔

۵۔ قدرت کو حسن کا کرشمہ ظاہر کرنا تھا ورنہ محمود کو ایاز سے ہر طرح کی بے نیازی حاصل تھی۔

۶۔ جب میں کعبہ تو دوست کا دیدار ہے اس سے بت شکن [illegible] بت پرستی ہوگی

شعر [illegible]

تم زہجر تو چشم از جہاں فرو میدوخت — امید دولت وصل تو داد جانم باز
میرا جسم تیرے ہجر کی وجہ سے دنیا سے آنکھ بند کرنا چاہتا تھا — تیرے وصل کی اُمید نے مجھے پھر زندگی بخشدی

چہ حلقہ ہا کہ زدم بر در دل از سر سوز — بہ بوئے روز وصال تو در شبانِ دراز
سوز کے ساتھ میں نے دل کے دروازہ پر کس قدر زنجیریں کھٹکھٹائیں — لمبی راتوں میں تیرے وصل کے دن کی تمنّا میں

چو غنچہ بر سر نہفتہ نہاں کجا ماند — دلِ مرا کہ نسیم صباست محرمِ راز
غنچہ کی طرح چھپا ہوا راز کب پوشیدہ رہ سکتا ہے — جبکہ صبا کی نسیم ہی میرے دل کی محرمِ راز ہے

زشوقِ مجلسِ آں ماہِ خرگہی حافظ
اے حافظ! اُس خیمہ والے چاند کی مجلس کے شوق میں

گرت چو شمع جفائے رسد بسوز و بساز
اگر شمع کی طرح تجھے ظلم پہونچے جل! اور موافقت کر

بر نیامد از تمنائے لبت کامم ہنوز — بر امیدِ جامِ لعلت دُردی آشامم ہنوز
تیرے ہونٹ کی تمنا سے اب تک میرا مقصد پورا نہیں ہوا — تیرے لعل کے جام کی اُمید میں میں اب تک تلچھٹ پینے والا ہوں

روزِ اوّل رفت دینم در سرِ زلفینِ تو — تا چہ خواہد شد دریں سودا سرانجامم ہنوز
پہلے ہی دن تیری دونوں زلفوں کے خیال میں میرا دین چلا گیا — دیکھو اس جنون میں میرا انجام اب کیا ہوگا؟

از خطا گفتم شبے موئے ترا مشکِ ختن — می زند ہر لحظہ تیرے مُو بر اندامم ہنوز
ایک رات میں نے غلطی سے تیرے بالوں کو مشکِ ختن کہدیا — ہر لحظہ اب تک بال میرے بدن پر تیر مارتے ہیں

نامِ من رفتہ است روزے بر لبِ جاناں بسہو — اہلِ دل را بوئے جاں می آید از نامم ہنوز
ایک دن میرا نام بھولے سے محبوب کے ہونٹوں پر آگیا تھا — اہلِ دل کو اب تک میرے نام سے جان کی خوشبو آرہی ہے

پرتوِ روئے ترا در خلوتم دید آفتاب — می رود چوں سایہ ہر دم بر لبِ بامم ہنوز
سورج نے تیرے رُخ کا نور میری خلوت میں دیکھ لیا تھا — اب تک سایہ کی طرح میرے بالا خانہ پر دوڑ رہا ہے

در ازل دادہ است ما را ساقیِ لعلِ لبت — جرعۂ جامے کہ من مدہوشِ آں جامم ہنوز
ہمیں ازل میں تیرے لبِ لعلیں کے ساقی نے دیا ہے — جام کا ایک ایسا گھونٹ جس سے میں اب تک اس جام کا مست ہوں

ساقیا یک جرعۂ دہ زاں آبِ آتشگوں کہ من — در میانِ پختگانِ عشقِ او خامم ہنوز
اے ساقی! اس آگ جیسے پانی سے ایک گھونٹ عطا کر دے — اُس کے عشق کے پختہ کاروں میں میں ابھی تک کچا ہوں

ایکہ گفتی جاں بدہ تا باشدت آرامِ دل — جاں بغمہایش سپردم نیست آرامم ہنوز
اے وہ کہ تو نے کہا جان دیدے تاکہ تجھے دل کا آرام حاصل ہو جائے — میں نے جان اس کے غموں کے سپرد کردی لیکن مجھے اب تک آرام حاصل نہیں ہے

در قلم آورد حافظ قصۂ لعلِ لبش
حافظ اس کے ہونٹ کا قصہ تحریر میں لے آیا

آبِ حیواں میرود ہر دم ز اقلامم ہنوز
میرے قلموں سے اب تک آبِ حیات بہ رہا ہے

بیا و کشتیِ ما در شطِ شراب انداز — غریو و ولولہ در جانِ شیخ و شاب انداز
آ! اور ہماری کشتی کو شراب کے دریا میں ڈال دے — جوش اور خروش بوڑھے اور جوان کی جان میں ڈالدے

---

۱ نسیمِ صبا میری ہمراز ہے وہ جس طرح غنچے کے راز ظاہر کر دیتی ہے میرے راز بھی ظاہر کر دیگی۔ غنچہ نسیم سے کھل جاتا ہے۔

۲ محبوب کی زلف کو مشکِ ختن کہنا زلف کی توہین ہے۔

۳ چونکہ محبوب نے بھولے سے ایک بار میرا نام لے لیا تھا اسلئے اس میں خوشبو آگئی۔

۴ سورج میرے گھر پر اسلئے ٹہلتا پھرتا ہے کہ اس کو میرے گھر میں محبوب کا نور نظر آگیا تھا۔

۵ لوگوں نے بتایا تھا کہ جان دینے سے راحت حاصل ہو جائیگی۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔

۶ چونکہ حافظ نے قلم سے محبوب کے ہونٹوں کی تعریف لکھی ہے اسلئے اس کے قلم سے آبِ حیات جاری ہوگیا ہے۔

۷ کشتی سے پیالہ مراد ہے جو کشتی کی صورت میں بنایا جاتا ہے۔

مرا بکشتیٔ بادہ درافگن اے ساقی
اے ساقی! مجھے شراب کی کشتی میں ڈال دے
کہ گفتہ اند نکوئی کن و در آب انداز
اس لیے کہ لوگوں نے کہا ہے نیکی کر اور دریا میں ڈال دے

ز کوئے میکدہ برگشتہ ام ز راہِ خطا
غلطی سے میں شراب خانے کے کوچے سے واپس لوٹ آیا
مرا دگر ز کرم در رہِ صواب انداز
کرم کر کے مجھے دوبارہ درست راستے پر ڈال دے

بیار ازاں مئے گلرنگِ مشکبو جامے
اس گلرنگ مشک کی سی خوشبو والی شراب کا ایک جام لا
شرار رشک و حسد در دلِ گلاب انداز
رشک اور حسد کی چنگاری گلاب کے دل میں ڈال دے

اگرچہ مست و خرابم تو نیز لطفے کن
اگرچہ میں مست اور خراب ہوں تو بھی مہربانی کر
نظر بریں دلِ سرگشتۂ خراب انداز
اس حیران، اجڑے ہوئے دل پر ایک نظر ڈال دے

بہ نیم شب اگرت آفتاب می باید
اگر آدھی رات میں تجھے سورج چاہیے
ز روئے دخترِ گلچہرِ رز نقاب انداز
گلاب جیسے چہرے والی انگور کی لڑکی کے چہرے سے نقاب ہٹا دے

مہل کہ روزِ وفاتم بخاک بسپارند
نہ چھوڑ کہ مجھے مرنے کے دن مٹی کے سپرد کر دیں
مرا بمیکدہ بر در خمِ شراب انداز
مجھے شراب خانہ میں لے جا اور شراب کے مٹکے میں ڈال دے

ز جورِ چرخ چو حافظ بجاں رسید دلت
جبکہ آسمان کے ظلم سے اے حافظ تیرا دل جان سے عاجز آگیا
بسوئے دیو محن ناوکِ شہاب انداز
مصیبتوں کے بھوت کی طرف ستارے کا تیر چلا

گر از تو یک سرِ مو سرکشد دلِ حافظ
اگر حافظ کا دل تجھ سے ایک بال برابر کشیدگی اختیار کرے
بگیر و در خمِ زلفش بہ پیچ و تاب انداز
اس کو پکڑ اور زلف کے پیچ و خم میں باندھ کر ڈال دے

حالِ خونیں دلاں کہ گوید باز
خونی دل والوں کا حال، پھر کون کہے گا؟
وز فلک خونِ جم کہ جوید باز
آسمان سے جمشید کے خون کا بچہ (؟) کون بدلہ لے گا؟

جز فلاطونِ خم نشینِ شراب
مٹکے کی ستر بیٹھے افلاطون کے علاوہ
سرِّ حکمت بما کہ گوید باز
دانائی کا راز، ہم سے پھر کون کہے گا؟

شرمش از چشمِ مے پرستاں باد
مے پرستوں کی آنکھ سے اسے شرم آنی چاہیے
نرگسِ مست اگر بروید باز
اگر مست نرگس اس کے بعد اُگے

ہر کہ چوں لالہ کاسہ گرداں شد
جو شخص لالہ کی طرح پیالہ لیکر پھرنے والا ہوا
زیں جفا رخ بخوں بشوید باز
اس ظلم سے وہ پھر چہرے کو خون سے دھوئے گا

بسکہ در پردہ چنگ گفت سخن
چنگ نے کتنی ہی در پردہ باتیں کہی
ببرش موئے تا نموید باز
اس کے بال کاٹ دو تاکہ پھر نوحہ نہ کرے

بکشاید دلم چو غنچہ اگر
میرا دل غنچہ کی طرح کھل جائے، اگر
ساغرِ لالہ گوں ببوید باز
لالہ جیسا ساغر پھر خوشبو دیوے

گرد بیت الحرامِ خُم حافظ
حافظ مٹکے کے بیت الحرام کے چاروں طرف
گر نمیرد بسر بپوید باز
اگر نہ مرتا تو سر کے بل گھومے گا

نیکی کر اور دریا میں ڈال کا مطلب شاعر نے یہ لیا کہ مجھے بار کر شراب کے مٹکے میں ڈال دے۔
یعنی اگرچہ مست اور خراب ہوں لیکن تو اس برائی پر نظر نہ کر اور رحم کی نظر ڈال دے۔
یعنی ساغر شراب بمنزلہ آفتاب ہے۔
یعنی مرنے کے بعد سپرد خاک نہ کرنا شراب کے مٹکے میں غرق کر دینا۔
یعنی شیطان کو شہاب ثاقب سے مارا جاتا ہے
یعنی شراب کو افلاطون حکیم قرار دیا کیونکہ اس کے فیضان سے حکمت و دانائی کے راز کھلتے ہیں۔
یعنی مے نوشوں کی آنکھ سے نرگس کو شرمانا چاہیے۔
یعنی لالہ کا رخ خون آلود اسی وجہ سے ہے کہ وہ گردش کرتا ہے۔
یعنی چنگ نغمات کے پیچھے راز فاش کرتا ہے اس کے تار کاٹ دو۔
یعنی بیت الحرام اور کعبہ یعنی جب اگر نہ مرا تو شراب کے مٹکے کا اسی طرح طواف کروں گا جیسے کعبہ کا کیا جاتا ہے۔

خیز و در کاسۂ زر آب طربناک انداز — پیشتر زانکہ شود کاسۂ سر خاک انداز

اٹھو، اور سونے کے پیالے میں مستی والا پانی ڈال — اس سے پہلے کہ سر کا پیالہ خاکدان بنے

عاقبت منزلِ ما وادیٔ خاموشانست — حالیا غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز

انجام کار، ہماری منزل قبرستان ہے — اب فلک کے گنبد میں شور پیدا کر

بلک اس عور عہد والی کہ شلبہ تو نکنید — آتشے از جگرِ جام در املاک انداز

اس کیفیت کی ملک، مجھے معلوم ہے — جام کے جگر کی آگ کھیتوں میں لگا دے

بسر سبزِ تو اے سرو کہ چوں خاک شوم — ناز از سر بنہ و سایہ بر آں خاک انداز

اے سرو! تجھے اپنی سرسبزی کی قسم کہ جب میں خاک ہو جاؤں — ناز سر سے نکال دے اور اس خاک پر سایہ ڈال دے

دلِ ما را کہ زِ مارِ سرِ زلفِ تو بخست — از لبِ خود بشفا خانۂ تریاک انداز

ہمارے دل کو جو تیری زلف کے سانپ نے ڈسا ہے — اپنے ہونٹوں کے تریاق کے شفا خانہ میں ڈال دے

غسل در اشک زدم کاہلِ طریقت گویند — پاک شو اول و پس دیدہ بر آں پاک انداز

میں نے آنسوؤں سے غسل کیا اس لیے کہ اہلِ طریقت کہتے ہیں — پہلے پاک ہو جا، پھر اس پاک پر نظر ڈال

یا رب آں زاہدِ خود بیں کہ بجز عیب ندید — دودِ آہیش در آئینۂ ادراک انداز

اے خدا وہ خود بیں زاہد جس نے عیب کے سوا کچھ نہ دیکھا — اس کے پہچان کے آئینہ میں آہ کا دھواں ڈال دے

چشمِ آلودہ نظر از رخِ جاناں دور است — بر رخِ او نظر از آئینۂ پاک انداز

گندی نظر والی آنکھ دوست کے رخ سے دور ہے — پاک آئینہ سے اس کے رخ پر نظر ڈال

با چنیں دیدۂ آلودہ ترا نتواں دید — دیدہ از خود دہ و برخود نظرِ پاک انداز

ایسی گندی آنکھ سے تجھے نہیں دیکھا جا سکتا — ایسی آنکھ کو اپنے سے دور کر اور اپنے اوپر پاک نظر ڈال

چوں گل از نکہتِ او جامہ قبا کن حافظ — ویں قبا در رہِ آں قامتِ چالاک انداز

حافظ! پھول کی طرح اس کی خوشبو سے کپڑے پھاڑ ڈال — اور اس قبا کو اس چالاک قد کے راستہ میں پھینک دے

دلم ربودہ لولی وشیست شور انگیز — دروغ وعدہ و قتال وضع و رنگ آمیز

میرا دل ایک لولی صفت، شور انگیز کا اُچکا ہوا ہے — جو وعدہ خلاف، قاتل وضع اور رنگ آمیز ہے

فدائے پیرہنِ چاکِ ماہرویاں باد — ہزار جامۂ تقویٰ و خرقۂ پرہیز

حسینوں کے چاک لباس پر قربان ہوں — تقوے کے ہزار لباس اور پرہیزگاری کی گدڑیاں

فرشتہ عشق نداند کہ چیست قصہ مخواں — بخواہ جامِ شرابے بخاکِ آدم ریز

فرشتہ نہیں جانتا کہ عشق کیا ہے، قصہ مت سنا — شراب کا جام لا، آدم کی خاک پر ڈال دے

غلامِ آں کلماتم کہ آتش افروزد — نہ آب سرد زند در سخن بر آتشِ تیز

میں ان باتوں کا عاشق ہوں جو آگ بھڑکا دیں — نہ اس کا جو باتوں میں تیز آگ پر ٹھنڈا پانی چھڑکے

فقیر و خستہ بدرگاہت آمدم رحمے — کہ جز ولائے توام نیست ہیچ دستاویز

تیرے دربار میں فقیر اور خستہ ہو کر آیا ہوں، رحم کر — تیری دوستی کے علاوہ میرے پاس کوئی دستاویز نہیں ہے

ئہ جب تک عاشق آنسوؤں سے غسل نہ کر لے تب تک نہیں چھوٹے گا آئینہ پر آنکھ نے عدو حسن کا حق ہے اگر عیب بین ہو اس کا آئینہ ادراک بھی دھند آلود ہو جائے تاکہ اس میں کچھ نظر نہ آئے۔ اس کو مستی کے قدموں میں ڈال دینا چاہیے اور اس کو دنیا سے مست ہو کر کپڑے پھاڑ دے [illegible] کو کہا جاتا ہے۔ دروغ وعدہ یعنی اس کا کوئی وعدہ سچا نہیں ہے۔ قتال وضع وہ عاشقوں کو قتل کرتا ہے۔ رنگ آمیز یعنی وفا ظاہر میں ہے۔ فرشتے عشق سے خالی ہیں عشق صرف آدم کے خمیر میں ہے لہٰذا اس پر شراب محبت ڈالنی چاہیے۔ دستاویز جس سے مرحم کا مستحق بنتا ہوں۔

بیا کہ ہاتفِ میخانہ دوش با من گفت
آجا، اس لیے کہ شراب خانہ کے ہاتف نے کل مجھ سے کہا

کہ در مقامِ رضا باش و از قضا مگریز
کہ رضا کے مقام پر رہ اور قضا و قدر سے نہ بھاگ

پیالہ در کفنم بند تا سحر گہِ حشر
میرے کفن میں پیالہ باندھ دینا تاکہ حشر کی صبح کو

بمے ز دل ببرم ہولِ روزِ رستاخیز
شراب سے قیامت کے دن کے خوف کو دل سے دور کردوں

مباش غرہ ببازوے خود کہ ہر ساعت
اپنے بازوؤں پر گھمنڈ نہ کر، اس لیے کہ ہر وقت

ہزار شعبدہ بازد سپہرِ مہر انگیز
مہربان آسمان ہزار شعبدے کھیلتا ہے

میانِ عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست
عاشق اور معشوق کے درمیان کوئی آڑ نہیں ہے

تو خود حجابِ خودی حافظا از میاں برخیز
اے حافظ! تو خود اپنے لیے پردہ ہے درمیان سے اٹھ جا

درآ کہ در دلِ خستہ تواں در آید باز
آجا، تاکہ ٹوٹے ہوئے دل میں طاقت واپس آجائے

بیا کہ در دلِ مردہ رواں در آید باز
آجا، تاکہ مردہ دل میں پھر روح آجائے

بیا کہ فرقتِ تو چشمِ من چناں بربست
آجا، تیرے فراق نے میری آنکھیں اس طرح بند کردی ہیں

کہ فتحِ بابِ وصالت مگر کشاید باز
کہ شاید تیرے وصل کے دروازہ کا کھلنا ان کو پھر کھول دے

بپیشِ آئینۂ دل ہر آنچہ می آرم
میں دل کے آئینہ کے سامنے جو چیز بھی کرتا ہوں

بجز خیالِ جمالت نمی نماید باز
تیرے حسن کے خیال کے سوا، کچھ نہیں دکھاتا ہے

غمے کہ چوں سپہِ زنگ ملکِ دل بگرفت
جس غم نے زنگی سپاہیوں کی طرح دل کے ملک پر قبضہ کرلیا ہے

ز خیلِ شادیِ روم رخت زداید باز
تیرے روم جیسے چہرے کی خوشی کے لشکر سے زائل ہو جائیگا

بداں مثل کہ شب آبستن است بروز
اس مثل کی وجہ سے کہ رات دن سے حاملہ ہوا کرتی ہے

ستارہ مے شمرم تا کہ شب چہ زاید باز
ستارے گن رہا ہوں، دیکھوں کہ رات پھر کیا جنتی ہے؟

ز خوفِ بادیہ دل بد مکن بہ بند احرام
جنگل کے خوف سے دل رنجیدہ نہ کر، احرام باندھ لے

کہ مرد راہ نیندیشد ار چہ ناید باز
اس لیے کہ مرد راہ فکر نہیں کرتا ہے، خواہ وہ واپس نہ آئے

بیا کہ بلبلِ مطبوعِ خاطرِ حافظ
آجا، حافظ کی طبیعت کی پسندیدہ بلبل

ببوئے گلشنِ وصلِ تو می سراید باز
تیرے وصل کے باغ کی خوشبو کے لیے پھر چہک رہی ہے

روزِ عیش و طرب و ماہِ صیام ست امروز
آج عیش اور مستی اور رمضان کے مہینہ کا دن ہے

کامِ دل حاصل و ایام بکام ست امروز
آج دل کا مقصد حاصل ہے اور زمانہ مقصد کے مطابق ہے

گو عروسِ فلکی رخ منمائے از شرق
کہہ دو آسمانی دلہن مشرق سے چہرہ نہ دکھائے

کہ مرا دیدنِ آں ماہِ تمام ست امروز
اس لیے کہ آج مجھے اس مکمل چاند کو دیکھنا ہے

زاہدے را کہ نبودے بجز صوامع جائے
وہ زاہد جس کے نزدیک عبادت خانوں کی طرح کوئی جگہ نہ تھی

بیں کہ در کنجِ خرابات مقام ست امروز
دیکھو خرابات کے گوشہ میں آج اس کا مقام ہے

ا اخلاقی تعلیم ہے، راضی رہنا چاہیے، قضا سے بھاگنا ممکن نہیں ہے۔
۲ کفن میں شراب کا پیالہ رکھ دے تاکہ قیامت کی پریشانیاں کو شراب پی کر دور کر سکوں۔
۳ انسان کی خودی بڑا پردہ ہے، یہ اٹھ جاتے تو وصال میسر آجاتا ہے۔
۴ اب آنکھ کا کھلنا بجز وصال کے ممکن نہیں ہے۔
۵ دل کے آئینہ سے محبوب کے سوا سب خیال مٹ گئے ہیں۔
۶ غم کو زنگی سپاہیوں کے لشکر سے اور معشوق کے رخ کو رومیوں کے لشکر سے تعبیر کیا ہے۔
۷ عاشق کے لئے خطرات سے متاثر نہ ہونے چاہئیں۔
۸ عروس سے اشارہ افق سے سورج اور ماہِ تمام سے معشوق مراد ہے۔

شعر: [illegible]

۹ زاہد پہلے عبادت خانوں کے سوا کسی جگہ کو ٹھیک نہ سمجھتا تھا، اب شراب خانہ میں مقیم ہے۔

صبح دم بلبلِ مست از چہ سبب می نالد
مست بلبل صبح کے وقت کیوں نالاں ہے؟

کار او چوں ز بہاراں بہ نظام ست امروز
جبکہ آج اس کا نظام بہاروں کی وجہ سے ٹھیک ہے

محتسب بیہدہ گو پند مدہ رنداں را
محتسب سے کہدو رندوں کو بیہودہ نصیحت مت کرے

کانکہ با شاہد و مے نیست کدام ست امروز
آج وہ کون ہے جو معشوق اور شراب کے ساتھ نہیں ہے؟

شیخ واعظ کہ مرا منع ز زلفش کردے
وہ واعظ شیخ، جو مجھے اس کی زلف سے روکتا تھا

دیدمش باز کہ چوں مرغ بدام ست امروز
پھر میں نے اسے دیکھا تو جال میں پرندے کی طرح پھنسا ہے

گو بگویند خلائق کہ کنوں حافظ را
کہدو کہ لوگ کہیں کہ اب حافظ کی

چشم بر روئے نگار و لبِ جام ست امروز
نظر محبوب کے چہرے اور جام کے لب پر ہے

زلفین سیہ غم بخم اندر زدہ باز
تو نے پھر اپنے گھنگھرالے بالوں کو پیچ در پیچ کیا ہے

وقتِ منِ شوریدہ بہم بر زدہ باز
مجھ دیوانے کے وقت کو پھر برہم کیا ہے

زاں روئے نکو چشم بداں دور کہ امروز
اس خوبصورت چہرے سے خدا کرے بد نظری دور رہے

بر مہ زدہ طعنہ و بر خور زدہ باز
تو نے چاند پر طعنہ زنی کی ہے اور پھر سورج پر

بر ساغرِ عیشم زدہ سنگ ولیکن
میرے عیش کے ساغر پر تو نے پتھر مارا ہے لیکن

با تو چہ تواں گفت کہ ساغر زدہ باز
تجھے کیا کہا جا سکتا ہے کہ تو نے پھر ساغر چڑھا لیا ہے

از دودِ دلِ خستہ ام اے دوست حذر کن
اے دوست میرے زخمی دل کے دھوئیں سے بچ

کآتش بمنِ سوختہ دل بر زدہ باز
کیونکہ مجھ دل جلے کو تو نے پھر آگ لگا دی ہے

من سر چو قلم بر سرِ سودائے تو دارم
قلم کی طرح میں تیرے عشق پر سر دھرتا ہوں

با آنکہ منِ سر زدہ را سر زدہ باز
اس کے باوجود کہ مجھ سر کٹے کا تو نے پھر سر کاٹ دیا ہے

نقدِ سرۂ قلب کہ پالودہ ام از چشم
دل کے خالص نقد کو جس کو میں نے آنکھوں سے صاف کیا

بر سکۂ رویم ہمہ بر زر زدہ باز
میرے چہرے کے سکے پر تو نے پھر سونے پر مارا ہے

از غالیہ بر ہم زدہ خوش شکر و قند
خوشبو کی وجہ سے تو نے شکر و قند کو اچھی طرح برہم کیا ہے

امروز ہمہ بر گل و شکر زدہ باز
آج پھر گل اور شکر پر تو نے حملہ کیا ہے

شہبازِ غمت راست کبوتر دلِ حافظ
تیرے غم کے باز کے لئے حافظ کا دل کبوتر ہے

ہشدار کہ بر صیدِ کبوتر زدہ باز
ہوشیار رہو کہ تو نے باز کو کبوتر کے شکار پر چھوڑا ہے

صبا بمقدمِ گل راحِ روح بخشد باز
پھول کی آمد پر صبا پھر روح کو راحت بخشتی ہے

کجاست بلبلِ خوشگوئے گو برآر آواز
خوش الحان بلبل کہاں ہے، کہدو کہ چہکے

دلا ز ہجر مکن نالہ زانکہ در عالم
اے دل ہجر سے نالاں نہ ہو، اس لیے کہ دنیا میں

غمست و شادی و خار و گل و نشیب و فراز
غم ہے اور خوشی، اور خار ہے اور گل، اور نیچ ہے اور اونچ

۱؎ محبوب کا چہرہ چاند اور سورج پر طعنہ زنی کر رہا ہے۔
۲؎ چونکہ محبوب مست ہے لہٰذا مستی کی جو گڑگڑی ہے اس پر ملامت نہیں ہو سکتی ہے۔
۳؎ میرے دل میں آگ لگی ہوئی ہے اس کے دھوئیں سے ڈر اور زیادہ نہ جلا۔
۴؎ جس طرح قلم تراشا جاتا ہے اور پھر سیاہی میں سر دھرتا ہے اسی طرح میں سر کٹنے کے باوجود سودائے عشق پر سر دھرے ہوں۔
۵؎ جو سکہ میں نے دل کے سونے کو گیا تھا اب محبوب نے میرے رخساروں کو بھی سونے کی طرح زرد کر دیا ہے۔
۶؎ موسم بہار آ گیا جو روح افزا ہے بلبل کو چہکنا چاہیے۔

دو تا شدم چو کماں از غم و نمی گویم
میں غم سے کمان کی طرح دہرا ہو گیا ہوں اور کہتا نہیں ہوں

ہنوز ترک کمان ابروان تیر انداز
اب بھی تیر انداز کمان جیسے ابرو والوں کو چھوڑنے کا

حکایت شب ہجراں بدشمناں مکنید
ہجر کی رات کا قصہ دشمنوں کو مت سناؤ

کہ نیست سینۂ ارباب کینہ محرم راز
اس لیے کہ کینہ والوں کا سینہ، محرم راز نہیں ہے

ز طرۂ تو پریشانیٔ دلم شد فاش
میرے دل کی پریشانی تیرے طرہ سے ظاہر ہو گئی

ز مشک نیست غریب آرے ار بود غماز
ہاں مشک پر تعجب نہیں ہے اگر وہ چغلخور ہو

ہزار دیدہ بروئے تو ناظرند و تو خود
ہزاروں آنکھیں تیرے چہرے کو دیکھنے والی ہیں اور تو خود

نظر بروئے کسے بر نمی کنی از ناز
کسی کے چہرہ پر ناز کی وجہ سے نظر نہیں ڈالتا ہے

اگر بسوزدت اے دل ز درد نالہ مکن
اے دل اگر محبوب تجھکو جلا دے تو درد سے نالہ مت کر

دم از محبت او می زن و بجد بساز
اس کی محبت کا دم بھر اور درد کو گوارا کر

غبار خاطر ما چشم خصم کور کند
ہمارے دل کا غبار دشمن کی آنکھ کو اندھا کرتا ہے

تو رخ بخاک نہ اے حافظ از مقام نیاز
اے حافظ نیاز مندی سے تو خاک پر چہرہ رکھدے

مستم از بادۂ شبانہ ہنوز
رات کی شراب سے میں اب تک مست ہوں

ساقیٔ ما نرفت خانہ ہنوز
ہمارا ساقی، ابھی گھر نہیں گیا

میکشد ایں غمم کہ میگوید
مجھے یہ غم مارے ڈالتا ہے کہ وہ کہتا ہے

توبہ کردی ز عشق یا نہ ہنوز
کہ تو نے ابھی تک، عشق سے توبہ کی ہے یا نہیں

چشم مستش ز غمزۂ جادو
اس کی مست آنکھ، جادو کی ادا سے

میزند تیر بر نشانہ ہنوز
ابھی تک نشانہ پر تیر چلاتی ہے

دُرّ دریائے عشق می طلبی
تو عشق کے سمندر کا موتی طلب کرتا ہے

جاں نیاوردہ در میانہ ہنوز
جان کو ابھی تک درمیان میں نہیں لایا ہے

نازنینا ز عشق تو باللہ
اے نازنین! تیرے عشق سے، خدا کی قسم

عالمے توبہ کرد و ما نہ ہنوز
ایک جہاں نے توبہ کر لی اور ہم نے اب تک نہیں کی ہے

ہست مجلس بر آں قرار کہ بود
مجلس اسی طرح پر ہے جیسا کہ تھی

ہست مطرب بر آں ترانہ ہنوز
مطرب ابھی تک اسی ترانہ پر ہے

حافظ خستہ در میاں آمد
عاجز، حافظ درمیان میں آگیا

میکند یار ازو کرانہ ہنوز
دوست، اب تک اس سے کنارہ کرتا ہے

منم غریب دیار و توئی غریب نواز
میں پردیسی ہوں، اور تو پردیسی کو نوازنے والا ہے

دمے بحال غریب دیار خود پرداز
تھوڑی دیر کے لیے اپنے پردیسی کی حالت پر توجہ کر

۱ـ اگرچہ عشق میں کمان بن گیا ہوں لیکن اسکی ابرو کی کمان کو چھوڑنے کو تیار نہیں ہوں۔

۲ـ میرے دل کی پریشانی تیرے گیسو نے ظاہر کر دی ہے وہ مشک ہے اور مشک چغلخور ہوتا ہی ہے

۳ـ دریائے عشق سے اس وقت تک موتی ہاتھ نہیں لگتا جب تک انسان جان کی بازی نہ لگائے۔

۴ـ دوسروں کا عشق ناپائیدار تھا ہمارا عشق پائدار ہے۔

۵ـ چونکہ حافظ مجلس میں آگیا اس لیے یار نے کنارہ کشی کر لی۔

بہر کمند کہ خواہی بگیر و بازم بند
تو جس کمند سے چاہے مجھے پکڑ لے اور پھر باندھ

بشرط آنکہ ز کارم نظر نگیری باز
اس شرط پر کہ تو پھر میرا مقصد سے نظر نہ پھیرے

بر آستین خیال تو می دہم بوسہ
میں تیرے خیال کی آستین کو چومتا ہوں

بر آستان وصالت چو نیست دست نیاز
جبکہ عاجزی کا ہاتھ تیرے وصل کی چوکھٹ پر نہیں ہے؟

نہ ایں زماں من شوریدہ دل نہادم روی
مجھ شوریدہ دل نے صرف اسی وقت چہرہ نہیں دھرا

بر آستان تو کاندر ازل نہادم باز
تیری چوکھٹ پر، بلکہ ازل میں بھی رکھ دیا تھا

دلا منال ز شامے کہ صبح در پئے اوست
اے دل اس شام سے نالاں نہ ہو جس کے پیچھے صبح ہے

کہ نیش و نوش بہم باشد و نشیب و فراز
اس لیے کہ ڈنک اور شہد اور نیچ اونچ ساتھ ہوتی ہے

گرم چو خاک زمیں خوار می کنی سہل ست
اگر تو مجھے زمین کی خاک کی طرح ذلیل کرے، آسان ہے

خرام می کن و بر خاک سایہ می انداز
ناز سے چل اور خاک پر سایہ ڈال دے

درون سینہ دلم چوں کبوتراں بطپید
میرا دل سینہ میں کبوتروں کی طرح تڑپتا ہے

چہ آتشے ست کہ بر جان ما نہادی باز
یہ کیا آگ ہے جو تو نے پھر ہماری جان میں لگا دی؟

خیال قد بلند تو می کند دل من
میرا دل تیرے بلند قد کا خیال کرتا ہے

تو دست کوتہ من بین و آستین دراز
تو میرے کوتاہ ہاتھ اور لمبی آستین کو دیکھ

حدیث درد من اے مدعی نہ امروز ست
اے رقیب! میرے درد کا قصہ آج کا نہیں ہے

کہ حافظ از ازل او رند بود و شاہد باز
بلکہ وہ حافظ تو ازل سے رند اور شاہد باز تھا

منم کہ دیدہ بدیدار دوست کردم باز
میں ہوں جس نے دوست کے دیدار پر آنکھ کھولی ہے

چہ شکر گویمت اے کارساز بندہ نواز
اے کام بنانے والے، غلام کو نوازنے والے! تیرا کس طرح شکریہ ادا کروں

نیاز مند بلا گو رخ از غبار مشوی
عشق کے نیاز مند کو کہہ دو کہ رخ سے غبار کو دھوئے

کہ کیمیائے مرادست خاک کوئے نیاز
نیاز کے کوچہ کی خاک، مراد کی کیمیا ہے

بیک دو قطرہ کہ ایثار کردی اے خواجہ
اے خواجہ! ان ایک دو قطروں کی وجہ سے جو تو نے قربان کئے

بسا کہ در رخ دولت کنی کرشمہ و ناز
تو دولت کے چہرہ پر بہت کچھ کرشمہ و ناز کر رہا ہے

طہارت ار نہ بخون جگر کند عاشق
اگر عاشق جگر کے خون سے وضو نہ کرے

بقول مفتی عشقش درست نیست نماز
عشق کے مفتی کے بقول اس کی نماز درست نہیں ہے

ز مشکلات طریقت عناں متاب اے دل
اے دل! طریقت کی مشکلات سے باگ نہ موڑ

کہ مرد راہ نیندیشد از نشیب و فراز
اس لیے کہ راستہ کا مرد نیچ اونچ کی فکر نہیں کرتا ہے

دریں مقام مجازی بجز پیالہ مگیر
اس مجازی مقام میں پیالے کے سوا نہ تھام

دریں سراچہ بازیچہ غیر عشق مباز
اس کھیل کود کی سرائے میں عشق کے علاوہ کوئی کھیل نہ کھیل

من از نسیم سخن چیں چہ طرف بر بندم
میں چغلخور نسیم سے کیا تعلق پیدا کروں؟

چو سرو راست دریں باغ نیست محرم راز
جبکہ سیدھا سرو بھی اس باغ میں محرم راز نہیں ہے

۱ اگر دل کو تھام لیا ہوتا ہے تو عشق کی قید و بند آسان ہے۔
۲ ہم محبوب کے آستانہ پر ازل سے سر دھرے ہیں۔
۳ ہمیں خاک کی طرح ذلیل ہونا منظور ہے بشرطیکہ محبوب کا سایہ پڑ جائے۔
۴ خدا کا شکر ہے کہ مجھے دوست کا دیدار حاصل ہے۔
۵ چونکہ میں نے عشق میں دو چار آنسو بہائے ہیں مجھے دولت عشق حاصل ہے۔
۶ نماز عشق کا وضو خون جگر سے ہوتا ہے۔
۷ طریقت میں بہت سی مشکلات آتی ہیں ان سے گھبرانا نہ چاہیے
۸ دنیا کا مقام چند روزہ ہے، اس لئے یہ مجازی مقام ہے، حقیقی مقام عالم آخرت ہے۔ دنیا بازیچۂ اطفال ہے یہاں عشقبازی ہونی چاہیے۔

اگرچہ حسنِ تو از عشقِ غیر مستغنی ست ۔ من آں نیم کہ ازیں عشقبازی آیم باز

گرچہ تیرا حسن، غیر کے عشق سے بے نیاز ہے ۔ میں وہ نہیں ہوں کہ اس عشقبازی سے باز آجاؤں

غزل سرائیِ ناہید صرفہ ئی نبرد

زہرہ کا گانا، غالب نہیں آسکتا

دراں مقام کہ حافظ برآورد آواز

جس جگہ حافظ آواز نکالے

ہزار شکر کہ دیدم بکامِ خویشت باز ۔ ترا بکامِ خود و با تو خویش را دمساز

ہزار شکر ہے کہ میں نے پھر تجھے اپنے مقصد کے موافق دیکھا ۔ تجھے اپنے منشا کے مطابق اور اپنے آپ کو تیرے ساتھ موافق دیکھا

روندگانِ حقیقت رہِ بلا سپرند ۔ رفیقِ عشق چہ غم دارد از نشیب و فراز

حقیقت پر چلنے والے، مصیبت کا راستہ طے کرتے ہیں ۔ عشق کا ساتھی نیچ اور اونچ کا کیا غم کرے!

غمِ حبیب نہاں بہ ز جستجوئے رقیب ۔ کہ نیست سینۂ اربابِ کینہ محرمِ راز

رقیب کے دریافت کرنے پر دوست کا غم چھپانا بہتر ہے ۔ اس لیے کہ کینہ والوں کا سینہ محرمِ راز نہیں ہے

چہ فتنہ بود کہ مشاطۂ قضا انگیخت ۔ کہ کرد نرگسِ مستش سیہ بسرمۂ ناز

کیا فتنہ تھا جو قضا کی مشاطہ نے اٹھایا ۔ کہ اس کی مست نرگس کو ناز کے سرمے سے سیاہ کردیا

بدیں سپاس کہ مجلس منورست بدوست ۔ گرت چو شمع جفائے رسد بسوز و بساز

اس شکریہ میں کہ دوست سے مجلس روشن ہے ۔ اگر شمع کی طرح تجھ پر ظلم ہو، جل اور موافقت کر

مقامِ اہلِ سعادت ملامتست اے دل ۔ کز ایں بہست براِشاں درِ سعادت باز

اے دل! سعادت مندوں کا مقام ملامت ہے ۔ اُن پر اسی راستہ سے سعادت کا دروازہ کھلا ہے

ملامتے کہ بروئے من آمد از غمِ عشق ۔ ز اشک پرس حکایت کہ من نیم غماز

وہ ملامت جو عشق کے غم کی وجہ سے مجھ پر ہوئی ۔ آنسو سے دریافت کرلے میں چغلخور نہیں ہوں

امیدِ قدِ تو می داشتم ز بختِ بلند ۔ نسیمِ زلفِ تو می خواستم ز عمرِ دراز

میں بلند نصیبہ سے تیرے قد کی امید رکھتا تھا ۔ دراز عمر سے، تیری زلف کی خوشبو چاہتا تھا

بہ نیم بوسہ دعائے بخر ز اہلِ دلے ۔ کہ کیدِ دشمنت از جان و جسم دارد باز

کسی صاحبِ دل سے آدھا بوسہ دیکر دعا خریدلے ۔ تاکہ تیری جان اور جسم کو دشمن کے مکر سے بچائے

زبانِ بازیِ شبانہ نگشتہ ام واقف ۔ بحالِ من ز ترحم بہ نیم شب پرداز

میں رات کی باتے بابت سے واقف نہیں ہوا ہوں ۔ رحم کرکے آدھی رات میرے حال پر دھیان دے

فگند زمزمۂ عشق در حجاز و عراق

حجاز اور عراق میں عشق کی گونج پیدا کردی

نوائے بانگِ غزلہائے حافظِ شیراز

حافظِ شیراز کی غزلوں کی آواز نے

ا۔ حسنِ محبوب جو ہمارے عشق سے بے نیاز ہے ہم اس کے حسن کے نیازمند ہیں۔

۲۔ ناہید، زہرہ ستارہ کو کہتے ہیں، اس کو آسمان کی مطربہ مانا گیا ہے۔

۳۔ راہِ حقیقت راہِ عشق ہے۔ عاشق کو نشیب و فراز کی پرواہ نہیں ہوتی ہے۔

۴۔ آنکھ مستی کی وجہ سے خود ہی فتنہ بپا کر رہی تھی سرمے نے اس کی فتنہ گری کو اور بڑھا دیا۔

۵۔ بوسہ کے عوض دعا لے سکو تو مصیبتوں سے محفوظ ہے۔

۶۔ حافظ کی عشقیہ غزلوں نے فارس سے گذر کر حجاز اور عراق میں عشق کی دھوم مچادی۔

ردیفِ سینِ مُہملہ

اے صبا گر بگذری بر ساحلِ رودِ ارسؔ — بوسہ زن بر خاکِ آن وادی و مُشکیں کن نفس
اے صبا اگر تو دریائے ارس کے ساحل پر سے گزرے — اس وادی کی خاک کو بوسہ دے اور سانس کو مشکیں بنائے

منزلِ سلمیٰ کہ بادش ہر دم از ما صد سلام — پر صدائے ساربان بینی و آہنگِ جرس (ق)
سلمیٰ کی منزل کو جس پر ہماری جانب سے ہر دم سو سلام ہوں — تو ساربان کی صدا، اور گھنٹے کی آواز پر دیکھے

محملِ جاناں ببوس آنگہ بزاری عرضہ دار — کز فراقت سوختم اے مہرباں فریاد رس
جاناں کے کجاوہ کو بوسہ دے پھر عاجزی سے عرض کرنا — کہ تیرے فراق میں جل گیا ہوں، اے مہربان فریاد کو پہنچ

عشرتے شبگیر کن مے نوش کاندر راہِ عشق — شبرواں را آشنائیہاست با میرِ عسس
پچھلی رات کا عیش کر، شراب پی، اس لیے کہ عشق کے راستہ میں — چوروں کے کوتوال سے تعلقات ہوتے ہیں

دل برغبت می سپارد جاں بچشمِ مستِ یار — گرچہ ہشیاراں ندادند اختیارِ خود بکس
یار کی مست آنکھ پر دل خوشی سے جان دیتا ہے — اگرچہ عقلمندوں نے اپنا اختیار کسی کو نہیں دیا ہے

منکرِ قولِ ناصحاں می خواندمے بانگِ رباب — گوشمالے خوردم از ہجراں کہ اینم پند بس
میں جو کہ نصیحت کرنے والوں کی بات کو رباب کی آواز سمجھتا تھا — ہجر نے میرے ایسے کان اینٹھے کہ مجھے یہ نصیحت کافی ہے

طوطیاں در شکرستاں کامرانی می کنند — وز تحسّر دست بر سر می زند مسکیں مگس
شکرستان میں طوطیاں مزے اڑا رہی ہیں — مکھی بیچاری، حسرت میں سر پر دو ہتھڑ مار رہی ہے

عشقبازی کارِ بازی نیست اے دل سر بباز — زانکہ گوئے عشق نتواں زد بچوگانِ ہوس
عشقبازی کھیل کود نہیں ہے اے دل سر کی بازی لگا — اس لیے کہ ہوس کے بلّے سے عشق کی گیند نہیں لیجائی جا سکتی ہے

نامِ حافظ گر برآید بر زبانِ کلکِ دوست
اگر حافظ کا نام دوست کے قلم کی زبان پر آ جائے

از جنابِ حضرتِ شاہم بس است ایں ملتمس
جنابِ حضرت بادشاہ سے میری صرف یہی درخواست ہے

بوئے بہار آمد بنال اے بلبلِ شکیں نفس — ور بجائے بندی ہمچو من فریاد می کن در قفس
اے مشک جیسے سانس والی بلبل! نالہ کر بہار کی خوشبو آئی ہے — اگر تو قید ہے تو پنجرہ میں میری طرح فریاد کر

من بر سرِ کوئے تو اے آرامِ جاں شب تا سحر — فریاد و آہ و نالہ از جاں برآید چوں جرس
اے راحتِ جاں! رات بھر صبح تک تیرے کوچہ میں — فریاد اور آہ اور نالہ میری جان سے گھنٹے کی طرح نکلتا ہے

ہر چند می داری مرا دور از لبِ شیریں خود — آئیم روانے باز پس پیشِ تو اے جاں چوں مگس
تو جتنا بھی مجھے اپنے شیریں لب سے دور کرتا ہے — اے جان میں مکھی کی طرح فوراً لوٹ کر تیرے سامنے آ جاتا ہوں

خود ہر کرا سیم و زر است از دزد می ترسد مدام — آنکس کہ فعلش شد چو من ترسے ندارد از عسس
جس کے پاس چاندی اور سونا ہے، وہ ہمیشہ چور سے ڈرتا ہے — جس کا کام میری طرح ہو گیا اسے سپاہی کا کوئی ڈر نہیں ہوتا ہے

---

۱ ان تینوں شعروں کا مطلب یہ ہے کہ اے صبا جب تو سلمیٰ معشوق کی منزل پر پہونچے تو محمل کو بوسہ دینا اور پھر اس سے ہمارا حالِ زار عرض کر دینا۔

۲ ارس ایک نہر کا نام ہے جو آذربائیجان کے کنارے پر بہتی ہے

۳ رات میں خوب مستی کر اور کوتوال سے نہ ڈر اس لیے کہ عموماً کوتوال رات کے ... سے ... ساز باز رکھتے ہیں۔

۴ یعنی تفریح کی بات جو نا قابلِ عمل ہوتی ہے۔

۵ ممکن ہے اس جگہ بھی شاہ سے سلطان احمد جلائر والیِ بغداد مراد ہو جو حافظ کا بہت زیادہ قدردان تھا۔

۶ تیرے ہونٹ شکرستان ہیں اور ہم ان کی مکھی ہوں۔

۷ جس کے پاس مال ہو وہ چوروں سے ڈرے مفلس کو کوتوال کا کوئی خوف نہیں ہوتا

گر پند خواہی دادنم ور بند خواہی کردنم — ہرگز نخواہد شد بروں ما را ازیں سر ایں ہوس

خواہ تو مجھے نصیحت کرنا چاہے، خواہ قید — ہمارے اس سر سے یہ ہوس ہرگز نہ نکلے گی

چوں حافظ دلخستہ را ہر دم ز فریاد آوری

جبکہ خستہ دل حافظ کو تو ہمیشہ فریاد میں مبتلا رکھتا ہے

اے ترک شہر آشوب من بارے بفریادم برس

اے شہر کو فتنہ میں مبتلا کرنے والے میرے ترک ایک بار تو فریاد کو پہنچ

جاناں ترا کہ گفت کہ احوال ما مپرس — بیگانہ گرد و قصۂ ہیچ آشنا مپرس

اے محبوب تجھ سے کس نے کہا ہے کہ ہمارے حالات نہ پوچھ — بیگانہ بن جا اور کسی آشنا کی بات نہ پوچھ

آنجا کہ لطف شامل و خلق کریم تست — جرم گذشتہ عفو کن و ماجرا مپرس

جبکہ تیری عام مہربانی ہے اور عمدہ اخلاق ہیں — پچھلی خطا کو معاف کر دے اور گذشتہ باتیں نہ پوچھ

خواہی کہ روشنت شود احوال سر عشق — از شمع پرس قصہ ز باد صبا مپرس

اگر تو چاہتا ہے کہ عشق کے راز تجھ پر روشن ہو جائیں — شمع سے قصہ پوچھ، باد صبا سے نہ پوچھ

ہیچ آگہی ز عالم درویشیش نبود — آنکس کہ با تو گفت کہ درویش را مپرس

اس کو درویشی کی دنیا کی کچھ واقفیت نہ تھی — جس نے تجھ سے کہا کہ بیچارے درویش کو نہ پوچھ

از دلق پوش صومعہ نقد طلب مجوی — یعنی ز مفلساں سخن کیمیا مپرس

عبادت خانہ کے گدڑی پہننے والے سے نقد عیش نہ ڈھونڈ — یعنی مفلسوں سے کیمیا کی بات دریافت نہ کر

در دفتر طبیب خرد باب عشق نیست — اے دل بدرد خو کن و نام دوا مپرس

عقل کے طبیب کی کتاب میں عشق کا باب نہیں ہے — اے دل درد کی عادت ڈال اور دوا کا نام نہ پوچھ

نقش حقوق خدمت و اخلاص و بندگی — از لوح سینہ محو کن و نام ما مپرس

خدمت اور اخلاص اور بندگی کے حقوق کا نقش — سینہ کی تختی سے مٹا دے، اور ہمارا نام نہ پوچھ

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم — از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

ہم نے سکندر اور دارا کے قصے نہیں پڑھے ہیں — ہم سے محبت اور وفا کے قصہ کے علاوہ نہ پوچھ

من ذوق درد عشق تو دانم نہ مدعی — از شعلہ پرس حال ز پروانہ وا مپرس

میں تیرے درد عشق کا ذائقہ جانتا ہوں نہ کہ رقیب — شعلہ سے حال پوچھ، پروانہ سے نہ پوچھ

حافظ رسید موسم گل معرفت مخواں

اے حافظ پھول کا موسم آ گیا معرفت کے قصے نہ سنا

دریاب نقد عمر ز چون و چرا مپرس

زندگی کا نقد حاصل کر لے اور چون و چرا کے متعلق نہ پوچھ

دارم از زلف سیاہش گلہ چنداں کہ مپرس — کہ چناں زو شدہ ام بے سر و ساماں کہ مپرس

تیری کالی زلف سے مجھے اتنا شکوہ ہے کہ کچھ نہ پوچھ — کیونکہ میں اس کی وجہ سے اس قدر بے سر و ساماں ہو گیا ہوں کہ نہ پوچھ

کس بامید وفا ترک دل و دیں مکناد — کہ چناں من ازیں کردہ پشیماں کہ مپرس

وفا کی امید پر کوئی دل اور دین کو نہ چھوڑے — میں اس چیز کے کرنے سے اتنا شرمندہ ہوں کہ نہ پوچھ

لے جبکہ ہر وقت فریاد کرتا ہوا جا رہا ہے، ایک بار تو فریاد رسی کر دے۔

لے تیرے اخلاق کا تقاضا ہے کہ پہلی خطائیں معاف کر دے اور گذشتہ باتوں کی باز پرس نہ کر۔

لے شمع عاشق صادق ہے، صبا ہرجائی ہے۔

لے جس نے درویشوں سے بے تعلقی کا مشورہ دیا ہے، وہ درویشوں کی حقیقت سے بے خبر ہے۔

لے عبادت خانے والے تو مفلس ہیں، ان کو کیمیا نہیں آتی ہے۔

لے عقل کی کتاب میں عشق کا باب نہیں ہے، لہذا عقل سے عشق کی دوا دریافت کرنا بے کار ہے۔

لے جب معشوق کی قید میں دین اور دل چھوڑ بیٹھے، اب شرمندہ ہیں۔

بہر یک جرعہ کہ آزار کسش در پے نیست
ایک گھونٹ کے لئے جس کا نقصان کسی کو نہیں ہے

زحمتے می کشم از مردمِ ناداں کہ مپرس
نادان انسانوں کی اس حد تک تکلیفیں برداشت کرتا ہوں کہ نہ پوچھ

گوشہ گیری و سلامت ہوسم بود ولے
میری خواہش گوشہ گیری اور سلامتی کی تھی لیکن

فتنہ می کند آں نرگس فتاں کہ مپرس
وہ فتنہ ڈالنے والی نرگس ایسا فتنہ پیدا کرتی ہے کہ نہ پوچھ

زاہد از ما بسلامت بگذر کاں مے لعل
اے زاہد ہمارے پاس سے سلامتی سے گذر جا اس لئے کہ یہ شراب

دل و دیں می برد از دست بدانساں کہ مپرس
اس طرح ہاتھ سے دل اور دین لے جاتی ہے کہ نہ پوچھ

گفتم از گوئے فلک صورت حالے پرسم
میں نے کہا، آسمان کی گیند سے صورت حال دریافت کروں

گفت آں می کشم اندر خم چوگاں کہ مپرس
اس نے کہا اس کو بلے کے خم میں ایسا کھینچوں گا کہ نہ پوچھ

گفتمش زلف بکین کہ کشادی گفتا
میں نے اس سے کہا، کس سے دشمنی کے لئے تو نے زلف کھول رکھی

حافظ ایں قصہ دراز است بقرآں کہ مپرس
حافظ یہ قصہ دراز ہے، تجھے قرآن کی قسم نہ پوچھ

دردِ عشقے کشیدہ ام کہ مپرس
میں نے عشق کا ایسا درد برداشت کیا ہے کہ نہ پوچھ

زہرِ ہجرے چشیدہ ام کہ مپرس
میں نے فراق کا ایسا زہر چکھا ہے کہ نہ پوچھ

گشتہ ام در جہان و آخر کار
میں دنیا میں بہت پھرا ہوں اور آخرکار

دلبرے برگزیدہ ام کہ مپرس
ایسا دلبر چن لیا ہے کہ نہ پوچھ

آنچناں در ہوائے خاکِ درش
اس کے دروازے کی خاک کی ہوس میں اس طرح

میرود آبِ دیدہ ام کہ مپرس
میرے آنکھ سے آنسو بہتے ہیں کہ نہ پوچھ

بے تو در کلبۂ گدائی خویش
اپنی فقیری کی کٹیا میں تیرے بغیر

رنجہائے کشیدہ ام کہ مپرس
وہ رنج برداشت کئے ہیں میں نے کہ نہ پوچھ

من بگوشِ خود از دہانش دوش
کل میں نے اس کے منہ سے اپنے کانوں سے

سخنانے شنیدہ ام کہ مپرس
وہ باتیں سنی ہیں کہ نہ پوچھ

سوئے من لب چہ میگزی کہ مگوی
میری طرف ہونٹ کیوں چباتا ہے کہ نہ کہہ

لبِ لعلے گزیدہ ام کہ مپرس
میں نے ایسا سرخ ہونٹ چوما ہے کہ نہ پوچھ

ہمچو حافظ غریب در رہِ عشق
پردیسی حافظ کی طرح عشق کی راہ میں

بمقامے رسیدہ ام کہ مپرس
ایسے مقام پر پہونچ گیا ہوں کہ نہ پوچھ

در ضمیر ما نمی گنجد بغیر از دوست کس
ہمارے دل میں دوست کے سوا کسی کی گنجائش نہیں ہے

ہر دو عالم را بدشمن دہ کہ ما را دوست بس
دونوں جہان دشمن کو دیدے اس لئے کہ ہمیں دوست کافی ہے

یارِ گندم گونِ ما گر میل کردے نیم جو
ہمارا گندم گوں محبوب اگر آدھا جو بھی جھکا دیتا

ہر دو عالم پیش چشم ما نمودے یک عدس
دونوں جہان ہماری نظر میں ایک مسور کا دانہ نظر آتے

۱؎ ایک گھونٹ شراب کسی کا کیا بگاڑ سکتی ہے جو لوگ مجھے اس قدر ستاتے ہیں۔
۲؎ شاید تمہارا پیالہ اور دین بہا کر لیجائے اور یہ شراب تباہ کر دیگی۔
۳؎ میں نے کہا آسمان سے صورت حال معلوم کروں گا اس پر وہ بولا میرے سامنے آسمان کی کیا حقیقت ہے۔

[illegible] جو ایسی حرکت عاشق کو پریشان کرتا ہے۔
۵؎ ایسا محبوب چنا ہے جس کی خوبیاں ناقابل بیان ہیں۔
۶؎ محبوب نے مجھ سے ایسی کچھ باتیں کہیں جو ناقابل بیان ہیں۔
۷؎ تو مدد کرنے کے لئے چاہے جس قدر اشارے کرے میں اس کے ذکر سے باز نہ آؤں گا۔
۸؎ ہمیں دوست درکار ہے لہٰذا دونوں جہاں رقیب کو دیدو۔

میروی چوں شمع و جمعے از پس و پیشت دواں
تو شمع کی طرح جاتا ہے اور ایک مجمع آگے پیچھے دوڑتا ہے

نے غلط گفتم نباشد شمع را خود پیش و پس
نہیں میں نے غلط کہا، خود شمع کا آگا پیچھا نہیں ہوتا ہے

غافلست آں کو بشمشیر از تو می پیچد عناں
وہ نادان ہے جو تلوار کے باعث تجھ سے باگ توڑتا ہے

قدر لذت مگر نیکو نمیداند مگس
شاید مکھی اچھی طرح شکر کی لذت کو نہیں جانتی ہے

خاطرم وقتے ہوس کردے کہ بینم چیزہا
ایک وقت میرا دل ہوس کرتا تھا کہ میں بہت سی چیزیں دیکھوں

تا ترا دیدم نکردم جز بدیدارت ہوس
جب سے تجھے دیکھا ہے میں نے تیرے دیدار کے سوا ہوس نہیں کی

مردماں را از عسس شب گر خیالے در سرست
انسانوں کو اگر رات کے چوکیدار کا خیال ہے

من چنانم کز خیالم باز نشناسد عسس
میں ایسا ہوں کہ میرے خیال کو چوکیدار پہچان نہیں سکتا ہے

گوئیت تا اشکم چو دریا گشت سیمم کرباز
میرے آنسوؤں سے تیری گلی دریا جیسی ہو گی اور [illegible]

بر سر آیند ایں رقیبان سبکسارت چو خس
یہ تیرے ہلکے رقیب تنکے کی طرح اوپر چڑھ آئیں

حافظا ایں رہ بپائے لاشۂ لنگ تو نیست
اے حافظ یہ راستہ تیرے لنگڑے لاغر جسم کے لیے مناسب نہیں ہے

بعد ازیں منشیں اگر دے برنخیزد زیں فرس
اس کے بعد بیٹھ رہ کہیں اس گھوڑے کی دھول نہ اڑ جائے

دلا رفیق سفر بخت نیکخواہت بس
اے دل تیرے سفر کا ساتھی تیرا ایک خوش نصیب کافی ہے

نسیم روضۂ شیراز پیک راہت بس
شیراز کے باغ کی نسیم تیرے راستہ کا قاصد کافی ہے

دگر ز منزل جاناں سفر مکن درویش
اے درویش محبوب کی منزل سے پھر سفر نہ کرنا

کہ سیر معنوی و کنج خانقاہت بس
تیرے لیے روحانی سیر اور خانقاہ کا گوشہ کافی ہے

بصدر مصطبہ بنشین و ساغر مے نوش
شراب خانے کے صدر مقام پر بیٹھ اور شراب کے ساغر پی

کہ ایں قدر ز جہاں کسب مال و جاہت بس
اس لیے کہ تیرے لیے دنیا سے اس قدر مال اور مرتبہ کمانا کافی ہے

زیادتی مطلب کار بر خود آساں کن
زیادتی نہ چاہ اور اپنے اوپر معاملہ آسان کرے

کہ شیشۂ مے صاف و بتے چو ماہت بس
اس لیے کہ تیرے لیے صاف شراب کی بوتل اور چاند جیسا محبوب کافی ہے

فلک بمردم ناداں دہد زمام مراد
آسمان نادان لوگوں کے ہاتھ میں مراد کی باگ پکڑا دیتا ہے

تو اہل دانش و فضلی ہمیں گناہت بس
تو عقل والا ہے تیرا یہی گناہ کافی ہے

وگر کمیں بکشاید غمے ز کشور دل
اور اگر کوئی غم دل کے ملک پر گھات لگائے

حریم درگہ پیر مغاں پناہت بس
تیری پناہ کے لیے پیر مغاں کی درگاہ کا احاطہ کافی ہے

ہوائے مسکن مالوف و عہد یار قدیم
محبوب وطن کی محبت اور پرانے دوست کا عہد

ز رہروان سفر کردہ عذر خواہت بس
سفر کیے ہوئے مسافروں سے تیرا عذر خواہ کافی ہے

بمنت دگراں خو مکن کہ در دو جہاں
دوسروں کے احسان کا عادی نہ ہو اس لیے کہ دونوں جہان میں

رضائے ایزد و انعام پادشاہت بس
تیرے لیے خدا کی رضامندی اور بادشاہ کا انعام کافی ہے

بہیچ ورد دگر نیست حاجت اے حافظ
اے حافظ کسی دوسرے وظیفے کی کوئی ضرورت نہیں ہے

دعائے نیم شب و ورد صبحگاہت بس
آدھی رات کی دعا اور صبح کا وظیفہ تیرے لیے کافی ہے

۱ یعنی شکر کی لذت سے وہ ناآشنا نہیں ورنہ شانے سے نہ ہٹتی۔
۲ شعر جب پڑھا ہے [illegible] بیٹھنے کو ہم کیا [illegible] خیال [illegible] تھا۔
۳ چونکہ تیرے کوچے [illegible] لگ گئی ہیں اس لیے پانی سے ڈوب جائیں گے اور پھر تیرنے لگیں گے۔
۴ حافظ عشق کے راستہ پر تیرا لنگڑا گھوڑا چل نہ سکے گا خود تو تھک کر بیٹھ جائے گا۔
۵ درویش کو روحانی سفر کرنا چاہیے اور خانقاہ کا گوشہ نشین رہنا چاہیے۔
۶ شراب خانہ کی صدر نشینی کا مرتبہ اصفیا کی دولت ہے سے شراب کا ساغر کافی ہے۔
۷ فلک نااہلوں کی مراد پوری کرتا ہے۔
۸ دوستوں کے ساتھ سفر میں نہ جانے کے لیے وطن کی یاد اور قدیم دوست کی دوستی کا عذر کافی ہے۔

گلعذارے ز گلستانِ جہاں ما را بس
دنیا کے باغ سے ایک پھول جیسے رخسار والا ہمارے لئے کافی ہے

زیں چمن سایۂ آں سروِ رواں ما را بس
اس چمن سے اس سروِ رواں کا سایہ ہمارے لئے کافی ہے

من و ہمصحبتیِ اہلِ ریا دورم باد
میں اور ریاکاروں کی صحبت خدا کرے مجھ سے دور رہے

از گرانانِ جہاں رطلِ گراں ما را بس
دنیا کی بھاری چیزوں میں سے ہمارے لئے بھاری پیالہ کافی ہے

قصرِ فردوس بپاداشِ عمل می بخشند
جنت کا محل، عمل کے بدلہ میں دیتے ہیں

ما کہ رندیم و گدا دیرِ مغاں ما را بس
چونکہ ہم رند اور گدا ہیں ہمارے لئے دیرِ مغاں کافی ہے

بنشیں بر لبِ جوی و گذرِ عمر ببیں
نہر کے کنارے بیٹھ، اور عمر کے گذرنے پر غور کر

کایں اشارت ز جہانِ گذراں ما را بس
گزرنے والی دنیا کے متعلق یہ اشارہ ہمارے لئے کافی ہے

نقدِ بازارِ جہاں بنگر و آزارِ جہاں
دنیا کے بازار کے نقد، اور دنیا کی "تکلیف" کو دیکھ

گر شما را نہ بس ایں سود و زیاں ما را بس
اگر یہ نفع اور نقصان تمہارے لئے کافی نہیں ہے، ہمارے لئے کافی ہے

یار با ماست چہ حاجت کہ زیادت طلبیم
دوست ہمارے ساتھ ہے ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم اور چاہیں

دولتِ صحبتِ آں مونسِ جاں ما را بس
اُس جان کے مونس کی صحبت کی دولت ہمارے لئے کافی ہے

از درِ خویش خدا را بہ بہشتم مفرست
خدا کے لئے اپنے در سے مجھے بہشت میں نہ بھیج دینا

کہ سرِ کوئے تو از کون و مکاں ما را بس
کیونکہ کون و مکاں کے بجائے ہمارے لئے تیرا کوچہ کافی ہے

نیست ما را بجز از وصلِ تو در سر ہوسے
ہمارے سر میں تیرے وصل کے علاوہ کوئی خواہش نہیں ہے

ویں تجارت ز متاعِ دو جہاں ما را بس
دونوں جہاں کے سامان میں سے ہمارے لئے یہ تجارت کافی ہے

خلوتِ انس و صالش کہ بعمرے جستم
اُسکے وصل کی محبت کی تنہائی جو ایک عمر میں میں نے تلاش کی ہے

دست داد است بما و ز دو جہاں ما را بس
ہم کو حاصل ہو گئی ہے اور دونوں جہاں سے ہمارے لئے یہی کافی ہے

باغ و عشرت گہِ دنیا بملوک ارزانی
باغ اور دنیا کے عیش کی جگہ بادشاہوں کو عنایت ہو

ما فقیریم و گدا کوئے بتاں ما را بس
ہم تو فقیر اور گدا ہیں، ہمارے لئے بتوں کا کوچہ کافی ہے

حافظ از مشربِ قسمت گلہ بے انصافیست
اے حافظ تقسیم کے طریقہ کا شکوہ بے انصافی ہے

طبع چوں آب و غزلہائے رواں ما را بس
پانی جیسی طبیعت اور رواں غزلیں ہمارے لئے کافی ہیں

ردیفِ شینِ معجمہ

اگر رفیقِ شفیقی درست پیماں باش
اگر تو مہرباں دوست ہے تو وعدے کا پکا رہ

حریفِ حجرہ و گرمابہ و گلستاں باش
حجرہ اور حمام اور باغ کا یار بن

شکنجِ زلفِ پریشاں بدستِ باد مدہ
پریشاں زلفوں کے پیچ کو ہوا کے ہاتھ میں نہ دے

مگو کہ خاطرِ عشاق گو پریشاں باش
یہ نہ کہہ کہ عاشقوں کی طبیعت پریشان رہے

ـــ [illegible] محبت [illegible] دنیا کی بھاری چیزوں [illegible] عبرت [illegible] کوئی [illegible] جا سکتے ہیں۔

ـــ جنت تو عمل کے بدلے میں ملے گی جو ہمارے پاس نہیں ہے ہمارے لیے پارسیوں کا آتشکدہ کافی ہے۔

ـــ نہر کے پانی کو دیکھ کر عبرت حاصل کر عمر کس طرح گزری چلی جا رہی ہے۔

ـــ دنیا میں تکلیف زیادہ [illegible] عبرت حاصل کرتی ہے۔

ـــ جو کچھ [illegible] مناسب نہیں ہے۔

ـــ دنیا کی دولتوں کے بجائے وصلِ یار ہمارے لئے کافی ہے۔

ـــ چونکہ ہمیں رواں طبیعت اور رواں غزلیں حاصل ہیں تو پھر تقسیم کا شکوہ مناسب نہیں۔

ـــ اگر تو محبت والا دوست ہے تو وفادار اور ہر جگہ کا ساتھی بن۔

ـــ زلفوں کو پریشان کر کے عاشقوں کی پریشانی بڑھتی ہے۔

گرت ہواست کہ با خضر ہمنشیں باشی
اگر تجھے خواہش ہے کہ تو خضر کا ساتھی ہو

نہاں ز چشم سکندر چو آبِ حیواں باش
آب حیات کی طرح سکندر کی آنکھ سے پوشیدہ رہ

رموزِ عشق نوازی نہ کارِ ہر مرغیست
عشق کے رموز کو سمجھنا ہر پرندہ کا کام نہیں ہے

بیا و نوگلِ ایں بلبلِ غزلخواں باش
آ، اور اس غزلخواں بلبل کا تازہ پھول بن

طریقِ خدمت و آئینِ بندگی کردن
خدمتگاری کا طریقہ، اور غلامی کرنے کا طرز

خدائے را کہ رہا کن بیا و سلطاں باش
خدا کے لیے چھوڑ دے، آ، اور بادشاہ بن

دگر بصیدِ حرم تیغ بر مکش زنہار
خبردار! حرم کے شکار پر پھر تلوار نہ کھینچنا

وز آنچہ با دلِ ما کردۂ پشیماں باش
اور تو نے جو ہمارے دل کے ساتھ کیا ہے اس سے شرمندہ ہو

تو شمعِ انجمنی یک زبان و یک دل شو
تو انجمن کی شمع ہے، یک زبان اور یک دل ہو جا

خیالِ کوششِ پروانہ بین و خنداں باش
پروانے کی کوشش کے خیال کو دیکھ اور خوش رہ

کمالِ دلبری و حسن در نظربازیست
دلبری اور حسن کا کمال نظربازی میں ہے

بشیوۂ نظر از ناظرانِ دوراں باش
نظر کی حالت میں، دنیا کے نظربازوں سے ہو

خموش حافظ و از جورِ یار نالہ مکن
اے حافظ چپ رہ اور دوست کے ظلم سے نالاں نہ ہو

ترا کہ گفت کہ بر روئے خوب حیراں باش
تجھ سے کس نے کہا تھا کہ خوبصورت چہرہ پر عاشق بن

اے دل غلامِ شاہِ جہاں باش و شاہ باش
اے دل، جہان کے بادشاہ کا غلام بن، اور بادشاہ بن

پیوستہ در حمایتِ لطفِ الٰہ باش
ہمیشہ خدا کی مہربانی کی حمایت میں رہ

از خارجی ہزار بیک جو نمی خرند
ہزار خارجیوں کو ایک جو تک نہیں خریدتے ہیں

گو کوہ تا بکوہ منافق سپاہ باش
اگر پہاڑ سے پہاڑ تک منافقوں کی سپاہ ہوں

چوں احمدم شفیع بود روزِ رستخیز
قیامت کے دن جبکہ احمد میرے سفارشی ہوں

گو ایں تنِ بلاکشِ من پر گناہ باش
تو کہہ دو کہ میرا یہ بلاکش جسم گناہوں سے پر ہو

آنرا کہ دوستیِ علی نیست کافرست
جس کو علی کی دوستی میسر نہ ہو، وہ کافر ہے

گو زاہدِ زمانہ و گو شیخِ راہ باش
خواہ وہ دنیا بھر کا زاہد، اور طریقت کا شیخ ہو

امروز زندہ ام بولائے تو یا علی
اے علی آج تک تیری دوستی کی وجہ سے زندہ ہوں

فردا بروحِ پاکِ اماماں گواہ باش
کل کو اماموں کی پاک روحوں کے طفیل تو گواہ رہنا

قبرِ امامِ ہشتم سلطانِ دیں رضا
دین کے بادشاہ، آٹھویں امام رضا کی قبر کو

از جاں ببوس و بر درِ آں بارگاہ باش
جان سے بوسہ دے اور اس بارگاہ کے دروازہ پر رہ

دستت نمی رسد کہ بچینی گلے ز شاخ
تیرا ہاتھ نہیں پہونچتا کہ تو کسی شاخ سے پھول چنے

بارے بپائے گلبنِ ایشاں گیاہ باش
ایسا ہو، ان کی پھول کی شاخ کے نیچے گھاس بن

مردِ خدا کہ زاہد و تقویٰ طلب بود
وہ خدا کا مرد جو زاہد، تقوے کا طالب ہو

خواہی سفید جامہ و خواہی سیاہ باش
خواہ سفید کپڑے پہنے، یا سیاہ کپڑے پہنے

ل مطلب خضر کا ہمنشین جب ہی ہو سکتا ہے جب دنیاداروں کی نگاہ سے چھپا ہے۔
ل رموز عشق بیان کرنا صرف حافظ کا کام ہے۔
ل ہمارا دل حرم کا کبوتر ہے اس کو ستانا جائز نہیں ہے۔
ل اے حافظ چپ رہ اور دوست کے ظلم کا شکوہ نہ کر تو خود عاشق بنا ہے۔
ل خارجی وہ لوگ کہلاتے ہیں جو صفین کی جنگ میں ابتداءً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے طرفدار رہے پھر مخالف ہو گئے اور حضرت علی کو اس قدر پریشان کرنے سے بیکار ہو گئے۔
ل چونکہ آنحضور بہت سفارشی ہیں لہٰذا گنہگار سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔
ل حدیث شریف کا مضمون ہے کہ علی سے مومن دوستی رکھے گا منافق عناد رکھے گا۔
ل بارہ اماموں میں سے جن کو شیعہ صاحبان کا فرقہ اثنا عشریہ مانتا ہے آٹھویں امام علی موسیٰ رضا ہیں۔

ل یعنی بیچارہ ... ہیں۔ ل مقصود تقویٰ اور زہد ہے خواہ لباس کیسا ہی ہو۔

حافظ طریقِ بندگیِ شاہؑ پیشہ کن
اے حافظ شاہ کی غلامی کو پیشہ بنا
وانگاہ در طریق چو مردانِ راہ باش
پھر طریقت میں مردانِ راہ کی طرح بن

اے ہمہ شکلِ تو مطبوع و ہمہ جائے تو خوش
اے وہ کہ تیری تمام صورت پسندیدہ اور تیرا ہر عضو اچھا ہے

دلم از عشوۂ شیرینِ شکر خائے تو خوش
تیری میٹھی شکر چبانے والی ادا سے میرا دل خوش ہے

ہمچو گلبرگِ طری ہست وجودِ تو لطیف
تیرا وجود پھول کی تازہ پنکھڑی کی طرح پاکیزہ ہے

ہمچو سروِ چمنی ہست سراپائے تو خوش
چمن کے سرو کی طرح تیرا سراپا حسین ہے

ہم گلستانِ خیالم ز تو پُر نقش و نگار
تیری وجہ سے میرے خیال کا باغ بھی نقش و نگار سے پُر ہے

ہم مشامِ دلم از زلفِ سمن سائے تو خوش
نیز تیری سمن جیسی خوشبو والی زلف کی وجہ سے میرے دل کا دماغ معطر ہے

شیوۂ نازِ تو شیریں خط و خالِ تو ملیح
تیرے ناز کا طریقہ شیریں ہے، تیرے خط و خال ملیح ہیں

چشم و ابروئے تو زیبا قد و بالائے تو خوش
تیری آنکھ اور ابرو خوبصورت والا ہے، تیرا لمبا قد حسین ہے

پیشِ چشمِ تو بمیرم کہ بدان بیماری
میں تیری آنکھ کے سامنے مر جاتا ہوں اس لئے کہ اس بیماری

میکند درد مرا از رخِ زیبائے تو خوش
میرے درد کو تیرے زیبا چہرے سے اچھا کرتی ہے

دردِ عشق کہ از سیلِ فنانیست گزیر
عشق کے راستے میں جبکہ فنا کے بہاؤ سے بچاؤ نہیں ہے

میکنم خاطرِ خود را بتمنائے تو خوش
اپنی طبیعت کو، تیری تمنا سے خوش رکھتا ہوں

در بیابانِ طلب گرچہ ز ہر سو خطرست
طلب کے بیابان میں، اگرچہ ہر جانب سے خطرہ ہے

میرود حافظِ بیدل بتولائے تو خوش
بیدل حافظ تیری دوستی کے سہارے آرام سے چلتا ہے

باز آی و دلِ تنگِ مرا مونسِ جاں باش
پھر آ جا اور میرے رنجیدہ دل کے لیے جان کا مونس بن جا

ویں سوختہ را محرمِ اسرارِ نہاں باش
اور اس سوختہ کے پوشیدہ رازوں کا محرم بن جا

زاں بادہ کہ در مصطبۂ عشق فروشند
اس شراب سے جو عشق کے شراب خانہ میں بیچتے ہیں

ما را دو سہ ساغر بدہ و گو رمضاں باش
ہمیں دو تین ساغر دے اور کہہ رمضان بھی ہو

در خرقہ چو آتش زدی اے عارفِ سالک
اے عارف سالک جبکہ تو نے گدڑی میں آگ لگا دی ہے

جہدے کن و سر حلقۂ رندانِ جہاں باش
کوشش کر اور دنیا بھر کے رندوں کا سرگروہ بن

آں یار کہ گفتا بتوام دل نگرانست
جس یار نے کہا ہے کہ میرا دل تیرا منتظر ہے

گو میرسم اکنوں بسلامت نگراں باش
اس سے کہہ کہ میں ابھی سلامتی سے پہنچتا ہوں منتظر رہے

خوں شد دلم از حسرتِ آں لعلِ رواں بخش
اس روح بخشنے والے ہونٹ کی حسرت میں میرا دل خون ہو گیا

وز درجِ محبت بہماں مہر و نشاں باش
اس محبت کی ڈبیا اسی مہر و نشان کے ساتھ رہ

تا بر دلش از غصہ غبارے ننشیند
تاکہ اس کے دل پر غصہ کی وجہ سے غبار نہ پہنچے

اے سیلِ سرشک از عقبِ نامہ رواں باش
اے آنسوؤں کے سیل خط کے پیچھے رواں ہو جا

۱ شاہ و مرداں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہتے ہیں
۲ محبوب کا ہر عضو حسین ہے اور ہر رنگ کے لئے باعثِ رونق ہے۔
۳ تیری آنکھ بیمار ہے لیکن اس کی بیماری ہی ہمارے درد کا علاج ہے
۴ حافظ تیری دوستی کے سہارے آرام سے راستہ طے کر رہا ہے۔ اور ہر راہ پر خطرات ہیں
۵ مصطبہ شراب خانہ
۶ یعنی شرابِ عشق پی لو
۷ اور مغاں کی گروہ میں ہو۔
۸ جب گستاخی پھونک دی ہے تو اب رندوں کا سردار بننا چاہیے۔
۹ درجِ محبت سے مراد عاشق کا دل ہے یعنی وہ محبوب کی محبت سے خالی نہ ہو۔
۱۰ خط پڑھ کر اگر محبوب کے دل پر غصہ کا غبار پہنچے تو آنسو اس کو دھو دیں گے۔

اے زاہد اگر وصلت مینا دہدت دست
اے زاہد اگر صراحی کا وصل تجھے میسر آ جائے
از ہمت پیران دو عالم باماں باش
دونوں جہانوں کے بزرگوں کی باطنی توجہ سے امن میں رہ

حافظ کہ ہوس میکند از جام جہاں بیں
حافظ، جو کہ جام جہاں بیں کی ہوس کرتا ہے
گو در نظر آصف جمشید مکاں باش
اس کو کہہ دو کہ جمشید مرتبہ آصف کی نظر میں رہے

باغباں گر پنج روزے صحبت گل بایدش
اگر باغباں کو پھول کی پانچ روزہ صحبت چاہیے
بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش
ہجر کے کانٹے کے ظلم پر اس کو بلبل جیسا صبر چاہیے

اے دل اندر بند زلفش از پریشانی منال
اے دل! اس کی زلف کے پھندے میں پریشانی سے نالاں نہ ہو
مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش
دانا پرند جب جال میں پھنس جاتا ہے تو اس کو برداشت کرنی چاہیے

با چنیں زلف و رخے بادش نظر بازی حرام
ایسی زلف اور رخسار کے ہوتے ہوئے اس کے لئے نظر بازی حرام ہو
ہر کہ روئے یاسمین و جعد سنبل بایدش
جس کو چنبیلی جیسا چہرہ اور سنبل کے گھنگریالے بال چاہییں

رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار
دنیا کو جلا ڈالنے والے رند کو مصلحت بینی سے کیا واسطہ
کار ملکت آنکہ تدبیر و تحمل بایدش
جس کام کو تدبیر اور تحمل کی ضرورت ہے وہ سلطنت کا کام ہے

تکیہ بر تقویٰ و دانش در طریقت کافریست
تقویٰ اور عقل پر بھروسہ کرنا، طریقت میں کفر ہے
راہرو گر صد ہنر دارد توکل بایدش
مسافر اگر سو ہنر بھی جانتا ہو تو اس کو توکل کرنا چاہیے

ناز ہا زاں نرگس مستانہ میباید کشید
اس مست نرگس کے بہت ناز اٹھانے چاہییں
ایں دل شوریدہ گر آں زلف و کاکل بایدش
اگر اس دیوانہ دل کو وہ زلف اور کاکل چاہیے

ساقیا در گردش ساغر تعلل تا بچند
اے ساقی! ساغر کی گردش میں لیت و لعل کب تک
دور چوں با عاشقاں افتد تسلسل بایدش
جب دور عاشقوں کی باری آ جائے تو اس کا تسلسل چاہیے

کیست حافظ تا ننوشد بادہ بے آواز چنگ
حافظ کون ہے جو چنگ کی آواز کے بغیر شراب نہ پئے
عاشق مسکیں چرا چندیں تجمل بایدش
مسکین عاشق کو اس قدر ٹھاٹ کیوں چاہییں؟

برد از من قرار و طاقت و ہوش
لے گیا میرا قرار، اور طاقت، اور ہوش
بت سنگیں دل و سیمیں بنا گوش
پتھر جیسے دل والا، اور چاندی جیسی کانوں کی لو والا

نگارے چابکے شوخے پریوش
ایک حسین، چالاک، شوخ، پری جیسا
حریف مہوشے ترک قبا پوش
دوست، چاند جیسا، ترک، قبا پہننے والا

ز تاب آتش سودائے عشقش
اس کے عشق کے جنوں کی آگ کی گرمی سے
بسان دیگ دائم میزنم جوش
میں ہمیشہ دیگ کی طرح جوش مارتا ہوں

چو پیراہن شوم آسودہ خاطر
میں کرتے کی طرح آسودہ طبیعت ہو جاؤں گا
گرت ہمچوں قبا گیرم در آغوش
اگر تجھ کو قبا کی طرح آغوش میں لے لوں گا

۱؎ آصف سے مراد بن محمود سلطان قطب الدین کا وزیر مراد ہے یعنی اگرچہ وہ وزیر ہے لیکن جمشید کا رتبہ اس کو حاصل ہے۔

۲؎ محبوب کے رخ اور زلف کے ہوتے ہوئے اگر کوئی چنبیلی اور سنبل کی زلف کی خواہش کرے تو اس پر نظر بازی حرام ہے وہ اس میدان کا مرد نہیں ہے۔

۳؎ اصل اعتماد اللہ تعالیٰ پر ہے اور یہی توکل ہے، اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کرنا چاہیے۔

۴؎ حافظ تو ایک مسکین عاشق ہے وہ بغیر چنگ کی آواز کے بھی شراب پی لے گا اس کو اس قدر ٹھاٹ کی ضرورت نہیں ہے۔

۵؎ اس مطلع اور اگلے دونوں مصرعوں میں محبوب کی صفات کا ذکر ہے۔

۶؎ کرتا ڈھیلا ہوتا ہے، قبا چست ہوتی ہے یعنی اگر اس معشوق کو چپٹا لوں گا تو طبیعت میں کشادگی پیدا ہو جائے گی۔

اگر بوسیده گردد استخوانم — نگردد مهرش از جانم فراموش
اگر میری ہڈیاں پرانی بھی ہو جائیں گی — تو اس کی محبت میری جان سے فراموش نہ ہوگی

دل و دینم دل و دینم ببرده ست — بر و دوشش بر و دوشش بر و دوش
میرا دل اور دین، میرا دل اور دین لے گئے ہیں — اس کا سینہ اور کندھا، اس کا سینہ اور کندھا، سینہ اور کندھا

دوائے تو دوائے تست حافظ
تیری دوا ہے، تیری دوا ہے، اے حافظ!

لبِ نوشش لبِ نوشش لبِ نوش
اس کا شیریں ہونٹ، اس کا شیریں ہونٹ، شیریں ہونٹ

بجهد و جهد چو کارے نمی رود از پیش — بکردگار رها کرده به مصالح خویش
محنت اور کوشش سے جبکہ کام نہیں بنتا ہے — اپنی مصلحتوں کو خدا پر چھوڑ دینا بہتر ہے

بپادشاهیِ عالم فرو نیارد سر — اگر ز سرِّ قناعت خبر شود درویش
دنیا کی بادشاہی کے سامنے سر نہ جھکائے — اگر درویش، قناعت کے راز سے واقف ہو جائے

ز سنگِ تفرقه خواهی که منحنی نشوی — مشو بسانِ ترازو تو در پیِ کم و بیش
اگر تو چاہتا ہے کہ تفرقہ کے پتھر سے نہ جھکے — تو ترازو کی طرح، تو کم و بیش کے درپے نہ ہو

بیا که زاهدِ سالوس جانِ من فرسود — قدح بیار و بزن مرهمے برین دلِ ریش
آ، کہ زاہدِ ریاکار نے میری جان گھلا دی — پیالہ لا، اور اس زخمی دل پر مرہم رکھ دے

بنوش باده که قسامِ صنع قسمت کرد — در آفرینش از انواع نوشدارو و نیش
شراب پی، اس لئے کہ قدرت کے تقسیم کنندہ نے تقسیم کر دیں — ابتدا ہی میں تریاق اور زہر کی قسمیں

ریا حلال شمارند و جامِ باده حرام — زهے طریقت و ملت زهے شریعت و کیش
ریاکاری کو حلال اور شراب کے جام کو حرام سمجھتے ہیں — طریقت اور ملت کا کیا کہنا، شریعت اور مذہب کا کیا کہنا

بدلربائی اگر خود سر آمدی چه عجب — که نورِ حسنِ تو بود از اساسِ عالم پیش
دلربائی میں اگر تو سردار بنا ہے تو کیا تعجب ہے! — اس لئے کہ تیرے حسن کا نور دنیا کی بنیاد سے پہلے تھا

دهانِ تنگِ تو در خواهِ جانِ حافظ شد
تیرا تنگ منہ حافظ کی جان کا خواہاں بن گیا

بجاں بود خطرم زین دل محال اندیش
اس ناممکن بات سوچنے والے دل سے مجھے جان کا خطرہ ہو گیا

بدورِ لاله قدح گیر و بے ریا میباش — ببوئے گل نفسے همدمِ صبا میباش
لالے کے موسم میں، پیالہ پکڑ، اور بے ریا بن — پھول کی خوشبو کے ساتھ تھوڑی دیر کے لئے صبا کا ساتھی بن جا

نگویمت که همه سال مے پرستی کن — سه ماه مے خور و نه ماه پارسا میباش
میں تجھے یہ نہیں کہتا ہوں کہ پورے سال شراب نوشی کر — تین مہینے شراب پی، نو مہینے پارسا بن

چو پیرِ سالکِ عشقت بمے حواله کند — بنوش و منتظرِ رحمتِ خدا میباش
جب عشق کا سالک پیر تجھے شراب کے حوالے کر دے — پی لے، اور خدا کی رحمت کا منتظر بن

نہ میرے سینہ اور کندھے کو دیکھ کر میں نے دل اور دین قربان کر دیا ہے۔ ان مصرعوں میں الفاظ کی تکرار، تاکید کے لئے ہے۔

نے شعر
کار ساز ما بفکر کار ما
فکر ما در کار ما آزار ما

نے سنگِ تفرقہ یعنی تفرقہ کی تکلیف یعنی ترازو کے پلڑے کمی بیشی کی وجہ سے جھکتے رہتے ہیں اگر تو نہیں چاہتا تو کمی بیشی کا خیال ترک کر دے سیدھا قد رہیگا۔

نے سالوس، مکار

بت بنانے والا

نے شراب پی جو تریاق ہے۔ یہ سب ازلی تقدیر ہے اس میں کسی کو دخل نہیں ہے۔

نے ریاکاری کو حلال اور شراب کو حرام سمجھنے والوں کی بھی عجیب و غریب شریعت ہے۔

نے یہ شعر نعت النبی میں معلوم ہوتا ہے یعنی اگر آنحضور تمام انبیاء کے سردار ہیں تو کوئی تعجب نہیں جبکہ آپ کا نور ازلی ہے تو ایسا ہونا ہی چاہیے تھا۔

نے محبوب کا منہ ایک معدوم چیز ہے میرا دل اس کا طالب بنا لہٰذا میری جان خسارے میں پڑ گئی۔

گرت ہواست کہ چوں جم بسرِ غیب رسی
اگر تجھے خواہش ہے کہ جمشید کی طرح غیب کے راز تک پہنچے

بیا و ہمدمِ جامِ جہاں نما میباش
آ، اور جام جہاں نما کا ہمدم بن

چو غنچہ گرچہ فروبستگیست کارِ جہاں
دنیا کا کام اگرچہ غنچے کی طرح گرہ لگانا ہے

تو ہمچو بادِ بہاری گرہ کشا میباش
تو نسیمِ بہار کی طرح گرہ کھولنے والا بن

وفا مجوی ز کس ور سخن نمی شنوی
کسی سے وفا کا طالب نہ بن اور اگر تو بات نہیں سنتا ہے

بہرزہ طالبِ سیمرغ و کیمیا میباش
تو بیکار، سیمرغ اور کیمیا کا طالب بن

مریدِ طاعتِ بیگانگاں مشو حافظ
اے حافظ! غیروں کی بندگی کا طالب نہ بن

ولے معاشرِ رندانِ آشنا میباش
لیکن، دوست رندوں کا، ہم صحبت بن

چو برشکست صبا زلفِ عنبر افشانش
جب صبا نے اس کی عنبر بکھیرنے والی زلف کو پریشان کیا

بہر شکستہ کہ پیوست تازہ شد جانش
جس شکستہ کو وہ لگی اس کی جان تازہ ہو گئی

کجاست ہمنفسے تا کہ شرحِ غصہ دہم
وہ ہمراز کہاں ہے جس سے رنج کی تشریح کروں

کہ دل چہ میکشد از روزگارِ ہجرانش
کہ دل اس کے ہجر کے زمانہ سے کیا برداشت کرتا ہے

نسیمِ صبح وفا نامہ کہ برد بدوست
صبح کی نسیم وفا نامہ دوست کے پاس لے گئی

ز خونِ دیدۂ ما بود مُہرِ عنوانش
اس کے عنوان کی مہر ہماری آنکھوں کے خون کی تھی

زمانہ از ورقِ گل مثالِ روئے تو بست
زمانے نے پھول کی پتی سے تیرے چہرے کی مثال بنائی

ولے ز شرمِ تو در غنچہ کرد پنہانش
لیکن تیری شرم کی وجہ سے اس کو غنچہ میں چھپا دیا

بے شدیم و نشد عشق را کرانہ پدید
ہم بہت پھرے، اور عشق کا کنارہ نمودار نہ ہوا

تبارک اللہ ازیں رہ کہ نیست پایانش
تبارک اللہ، اس راستے کی کوئی انتہا نہیں ہے

جمالِ کعبہ مگر عذرِ رہرواں خواہد
کعبہ کا جمال، شاید مسافروں کی عذر خواہی کرے

کہ جانِ زندہ دلاں سوخت در بیابانش
اس لئے کہ زندہ دلوں کی جان اس کے بیابان میں جل گئی

دلم کہ مہرِ تو از غیر تو نہاں میداشت
میرا دل جو تیری محبت غیر سے پوشیدہ رکھتا تھا

ببیں کہ دیدہ کند فاش پیشِ یارانش
دیکھ کہ دوستوں کے سامنے آنکھ اس کا راز فاش کرتی ہے

بدیں شکستہ بیت الحزن کہ می آرد
اس غم کی کوٹھری کے شکستہ کے لیے کون لائے گا

نشانِ یوسفِ دل از چہِ زنخدانش
اس کی ٹھوڑی کے کنویں سے دل کے یوسف کا پتہ

بگیرم آں سرِ زلف و بدستِ خواجہ دہم
میں اس زلف کو پکڑوں گا اور آقا کے ہاتھ میں دے دوں گا

کہ دادِ من بستاند مگر ز دستانش
شاید اس کے مکروفریب سے مجھے انصاف دلائے

سحر بطرفِ چمن می شنیدم از بلبل
صبح کو چمن کے کنارے پر میں بلبل سے سن رہا تھا

نوائے حافظِ خوش لہجۂ غزلخوانش
اس کے غزل خواں، خوش لہجہ، حافظ کی آواز

۱۔ غنچہ بند گرہ بند ہوتا ہے اور بہار کی ہوا اس کو کھلاتی ہے یعنی تو گرہ کشائی کر۔
۲۔ وفا دنیا سے ایسی ہی ناپید ہے جیسے کیمیا اور سیمرغ ہے یعنی وفا ڈھونڈنی بیکار ہے گویا اس جہاں میں [illegible]
۳۔ صبا جب اس کی زلف کی خوشبو لیکر چلتی ہے تو شکستہ دلوں میں تازہ جان ڈال دیتی ہے۔
۴۔ صبا نے ہمارے خون کے آنسوؤں سے رونے کی خبر محبوب کو پہونچائی۔
۵۔ غنچے میں پتی اس لیے چھپی ہوئی ہے کہ اس کو محبوب کے چہرے سے شرم آرہی ہے۔
۶۔ جو لوگ کعبہ کے بیاباں میں جل کر مر گئے ہیں اور کعبہ تک نہیں پہونچ سکے، کعبہ ان کی جانب سے خود عذر بیان کریگا۔
۷۔ بیت الحزن وہ کوٹھری جس میں حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کے فراق کے مصائب جھیلے تھے [illegible] یوسف [illegible]
۸۔ صبح کو چمن میں بلبل حافظ کی غزلیں گا رہی تھی جو مشرق کا غزل خواں ہے۔

چو جامِ لعلِ تو نوشم کجا بماند ہوش
جب میں تیرے لعل کا جام پیتا ہوں تو ہوش کہاں رہتا ہے!
چو چشمِ مستِ تو بینم بجا نماند گوش
جب تیری مست آنکھ دیکھ لیتا ہوں تو کان اپنی جگہ پر نہیں رہتے ہیں

منم غلامِ تو ورنہ ز آنکہ از من آزادی
میں تیرا غلام ہوں اور چونکہ تو مجھ سے آزاد ہے
مرا بکوزہ فروشِ شرابخانہ فروش
مجھے شراب خانہ کے کوزہ فروش کے ہاتھ بیچ دے

ببوئے آنکہ ز میخانہ کوزۂ یابم
اس امید پر کہ شراب خانہ سے ایک کوزہ حاصل کر لونگا
روم سبوئے خراباتیاں کشم بدوش
جاتا ہوں، شرابیوں کی مشکل کندھے پر اٹھاتا ہوں

مرا مگوی کہ خاموش باش و دم درکش
مجھ سے نہ کہہ کہ چپ رہ، اور سانس کھینچ لے
کہ در چمن نتواں یافت مرغ را خاموش
اس لیے کہ چمن میں بلبل کو خاموش نہیں پا سکتا؟

اگر نشانِ تو جویم کدام صبر و قرار
اگر تیرا پتہ ڈھونڈوں، تو مجھے صبر و قرار کہاں ہے؟
وگر حدیثِ تو گویم کدام طاقت و ہوش
اور اگر تیری بات کروں، تو طاقت اور ہوش کہاں ہے؟

شرابِ پختہ بخاماں دلِ فسردہ مدہ
پرانی شراب افسردہ دل، کچوں کو نہ دے
کہ بادہ آتشِ تیز است و پختگاں در جوش
اس لئے کہ شراب ایک تیز آگ ہے اور پختہ کار جوش میں ہیں

نعیمِ روضۂ جنت بذوقِ آں نرسد
جنت کے باغ کی نعمت اس مزے کو نہیں پہنچتی ہے
کہ یار نوش کند بادہ و تو گوئی نوش
کہ یار شراب پیے اور تو کہے، پیجئے

مرا چو خلعتِ سلطانِ عشق میدادند
جب مجھے عشق کے بادشاہ کی خلعت دے رہے تھے
ندا زدند کہ حافظ خموش باش خموش
انہوں نے پکار کر کہا حافظ! چپ رہ، چپ

خوشا شیراز و وضعِ بیمثالش
شیراز اور اس کی بے مثال وضع کیسی اچھی ہے
خداوندا نگہ دار از زوالش
اے خدا! اس کو زوال سے بچا

زرکنا باد ما صد لوحش اللہ
ہمارے رکنا باد پر، سو بار لوحش اللہ ہو
کہ عمرِ خضر می بخشد زلالش
اس لیے کہ اس کا نیرہ پانی خضر کی عمر بخشتا ہے

میانِ جعفر آباد و مصلے
جعفر آباد، اور مصلیٰ کے درمیان
عبیر آمیز می آید شمالش
رکنا باد کی شمالی ہوا مشک آمیز آتی ہے

بشیراز آی و فیضِ روحِ قدسی
شیراز میں آجا، اور جبرئیل کا فیض
بجواہ از مردمِ صاحب کمالش
طلب کر، اس کے صاحب کمال انسانوں سے

کہ نامِ قندِ مصری برد آنجا
اس جگہ، مصری قند کا کس نے نام لیا؟
کہ شیریناں ندادند انفعالش
کہ شیریں لب والوں نے اس کو شرمندہ نہیں کیا

صبا زاں لولیِ شنگولِ سرمست
اے صبا! اس شوخ، شریر، مست کی
چہ داری آگہی چون است حالش
تو کیا خبر رکھتی ہے، اس کا حال کیا ہے؟

مکن بیدار از یں خوابم خدارا
خدا کے لیے، مجھے اس نیند سے بیدار نہ کر
کہ دارم عشرتے خوش با خیالش
اس لیے کہ میرا اس کے خیال سے عمدہ میل جول ہو رہا ہے

ے شراب خانہ کے کوزہ فروش کی غلامی میں شراب تو پینے کو ملیگی۔
ے ایک پیالہ شراب کی تمنا میں شرابیوں کی خدمتگاری کر رہا ہوں۔
ے جس قدر لطف اس بات میں ہے کہ یار پیئے اور تو کہے پیجئے اس قدر لطف جنت کی نعمتوں میں بھی نہیں ہے۔
ے جب مجھے عشق کی خلعت ملی ساتھ ساتھ چپ رہنے کا حکم بھی ملا۔
ے اس غزل میں خواجہ صاحب نے شیراز رکنا باد اور مصلیٰ کی تعریفیں کی ہیں جن سے خواجہ صاحب کو بہت زیادہ محبت تھی۔
ے لوحش اللہ اصل لا اوحش اللہ تھا یعنی خدا اس کو ویران نہ بنائے استعمال کی کثرت سے اب اس طرح بولا جاتا ہے
ے چونکہ یہاں کے حسین مصری قند کو اپنے ہونٹوں سے شرمندہ کرتے ہیں لہذا لوگ اس کا نام بھی نہیں لیتے ہیں۔

گر آں شیریں پسر خونم بریزد — دلا چوں شیر مادر کن حلالش

اگر وہ شیریں لڑکا میرا خون بہائے — اے دل! ماں کے دودھ کی طرح اس کے لئے حلال کر دے

چرا حافظ چو می ترسیدی از ہجر

اے حافظ جبکہ تو اس کے ہجر سے ڈرتا تھا تو کیوں؟

نکردی شکر ایام وصالش

اس کے وصال کے دنوں کا، تو نے شکریہ ادا کیا

در عہد بادشاہ خطا بخش جرم پوش[1] — حافظ قرابہ کش شد و مفتی پیالہ نوش

خطا بخشنے، جرم پوش بادشاہ کے دور میں — حافظ قرابہ کش، اور مفتی پیالہ نوش ہو گیا

صوفی ز کنج صومعہ در پائے خم نشست — تا دید محتسب کہ سبو میکشد بدوش

صوفی عبادت خانے کے گوشے سے، مٹکے کے قدموں میں آ بیٹھا — جبکہ اس نے دیکھا کہ محتسب بھی کندھے پر صراحی لیے پھرتا ہے

احوال شیخ و قاضی و شرب الیہود شاں[2] — ق کردم سوال صبحدم از پیر مے فروش

شیخ اور قاضی اور ان کے چھپ کر پینے کے حالات کا — میں نے صبح کے وقت شراب فروش پیر سے سوال کیا

گفتا نہ گفتنی ست سخن گرچہ محرمی — درکش زبان و پردہ نگہدار و مے بنوش

اس نے کہا، اگرچہ تو محرم ہے لیکن بات کہنے کی نہیں ہے — زبان بند کر لے اور پردے کا خیال رکھ اور شراب پی

ساقی بہار میرسد و جام مے نماند — فکرے بکن کہ خون دل آمد ز غم بجوش

اے ساقی! بہار تو آ رہی ہے، اور شراب کا جام نہیں! — کوئی تدبیر کر کہ دل کا خون غم کی وجہ سے جوش میں آ گیا ہے

عشق ست و مفلسی و جوانی و نو بہار[3] — عذرم پذیر و جرم بذیل کرم بپوش

عشق ہے، اور مفلسی، اور جوانی ہے اور نو بہار — میرا عذر قبول کر لے اور کرم کے دامن سے جرم کو ڈھانپ لے

اے بادشاہ صورت و معنی کہ مثل تو — نادیدہ ہیچ دیدہ و نشنید ہیچ گوش

اے صورت اور سیرت کے بادشاہ تجھ جیسا — کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور کسی کان نے نہیں سنا

چنداں بماں کہ خرقۂ ازرق کند قبول[4] — ق بخت جوانت از فلک پیر ژندہ پوش

اس قدر زندہ رہ، کہ نیلا خرقہ قبول کرے — تیرا جوان نصیب گدڑی پہننے والے بوڑھے آسمان سے

تا چند ہمچو شمع زباں آوری کنی — پروانۂ مراد رسید اے محب خموش

شمع کی طرح، تو کب تک زبان درازی کرے گا — اے عاشق! خاموش ہو جا، مراد کا پروانہ آ گیا

دی شب نداز غیب بگوش دلم رسید

میرے دل کے کان میں کل رات غیب سے آواز آئی

حافظ تو غصہ کم خور و بنشین و مے بنوش

اے حافظ تو غم کم کھا، بیٹھ اور شراب پی

دلم رمیدہ شد و غافلم من درویش — کہ آں شکاری[5] سرگشتہ را چہ آمد پیش

میرا دل اڑ گیا، اور میں درویش غافل ہوں — کہ اس پریشان شکاری کو کیا پیش آیا؟

چو بید بر سر ایمان خویش می لرزم — کہ دل بدست کماں ابروئیست کافر کیش

میں اپنے ایمان کے بارے میں بید کی مانند لرزتا ہوں — اس لیے کہ دل ایک کمان جیسے ابرو والے کافر کیش کے ہاتھ میں ہے

[1] امیر مبارز الدین نے شراب خانے بند کرا دیے تھے اس کے مرنے کے بعد شاہ شجاع نے پھر جاری کرا دیے تو آپ صاحب نے اس غزل میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ قرابہ شراب کی صراحی یعنی اب حافظ اور مفتی سب شراب نوش ہو گئے ہیں
[2] شراب الیہود یہودیوں کا پینا چونکہ وہ لوگ ڈر کر چھپ کر شراب پیتے تھے اس لیے چھپ کر پینے کو شراب الیہود کہا جانے لگا۔
[3] فرش کے سارے اسباب جمع ہیں اگر غلطی ہو جائے تو معاف کر دینا۔
[4] یہ شعر قطعہ بند ہے اگلے شعر کے ساتھ مگر مطلب پورا ہو گیا، ایران کا قاعدہ تھا کہ بادشاہ بوڑھا ہو جانے پر گدڑی گوشہ نشین ہو جاتا تھا اور ولیعہد نیلا خرقہ پہن کے گدی نشین ہوتا تھا مطلب یہ ہے کہ تو بے مثل بادشاہ ہے تیری عمر دراز ہو۔
[5] شکاری سے دل رسیدہ مراد ہے۔

خیالِ حوصلۂ بحر می پزم ہیہات — چہاست در سرِ ایں قطرۂ محال اندیش
میں سمندر کے حوصلہ کا خیال پکا رہا ہوں، افسوس ہے — اس ناممکن بات سوچنے والے قطرے کے سر میں کیا کیا ہے

بکوئے میکدہ گریان و سرفگندہ روم — چرا کہ شرم ہمی آیدم ز حاصلِ خویش
شراب خانہ کے کوچہ میں، روتے ہوئے اور سر جھکائے چلوں گا — اس لیے کہ اپنی پونجی سے، مجھے شرم آرہی ہے

نہ عمرِ خضر بماند نہ ملکِ اسکندر — نزاع بر سرِ دنیائے دوں مکن درویش
نہ خضر کی عمر رہتی ہے، نہ سکندر کا ملک — اے درویش کمینی دنیا پر جھگڑا نہ کر

بنازم آں مژۂ شوخِ عافیت کُش را — کہ موج میزندش آبِ نوش بر سرِ نیش
اس عافیت کش، شوخ پلک پر میں ناز کرتا ہوں — کہ جس کے ڈنک پر، آبِ حیات جوش مارتا ہے

ز آستینِ طبیباں ہزار خوں بچکد — گرم بتجربہ دستے نہند بر دلِ ریش
طبیبوں کی آستین سے خون کے ہزاروں قطرے ٹپکیں — اگر میرے زخمی دل پر تشخیص کے لیے ہاتھ رکھیں

تو بندۂ گلہ از بادشہ مکن اے دل — کہ شرطِ عشق نباشد شکایت از کم و بیش
اے دل تو غلام ہے بادشاہ کا شکوہ نہ کر — اس لیے کہ کم و بیش کی شکایت عشق کے مناسب نہیں ہوتی ہے

بداں کمر نرسد دست ہر گدا حافظ
اے حافظ اس کمر تک ہر فقیر کا ہاتھ نہیں پہنچتا ہے

خزینۂ بکف آور ز گنجِ قاروں بیش
قارون کے خزانے سے بڑا خزانہ حاصل کر

دوش با من گفت پنہاں رازدانے تیز ہوش — کز شما پنہاں نشاید داشت رازِ مے فروش
کل مجھ سے تیز ہوش ایک رازداں نے چپکے سے کہا — کہ شراب فروش کا راز تم سے پوشیدہ نہیں رکھا جا سکتا ہے

گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روئے طبع — سخت میگردد جہاں بر مردمانِ سخت کوش
اس نے کہا اپنے اوپر آسان کر، اس لیے کہ طبعاً — سخت کوش انسانوں پر دنیا سخت پکڑتی ہے

وانگہم درداد جامے کز فروغش بر فلک — زہرہ در رقص آمد و بربط زناں میگفت نوش
پھر اس نے مجھے ایسا جام دیا کہ اس کے نور سے آسمان پر — زہرہ رقص میں آگئی اور وہ بربط بجاتے ہوئے کہہ رہی تھی پی لے

تا نگردی آشنا زیں پردہ بوئے نشنوی — گوشِ نامحرم نباشد جائے پیغامِ سروش
جب تک تو اس پردے سے آشنا نہ ہوگا، خوشبو نہ سونگھے گا — نامحرم کے کان غیبی فرشتے کے پیغام کی جگہ نہیں ہوتے ہیں

در حریمِ عشق نتواں زد دم از گفت و شنید — زانکہ آنجا جملہ اعضا چشم باید بود و گوش
عشق کے احاطہ میں گفت و شنید کا دم نہیں مارا جا سکتا — اس لیے کہ اس جگہ تمام اعضاء کو آنکھ اور کان بنجانا چاہیے

در بساطِ نکتہ داناں خود فروشی شرط نیست — یا سخن دانستہ گو اے مردِ بخرد یا خموش
نکتہ دانوں کی بساط پر اپنی نمائش جائز نہیں ہے — اے عقلمند! بات سمجھ کر کر یا چپ رہ

با دلِ خونیں لبِ خنداں بیاور ہمچو جام — نے گرت زخمے رسد آئی چو نے اندر خروش
جام کی طرح خونی دل کے ساتھ مسکراتے ہونٹ لا — نہ کہ اگر تجھے ایک زخم لگے، بانسری کی طرح جوش میں آجائے

گوش کن پند اے پسر از بہرِ دنیا غم مخور — گفتمت چوں دُر حدیثے گر توانی دار گوش
اے بیٹے نصیحت سن، دنیا کے لیے غم نہ کھا — میں نے تجھ سے موتی جیسی بات کہی ہے، ہو سکے تو کان لگا

لہ قطرے سے دل، دریا سے عشق کا سمندر مراد ہے۔
ے ظاہر ہے ڈنک میں زہر ہوتا ہے لیکن محبوب کی پلک جو کہ ڈنک کی طرح ہے اس سے آبِ حیات ٹپکتا ہے۔
ے ہمارا دل اس قدر زخمی ہے کہ اگر طبیب دل پر ہاتھ دھریگا تو اس کی آستین سے خون کے ہزاروں قطرے ٹپکیں گے۔
ے معشوق کی کمر تک ہاتھ پہونچانے کے لئے قارون کے خزانہ سے بھی زیادہ خزانے کی ضرورت ہے۔
ے رازدان نے جو راز بتایا ہے وہ اگلے شعر میں مذکور ہے یعنی دنیا میں آسان زندگی اختیار کرنا چاہیے۔
ے راز بتا کر ایسا جام دیا کہ زہرہ جو رقاصۂ فلک ہے ناچنے لگی اور پینے کی دعوت دینے لگی۔
ے عشق کے معاملہ میں انسان کو زبان گونگی کر لینی چاہیے۔
ے جام اگرچہ خونی دل رکھتا ہے جو کہ اس میں سرخ شراب بھی ہوتی ہے لیکن ہونٹ کو مسکراتا ہوا ظاہر کیا گیا ہے۔

ساقیا مے دہ کہ رندیہائے حافظ عفو کرد
اے ساقی! شراب دے اس لیے کہ حافظ کی رندیوں کو معاف کر دیا ہے
خسروِ صاحبقرانِ جرم بخشِ عیب پوش
جرم بخش، عیب پوش صاحبقران بادشاہ نے

سحر ز ہاتفِ غیبم رسید مژدہ بگوش
صبح کے وقت غیبی ہاتف کی جانب سے خوشخبری میرے کانوں میں پہنچی
کہ دورِ شاہ شجاع ست مے دلیر بنوش
کہ شاہ شجاع کا دور ہے دلیری سے شراب پی

شد آنکہ اہلِ نظر بر کنارہ می رفتند
وہ وقت گیا کہ نظر باز کنارے پر چلتے تھے
ہزار گونہ سخن بر دہان و لب خاموش
منہ میں ہزاروں قسم کی باتیں تھیں اور ہونٹ خاموش تھا

بہ بانگِ چنگ بگوئیم آں حکایتہا
چنگ کی دھن پر ہم وہ حکایتیں بیان کریں گے
کہ از نہفتنِ آں دیگِ سینہ میزد جوش
جن کے چھپانے سے سینہ کی دیگ جوش مارتی تھی

شرابِ خانگی از بیمِ محتسب خوردن
چھپ کر شراب پینا، محتسب کے ڈر سے تھا
بروئے یار بنوشیم و بانگِ نوشانوش
یار کے سامنے، پیو، پیو کی آواز پر پیتے ہیں

ز کوئے میکدہ دوشش بدوش می بردند
شراب خانہ کے کوچہ سے کل اس کو کندھے پر لیجا رہے تھے
امامِ شہر کہ سجادہ می کشید بدوش
جو شہر کا امام کندھے پر مصلّے لیے پھرتا تھا

دلا دلالتِ خیرت کنم براہِ نجات
اے دل! نجات کے راستہ پر میں تیری نیک رہنمائی کرتا ہوں
مکن بفسق مباہات و زہد ہم مفروش
فسق پر فخر نہ کر، اور زہد فروشی بھی نہ کر

محلِّ نورِ تجلّی ست رائے انورِ شاہ
بادشاہ کی روشن رائے، تجلّی کے نور کی جگہ ہے
چو قربِ او طلبی در صفائے نیت کوش
اگر اس کی نزدیکی چاہتا ہے تو نیت کی صفائی میں کوشش کر

بجز ثنائے جلالش مساز وردِ ضمیر
اس کے جلال کی تعریف کے علاوہ دل کا کوئی وظیفہ نہ بنا
کہ ہست گوشِ دلش محرمِ پیامِ سروش
اس لیے کہ اس کے دل کا کان غیبی فرشتے کے پیام کا محرم ہے

رموزِ مصلحتِ ملک خسرواں دانند
ملک کی مصلحت کے راز بادشاہ جانتے ہیں
گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش
اے حافظ! تو ایک گوشہ نشین فقیر ہے، غل نہ مچا

شرابِ تلخ میخواہم کہ مرد افگن بود زورش
میں ایسی کڑوی شراب چاہتا ہوں کہ جس کا نشہ مرد افگن ہو
کہ تا یکدم بیاسایم ز دنیا و شر و شورش
تاکہ دنیا اور اس کے شور و شر سے ذرا آرام پاؤں

بیاور مے کہ نتواں شد ز مکرِ آسماں ایمن
شراب لا، اس لیے کہ آسمان کے مکر سے مطمئن نہیں ہوا جا سکتا
بلعبِ زہرۂ چنگی و بہرامِ سلحشورش
چنگ والی زہرہ کے کھیل اور اس کے ہتھیار بند بہرام کی وجہ سے

کمندِ صید بہرامی بیفگن جامِ جم بردار
شکار کی بہرامی کمند پھینک دے، جامِ جم اٹھا لے
کہ من پیمودم ایں صحرا نہ بہرام ست نے گورش
اس لیے کہ میں نے یہ جنگل ناپا ہے نہ بہرام ہے نہ اس کا گورخر

نظر کردن بدرویشاں منافیِ بزرگی نیست
درویشوں کی طرف نظر کرنا، بڑائی کے منافی نہیں ہے
سلیماں با چناں حشمت نظرہا بود با مورش
باوجود ایسی حشمت کے سلیمان کی نظریں چیونٹی پر تھیں

۱؎ صاحبقران وہ شخص کہلاتا ہے جس کی پیدائش کے وقت زحل اور مشتری یک برج میں ہوں لیکن یہ شخص صاحب نصیب ہوتا ہے یہاں غالباً محمود وزیر سلطان [illegible] مراد ہے۔

۲؎ یہ غزل بھی حافظ نے اس وقت کہی ہے جب امیر مبارز الدین کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے شاہ شجاع نے شراب خانے کھلوا دیے تھے۔

۳؎ مدہوش پڑا تھا کندھے پر ڈال کر لیجا رہے تھے۔

۴؎ بادشاہ کا قرب نیت کی صفائی سے حاصل ہوتا ہے۔

۵؎ یعنی اگر شاہ شجاع نے شراب خانے کھلوا دیے ہیں تو کیوں شور کرتا ہے وہ ملکی مصلحتوں کو جانتا ہے۔

۶؎ شر و شور سے کو رعایت تک مانا گیا ہے اور دنیا میں نامرد نگ کے اثر سے ہے بہرام سے مریخ مراد ہے قتل اور غارتگری اس کے اثر سے مانی گئی ہے۔

۷؎ بہرام عراق کا مشہور بادشاہ گزرا ہے چونکہ اس کو گورخر کے شکار کا بہت شوق تھا لہٰذا اس کو بہرام گور کہا جاتا ہے۔ شعر میں گور سے دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں یعنی گورخر اور قبر۔

بیا تا در مے صافیت راز دہر نمایم
آ، تاکہ صاف شراب میں تجھے زمانہ کا راز دکھاؤں

بشرط آنکہ ننمائی بکج طبعان دل کورش
اس شرط پر کہ تو اس کو کج طبع اندھے دل والوں کو نہ دکھائے

شراب لعل ہمی نوشم من از جام زمردگوں
میں زمردیں جام سے لعل جیسی شراب پیتا ہوں

کہ زاہد افعی وقت است و میسازم از ایں رش
اس لیے کہ زاہد وقت کا سانپ ہے اور اس سے اندھا کر رہا ہوں

کمان عبد دول پرور ندارد شہد آسایش
کمینہ پرور زمانہ کا دسترخوان آرام کا شہد نہیں رکھتا ہے

مذاق حرص و آز اے دل بشوی از تلخ و از شورش
اے دل حرص اور لالچ کا مزا اس کے تلخ اور نمکین سے دھو ڈال

کمان ابروئے جاناں نمی پیچد سر از حافظ
محبوب کے ابرو کی کمان حافظ سے سر نہیں موڑتی ہے

ولیکن خندہ می آید بریں بازوئے پُر زورش
لیکن اس کے طاقتور بازو پر ہنسی آتی ہے

صوفی گلے بچین و مرقع بخار بخش
اے صوفی کوئی پھول چن اور گدڑی کانٹے کو بخش دے

ویں زہد خشک را بمے خوشگوار بخش
اور یہ خشک زہد خوشگوار شراب کو بخش دے

طامات و زرق در رہ آہنگ چنگ نہ
ڈینگوں اور مکر کو چنگ کی آواز کے راستہ میں رکھ دے

تسبیح و طیلساں بمے و میگسار بخش
تسبیح اور چادر کو، شراب اور شراب نوشوں کو بخش دے

زہد گراں کہ ساقی و شاہد نمی خرند
بھاری زہد جس کو ساقی اور معشوق نہیں خریدتے ہیں

در حلقۂ چمن بہ نسیم بہار بخش
چمن کے حلقہ میں موسم بہار کی نسیم کو بخش دے

راہم شراب لعل زد اے میر عاشقاں
اے عاشقوں کے سردار سرخ شراب نے مجھ پر ڈاکہ ڈال دیا ہے

خون مرا بچاہ زنخدان یار بخش
میرا خون دوست کی ٹھوڑی کے کنویں کو بخش دے

یارب بوقت گل گنہ بندہ عفو کن
اے خدا پھول کے موسم میں بندے کے گناہ معاف کر دے

ویں ماجرا بسرو لب جوئبار بخش
اور اس قصہ کو نہر کے کنارے کے سرو کے پاس ہونے کو بخش دے

اے آنکہ رہ بمشرب مقصود بردۂ
اے وہ جو مقصد کے گھاٹ پر پہنچ گیا ہے

زیں بحر قطرۂ بمن خاکسار بخش
اس سمندر کا ایک قطرہ مجھ خاکسار کو بخش دے

شکرانہ کہ روئے ترا چشم بد ندید
اس شکرانہ میں کہ تیرے چہرے کو نظر بد نے نہیں دیکھا ہے

ما را بعفو و لطف خداوندگار بخش
ہمیں خدا کے عفو اور مہربانی کے طفیل بخش دے

ساقی چو شاہ نوش کند بادۂ صبوح
اے ساقی! جب شاہ صبح کی شراب پیے

گو جام زر بحافظ شب زندہ دار بخش
کہہ کہ سونے کا جام شب بیدار حافظ کو بخش دے

فکر بلبل ہمہ آنست کہ گل شد یارش
بلبل کا صرف یہ خیال ہے کہ پھول اس کا یار ہو گیا

گل در اندیشہ کہ چوں عشوہ کند در کارش
پھول اس فکر میں ہے کہ اس کے معاملہ میں ناز کیسے کرے

دلربائی ہمہ آں نیست کہ عاشق بکشند
ساری دلربائی یہی نہیں ہے کہ عاشق کو قتل کریں

خواجہ آنست کہ باشد غم خدمتگارش
آقا وہ ہے جس کو خدمت گزار کی فکر ہو

ے مشہور ہے کہ زمرد کی تاثیر سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے۔
ے انسان کو ایسا بننا چاہیے کہ زمانہ کے تلخ اور شیریں میں اس کے لیے کوئی فرق نہ ہے۔
ے کیونکہ باوجود اس طاقت کے وہ میرے کمزور دل کے در پے ہے۔
ے طامات وہ باتیں جو صوفی اپنی کرامات کے طور پر کہتے ہیں۔ طیلسان وہ چادر جو عموماً صوفیا اوڑھتے تھے۔
ے مجھے محبوب کے ہونٹوں اور چاہ زنخداں نے مار ڈالا ہے لیکن میرے خون کا بدلہ نہ لینا۔
ے موسم بہار اور نہر یا سرو کے نیچے کے گناہ قابل معافی ہیں۔
ے عاشق سمجھ رہا ہے کہ معشوق کو رام کر لیا، معشوق ظلم کی تدبیریں سوچ رہا ہے۔

جائے آنست که خون موج زند در دلِ لعل
موقع اس کا ہے، لعل کے دل میں خون ٹھاٹھیں مارے

زیں تغابن که خزف می شکند بازارش
اس ٹوٹنے پر کہ ٹھیکری اس کے بازار کو ٹھنڈا کر دیتی ہے

بلبل از فیضِ گل آموخت سخن ورنه نبود
بلبل پھول کے فیض سے بات کرنا سیکھی ورنہ

ایں همه قول و غزل تعبیه در منقارش
یہ سب قول اور غزل اس کی چونچ میں چھپے ہوئے نہ تھے

آں سفر کرده که صد قافلهٔ دل همره اوست
وہ مسافر، جس کے ہمراہ دل کے سو قافلے ہیں

هر کجا هست خدایا بسلامت دارش
جہاں بھی ہے، خدایا اس کو سلامت رکھ

اگر از وسوسهٔ نفس و هوا دور شوی
اگر تو نفس اور خواہش کے وسوسے سے دور ہو جائے

بیشکے ره ببری در حرمِ دیدارش
بیشک تو اس کے دیدار کے حرم کا راستہ طے کرے

اے که از کوچهٔ معشوقهٔ ما میگذری
اے وہ جو ہماری معشوقہ کے کوچہ سے گذر رہا ہے

باخبر باش که سر می شکند دیوارش
ہوشیار رہ اس لیے کہ اس کی دیوار سر پھوڑ دیتی ہے

صحبتِ عافیت ارچه خوش افتاد اے دل
اے دل، اگرچہ آرام کی صحبت تجھے پسند آگئی ہے

جانبِ عشق عزیز ست فرو مگذارش
عشق کا پہلو بھی عزیز ہے، اس کو نہ چھوڑ

صوفیِ سرخوش ازیں دست که کج کرد کلاه
صوفی اگر اس سے مست ہے کہ اس نے ٹوپی ٹیڑھی کرلی ہے

بدو جامِ دگر آشفته شود دستارش
اور دو پیالوں میں، اس کی پگڑی بکھر جائے گی

دلِ حافظ که بدیدارِ تو خوگر شده است
حافظ کا دل، جو تیرے دیدار کا عادی ہو گیا ہے

نازپروردِ وصال ست مجو آزارش
وہ وصل کے نازوں کا پالا ہوا ہے، اسکو نہ ستا

کنارِ آب و پائے بید و طبعِ شعر و یارے خوش
پانی کا کنارہ ہے اور بید کا سایہ، اور موزوں طبیعت اور ایک حسین معشوق ہے

معاشر دلبرِ شیرین و ساقی گلعذارے خوش
شیریں دلبر ساتھی ہے اور حسین، پھول جیسے رخسار والا ساقی ہے

الا اے دولتِ طالع که قدرِ وصل میدانی
اے نصیبہ کی دولت! ہوں، تو وصل کی قدر جانتی ہے

گوارا بادت ایں عشرت که داری روزگارے خوش
خدا کرے تجھے یہ عیش راس آئے کہ تجھے اچھا زمانہ میسر ہے

عروسِ طبع را زیور ز فکرِ بکر می بندم
طبیعت کی دلہن کو تازہ فکر کا زیور پہناتا ہوں

بود کز نقشِ ایامم بدست افتد نگارے خوش
ہو سکتا ہے کہ زمانہ کے نقش سے کوئی حسین معشوق میرے ہاتھ لگ جائے

شبِ صحبت غنیمت دان و دادِ خوشدلی بستاں
صحبت کی رات کو غنیمت سمجھ اور خوشدلی کی داد حاصل کر

که مهتابِ دل افروز ست و طرفِ لاله زارے خوش
اس لیے کہ دل افروز چاندنی ہے اور حسین لالہ زار کا کنارہ ہے

چه مے در کاسهٔ چشمِ ساقی را بنام ایزد
نام خدا، ساقی کی آنکھوں کے پیالہ میں کیسی شراب ہے!

که مستی میکند با عقل و می آرد خمارے خوش
جو عقل کے ساتھ مستی کرتی ہے اور بہترین نشہ لاتی ہے

هر آنکس را که بر خاطر ز عشقِ دلبرے بارے ست
جو شخص کسی معشوق کے عشق کا دل پر بوجھ رکھتا ہے

سپندے گو بر آتش نه که داری کار و بارے خوش
اس کو کہہ دو آگ پر تھوڑا سا ہرمل ڈالدو کیونکہ تیرا کاروبار اچھا ہے

بغفلت عمر شد حافظ بیا با ما بمیخانه
اے حافظ غفلت میں عمر ختم ہو گئی، ہمارے ساتھ شراب خانہ میں آ

که شنگولانِ سرمستت بیاموزند کارے خوش
تاکہ مست معشوق تجھے ایک بہتر کام سکھائیں

ے جبکہ ٹھیکری کی وجہ سے لعل کا بازار پھیکا ہے، تو اس کا دل خون ہو جانا چاہیے۔
ے بلبل گل کے فیض سے زباں ہے۔
ے کوچۂ عشق میں بلاکتیں ہیں۔
ے صوفی میں اگر کچھ نخوت ہے تو دو چار جام اس کو اور چڑھا دے۔
ے یہ سارے اسباب عیش مہیا ہیں۔ طبع شعر سے مراد ہے کہ ایسا پر لطف سماں ہے کہ دل شعر کہنے پر آمادہ ہے۔
ے چونکہ تو وصل کا قدر دان ہے خدا کرے تجھے یہ عیش موافق آئے۔
ے عیش کا جو وقت بھی میسر آجائے اس کو غنیمت جان کر اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔
ے عشق کی دولت کو نظر بد سے بچانے کے لیے کالا دانہ آگ پر جلانا چاہیے۔

ما آزمودہ ایم دریں شہر بخت خویش
اس شہر میں ہم نے اپنا مقدر آزمایا ہے

باید بروں کشید ازیں ورطہ رخت خویش
اس بھنور سے اپنا سامان باہر کھینچنا چاہیئے

از بسکہ دست می گزم و آہ می کشم
بس حسرت سے ہاتھ کاٹتا ہوں اور آہ بھرتا ہوں

آتش زدم چو گل بتن لخت لخت خویش
میں نے پھول کی طرح اپنے پارہ پارہ جسم میں آگ لگا دی ہے

دوشم ز بلبلے چہ خوش آمد کہ می سرود
کل مجھے بلبل کی بات کیسی بھلی معلوم ہوتی جبکہ وہ گا رہی تھی

گل گوش پہن کردہ ز شاخ درخت خویش
پھول نے اپنے درخت کی شاخ سے کان کھول رکھے تھے

کاے دل صبور باش کہ آں یار تند خوی
کہ اے دل! صبر کر کہ وہ بدمزاج یار

بسیار تند خوے نشیند ز بخت خویش
اپنے نصیبہ کی وجہ سے بہت بدمزاج بنکر بیٹھا ہے

گر موج خیز حادثہ سر بر فلک زند
اگر تباہ کرنے والی مصیبت آسمان تک بھی سر پٹکے

عارف بآب تر نکند رخت بخت خویش
عارف اپنے نصیب کے سامان کو پانی میں تر نہیں کرتا ہے

خواہی کہ سخت و سست جہاں بر تو بگذرد
اگر تو چاہتا ہے کہ دنیا کا سخت اور سست تجھ سے [illegible]

بگذر ز عہد سست و سخنہائے سخت خویش
اپنے کچے وعدے، اور سخت باتوں سے باز آجا

اے حافظ ار مراد میسر شدے مدام
اے حافظ! اگر مراد ہمیشہ حاصل ہوجایا کرتی

جمشید نیز دور نماندے ز تخت خویش
جمشید بھی اپنے تخت سے دور نہ رہتا

من خرابم ز غم یار خراباتی خویش
میں اپنے خراباتی معشوق کے غم میں خراب ہورہا ہوں

میزند غمزۂ او ناوک غم بر دل ریش
زخمی دل پر اس کی ادا غم کا تیر مارتی ہے

با تو پیوستم و از غیر تو دل ببریدم
میں تجھ سے پیوستہ ہوگیا ہوں اور تیرے غیر سے دل ہٹالیا ہے

آشنائے تو ندارد سر بیگانہ و خویش
تیرا آشنا اپنے، اور غیر کا خیال نہیں رکھتا ہے

بعنایت نظرے کن کہ من دل شدہ را
مہربانی کی نظر کر اس لیے کہ مجھ دل گشتہ کو

نرود بے مدد لطف تو کارے از پیش
تیری مہربانی کی مدد کے بغیر کوئی کام آگے نہیں بڑھتا ہے

آخر اے پادشہ حسن و ملاحت چہ شود
اے حسن اور ملاحت کے بادشاہ آخر کیا ہوجائے گا؟

گر لب لعل تو ریزد نمکے بر دل ریش
اگر تیرا لعل جیسا ہونٹ زخمی دل پر نمک چھڑک دے گا

خرمن صبر من سوختہ دل داد بباد
مجھ سوختہ دل کے صبر کا کھلیان، برباد کردیا

چشم مست تو کہ بکشاد کمیں از پس و پیش
تیری مست آنکھ نے جس نے آگے پیچھے سے گھات لگا دی

گر چلیپائے سر زلف ز ہم بکشاید
اور وہ زلف کا چلیپا، کھول دے

بس مسلماں کہ شود کشتۂ آں کافر کیش
بہت سے مسلمان اس کافر مذہب سے مقتول ہوجائیں گے

پس زانو منشیں و غم بیہودہ مخور
فکر میں نہ بیٹھ، اور بیہودہ غم نہ کر

کہ ز غم خوردن تو رزق نگردد کم و بیش
اس لیے کہ تیرے غم کھانے سے مقدر کم و بیش نہیں ہوسکتا ہے

چونکہ ایں کوشش بیفائدہ سودے ندہد
چونکہ یہ بے فائدہ کوشش، کوئی فائدہ نہیں دیتی ہے

پس میازار دل خود ز غم اے دور اندیش
تو اے دور اندیش، غم سے اپنے دل کو نہ ستا

ے پھول کی پتیاں چونکہ سرخ ہوتی ہیں لہذا گویا کہ انہیں آگ لگی ہوئی ہے۔

ے بلبل گا رہی تھی اور پھول غور سے سن رہا تھا بلبل کا گانا اگلے شعر میں مذکور ہے۔

ے یعنی پھول چونکہ چنسندہ زندگی رکھتا ہے اس لیے اپنی [illegible] کے رنج میں ہے۔

ے اگر ہر شخص کی مراد پوری ہوا کرتی تو جمشید کی سلطنت ختم نہ ہوتی یہ مقصد کا بیان محبوب کی لطف و عنایت پر موقوف ہے۔

ے اگر زخمی دل پر ذرا سی نمک پاشی کردے گا تو تیرے نمک میں کمی نہ آئے گی۔

ے چلیپا صلیب کی شکل کو کہتے ہیں یہاں مراد زلف ہے زلف کو کفر مذہب اس لیے کہا ہے کہ وہ کالی ہے۔

پرسشِ حالِ دلِ سوختہ کن بہرِ خدا
خدا کے لیے جلے دل کے حال کی پرسش کر

نیست از شاہ عجب گر بنوازد درویش
بادشاہ سے تعجب نہیں ہے اگر درویش کو نوازے

حافظ از نوشِ لبِ لعلِ تو کامے بگرفت
تیرے لعل جیسے ہونٹ کے تریاق سے حافظ نے کوئی حصہ پا لیا

گر زند بر دلِ ریشش دو ہزاراں سرِ نیش
جب تک کہ اس کے زخمی دل پر دو ہزار ڈنک نہ مارے

مجمعِ خوبی و لطف ست عذارِ چو مہش
اس کا چاند جیسا رخسار خوبی اور پاکیزگی کا مجموعہ ہے

لیکنش مہر و وفا نیست خدایا بدہش
لیکن اس میں محبت اور وفا نہیں ہے اے خدا اس کو عطا فرما

دلبرم شاہد و طفل ست ببازی روزے
میرا دلبر معشوق ہے اور بچہ، کسی دن کھیل کود میں

بکشد زارم و در شرع نباشد گنہش
مجھے بری طرح قتل کر ڈالے گا اور شریعت میں اس کا کچھ گناہ نہ ہوگا

چاردہ سالہ بتے چابک و شیریں دارم
میں ایک چودہ سالہ ایسا چالاک اور میٹھا بت رکھتا ہوں

کہ بجاں حلقہ بگوش ست مہِ چاردہش
کہ چودھویں کا چاند دل سے اس کا غلام ہے

من ہماں بہ کہ از و نیک نگہ دارم دل
میرے لیے یہی بہتر ہے کہ اس سے دل کو خوب بچا کر رکھوں

کہ بد و نیک ندیدہ ست و ندارد نگہش
کیونکہ اس نے اچھا اور برا نہیں سمجھا ہے اور دل کی حفاظت نہ کر سکے گا

بوئے شیر از لبِ ہمچوں شکرش می آید
اس کے شکر جیسے ہونٹوں سے دودھ کی خوشبو آتی ہے

گرچہ خوں می چکد از شیوۂ چشمِ سیہش
اگرچہ اس کی کالی آنکھوں کے شیوہ سے خون ٹپکتا ہے

در پَے آں گلِ نورستہ دلِ ما یارب
اس نوخیز پھول کے پیچھے، اے خدا ہمارا دل

خود کجا شد کہ ندیدیم دریں چند گہش
خود کہاں چلا گیا کہ ہم نے اس کو بہت دنوں سے نہیں دیکھا ہے

یارِ دلدارِ من ار قلب بدینساں شکند
میرا دلدار یار، اگر اسی طرح دل شکنی کرے گا

ببرد زود بہ سرداریِ خود پادشہش
بادشاہ اس کو جلد اپنی سرداری میں لے لیگا

جاں بشکرانہ کنم صرف گر آں دانۂ در
میں شکرانہ میں جان خرچ کر دوں گا اگر اس موتی کے دانے کیلئے

صدفِ دیدۂ حافظ شود آرام گہش
حافظ کی آنکھ کی سیپ آرام گاہ بن جائے

مرا کاریست مشکل با دلِ خویش
مجھے اپنے دل سے ایک ایسا مشکل کام ہے

کہ گفتن می نیارم مشکلِ خویش
کہ میں اپنی مشکل بیان بھی نہیں کر سکتا ہوں

خیالت داند و جانِ من از غم
تیرا تصور، اور میری جان جانتی ہے کہ غم کی وجہ سے

کہ ہر شب در چہ کارم با دلِ خویش
ہر رات اپنے دل کے ساتھ کس کام میں لگا ہوں

ز وا پس ماندگاں یادے کن آخر
بچھڑے ہوؤں کو بھی یاد کر، آخر

چہ راندی تند یارا محملِ خویش
اے دوست اپنے کجاوے کو تیز کیوں ہنکاتا ہے؟

بسے گشتم چو مجنوں کوہ و صحرا
میں مجنوں کی طرح پہاڑ اور جنگل میں بہت گھوما

مگر یابم سراغ از منزلِ خویش
شاید کہ اپنی منزل کا سراغ پاؤں

ستانا ہے ... عشق میں سیکڑوں مصیبتیں برداشت کرنے کے بعد کچھ راحت ملتی ہے۔
یہ محبوب میں وفا کے سوا سب ہی خوبیاں ہیں خدا کرے یہ خوبی بھی اس کو حاصل ہو جائے
یہ معشوق کم سن ہے اگر قتل بھی کر ڈالے گا تو گنہگار نہ ہوگا۔
یہ چودہ سالہ معشوق ہے اور چودھویں کا چاند اس کا غلام ہے۔
یہ چونکہ کمسن معشوق ہے ابھی ناتجربہ کار ہے دل کی حفاظت نہ کر سکے گا۔
یعنی کمسنی کی وجہ سے منہ سے دودھ کی خوشبو آتی ہے لیکن آنکھیں خونی ہیں۔
... و سیاست کا ... یعنی چونکہ اس میں قلب شکنی کی طاقت ہے تو بادشاہ اس کو فوج کا سردار بنا دیگا۔
یہ مجھے اپنے دل سے ایسا مشکل کام آن پڑا ہے جس کا بتانا بھی مشکل ہے۔
... معشوق ... دل ... ہے۔

مرادر اوّلِ منزل رہ اُفتاد — گم آمد کشتیم در ساحلِ خویش
میں منزل کی ابتداء ہی میں بھٹک گیا — اپنے ساحل پر، میری کشتی ڈوب گئی

چہ فرصتہا کہ گم کردم دریں راہ — زبختِ خوابناکِ غافلِ خویش
کس قدر مواقع میں نے اس راہ میں کھودیئے — اپنے خوابیدہ، غافل نصیبہ کی وجہ سے

گم از جولانے آخر در رہِ ما
آخر ہمارے راستے میں، ایک بار تو آ

چو حافظ خاک کرد آب و گلِ خویش
جبکہ حافظ نے اپنے جسم کو خاک بنادیا ہے

ہاتفے از گوشۂ میخانہ دوش — گفت ببخشند گنہ مے بنوش
شراب خانہ کے کونے سے، کل ایک ہاتف نے — کہا، گناہ بخش دیں گے، شراب پی

عفوِ الٰہی بکند کارِ خویش — مژدۂ رحمت برساند سروش
خدا کی بخشش، اپنا کام کرتی ہے — غیبی فرشتہ رحمت کی خوشخبری دیتا ہے

ایں خردِ خام بمیخانہ بر — تا مے لعل آوردش خوں بجوش
اس کچی عقل کو شراب خانہ میں لیجا — تاکہ سرخ شراب اس کے خون کو جوش میں لائے

عفوِ خدا بیشتر از جرمِ ماست — نکتۂ سربستہ چہ گوئی خموش
خدا کی بخشش، ہمارے گناہوں سے زیادہ ہے — پوشیدہ نکتہ، کیوں بتاتا ہے، چپ رہ

گرچہ وصالش نہ بکوشش دہند — ہر قدر اے دل کہ توانی بکوش
اگرچہ اس کا وصال کوشش سے نہیں دیتے ہیں — اے دل! تجھ سے جس قدر ہوسکے کوشش کر

گوشِ من و حلقۂ گیسوئے یار — روئے من و خاکِ درِ مے فروش
میرا کان ہے، اور یار کی زلف کا حلقہ — میرا چہرہ ہے، اور شراب فروش کے در کی خاک

داورِ دیں شاہِ شجاع آنکہ کرد — روحِ قدس حلقۂ امرش بگوش
دین کا حاکم، شاہ شجاع وہ ہے کہ جس نے کیا ہے — جبرئیل نے اس کے حکم کا حلقہ کان میں

اے ملک العرش مُرادش بدہ — وز خطرِ چشمِ بدش دار گوش
اے عرش کے بادشاہ! اس کی مراد پوری کر — اور نظر بد کے خطرے سے اس کی حفاظت کر

رندیِ حافظ نہ گناہیست صعب
حافظ کی رندی، کوئی بڑا گناہ نہیں ہے

با کرمِ پادشہِ عیب پوش
عیب پوش، بادشاہ کے کرم کے سامنے

یارب آں نوگلِ خنداں کہ سپردی بمنش — میسپارم بتو از چشمِ حسودِ چمنش
اے خدا جو مسکراتا ہوا نیا پھول تو نے میرے سپرد کیا ہے — باغ کے حاسدوں کی نظر بد سے اسکو میں تیرے سپرد کرتا ہوں

ہمرہِ اوست دلم بادِ بہر جا کہ رود — ہمتِ اہلِ کرم بدرقۂ جان و تنش
میرا دل، اس کے ساتھ ہے وہ جہاں بھی جائے — اہل کرم کی توجہ اس کی جان اور جسم کی محافظ ہو

ے ہم پر شروع منزل ہی میں ڈاکہ پڑا اور ساحل پہنچے بدون کشتی تباہ ہوگئی۔
ے حافظ نے اپنے جسم کو راستے کی خاک بنادیا ہے اس پہ چلنے کی ایک بار تو زحمت کر
ے گناہگاروں کو رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیے بخشش خداوندی گناہوں سے بڑھی ہوئی ہے۔
ے وصلِ یار اگرچہ کوشش سے حاصل نہیں ہوتا ہے بلکہ محض خدا کی دین ہے لیکن کوشش کرنا عاشق کا فرض ہے۔
ے جو پھول تو نے میرے سپرد کیا ہے نظر بد سے بچانے کے لئے تیرے سپرد کرتا ہوں۔
ے محبوب جہاں بھی جائے تو میرا دل اس کے ساتھ ہے خدا کرے وہ زندہ و سلامت رہے۔

گر بہ منزلِ سلمیٰ رسی اے بادِ صبا
اے بادِ صبا اگر تو سلمیٰ کی منزل کے پاس پہونچے

چشم دارم کہ سلامے برسانی زمنش
مجھے امید ہے کہ تو میرا سلام اسکو پہونچا دے گی

بادبِ نافہ کشائی کن ازاں زلفِ سیاہ
اس کالی زلف کی ادب سے خوشبو پھیلا

جائے دلہائے عزیز ست بہم برمزنش
وہ قیمتی دلوں کی جگہ ہے، اس کو درہم برہم مت کر

چوں دلم حقِ وفا باخط و خالش دارد
چونکہ اس کے خط و خال سے میرا دل وفا کا حق رکھتا ہے

محترم دار دراں طرۂ عنبر شکنش
اس کو اس عنبر شکن زلف میں با عزت رکھ

گرچہ از کوئے وفا گشت بصد مرحلہ دور
اگرچہ وہ وفا کے کوچہ سے سینکڑوں مرحلہ دور ہوگیا ہے

دور باد آفتِ دورِ فلک از جان و تنش
آسمان کی گردش کی مصیبت اس کے جسم و جان سے دور رہے

در مقامیکہ بیادِ لبِ او مے نوشند
جس مقام پر اس کے ہونٹوں کی یاد میں شراب پیتے ہیں

سفلہ آں مست کہ باشد خبر از خویشتنش
وہ مد ہوش کمینہ ہے جس کو اپنی خبر رہے

عرض و مال از درِ میخانہ نشاید اندوخت
سامان اور مال شراب خانہ کے دروازے پر لٹا دینا چاہیے

ہر کہ ایں آب خورد رخت بدریا فگنش
جو یہ پانی پیئے اس کا سامان دریا میں ڈال دو

ہر کہ ترسد ز ملال اندہِ عشقش نہ حلال
جو تکلیف سے ڈرے، عشق کا غم اس کے لیے جائز نہیں ہے

سرِ ما و قدمش یا لبِ ما و دہنش
ہمارا سر ہے اور اس کے قدم یا ہمارے ہونٹ ہیں اور اس کا منہ

شعرِ حافظ ہمہ بیت الغزلِ معرفت ست
حافظ کے سب شعر معرفت کے بیت الغزل ہیں

آفریں بر نفسِ دلکش و لطفِ سخنش
اس کے دلکش سانس اور کلام کی پاکیزگی کو آفریں ہے

ردیفِ صادِ مہملہ

از رقیبت دلم نیافت خلاص
میرے دل کو تیرے رقیب سے چھٹکارا نہ ملا

زانکہ القانصُ لایُحِبُّ القاص
اس لیے کہ شکاری، شکاری سے محبت نہیں کرتا ہے

محتسب خم شکست و من سرِ او
محتسب نے مٹکا پھوڑا اور میں نے اس کا سر

سنّ بالسنّ والجروح قصاص
دانت کا بدلہ دانت، اور زخموں کا بدلہ زخم

مطربِ ما رہے بزد کہ بچرخ
ہمارے مطرب نے ایسا ساز چھیڑا کہ آسمان پر

مشتری ہمچو زہرہ شد رقاص
مشتری زہرہ کی طرح ناچنے والی بن گئی

گوہر از بحر کے بروں آرد
سمندر سے موتی کب باہر نکالے گا

ترکِ سر تا نمی کند غواص
جب تک غوطہ خور سر کی پروا نہ چھوڑے

نقدے از عشق جوئی نہ از عقل
کوئی سرمایہ عشق سے مانگ، نہ کہ عقل سے

تا کہ خالص شوی چو زرِ خلاص
تاکہ کٹھالی کے سونے کی طرح تو بھی خالص بن جائے

۱؎ یہ بھی صبا کو خطاب ہے یعنی محبوب کی زلف کو پریشان نہ کر ورنہ بہت سے دل پریشان ہو جائیں گے۔
۲؎ جس محفل میں محبوب کے ہونٹوں کی یاد پر شراب نوشی ہو رہی ہو اگر کوئی مست ہوش میں رہے تو وہ کمینہ ہے۔
۳؎ شراب خانے کے دروازہ پر پہونچکر مال اور سامان کو لٹا دینا چاہیے
۴؎ بیت الغزل وہ شعر کہلاتا ہے جو غزل میں سب سے اچھا ہو۔ حافظ کے تمام اشعار بیت الغزل ہیں۔
۵؎ مشہور ہے کہ [illegible] لہٰذا اس کی اور رقیب کی کسی طرح نہیں بنتی ہے
۶؎ محتسب نے شراب کا مٹکا پھوڑا میں نے شرعی فیصلہ کے مطابق اس کا سر پھوڑ دیا اس لیے کہ قرآن کا حکم ہے دانت کا بدلہ دانت اور زخموں کا بدلہ زخم ہے۔

حافظ اول ز مصحفِ رخِ دوست
حافظ نے سب سے پہلے دوست کے چہرے کے قرآن سے
خواند الحمد و سورۂ اخلاص
الحمد للہ اور سورۂ اخلاص پڑھی

نیست کس را ز کمندِ سرِ زلفِ تو خلاص — میکشی عاشقِ مسکین و نترسی ز قصاص
تیری زلف کی کمند سے کسی کو رہائی نہیں ہے — مسکین عاشق کو تو قتل کرتا ہے اور انتقام سے نہیں ڈرتا

عاشقِ سوختہ دل تا بہ بیابانِ فنا — نرود در حرمِ دل نشود خاص الخاص
سوختہ دل عاشق جب تک فنا کے بیابان میں — نہ جائیگا دل کے حرم میں، خاص الخاص نہ بنے گا

جان نہادم بمیان شمع صفت از شوق — کردم ایثار تنِ خویش ز روئے اخلاص
شوق کی وجہ سے میں نے شمع کی طرح جان درمیان میں رکھدی — اخلاص کی وجہ سے میں نے اپنا جسم قربان کر دیا

آتشے در دلِ دیوانۂ ما در زدہ — کہ چو دود ہم ہمیشہ بہوایت رقاص
تو نے ہمارے دیوانہ دل میں ایسی آگ لگا دی ہے — کہ تیری محبت میں مسلسل دھوئیں کی طرح ہم ناچ رہے ہیں

کیمیائے غمِ عشقِ تو تنِ خاکی را — زرِ خالص کند ار چند بود ہمچو رصاص
تیرے عشق کے غم کی کیمیا، خاکی جسم کو — خالص سونا کر دیتی ہے خواہ وہ کتنا ہی رانگ کی طرح ہو

بہواداری آن شمع چو پروانہ وجود — تا نسوزی نشوی از خطرِ عشق خلاص
اس شمع کی محبت میں پروانہ کی طرح وجود کو — جب تک تو نہ جلا دے گا تجھے عشق کے خطرے سے خلاصی حاصل نہ ہوگی

ناوکِ غمزۂ او دست برد از رستم — حاجبِ ابروئے او برد گرو از وقاص
اس کے غمزہ کے تیر نے رستم سے بازی جیت لی — اس کی ابرو کا کمان، وقاص سے بازی لے گیا

قیمتِ دُرِّ گرانمایہ چہ دانند عوام
گراں بہا موتی کی قیمت، عوام کیا جانیں
حافظا گوہرِ یکدانہ مدہ جز بخواص
اے حافظ! دُرِ یکتا، خواص کے علاوہ کسی کو نہ دے

ردیفِ ضادِ معجمہ

بیا کہ می شنوم بوئے جان از آں عارض — کہ یافتم دلِ خود را نشان از آں عارض
آجا، کیونکہ میں اس رخسار سے جان کی خوشبو سونگھتا ہوں — اس لیے کہ مجھے اپنے دل کا پتہ اسی رخسار سے ملا ہے

بجل بماند قدِ سروِ ناز از آں قامت — خجل شدہ است گلِ گلستاں از آں عارض
سروِ ناز کا قد اس قد کی وجہ سے مٹی میں پھنس گیا — باغ کا پھول، اس رخسار سے شرمندہ ہو گیا ہے

معانیٔ کہ ز حوراں بشرح می گویند — ز حسن و لطف بیان بیاں از آں عارض
جو خوبیاں حوروں کی تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں — اس رخسار سے یہ بیان حسن اور پاکیزگی کے ساتھ دریافت کر

۱؎ شعر [illegible]
[illegible]
۲؎ عاشق خواص میں جب شمار ہوگا جبکہ فنا فی المعشوق کا درجہ طے کر لے گا۔
۳؎ کمالِ عشق یہی ہے کہ عاشق اپنے وجود کو قربان کر دے۔
۴؎ دھواں چکر کھاتا ہوا اٹھتا ہے:
۵؎ راہِ عشق کے خطرات سے عاشق جبھی محفوظ ہوتا ہے جبکہ اپنے وجود کو ختم کر دے۔
۶؎ وقاص کے لغوی معنی گردن توڑ نیولے کے ہیں، یہاں مراد کوئی کمان گر ہے یا حضرت سعد بن ابی وقاص مراد ہیں۔
۷؎ معشوق کے قد سے شرمندہ ہو کر سرو زمین میں گڑ گیا ہے۔

گرفت نافۂ چیں بوئے مشک ازآں گیسو
اس زلف سے چین کے نافے نے مشک کی خوشبو حاصل کی ہے

گلاب یافت بوئے چناں ازآں عارض
گلاب نے بھی ایسی ہی خوشبو اس رخسار سے حاصل کی ہے

بشرم رفتہ تنِ یاسمن ازآں اندام
اس جسم سے، یاسمن کا جسم شرمندہ ہے

بخوں نشستہ گلِ ارغواں ازآں عارض
اس رخسار کی وجہ سے گلِ ارغواں خون میں نہایا ہوا ہے

زمہرِ روئے تو خورشید گشتہ غرقِ عرق
تیرے چہرے کے آفتاب سے سورج پسینے میں ڈوبا ہوا ہے

نزار ماندہ مہِ آسماں ازآں عارض
اس رخسار کی وجہ سے آسمان کا چاند لاغر بنا ہوا ہے

زنظمِ دلکشِ حافظ چکید آبِ حیات
حافظ کی اس دلکش نظم سے آبِ حیات اس طرح ٹپکتا ہے

چنانکہ خوی شدہ جاناں چکد ازآں عارض
جس طرح پسینے میں نہائے ہوئے معشوق کے رخسار سے پسینہ ٹپکتا ہے

حسن و جمالِ تو جہاں جملہ گرفت طول و عرض
تیرے حسن اور جمال نے تمام دنیا کے طول اور عرض پر قبضہ کر لیا ہے

شمسِ فلک خجل شد از رخِ خوبِ ماہِ عارض
زمین کے چاند کے حسین رخ سے آسمان کا سورج شرمندہ ہے

از رخِ تست مقتبس خورِ رز چہارم آسماں
چوتھے آسمان کا سورج تیرے رخ سے نور حاصل کرنے والا ہے

ہمچو زمینِ ہفتمیں ماندہ بزیرِ بارِ قرض
ساتویں زمین کی طرح، قرض کا زیرِ بار ہے

دیدنِ حسنِ روئے تو برہمہ خلق واجب است
تیرے چہرے کے حسن کا دیکھنا تمام مخلوق پر واجب ہے

سجدۂ درگہِ تو شد برہمہ شاہ و ارض فرض
تیری درگاہ کا سجدہ زمین کے تمام بادشاہوں پر فرض ہے

گر لبِ روح پرورت گلشکرے نبخشدم
اگر تیرا روح پرور ہونٹ، مجھے گلقند نہ بخشے گا

کے تنِ دردمندِ من رستہ شود ازیں مرض
میرا دردمند جسم اس مرض سے کس طرح نجات پائے

بوسہ بخاکِ پائے او دست کجا دہد ترا
اس کی خاکِ پا کا بوسہ تجھے کب میسر آ سکتا ہے

قصۂ شوقِ حافظا خود کہ رساندش بعرض
اے حافظ عشق کا قصہ خود اس کی خدمت میں پیش کرے گا

سوادِ دیدۂ من شد ز آبِ چشم بیاض
آنسوؤں کی وجہ سے میری آنکھ کی سیاہی سفیدی میں بدل ہوگئی

ہنوز چند نگارا ز من کنی اعراض
اے معشوق اب کب تک مجھ سے روگردانی کرے گا

بیا کنار بگیریم و آشتی بکنیم
آ جا، ہم بغلگیر ہوں، اور صلح کر لیں

گذشتہ یاد چہ آری مضیٰ مضیٰ ما ماض
گزشتہ باتوں کو کیا یاد کرتا ہے، گزرا، گزرا، جو گزر گیا

چہ تیزی است بمژگانِ چشمِ او یارب
اے خدا اس کی آنکھوں کی پلکوں میں کس قدر تیزی ہے

برید جامۂ تقویٰ بغمزہ چوں مقراض
تقوے کے جامہ کو اس نے قینچی کی طرح غمزے سے کاٹ دیا

چو عکسِ زلف و رخت در میانِ چشم افتاد
جب تیری زلف اور رخ کا عکس آنکھ میں پڑا

گرفت دیدۂ مردم ازآں سواد و بیاض
انسانوں کی آنکھ کو اسی سے سیاہی اور سفیدی حاصل ہوئی

غزل بقافیۂ ضاد نایدے حافظ
اے حافظ ضاد کے قافیہ کی غزل نہیں کہی جا سکتی

مگر ہم از تو بیابد طبیعتِ فیاض
[illegible] طبیعت، تجھ سے حاصل کرے

ل عاشق نے اس کی زلف سے اور گلاب نے اُس کے رخسار سے رنگ و بو حاصل کی ہے۔
ل پہلی رات کا چاند اس کے رخسار کے رشک سے لاغر بنا ہوا ہے۔
ل سورج معشوق کے چہرے سے نور حاصل کرتا ہے
روئے زمین پر معشوق کا نور پھیلا ہوا ہے
ل بیمار مرض تیرے ہونٹ کے گلقند سے ہی شفایاب ہوگا۔
ل تیرے فراق میں روتے روتے آنکھوں کی پتلیاں سفید ہوگئی ہیں۔ گزشتہ شکووں کو بھلا کر بغلگیر ہو جا۔
ل آنکھ کی سیاہی اور سفیدی محبوب کی زلف اور رخ سے قائم ہے۔

گردِ عذارِ یارِ من تا بنوشت حسن خط
میرے معشوق کے رخسار کے گرد جب سے حسن نے خط کھینچا ہے

ماہ ز حسنِ روئے او راست فتادہ در غلط
اس کے چہرے کے حسن کو دیکھ کے چاند واقعی غلطی میں پڑ گیا ہے

از ہوسِ لبش کہ آں ز آبِ حیات خوشتر است
اُس کے ہونٹ کے عشق میں جو آبِ حیات سے بہتر ہے

گشت رواں ز دیدہ ام چشمۂ آب ہمچو شط
میری آنکھ سے نہر جیسا چشمہ جاری ہو گیا ہے

خالِ سیاہ را بر آں عارضِ سیم رنگ بیں
اس چاندی جیسے رنگ والے رخسار پر سیاہ تل دیکھو

راست ز مشک ماندہ آں رخِ ماہ یک نقط
بالکل مشک کا ایک نقطہ ہے جو چاند کے رخ پر قائم ہوا ہے

موئے کشادہ کردہ خوی تا بچمن در آمدی
پسینے میں نہائے ہوئے بال کھولے جب تو چمن میں آیا ہے

شد رخِ گل چو زعفراں مشک و گلاب شد سقط
گل کا رخسار زعفران کی طرح ہو گیا ہے مشک اور گلاب گری پڑی چیز ہو گئے

گہ بہوائش میدہم گرد مثالِ جان و دل
کبھی اس کی جستجو میں جان و دل گرد کی طرح بناتا ہوں

گاہ بآب میکشم آتشِ عشق ہمچو بط
کبھی بط کی طرح عشق کی آگ کو پانی سے بجھاتا ہوں

گر بغلامی خودم شاہ قبول میکند
اگر مجھے بادشاہ اپنی غلامی میں قبول کرتا ہے

تا بمبارکی دہم بندہ بہ بندگیش خط
تو بیشک خادم اُس کی غلامی کی تحریر مبارک میں لکھ دیگا

آبِ حیات حافظا گشتہ خجل ز نظمِ تو
اے حافظ تیری غزل سے آبِ حیات شرمندہ ہو گیا

کس بہوائے عشقِ او شعر نگفتہ زیں نمط
اس کے عشق میں اس طریقہ پر کسی نے شعر نہیں کہا ہے

ردیفِ ظائے معجمہ

ز چشمِ بد رخِ خوبِ ترا خدا حافظ
نظرِ بد سے تیرے حسین رخسار کو خدا نگہبان ہو

کہ کرد جملہ نکوئی بجائے ما حافظ
اس لیے کہ اے حافظ! اس نے ہمارے ساتھ ساری بھلائیاں کی ہیں

اگرچہ خونِ دلت خورد لعلِ او بستاں
اگرچہ اس کے ہونٹ نے تیرے دل کا خون پی لیا ہے لے لے

بکامِ دل ز لبش بوسہ خوں بہا حافظ
اے حافظ دل کے منشا کے مطابق خون بہا میں اس کے ہونٹ کے بوسے

بزلف و خالِ بتاں دل مبند دیگر بار
حسینوں کی زلف اور تل میں دوبارہ دل نہ پھنسا

اگر بجستی ازیں بند و ایں بلا حافظ
اے حافظ اگر تو اس قید اور مصیبت سے بچ نکلا ہے

بیا کہ نوبتِ صلح است و دوستی و صفا
آجا کہ خلوص اور دوستی اور صلح کا وقت ہے

کہ با تو نیست مرا جنگ و ماجرا حافظ
اس لیے کہ اے حافظ مجھے تیری کوئی لڑائی اور قصہ نہیں

۱ معشوق کے چہرے کے گرد خط نے حریم حسن پیدا کر دیا ہے، چنانچہ چاند نے اس کو آفتاب سمجھ کر اس سے نور حاصل کرنے کا خیال کیا جو واقعی غلط خیال ہے۔
۲ معشوق کے رخ پر تل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ چاند پر چمکیلا نقطہ
۳ اگر شاہ غلامی میں قبول کرے تو مبارکبادی میں خطِ غلامی لکھ کر پیش کروں۔
۴ حافظ کے دل کا خون بہا یہی ہے کہ قاتل کے ہونٹ کے چند بوسے دلوا دیئے جائیں۔

تو از کجا و اُمیدِ وصالِ او ز کجا
تو کہاں اور اس کے وصل کی امید کہاں

بدامنش نرسد دستِ ہر گدا حافظ
اے حافظ! اس کے دامن تک ہر گدا کا ہاتھ نہیں پہونچتا ہے

چہ ذوق یافت دلِ من ز وصلِ آں محبوب
اس محبوب کے وصل سے میرے دل نے کیا مزا پایا

مراست تحفۂ جاں بخش دلربا حافظ
اس لیے کہ اے حافظ! مجھے دلربا جاں بخش تحفہ حاصل ہے

بیا بخواں غزلِ خوب و طرفہ و پُر سوز
آ، پُر درد، اور عجیب، اور اچھی غزل سنا

کہ شعرِ تست فرح بخش و جاں فزا حافظ
اس لیے کہ اے حافظ تیرے اشعار فرحت بخشنے والے اور جاں فزا ہیں

ردیفِ عین مہملہ

بفرِّ دولتِ گیتی فروزِ شاہِ شجاع
شاہ شجاع کی دنیا کو روشن کرنے والی حکومت کے دبدبہ کی قسم

کہ ہست در نظرِ من جہاں حقیر متاع
کہ دنیا میری نگاہ میں ایک ذلیل پونجی ہے

صراحیے و حریفے خوشم ز دنیا بس
تمام دنیا سے بس ایک صراحی اور اچھا دوست میرے لیے کافی ہے

کہ غیر ازیں ہمہ اسبابِ تفرقہ است و صداع
اس لیے کہ اس کے علاوہ سب پریشانی اور دردِ سر کے سبب ہیں

مگوی وعظ و بجامے بدل کن ایں شفقت
وعظ کہہ اور اس شفقت کو ایک جام سے تبدیل کر دے

کہ نیست با تو کسے را بہیچ گونہ نزاع
پھر کسی کا تجھ سے کوئی جھگڑا نہیں ہے

ز مسجدم بخرابات می فرستد عشق
عشق مجھے مسجد سے خرابات میں بھیجتا ہے

بسر ہمیروم ایجاں نمی کنیم نزاع
اے جان! میں سر کے بل جا رہا ہوں ہم کسی سے جھگڑا نہیں کرتے ہیں

بس ست وردِ شبانہ مے مغانہ بیار
رات کا معمول وظیفہ کافی ہے، مغوں کی شراب لا

حریفِ بادہ رسید اے رفیقِ توبہ وداع
شراب کا ساتھی پہونچ گیا ہے، اے توبہ کے ساتھی رخصت ہو

ہنر نمی خرد ایام و غیر ازینم نیست
زمانہ ہنر نہیں خریدتا ہے اور میرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں ہے

کجا روم بتجارت بدیں کسادِ متاع
اس کھوٹی پونجی کو لیکر تجارت کرنے کہاں جاؤں؟

بیار مے کہ چو خورشید مشعل افروزد
شراب لا، اس لیے کہ جب آفتاب مشعل روشن کرتا ہے

رسد بکلبۂ درویش نیز فیضِ شعاع
فقیر کی کوٹھری تک بھی، شعاع کا فیض پہونچتا ہے

جبین و چہرۂ حافظ خدا جدا مکناد
خدا حافظ کی پیشانی اور چہرہ کو جدا نہ کرے

ز خاکِ بارگہِ کبریائے شاہِ شجاع
شاہ شجاع کی بلند بارگاہ کی خاک سے

بامداداں کہ ز خلوتگہِ کاخِ ابداع
صبح کو جبکہ ایجاد کے محل کی خلوت گاہ سے

شاہِ خاور فگند بر ہمہ اطراف شعاع
مشرق کا بادشاہ، چاروں طرف شعاعیں ڈالتا ہے

۔ دنیا کی چیزوں میں صرف معشوق اور صراحی کافی ہے باقی دردِ سر ہے۔
۔ اے واعظ اپنی شفقت کا مظاہرہ بجائے وعظ کے ایک جام کے ذریعہ [کر]
۔ زمانہ میں ہنر کی کساد بازاری ہے اور میرے پاس اس کے علاوہ کوئی پونجی نہیں ہے۔
۔ یعنی جب صبح کو سورج نمودار ہوتا ہے اور مشرق سے ناچتا ہوا آئینہ گھماتا ہوا نمودار ہوتا ہے اور دنیا کو مختلف رنگوں میں دکھاتا ہے اور جمشید فلک کے رقص خانہ میں زہرہ ارغنوں سنبھالتی ہے تو چنگ شور کرتی ہے اور منکرین پر طعنہ زنی کرتی ہے اور کہتی ہے کہ زمانہ کی حالت کو دیکھو عیش و عشرت میں وقت کاٹ دینا ہی بہتر ہے۔

برکشد آئنہ از جیبِ افق چرخ زناں
افق کی جیب سے، گھماتے ہوئے آئینہ نکالتا ہے

بنماید رخِ گیتی بہزاراں انواع
دنیا کا چہرہ، ہزاروں طرح سے دکھاتا ہے

وز زوایائے طرب خانۂ جمشیدِ فلک
آسمان کے جمشید کے طرب خانہ کے گوشوں سے

ارغنوں ساز کند زہرہ بآہنگِ سماع
زہرہ بجانے کے ارادہ سے ارغنوں بجاتی ہے

چنگ در غلغلہ آید کہ کجا شد منکر
چنگ شور کرتی ہے، کہ منکر کہاں گیا!

جام در قہقہہ آید کہ کجا شد مناع
جام ہنسی لگاتا ہے، کہ روکنے والا کہاں گیا!

وضعِ دوراں بنگر ساغرِ عشرت برگیر
زمانہ کی حالت کو دیکھ، عیش کا ساغر تھام

کہ بہر حال ہمیں ست بہینِ اوضاع
اس لیے، کہ بہترین حالتیں تو یہی ہیں

طرّۂ شاہدِ دنیا ہمہ مکر ست و فریب
دنیا کے معشوق کی زلف، تمام تر مکر اور فریب ہے

عارفاں بر سرِ ایں نکتہ نجویند نزاع
جانکار، اس نکتہ پر اختلاف نہیں کرتے ہیں

عمر خسرو طلب ار نفعِ جہاں میطلبی
اگر تو دنیا کا نفع چاہتا ہے، بادشاہ کی عمر کی درازی چاہ

کہ وجودیست عطا بخش و کریم و نفّاع
اس لیے کہ وہ بڑا عطا بخشنے والا، سخی اور نفع رساں وجود ہے

مظہرِ لطفِ ازل روشنیِ چشمِ امل
ازلی مہربانی کا مظہر ہے، امید کی آنکھ کی روشنی ہے

جامعِ علم و عمل جانِ جہاں شاہ شجاع
علم و عمل کا جامع ہے، شاہ شجاع دنیا کی جان ہے

حافظ ار بادہ خوری با صنمِ گلرخ خور
حافظ اگر تو شراب پیئے تو گلابی رخسار والے معشوق کے ساتھ پی

کہ ازیں بہ نبود در دو جہاں ہیچ متاع
اس لیے کہ دونوں جہان میں اس سے بہتر کوئی پونجی نہیں ہے

در وفائے عشقِ تو مشہورِ خوبانم چو شمع
میں حسینوں میں شمع کی طرح تیرے عشق کی وفاداری میں مشہور ہوا

شب نشینِ کوئے سربازانِ و رندانم چو شمع
میں شمع کی طرح، سر کی بازی لگانے والوں اور رندوں کے کوچہ میں رات گزارنے والا ہوں

کوہِ صبرم نرم شد چوں موم از دستِ غمت
تیرے غم کے ہاتھوں میرے صبر کا پہاڑ موم کی طرح نرم ہوگیا ہے

تا در آب و آتشِ عشقت گدازانم چو شمع
جب کہ تیرے عشق کے آب و آتش میں شمع کی طرح پگھل رہا ہوں

بے جمالِ عالم آرائے تو روزِ من شب ست
تیرے عالم کو سنوارنے والے جمال کے بغیر میرا دن رات ہے

با کمالِ عشقِ تو در عینِ نقصانم چو شمع
تیرے عشق کے کمال کے ہوتے ہوئے، شمع کی طرح عین نقصان میں ہوں

رشتۂ صبرم بمقراضِ غمت ببریدہ شد
میرے صبر کا دھاگا تیرے غم کی قینچی سے کاٹ دیا گیا

ہمچناں در آتشِ ہجرِ تو سوزانم چو شمع
تیرے ہجر کی آگ میں، اسی طرح شمع کی مانند جل رہا ہوں

گر کمیتِ اشکِ گلگونم نبودے تندرو
اگر میرے سرخ آنسوؤں کا گھوڑا، تیز رو نہ ہوتا

کے شدے پیدا بگیتی رازِ پنہانم چو شمع
میرا چھپا ہوا راز دنیا میں شمع کی مانند کب ظاہر ہوتا!

روز و شب خوابم نمی آید بچشمِ غم پرست
میری غم پرست آنکھ میں دن رات نیند نہیں آتی، اب تب

بسکہ در بیماریِ ہجرِ تو گریانم چو شمع
بس تیرے ہجر کی بیماری میں، شمع کی طرح روتا ہوں

در میانِ آب و آتش ہمچناں سرگرمِ تست
پانی اور آگ کے درمیان بھی، اسی طرح تیرے لیے سرگرم ہے

ایں دلِ زار و نزار و اشکبارانم چو شمع
میرا یہ دل جو عاجز اور لاغر ہے، اور شمع کی طرح آنسو بہانے والا ہے

ــــ تیرے عشق میں حسینوں کی مجلس میں شمع کی طرح مشہور ہوا۔
ــــ جب سے تیرے ہجر میں شمع کی طرح پگھل رہا ہوں میرا کوہِ صبر موم بن گیا ہے۔
ــــ شمع ہر وقت پگھلتی اور گھٹتی رہتی ہے۔
ــــ میں تو راز دار تھا آنسوؤں نے راز پھیلا دیا۔

در شب ہجراں مرا پروانۂ وصلے فرست — ورنہ از آہے جہانے را بسوزانم چو شمع
ہجر کی رات میں میرے پاس وصل کا پروانہ بھیج دے — ورنہ آہ کے ذریعہ ایک دنیا کو شمع کی طرح جلا ڈالوں گا

سرفرازم کن شبے از وصل خود اے ماہرو — تا منور گردد از دیدارت ایوانم چو شمع
اے چاند جیسے چہرے والے کسی رات کو اپنے وصل سے مجھے بلند مرتبہ بنا — تاکہ شمع کی طرح تیرے دیدار سے میرا مکان منور ہو جائے

ہمچو صبحم یک نفس باقیست بے دیدار تو — چہرہ بنما دلبرا تا جاں بیفشانم چو شمع
تیرے دیدار کے بغیر میرا ایک سانس باقی ہے صبح کی طرح مجھے — اے دلبر چہرہ دکھا تاکہ شمع کی طرح جان قربان کردوں

آتش مہر ترا حافظ عجب در سر گرفت
تیرے عشق کی آگ نے حافظ کے سر میں عجب لگی ہے
آتش دل کے بآب دیدہ بنشانم چو شمع
شمع کی طرح دل کی آگ کو آنسو کے پانی سے کب بجھا سکتا ہوں

قسم بحشمت و جاہ و جلال شاہ شجاع — کہ نیست با کسم از بہر مال و جاہ نزاع
شاہ شجاع کے جاہ و جلال کی حشمت کی قسم — کہ مال اور مرتبہ کے لئے میرا کسی سے جھگڑا نہیں ہے

بفیض جرعۂ جام تو تشنہ ایم ولے — نمی کنیم دلیری نمی دہیم صداع
ہم تیرے جام کے گھونٹ کے فیض کے پیاسے ہیں لیکن — ہم دلیری نہیں کرتے، درد سر نہیں دیتے

خدائے را بمیم شست و شوئے خرقہ کنید — کہ من نمی شنوم بوئے خیر ازیں اوضاع
خدا کے لیے میری گدڑی کو شراب کے ذریعہ پاک صاف کر دو — اس لیے کہ ان حالتوں سے مجھے خیر کی خوشبو نہیں آتی ہے

ببیں کہ رقص کناں میرود بنالۂ چنگ — کسے کہ اذن نمی دادے استماع سماع
دیکھ چنگ کے نالہ پر ناچتا جا رہا ہے — وہ، جو گانا سننے کی اجازت نہ دیتا تھا

بعاشقاں نظرے کن بشکر ایں نعمت — کہ من غلام مطیعم تو پادشاہ مطاع
اس نعمت کے شکرانہ میں، عاشقوں کی طرف نظر کر — کہ میں فرمانبردار غلام ہوں، اور تو مطاع بادشاہ ہے

برو ادیب و نصیحت مگو کہ دیگر تو — نہ بینیم پس ازیں ہیچگہ بکنج بقاع
اے ادب سکھانے والے جا اور نصیحت نہ کر کہ اس کے بعد تو — اس کے بعد زمین کے کونے پر کبھی مجھے نہ دیکھے گا

ز زہد حافظ و طامات او ملول شدم
حافظ کے زہد اور اس کی زندگی کی ڈینگوں سے میں ملول ہو گیا ہوں
بساز رود و غزل گوئی بر سرود سماع
رود بجا، اور قوالی کی لے میں غزل سنا

ردیف غین معجمہ

سحر چو بلبل بیدل دمے شدم در باغ — کہ تا چو بلبل بیدل کنم علاج دماغ
صبح کو بے دل بلبل کی طرح میں تھوڑی دیر کے لئے باغ میں گیا — تاکہ بے دل بلبل کی طرح دماغ کا علاج کروں

۱ ہجر کی رات وصل کا پروانہ بھیجیے ورنہ آہ کے ذریعہ دنیا کو شمع کی طرح جلا ڈالوں گا پروانہ اور شمع کو جوڑ پر لطف ہے
۲ میں زندگی کے آخری سانس لے رہا ہوں چہرہ دکھلا دے تاکہ شمع کی طرح میں بھی جان دے ڈالوں جو صبح ہوتے ہی بجھ جاتی ہے۔
۳ پانی آنکھ سے جاری ہے آگ لگی ہے تو اس پانی سے وہ آگ کیسے بجھ سکتی ہے۔
۴ ہم خود بڑھ کر جام اٹھانے کی دلیری نہیں کرنا چاہتے تمہیں ناگواری کا سبب بنے
۵ گدڑی میں سے ریا کی بو آرہی ہے اس کو شراب سے دھو ڈالو۔
۶ وہ محتسب جو سماع کی اجازت نہ دیتا تھا اب خود چنگ کی آواز پر رقص کر رہا ہے۔

بچہرۂ گلِ سوری نگاہ میکردم
میں گلِ سوری کے چہرہ کو دیکھ رہا تھا
کہ بود در شبِ تارے بروشنی چو چراغ
جو اندھیری رات میں روشنی دینے میں چراغ کی طرح تھا

چناں بحسن و جوانیِ خویشتن مغرور
اپنے حسن اور جوانی پر ایسا مغرور تھا
کہ داشت از دلِ بلبل ہزار گونہ فراغ
کہ بلبل کے دل سے ہزار طرح کی بے پرواہی رکھتا تھا

کشادہ نرگسِ رعنا بحسرت آب از چشم
حسین نرگس حسرت میں آنکھ سے آنسو بہا رہی تھی
نہادہ لالۂ حمرا بجان و دل صد داغ
سرخ لالہ دل اور جان میں سو داغ رکھتا تھا

زباں کشیدہ چو تیغے بسرزنش سوسن
سوسن سرزنش کے لیے تلوار کی طرح زبان سونتے ہوئے تھی
دہاں کشادہ شقائق چو مردمانِ نباغ
گل لالہ منہ کھولے ہوئے انسانوں کی طرح منہ پھیلائے ہوئے تھا

یکے چو بادہ پرستاں صراحی اندر دست
ایک بادہ پرستوں کی طرح صراحی ہاتھ میں لیے تھا
یکے چو ساقیِ مستاں بکف گرفتہ ایاغ
ایک مستوں کے ساقی کی طرح پیالہ ہاتھ میں لیے تھا

نشاط و عیشِ جوانی چو گل غنیمت داں
خوشی اور جوانی کے عیش کو پھول کی طرح غنیمت سمجھ
کہ حافظا نبود بر رسول غیرِ بلاغ
اس لیے کہ اے حافظ رسول کی ذمہ داری صرف پیغام پہنچانا ہے

ردیفِ فائے مُوحدہ

طالع اگر مدد کند دامنش آورم بکف
نصیبہ اگر مدد کرے تو اس کا دامن ہاتھ سے پکڑ لوں گا
گر بکشم زہے طرب ور بکشد زہے شرف
اگر میں اس کو کھینچ لوں تو زہے خوشی اور اگر وہ کھینچ لے زہے عزت

طرفِ کرم ز کس نبست ایں دلِ پُر اُمیدِ من
میرے اس امید والے دل نے کسی سے کرم کا فائدہ نہ اٹھایا
گرچہ صبا ہمی برد قصۂ من بہر طرف
اگرچہ صبا میرا قصہ ہر طرف لیجاتی ہے

چند بناز پرورم مہرِ بتانِ سنگدل
سنگدل معشوقوں کی محبت کو میں کہاں تک ناز سے پالوں
یاد پدر نمیکنند ایں پسرانِ ناخلف
یہ نالائق لڑکے اپنے باپ کو بھی یاد نہیں کرتے ہیں

از خمِ ابروئے توام ہیچ کشائشے نشد
تیرے ابرو کے خم سے مجھے کوئی آرام نہ ملا
وہ کہ دریں خیالِ کج عمرِ عزیز شد تلف
ہائے اس غلط خیال میں پیاری عمر تلف ہو گئی

من بخیالِ زاہدی گوشہ نشین و طرفہ آنک
میں تقوے کے خیال سے گوشہ نشین ہوں اور تعجب یہ کہ
مغبچہ زہر طرف میزندم بچنگ و دف
ایک مغبچہ ہر طرف سے میرے سامنے چنگ اور دف بجا رہا ہے

ابروئے دوست کے شود دستکشِ خیالِ من
دوست کی ابرو میرے خیال سے کب دست بطلب ہو سکتی ہے
کس نزدست ازیں کماں تیرِ مراد بر ہدف
اس کمان کے ذریعہ کسی نے نشانہ پر تیر مراد نہیں مارا ہے

بیخبرند زاہداں نقش بخوان و لاتقل
زاہد بے خبر ہیں، تو نقش پڑھ اور نہ بتا
مستِ ریاست محتسب بادہ بنوش و لا تخف
محتسب ریاکاری میں مست ہے تو شراب پی اور نہ ڈر

ے گلِ سوری اپنے حسن اور نوجوانی پر مغرور تھا اور بلبل کے عشق سے بے پرواہ تھا۔
ے صبح کو نرگس کے پھول پر جو شبنم ہوتی ہے اس کو حسرت کے آنسوؤں سے تعبیر کیا ہے۔
ے گلِ سوسن نیلے رنگ کا پھول ہے جس کی پتیوں کو زبان سے تشبیہ دی جاتی ہے، شقائق لالہ کے پھول کو کہتے ہیں۔
ے حافظ کا یہی پیغام ہے جو پہلے مصرع میں دیا ہے۔
ے دامن کھینچ لیا تو مقصد پورا ہوا اور اگر قتل کر دیا تو عزت ملی
ے صبا نے میرے عشق کی داستان ہر جگہ کہی لیکن کہیں سے فائدہ حاصل نہ ہوئی لہٰذا کسی بھی اس کی وفا کی کیا امید ہو سکتی ہے۔
ے میں زہد کے خیال سے گوشہ نشین ہونا چاہتا ہوں لیکن مغبچے پیچھے نہیں چھوڑتے ہیں۔

صوفیِ شہر بیں کہ چوں لقمۂ شبہ می‌خورد
شہر کے صوفی کو دیکھو، حرام کا لقمہ کس طرح کھاتا ہے

پاردمش دراز باد ایں حیوانِ خوش علف
اس خوش خوراک جانور کی گردن کے بال اور دم دراز ہو

من بکدام دل خوشی مے خورم و طرب کنم
میں کس خوش دلی سے شراب پیوں اور مستی کروں

کز پس و پیش خاطرم لشکرِ غم کشیدہ صف
اس لیے کہ میری طبیعت کے آگے پیچھے غم کے لشکر نے صف کھینچ رکھی ہے

حافظا گر قدم زنی در رہِ خاندانِ عشق
اے حافظ اگر تو خاندانِ عشق کے راستے میں قدم دھرے گا

بدرقۂ رہت شود ہمتِ شحنۂ نجف
نجف کے کوتوال کی باطنی توجہ تیرے راستے کی رہبر ہوگی

ردیفِ قاف

زبانِ خامہ ندارد سرِ بیانِ فراق
قلم کی زبان فراق کے بیان کی طاقت نہیں رکھتی ہے

وگرنہ شرح دہم با تو داستانِ فراق
ورنہ تجھ سے فراق کی داستان کی تفصیل بیان کروں

رفیقِ خیلِ خیالیم و ہم رکابِ شکیب
ہم خیال کے لشکر کے ساتھی ہیں اور صبر کے ہم رکاب ہیں

قرینِ محنت و اندوہ و ہم قرانِ فراق
محنت اور رنج کے ساتھی ہیں اور فراق کے ملاقاتی ہیں

دریغ مدتِ عمرم کہ بر امیدِ وصال
افسوس ہے میری عمر کی مدت پر کہ وصال کی امید میں

بسر رسید و نیامد بسر زمانِ فراق
ختم ہو چلی اور فراق کا زمانہ ختم نہ ہوا

سرے کہ بر سرِ گردوں بفخر می‌سودم
وہ سر جس کو میں فخر سے آسمان کے سر سے لگاتا تھا

ز روئے عجز نہادم بر آستانِ فراق
عاجزی کی وجہ سے میں نے فراق کی چوکھٹ پر رکھ دیا

چگونہ باز کنم بال در ہوائے وصال
وصال کی ہوا میں پروں کو کیسے پھیلاؤں؟

کہ ریخت مرغِ دلم پر در آشیانِ فراق
اس لیے کہ میرے دل کے پرندے نے فراق کے آشیانہ میں پر گرا دیے ہیں

بسے نماند کہ کشتیِ عمر غرقہ شود
زیادہ وقت نہیں رہا کہ عمر کی کشتی ڈوب جائے

ز موجِ شوقِ تو در بحرِ بیکرانِ فراق
فراق کے لا انتہا سمندر میں تیرے شوق کی موج کی وجہ سے

فلک چو دید سرم را اسیرِ چنبرِ عشق
میرے سر کو آسمان نے جب عشق کے پھندے کا قیدی دیکھا

ببست گردنِ صبرم بریسمانِ فراق
تو میرے صبر کی گردن، فراق کی رسی سے کس دی

کنوں چہ چارہ کہ در بحرِ غم بگردابے
اب کیا تدبیر ہے جبکہ غم کے سمندر کے ایک بھنور میں

فتادہ کشتیِ صبرم ز بادبانِ فراق
فراق کے بادبان کی وجہ سے میرے صبر کی کشتی پھنس گئی ہے

چگونہ دعوئے وصلت کنم بجاں کہ شدہ است
میں جان کے ذریعہ کس طرح سے تیرے وصل کا دعویٰ کروں

تنم وکیلِ قضا و دلم ضمانِ فراق
میرا جسم قضا کا وکیل اور میرا دل فراق کا ضامن ہو گیا ہے

فراق و ہجر کہ آورد در جہاں یارب
اے خدا فراق اور ہجر کو دنیا میں کون لایا تھا؟

کہ روئے ہجر سیہ باد و خانمانِ فراق
خدا کرے ہجر کا چہرہ اور فراق کا گھر سیاہ ہو

۱ صوفی جو دوسروں کی کمائی کھاتا ہے ایک خوش خوراک جانور ہے خدا اس کی دم اور گردن کے بال دراز کرے۔
۲ نجف عراق کا وہ شہر ہے جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدفون بتلائے جاتے ہیں شحنۂ نجف سے وہی مراد ہیں یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی باطنی توجہ تیری رہنمائی کرے گی۔
۳ داستانِ فراق بیان کرنے کی قلم میں طاقت نہیں ہے ورنہ اس کی خوب تشریح کرتا۔
۴ فراق کا زمانہ اس قدر دراز تھا کہ تمام عمر وصل کی امید میں ختم ہوئی۔
۵ اب مرغِ دل بے بال و پر ہے اس میں پرواز کی طاقت نہیں رہی ہے۔
۶ اب زیادہ دیر نہیں ہے ہم عنقریب فرقت میں جان دے دیں گے
۷ جبکہ جسم اور دل ہی ہمارا ساتھ نہیں دیتے تو ہم وصل کا دعویٰ کس طرح کریں۔

زِ سوزِ شوق دلم شد کباب دور از یار
دوست سے دور، عشق کی سوزش سے میرا دل کباب ہو گیا ہے
مدام خونِ جگر میخورم ز خوانِ فراق
میں ہمیشہ فراق کے دستر خوان سے خونِ جگر کھاتا ہوں

بپائے شوق گر ایں رہ بسر شدے حافظ
اے حافظ! اگر شوق کے پیر سے راستہ طے ہوتا
بدست ہجر ندادے کسے عنانِ فراق
فراق کی باگ، ہجر کے ہاتھ میں کوئی نہ دیتا

مباد کس چو منِ خستہ مبتلائے فراق
مجھ خستہ کی طرح خدا کرے کوئی فراق میں مبتلا نہ ہو
کہ عمرِ من ہمہ بگذشت در بلائے فراق
اس لیے کہ میری تمام عمر فراق کی مصیبت میں گذری

غریب و عاشق و بیدل فقیر و سرگرداں
میں، پردیسی اور عاشق اور بیدل اور فقیر اور حیران ہوں
کشیدہ محنتِ ایام و دردہائے فراق
زمانے کی مصیبت اور فراق کے درد اٹھائے ہوئے

اگر بدستِ من افتد فراق را بکشم
اگر میرے ہاتھ پڑ جائے تو فراق کو مار ڈالوں
بآبِ دیدہ دہم باز خونبہائے فراق
اور پھر فراق کا خون بہا آنسوؤں سے ادا کروں

کجا روم چہ کنم حالِ دل کرا گویم
کہاں جاؤں کیا کروں، دل کا حال کس سے کہوں؟
کہ دادِ من بستاند دہد جزائے فراق
جو میرا انصاف کرے، فراق کو سزا دے

ز دردِ ہجر و فراقم دمے خلاصی نیست
ہجر اور فراق کے درد سے تھوڑی دیر کے لیے بھی میرا چھٹکارا نہیں ہے
خدائے را بستاں داد و دہ سزائے فراق
خدا کے لیے میرا انصاف کر اور فراق کو سزا دے

فراق را بفراقِ تو مبتلا سازم
فراق کو تیرے فراق میں، مبتلا کر دوں
چنانکہ خوں بچکانم ز دیدہائے فراق
اس طرح پر کہ فراق کی آنکھوں سے خون ٹپکاؤں

من از کجا و فراق از کجا و غم ز کجا
میں کہاں کا، فراق کہاں کا، اور غم کہاں سے؟
مگر کہ زاد مرا مادر از برائے فراق
شاید میری ماں نے، مجھے فراق کے لیے جنا ہے

بداغِ عشقِ تو حافظ چو بلبلِ سحری
تیرے عشق کے داغ کی وجہ سے حافظ صبح کی بلبل کی طرح
زند بروز و شباں خونفشاں نوائے فراق
دن رات فراق کے خون برسانے والے نغمے لگاتا ہے

مقامِ امن و مے بیغش و رفیقِ شفیق
امن کی جگہ، اور خالص شراب، اور مہربان ساتھی
گرت مدام میسر شود زہے توفیق
اگر تجھے ہمیشہ میسر آجائیں، تو زہے نصیب

جہان و کارِ جہاں جملہ ہیچ در ہیچ ست
دنیا اور دنیا کے کام سب ہیچ در ہیچ ہیں
ہزار بار من ایں نکتہ کردہ ام تحقیق
میں نے ہزار بار، اس نکتہ کی تحقیق کی ہے

دریغ و درد کہ تا ایں زماں ندانستم
افسوس اور درد ہے کہ میں اس وقت تک جان نہ سکا
کہ کیمیائے سعادت رفیق بود رفیق
کہ مخلص دوست خوش نصیبی کی کیمیا ہے

بمامنے رو و فرصت شمر غنیمتِ وقت
کسی امن کی جگہ چلا جا، اور فرصت کو وقت کی غنیمت سمجھ
کہ در کمینگہِ عمرند قاطعانِ طریق
[illegible]

۱ عشق کی منزل اگر پائے شوق سے طے ہو جایا کرتی تو اپنے آپ کو کون ہجر کے سپرد کرتا۔
۲ مجھ خستہ کی اب یہ حالتیں ہیں۔
۳ یعنی فراق کو قتل کر کے خوشی کے آنسو خون بہا میں دے دوں گا۔
۴ لطف یہ ہے کہ فراق خود فراق میں مبتلا ہو جائے۔
۵ بلبل بھی فراق میں مبتلا ہے اور میں بھی۔
۶ توفیق خداوندی اگر یہ چیزیں مہیا ہو جائیں تو زہے نصیب۔
۷ کسی مخلص دوست کا حاصل ہو جانا کیمیائے سعادت ہے۔

کجاست اہلِ دلے تا کند دلالتِ خیر
کہ ما بدوست نبردیم رہ بہیچ طریق
کہاں ہے وہ اہلِ دل کہ جو بہتری کی رہنمائی کرے؟
اس لیے کہ ہمیں کسی طریقہ سے دوست کا راستہ نہ ملا

فدائے غمزۂ ساقی ہزار جاں آندم
کہ تر کند لبِ لعل از شراب ہمچو عقیق
میں ساقی کی ادا پر، ہزار جان سے قربان ہوں، جب کہ
وہ عقیق جیسی شراب سے ہونٹ تر کرے

حلاوتے کہ ترا در چہِ زنخدانست
بکنہِ او نرسد صد ہزار فکرِ عمیق
وہ شیرینی جو تیری ٹھوڑی کے کنویں میں ہے
ہزاروں گہری فکریں اس کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتیں

اگرچہ موئے میانت بچوں منے نرسد
خوش ست خاطرم از فکرِ ایں خیالِ دقیق
اگرچہ تیری کمر کا بال، مجھ جیسے تک نہیں پہنچتا
لیکن اس باریک خیال سے میری طبیعت خوش ہے

ازاں برنگِ عقیقست اشکِ من ہمہ وقت
کہ مہرِ خاتمِ چشمِ منست ہمچو عقیق
اسی وجہ سے میرے آنسو ہر وقت عقیق کے رنگ کے ہیں
کہ میری آنکھ کی انگوٹھی کی مہر، عقیق جیسی ہے

بیا کہ توبہ ز لعلِ نگار و خندۂ جام
تصوریست کہ عقلش نمیکند تصدیق
تو آ جا، اس لیے کہ محبوب کے ہونٹ اور جام کے قہقہہ سے توبہ
ایک ایسا تصور ہے جس کی تصدیق عقل نہیں کرتی ہے

بخندہ گفت کہ حافظ غلامِ طبعِ توام
اس نے ہنسی میں کہا کہ اے حافظ! میں تیری طبیعت کا غلام ہوں
ببیں کہ تا بچہ حدم ہمی کند تحمیق
دیکھ! کس حد تک مجھے بے وقوف بناتا ہے

ردیفِ کافِ عربی

اگر شراب خوری جرعۂ فشاں بر خاک
ازاں گناہ کہ نفعے رسد بغیر چہ باک
اگر تو شراب پیے تو ایک گھونٹ زمین پر چھڑک دے
جس گناہ سے دوسرے کو فائدہ پہنچے اس سے کوئی نقصان نہیں ہے

بزن براوجِ فلک حالیا سرادقِ عشق
کہ خود برد اجلت ناگہاں بتیرہ مغاک
اب آسمان کی بلندی پر عشق کی قنات تان دے
اس لیے کہ اچانک تجھے خود تیری موت تاریک گڑھے میں لیجائیگی

مخور دریغ و بخور مے بشاہد و دف و چنگ
کہ بیدریغ زند روزگار تیغِ ہلاک
افسوس نہ کر اور معشوق اور دف اور چنگ کے ساتھ شراب پی
اس لیے کہ زمانہ بے دریغ ہلاکت کی تلوار مارتا ہے

بخاکِ پائے تو اے سروِ ناز پرورِ من
کہ روزِ واقعہ پا وا مگیرم از سرِ خاک
اے میرے ناز پرور سرو! تجھے اپنے پیر کی خاک کی قسم
کہ موت کے روز میری خاک سے پاؤں نہ ہٹانا

چہ دوزخی چہ بہشتی چہ آدمی چہ ملک
بمذہبِ ہمہ کفرِ طریقت ست امساک
کیا دوزخی کیا بہشتی کیا آدمی کیا فرشتہ
سب کے مذہب میں بخل، طریقت کا کفر ہے

فریبِ دخترِ رز طرفہ میزند رہِ عقل
مباد تا بقیامت خرابِ طارمِ تاک
انگور کی بیٹی کا فریب عجب طرح عقل پر ڈاکہ ڈالتا ہے
انگور کی شاخ قیامت تک برباد نہ ہو

۱ ۔ اب تو اہلِ دل کی دعا سے ہی وصال میسر آ سکے گا۔
۲ ۔ اگرچہ کمر تک رسائی نہیں لیکن یہ باریک خیال ہی باعثِ لطف ہے۔
۳ ۔ توبہ عقلاً ممکن نہیں ہے لہٰذا اے ساقی تو آ کر شراب پلا دے۔
۴ ۔ زمین پر ایک گھونٹ گرا دینے سے شاید کوئی پیاسا مردہ سیراب ہو جائے۔
۵ ۔ جب تک موقع ہے لطف کی زندگی گزار۔ ورنہ زمانہ تباہی کے درپے ہے۔
۶ ۔ موت کے وقت موجود رہنا، تاکہ مجھے پاؤں کا شرف حاصل ہو جائے۔
۷ ۔ بخل سب ہی کے نزدیک برا ہے۔

براہِ میکدہ حافظ خوش از جہاں رفتی
اے حافظ دنیا سے میکدہ کے راستہ تو خوب اٹھا چلا گیا

دعائے اہلِ دلت باد مونسِ دلِ پاک
تیرے پاک دل کے لئے اہلِ دل کی دعا غمخوار رہے

اے دلِ ریشِ مرا بالبِ تو حقِ نمک
اے محبوب میرے زخمی دل کا تیرے ہونٹ پر حقِ نمک ہے

حق نگہدار کہ من میروم اللہ معک
حق کی حفاظت کر کہ میں جا رہا ہوں خدا تیرے ساتھ ہے

توئی آں گوہرِ پاکیزہ کہ در عالمِ قدس
تو ہی وہ دُرِ یکتا ہے کہ عالمِ قدس میں

ذکرِ خیرِ تو بود حاصلِ تسبیحِ ملک
فرشتوں کی تسبیح کا حاصل، تیرا ذکرِ خیر ہوتا ہے

در خلوصِ منت ار ہست شکے تجربہ کن
اگر تجھے میرے خلوص میں شک ہے تو تجربہ کرلے

کس عیارِ زرِ خالص نشناسد چو محک
کسوٹی کی طرح خالص سونے کے خالص پن کو کوئی نہیں پہچانتا ہے

گفتہ بودی کہ شوم مست و دو بوست بدہم
تو نے کہا تھا میں مست ہوں گا اور تجھے دو بوسے دوں گا

وعدہ از حد بشد و ما نہ دو دیدیم نہ یک
وعدہ حد سے گزر گیا اور ہم نے دو دیکھے نہ ایک

بکشا پستۂ خنداں و شکر ریزی کن
مسکراتا ہوا پستہ کھول اور شکر ریزی کر

خلق را از دہنِ خویش مینداز بہ شک
مخلوق کو اپنے منہ کے بارے میں شک میں نہ ڈال

چرخ برہم زنم ار جز بمرادم گردد
آسمان کو درہم برہم کر دوں گا اگر وہ میری مراد کے سوا گھومے گا

من نہ آنم کہ زبونی کشم از چرخِ فلک
میں وہ نہیں ہوں کہ چرخِ فلک سے زبونی برداشت کرلوں

چوں بر حافظِ خویشش نگذاری بارے
جبکہ اس کو اپنے حافظ کے پاس آنے نہیں چھوڑتا ہے

اے رقیب از برِ او یکدو قدم پیشتر رک
تو اے رقیب تو بھی اس سے ایک دو قدم دور رہ

اے پیک پے خجستہ چہ نامی فدیت لک
اے مبارک قدم والے قاصد تیرا کیا نام ہے، میں تجھ پر قربان

ہرگز سیاہ چردہ ندیدم بایں نمک
میں نے کوئی گندمی رنگ والا اس ملاحت کا نہیں دیکھا

خوباں سزد کہ بر درت آیند جملگی
حسینوں کو چاہیے کہ سب تیرے در پر آئیں

وانگاہ خاکِ پائے تو بوسند یک بیک
پھر ایک ایک کر کے تیری خاکِ پا کو بوسہ دیں

ہم ظاہر از دو چشمِ تو در دیدہ مردمی
تیری دونوں آنکھوں کی وجہ سے آنکھوں میں انسانیت ظاہر ہے

ہم روشن از دو لعلِ تو در دیدہ مردمک
تیرے دو ہونٹوں سے آنکھ میں پتلی روشن ہے

آدم ز حسنِ روئے تو گر بہرہ داشتے
اگر آدم تیرے چہرے کے حسن سے حصہ رکھتے

از دیدنش بسجدہ نپرداختے ملک
فرشتے ان کا دیکھنا چھوڑ کر سجدے میں نہ گرتے

صورتگرانِ چیں اگر آں چہرہ بنگرند
چین کے مصور، اگر وہ چہرہ دیکھ لیں

نقش نگار خانۂ چیں را کنند حک
تو چین کے نگار خانہ کے نقش کو مٹا دیں

از طرفِ بام روئے چو ماہِ تو ہر شبے
ہر شب میں بالاخانہ کے کنارے سے تیرا چاند جیسا چہرہ

مانندِ آفتاب ہمی تابد از فلک
ایسا چمکتا ہے، جیسے کہ آسمان سے سورج

ے بیچارے زخمی دل کا
تیرے ہونٹوں پر حق تو
نمک ہے ہم تو رخصت
ہوتے ہیں تو اس کی
حفاظت کر
ے پستے سے مراد منہ
ہے یعنی منہ سے بات کر
اور مسکرا ورنہ لوگ
اس منہ کے وجود میں
شک کریں گے۔
ے اگر تو معشوق کو حافظ
سے دور رکھتا ہے
تو خود بھی دو چار
قدم اس سے
دور رہ
ے یہ نعت
خواجہ
صاحب نے
حضور کی تعریف
میں کہی ہے سیاہ چردہ
حضور کو اس لئے
کہا ہے کہ حضور کا حسن
ملیح تھا
ے آدم میں اگر حسین
ہوتا تو فرشتے دیدار کو
چھوڑ کر سجدہ نہ کرتے
مصروف نہ ہوتے۔ شعر
[illegible]

در دوستی حافظ اگر نیستت یقین
گر تجھے حافظ کی دوستی کا یقین نہیں ہے
زر خالص ست و باک نمیدارد از محک
سونا خالص ہے اور وہ کسوٹی کا ڈر نہیں رکھتا ہے

ای کہ شور افگندۂ در بزم خوبان از نمک
اے وہ محبوب! کہ تو نے نمک کی وجہ سے حسینوں کی محفل میں شور مچا دیا
دادِ مستانِ لبت در خندہ بستان از نمک
ہنس کر اپنے ہونٹوں کے مستوں سے ملاحت کی داد حاصل کر

می برد آبِ گہر لعلت بدُر پاشی و لطف
موتی بکھیرنے اور پاکیزگی میں تیرے ہونٹ گوہر کی آب لے جاتے ہیں
میکند نرخِ شکر یاقوت ارزان از نمک
یاقوت نے شکر کے نرخ کو نمک سے بھی سستا بنا دیا ہے

از نمک خندان کنی ہر دم غنچۂ پستہ را
تو ہر ساعت ایک خاص طرح پر نمک کی وجہ سے پستہ کو ہنساتا ہے
دیدۂ آنکہ گرد پستہ خندان از نمک
اے محبوب! تو نے کبھی پستہ کو ہنستا ہوا دیکھ لیا ہے

شور می بینم از آن جادوئے مستت در شراب
تیرے اس مست جادو سے میں شراب میں شور دیکھتا ہوں
ذوق می یابم ازان چاہِ زنخدان از نمک
نمک کا ذوق تیری اس ٹھوڑی کے گڑھے میں حاصل کرتا ہوں

گر نباتِ مصر یابد جان بشیرینی و لطف
اگر تیری مصری شیرینی اور پاکیزگی کی وجہ سے جان نکال لیتی ہے
قندِ شور انگیز لعلت میدہد جان از نمک
اگر تیرے ہونٹوں کی شور انگیز قند نمک کی وجہ سے جان عطا کرتی ہے

شد دلم ریش از لبِ پُر شورِ شیرینت ولے
میرا دل تیرے پُر شور شیریں ہونٹ سے زخمی ہو گیا لیکن
میکند زخم مرا ہر لحظہ درمان از نمک
ہر لحظہ میرے زخم کا علاج نمک سے کرتا ہے

ہرچہ جامِ بادہ خواہد کرد از تلخی و شور
جو کچھ وہ شور کی وجہ سے شراب کا جام جو کچھ کرے گا
شکرِ شیرین لعلت میکند آن از نمک
تیرے میٹھے ہونٹوں کی شکر نمک کی وجہ سے وہی کچھ کرتی ہے

آبِ حیوان یافت حافظ از نمکدانِ لبت
حافظ نے تیرے ہونٹوں کے نمک دان سے آبِ حیات پالیا
گرچہ ہرگز کس نیابد آبِ حیوان از نمک
اگرچہ کوئی شخص کبھی نمک سے آبِ حیات نہیں پاتا ہے

ہزار دشمنم ار میکنند قصدِ ہلاک
مجھے پروا نہیں اگر ہزاروں دشمن قصد کرتے ہیں
گرم تو دوستی از دشمنان ندارم باک
اگر تو میرا دوست ہے مجھے دشمنوں کی پروا نہیں ہے

مرا امیدِ وصالِ تو زندہ میدارد
مجھے تیرے وصل کی امید زندہ رکھتی ہے
وگرنہ ہر دمم از ہجرِ تست بیمِ ہلاک
ورنہ ہر وقت مجھے تیرے ہجر سے ہلاکت کا خوف ہے

نفس نفس اگر از باد نشنوم بویت
اگر ہر سانس تیری خوشبو ہوا سے نہ سونگھوں
زمان زمان کنم از غم چو گل گریبان چاک
ہر وقت غم کی وجہ سے پھول کی طرح گریبان چاک کروں

رود بخواب دو چشم از خیالِ تو ہیہات
تیرے خیال کی وجہ سے دونوں آنکھیں سو جائیں؟ توبہ توبہ
بود صبور دل اندر فراقِ تو حاشاک
تیرے فراق میں دل صبور ہو جائے؟ نہیں نہیں

بِقُربِ سَیفِکَ قَتلیٰ حَیاتُنا اَبَداً
میرا قتل تیری تلوار کے قرب سے ہماری ہمیشہ کی زندگی ہے
فَدیٰ رُوحی قَد طابَ اَن یَکونَ فِداک
جب میری روح ... خوش ہے کہ تجھ پر قربان ہو

۱ تیرے ہونٹ رونق میں موتی کو مات کرتے ہیں اور شیرینی میں شکر سے بڑھے ہوئے ہیں
۲ شراب میں محبوب کی آنکھ سے مستی آتی ہے۔
۳ اس نمکین ہونٹ نے دل زخمی کر دیا ہے اور پھر نمک سے ہی زخموں کا علاج کرتا ہے۔
۴ دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست۔
۵ ہر آن اگر تیری خوشبو نہ سونگھوں تو میں پھول کی طرح ہر وقت گریبان چاک کروں۔
۶ دونوں مصرعوں کا ابتدائی حصہ سوال اور آخری حصہ جواب ہے۔

اگر تو زخم زنی به که دیگری مرهم
اگر تو زخم لگائے تو بہتر ہے دوسرے کے مرہم لگانے سے

وگر تو زهر دهی به که دیگری تریاک
اگر تو زہر دے یہ بہتر ہے دوسرے کے تریاق سے

ترا چنانکه توئی هر نظر کجا بیند
تو جیسا ہے اس طرح تجھے ہر نظر کہاں دیکھ سکتی ہے

بقدر بینش خود هر کسے کند ادراک
شخص اپنی بینائی کے بقدر ادراک کرتا ہے

عنان مپیچ که گر میزنی بشمشیرم
اگر تو مجھے تلوار سے بھی مارے گا تو باگ نہ موڑوں گا

سپر کنم سر و دستت ندارم از فتراک
اپنے سر کو سپر بنا لوں گا اور تیرے فتراک سے ہاتھ نہ ہٹاؤں گا

بچشم خلق عزیز آنگهی شوی حافظ
اے حافظ مخلوق کی نگاہ میں تو اس وقت باعزت ہوگا

که بر درش بنهی روی مسکنت بر خاک
جب کہ اس کے در پر عاجزی سے چہرہ دھرے گا

ردیفِ لام

اگر بکوی تو باشد مرا مجال وصول
اگر میرا تیرے کوچہ میں پہنچنا ممکن ہو جائے

رسد ز دولت وصل تو کار من بحصول
تو تیرے وصل کی دولت سے میرا کام حاصل ہو جائے

قرار برده ز من آن دو سنبل مشکیں
مشک جیسی خوشبو والی وہ دو سنبل میرا سکون لے گئی ہیں

خراب کرده مرا آن دو نرگس مکحول
ان دو سرمگیں نرگسوں نے مجھے برباد کر دیا ہے

دل از جواهر مهر تو صیقلی دارد
دل تیری محبت کے جواہر سے صفائی حاصل کرتا ہے

بود ز زنگ حوادث هر آینه مصقول
اور حوادث کے زنگ سے ہر آئینہ صاف ہوتا ہے

من شکسته بدحال زندگی یابم
میں شکستہ، بدحال، زندگی پا لوں گا

در آن زمان که به تیغ غمت شوم مقتول
جبکہ تیرے غم کی تلوار سے مقتول ہو جاؤں

چه جرم کرده‌ام ای جان و دل بحضرت تو
اے جان و دل میں نے تیری جناب میں کیا خطا کی ہے

که طاعت من بیدل نمی‌شود مقبول
کہ مجھ بے دل کی بندگی مقبول نہیں ہوتی ہے

چو بر در تو من بینوای بی زر و زور
چونکہ بے سامان، بے زر و زور تیرے دروازے پر

بهیچ باب ندارم ره خروج و دخول
کسی طرح سے آنے جانے کا راستہ نہیں رکھتا ہوں

ق

کجا روم چه کنم حال دل کرا گویم
کہاں جاؤں، کیا کروں، دل کا حال کس سے کہوں

که گشته‌ام ز غم و جور روزگار ملول
کہ میں زمانے کے ظلم اور غم سے ملول ہو گیا ہوں

خراب تر ز دل من غم تو جای نیافت
تیرے غم نے میرے دل سے زیادہ خراب کوئی جگہ نہ پائی

که ساخت در دل تنگم قرارگاه نزول
کہ اس نے میرے تنگ دل کو اترنے کا ٹھکانا بنایا ہے

بدرد عشق بساز و خموش شو حافظ
اے حافظ! عشق کے درد سے نباہ کر اور چپ رہ

رموز عشق مکن فاش پیش اهل عقول
عقل والوں کے سامنے عشق کے راز نہ کھول

۱ تیرے ہاتھ کے زخم اور زہر دوسروں کے ہاتھ کے مرہم اور تریاق سے بہتر ہے۔
۲ تیرے حسن کی حقیقت کا ادراک ناممکن ہے، ہر شخص اپنی بینائی کے مطابق دیکھتا ہے۔
۳ دو سنبل سے دو زلفیں اور دو نرگس سے دو آنکھیں مراد ہیں۔

اے بردہ دلم را تو بدیں شکل و شمائل
پروائے کست نے و جہانے بتو مائل

اے معشوق! تو حسن اور شکل کے ذریعہ میرے دل کو لے گیا
تجھے کسی کی پروا نہیں اور دنیا تیری طرف مائل ہے

گہ آہ کشم از دل و گہ تیر تو از جاں
پیش تو چگویم کہ چہا می کشم از دل

کبھی دل سے آہ کھینچتا ہوں، کبھی جان سے تیر تیر
تیرے سامنے کیا کہوں کہ دل سے کیا کیا کھینچتا ہوں؟

وصف لب لعل تو چہ گویم بر قیباں
نیکو نبود معنی نازک بر جاہل

رقیبوں سے تیرے ہونٹ کی تعریف کیا بیان کروں؟
جاہل کے سامنے باریک باتیں بیان کرنا اچھا نہیں ہوتا

ہر روز چو حسنت زد گر روز فزونست
مہ را نتواں کرد بروئے تو مقابل

جبکہ تیرا حسن ہر دن دوسرے دن سے بڑھا ہوا ہے
تو چاند کا تیرے چہرے سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا ہے

دل بردی و جاں نیز دہمت غم چہ فرستی
چوں نیک حریفیم چہ حاجت بہ محصل

دل تو لے گیا اور جان تجھکو دے دیتا ہوں، تو غم کیوں بھیجتا ہے؟
جبکہ ہم اچھے دوست ہیں، تو وصول کرنے والے کی کیا ضرورت ہے؟

حافظ چو تو پا در حرم عشق نہادی
اے حافظ! جبکہ تو نے عشق کے احاطہ میں پیر رکھ دیا ہے

در دامن او دست زن و از ہمہ بگسل
اس کے دامن سے وابستہ ہو جا اور سب سے کٹ جا

اے رخت چوں خلد و لعلت سلسبیل
سلسبیلت کردہ جان و دل سبیل

اے وہ کہ تیرا چہرہ جنت ہے اور تیرا ہونٹ سلسبیل
تیری سلسبیل نے جان اور دل لٹا دئے ہیں

سبز پوشان خطت بر گرد لب
ہمچو مورانند گرد سلسبیل

تیرے خط کے سبز پوش، ہونٹوں کے گرد
لپٹے ہیں، جیسے کہ سلسبیل کے گرد چیونٹی

ناوک چشم تو در ہر گوشہ
ہمچو من افتادہ دارد صد قتیل

ہر گوشہ میں تیری آنکھ کا تیر
مجھ جیسے سو مقتول گرے ہوئے رکھتا ہے

یارب ایں آتش کہ در جان منست
سرد کن زانساں کہ کردی بر خلیل

اے خدا! یہ آگ جو میری جان میں ہے
اس طور پر ٹھنڈی کر دے جیسی تو نے خلیل پر کی

من نمی یابم مجال اے دوستاں
گرچہ او دارد جمالے بس جمیل

اے دوستو! میرا موقع نہیں ہے
اگرچہ وہ بہت زیادہ حسین جمال رکھتا ہے

پائے ما لنگ ست و منزل بس دراز
دست ما کوتاہ و خرما بر نخیل

ہمارا پیر لنگڑا ہے اور منزل بہت لمبی ہے
ہمارا ہاتھ کوتاہ ہے، اور چھوارے کھجور کے درخت پر ہیں

حسن ایں نظم از بیاں مستغنی است
بر فروغ خور کسے جوید دلیل

اس نظم کی خوبی بیان سے بے نیاز ہے
سورج کی روشنی پر کون دلیل تلاش کرتا ہے؟

آفریں بر کلک نقاشے کہ داد
بکر معنے را چنیں حسن جمیل

اس نقاش کے قلم کو شاباش ہے جس نے دیا ہے
معانی کی دوشیزہ کو ایسا حسین حسن

معجز است ایں شعر یا سحر حلال
ہاتف آورد ایں سخن یا جبرئیل

یہ شعر معجزہ ہے، یا حلال جادو
یہ کلام ہاتف لایا ہے، یا جبرئیل؟

ے دل میں جو تیر پیوستہ ہیں کبھی ان کو کھینچتا ہوں کبھی آہ کھینچتا ہوں اور چونکہ تو بے نیاز ہے لہٰذا تجھے اس کی تفصیل بھی نہیں بتا سکتا ہوں۔

ے چاند کا حسن تو ہمیشہ یکساں ہے تیرے حسن میں روز مرہ اضافہ ہو رہا ہے۔

ے جان لینے کے تقاضے کے لیے تجھے غم کو بھیجنے کی ضرورت نہیں ہم تو بلا تقاضہ ہی جان دے رہے ہیں۔

ے سلسبیل جنت کا مشہور چشمہ ہے یعنی تیرے ہونٹوں نے ہمارے دل اور جان کو عزت کی طرح مال بنا دیا ہے جو لٹ رہا ہے۔

ے ہونٹ سلسبیل ہیں اور اس پر سبزہ آغاز منزلہ مور کے ہے

ے حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر نمرود کی آگ ٹھنڈی ہوگئی تھی۔

کس نہ اند گفت شعرے زین نمط | کس نیارد سفت درے زین قبیل
اس طرح پر شعر کہنا کوئی نہیں جانتا ہے | اس طرح کا ایک موتی کوئی نہیں پرو سکتا ہے

حافظا گر معنئے داری بیار
اے حافظ! تو اگر کوئی معنی رکھتا ہے تو لا

ورنہ دعوی نیست غیر از قال و قیل
ورنہ دعویٰ سوائے قیل و قال کے کچھ نہیں ہے

بعہدِ گل شدم از توبہ شراب خجل | کہ کس مباد ز کردار ناصواب خجل
موسمِ بہار میں شراب سے توبہ کرکے میں ایسا شرمندہ ہوا | کہ خدا کرے کوئی غلط کام سے ایسا شرمندہ نہ ہو

صلاح من ہمہ جام مے است و من زین بحث | نیم ز شاہد و ساقی بہیچ باب خجل
میری ساری نیکی جامِ شراب ہے اور اس سبب سے | میں معشوق اور ساقی سے کسی طرح شرمندہ نہیں ہوں

ز خون کہ رفت مرا دوش در سراچہ چشم | شدیم در نظر رہروان خواب خجل
آنکھوں کی سرائے میں کل شب جو بہت خون بہا | ہم نیند کے مسافروں کی نظر میں شرمندہ ہو گئے

تو خوبروئے تری ز آفتاب شکر خدا | کہ نیستیم ز تو در روئے آفتاب خجل
تو سورج سے بھی زیادہ خوبصورت ہے خدا کا شکر ہے | کہ ہم تیرے معاملہ میں سورج کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں

رواست نرگس مست ار فگند سر در پیش | کہ شد ز شیوہ آں چشم پُر عتاب خجل
مست نرگس نے اگر سر جھکایا تو مناسب ہے | اسلئے کہ وہ اس پُر عتاب آنکھ کے شیوہ سے شرمندہ ہے

بود کہ یار نپرسد گنہ ز خلق کریم | کہ از سوال ملولیم و از جواب خجل
ہو سکتا ہے کہ محبوب خلق کریم کی وجہ سے ہمارے گناہ کی بازپرس نہ کرے | اس لیے کہ ہم سوال سے ملول اور جواب سے شرمندہ ہیں

بزیر لب ز چہ رو جام زہر خندہ زند | اگر نہ از لب لعل تو شد شراب خجل
کس وجہ سے جام زیرِ لب خندہ کی ہنسی ہنس رہا ہے | اگر شراب تیرے لعل جیسے ہونٹ سے شرمندہ نہیں ہوئی

رخ از جناب تو عمریست تا نتافتہ ام | نیم بیاری توفیق ازیں جناب خجل
عمر گزر گئی ہے کہ میں نے تیری جناب سے منہ نہیں پھیرا ہے | توفیق کی مدد کی وجہ سے میں اس دربار سے شرمندہ نہیں ہوں

ازاں نہفتہ رخ خویش در نقاب صدف | کہ شد ز نظم خوشش لولوئے خوشاب خجل
اسی وجہ سے سیپ کے پردے میں منہ چھپائے ہوئے ہے | کیونکہ اس کی عمدہ نظم سے آبدار موتی شرمندہ ہو گیا

حجاب ظلمت ازاں بست آب خضر کہ گشت
آبِ خضر نے اسی وجہ سے تاریکی کا پردہ تانا ہے

ز نظم حافظ و از طبع ہمچو آب خجل
کہ حافظ کی نظم اور اس کی پانی جیسی طبیعت سے شرمندہ ہے

بچشم خویش تو اے لعبت خجستہ خصال | برمز خط تو اے آیت ہمایوں فال
اے مبارک خصلتوں والی گڑیا! تیری آنکھ کے جادو کی قسم | اے مبارک فال والی آیت تیرے خط کے اشارے کی قسم

بنوش لعل تو اے آب زندگانی من | برنگ و بوئے تو اے نو بہار حسن و جمال
اے میرے آبِ حیات تیرے ہونٹ کے شہد کی قسم | اے حسن و جمال کی نوبہار تیرے رنگ و بو کی قسم

۱۔ موسمِ بہار میں توبہ کرلینے سے میں ایسا شرمندہ ہوں کہ خدا ایسی شرمندگی کسی کو نہ دے۔

۲۔ میں تمام رات خون کے آنسو رویا جس کی وجہ سے نیند کے قافلے آنکھ تک نہ پہونچ سکے۔

۳۔ نرگس نے اگر شرمندگی سے سر ڈالا ہے تو بالکل مناسب بات ہے۔

۴۔ یعنی تو اس کے بلند اخلاق ہیں لہٰذا ہمیں سوال و جواب کی شرمندگی سے بچا سکتے ہیں کہ ہم سے گناہوں کی بازپرس نہ کرے۔

۵۔ حافظ کی نظم سے شرمندہ ہو کر موتی سیپ میں چھپ گئے ہیں۔

۶۔ یہ پوری غزل قسم ہے جواب قسم مقطع ہے یعنی محبوب کی ان تمام صفات کی قسم کہ محبوب کی مرضی بغیر زندگی منظور نہیں ہے۔ معشوق کو آیت قرار دیا ہے جیسا کہ رخ کو مصحف قرار دیا جاتا ہے خط سے مراد سبزہ آغاز ہے۔

بآں صحیفۂ عارض کہ گشت گلشنِ چشم
رخسار کے اس صحیفہ کی قسم، جو نظر کا باغ بنا ہے

بآں حدیقۂ بینش کہ شد مقالِ خیال
نظر کے اس باغ کی قسم، جو خیال کا موضوع بنا ہے

بآں عقیق کہ مارا ست مہر خاتمِ چشم
اس عقیق کی قسم، جو ہماری آنکھ کی انگوٹھی کی مہر ہے

بآں گہر کہ شمار است در بلیغ مقال
ان موتیوں کی قسم، جو بلیغ گفتگو میں تمہیں حاصل ہیں

بطیبِ خلقِ تو و نفحۂ شمامۂ گل
تیرے اخلاق کی پاکیزگی اور پھول کی خوشبو کی مہک کی قسم

ببوئے زلفِ تو و نکہتِ نسیمِ شمال
تیری زلف کی اور شمالی نسیم کی خوشبو کی قسم

بجلوہائے تو و شیوہائے رفتنِ چشم
تیرے جلووں اور آنکھوں کی حرکت کے شیووں کی قسم

بعشوہائے تو و غمزہائے چشمِ غزال
تیرے عشووں اور ہرن کی آنکھ کے غمزوں کی قسم

بگردِ راہِ تو یعنی بسایۂ امید
تیری گردِ راہ، یعنی امید کے سایہ کی قسم

بخاکِ پائے تو یعنی برشکِ آبِ زلال
تیری خاکِ پا، یعنی نیر پانی کے لیے باعثِ رشک کی قسم

بسروِ ماہ نمایت بآفتابِ بلند
تیرے ماہ نما سرو کی قسم، بلند آفتاب کی قسم

بآستانِ رفیعت بآسمانِ جلال
تیرے بلند آستانہ کی قسم، جلال کے آسمان کی قسم

گرِ سخا چو کشاید دو دستِ جود و کرم
جب سخاوت کی غیرت بخشش کے دونوں ہاتھ کھول دیتی ہے

وجودِ سائلِ مسکیں رسد بنقدِ سوال
مسکین سائل کا وجود سوال کے نقد کو پہونچ جاتا ہے

کہ بے رضائے تو حافظ گر التفات کند
کہ اگر حافظ تیری رضامندی بدون ناظر کی طرف توجہ کرے

بعمر باز نماند چہ جائے مال و منال
تو وہ زندہ نہ رہے، چہ جائیکہ مال اور دولت

خوش خبر باش اے نسیم شمال
اے شمالی نسیم: تجھے خوش خبری ہو

کہ بما میرسد زمانِ وصال
کہ وصال کا زمانہ ہم تک پہونچ رہا ہے

مَا لِسَلْمٰى وَمَنْ بِذِي سَلَمٍ
سلمٰی کو کیا ہوا ہے۔ اور ذی سلم میں کون ہیں؟

أَيْنَ جِيرَانُنَا وَكَيْفَ الْحَالُ
ہمارے پڑوسی کہاں ہیں، اور کیا حال ہے؟

عرصۂ بزمگاہ خالی ماند
مجلس کا میدان، خالی رہ گیا

از حریفان و رطلِ مالا مال
شراب نوشوں سے اور بھرے جام سے خالی ہو گیا

عَفَتِ الدَّارُ بَعْدَ عَافِيَةٍ
عیش کے بعد گھر، مٹ گیا

فَاسْأَلُوا حَالَهَا عَنِ الْأَطْلَالِ
اس کا حال، کھنڈرات سے پوچھو

فِي جَمَالِ الْكَمَالِ نِلْتَ مُنًى
کمال کے جمال میں تو نے مرادیں حاصل کرلیں

صَرَفَ اللّٰهُ عَنْكَ عَيْنَ كَمَالٍ
خدا نظرِ بد کو، تجھ سے پھیر دے

سایہ افگند حالیا شبِ ہجر
ابھی ہجر کی رات نے سایہ ڈال دیا

تا چہ بازند شبروانِ خیال
دیکھئے: خیال کے شبرو کیا بازی کھیلتے ہیں

قِصَّةُ الْعِشْقِ لَا انْفِصَامَ لَهَا
عشق کے قصہ کا، انقطاع نہیں ہے

وَصَمَتَتْ هٰهُنَا لِسَانُ الْحَالِ
یہاں حال کی زبان، ساکت ہو گئی

---

۱ محبوب کے رخسار کو گلشنِ چشم اور حدیقۂ بینش قرار دیا ہے چونکہ اس کو دیکھ کر آنکھیں محظوظ ہوتی ہیں اور چونکہ وہ خیال کا موضوعِ بحث ہے لہٰذا اسے مقالِ خیال قرار دیا ہے۔
۲ عقیق سے مراد ہونٹ ہیں اور چونکہ ان کا نقشہ عاشق کی آنکھ میں جما رہتا ہے لہٰذا ان کو آنکھ کی مہر قرار دیا ہے۔
۳ معشوق کے راستہ کی خاک کو سایۂ امید اور پاؤں کی خاک کو آبِ زلال کا رشک قرار دیا ہے
۴ سلمٰی عرب کی مشہور معشوقہ ہے یہاں مراد حافظ کا اپنا محبوب ہے۔ ذی سلم جگہ کا نام ہے
۵ ان دیاروں میں معشوق کے ساتھ عیش و عشرت سے اب وہ ویران ہیں
۶ شبِ ہجر میں مختلف خیالات آ آ کر ستاتے ہیں
۷ عشق کا تعطل ناز بے زبان بھی اس کو پورا ادا نہیں کر سکتی ہے۔

ترک ما سوئے کس نمی نگرد — آہ ازیں کبریا و جاہ و جلال

ہمارا معشوق کسی کی طرف نہیں دیکھتا ہے — اس تکبر اور مرتبہ اور رعب سے آہ ہے

یا بَرِیدَ الحِمیٰ حَمَاکَ اللہ — مَرحَبا مَرحَبا تَعَالِ تَعَالْ

اے حمیٰ کے قاصد خدا تیری حمایت کرے — مرحبا، مرحبا، آ جا، آ جا

حافظا عشق و صابری تا چند

اے حافظ! عشق اور صبر کرنا، تا کجے؟

نالۂ عاشقاں خوش ست بنال

عاشقوں کا رونا بہتر ہے، رو

دارائے جہاں نصرتِ دین خسرو کامل — یحییٰ بن مظفر ملکِ عالم و عادل

شہنشاہِ جہاں، دین کی مدد، مکمل بادشاہ — یحییٰ بن مظفر جو عالم اور منصف بادشاہ ہے

اے آنکہ در اسلام پناہ تو کشودہ — بر روئے جہاں روزنۂ جان و تن و دل

اے وہ کہ اسلام میں تیری پناہ نے کھول دیے — روئے جہاں پر جان اور دل اور جسم کے سوراخ

تعظیمِ تو بر جان و خرد واجب و لازم — انعامِ تو بر کون و مکاں فائض و شامل

تیری تعظیم جان اور عقل پر واجب اور لازم ہے — تیرا انعام کون اور مکان پر جاری اور شامل ہے

روزِ ازل از کلکِ تو یک قطرہ سیاہی — بر روئے مہ افتاد کہ شد حلِ مسائل

ازل میں تیرے قلم سے سیاہی کا ایک قطرہ — چاند کے منہ پر گر گیا جس سے مسائل کا حل ہو گیا

خورشید چو آں خالِ سیہ دید بدل گفت — اے کاش کہ من بودمے آں بندۂ مقبل

سورج نے جب اس سیاہ تل کو دیکھا، دل میں کہا — اے کاش میں وہ با اقبال غلام ہوتا

شاہا فلک از بزمِ تو در رقص و سماع ست — دستِ طرب از دامنِ ایں سلسلہ مگسل

اے شاہ تیری بزم کی وجہ سے آسمان رقص اور سماع میں لگا ہے — مستی کا ہاتھ اس سلسلے کے دامن سے نہ چھڑا

مے نوش و جہاں بخش کہ از بیچ کمندت — شد گردنِ بدخواہ گرفتارِ سلاسل

شراب پی اور جہاں کو بخش، اس لیے کہ تیری کمند کے پیچ — بدخواہ کی گردن زنجیروں میں گرفتار ہے

چوں دورِ فلک یکسرہ بر منہجِ عدل است — خوش باش کہ ظالم نبرد راہ بمنزل

چونکہ آسمان کا دور بالکل انصاف سے گزرتا ہے — خوش رہ کیونکہ ظالم منزل تک راستہ طے نہیں کرتا ہے

حافظ قلمِ شاہِ جہاں مقسمِ رزق ست

اے حافظ شاہِ جہاں کا قلم رزق کی تقسیم کرنے والا ہے

از بہرِ معیشت مکن اندیشۂ باطل

گزارے کے لیے فضول فکر نہ کر

رہرواں را عشق بس باشد دلیل — آب چشم اندر رہش کردم سبیل

سالکوں کے لیے عشق ہی کافی رہبر ہے — میں نے عشق کے راستے میں آنکھ کا پانی سبیل کر دیا

موجِ اشکِ ما کے آرد در حساب — آنکہ کشتی راند بر خونِ قتیل

ہمارے آنسوؤں کی موج کو کب حساب میں لا سکتا ہے — جس نے مقتول کے خون پر کشتی چلائی ہو

اختیاری نیست بدنامی ما
ہماری بدنامی، اختیاری نہیں ہے

ضَلَّنِی فِی الْعِشْقِ مَنْ یَهْدِی السَّبِیْلُ
مجھے عشق میں اسی نے گمراہ کیا جو راستہ دکھاتا ہے

بے مے و مطرب بفردوسم مخواں
شراب اور مطرب کے بغیر مجھے جنت میں نہ بلا

رَاحَتِیْ فِی الرَّاحِ لَا فِی السَّلْسَبِیْل
میری راحت شراب میں ہے نہ کہ سلسبیل میں

آتش روئے بتاں بر خود مزن
بتوں کے چہرے کی آگ، اپنے آپ میں نہ لگا

ورنہ از آتش گذر کن چوں خلیل
ورنہ خلیل کی طرح، آگ سے گذر جا

یا مکن با پیلباناں دوستی
یا ہاتھی والوں کے ساتھ دوستی نہ کر

یا بنا کن خانۂ در خورد پیل
یا ہاتھی کے مناسب گھر بنا

یا منہ بر خود کہ مقصد گم کنی
یا اپنے ذمہ رکھ، کہ تو مقصد کو گم کر دے گا

یا منہ پائے اندریں رہ بے دلیل
یا اس راستہ پر بغیر راہبر کے پیر نہ دھر

یا مکش بر چہرہ نیل عاشقی
یا چہرہ پر عاشقی کا داغ نہ لگا

یا فرو بر جامۂ تقویٰ بہ نیل
یا تقوے کا لباس، ہاتھی بنا دے

شاہ عالم را بقاؤ عزّ و مال
شاہ عالم کے لیے عزت اور مال کا بقا

یا دو ہر چیزے کہ خواہد زیں قبیل
ہو اور ہر وہ چیز جو وہ اس طرح کی چاہے

یار سوم پیلباناں یاد گیر
یا تو ہاتھی والوں کی، عادتیں یاد کرلے

یا مدہ ہندوستاں بہ یاد پیل
یا ہاتھی کو، ہندوستان کی یاد نہ دلا

عقل در حسنش نمی یابد بدل
عقل کو اس کے حسن کا بدلہ نہیں ملتا ہے

طبع در وصفش نمی یابد بدیل
طبیعت کو اس کی خوبیوں کا بدل نہیں ملتا ہے

حافظ از سرپنجۂ عشق نگار
حافظ معشوق کے عشق کی طاقت کی وجہ سے

ہمچو مور افتادہ زیر پائے پیل
اس طرح پڑا ہوا ہے جیسے چیونٹی ہاتھی کے پیر کے نیچے

ساقی بیار بادہ کہ آمد زمان گل
اے ساقی! شراب لا کیونکہ موسم بہار آگیا ہے

تا بشکنیم توبہ دگر در میان گل
تاکہ ہم پھولوں میں بیٹھ کر دوبارہ توبہ توڑیں

کوری خار نعرہ زناں تا چمن رویم
کانٹے کے اندھے پن پر، نعرہ لگاتے ہوئے چمن تک جائیں

چوں بلبلاں نزول کنیم آشیان گل
بلبلوں کی طرح، پھول کے آشیانہ میں اتریں

در صحن بوستاں قدح بادہ نوش کن
چمن کے صحن میں، شراب کا پیالہ پی

کایات خوشدلی برسید از زبان گل
کیونکہ پھول کی زبان سے خوشدلی کی علامتیں آگئی ہیں

گل در چمن رسید مشو ایمن از فراق
چمن میں پھول آگئے ہیں، فراق سے مطمئن نہ ہو

یار و شراب خواہ و سرا بوستان گل
یار اور شراب، اور پھول کا بوستان کہہ، چاہ

حافظ وصال گل طلبی ہمچو بلبلاں
اے حافظ! اگر تو بلبلوں کی طرح پھول کا وصل چاہتا ہے

جاں کن فدائے خاک رہ باغبان گل
پھول کے باغبان کے راستہ کی خاک پر جان قربان کردے

۱؎ ہماری گمراہی اختیاری نہیں ہے خدا ہی نے جس کو گمراہ بنایا ہے۔

۲؎ انسان جو کام کرے اس کے لوازمات کا خیال رکھو کرے۔

۳؎ راہ عشق بدون رہبر کے طے نہ ہو سکے گی

۴؎ وہ اپنے حسن اور اوصاف میں بے نظیر ہے۔

۵؎ موسم بہار ہے کانٹوں کے علی الرغم ہم چمن میں جا کر پھولوں کا آشیانہ بنائیں گے۔

۶؎ جامہ بہ نیل فرو بردن، محاورہ ہے معنے ماتمی لباس بنانا۔

شَمَمْتُ رُوحَ وِدادٍ و شِمْتُ بَرْقَ وِصال — بیا که بوی ترا میرم ای نسیم شمال

میں نے محبت کی خوشبو سونگھی، وصل کی بجلی دیکھی — اے شمال نسیم آجا، میں تیری خوشبو پر جان دیتا ہوں

اَحادِیاً بِجَمالِ الْحَبیبِ قِفْ وَانْزِلْ — که نیست صبرِ جمیلم ز اشتیاقِ جمال

اے محبوب کے اونٹوں کے حدی خواں ٹھہر جا اور اتر — اس لئے کہ جمال محبوب کے شوق سے اب مجھے صبر جمیل حاصل نہیں ہے

شکایتِ شبِ ہجراں فروگذار اے دل — بشکر آنکہ برافگند پردہ روزِ وصال

اے دل! شب ہجر کی شکایت چھوڑ دے — اس شکر میں کہ وصل کے دن نے پردہ اٹھا لیا ہے

چو یار بر سرِ صلح ست و عذر میخواہد — تواں گذشت ز جورِ رقیب در ہمہ حال

جب دوست صلح پر آمادہ ہے اور عذر خواہی کرتا ہے — ہر حال میں رقیب کے ظلم سے درگذر کی جا سکتی ہے

بیا کہ پردۂ گلریز ہفت خانۂ چشم — کشیدہ ایم بتحریرِ کارگاہِ خیال

آجا اس لئے کہ پھولوں کا پردہ آنکھ کے ساتوں پردوں کے نیچے — خیال کے کارخانے کی تحریر سے ہم نے بچھایا ہے

بجز خیالِ دہانِ تو نیست در دلِ تنگ — کہ کس مباد چو من در پئے خیالِ محال

تنگ دل میں تیرے منہ کے علاوہ کوئی خیال نہیں ہے — خدا کرے میری طرح محال کے خیال کے کوئی درپے نہ ہو

ملالِ مصلحتے می نمایم از جاناں — کہ کس بجِد ننماید ز جانِ خود ملال

میں مصلحتاً محبوب سے تنگدلی ظاہر کرتا ہوں — اس لئے کہ کوئی شخص شفقت سے اپنی جان سے تنگدلی ظاہر نہیں کرتا ہے

مرا دلیست پریشاں بدستِ غم پامال — چنانکہ ہیچ کسش نیست واقفِ احوال

میرا پریشان دل غم کے ہاتھ پامال ہے — اس طرح کہ اس کے احوال سے کوئی شخص واقف نہیں ہے

اسیر و بیدل و بیجاں شدم ازاں زلف — بماندہ والہ و شیدا چو مرغِ بے پر و بال

میں اس زلف کے ہاتھوں قیدی اور بے دل اور بے جان ہو گیا ہوں — حیران اور عاشق بے بال و پر پرندے کی طرح پڑا ہوں

قتیلِ عشقِ تو شد حافظِ غریب ولے

غریب دل حافظ تیرے عشق سے مقتول ہو گیا ہے

بخاکِ ما گذرے کن کہ خونِ مات حلال

ہماری خاک پر سے گذر اس لئے کہ ہمارا خون تیرے لئے حلال ہے

ہر نکتہ کہ گفتم در وصفِ آں شمائل — ہر کس شنید گفتا لِلّٰہِ دَرُّ قائِل

ان خوبیوں کی تعریف میں میں نے جو نکتہ بھی بیان کیا — جس نے بھی سنا بولا کہنے والے کی بھلائی خدا کے لئے ہے

دل دادہ ام بیارے عاشق کشے نگارے — مَرْضِیَّةُ السَّجایا مَحْمُودَةُ الْخَصائِل

میں نے ایسے یار کو دل دیا ہے جو عاشق کش حسین ہے — جس کی عادتیں پسندیدہ اور جس کی خصلتیں قابل تعریف ہیں

تحصیلِ عشق و رندی آساں نمود اول — جانم بسوخت آخر در کسبِ ایں فضائل

عشق اور رندی کا سیکھنا ابتداءً آسان معلوم ہوا — انجام میں ان فضیلتوں کے حاصل کرنے میں میری جان جل گئی

گفتم کہ کے ببخشی بر جانِ ناتوانم — گفت آں زماں کہ نبود جاں در میانہ حائل

میں نے کہا آپ میری کمزور جان پر کب بخشش کریں گے؟ — اس نے کہا جبکہ جان درمیان میں آڑ نہ رہے گی

حلاج بر سرِ دار ایں نکتہ خوش سراید — از شافعی مپرسید امثالِ ایں مسائل

حلاج نے سولی پر یہ نکتہ خوب بتایا — اس قسم کے مسئلے امام شافعی سے نہ پوچھو

۱؎ جمال محبوب کے شوق میں صبر جمیل ہاتھ سے جاتا رہا ہے اے ساربان اب ٹھہر جا اور قیام کرلے۔

۲؎ جب وصال کی صبح کا ظہور ہے تو ہجر کی رات کے شکوے شکایت سب رفع کر دیے جائیں گے۔

۳؎ آنکھ کے ساتوں پردوں کے نیچے پھولوں کا فرش بچھا لیا ہے تاکہ محبوب اس پر قدم رکھے۔

۴؎ جو محبوب کے ہاتھوں میرا دل اس قدر پامال ہوا ہے کہ کوئی شخص اس سے واقف نہیں ہے۔

۵؎ شیدا ... دیکھنے والے کی بھلائی خدا کے لئے ہی ہے جب کسی کی بات کی تصدیق اور تحسین کرنی ہو تو یہ کہا جاتا ہے۔

۶؎ عشق اور رندی کرنا شروع میں تو آسان نظر آتا ہے لیکن اس کے حاصل کرنے میں بڑی دشواری کا سامنا ہے۔

۷؎ مرنے کے بعد ہی جان بخشی ہو سکتی ہے۔

۸؎ حلاج سے مراد منصور ہیں جن کو [illegible] سولی پر چڑھایا گیا۔

دردا کہ بر درِ خود بارم نداد دلبر
ہائے درد، کہ دلبر نے مجھے اپنے دروازہ پر بار یابی نہ دی
چندانکہ از جوانب انگیختم وسائل
حالانکہ میں نے بھی ہر طرف سے ذرائع پیدا کئے

در عینِ گوشہ گیری بودم چو چشمِ مستت
میں تیری مست آنکھ کی طرح بالکل گوشہ گیری میں تھا
اکنوں شدم چو مستاں بر ابروئے تو مائل
اب مستوں کی طرح تیری ابرو پر مائل ہو گیا

از آبِ دیدہ صد رہ طوفانِ نوح دیدم
میں نے آنکھوں کے آنسوؤں سے سینکڑوں طوفان نوح دیکھے ہیں
از لوحِ سینہ ہرگز نقشت نگشت زائل
لیکن سینے کی لوح سے تیرا نقش ہرگز زائل نہ ہوا

اے دوست دستِ حافظ تعویذِ چشم زخم است
اے دوست حافظ کا ہاتھ نظر بد کا تعویذ ہے
آیا بود کہ بینم در گردنت حمائل
کیا اچھا ہو کہ تیری گردن میں لٹکا ہوا دیکھوں

ہر کس کہ ندارد بجہاں مہرِ تو در دل
جو شخص دنیا میں، دل میں تیری محبت نہیں رکھتا ہے
حقا کہ بود طاعتِ او ضائع و باطل
یقیناً اس کی عبادت ضائع، اور باطل ہے

برداشتن از عشقِ تو دل فکرِ محال است
تیرے عشق سے دل ہٹا لینا ناممکن خیال ہے
از جانِ خود آساں بود از عشقِ تو مشکل
اپنی جان سے ہاتھ اٹھا لینا آسان ہوتا، تیرے عشق سے مشکل ہے

از عشقِ تو ناصح چہ مرا منع نماید
ناصح مجھے تیرے عشق سے کیوں منع کرتا ہے؟
اے دوست مگر ہم تو کنی حلِ مسائل
اے دوست تو ہی شاید یہ مسائل حل کرے

گشتیم جہاں را کہ ببینیم و ندیدیم
ہم دنیا میں گھومے کہ دیکھیں، اور نہ دیکھا
ہمچوں تو کسے زیبا در شکل و شمائل
تجھ جیسا کوئی حسین، شکل اور عادتوں میں

اے زاہدِ خود بیں بدرِ میکدہ بگذر
اے متکبر زاہد، شراب خانہ کے دروازہ سے گزر
آن دلبرِ من بیں کہ بود میرِ قبائل
میرے اس دلبر کو دیکھ جو قبیلوں کا سردار ہے

از وصلِ تو شستند رقیباں ز طمع دست
تیرے وصل سے، رقیبوں نے ہاتھ دھو لئے
چوں گشت مرا کامِ دل از لعلِ تو حاصل
جبکہ میرے دل کا مقصد تیرے ہونٹ سے پورا ہو گیا

حافظ تو برو بندگیِ پیرِ مغاں کن
اے حافظ تو جا اور پیر مغاں کی غلامی کر
بر دامنِ او دست زن و از ہمہ بگسل
اس کے دامن کو تھام لے اور سب سے ٹوٹ جا

ردیفِ میم

آنکہ پامالِ جفا کردہ چو خاکِ راہم
جس نے مجھے راہ کی خاک کی طرح ظلم سے پامال کیا ہے
خاک می بوسم و عذرِ کرمش میخواہم
میں اس کی خاک بوسی کرتا ہوں اور اس کے کرم کا عذر چاہتا ہوں

من نہ آنم کہ بجور از تو بنالم حاشا
میں ہرگز وہ نہیں ہوں کہ ظلم کی وجہ سے تجھ سے نالاں ہو جاؤں
چاکرِ معتقد و بندۂ دولت خواہم
میں معتقد غلام اور دولت کی دعا دینے والا غلام ہوں

۱ آنکھوں نے اگرچہ طوفان نوح پیدا کر دئے لیکن دل سے تیرا نقش نہ مٹا۔
۲ حافظ کا ہاتھ نظر بد کا تعویذ ہے تیرے گلے میں لٹکا رہنا چاہیے۔
۳ جان سے ہاتھ اٹھا لینا آسان ہے لیکن تیرے عشق سے دست بردار ہونا محال ہے۔
۴ ناصح کیوں روکتا ہے اس راز کو تو ہی حل کرے گا۔
۵ میکدہ میں جا کر دیکھ میرا محبوب سالار قافلہ ہے۔
۶ جس نے مجھے پامال کیا ہے اس کے قدموں کی خاک کو ہم بوسے دیتے ہیں۔

ذرۂ خاکم و در کوی توام وقت خوش است
میں خاک کا ذرہ ہوں اور میرا بہترین وقت تیرے کوچہ میں گذرتا ہے

ترسم ای دوست که بادی ببرد ناگاهم
ڈر ہے اے دوست کہیں اچانک ہوا نہ اڑا لیجائے

صوفی صومعۂ عالم قدسم لیکن
میں عالم قدس کے عبادت خانہ کا صوفی تھا لیکن

حالیا دیر مغانست حوالتگاهم
فی الحال مغوں کا آتش کدہ میری حوالگاہ ہے

بسته‌ام در خم گیسوی تو امید دراز
میں نے تیرے گیسو کے خم سے دراز امید وابستہ کر رکھی ہے

آن مبادا که کند دست طلب کوتاهم
ایسا نہ ہو کہ وہ میرے دست طلب کو کوتاہ کردے

پیر میخانه سحر جام جهان بینم داد
میخانہ کے پیر نے صبح کو مجھے جام جہاں بیں دیا

واندر آن آینه از حسن تو کرد آگاهم
اور اس آئینہ میں مجھے تیرے حسن سے باخبر کردیا

با من راه نشین خیز و سوی میکده آی
مجھ راہ نشین کے ساتھ اٹھ اور میکدہ کی جانب آ

تا ببینی که در آن حلقه چه صاحب جاهم
تاکہ تو دیکھے میں اس حلقہ میں کس قدر رتبہ والا ہوں

بر سر شمع قدت شعله صفت می لرزم
تیرے قد کی شمع پر میں شعلہ کی طرح کانپ رہا ہوں

گرچه دانم که هوای تو کشد ناگاهم
اگرچہ جانتا ہوں کہ تیری محبت مجھے اچانک قتل کردیگی

خوشم آمد که سحر خسرو خاور می گفت
مجھے بھلا لگا کہ صبح کو مشرق کا بادشاہ کہہ رہا تھا

با همه پادشهی بندۂ توران شاهم
میں تمام بادشاہی کے باوجود توران شاہ کا غلام ہوں

مست بگذشتی و از حافظت اندیشه نبود
تو مست ہو کر گذر گیا اور تجھے حافظ کا کوئی خیال نہ تھا

آه اگر دامن حسن تو بگیرد آهم
ہائے اگر میری آہ تیرا دامن تھام لے

از غم خویش چنان شیفته کردی بازم
تونے پھر مجھے اپنے غم سے ایسا سودائی کردیا

کز خیال تو بخود نیز نمی پردازم
کہ تیرے خیال سے اپنی طرف بھی مشغول نہیں ہوتا

هر که از نالۂ شبگیر من آگاه شود
جو میرے رات کے نالوں سے باخبر ہو جائے

هیچ شک نیست که چون روز بداند رازم
کوئی شک نہیں کہ وہ میرے راز کو دن کی طرح جان لیگا

گفته بودی که خبر ده که ز هجرم چونی
تونے کہا تھا کہ بتا میرے ہجر سے تیرا کیا حال ہے

آنچنانم که ببینی و ندانی بازم
میں ایسا ہوں کہ تو مجھے دیکھے اور پھر بھی نہ پہچانے

بعد ازین با رخ خوب تو نظر خواهم باخت
اس کے بعد میں تیرے حسین چہرہ کو خوب دیکھا کرونگا

گو همه خلق بدانند که شاهد بازم
گو تمام لوگ جان جائیں کہ میں شاہد باز ہوں

عهد کردی که بسوزی ز غم خویش مرا
تونے عہد کرلیا ہے کہ اپنے غم سے مجھے جلا دے گا

هیچ غم نیست تو میسوز که من میسازم
کوئی فکر نہیں ہے تو جلا، میں موافقت کروں گا

آنچنان بر دل من ناز تو خوش می آید
میرے دل کو تیرا ناز ایسا بھلا لگتا ہے

که حلالت بکنم گر بکشی از نازم
کہ میں تجھے معاف کردوں اگر تو مجھے ناز سے قتل کردے

اگر از دام تو خونریز خلاصم بخشی
اگر تو خود اپنے جال سے مجھے چھٹکارا بھی دے دے

هم بخاک سر کوی تو بود پروازم
پھر بھی تیرے کوچہ کی خاک ہی میری پرواز رہے گی

۱؎ ذرۂ خاک بھی ہوں تیرے کوچہ میں میرا اچھا وقت گذر رہا ہے لیکن ڈر لگا رہتا ہے کہ کہیں ہوا اڑا کر کسی جگہ نہ لیجا پھینکے۔

۲؎ پیر میخانے نے جام جہاں بیں دیا اور اس میں تیرا حسن دکھا دیا۔

۳؎ توران شاہ جلال الدین خواجہ قوام کے قتل کے بعد شاہ شجاع کا وزیر ہوگیا تھا جو خواجہ صاحب کا قدردان تھا۔ کئی غزلوں میں خواجہ صاحب نے اس کا ذکر کیا ہے۔

۴؎ اس قدر پریشان ہوں کہ بسا اوقات اپنے خیال سے بھی غافل ہو جاتا ہوں۔

۵؎ روز روشن کی طرح میرے راز کو سمجھ جائیگا۔

۶؎ تیرے ہجر نے مجھے اس قدر بدل دیا ہے کہ تو بھی مجھے نہیں پہچان سکتا۔

۷؎ جو ذرا کوئی پیدا ہوا ہے تیرے ... کو بالکل تیار ہیں۔

۸؎ اگر تو نے جال سے نکال بھی دیا تو پھر بھی ... رہیں گے۔

حافظ ار جان ندهد بهر تو چون پروانه
اگر حافظ تیرے لیے پروانہ کی طرح جان نہ دے گا

پیش روی تو چو شمعش نفسی بگدازم
تیرے چہرے کے سامنے اس کو شمع کی طرح تھوڑی دیر میں پگھلا دوں گا

اگر برخیزد از دستم که با دلدار بنشینم
اگر مجھ سے ہو سکا، کہ میں دلدار کے ساتھ بیٹھوں

ز جام وصل می نوشم ز باغ خلد گل چینم
وصل کے جام سے شراب پیوں گا، جنت کے باغ سے پھول چنوں گا

شراب تلخ صوفی سوز بنیادم بخواهد برد
صوفی سوز تلخ شراب میری جڑ اکھاڑ دے گی

لبم بر لب نه ای ساقی و بستان جان شیرینم
اے ساقی میرے ہونٹ پر ہونٹ رکھ اور میری شیریں جان لے لے

لبت شکر بمستان داد و چشمت می بمیخواران
تیرے ہونٹ نے مستوں کو شکر دی اور تیری آنکھ نے شرابیوں کو شراب

منم کز غایت حرمان نه با آنم نه با اینم
میں ہوں کہ انتہائی محرومی کی وجہ سے نہ اس میں ہوں نہ اس میں ہوں

مگر دیوانه خواهم شد درین سودا که شب تا روز
میں شاید اس سودا میں دیوانہ ہو جاؤں گا کہ رات کو صبح تک

سخن با ماه میگویم پری در خواب می بینم
چاند سے باتیں کرتا ہوں، پری کو خواب میں دیکھتا ہوں

چو هر خاکی که باد آورد فیضی بود و انعامی
ہوا جو خاک لائی ہے، وہ ایک فیض اور انعام تھا

ز حال بنده یاد آور که خدمتگار دیرینم
غلام کے حال کو یاد کر کہ میں قدیم خدمتگار ہوں

نه هر کو نقش نظمی زد کلامش دلپذیر آمد
ایسا نہیں ہے جس شخص نے بھی نظم لکھی اس کا کلام دلپذیر ہوا

تذرو طرفه میگیرم که چالاک است شاهینم
میں عجب کبک پکڑتا ہوں، اس لیے کہ میرا باز چالاک ہے

وگر باور نمیداری رو از صورتگر چین پرس
اور اگر تجھے یقین نہیں ہے جا اور چین کے نقاش سے پوچھ

که مانی نسخه میخواهد ز نوک کلک مشکینم
کہ مانی، میرے مشکیں قلم کا نسخہ مانگتا ہے

وفاداری و حق گوئی نه کار هر کسی باشد
وفاداری اور حق گوئی ہر شخص کا کام نہیں ہوتا

غلام آصف دوران جلال الحق والدینم
میں آصف دوران جلال الحق والدین کا غلام ہوں

رموز عشق و سرمستی ز من بشنو نه از حافظ
عشق اور مستی کے راز مجھ سے سن، نہ کہ حافظ سے

که با جام و قدح هر شب ندیم ماه و پروینم
اس لیے کہ میں ہر رات کو جام و قدح کے ساتھ ماہ اور پروین کا ساتھی ہوں

این چه شوریست که در دور قمر می بینم
یہ کیا شور ہے جو میں دور قمر میں دیکھتا ہوں

همه آفاق پر از فتنه و شر می بینم
تمام جہان کو فتنہ اور شر سے پر دیکھتا ہوں

هر کسی روز بهی می طلبد از ایام
ہر شخص زمانہ سے بہتر دن چاہتا ہے

مشکل اینست که هر روز بتر می بینم
مشکل یہ ہے کہ میں ہر دن کو بدتر دیکھتا ہوں

ابلهان را همه شربت ز گلاب و قند است
بیوقوفوں کے لیے تمام تر گلاب اور قند کا شربت ہے

قوت دانا همه از خون جگر می بینم
عقلمند کی ساری روزی خون جگر سے دیکھتا ہوں

اسپ تازی شده مجروح بزیر پالان
تازی گھوڑا، پالان کے نیچے زخمی ہو گیا

طوق زرین همه در گردن خر می بینم
سونے کے طوق، تمام گدھے کی گردن میں دیکھتا ہوں

لہ ملنے پر اور دوست کی صحبت کا شراب نوشی اور گل چینی کروں گا۔

ے تیرے ہونٹوں نے مستوں کو شکر بانٹی تیری آنکھوں نے شراب نوشوں کو شراب پلائی لیکن ہمارا شمار دونوں میں ہوا نہ میخواروں میں۔

ے ہر شاعر کا کلام بہتر نہیں ہوتا ہے چونکہ حافظ کی طبیعت تیز ہے اس لیے بہترین کلام کہتا ہے۔

ے احوال زمانہ کے تغیر پر خواجہ صاحب نے یہ بہترین غزل کہی ہے

ے ہر انسان کی خواہش ہے کہ کل آج سے بہتر ہو لیکن ہم روز بروز زیادہ خرابیاں دیکھ رہے ہیں۔

ے عقل مرے آرام میں، عقلمند خون جگر پی رہے ہیں۔

ے جلال الدین توران شاہ شاہ شجاع کا وزیر تھا اس غزل میں اس کو آصف دوران کہا ہے۔

دختراں را ہمہ جنگ ست و جدل با مادر
لڑکیوں کی ماؤں سے تمام تر جنگ اور لڑائی ہے

پسراں را ہمہ بدخواہِ پدر می بینم
تمام لڑکوں کو باپ کا بدخواہ دیکھتا ہوں

ہیچ رحمے نہ برادر بہ برادر دارد
بھائی، بھائی پر کوئی رحم نہیں کرتا ہے

ہیچ شفقت نہ پدر را بہ پسر می بینم
باپ کو لڑکے پر کوئی شفقت نہیں دیکھتا ہوں

پندِ حافظ بشنو خواجہ برو نیکی کن
اے خواجہ حافظ کی نصیحت سن، جا اور نیکی کر

زانکہ ایں پند بہ از دُر و گہر می بینم
اس لیے کہ اس نصیحت کو موتی اور گوہر سے بہتر دیکھتا ہوں

اَلَمْ یَأْنِ لِلْاَحْبَابِ اَنْ یَتَرَحَّمُوْا
کیا دوستوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ وہ رحم کریں؟

وَلِلنَّاقِضِیْنَ الْعَهْدَ اَنْ یَتَنَدَّمُوْا
اور عہد کو توڑنے والوں کے لیے کہ وہ شرمندہ ہوں

اَلَمْ یَأْتِهِمْ اَنْبَاءُ مَنْ فَاتَ عَهْدُهُمْ
کیا انہیں اس کی خبریں نہیں پہنچیں جس سے انکا وقت ختم ہو گیا؟

وَفِیْ صَدْرِهٖ نَارُ الْهَوٰی تَتَضَرَّمُ
اور اس کے سینہ میں محبت کی آگ بھڑک رہی ہے

فَیَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا جَرٰی
اے کاش میری قوم جان لیتی جو کچھ کہ گزرا

عَلٰی مُدْنَفٍ مِّنْهُمْ فَیَعْفُوْا وَیَرْحَمُوْا
انہیں سے ایک بیمار پر پھر وہ معاف کریں اور رحم کریں

حَکَی الدَّمْعُ عَنِّیْ بِالْخَوَافِیْ وَاَظْهَرَتْ
آنسوؤں نے میری پوشیدہ خبروں کو بیان کر دیا

فَیَا عَجَبًا مِّنْ صَامِتٍ یَتَکَلَّمُ
پس ایسے خاموش پر تعجب ہے جو بات کرتا ہے

بَنُوْ عَمِّنَا جُوْدُوْا عَلَیْنَا بِجُرْعَةٍ
اے ہمارے چچیرو ہمیں ایک گھونٹ عنایت کرو

وَلِلْفَضْلِ اَسْبَابٌ بِهَا یُتَوَسَّمُ
اور بڑائی کی علامتیں ہیں جن سے وہ پہچانی جاتی ہے

اَیَا مَنْ فَاقَ کُلَّ السَّلَاطِیْنِ سَطْوَةً
اسے وہ جو تمام بادشاہوں پر رعب کے لحاظ سے غالب گیا ہے

تَرَحَّمْ جَزَاکَ اللّٰهُ وَالْخَیْرُ یُغْنَمُوْا
ترحم کر خدا تجھ کو بدلہ دے اور نیکی کو غنیمت جانتے ہیں

اَتٰی مَوْسِمُ النَّیْرُوْزِ وَاخْضَرَّتِ الرُّبٰی
نیروز کا زمانہ آگیا اور ٹیلے سرسبز ہو گئے

وَیَرِقُّ خَمْرٌ وَّالنَّدَامٰی تَرَنَّمُوْا
اور شراب رقیق ہو رہی ہے اور ساتھی گا رہے ہیں

شُمُوْسٌ بِهَا الْاَقْنَاءُ تَقْتَضِی الْغِنَا
یہ بینے وہ ہیں جن میں انگور کے خوشے ہیں جو مالداری چاہتے ہیں

وَفِیْ شَاْنِنَا عَیْشُ الرَّبِیْعِ مُحَرَّمٌ
اور ہمارے لیے موسم ربیع کا عیش محرم بنا ہے

بِکُلٍّ مِّنَ الْخُلَّانِ ذُخْرٌ وَّمِنَّةٌ
دوستوں میں سے ہر ایک کے لیے ذخیرہ ہے اور احسان کرتا ہے

وَلِلْحَافِظِ الْمِسْکِیْنِ فَقْرٌ وَّمَغْرَمٌ
اور مسکین حافظ کے لیے فقر اور تاوان ہے

بارہا گفتہ ام و بارِ دگر می گویم
میں نے بار بار کہا ہے اور پھر کہتا ہوں

کہ منِ دل شدہ ایں رہ نہ بخود می پویم
کہ میں دل گم شدہ اس راستہ پر خود نہیں دوڑ رہا ہوں

در پسِ آئنہ طوطی صفتم داشتہ اند
انہوں نے مجھے آئنہ کے پیچھے طوطی کی طرح رکھا ہے

آنچہ استادِ ازل گفت ہماں می گویم
جو کچھ ازل کے استاد نے کہا ہے وہی کہہ رہا ہوں

سلہ وہ وقت ہے کہ دوست رحم کریں اور بد عہدی پر عہد شکن شرمندہ ہوں۔
سلہ عاشق دوستوں سے بچھڑ گیا اور اس کے سینہ میں عشق کی آگ شعلہ زن ہے۔
سلہ آنسو خاموش ہیں لیکن انہوں نے میری تمام حالت کہہ دی۔
سلہ شراب کا گھونٹ پلا دینا بڑی فضیلت کی بات ہے۔
سلہ موسم بہار میں شراب میں رقت آجاتی ہے۔
سلہ یہ زمانہ تو وہ تھا کہ جس میں مالداری ہوتی اور ذخیرہ پاس ہوتا تاکہ عیش کیا جا سکتا۔
سلہ طوطی کو آئنہ کے پیچھے رکھا جاتا ہے تاکہ آئنہ میں وہ اپنی صورت کو دوسری طوطی دیکھے اور آئنہ کے دوسری طرف سکھانے والا بولنا شروع کر دیتا ہے وہ اپنی تصویر کو یہ سمجھ کر کہ دوسری طوطی بول رہی ہے خود بھی اسی طرح سے بولنا شروع کر دیتی ہے۔ خواجہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ منجانب اللہ کہلوایا جا رہا ہے۔

من اگر خارم اگر گل چمن آرائے ہست
میں خواہ کانٹا ہوں، خواہ پھول، کوئی چمن آرا ہے

کہ ازآں دست کہ می پروردم می رویم
کہ جس طرح سے مجھے پرورش کیا اسی طرح میں اگتا ہوں

دوستاں عیب من بیدل حیراں مکنید
اے دوستو! مجھ بے دل حیران پر عیب نہ لگاؤ

گوہرے دارم و صاحب نظرے می جویم
میرے پاس ایک موتی ہے، اور میں کوئی صاحب نظر کو ڈھونڈتا ہوں

گرچہ بادلق ملمع مے گلگوں عیب ست
اگرچہ رنگدار گدڑی کے ساتھ گلاب جیسی شراب عیب ہے

مکنم عیب کزو رنگ ریا می شویم
میرے اوپر عیب نہ لگا، میں اس سے ریا کا رنگ دھوتا ہوں

خندہ و گریۂ عشاق زجائے دگرست
عاشقوں کا ہنسنا، اور رونا دوسری وجہ سے ہے

می سرائیم بشب و وقت سحر می مویم
میں رات کو گاتا ہوں، اور صبح کے وقت روتا ہوں

حافظم گفت کہ خاک در میخانہ مبوی
حافظ نے مجھ سے کہا میخانہ کے دروازے کی خاک نہ سونگھ

گو مکن عیب کہ من مشک ختن می بویم
کہہ عیب نہ لگائے میں ختن کا مشک سونگھتا ہوں

باز آئی ساقیا کہ ہوا خواہ خدمتم
ساقی لوٹ آ، میں خدمت کا خواہشمند ہوں

مشتاق بندگی و دعا گوئے دولتم
غلامی کا مشتاق، اور دولت کا دعا گو ہوں

زانجا کہ فیض جام سعادت فروغ تست
چونکہ سعادت کی روشنی والے جام کا فیض تیرا ہی ہے

بیروں شدن نمائی ز ظلمات حیرتم
میری حیرت کی تاریکیوں سے نکلنے میں رہنمائی کر دے

ہرچند غرق بحر گناہم ز شش جہت
اگرچہ چھ طرف سے گناہ کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہوں

تا آشنائے عشق شدم ز اہل رحمتم
جب سے عشق کا آشنا بنا ہوں قابل رحم ہوں

عیبم مکن برندی و بدنامی اے فقیہ
اے فقیہ! بدنامی اور رندی کا مجھ پر عیب نہ لگا

کایں بود سرنوشت ز دیوان فطرتم
اس لیے کہ فطرت کے دفتر سے میری یہی تقدیر تھی

مے خور کہ عاشقی نہ بکسب ست و اختیار
شراب پی کیونکہ عاشقی کسب اور اختیار سے نہیں ہے

کایں بود سرنوشت ز دیوان قسمتم
کیونکہ یہی تھا جو تقسیم کے دفتر سے میرے لیے مقدر ہوا ہے

گردم زنی ز طرۂ مشکین آں نگار
اگر تو اس محبوب کے مشکیں زلف کا دم بھرتی ہے

فکرے کن اے صبا ز مکافات غیرتم
اے صبا! میری غیرت کے بدلے کی ذرا فکر کر

در انتظار روئے تو ز نظر تا بگوش ہوش
تیرے چہرہ کے انتظار میں نظر سے ... کان ہوش ...

آوردہ و کشیدہ و موقوف فرصتم
لیا ہوا اور کھینچا ہوا ہے، اور میری فرصت پر موقوف ہے

من کز وطن سفر نگزیدم بعمر خویش
میں نے جس نے کبھی عمر بھر اپنے وطن سے سفر نہیں کیا ہے

در عشق دیدن تو ہوا خواہ غربتم
تیرے دیکھنے کے عشق میں سفر کا خواہشمند ہوں

دریا و کوہ در رہ و من خستہ و ضعیف
... دریا اور پہاڑ ہیں ... خستہ و ضعیف ہوں

اے خضر پے خجستہ مدد کن بہمتم
اے مبارک قدم خضر! اپنی توجہ سے میری مدد کر

دورم بصورت از در دولت سرائے دوست
صورت کے اعتبار سے دوست کے ... دولت سرا سے دور ہوں

لیکن بجان و دل ز مقیمان حضرتم
لیکن جان و دل سے اس کے مقیموں میں سے ہوں

— میں شراب میں ریا کے دھبے ترے دھوتا ہوں۔
— میں حیرت کی تاریکیوں میں گھرا ہوا ہوں مجھے اس سے باہر نکال دے۔
— چونکہ رندی اور بدنامی ہمارے مقدر سے ہے لہٰذا اس پر عیب جوئی مناسب نہیں ہے۔
— اے صبا اگر تو اس کی زلف کا دم بھرتی ہے تو میری غیرت سے بھی ڈر۔
— تیرے جب چہرہ ... کان ... لیا ہو۔
— میں ضعیف ہوں ... تیری مدد سے ... قریب ہوں۔

حافظ بپیشِ چشمِ تو خواہد سپرد جاں
حافظ تیری آنکھوں کے سامنے جان دینا چاہتا ہے

دراین خیالم ار بدہد عمر مہلتم
میں اسی خیال میں ہوں اگر عمر نے فرصت دے

برخیز تا طریقِ تکلف رہا کنیم
اٹھو تاکہ تکلف کے طریقہ کو چھوڑیں

دُکانِ معرفت بدو جو پُر بہا کنیم
معرفت کی دکان کو دو جو سے پسند تر بنائیں

بردیگراں نگارِ قباپوش بگذرد
قباپوش معشوق دوسرے کے پاس سے گذرتا ہے

ما نیز جامہ ہائے صبوری قبا کنیم
ہم بھی صبر کا جامہ چاک کردیں

مقدار زلت از نظرِ خلق در حجاب
مخلوق کی نگاہ سے پوشیدہ جو کہ گستر غلطیاں ہمدہ میں

بہتر زطاعتے کہ بروی و ریا کنیم
اس عبادت سے بہتر ہیں جو دکھاوے اور ریا سے کریں

آنکو بغیر سابقہ چندیں نواخت کرد
وہ جس نے بغیر پہچان بدولا اس قدر نوازشیں کیں

ممکن بود کہ عفو کند گر خطا کنیم
ممکن ہے معاف کردے اگر ہم غلطی کریں

گر یک شبے بدستِ من افتد نگارِ من
اگر میرا معشوق ایک رات میرے ہاتھ لگ جائے

مشکل بود کہ دامنش از کف رہا کنیم
مشکل ہوگا کہ ہم اس کا دامن ہاتھ سے چھوڑیں

گفتم نگشت کامِ دلم حاصل از لبت
میں نے اس سے کہا تیرے ہونٹوں سے میرے دل کا مقصد پورا نہ ہوا

گفتا تو صبر کن کہ مرادت روا کنیم
وہ بولا صبر کرتا کہ ہم تیری مراد پوری کریں

حافظ وفا نمی کند ایامِ سست عہد
اے حافظ بد عہد زمانہ وفا نہیں کرتا ہے

ایں پنج روزہ عمر بیا تا وفا کنیم
آ اس پانچ روزہ زندگی میں کہ ہم وفا کریں

بُشریٰ اِذَا السَّلَامَۃُ حَلَّتْ بِذِی سَلَمٍ
خوشخبری ہو، جبکہ سلامتی ذی سلم میں اتری ہے

لِلّٰہِ حَمْدُ مُعْتَرِفٍ غَایَۃَ النِّعَمِ
لاانتہاء نعمتوں کے اعتراف کرنے والے کی تعریف خدا کیلئے ہے

آں خوش خبر کجاست کزیں فتح مژدہ داد
وہ خوشخبر کہاں ہے جس نے اس فتح کی خوشخبری دی

تا جان فشانمش چو زر و سیم درقدم
تاکہ میں چاندی اور سونے کی طرح اس کے قدموں پر جان نثار کروں

از بازگشتِ شاہ چہ خوش طرفہ نقش بست
شاہ کی واپسی کیوجہ سے کتنا عمدہ عجیب نقش بنایا

آہنگِ خصمِ او بسراپردۂ عدم
اس کے دشمن کے ارادے نے عدم کے سراپردہ پر

پیماں شکن ہر آئنہ گردد شکستہ دل
وعدہ توڑنے والا، لامحالہ شکستہ دل ہوتا ہے

اِنَّ الْعُھُوْدَ عِنْدَ مُلُوْکِ النُّھٰی ذِمَمٌ
عہد، عقل کے بادشاہوں کے نزدیک ذمہ داریاں ہیں

در نیلِ غم فتاد و سپہرش بطعنہ گفت
وہ غم کے نیل میں جا گرا اور اس سے آسمان نے طعنہ کے طور پر کہا

اَلْاٰنَ قَدْ نَدِمْتَ وَمَا یَنْفَعُ النَّدَمُ
اب تو شرمندہ ہوا حالانکہ ندامت مفید نہیں ہے

میجست از سحابِ امل رحمتے ولے
وہ امید کے بادل سے رحمت ڈھونڈتا تھا، لیکن

جز دیدہ اش معاینہ بیروں نداد نم
اس کی آنکھوں کے سوا کسی چیز نے باہر نمی نہ دکھائی

۱؎ اگر زندگی نے مہلت دی تو حافظ تیری آنکھوں کے سامنے جان دینا چاہتا ہے۔
۲؎ معرفت کی دکان دو جو سے ہی چمک اٹھتی ہے ریا کے ڈھیر بھی ہوں تو بیکار ہیں۔
۳؎ ریا کی عبادت سے چھپ کر ستر گناہ کرنا بہتر ہے۔
۴؎ کسی بادشاہ کی فتح مندی پر خواجہ صاحب نے یہ غزل کہی ہے۔
۵؎ بادشاہ کی آمد پر دشمن معدوم ہوگیا۔
۶؎ عہد شکن شرمندہ ہوتا ہے اور بالآخر ایسے وقت پچھتاتا ہے جب پچھتانا اس کو مفید نہیں ہوتا ہے۔

ساقی بیا کہ دورِ گل ست و زمانِ عیش
اے ساقی آ جا پھولوں کا موسم اور عیش کا زمانہ ہے
پیش آر جام و ہیچ مخور غم ز بیش و کم
جام سامنے لا اور زیادتی اور کمی کا غم نہ کر

اے دل تو جامِ جم بطلب مُلکِ جم مخواہ
اے دل تو جامِ جم چاہ جمشید کی سلطنت نہ چاہ
کیں بود قولِ بلبلِ بستاں سرائے جم
اس لیے کہ جمشید کے باغ کی بلبل کا یہ قول تھا

چوں خونِ خصم ہمچو صراحی بریختی
جب تو نے دشمنوں کا خون صراحی کی طرح بہا دیا
با دوستاں بعیش و طرب گیر جامِ جم
دوستوں کے ساتھ عیش اور مستی میں جامِ جم تھام

بشنو ز جامِ بادہ کہ ایں زالِ نو عروس
شراب کے جام سے سن کہ اس نئی دلہن بڑھیا نے
بسیار کشت شوہر چوں کیقباد و جم
کیقباد اور جمشید جیسے بہت سے شوہر مار ڈالے ہیں

حافظ بکنجِ میکدہ دارد قرارگاہ
حافظ کو سکون کی جگہ شراب خانے کے گوشہ میں ہے
کالطیرِ فی الحدیقۃِ واللیثِ فی الاَجَم
جیسا کہ پرندہ باغ میں، اور شیر کچھار میں

بعزمِ توبہ سحر گفتم استخارہ کنم
میں نے صبح کو کہا توبہ کے ارادے سے استخارہ کروں
بہارِ توبہ شکن میرسد چہ چارہ کنم
توبہ شکن بہار آ رہی ہے، کیا تدبیر کروں!

سخن درست بگویم نمی توانم دید
سچی بات کہتا ہوں، میں نہیں دیکھ سکتا
کہ مے خورند حریفان و من نظارہ کنم
کہ رقیب شراب پئیں اور میں دیکھتا رہوں

بدورِ لالہ دماغِ مرا علاج کنید
لالہ کے زمانہ میں میرے دماغ کا علاج کرو
گر از میانۂ اہلِ طرب کنارہ کنم
اگر میں مستوں کے درمیان سے کنارہ کروں

اگر شبے بزبانم حدیثِ توبہ رود
اگر کسی رات کو میری زبان سے توبہ کی بات نکلے
ز بے طہارتی آنرا بمے غرارہ کنم
ناپاکی کی وجہ سے اس کا شراب سے غرارہ کروں

بتختِ گل بنشانم بتے چو سلطانے
ایک بادشاہ کی طرح ایک معشوق کو پھولوں کے تخت پر بٹھاؤں
ز سنبل و سمنش سازِ طوق و یارہ کنم
اس کے لیے سنبل اور سمن سے ہار اور کنگن تیار کروں

مرا کہ نیست رہ و رسمِ لقمہ پرہیزی
جبکہ پرہیز کے لقمہ کی بیرے لیے راہ اور رسم نہیں ہے
ہماں بہ است کہ میخانہ را اجارہ کنم
یہی بہتر ہے کہ شراب خانہ کا ٹھیکہ لے لوں

ز روئے دوست مرا چوں گلِ مراد شگفت
جبکہ دوست کے چہرے سے میری مراد کا پھول کھل گیا ہے
حوالۂ سرِ دشمن بسنگِ خارہ کنم
تو دشمن کے سر کو سنگِ خارہ کے حوالہ کروں

گدائے میکدہ ام لیک وقتِ مستی بیں
میں شراب خانہ کا فقیر ہوں لیکن مستی کے وقت دیکھ
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم
کہ فلک پر ناز اور ستارے پر حکم کرتا ہوں

اگر ز لعلِ لبِ یار بوسہ یابم
اگر میں یار کے لعل جیسے ہونٹ کا ایک بوسہ پاؤں
جواں شوم ز سر و زندگی دوبارہ کنم
از سرِ نو جوان ہو جاؤں اور دوبارہ زندگی حاصل کروں

چو غنچہ با لبِ خنداں بیادِ مجلسِ شاہ
شاہ کی مجلس کی یاد پر مسکراتے ہونٹوں کے ساتھ غنچہ کی طرح
پیالہ گیرم و از شوق جامہ پارہ کنم
پیالہ تھاموں اور شوق کی وجہ سے کپڑے پھاڑوں

۱۔ جمشید کا ملک فانی ہے جامِ جم حاصل کرنا چاہیے تاکہ علم پیدا ہو۔
۲۔ تو نے دشمنوں پر فتح حاصل کر لی ہے اب دوستوں کے ساتھ محفلِ طرب قائم کر۔
۳۔ کیقباد اور جمشید جیسے بہت سے اس دنیا کے مالک بنے ہیں اور پھر اس دنیا نے ان کو فنا کر دیا ہے۔
۴۔ مجھے شراب خانے کے گوشہ میں وہی سکون حاصل ہوتا ہے جو پرندہ کو باغ یا شیر کو کچھار میں۔
۵۔ استخارہ کے معنی بھلائی طلب کرنا ہیں۔ شرعی حکم ہے کہ اگر انسان کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنا چاہے تو دو رکعت نفل پڑھے پھر استخارہ کی مشہور دعا پڑھے اور سو جائے پھر جس طرف دل کا رجحان ہو وہ کام کرے انشاء اللہ اسی میں اس کی بھلائی ہوگی۔
۶۔ جو شخص موسمِ بہار میں اہلِ طرب کنارہ کرے اس کا دماغ خراب ہے۔
۷۔ توبہ کا لفظ منہ سے نکلنے سے منہ گندا ہو جاتا ہے شراب سے کلیاں کرنی چاہییں۔
۸۔ یارہ کنگن کو کہا جاتا ہے۔ ۹۔ جبکہ حلال مقصد نہیں ہے تو بہتر ہے کہ شراب خانہ کا ٹھیکہ لیا جائے اور اس کی کمائی کھائی جائے۔

نہ قاضیم نہ مدرس نہ محتسب نہ فقیہ
میں نہ قاضی ہوں نہ مدرس نہ محتسب ہوں نہ فقیہ

مرا چہ سود کہ منع شراب خوارہ کنم
مجھے کیا فائدہ کہ شراب خور کو روکوں!

ز بادہ خوردنِ پنہاں ملول شد حافظ
حافظ چھپ کر شراب پینے سے تنگ ہو گیا

بہ بانگِ بربط و نے رازش آشکارہ کنم
بربط اور بانسری کی آواز سے اس کے راز کو فاش کرتا ہوں

بغیر ازآنکہ بشد دین و دانش از دستم
اس کے علاوہ کہ دین اور عقل میرے ہاتھ سے جاتے رہے

دگر بگو کہ ز عشقت چہ طرف بر بستم
بتا تیرے عشق سے مجھے اور کیا فائدہ ہوا!

اگرچہ خرمنِ عمرم غمِ تو داد بباد
اگرچہ تیرے غم نے میری عمر کا کھلیان برباد کر دیا ہے

بخاکِ پائے عزیزت کہ عہد نشکستم
تیرے مقدس قدموں کی پیاری خاک کی قسم کہ میں نے عہد نہیں توڑا ہے

چو ذرہ گرچہ حقیرم ببین بدولتِ عشق
اگرچہ میں ذرّہ کی طرح حقیر ہوں، عشق کی دولت کی برکت سے

کہ در ہوائے رخت چوں بمہر پیوستم
تیرے رخ کے عشق میں کس طرح سورج سے جا ملا ہوں

بیار بادہ کہ عمریست تا من از سرِ مہر
شراب لا اس لیے کہ ایک عمر گزر گئی جب سے میں محبت کی وجہ سے

بکنجِ عافیت از بہرِ عیش ننشستم
عافیت کے گوشہ میں عیش کے لئے نہیں بیٹھا ہوں

اگر ز مردمِ ہشیاری اے نصیحت گو
اے نصیحت گو! اگر تو عقلمند انسانوں میں سے ہے

سخن بخاک میفگن چرا کہ من مستم
بات مٹی میں نہ ملا اس لئے کہ میں مست ہوں

چگونہ سر ز خجالت برآورم بر دوست
دوست کے سامنے شرمندگی سے کس طرح سر اٹھاؤں؟

کہ خدمتے بسزا بر نیامد از دستم
اس لئے کہ مجھ سے ہاتھ سے کوئی مناسب خدمت نہیں ہوئی ہے

بسوخت حافظ و آں یارِ دلنواز نگفت
حافظ جل گیا اور اس دلنواز یار نے نہ کہا

کہ مرہمے بفرستم چو خاطرش خستم
کہ میں کوئی مرہم بھیج دوں، جبکہ میں نے اس کا دل زخمی کیا ہے

بگذار تا بشارعِ میخانہ بگذریم
چھوڑیئے تاکہ ہم شراب خانہ کی سڑک پر سے گزریں

کز بہرِ جرعۂ ہمہ محتاجِ ایں دریم
اس لیے کہ ہم سب ایک گھونٹ کے لیے اس دروازہ کے محتاج ہیں

جائیکہ تخت و مسندِ جم میرود بباد
جس جگہ جمشید کا تخت اور مسند برباد ہو جاتے ہیں

گر غم خوریم خوش نبود بہ کہ مے خوریم
اگر غم کھائیں تو اچھا نہ ہوگا، بہتر ہے کہ شراب پئیں

تابو کہ دست در کمرِ او تواں زدن
تاکہ ایسا ہو کہ ہاتھ اس کی کمر میں ڈالا جا سکے

در خونِ دل نشستہ چو یاقوتِ احمریم
سرخ یاقوت کی طرح دل کے خون میں ہم بیٹھے ہیں

روزِ نخست چوں دمِ رندی زدیم و عشق
پہلے دن سے جب ہم نے رندی اور عشق کا دم بھرا

شرط آں بود کہ جز رہِ آں شیوہ نسپریم
شرط یہ ہے کہ اس راستے کے سوا کوئی راستہ نہ چلیں

واعظ مکن نصیحتِ شوریدگاں کہ ما
واعظ دیوانوں کو نصیحت نہ کر اس لیے کہ ہم

باخاکِ کوئے دوست بفردوس ننگریم
دوست کے کوچہ کی خاک کے سامنے جنت کو نہیں دیکھتے

ا۔ شراب خوری سے روکنا ان لوگوں کا کام ہے میرا کام نہیں ہے
۲۔ عشق کے بجز تو یہی فائدہ ہوا کہ دین بھی گیا اور عقل بھی گئی۔
۳۔ عشق کو سورج کا عاشق قرار دیا گیا ہے جو ذرّہ سورج سے نور حاصل کرتا ہے۔
۴۔ عقلمند انسان ایسی بات نہیں کہتا جو ان کا ناں جائے۔
۵۔ چونکہ دوست کے لائق کوئی خدمت انجام نہیں دیا گئی لہٰذا ہم شرمندہ ہیں۔
۶۔ دنیا نے جب کہ جمشید کے تخت و تاج کو بھی ختم کر دیا تو وہ ناقابل بھروسہ ہے۔
۷۔ وفاداری کا تقاضہ ہے کہ راہِ عشق پر قائم رہا جائے۔
۸۔ ہم دوست کے کوچہ کی خاک کے مقابلہ میں جنت کو بھی نظر میں نہیں لاتے ہیں لہٰذا ہمیں نصیحت کرنا بے سود ہے۔

زاں پیشتر کہ عمر گرانمایہ بگذرد
اس سے قبل کہ قیمتی عمر گزر جائے

بگذار تا قیامت روئے تو بنگریم
موقع دے کہ تیرے چہرے کی قیامت کو ہم دیکھ لیں

چوں صوفیاں بحالت رقصند در سماع
جبکہ صوفی سماع میں، حال اور رقص میں ہیں

مانیز ہم بشعبدہ دستے برآوریم
ہم بھی شعبدہ کے طور پر کچھ ہاتھ نکالیں

از جرعۂ تو خاکِ زمیں قدرِ لعل یافت
تیرے گھونٹ سے زمین کی خاک نے لعل کا مرتبہ پالیا

بیچارہ ماکہ پیش تو از خاک کمتریم
ہم بیچارے ہیں کہ تیرے سامنے خاک سے بھی کمتر ہیں

حافظ چو رہ بکنگرۂ کاخ وصل نیست
اے حافظ جب وصل کے محل کے کنگرہ کا راستہ نہیں ہے

باخاکِ آستانۂ ایں در بسر بریم
اس دروازہ کی چوکھٹ کی خاک پر بسر کریں

بہ تیغم گر زند دستش نگیرم
اگر وہ مجھے تلوار سے مارے اس کا ہاتھ نہ پکڑوں

وگر تیرم زند منت پذیرم
وہ اگر میرے تیر مارے، اس کا شکر گزار ہوں

کمانِ ابروئے مارا گو مزن تیر
ہمارے کمان جیسے ابرو والے سے کہہ دے کہ تیر نہ مارے

کہ پیشِ دست و بازویت بمیرم
تاکہ تیرے ہاتھ اور بازو پر جان دوں

غمِ گیتی چو از پایم در آورد
دنیا کے غم نے جبکہ مجھے پچھاڑ دیا ہے

بجز ساغر نباشد دستگیرم
ساغر کے علاوہ، میرا کوئی دستگیر نہ تھا

برآ اے آفتابِ صبحِ اُمید
اے امید کی صبح کے آفتاب نکل آ

کہ در دستِ شبِ ہجراں اسیرم
کیونکہ شب ہجر کے ہاتھوں میں قیدی ہوں

چو طفلاں تا کے اے واعظ فریبی
اے واعظ تو بچوں کی طرح کب تک بہلائے گا؟

بسیبِ بوستان و جوئے شیرم
مجھ کو باغ کے سیب اور دودھ کی نہر کے ذریعہ

من آں مُرغم کہ ہر شام و سحرگاہ
میں وہ پرندہ ہوں، جو ہر صبح اور شام

رسد تا سدرہ آوازِ صفیرم
سدرہ تک میری سیٹی کی آواز پہنچتی ہے

بفریادم رس اے پیرِ خرابات
اے پیر خرابات، میری فریاد کو پہونچ

بیک جرعہ جوانم کن کہ پیرم
ایک گھونٹ سے مجھے جوان بنادے کہ میں بوڑھا ہوں

بگیسوئے تو خوردم دوش سوگند
کل میں نے تیری زلفوں کی قسم کھائی ہے

کہ از پائے تو من سر برنگیرم
کہ میں تیرے پیروں سے اپنا سر نہ اٹھاؤں گا

بسوز ایں خرقۂ تقویٰ چو حافظ
حافظ کی طرح تقوے کی اس گدڑی کو جلا دے

کہ گر آتش شوم درو نگیرم
اس لئے کہ میں اگر آگ بھی بنتا ہوں اس میں اثر نہیں کرتا ہوں

بمژگانِ سیہ کردی ہزاراں رخنہ در دینم
تو نے کالی پلکوں سے میرے دین میں ہزاروں رخنے پیدا کر دئے

بیا کز چشمِ بیمارت ہزاراں درد برچینم
آ، تاکہ تیری بیمار آنکھوں سے میں ہزاروں درد حاصل کروں

۱ تیری توجہ سے خاک بھی لعل بن گئی لیکن ہم محروم رہ گئے۔
۲ دوست کا قتل کرنا ہمارے لئے باعث احسان ہے۔
۳ ہم تو محبوب کے دست و بازو پر خود ہی جان قربان کرتے ہیں اس کو ابرو سے تیر چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔
۴ آفتاب صبح امید سے مراد معشوق ہے۔
۵ ہمیں بچوں کی طرح سیب اور دودھ کی نہروں سے نہیں بہلایا جا سکتا ہے۔
۶ ہم تو سدرہ تک کی سیر کرتے ہیں۔

الا اے ہمنشین دل کہ یارانت برفت از یاد
آگاہ، اے دل کے ہم نشین کہ دوست تیری یاد سے بھول گئے
مرا روزی مباد آں دم کہ بے یاد تو بنشینم
وہ وقت میرے مقدر میں نہ ہو کہ تیری یاد کے بغیر بیٹھوں

زتاب آتش دوری شدم غرق عرق چوں گل
دوری کی آگ کی گرمی سے پھول کی طرح پسینہ میں نہا گیا ہوں
بیار اے باد شبگیری نسیمے زاں عرق چینم
اے باد صبا ایسی نسیم لا جس سے میں اپنا پسینہ خشک کروں

شب رحلت ہم از بستر روم تا قصر حور العین
سفر کی رات میں بستر سے حور العین کے محل تک پہونچوں گا
اگر در وقت جاں دادن تو باشی شمع بالینم
اگر جان دینے کے وقت تو میرے سرہانے کی شمع ہو گا

صباح الخیر زد بلبل کجائی ساقیا برخیز
بلبل نے صباح الخیر کا نعرہ لگایا اے ساقی تو کہاں ہے اٹھ
کہ غوغا میکند در سر خمار خمر دوشینم
اس لیے کہ کل رات کی شراب کا خمار میرے سر میں شور کر رہا ہے

اگر بر جائے من غیرے گزیند دوست حاکم اوست
اگر وہ میری بجائے کسی اور کو دوست بنائے وہ حاکم ہے
حرامم باد اگر من جاں بجائے دوست بگزینم
میرے لیے حرام ہو گا اگر میں اس کی بجائے جان کو بھی پسند کروں

جہاں پیر است بے بنیاد ازیں فرہاد کش فریاد
دنیا ایک بے حقیقت بڑھیا ہے اس فرہاد کو مارنے والی سے فریاد ہے
کہ کرد افسون و نیرنگش ملول از جان شیرینم
اس لیے کہ اس کے جادو اور شعبدہ نے مجھے شیریں جان سے بیزار کر دیا ہے

جہان فانی و باقی فدائے شاہد و ساقی
فانی اور باقی عالم شاہد اور ساقی پر قربان ہے
کہ سلطانی عالم را طفیل عشق می بینم
اس لیے کہ میں دنیا کی بادشاہت کو عشق کے طفیل دیکھ رہا ہوں

رموز عشق و سرمستی ز من بشنو نہ از واعظ
مستی اور عشق کے راز مجھ سے سن نہ کہ واعظ سے
کہ با جام و قدح ہر شب قرین ماہ و پروینم
اس لیے کہ میں ہر شب جام اور پیالہ کے ساتھ چاند اور پروین کا ساتھی ہوں

حدیث آرزومندی کہ در ایں نامہ ثبت افتاد
آرزومندی کی جو بات اس دفتر میں لکھی ہے
ہمانا بے غلط باشد کہ حافظ داد تلقینم
یقیناً صحیح ہو گی اس لیے کہ حافظ نے مجھے پڑھائی ہے

بیا تا گل برافشانیم و مے در ساغر اندازیم
آ، تاکہ پھول برسائیں اور ساغر میں شراب ڈالیں
فلک را سقف بشگافیم و طرح نو در اندازیم
آسمان کی چھت کو پھاڑ ڈالیں اور نئی بنیاد قائم کریں

اگر غم لشکر انگیزد کہ خون عاشقاں ریزد
اگر غم لشکر کشی کرے تاکہ عاشقوں کا خون بہائے
من و ساقی بہم سازیم و بنیادش براندازیم
میں اور ساقی متفق ہو جائیں، اور اس کی جڑ اکھاڑ پھینکیں

چو در دست است رودے خوش بزن مطرب سرودے خوش
چونکہ تیرے ہاتھ میں اچھا باجا ہے اے مطرب اچھا گانا گا
کہ دست افشاں غزل خوانیم و پاکوباں سر اندازیم
تاکہ رقص کرتے ہوئے ہم غزل پڑھیں اور ناچتے ہوئے سر جھکائیں

صبا خاک وجود ما بداں عالی جناب انداز
اے صبا ہمارے وجود کی خاک کو اس بلند مرتبہ پر ڈال دے
بود کاں شاہ خوباں را نظر بر منظر اندازیم
ہو سکتا ہے کہ ہم اس حسینوں کے بادشاہ کے رخ کو دیکھ لیں

یکے از عقل می لافد دگر طامات می بافد
ایک عقل کی ڈینگیں مارتا ہے، دوسرا کرامات کی بکواس کرتا ہے
بیا کایں داوریہا را بہ پیش داور اندازیم
آ، ہم ان جھگڑوں کو خدا کے سامنے پیش کر دیں

بہشت عدن اگر خواہی بیا با ما بمیخانہ
اگر تو بہشت عدن چاہتا ہے ہمارے ساتھ میخانہ میں چل
کہ از پائے خمت یکسر بحوض کوثر اندازیم
کہ تجھے تیرے خم سے سیدھا حوض کوثر میں ڈال دیں

۱ تو نے تو ہمیں بھلا دیا خدا وہ وقت نہ لائے کہ ہم تجھے بھلا سکیں۔
۲ عرق چیں کو اکثر نسخوں میں ایک خوشبو دار گھاس بتایا ہے جو کسی لغت میں مجھے نہ ملا، لغت میں اس کے معنی ... کے نیچے کی ٹوپی یا رومال لکھے ہیں جو اس شعر میں مناسب نہیں ہیں لہذا عرق چیں کو اسم فاعل ترکیبی قرار نہیں دیا بلکہ چینم کو فعل قرار دے کر ترجمہ کیا ہے۔
۳ اگر نزع کے وقت محبوب سرہانے ہو گا تو ہم سیدھے جنت میں جائیں گے۔
۴ صباح الخیر صبح کے وقت کا سلام ہے۔
۵ محبوب حاکم ہے وہ ہماری بجائے دوسرے کو دوست بنا سکتا ہے لیکن ہمارے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کی بجائے جان کو بھی دوست بنائیں۔
۶ آ، شراب پئیں اور دنیا کی ... ڈالیں۔
۷ اگر غم لشکر کشی کرے تو میں اور ساقی مل کر اس کو شکست دے دیں گے۔
۸ ہماری خاک کو محبوب کے کوچہ میں اڑا کر لے جا تاکہ ہم محبوب کا جلوہ کر سکیں۔
۹ صوفیوں کے بلند بانگ عشق کے دعووں کو اور کشف و کرامات کی ڈینگوں کو خدا کے سامنے ... پیش کر دیں۔

شراب ارغوانی را گلاب اندر قدح ریزیم
سرخ شراب کے پیالے میں گلاب ڈالیں

نسیم عطرگرداں را شکر در مجمر اندازیم
خوشبو پھیلانے والی نسیم کی انگیٹھی میں شکر ڈالیں

بیا جاناں منور کن ز رویت مجلس ما را
آ اے جاناں اپنے چہرے سے ہماری مجلس کو چمکا دے

کہ در پیشت غزل خوانیم و در پایت سر اندازیم
تاکہ ہم تیرے سامنے غزل پڑھیں اور تیرے پیروں میں سر ڈالیں

سخندانی و خوشخوانی نمی ورزند در شیراز
سخندانی اور خوش الحانی شیراز والے پسند نہیں کرتے ہیں

بیا حافظ کہ ما خود را بملک دیگر اندازیم
آ، حافظ تاکہ ہم اپنے آپ کو دوسرے ملک میں لے جائیں

بے تو اے سرو رواں با گل و گلشن چہ کنم
اے سرو رواں تیرے بغیر میں پھول اور چمن کو کیا کروں؟

زلف سنبل چہ کشم عارض سوسن چہ کنم
سنبل کی زلف کو کیا کھینچوں اور سوسن کے رخسار کو کیا کروں؟

آہ کز طعنۂ بدخواہ ندیدم رویت
افسوس دشمن کے طعنہ کی وجہ سے میں نے تیرا چہرہ نہ دیکھا

نیست چوں آئینہ ام روئے ز آہن چہ کنم
آئینہ کی طرح میرا چہرہ لوہے کا نہیں ہے، میں کیا کروں؟

برو اے زاہد و بر دُردکشاں خردہ مگیر
اے زاہد چلا جا اور تلچھٹ پینے والوں پر عیب نہ لگا

کارفرمائے قدر میکند ایں من چہ کنم
تقدیر کا کار فرما یہ کرتا ہے، میں کیا کروں؟

برق غیرت چو چنیں میجہد از مکمن غیب
غیب کی کمین گاہ سے جبکہ غیرت کی بجلی اس طرح کوندتی ہے

تو بفرما کہ من سوختہ خرمن چہ کنم
تو بتا، میں کھلیان جلا ہوا کیا کروں؟

مدد اے گر نہ چراغے نکند آتش طور
اگر طور کی آگ ایک چراغ سے میری کوئی مدد نہ کرے

چارۂ تیرہ شب وادیٔ ایمن چہ کنم
وادیٔ ایمن کی اندھیری رات کا کیا تدارک کروں؟

شاہ ترکاں چو پسندید و بچاہم انداخت
ترکوں کے شاہ نے جب پسند کیا اور مجھے کنوئیں میں ڈال دیا

دستگیر ار نشود دست تہمتن چہ کنم
تہمتن کا ہاتھ اگر دستگیری نہ کرے تو میں کیا کروں؟

خون من ریختی از ناوک دلدوز فراق
دل کو چھید دینے والے فراق کے تیر سے تو نے میرا خون بہایا

خود بگو با تو من اے دیدۂ روشن چہ کنم
اے دیدۂ روشن تو مجھے خود بتا میں تیرے ساتھ کیا کروں؟

حافظا خلد بریں خانۂ موروث من است
اے حافظ! خلد بریں میرا موروثی گھر ہے

اندریں منزل ویرانہ نشیمن چہ کنم
اس ویران منزل میں کیا نشیمن بناؤں؟

برو اے طبیب از سر کہ خبر ز سر ندارم
اے طبیب میرے پاس سے چلا جا کیونکہ مجھے سر کی خبر نہیں ہے

بخدا رہا کنم جاں کہ ز جاں خبر ندارم
خدا کے لیے میری جان چھوڑ، مجھے جان کی خبر نہیں ہے

بعیادتم قدم نہ کہ ز بیخودی شوم بہ
میری بیمار پرسی کے لیے قدم رکھ تاکہ بیہوشی سے اچھا ہو جاؤں

مے ناب نوش و ہم دہ کہ غم دگر ندارم
خالص شراب پی اور دے، اس لیے کہ مجھے کوئی دوسرا غم نہیں ہے

غمم ار خوری ازیں بیش کنم ز غمخوری بس
اگر تو میری غمخواری کرے گا میں اس سے زیادہ غمخواری بس کروں گا

نظرے بجز تو با کس بکسے دگر ندارم
میری نظر تیرے سوا کسی پر نہیں ہے

مانو خوشبو بنانے کیلئے عود کو شکر میں ملا کر دھونی کے لیے انگیٹھی میں ڈالا جاتا تھا۔
مطلب سخندانی اور خوش الحانی کی شیراز میں قدر نہیں رہی کسی دوسرے ملک میں چلنا چاہیے
سکندر اعظم کے زمانہ تک آئینہ لوہے کا بنتا تھا اس لیے اس لفظ کی اصل آہن ہے تبدیلی سے جاری درد کشی مقصد ہے اس پر طعنہ زنی مناسب نہیں ہے جب مجنوں کی غیرت خرمن کو جلا رہی ہے تو ہمارا اس میں کیا دخل ہے
خبر قصہ ہے کہ بیژن رستم کا بھانجا شکار میں جانکلا کے پیچھا افراسیاب کے ملک میں پہنچ گیا اور افراسیاب کی بیٹی پر عاشق ہو گیا افراسیاب نے اس کو اندھے کنوئیں میں قید کر دیا جب رستم کو پتہ چلا تو وہ تاجر بنکر گیا اور اسکو چھڑا لایا ترکوں کے شاہ سے افراسیاب مراد اور تہمتن سے رستم مراد ہے اور اس شعر میں افراسیاب سے شیطان اور رستم سے مرشد کامل مطلوب ہے
جنت حضرت آدم کی قیام گاہ تھی لہذا ہمارے باوا والد کی میراث ہے

نوٹ نسخہ: ز بر الحیات من بر غیرتے تکاول طبیب ❊ ... عشق ز ... وید نیست

زرت کنند زیور برت کشند در بر
سونے سے تیرا زیور بناتے ہیں، سینہ سے لگاتے ہیں

من بینوائے مضطر چہ کنم کہ زر ندارم
میں مفلس و مجبور کیا کروں کہ میرے پاس سونا نہیں ہے؟

دگرم مگو کہ خواہم کہ ز درگہت برانم
پھر مجھ سے یہ نہ کہنا کہ میں چاہتا ہوں کہ تجھے دربار سے نکال دوں

تو برین و من بر آنم کہ دل از تو بر ندارم
تو اس پر ہے اور میں اس پر کہ تجھ سے دل نہ ہٹاؤں گا

من اگرچہ مے پرستم نہ بہیدے بدستم
میں اگرچہ شراب پرست ہوں، میرے ہاتھ میں شراب نہ

مبرید دل ز دستم کہ دل دگر ندارم
میرے ہاتھ سے دل نہ لے جاؤ کیونکہ میرے پاس دوسرا دل نہیں ہے

دل حافظ ار بجوئی غم دل بہ تند خوئی
اگر تو حافظ کی دل جوئی کرے

چہ بگویمت بگوئی سر درد سر ندارم
تجھ سے کیا کہوں، تو کہتا ہے میں درد سر نہیں برداشت کرتا ہوں

تا سایۂ مبارکت افتاد بر سرم
جب سے تیرا مبارک سایہ میرے سر پر پڑا ہے

دولت غلام من شد و اقبال چاکرم
دولت میری غلام ہو گئی ہے، اور اقبال میرا خادم ہو گیا ہے

شد سالہا کہ از سر من بخت رفتہ بود
کئی سال گذر گئے کہ میرے سر سے مقدر دور ہو گیا تھا

از دولت وصال تو باز آمد از درم
تیرے وصال کی دولت سے پھر میرے دروازے سے داخل ہو گیا ہے

بیدار در زمانہ ندیدے کسے مرا
زمانہ میں پھر کوئی مجھے بیدار نہ دیکھتا

در خواب اگر خیال تو گشتے مصورم
اگر نیند میں تیرا خیال میرے لیے مصور ہو جاتا

من عمر در غم تو بپایاں برم ولے
میں تیرے غم میں عمر ختم کر دوں گا لیکن

باور مکن کہ بے تو زمانے بسر برم
یقین نہ کر کہ تیرے بغیر تھوڑا سا وقت گزاروں گا

زاں شب کہ باز در دل تنگم در آمدی
جس رات سے تو پھر میرے تنگ دل میں آیا

صد شمع در گرفت دماغ معطرم
میرے معطر دماغ میں سو شمعیں روشن ہو گئیں

دردم مرا طبیب نداند دوا کہ من
طبیب میرے درد کی دوا نہیں جانتا ہے اس لیے کہ میں

بے دوست خستہ خاطر و با دوست خوشترم
بغیر دوست کے خستہ طبیعت اور دوست کے ساتھ بہت خوش ہوں

گفتی بیار رخت اقامت بکوئے ما
تو نے کہا ہمارے کوچہ میں ٹھہرنے کا سامان لے آ

من خود بجان تو کہ ازیں کوئے نگذرم
تیری جان کی قسم، میں خود اس کوچہ سے نہ جاؤں گا

گردوں چو کرد نظم ثریا بنام شاہ
جبکہ آسمان نے ثریا کو بادشاہ کے نام پر نظم کیا ہے

من نظم خود چرا نکنم از کہ کمترم
میں کس سے کم ہوں، میں اپنی نظم کیوں نہ بناؤں؟

ہر کس غلام شاہے و مملوک صاحبے ست
ہر شخص ایک بادشاہ کا غلام اور ایک آقا کا مملوک ہے

حافظ کمینہ بندۂ سلطان کشورم
میں حافظ کمینہ ملک کے بادشاہ کا ادنیٰ غلام ہوں

تو ہمچو صبحی و من شمع خلوت سحرم
تو صبح کی طرح ہے، اور میں سحر کی شمع خلوت ہوں

تبسمے کن و جاں بیں کہ چوں ہمی سپرم
تو ذرا مسکرادے اور دیکھ میں کس طرح جان دیتا ہوں

ے اگر خواب میں بھی تیرا تصور آجائے تو تمام عمر سوتا رہوں اور اس خوف سے کبھی بیدار نہ ہوں کہ تیرا تصور چلا جائے گا۔
ے میرے درد کی دوا طبیب کیا کرے گا میرا مرض یہ ہے کہ بے دوست مریض ہوں اور دوست کے ساتھ صحت مند ہوں۔
ے میں سامان لانیکے لئے بھی تیرے کوچے سے باہر قدم نہ رکھوں گا۔

چنیں کہ در دلِ من داغِ زلفِ سرکشِ تست
میرے دل میں تیری سرکش زلف کا ایسا داغ ہے

بنفشہ زار شود تربتم چو در گذرم
کہ جب میں مر جاؤں گا، میری قبر بنفشہ زار ہوگی

بر آستانِ امیدت کشادہ ام درِ چشم
میں نے تیری امید کی چوکھٹ پر آنکھ کا در کھولا ہے

کہ یک نظر فگنی چوں فگندی از نظرم
تاکہ تو ایک نظر ڈال دے، جبکہ تو نے مجھے نظر سے گرا دیا ہے

غلامِ مردمِ چشمم کہ با سیاہ دلی
میں آنکھ کی پتلی کا غلام ہوں کہ باوجود سیاہ دلی کے

ہزار قطرہ ببارد چو دردِ دل شمرم
ہزاروں قطرے برساتی ہے جب دل کا درد گنتا ہوں

چہ شکر گویمت اے خیلِ غم عفاک اللہ
اے غم کے لشکر میں تیرا شکر کیا ادا کروں، خدا تجھے بخشے!

کہ روزِ بیکسی آخر نمی روی ز سرم
اس لیے کہ بیکسی کے دن بھی تو میرے سر سے نہیں جاتا ہے

بہر نظر بتِ ما جلوہ می کند لیکن
ہمارا بت ہر نظر میں جلوہ فرما ہے، لیکن

کس آں کرشمہ نہ بیند کہ من ہمی نگرم
کوئی وہ ادا نہیں دیکھتا ہے جو میں دیکھتا ہوں

بخاکِ حافظ اگر یار بگذرد چو نسیم
اگر یار نسیم کی طرح حافظ کی خاک پر سے گذرے

چو غنچہ در لحدِ تنگ خود کفن بدرم
میں اپنی تنگ لحد میں، غنچے کی طرح کفن پھاڑ لوں

چرا نہ در پئے عزمِ دیارِ خود باشم
میں اپنے وطن کے ارادے کے درپے، کیوں نہ ہوں؟

چرا نہ خاکِ کفِ پائے یارِ خود باشم
اپنے یار کے پیر کی خاک، کیوں نہ بنوں؟

غمِ غریبی و غربت چو بر نمی تابم
جب بے وطنی اور مسافرت کے غم کی مجھے برداشت نہیں ہے

بشہرِ خود روم و شہریارِ خود باشم
اپنے شہر جاؤں، اور اپنا بادشاہ بنوں

ز محرمانِ سراپردۂ وصال شوم
وصل کے محل کے محرموں میں سے بنوں

ز بندگانِ خداوندگارِ خود باشم
اپنے بادشاہ کے غلاموں میں سے بنوں

چو کارِ عمر نہ پیدا است بارے آں اولیٰ
جبکہ عمر کا معاملہ صحیح نہیں ہے تو اب یہی مناسب ہے

کہ روزِ واقعہ پیشِ نگارِ خود باشم
کہ موت کے دن، اپنے محبوب کے سامنے رہوں

ز دستِ بخت گراں خواب و کارِ بیساماں
گہری نیند سونے والے نصیب کے ہاتھ اور بے سروسامان کام

اگر کنم گلہ راز دارِ خود باشم
اگر میں کوئی گلہ کروں تو اپنا راز دار ہوں گا

ہمیشہ پیشۂ من عاشقی و رندی بود
میرا پیشہ ہمیشہ، عاشقی اور رندی تھا

دگر بکوشم و مشغولِ کارِ خود باشم
میں پھر کوشش کروں گا اور اپنے کام میں مشغول ہوں گا

بود کہ لطفِ ازل رہنموں شود حافظ
ہو سکتا ہے کہ اے حافظ! ازلی عنایت رہنما بن جائے

وگرنہ تا بابد شرمسارِ خود باشم
ورنہ قیامت تک اپنے آپ سے شرمندہ رہوں گا

چل سال بیش رفت کہ من لاف میزنم
چالیس سال گذر گئے کہ میں ڈینگیں مارتا ہوں

کز چاکرانِ پیرِ مغاں کمتریں منم
کہ میں پیرِ مغاں کے کمترین غلاموں میں سے ہوں

ـــ تیری زلف سے اس درجہ تعلق ہے کہ مرنے کے بعد میری قبر پہ بنفشہ اُگے گی۔ بنفشہ کو زلف سے تشبیہ دی جاتی ہے۔
ـــ حالانکہ سیاہ دل بے رحم ہوتا ہے۔ لیکن میری کالی آنکھ میرے درد پر روتی ہے۔
ـــ میں غم کے لشکر کا شکر گذار ہوں کہ وہ بیکسی کی حالت میں بھی میرا ساتھ نہیں چھوڑتا ہے۔
ـــ نسیمِ سحری سے غنچہ کھل جاتا ہے۔
ـــ خواجہ صاحب شیراز سے باہر تو کبھی نہیں نکلے لہٰذا یہاں وطن سے مراد عالمِ آخرت ہے یعنی جبکہ میں دنیا سے عاجز آ گیا ہوں اپنے وطن لوٹنا چاہیے اور اپنے حقیقی بادشاہ کے پاس وقت گذارنا چاہیے۔
ـــ عمر کا انجام معلوم نہیں لہٰذا قیامت سے پہلے ہی محبوب کے دربار میں پہنچ جانا چاہیے۔
ـــ اگر ازلی مہربانی رہنمائی نہ کرے گی تو ہمیشہ شرمندگی رہے گی۔
ـــ چالیس سال سے پیرِ مغاں کی غلامی کا دعویٰ ہے۔

ہرگز بمین عاطفتِ پیرِ مے فروش
اے فروش پیر کی مہربانی کی برکت سے کبھی بھی
ساغر تہی نشد ز مۓ صاف روشنم
صاف روشن شراب سے میرا ساغر خالی نہ ہوا

در حقِ من بُد رد کشی ظن بد مبر
تلچھٹ پینے کی وجہ سے میرے بارے میں بدگمانی مکر
کآلودہ گشت خرقہ ولے پاک دامنم
کہ گدڑی آلودہ ہوگئی ہے لیکن میں پاک دامن ہوں

شہبازِ دستِ پادشہم ایں چہ حالت ست
میں بادشاہ کے ہاتھ کا شہباز ہوں یہ کیا حالت ہے؟
کز یاد بردہ اند ہوائے نشیمنم
کہ مجھ کتاب قضا و قدر نے مجھے نشیمن کی محبت بھلادی ہے

حیف ست بلبلے چو من اکنوں دریں قفس
افسوس، مجھ جیسی بلبل اب اس پنجرے میں
باایں لسانِ عذب کہ خامش چو سوسنم
اس میٹھی زبان کے ہوتے ہوئے میں سوسن کی طرح چپ ہوں

آب و ہوائے پارس عجب سفلہ پرور ست
فارس کی آب و ہوا عجب کمینہ پرور ہے
کو ہمرہے کہ خیمہ ازیں خاک بر کنم
ساتھی کہاں ہے تاکہ میں اس سرزمین سے خیمہ اکھاڑوں؟

توراں شہ خجستہ کہ دارد مزید فضل
مبارک، توران شاہ جس کا مزید کرم ہے
شد منتِ مواہبِ او طوقِ گردنم
اس کے عطیوں کے احسان کا میری گردن کا طوق بن گیا ہے

از یمنِ شاہ و دولتِ رندانِ پاکباز
بادشاہ کے فیض اور پاکباز رندوں کے اقبال کے باعث
پیوستہ صدرِ مصطبہ ہا بود مسکنم
میرا مسکن ہمیشہ شراب خانوں کا صدر مقام تھا

حافظ بزیرِ خرقہ قدح تا بکے کشی
اے حافظ گدڑی کے نیچے کب تک شراب نوشی کرے گا؟
در بزمِ خواجہ پردہ ز کارت برافگنم
خواجہ کی محفل میں تیرے کام سے پردہ اٹھادوں گا

حاشا کہ من بموسمِ گل ترکِ مے کنم
ہرگز نہیں کہ میں موسم بہار میں شراب چھوڑ دوں
من لافِ عقل میزنم ایں کار کے کنم
میں عقل کی ڈینگیں مارتا ہوں، میں یہ کام کب کرسکتا ہوں؟

مطرب کجاست تا ہمہ محصولِ زہد و علم
مطرب کہاں ہے۔ تاکہ زہد، اور علم کا حاصل
در کارِ بانگِ بربط و آوازِ نے کنم
بربط و بانسری کی آواز کے معاملہ میں لگا دوں

از قال و قیلِ مدرسہ حالے دلم گرفت
مدرسہ کے قال و قیل سے اب میں تنگدل ہوگیا ہوں
یک چند نیز خدمتِ معشوق و مے کنم
تھوڑی دیر کے لیے معشوق اور شراب کی بھی خدمت کروں

کو پیکِ صبح تا گلہ ہائے شبِ فراق
صبح کا قاصد کہاں ہے تاکہ شب فراق کے شکوے،
باآں خجستہ طالع فرخندہ پے کنم
اس مبارک نصیب، مبارک قدم والے سے کروں

کے بود در زمانہ وفا جامِ مے بیار
زمانہ میں وفا کب تھی، شراب کا جام لا،
تا من حکایتِ جم و کاؤس و کے کنم
تاکہ میں جمشید اور کاؤس، اور کیخسرو کا قصہ بیان کروں

از نامۂ سیاہ نترسم کہ روزِ حشر
میں سیاہ نامۂ اعمال سے خوفزدہ نہیں ہوں کیونکہ قیامت
با فیضِ لطفِ او صد ازیں نامہ طے کنم
اس کی مہربانی کے فیض سے اس قسم کے سو اعمال نامے طے کردوں گا

خاکِ مرا چو در ازل از مے سرشتہ اند
جبکہ ازل میں میری مٹی کو شراب سے گوندھا ہے
با مدعی بگو کہ چرا ترکِ مے کنم
رقیب سے کہہ دو میں اس کو کیوں چھوڑ دوں؟

۱؎ اگر چہ ظاہر خراب ہے لیکن باطن اچھا ہے لہٰذا بدگمانی مناسب نہیں ہے۔

۲؎ میں بادشاہ کے ہاتھ پہ بیٹھنے والا شہباز تھا مجھے اپنے اصلی نشیمن کی یاد رکھنی چاہیئے

۳؎ حافظ جیسی خوش نوا بلبل عنفوانِ شباب میں پھنس کر خاموش رہے یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔

۴؎ توران شاہ کے احسانات کا طوق میری گردن میں ہے۔ توران شاہ خواجہ قوام کے قتل ہو جانے کے بعد شاہ شجاع کا وزیر ہوا تھا یہ بھی خواجہ صاحب کا بہت قدردان تھا۔

۵؎ عقل کا دعوی ہوتے ہوئے یہ بے عقلی کا کام ممکن نہیں ہے۔

۶؎ مدرسہ کی بحثوں سے اب تھک گیا ہوں کچھ دنوں کے لئے معشوق و شراب کی خدمتگاری کرنی چاہیئے۔

۷؎ جبکہ اس جیسا مہربان موجود ہو تو سیاہ اعمال سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے

۸؎ ازل میں ہمارا خمیر شراب سے تیار ہوا ہے تو ہم شراب کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

ایں جانِ عاریت کہ بہ حافظ سپرد دوست
یہ عاریتی جان جو دوست نے حافظ کے سپرد کی ہے

روزے رخش ببینم و تسلیم وے کنم
ایک دن اس کا چہرہ دیکھوں گا اور اس کے سپرد کر دوں گا

حالیا مصلحتِ وقت دراں می بینم
اب میں مصلحتِ وقت اسی میں دیکھتا ہوں

کہ کشم رخت بمیخانہ و خوش بنشینم
کہ سامان شراب خانہ میں لیجاؤں اور آرام سے بیٹھوں

جز صراحی و کتابم نبود یار و ندیم
صراحی اور کتاب کے علاوہ میرا دوست اور شریک محفل کوئی نہ ہو

تا حریفانِ دغا را بجہاں کم بینم
تاکہ دغاباز دوستوں کو دنیا میں نہ دیکھوں

بسکہ در خرقہ سالوس زدم لافِ صلاح
گدڑی میں نیکی کی بہت ڈینگیں ماریں

شرمسارِ رخِ ساقی و مے رنگینم
ساقی کے منہ اور سرخ شراب سے میں شرمندہ ہوں

جامِ مے گیرم و از اہلِ ریا دور شوم
شراب کا جام لوں اور ریاکاروں سے علیحدہ ہو جاؤں

یعنی از اہلِ جہاں پاکدلی بگزینم
یعنی دنیا والوں سے پاکدلی اختیار کروں

سر بآزادگی از خلق برآرم چوں سرو
سرو کی طرح دنیا سے آزادگی میں سر کو بلند کروں

گر دہد دست کہ دامن زجہاں برچینم
اگر موقع ملے کہ دنیا سے دامن کھینچ لوں

سینہ تنگِ من و بارِ غمِ او ہیہات
میرا تنگ سینہ اور اس کے غم کا بوجھ افسوس!

مردِ ایں بارِ گراں نیست دلِ مسکینم
میرا مسکین دل اس بھاری بوجھ کا مرد نہیں ہے

دل و جانم بخیالِ سرِ زلفِ تو بسوخت
میرا دل اور جان تیری زلف کے خیال میں جل گیا

ور گواہ بایدت اینک نفسِ مشکینم
اگر تجھے گواہ چاہیئے میری مشکیں سانس ہے

بر دلم گردِ ستمہاست خدایا مپسند
میرے دل پر ظلموں کی گرد ہے، خدا کے لئے پسند نہ کر

کہ مکدر شود آئینہ مہر آئینم
کہ میرا محبت بھرا آئینہ مکدر ہو

بندۂ آصفِ عہدم دلم آزردہ مکن
میں آصفِ زمانہ کا غلام ہوں میرے دل کو آزردہ نہ کر

کہ اگر دم زنم از چرخ بخواہد کینم
اس لئے کہ اگر دم مارا تو وہ آسمان سے میرا انتقام لے گا

من اگر رندِ خراباتم و گر حافظِ شہر
میں خواہ خرابات کا رند ہوں، خواہ شہر کا حافظ

ایں متاعم کہ تو می بینی و کمتر زینم
میری یہی پونجی ہے جو تو دیکھتا ہے اور میں اس سے کم ہوں

حجابِ چہرۂ جاں میشود غبارِ تنم
میرے جسم کا غبار روح کے چہرے کا حجاب بنتا ہے

خوشا دمے کہ ازیں چہرہ پردہ برفگنم
وہ وقت کیا اچھا ہوگا جب اس چہرے سے پردہ اٹھا دوں گا

چنیں قفس نہ سزائے من خوش الحان ست
مجھ جیسے خوش الحان کے لئے ایسا پنجرا مناسب نہیں ہے

روم بگلشنِ رضواں کہ مرغِ آں چمنم
رضوان کے باغ میں جاؤں گا کیونکہ میں اس چمن کا پرندہ ہوں

عیاں نشد کہ چرا آمدم کجا بودم
یہ نہ کھلا کہ میں کیوں آیا، کہاں تھا؟

دریغ و درد کہ غافل زکارِ خویشتنم
افسوس کا مقصد ہے کہ میں اپنے کام سے غافل ہوں

مشغلہ دنیا کا وقت ہے ہمیں شراب خانہ میں گوشہ نشین ہو جانا چاہیے۔
ہے کمر کی گدڑی پہنکر نیکی کی بہت ڈینگیں ماری ہیں اس لیے ہم شرمندہ ہیں۔
اگر دنیا سے دامن چھڑا لوں تو آزاد سرو کی طرح سربلند ہو جاؤں گا۔
مشکیں سانس سے دھواں برآمد ہو رہا ہے یہ اس بات کا گواہ ہے کہ جان اور دل جل گیا ہے۔
آصفِ زمانہ سے مراد ابن محمود سلطان قطب الدین کا وزیر مراد ہے جو خواجہ صاحب کا خاص مربی تھا۔
شعر
تیز انم کر خواہی گفت آنی
کر دانم عیب بنگو چون تو دانی
خاکی جسم روح کے چہرے کا حجاب ہے
ہم پہلے کہاں تھے اور اس دنیا میں کیوں آئے ہیں ہمیں یہ پتہ نہ چلا اور اسی وجہ سے ہم اپنے کام سے غافل ہیں۔

چگونہ طوف کنم در فضائے عالمِ قدس
مجھے عالم قدس کی فضا میں کس طرح گھومنا ہوں؟

چو در سراچۂ ترکیب تختہ بندِ تنم
جبکہ ترکیب کی سرائے میں جسم سے میری تختہ بندی کر دی گئی ہے

اگر ز خونِ دلم بوئے عشق می آید
اگر میرے دل کے خون سے عشق کی بو آتی ہے

عجب مدار کہ ہمدردِ نافۂ ختنم
تعجب مت کرو اس لیے کہ میں ختن کے نافہ کا ہمدرد ہوں

مرا کہ منظرِ حور است مسکن و ماویٰ
جبکہ میرا مسکن اور ماویٰ حور کا منظر ہے

چرا بکوئے خراباتیاں بود وطنم
خراباتیوں کے کوچہ میں میرا وطن کیوں ہوا؟

طرازِ پیرہنِ زرکشم مبیں چو شمع
میرے سنہری لباس کی آرائش کو شمع کی طرح نہ دیکھو

کہ سوزہاست نہانی درونِ پیرہنم
میرے لباس کے نیچے بہت سے سوز چھپے ہیں

بیا و ہستیِ حافظ ز پیش او بردار
آ، اور حافظ کے وجود کو اس کے سامنے سے اٹھا لے

کہ با وجودِ تو کس نشنود ز من کہ منم
اس لیے کہ تیرے وجود کے سامنے کوئی مجھ سے نہیں سنے گا کہ میں ہوں

خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم
مبارک ہوگا وہ دن جبکہ میں اس ویران مکان سے جاؤں گا

راحتِ جاں طلبم و ز پئے جاناں بروم
جان کی راحت طلب کروں گا اور جاناں کے پیچھے جاؤں گا

گرچہ دانم کہ بجائے نبرد راہِ غریب
اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اجنبی راستہ کسی جگہ پر نہیں پہنچاتا ہے

من ببوئے خوشِ آں زلفِ پریشاں بروم
میں اس پریشان زلف کی خوشبو پر جاؤں گا

چوں صبا با دلِ بیمار و تنِ بے طاقت
بیمار دل اور بے طاقت جسم کے ساتھ صبا کی طرح

بہواداریِ آں سروِ خراماں بروم
اس سروِ خراماں کی محبت میں جاؤں گا

دلم از وحشتِ زندانِ سکندر بگرفت
سکندر کے قید خانہ کی وحشت سے میں تنگ دل ہو گیا ہوں

رخت بربندم و تا ملکِ سلیماں بروم
سامان باندھ لوں گا اور سلیمان کے ملک کو جاؤں گا

در رہِ او چو قلم گر بسرم باید رفت
اس کے راستے میں اگرچہ مجھے قلم کی طرح سر کے بل چلنا پڑے

با دلِ دردکش و دیدۂ گریاں بروم
درد سہنے والے دل اور رونے والی آنکھوں کے ساتھ جاؤں گا

نذر کردم کہ گر ایں غم بسر آید روزے
میں نے منت مانی ہے کہ اگر کسی دن یہ غم ختم ہو گیا

تا درِ میکدہ شاداں و غزلخواں بروم
میکدہ کے دروازہ تک خوش اور غزل پڑھتا ہوا جاؤں گا

بہواداریِ او ذرہ صفت رقص کناں
اس کی محبت میں ذرے کی طرح ناچتا ہوا

تا لبِ چشمۂ خورشیدِ درخشاں بروم
چمکدار سورج کے چشمہ کے کنارے تک جاؤں گا

نازکاں را چو غمِ حالِ گرفتاراں نیست
نازکوں کو جبکہ قیدیوں کی حالت کا غم نہیں ہے

ساربانان مدد ے تا خوش و آساں بروم
اے اونٹ والو، مدد کرو، تاکہ خوشی اور آسانی سے جاؤں

ور چو حافظ نبرم رہ ز بیاباں بیروں
اور اگر حافظ کی طرح بیابان سے باہر نکلنے کا راستہ نہ پاؤں

ہمرہِ کوکبۂ آصفِ دوراں بروم
آصف دوراں کی سواری کے ساتھ چلا جاؤں گا

ا تو بند بنا یعنی قید ہو گیا۔ سرا چۂ ترکیب سے دنیا مراد ہے۔ چونکہ یہ عناصر اربعہ کا ایک مرکب ہے۔

۲ ہرن کے نافے کے متعلق مشہور ہے کہ ایک وقت میں ہرن کی ناف میں خون جمع ہو جاتا ہے، غزل خواں کا مطلب یہ ہے کہ جو کا یہ خون ہو کر خوشبودار بنتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو بھی معشوق کی زلف سے عشق ہے اور یہی وجہ ہے کہ میرے خون سے عشق کی بو آتی ہے۔

۳ اگرچہ میرا ظاہر خوبصورت ہے لیکن دل غمگین ہے۔ ۴ جبکہ تیرے وجود کے ہوتے ہوئے ہمارا وجود معدوم ہے لہٰذا اس وجود کو ختم کر دینا ہی مناسب ہے۔ ۵ جس دن دنیا سے عالم آخرت کی طرف کوچ ہوگا وہ دن بہت خوب ہوگا۔

۶ مشہور ہے کہ شہر یزد میں ایک تہ خانہ ہے جس میں سکندر کا تابوت رکھا ہوا ہے یہاں زندان سے عنصری جسم مراد ہے۔ ۷ منت پوری کرنے کے لیے غزل خوانی کرتے ہوئے شراب خانہ تک جاؤں گا۔ ۸ آصف دوراں سے عماد بن محمود، سلطان قطب الدین کا وزیر مراد ہے۔

خیالِ روئے تو در کارگاہِ دیدہ کشیدم
میں نے آنکھ کے کارخانہ میں تیرے چہرہ کا نقش کھینچا
بصورتِ تو نگارے ندیدم و نشنیدم
تیری صورت کا کوئی معشوق نہ میں نے دیکھا نہ سنا

امیدِ خواجگیم بود بندگیِ تو کردم
مجھے آقائی کی تمنا تھی، میں نے تیری غلامی کی
ہوائے سلطنتم بود خدمتِ تو گزیدم
مجھے سلطنت کی تمنا تھی، میں نے تیری خدمتگاری اختیار کی

اگرچہ در طلبت ہمعنانِ بادِ شمالم
اگرچہ تیری طلب میں شمالی ہوا کا ساتھی ہوں
بگردِ سروِ خرامانِ قامتت نرسیدم
میں تیرے قد کے خراماں سرو کی گرد تک نہیں پہنچا

امید در سرِ زلفت بروزِ عہد ببستم
عہد کے دن میں نے تیری زلف سے امید باندھی
طمع بدورِ دہانت ز کامِ دل ببریدم
تیرے منہ کے دور میں، دل کے مقصد کا لالچ ختم کر دیا

گناہِ چشمِ سیاہِ تو بود و ناوکِ غمزہ
تیری کالی آنکھ اور ادا کے تیر کی خطا تھی
کہ من چو آہوئے وحشی ز آدمی برمیدم
کہ میں وحشی ہرن کی طرح آدمیوں سے بھاگنے لگا

ز شوقِ چشمۂ نوشت چہ قطرہا کہ فشاندم
تیرے شہد کے چشمے کے شوق میں میں نے کس قدر قطرے بہائے
ز لعلِ روح فزایت چہ عشوہا کہ خریدم
تیرے روح افزا ہونٹ کے کس قدر ناز میں نے اٹھائے

ز غمزہ بر دلِ ریشم چہ تیرہا کہ گشادی
میرے زخمی دل پر تو نے غمزہ سے کس قدر تیر چلائے ہیں
ز غصہ بر سرِ کویت چہ بارہا کہ کشیدم
تیرے کوچے میں غم کے کس قدر بوجھ ہیں جو میں نے اٹھائے ہیں

ز کوئے یار بیار اے نسیمِ صبح غبارے
اے صبح کی نسیم! یار کے کوچے کی کچھ غبار لا
کہ بوئے خونِ دلِ ریش ازاں غبار شنیدم
اس لئے کہ زخمی دل کے خون کی خوشبو میں نے اس غبار سے سونگھی ہے

چو غنچہ بر سرم از کوئے او گذشت نسیمے
مجھ پر غنچہ کی طرح اس کے کوچے سے ایسی نسیم گذری
کہ پردہ بر دلِ خونیں ز بوئے او بدریدم
کہ اس کی خوشبو سے میں نے خونی دل کا پردہ چاک کر دیا

بخاکِ پائے تو سوگند و نورِ دیدۂ حافظ
اے حافظ! تیری آنکھ کی روشنی اور تیرے پیر کی خاک کی قسم
کہ بے رخِ تو فروغ از چراغِ دیدہ ندیدم
کہ تیرے رخ کے بغیر، میں نے آنکھ کے چراغ کا نور نہ دیکھا

خیالِ روئے تو گر بگذرد بگلشنِ چشم
اگر تیرے چہرے کا خیال، آنکھ کے باغ میں جاتا ہے
دل از پئے نظر آید بسوئے روزنِ چشم
دل آنکھوں کے سوراخ کی طرف دیکھنے کے لیے آتا ہے

بیا کہ لعل و گہر در نثارِ مقدمِ تو
آجا، کہ تیری تشریف آوری پر نثار کرنے کے لیے لعل اور گوہر
ز گنج خانۂ دل میکشم بمخزنِ چشم
دل کے خزانہ سے آنکھ کے خزانہ میں لا رہا ہوں

سزائے تکیہ گہت منظرے نمی بینم
تیری تکیہ گاہ کے لائق میں کوئی منظر نہیں دیکھتا ہوں
منم بہ عالم و ایں گوشۂ معینِ چشم
دنیا میں میں ہوں اور یہ آنکھ کا معین گوشہ

سحر سرشکِ روانم سرِ خرابی داشت
صبح، میرے جاری آنسوؤں نے تباہی کا خیال کر لیا تھا
گرم نہ خونِ جگر میگرفت دامنِ چشم
اگر میرے جگر کا خون آنکھ کا دامن نہ پکڑ لیتا

نخست روز کہ دیدم رخِ تو دل می گفت
پہلے دن جب میں نے تیرا رخسار دیکھا تو دل کہتا تھا
اگر رسد ضررے خونِ من بگردنِ چشم
اگر کوئی نقصان پہنچا تو میرا خون آنکھ کی گردن پر ہے

ل تیرے عہد کی خدمتگاری سے خواجگی اور سلطانی حاصل ہوتی ہے۔
ل روزِ عہد سے مراد ازل ہے جبکہ الست بربکم کا عہد لیا گیا تھا یعنی ہم منہ کے وصل سے تو مایوس ہیں زلف سے امید وابستہ ہے۔
ل تیری آنکھوں کے عشق کا نتیجہ ہے کہ ہم میں بھی انسانوں سے وحشت پیدا ہو گئی ہے۔
ل محبوب کے غمزے کے بہت سے تیر دل پر کھائے ہیں اور غم کے بہت بار برداشت کئے ہیں۔
ل جب محبوب کا خیال آتا ہے اس کے دیدار کے لئے دل آنکھوں کے حلقوں کی طرف دوڑتا ہے۔
ل یعنی سفید اور خونیں آنسو جو دل میں جمع ہیں وہ آنکھوں میں آجاتے ہیں۔
ل محبوب کی منزل بننے کے لائق صرف ہمارا گوشۂ چشم ہے۔
[illegible]

بوئے مژدۂ وصلِ تو تا سحر ہمہ شب
تیرے وصل کی خوشخبری کی امید پر، تمام رات صبح تک
براہِ بادنہادم چراغِ روشن چشم
آنکھ کا یہ روشن چراغ ہم نے ہوا کے راستہ پر رکھا

بمردمی کہ دلِ دردمندِ حافظ را
انسانیت کی قسم! کہ حافظ کے دردمند دل کو
مزن بناوکِ دلدوزِ مردم افگن چشم
دلفگن غمی کر نیامے، بہادروں کو پچھاڑ دینے والے آنکھ کے تیرسے جدا

خیز تا از درِ میخانہ کشادے طلبیم
اٹھ تاکہ شرابخانہ کے دروازے سے کچھ کشادگی چاہیں
بدرِ دوست نشینیم و مرادے طلبیم
دوست کے دروازے پر بیٹھیں اور کوئی مراد مانگیں

زادِ راہِ حرمِ دوست نداریم مگر
دوست کے حرم کے سفر کا توشہ ہمارے پاس نہیں ہے لیکن
بگدائی ز درِ میکدہ زادے طلبیم
شراب خانہ کے دروازے سے بھیک میں، ہم توشہ چاہتے ہیں

اشکِ آلودۂ ما گرچہ روان ست ولے
ہمارے ناپاک آنسو اگرچہ جاری ہیں، لیکن
برسالت سوئے آں پاک نہادے طلبیم
اس کی طرف بھیجنے کے لئے کسی پاک فطرت کو تلاش کرتے ہیں

لذتِ داغِ غمت بر دلِ ما باد حرام
تیرے غم کے داغ کی لذت ہمارے دل پر حرام ہو
اگر از جورِ غمِ عشقِ تو دادے طلبیم
اگر تیرے عشق کے غم کے ظلم سے ہم انصاف چاہیں

نقطۂ خالِ تو بر لوحِ بصر نتواں زد
بینائی کی تختی پر تیرے تل کا نقش نہیں بنایا جا سکتا
مگر از مردمکِ دیدہ مدادے طلبیم
اِلّا آنکھ کی پتلی سے ہم کچھ روشنائی مانگیں

بوسہ از لبِ شیریں تو دل خواست بجاں
دل نے جان کے بدلے تیرے شیریں ہونٹ کا ایک بوسہ مانگا
بشکر خندہ لبت گفت مزادے طلبیم
تیرے ہونٹ نے مسکرا کر کہا ہم کچھ زیادہ چاہتے ہیں

تا بود نسخۂ عطرے دلِ سودا زدہ را
تاکہ سودائی دل کے لئے عطر کا ایک نسخہ ہو جائے
از خطِ غالیہ سائے تو سوادے طلبیم
تیرے خوشبو والے خط سے ہم سیاہی طلب کرتے ہیں

چوں غمت را نتواں یافت مگر در دلِ شاد
چونکہ سوائے خوش دل کے تیرا غم نہیں پایا جا سکتا ہے
ما بامیدِ غمت خاطرِ شادے طلبیم
ہم تیرے غم کی آرزو میں ایک شاداں دل چاہتے ہیں

بردرِ مدرسہ تا چند نشینی حافظ
اے حافظ مدرسہ کے دروازہ پر کب تک بیٹھا رہے گا!
خیز تا از درِ میخانہ کشادے طلبیم
اٹھ تاکہ میخانہ کے دروازہ سے ہم کشادگی طلب کریں

خیز تا خرقۂ صوفی بخرابات بریم
اٹھ تاکہ صوفی کی گدڑی کو شراب خانہ میں لیجائیں
زرق و طامات ببازارِ خرافات بریم
مکر اور کرامات کی ڈینگوں کو خرافات کے بازار میں لیجائیں

تا ہمہ خلوتیاں جامِ صبوحی گیرند
تاکہ سب خلوت نشین، صبوحی کا جام حاصل کریں
چنگِ صبحی بدرِ پیرِ مناجات بریم
صبح کو چنگ کو سرگوشی کے پیر کے دروازے پر لیجائیں

ور نہد در رہِ ما خارِ ملامت زاہد
اگر زاہد ہمارے راستہ میں ملامت کے کانٹے بچھائے
از گلستانش بزندانِ مکافات بریم
اُسے باغ سے سزا کے قید خانہ میں لیجائیں

ا کشادگی در میخانہ سے ہی حاصل ہوگی دنیا سے مراد پوری ہوگی۔
ے دوست تک جانیکے لیے زادِ راہ، میکدہ پر گدائی کرنے سے حاصل ہوگی۔
ے دوست تک پیغام پہونچانے کے لئے کوئی پاک قاصد ہونا چاہئے ہمارے آنسو ناپاک ہیں۔
ے اگر ہم عشق کے ظلم کی داد کے چاہیں تو پھر ہم پر دل کے داغ کی لذت حرام ہے۔
ے ہم تیرے خطِ رخسار سے سیاہی کے طالب ہیں تاکہ دیوانہ دل کے لئے وہ عطر کا کام کرے۔
ے تیرے غم کی جگہ چونکہ دلِ شاد ہے لہٰذا اسی وجہ سے ہم دل کی خوشی کے خواہشمند ہیں۔
ے پیرِ مغاں کے دروازہ پر چنگ کو لائیں تاکہ وہ ہمارے سالوس (مکر) کو دھو دے سب کو خراب دیدے۔

شرمم می آیدم از خرقۂ آلودۂ خویش
اپنی ناپاک گدڑی سے مجھے شرم آتی ہے
کہ بدیں فضل و ہنر نام کرامات بریم
کہ اس گندگی اور ہنر کے ہوتے ہوئے ہم کرامات کا نام لیں

قدر وقت ار نشناسد دل و کاری نکند
اگر دل وقت کی قدر نہ پہچانے اور کوئی کام نہ کرے
بس خجالت کہ ازیں حاصل اوقات بریم
بڑی شرمندگی ہوگی جو اوقات کے اس حاصل سے ہم اٹھائیں گے

سوی رندان قلندر بہ رہ آورد سفر
قلندر رندوں کے لئے سوغات کے طور پر
دلق پشمینہ و سجادہ طامات بریم
اونی گدڑی، اسراف و گزاف کا مصلیٰ ہم لیجائیں گے

با تو آں عہد کہ در وادی ایمن بستیم
وہ عہد جو ہم نے تجھ سے وادئ ایمن میں کیا تھا
ہمچو موسیٰ ارنی گوی بمیقات بریم
موسیٰ کی طرح ارنی کہتے ہوئے وعدہ گاہ تک لیجائیں گے

فتنہ می بارد ازیں طاق مقرنس برخیز
اس بلند محراب سے فتنے برس رہے ہیں، اٹھ
تا بمیخانہ پناہ از ہمہ آفات بریم
تاکہ میخانہ میں تمام آفتوں سے پناہ پکڑ لیں

در بیابان فنا گم شدن آخر تا چند
فنا کے جنگل میں گم ہونا، آخر کب تک؟
رہ بپرسیم مگر پے بمہمات بریم
راستہ پوچھیں، شاید مہمات تک راستہ پالیں

بادہ نوشیدن پنہاں نہ نشان کرم ست
چھپ کر شراب پینا، سخاوت کی نشانی نہیں ہے
ایں پیامی بر ارباب کرامات بریم
اس پیغام کو کرامات والوں کے پاس لیجائیں گے

خاک کوی تو بصحرای قیامت فردا
کل کو قیامت کے میدان میں، تیرے کوچہ کی خاک کو
ہمہ بر فرق سر از بہر مباہات بریم
تمام تر سر پر رکھ کر فخر کے لئے ہم لیجائیں گے

کوس ناموس تو بر کنگرۂ عرش زنیم
تیری عزت کا نقارہ ہم عرش کے کنگرہ پر بجائیں گے
علم عشق تو بر بام سماوات بریم
تیرے عشق کا جھنڈا آسمانوں کے بالا خانہ تک لیجائیں گے

حافظ آب رخ خود بر در ہر سفلہ مریز
اے حافظ اپنی آبرو ہر کمینے کے دروازے پر نہ بہا
حاجت آں بہ کہ بر قاضی حاجات بریم
ضرورت وہی اچھی ہے جو حاجتوں کے پورا کرنے والے کے پاس لیجائیں

در خرابات مغاں گر گذر افتد بازم
مغوں کے شرابخانہ میں اگر میرا پھر گذر ہو جائے
حاصل خرقہ و سجادہ رواں در بازم
گدڑی اور مصلے کے حاصل کو فوراً ہار دوں

حلقۂ توبہ گر امروز چو زہاد زنم
اگر زاہدوں کی طرح آج توبہ کی کنڈی کھٹکھٹاؤں
خازن میکدہ فردا نکند در بازم
شراب خانہ کا خزانچی کل کو میرے لئے دروازہ نہ کھولیگا

ور چو پروانہ دہد دست فراغ البالی
اگر پروانہ کی طرح فارغ البالی حاصل ہو جائے
جز بداں عارض شمعی نبود پروازم
اس شمع کے رخسار کے علاوہ میری پرواز نہ ہوگی

ماجرای دل سرگشتہ نگویم با کس
پریشان دل کا قصہ، کسی سے نہیں کہتا ہوں
زانکہ جز تیغ غمت نیست کسے دمسازم
اس لئے کہ تیرے غم کی تلوار کے سوا میرا کوئی ساتھی نہیں ہے

صحبت حور نخواہم کہ بود عین قصور
میں حور کی صحبت نہیں چاہتا ہوں اس لئے کہ عین غلطی ہوگی
با خیال تو اگر با دگرے پردازم
تیرے خیال کے ہوتے ہوئے اگر میں کسی دوسرے میں مشغول ہوں

سر سودای تو در سینہ بماندی پنہاں
تیرے عشق کا راز سینہ میں پوشیدہ رہتا
چشم تردامن اگر فاش نکردی رازم
تردامن والی آنکھ، اگر میرا راز فاش نہ کرتی

۱؎ ہنر سے علم و فضل و ہنر لیا گیا ہے۔
۲؎ رہ آورد سفر یعنی تحفہ کو کہا جاتا ہے جو سفر سے واپسی پر تقسیم کئے جاتے ہیں تو یہ کہنا کہ دل کے لئے یہ چیزیں بالکل بے اصل ہیں۔
۳؎ عہد سے مراد عہد الست ہے حضرت موسیٰ نے کوہ طور پر کہا تھا یعنی اے خدا تو اپنے آپ کو مجھے دکھا دے۔ میقات سے یہاں میدان قیامت مراد ہے۔
۴؎ مقام فنا میں کب تک رہیں اب مقام بقا حاصل کرنا چاہئے۔
۵؎ ارباب کرم سے گھبرا کر چھپ کر پینا سخاوت کے خلاف ہے۔
۶؎ قاضی الحاجات حاجتوں کو پورا کرنے والا یعنی خدائے تعالیٰ مطلب یہ ہے کہ اپنی حاجتیں خدا کے سامنے پیش کرنی چاہئیں ہر کمینہ کے سامنے اپنی حاجت رکھ کر اپنی آبرو ریزی نہ کرنی چاہئے۔
۷؎ شراب خانہ میں اگر پہنچ ہو گیا تو جس مقصد کاری کے اسباب ہیں سب ختم کر دوں گا۔
۸؎ اگر توبہ کروں گا تو کل کو پیر مغاں اپنا دروازہ بند کریگا۔
۹؎ شمع کے ہوتے ہوئے عود کا مشغلہ کرنا بھی غلطی ہے۔

مرغ ساں از قفس خاک ہوائی گشتم — باُمیدے کہ مگر صید کند شہبازم
خاک کے پنجرے سے پرندے کی طرح میں اڑ گیا — اس امید پر کہ شاید شہباز میرا شکار کرے

ہمچو چنگم بکنار آر و بدہ کام دلم — یا چو نے از لب خود یک نفسے بنوازم
چنگ کی طرح مجھ کو بغل میں لے لے اور میرا مطلب پورا کر — یا بانسری کی طرح اپنے ہونٹ سے تھوڑی دیر کے لیے مجھے نواز

گر بہ ہر موئے سرے بر تن حافظ باشد
اگر حافظ کے بدن پر ہر ہر بال کی جگہ سر ہو

ہمچو زلفت ہمہ را در قدمت اندازم
تیری زلف کی طرح سب کو تیرے قدموں پر ڈال دوں

در خرابات مغاں نور خدا می بینم — ویں عجب بیں کہ چہ نورے ز کجا می بینم
مغوں کے شراب خانہ میں خدا کا نور دیکھتا ہوں — اس تعجب انگیز بات کو دیکھو کیا نور کہاں سے دیکھتا ہوں

کیست دُردی کش ایں میکدہ یا رب کہ درش — قبلۂ حاجت و محراب دعا می بینم
اے خدا اس شراب خانہ کا تلچھٹ پینے والا کون ہے کہ اس کا دروازہ — میں حاجت کا قبلہ اور دعا کی محراب دیکھتا ہوں

جلوہ بر من مفروش اے ملک الحاج کہ تو — خانہ می بینی و من خانہ خدا می بینم
اے حاجیوں کے سردار میرے سامنے خودنمائی نہ کر کہ تو — گھر کو دیکھتا ہے اور میں گھر کے مالک کو دیکھتا ہوں

سوز دل اشک رواں آہ سحر نالۂ شب — ایں ہمہ از اثر لطف شما می بینم
دل کی سوزش، بہتے آنسو، صبح کی آہ، رات کا رونا — میں ان سب کو آپ کی مہربانی کا اثر خیال کرتا ہوں

خواہم از زلف بتاں نافہ کشائی کردن — فکر دور است ہمانا کہ خطا می بینم
میں بتوں کی زلف سے نافہ کشائی کرنا چاہتا ہوں — یہ دور کا خیال ہے، بیشک میں غلط خیال کر رہا ہوں

ہر دم از روئے تو نقشے زندم راہ خیال — با کہ گویم کہ دریں پردہ چہا می بینم
ہر آن تیرے چہرے کا ایک نیا نقش میرے خیال پر نکلتا ہے — میں کس سے کہوں کہ اس پردے میں کیا کیا دیکھتا ہوں

کس ندیدست ز مشک ختن و نافۂ چیں — آنچہ من ہر سحر از باد صبا می بینم
ختن کے مشک اور چین کے نافے سے کسی نے بھی نہیں دیکھا ہے — جو کچھ کہ میں ہر صبح کو باد صبا سے دیکھتا ہوں

نیست در دائرہ یک نقطہ خلاف از کم و بیش — کہ من ایں مسئلہ بے چون و چرا می بینم
دائرہ میں ایک نقطے کے بھی کم و بیش کا اختلاف نہیں ہے — میں اس مسئلہ کو بے چون و چرا دیکھتا ہوں

منصب عاشقی و رندی و شاہد بازی — ہمہ از تربیت لطف شما می بینم
عاشقی کا منصب اور رندی، اور معشوق بازی — یہ سب آپ کی مہربانی کی تربیت سے سمجھتا ہوں

دوستاں عیب نظر بازی حافظ مکنید
اے دوستو حافظ کی نظر بازی پر عیب نہ لگاؤ

کہ من اورا ز محبان خدا می بینم
اس لیے کہ میں اس کو خدا کے دوستوں میں سے دیکھتا ہوں

دردم از یار است و درماں نیز ہم — دل فدائے او شد و جاں نیز ہم
میرا درد بھی دوست کی جانب سے ہے، اور دوا بھی — دل، اس پر فدا ہو گیا، اور جان بھی

ے محبوب کی خاطر میں
مدام پرندہ بنا پھرتا ہوں
شاید کوئی معشوق
مل جائے اور وہ
مجھے شکار کرے۔
ے چنگ کو بغل میں
رکھ کر بجایا جاتا ہے
بانسری بجاتے وقت
ہونٹوں سے لگتی ہے
ے میکدہ میں نور خدا
نظر آ جانا تعجب خیز
بات ہے۔
ے حاجی صرف خانہ کعبہ
کو دیکھتا ہے جو خدا کا
گھر ہے ہم خدا کو دیکھتے
ہیں۔
ے نافہ کشائی کرنا،
خوشبو حاصل
کرنا یعنی اس
محبوب کی زلف
سے خوشبو حاصل
کروں یہ میری
خام خیالی ہے
ے ختن کے مشک اور
چین کے نافہ میں بھی
وہ خوشبو نہیں ہے جو
زلف یار میں ہے۔
ے یعنی وحدہ لاشریک کی
یکسانیت سے چل رہا
ہے کہ اس میں ذرا بھی
فرق نہیں ہے اور کسی
چیز میں کمی بیشی کا امکان
نہیں ہے۔
شعر
[illegible]
[illegible]
[illegible]
ہے [illegible]
مناسب نہیں ہے۔

آنکہ میگویند آن بہتر زِ حسن
لوگ جو یہ کہتے ہیں، آن حسن سے بہتر ہے
یارِ ما ایں دارد و آں نیز ہم
میرا دوست یہ بھی رکھتا ہے، اور وہ بھی

ہر دو عالم یک فروغِ روئے اوست
دونوں جہاں اس کے چہرے کا معمولی نور ہیں
گفتمت پیدا و پنہاں نیز ہم
میں نے تجھ سے یہ کھلم کھلا بھی کہا ہے اور پوشیدہ بھی

داستاں در پردہ میگویم ولے
پردے میں جو داستان کہہ رہا ہوں لیکن
گفتہ خواہد شد بدستاں نیز ہم
وہی قصہ اور کہانی کے طور پر بھی بیان کی جائے گی

یارِ ما زاکنوں بقصدِ جانِ ما
یار نے اب ہماری جان کے ارادے سے
عہد را بشکست و پیماں نیز ہم
عہد کو توڑ ڈالا، اور پیمان کو بھی

خونِ ما آں نرگسِ مستانہ ریخت
اس مستانہ نرگس نے، ہمارا خون بہا دیا
واں سرِ زلفِ پریشاں نیز ہم
اور اس پریشان زلف نے بھی

عاشق از مفتی نترسد مے بیار
عاشق مفتی سے نہیں ڈرتا، شراب لا
بلکہ از یرغوئے سلطاں نیز ہم
بلکہ بادشاہ کی، سزا سے بھی

اعتمادے نیست بر کارِ جہاں
دنیا کے کام پر، کوئی بھروسہ نہیں ہے
بلکہ بر گردونِ گرداں نیز ہم
بلکہ چکر کھانے والے آسمان پر بھی

چوں سر آمد دولتِ شبہائے وصل
جبکہ وصل کی راتوں کی دولت ختم ہوگئی
بگذرد ایامِ ہجراں نیز ہم
تو گذر جائیں گے، ہجر کے ایام بھی

از جہانِ کہنہ ما ہم بگذریم
پرانی دنیا سے، ہم بھی چلے جائیں گے
چوں گدا بگذشت و سلطاں نیز ہم
جبکہ فقیر بھی چلا گیا، اور بادشاہ بھی

نقشِ خالش خونِ چشمم بارہا
اس کے تل کے نقش نے میری آنکھوں کا خون بارہا
آشکارا خورد و پنہاں نیز ہم
کھلم کھلا بھی پیا، اور پوشیدہ بھی

محتسب داند کہ حافظ مے خورد
محتسب جانتا ہے کہ حافظ شراب پیتا ہے
و آصفِ ملکِ سلیماں نیز ہم
اور سلیمان کے ملک کا، آصف بھی

دوستاں وقتِ گل آں بہ کہ بعشرت کوشیم
اے دوستو! بہار کے موسم میں یہی بہتر ہے کہ ہم عیش کی کوشش کریں
سخنِ پیرِ مغانست بجاں مے نوشیم
پیر مغاں کا قول ہے کہ ہم دل و جان سے شراب پئیں

نیست در کس کرم و وقتِ طرب میگذرد
کسی میں سخاوت نہیں، اور مستی کا وقت گذر رہا ہے
چارہ آنست کہ سجادہ بمے بفروشیم
تدبیر یہی ہے کہ مصلیٰ شراب کے بدلے بیچ دیں

خوش ہوائیست فرح بخش خدایا بفرست
ہوا اچھی اور فرحت بخش ہے، اے خدا بھیج دے
نازنینے کہ برویش مے گلگوں نوشیم
ایسے نازنین کو جس کے سامنے سرخ شراب پئیں

ارغنوں ساز فلک رہزنِ اہلِ ہنرست
آسمان باجا بجانے والا اہلِ ہنر کا رہزن ہے
چوں ازیں غصہ ننالیم و چرا نخروشیم
اس غصے سے ہم کیوں نالاں نہ ہوں اور کیوں شور نہ کریں

ـــــــــــــــــــــــ

۱ لوگ کہتے ہیں محبوب کی آن حسن سے بہتر ہے میرے معشوق میں آن اور حسن دونوں ہیں۔
۲ جو داستان ہم آج درپردہ بیان کر رہے ہیں کل داستانِ محفل ہوگی۔
۳ عاشق شراب نوشی میں مفتی سے ڈرتا ہے نہ بادشاہ سے
۴ دنیا اور آسمان کے کام ناقابلِ اعتماد ہیں۔
۵ جس طرح وصل کا زمانہ گذر گیا ہجر کا وقت بھی کٹ جائے گا لہذا پریشان نہ ہونا چاہیے۔
۶ دنیائے فانی سے جس طرح ہر فقیر اور امیر گذرا ہم بھی چلے جائیں گے یہاں کی زندگی چند روزہ ہے۔
۷ حافظ کی شراب نوشی محتسب بھی جانتا ہے اور عماد بن محمود سلطان قطب الدین کا وزیر بھی خوب جانتا ہے۔
۸ موسم بہار گذر رہا ہے اور کوئی کمی شراب پلانے والا نظر نہیں آتا لہذا اب جانماز بیچ کر پینی پڑے گی۔
۹ آسمان اپنا ساز بجا کر اہلِ ہنر پہ ڈاکہ ڈالتا ہے ہم اس ظلم سے نالے اور خروش کر رہے ہیں۔

گل بجوش آمد و از مے نزدیمش آبے
پھول جوش میں آیا اور ہم نے اس پر شراب کا پانی نہ چھڑکا

لاجرم ز آتشِ حرماں و ہوس می جوشیم
ہم لامحالہ اپنی خواہش کی محرومی کی آگ سے جل رہے ہیں

می کشیم از قدحِ بادہ شرابِ موہوم
ہم خیالی پیالے سے خیالی شراب پی رہے ہیں

چشمِ بد دور کہ بے مطرب و مے درجوشیم
چشم بد دور کہ بے مطرب اور شراب کے ہم جوش میں ہیں

حافظ ایں حالِ عجب با کہ تواں گفت کہ ما
اے حافظ یہ عجب حالت کس سے کہی جا سکتی ہے کہ ہم

بلبلانیم کہ در موسمِ گل خاموشیم
وہ بلبلیں ہیں، جو پھول کے موسم میں خاموش ہیں

دوش بیماریِ چشمِ تو ببرد از دستم
رات تیری آنکھ کی بیماری مجھے ہاتھ سے لے گئی تھی

لیکن از لطفِ لبت صورتِ جاں می بستم
لیکن تیرے ہونٹوں کی مہربانی سے میں نے جان کی صورت پیدا کی

عشقِ من با خطِ مشکینِ تو امروزی نیست
تیرے سیاہ خط سے میرا عشق آج کا نہیں ہے

دیرگاہے ست کزیں جامِ ہلالی مستم
عرصہ گذر گیا ہے کہ میں اس ہلالی جام سے مست ہوں

عافیت چشم مدار از منِ میخانہ نشیں
مجھ میخانہ نشین سے عافیت کی امید نہ رکھ

کہ دم از خدمتِ رنداں زدہ ام تا ہستم
کیونکہ میں نے رندوں کی خدمت کا دم بھرا ہے جب تک زندہ ہوں

در رہِ عشق از آں سوئے فنا صد خطر است
عشق کے راستہ میں فنا کے اس طرف بھی سو خطرے ہیں

تا نگوئی کہ چو عمرم بسر آمد رستم
ہرگز نہ کہنا کہ جب میری زندگی ختم ہو گئی تو میں چھوٹ جاؤں گا

بوسہ بر درجِ عقیقِ تو حلال ست مرا
تیری عقیق کی ڈبیہ کا بوسہ میرے لیے جائز ہے

کہ بافسون و جفا عہدِ وفا نشکستم
اس لیے کہ ظلم کے منتر سے میں نے وفا کا عہد نہیں توڑا

بعد ازینم چہ غم از تیرِ کج اندازِ حسود
اس کے بعد مجھے ٹیڑھا تیر چلانے والے حاسد کا کیا غم

کہ بمحبوبِ کماں ابروئے خود پیوستم
کیونکہ میں اپنے کمان جیسے ابرو والے محبوب کے ساتھ مل گیا ہوں

از ثباتِ خودم ایں نکتہ خوش آمد کہ بجور
اپنی ثابت قدمی کا یہ نکتہ مجھے پسند آیا کہ ظلم کی وجہ سے

بر سرِ کوئے تو از پائے طلب ننشستم
تیرے کوچہ کے کونے پر میں طلب چھوڑ کر نہیں بیٹھا

صنمِ لشکریم غارتِ دل کرد و برفت
لشکری صنم نے میرا دل لوٹا، اور چلا گیا

آہ اگر عاطفتِ شاہ نگیرد دستم
افسوس ہو گا اگر بادشاہ کی مہربانی میری دستگیری نہ کرے

رتبتِ دانشِ حافظ بفلک بر شدہ بود
حافظ کی سمجھ کا رتبہ آسمان سے بھی اونچا ہو چکا تھا

کرد غمخواریِ بالائے بلندت پستم
تیرے بلند قد کی غمخواری نے، مجھے پست کر دیا

دوش سودائے رخش گفتم ز سر بیروں کنم
میں نے کل کہا اس کے رخسار کا عشق سر سے نکال ڈالوں

گفت کو زنجیر تا تدبیرِ ایں مجنوں کنم
وہ بولا زنجیر کہاں ہے تاکہ اس پاگل کا بند و بست کروں

قامتش را سرو گفتم سر کشید از من بخشم
میں نے اس کے قد کو سرو کہا، اس نے غصے سے منہ پھیر لیا

دوستاں از راستی می رنجد نگارم چوں کنم
اے دوستو! میرا معشوق سچی بات سے رنجیدہ ہوتا ہے میں کیا کروں

---

۱ ہم خیالی شراب پی رہے ہیں اور مطرب و شراب بغیر بدمست ہیں۔

۲ محبوب کی بیمار آنکھ نے تو بالکل مار ڈالا تھا لیکن ہونٹوں نے زندگی بخش دی۔

۳ جام ہلالی سے دائرۂ خط مراد ہے یعنی ہم معشوق کے خط رخسار پر ازل سے عاشق ہیں۔

۴ شعر
اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

۵ جبکہ ہمیں وصل میسر آگیا تو رقیب کے تیروں کا کوئی خوف نہیں ہے۔

۶ ہم عشق کے کوچہ میں ڈیرہ جما کر بیٹھے ہیں اپنی ریخش بہت سخت ہے۔

۷ میرا محبوب ایک لشکری تھا جو مجھے لوٹ کر چلا گیا اب بادشاہ ہی مہربانی کرے تو کام بنے گا۔

۸ شعر
عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

۹ میں نے رخسار سے آزادی حاصل کرنی چاہی تو معشوق نے کہا دیوانہ ہے زلف کی زنجیر سے باندھ دو۔

۱۰ محبوب حقیقتاً سرو ہے

نکتۂ ناسنجیدہ گفتم دلبرا معذور دار
اے دلبر معذور سمجھ، میں نے نا موزوں نکتہ کہہ دیا

عشوۂ فرمائی تا من طبع را موزوں کنم
ذرا ناز کیجئے تاکہ میں طبیعت کو موزوں کر لوں

زرد روئی میکشم زاں طبعِ نازک بیگناہ
اس نازک طبع کی جانب سے بے گناہ زرد روئی برداشت کرتا ہوں

ساقیا جامے بدہ تا چہرہ را گلگوں کنم
اے ساقی جام دے تاکہ چہرے کو گلاب کی طرح کر لوں

منکرہ بردم بگنجِ حسنِ بے پایانِ دوست
میں جو دوست کے لا انتہا حسن کے خزانہ تک پہونچ گیا

صد گدائے ہمچو خود را بعد ازیں قاروں کنم
اس کے بعد اپنے جیسے سو فقیروں کو قارون بنا دوں گا

اے نسیمِ حضرتِ سلمیٰ خدا را تا بکے
اے سلمیٰ کے دربار کی نسیم! خدا کے لیے کب تک

ربع را برہم زنم اطلال را جیحوں کنم
گھر کو برباد کر دوں گا، کھنڈروں کو جیحون بنا دوں گا!

اے مہِ نامہرباں از بندہ حافظ یاد کن
اے نامہربان چاند، حافظ غلام کو یاد کر

تا دعائے دولتِ آں حسنِ روز افزوں کنم
تاکہ اس روز افزوں بڑھنے والے حسن کی دولت کو دعائیں دوں

دیدہ دریا کنم و رخت بصحرا فگنم
آنکھ کو دریا بناتا ہوں اور سامان کو جنگل میں پھینکتا ہوں

واندریں کار دلِ خویش بدریا فگنم
اور اس کام میں اپنے دل کو دریا میں ڈالتا ہوں

از دلِ تنگِ گنہگار بر آرم آہے
تنگ، گنہگار دل سے ایسی ایک آہ کھینچوں

کآتش اندر گنہِ آدم و حوا فگنم
کہ آدم اور حوا کے گناہ میں آگ لگا دوں

خوردہ ام تیرِ فلک بادہ بدہ تا سر مست
میں نے آسمان کا تیر کھایا ہے، شراب دے تاکہ مست ہو کر

عقدہ در بندِ کمر ترکشِ جوزا فگنم
جوزا کے ترکش کے کمر بند پر گرہ لگا دوں

جرعۂ جام بریں تختِ رواں افشانم
اس تختِ رواں پر جام کا ایک گھونٹ چھڑکتا ہوں

غلغلِ چنگ دریں گنبدِ مینا فگنم
اس نیلے گنبد میں چنگ کا شور پیدا کرتا ہوں

مایۂ خوشدلی آنجاست کہ دلدار آنجاست
خوشدلی کا سرمایہ وہاں ہے جہاں معشوق ہے

میکنم جہد کہ خود را مگر آنجا فگنم
کوشش کر رہا ہوں، شاید اپنے آپ کو وہاں پہنچا دوں

بند برقع بکشا اے مہِ خورشید لقا
اے سورج کی صورت والے چاند، برقع کا بند کھول

تا چو زلفت سرِ سودا زدہ در پا فگنم
تاکہ تیری زلف کی طرح دیوانے سر کو پیروں پر ڈال دوں

حافظا تکیہ بر ایام چو سہو است و خطا
اے حافظ! چونکہ زمانہ پر بھروسہ کرنا غلطی اور بھول ہے

من چرا عشرتِ امروز بفردا فگنم
میں آج کے عیش کو کل پر کیوں ڈالوں؟

در شبستانۂ عشرت صنمے خوش دارم
عشرت کے خلوت خانہ میں ایک خوبصورت صنم رکھتا ہوں

کز سرِ زلف و رخش نعل در آتش دارم
کہ اس کی زلف اور رخسار کے خیال سے آگ میں نعل رکھتا ہوں

گر بکاشانۂ رنداں قدمے خواہی زد
اگر تو رندوں کے گھر میں قدم رنجہ فرمائے گا

نقلِ شعرِ شکریں و مئے بیغش دارم
تو میٹھے شعروں کا نقل اور خالص شراب رکھتا ہوں

محبوب کے فراق میں انتہا درجہ شوق سے آنسو بہانا
حسن کے خزانے اس قدر دولت ہاتھ آجائے گی کہ اپنے جیسے سو فقیروں کو قارون بنا دوں گا۔
فراق میں رو رو کر حضرت کی تمام محفل کو درہم برہم کر دیا ہے کھنڈرات میں دریائے جیحون پیدا کر دیا ہے۔
اب تو اس بات کا انتظار ہے کہ محبوب کا پیغام آئے۔
ایسی آہ کھینچوں گا جس سے حضرت آدم و حوا کا گناہ جل کر خاک ہو جائے۔
جوزا فلک کے برجوں میں ایک انسانی شکل کا برج ہے جو ایک ہاتھ میں عصا لیے ہوئے کھڑا ہے اور گردن میں تلوار لٹکائے ہوئے ہے۔
یعنی مست ہو کر میں جوزا کے ترکش کے کمر بند پر گرہ لگانا چاہتا ہوں تاکہ اس پر تیر نہ چلا سکے۔
دنیا پر بھروسہ غلط بات ہے، اپنے آج کے عیش کو کل پر نہیں ٹالنا چاہیے۔
نعل در آتش ہونا بے قرار ہونا، مشہور ہے کہ کسی کو بے قرار کرنا ہو تو

مشکل پر مطلوب کا نام لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو آگ میں ڈال دیا جاتا ہے اور اس پر منتر پڑھا جاتا ہے تو مطلوب بے قرار ہو جاتا ہے۔ اگر تم جیسے رندوں کے یہاں آؤ گے تو اشعار

ور تو زیں دست مرا بے سر و ساماں داری
اور اگر تو اسی طور پر مجھے بے سر و سامان رکھے گا

من باہِ سحرت زلفِ مشوش دارم
میں صبح کی آہ سے تیری زلفوں کو پریشان رکھوں گا

عاشق و رندم و میخوارہ بآوازِ بلند
میں عاشق اور رند ہوں اور علی الاعلان شراب نوش

اینہمہ منصب از آں شوخِ پریوش دارم
اس شوخ پری جیسی صورت والے کی وجہ سے میں یہ تمام منصب رکھتا ہوں

گر چنیں جلوہ نماید خطِ زنگاریِ دوست
اگر معشوق کا سبز خط اسی طرح جلوہ نمائی کرے گا

من رخِ زرد بخونابہ منقش دارم
میں زرد رخسار کو خالص لہو سے نقشین رکھوں گا

ناوکِ غمزہ بیا و درِ زرہِ زلف کہ من
زلف کے حلقے سے غمزہ کا تیر لا، اس لیے کہ میں

جنگہا با دلِ مجروحِ بلاکش دارم
زخمی، بلاکش، دل کے ساتھ لڑائیاں رکھتا ہوں

یک سرِ موئے بدستِ من و یک سر با دوست
بال کا ایک سرا میرے ہاتھ میں اور ایک سرا دوست کے ہاتھ میں ہے

سالہا بر سرِ ایں موئے کشاکش دارم
سالوں سے اس بال پر کشمکش رکھتا ہوں

حافظا چوں غم و شادیِ جہاں در گذرست
اے حافظ چونکہ دنیا کی خوشی، اور غم گذر جانے والا ہے

بہتر آنست کہ من خاطرِ خود خوش دارم
بہتر یہی ہے کہ میں اپنے دل کو خوش رکھوں

دی شب بسیلِ اشک رہِ خواب میزدم
کل رات میں آنسوؤں کے بہاؤ سے نیند پر ڈاکہ ڈالتا تھا

نقشے بیادِ خطِ تو بر آب میزدم
تیرے خط کی یاد کا نقشہ، پانی پر بناتا تھا

روئے نگار در نظرم جلوہ می نمود
معشوق کا چہرہ میری نظر میں جلوہ دکھاتا تھا

وز دور بوسہ بر رخِ مہتاب میزدم
اور میں چاند کے چہرے کا دور سے بوسہ لیتا تھا

ابروئے یار در نظر و خرقہ سوختہ
یار کا ابرو نگاہ میں تھا، اور گدڑی جلا کر

جامے بیادِ گوشۂ محراب میزدم
محراب کے گوشہ کی یاد میں میں جام اڑاتا تھا

چشمم بروئے ساقی و گوشم بقولِ چنگ
میری نگاہ ساقی کے چہرے پر تھی اور کان چنگ کی بات پر

فالے بچشم و گوش دریں باب میزدم
اس بارے میں آنکھ، اور کان سے میں فال لیتا تھا

نقشِ خیالِ روئے تو تا وقتِ صبحدم
تیرے چہرے کے خیال کا نقش، صبح تک

بر کارگاہِ دیدۂ بیخواب میزدم
بے نیند، آنکھ کے کارخانہ میں بناتا تھا

ہر مرغِ فکر کز سرِ شاخِ طرب بجست
فکر کا جو پرند، مستی کی شاخ سے اڑتا تھا

بازش ز طرۂ تو بمضراب میزدم
تیری زلف کی مضراب سے میں اس کو پھر ملاتا تھا

ساقی بصوتِ ایں غزلم کاسہ میگرفت
میری اس غزل کی آواز پر ساقی پیالہ تھامتا تھا

می گفتم ایں سرود و مے ناب میزدم
میں یہ گاتا تھا اور خالص شراب پیتا تھا

خوش بود وقتِ حافظ و فالِ مراد و کام
حافظ کا وقت اچھا تھا اور مقصد و مراد کی فال

بنامِ عمر و دولتِ احباب میزدم
دوستوں کی دولت اور عمر کے نام پر میں نکالتا تھا

۱ے مجھ کو تو بیقرار رکھے گا میں بھی اپنی آہوں سے تیری زلف کو پریشان کر دوں گا۔
۲ے اپنے زرد رخسار کو خون کے آنسوؤں سے منقش رکھوں گا۔
۳ے چونکہ میری دل سے لڑائی ہے لہٰذا اس پر محبوب کی نگاہ کا تیر جو زلفوں کی راہ سے آئے یعنی ترچھی نگاہ کا تیر چلانا چاہتا ہوں۔
۴ے بال سے مراد باہمی تعلق ہے۔
۵ے شب سے مراد آنسو بہا کر شب تو حاصل نہ تھا تمام رات بوسے لیتے تھے۔
۶ے ہم نے یہ فال لی کہ جب ساقی پر نظر اور چنگ کی آواز کان میں آ رہی ہے تو اب وصل میسر آ جائے گا۔
۷ے یعنی دل میں اگر کسی خوشی کا خیال آتا بھی ہے تو تیری زلف پھر پریشانی پیدا کر دیتی ہے۔

دیدار شد میسّر و بوس و کنار ہم
دیدار میسر آگیا، اور بغل میں لینا اور بوسہ لینا بھی

از بخت شکر دارم و از روزگار ہم
نصیبہ کا بھی شکر گزار ہوں، اور زمانہ کا بھی

زاہد برو کہ طالع اگر طالع من ست
زاہد چلو جا، اگر میرا نصیبہ اچھا نصیبہ ہے

جامم بدست باشد و زلفِ نگار ہم
تو میرے ہاتھ میں جام بھی ہوگا اور معشوق کی زلف بھی

ما عیب کس بمستی و رندی نمی کنیم
ہم کسی پر مستی اور رندی کا عیب نہیں لگاتے ہیں

لعلِ بتاں خوش ست و مئے خوشگوار ہم
معشوقوں کا ہونٹ بھی اچھی چیز ہے اور خوشگوار شراب بھی

اے دل بشارتے دہمت محتسب نماند
اے دل میں تجھے خوشخبری دیتا ہوں، محتسب نہیں رہا

و ز مے جہاں پُرست و بتِ میگسار ہم
اور دنیا شراب سے بھری ہے اور شراب پلانے والے معشوق بھی

آں شد کہ چشمِ بدنگراں بود از کمیں
وہ وقت گیا، کہ گھات سے بری آنکھ نگراں تھی

خصم از میاں برفت و سرشک از کنار ہم
دشمن درمیان سے چلا گیا، اور گود سے آنسو بھی

خاطر بدست تفرقہ دادن نہ زیرکی ست
طبیعت کو تفرقہ کے سپرد کرنا، عقلمندی نہیں ہے

مجموعۂ بخواہ و صراحی بیار ہم
ایک اطمینان چاہ، اور صراحی بھی لا

بر خاکیانِ عشق فشاں جرعۂ لبش
عشق کے خاک نشینوں پر اس کے ہونٹ کا ایک گھونٹ چھڑک دے

تا خاک لعل گوں شود و مشکبار ہم
تاکہ مٹی، لعل جیسی ہو جائے اور مشک پھیلانے والی بھی

چوں آبروئے لالہ و گل فیضِ حسنِ تست
چونکہ لالہ اور گل کی آبرو تیرے حسن کا فیض ہے

اے ابرِ لطف بر منِ خاکی ببار ہم
اے مہربانی کے ابر! مجھ خاکی پر بھی برس

چوں کائنات جملہ بروئے تو زندہ اند
جبکہ ساری کائنات تیرے چہرے کی بدولت زندہ ہے

اے آفتاب سایہ ز من بر مدار ہم
اے آفتاب! مجھ سے بھی سایہ نہ ہٹا

اہلِ نظر اسیرِ تو اند از خدا بترس
اہلِ نظر تیرے قیدی ہیں، خدا سے ڈر

و ز انتصافِ آصفِ جم اقتدار ہم
اور جمشید جیسے اقتدار والے، آصف کے انصاف لینے سے بھی

بر یادِ روئے انورِ او آفتابِ صبح
صبح کا آفتاب اس کے منور چہرہ کی یاد پر

جاں میکند فدا و کواکب نثار ہم
جان قربان کرتا ہے اور ستاروں کو بھی نچھاور کرتا ہے

گوئے زمیں ربودۂ چوگانِ عدلِ تست
زمین کی گیند تیرے انصاف کے بلّے کی چھینی ہوئی ہے

ویں برکشیدہ گنبدِ نیلی حصار ہم
اور یہ نیلے حصار والا، تنا ہوا گنبد بھی

تا از نتیجۂ فلک و طورِ دورِ اوست
جب تک آسمان کے نتیجہ، اور اس کے چکر کے طریقے سے

تبدیلِ سال و ماہ و خزان و بہار ہم
سال اور مہینہ کی تبدیلی، اور خزاں اور بہار بھی

ق

خالی مباد کاخِ جلالت ز سروراں
تیرے جلال کا محل، سرداروں سے خالی نہ ہو

و ز ساقیانِ سرو قدِ گلعذار ہم
اور سرو جیسے قد والے، پھول جیسے رخسار والے ساقیوں سے بھی

برہانِ ملک و دیں کہ ز دستِ وزارتش
ملک اور دین کا برہان کہ اس کی وزارت کے ہاتھ سے

ایام کاں یمیں شد و دریا یسار ہم
زمانہ کی کان داہنا ہاتھ ہو گئی ہے اور دریا بھی بایاں ہاتھ ہو گیا ہے

عزمِ سبک عنانِ تو در جنبش آورد
تیرا تیز رو ارادہ، حرکت میں لے آتا ہے

ایں پایدار مرکزِ عالی مدار ہم
اس عالی مدار، پایدار مرکز کو بھی

---

۱ یعنی اگر ہم خوش نصیب ہیں تو محبوب کی زلف اور جام و شراب سے بہرہ ور ہوں گے، تیری نصیحت بیکار ہے۔

۲ جبکہ محتسب کا ڈر بھی نہیں ہے اور شراب اور معشوق بھی موجود ہے تو اس سے زیادہ اور کیا خوشخبری ہوگی۔

۳ دل کی پریشانی پیدا کرنا عقلمندی نہیں ہے اطمینانِ خاطر اور صراحی حاصل کرنی چاہئے۔

۴ نظر باز تیرے قیدی ہیں ان کے بارے میں خدا سے ڈر اور عماد بن محمود وزیر سلطان قطب الدین سے ڈر۔

۵ یہ اور اگلا شعر ملکر مفہوم پورا ہوگا۔ یعنی جب تک آسمان کی گردش سے سال و مہینے ہیں تیرا گھر آباد رہے۔

۶ برہان الدین واقف وزیر کا نام ہے یعنی اس کے وجود سے زمانہ مالامال ہے۔ معدن جواہر کی کان زمانے کا داہنا ہاتھ بن گئی ہے اور دریا کے موتی بایاں ہاتھ۔

۷ یعنی تیرے ارادے کے ساتھ زمین بھی حرکت میں آجاتی ہے۔

دیوارِ درمیانہ چو برگِ گُل دو رُو است — ہمسایہ ہمند خزان و بہار ہم
درمیان کی دیوار، دو رخی پھول کی پتی کا کام کرتا ہے — آپس میں ہمسایہ ہیں، خزاں اور بہار بھی

حافظ کہ در ثنائے تو چندیں گہر فشاند
حافظ جس نے تیری تعریف میں بہت سے موتی نثار کئے

پیشِ کفِ تو شد خجل و شرمسار ہم
تیرے ہاتھ کے سامنے شرمندہ ہو گیا اور شرمسار بھی

روزِ عید است و من امروز دریں تدبیرم — کہ دہم حاصلِ سی روزہ و ساغر گیرم
عید کا دن ہے، اور میں آج اس تدبیر میں ہوں — کہ تیس روزوں کی کمائی دیدوں اور ساغر لے لوں

چند روز است کہ دُورم زِ رخِ ساقی و جام — بس خجالت کہ پدید آمد ازیں تقصیرم
کتنے دن ہو گئے ہیں کہ میں ساقی کے رخ اور جام سے دور ہوں — بہت شرمندگی ہے، جو رونما ہوئی، میری اس کوتاہی سے

من بخلوت نہ نشینم پس ازیں ور بمثل — زاہدِ صومعہ بر پائے نہد زنجیرم
اس کے بعد میں خلوت میں نہ بیٹھوں گا، خواہ مثلاً — عبادت خانہ کا زاہد میرے پیر میں بیڑی ڈال دے

پندِ پیرانہ دہد واعظِ شہرم لیکن — من نہ آنم کہ دِگر پندِ کسے بپذیرم
شہر کا واعظ مجھے بزرگانہ نصیحت کرتا ہے لیکن — میں وہ نہیں ہوں، جو اب کسی کی نصیحت مانوں

آنکہ سرِ خاکِ درِ میکدہ جا داشت کجاست — تا نہم بر قدمِ او سر و پیشش میرم
جس کی شراب خانے کے دروازے پر جگہ تھی وہ کہاں ہے — تاکہ اس کے قدموں پر سر رکھ دوں اور اس کے سامنے جان دیدوں

میکشیدم مے و سجادۂ تقویٰ بر دوش — آہ اگر خلق شوند آگہ ازیں تزویرم
میں شراب پی رہا تھا، اور تقوے کا مصلیٰ کاندھے پر تھا — آہ ہے، اگر لوگ میری اس مکاری سے واقف ہو جائیں

جز صراحی و کبابم نہ بود یار و ندیم — تا حریفانِ دغا را ز جہاں کم بینم
صراحی اور کباب کے سوا میرا کوئی دوست اور ہم مجلس نہ ہوگا — تاکہ دغا باز دوستوں کو دنیا میں کم دیکھوں

خلق گویند کہ حافظ سخنِ پیر نیوش
لوگ کہتے ہیں کہ اے حافظ! بڑھے کی بات سن

سالخوردہ مئیم امروز بہ از صد پیرم
آج میرے لیے پرانی شراب سو بوڑھوں سے بہتر ہے

روزگارے شد کہ در میخانہ خدمت میکنم — در لباسِ فقر کارِ اہلِ دولت میکنم
ایک زمانہ گذر گیا کہ میں میخانہ میں خدمتگاری کرتا ہوں — فقیری کے لباس میں دولتمندوں کا کام کرتا ہوں

تا مگر در دام وصل آرم تذروِ خوشخرام — در کمینم انتظارِ وقتِ فرصت میکنم
تاکہ حسین چال والی چکور کو وصل کے جال میں پھانس لوں — میں گھات میں ہوں، فرصت کے وقت کا انتظار کرتا ہوں

واعظِ ما بوئے حق نشنید بشنو ایں سخن — در حضورش نیز میگویم نہ غیبت میکنم
یہ بات سن لے، ہمارے واعظ نے حق کی خوشبو نہیں سونگھی ہے — میں اس کے سامنے بھی کہتا ہوں، غیبت نہیں کرتا ہوں

چوں صبا افتان و خیزاں میروم تا کوئے دوست — وز رفیقِ راہ استمدادِ ہمت میکنم
دوست کے کوچہ تک صبا کی طرح گرتا پڑتا جاتا ہوں — اور راستے کے ساتھی سے باطنی توجہ کی مدد طلب کرتا ہوں

ــــــ

۱ یعنی جو دیوار میرے اور محبوب کے درمیان میں حائل ہے اس کے دو رخ ہیں میری طرف خزاں ہے اور محبوب کی طرف بہار۔

۲ تو نے حافظ کو حد سے زیادہ دیا اس لئے وہ شرمندہ ہے۔

۳ رمضان میں تیس روزے رکھ کر جو ثواب کمایا ہے اس کو ایک ساغر کے عوض دے ڈالوں۔

۴ یعنی اگر زاہد پیروں میں بیڑیاں بھی ڈال دیگا میں خلوت نشینی اختیار کروں گا۔

۵ میکدہ کا خانہ نشیں کہاں ہے تاکہ اس کے قدموں پر سر دھروں، اور جان دیدوں۔

۶ پرانے لوگوں کی نصیحت سے پرانی شراب بہت بہتر ہے۔

۷ لباس فقیرانہ ہے، لیکن عشق کی دولت سے مالا مال ہوں۔

۸ میں نے واعظ کے منہ پر کہا ہے کہ اس نے تو حق کی بو بھی نہیں سونگھی ہے۔

خاکِ کویت بر نتابد زحمتِ ما بیش ازیں | لطفہا کردی بتا تخفیفِ زحمت میکنم
تیرے کوچہ کی خاک ہماری زحمت کی اس سے زیادہ برداشت نہ کرے گی | اے بت تو نے بہت مہربانیاں کی ہیں میں تکلیف دہی میں کمی کرتا ہوں

زلفِ دلبر دامِ راہ و غمزہ اش تیرِ بلاست | یاد دار اے دل کہ چندینت نصیحت میکنم
معشوق کی زلف راستہ کا جال ہے اور اس کی ادا بلا کا تیر ہے | اے دل یاد رکھنا تجھے میں کس قدر نصیحتیں کر رہا ہوں

دیدۂ بدبیں بپوشاں اے کریمِ عیب پوش | زیں دلیری ہا کہ من در کنجِ خلوت میکنم
اے عیب چھپانے والے کریم بد بین کی نظر سے چھپا | ان دلیریوں کو جو میں تنہائی کے گوشہ میں کرتا ہوں

حاش للہ کز حسابِ روزِ حشرم باک نیست | فالِ فردا میزنم امروز عشرت میکنم
خدا کی پناہ کہ مجھے حشر کے وقت کے حساب کی پروا نہیں ہے | کل کی فال لیتا ہوں، آج عیش کرتا ہوں

از یمینِ عرش آمیں میکند روح الامیں | چوں دعائے پادشاہِ ملک و ملت میکنم
جبرئیل عرش کی داہنی جانب سے آمین کہتے ہیں | جب میں ملک اور ملت کے بادشاہ کو دعا دیتا ہوں

خسروا امیدِ جاہ و مال دارم زیں سبب | التماسِ آستاں بوسیِ حضرت میکنم
اے بادشاہ میں مرتبہ اور مال کا امیدوار ہوں اسی وجہ سے | کہ دربار کی آستانہ بوسی کی درخواست کرتا ہوں

حافظم در محفلے دُردی کشم در مجلسے
میں ایک محفل میں حافظ ہوں ایک مجلس میں تلچھٹ پینے والا ہوں
بنگر ایں شوخی کہ چوں با خلق صحبت میکنم
اس شرارت کو دیکھ مخلوق کے ساتھ میں کیسے گزارا کرتا ہوں

ز دستِ کوتہِ خود زیرِ بارم | کہ از بالا بلنداں شرمسارم
میں اپنے کوتاہ ہاتھ سے انتہائی زیر بار ہوں | کہ بلند قد والوں سے شرمندہ ہوں

مگر زنجیرِ زلفت گیردم دست | وگرنہ سر بشیدائی برآرم
شاید، تیری زلف کی زنجیر میری دستگیری کرے | ورنہ میں دیوانگی میں مشہور ہو جاؤں گا

ز چشمِ من بپرس اوضاعِ گردوں | کہ شب تا روز اختر می شمارم
آسمان کی حالتیں، میری آنکھ سے پوچھ | کہ رات سے صبح تک میں اختر شماری کرتا ہوں

چہ مے خوردم من از میخانۂ عشق | کہ ہشیاری و بیداری ندارم
عشق کے شراب خانے سے میں نے کیسی شراب پی ہے | کہ میں ہوشیاری اور بیداری نہیں رکھتا ہوں

بایں شکرانہ می بوسم لبِ جام | کہ کرد آگہ ز دورِ روزگارم
میں جام کے لب کے، اس شکرانہ میں بوسے لیتا ہوں | کہ اس نے مجھے زمانہ کے چکر سے آگاہ کر دیا

من از بازوئے خود دارم بسے شکر | کہ زورِ مردم آزاری ندارم
میں اپنے بازوؤں کا بہت شکر گزار ہوں | کہ مجھ میں مردم آزاری کا زور نہیں ہے

اگر گفتم دعائے میفروشاں | چہ باشد شکرِ نعمت میگزارم
اگر میں نے شراب فروشوں کے لیے دعا کی | تو کیا ہوا، میں تو نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں

مکن عیبم ز خوں خوردن دریں دشت | کہ کار آموزِ آہوئے تتارم
اس جنگل میں خون پینے سے میرا عیب نہ لگا | کیونکہ میں تاتار کے ہرن کا استاد ہوں

ا۔ ہم نے تیرے کوچہ کو بہت زحمتیں دی ہیں اب زیادہ زحمت نہ دیں گے۔
۲۔ اگر نصیحت نہ مانو گے جال میں پھنس جاؤ گے اور مصیبت کے تیر کھاؤ گے۔
۳۔ خدا کرے میری تنہائی کی برائیوں سے دشمن واقف نہ ہو۔
۴۔ جب اللہ نے آج عیش دے دیا تو یہ نیک فال ہے حشر میں عیش میسر آ جائیگا۔
۵۔ اگر ہم زلف کے پابند نہ ہوتے تو جنون بنکر جنگل کو نکل جاتے۔
۶۔ شب بیداری ستی اور مدہوشی ہے۔
۷۔ یہ چونکہ ہم نے زمانہ کے فریب پر پرکھا ہے ہیں اس لیے ہم جام کی لب بوسی کرتے ہیں۔
۸۔ ہم اپنے بازوؤں کے شکر گزار ہیں کہ ان میں لوگوں کو ستانے کی قوت نہیں ہے۔
۹۔ چونکہ مے فروشوں کا ہم پر احسان ہے لہٰذا احسان کی شکر گزاری میں ہم ان کو دعائیں دیتے ہیں۔
۱۰۔ ہرن کا خون سے مشک بنتا ہے تو عجب کیا ہم خون پی کر مشک کی خاصیت ...
۱۱۔ ... ہوگی۔

تو از خاکم نخواہی بر گرفتن	بجائے اشک اگر گوہر ببارم
تو مجھے زمین سے نہ اٹھائے گا	اگر میں آنسوؤں کی بجائے موتی برساؤں

سرے دارم چو حافظ مست لیکن
میں حافظ کا سا دیوانہ سر رکھتا ہوں لیکن

بہ لطفِ آں پری امیدوارم
اس پری کی مہربانی کا امیدوار ہوں

زلف بر باد مدہ تا ندہی بر بادم زلف کو پریشان نہ کر، تاکہ تو مجھے برباد نہ کرے	نازِ بنیاد مکن تا نکنی بنیادم ناز کی بنیاد نہ ڈال، تاکہ تو میری بنیاد نہ اکھاڑے
رخ برافروز کہ فارغ کنی از برگِ گلم چہرے کو فروزاں کر، تاکہ تو مجھے پھول کی پتی سے بے نیاز کرے	قد برافراز کہ از سرو کنی آزادم قد بلند کر، تاکہ تو مجھے سرو سے آزاد کرے
زلف را حلقہ مکن تا نکنی دربندم زلف میں گرہ نہ لگا، تاکہ تو مجھے قید نہ کرے	چہرہ رآب مدہ تا ندہی بر بادم چہرے کو رونق نہ دے، تاکہ تو مجھے برباد نہ کرے
شہرۂ شہر مشو تا نہ نہم سر در کوہ شہر میں مشہور نہ ہو، تاکہ میں پہاڑوں کا رخ نہ کر لوں	شورِ شیریں منما تا نکنی فرہادم شیریں کی شہرت نہ پیدا کر، تاکہ تو مجھے فرہاد نہ بنائے
مے مخور با دگراں تا نخورم خونِ جگر دوسروں کے ساتھ شراب نوشی نہ کر، تاکہ میں خونِ جگر نہ پیوں	سرمکش تا نکشد سر بفلک فریادم سرکشی نہ کر، تاکہ میری فریاد سر بفلک نہ ہو
سرم از دست بشد وصلِ تو ننمود جمال میرا سر ہاتھ سے گیا، تیرے وصل نے جمال نہ دکھایا	دست گیرم کہ ز ہجرِ تو ز پا افتادم میری دستگیری کر اس لیے کہ تیرے ہجر کی وجہ سے میں گر گیا ہوں
یارِ بیگانہ مشو تا نبری از خویشم غیر کا دوست نہ بن، تاکہ تو مجھے بے خود نہ بنائے	غمِ اغیار مخور تا نکنی ناشادم غیروں کا غم نہ کھا، تاکہ تو مجھے ناخوش نہ کرے
رحم کن بر منِ مسکین و بفریادم رس مجھ مسکین پر رحم کر، اور میری فریاد رسی کر	تا بخاکِ درِ آصف نرسد فریادم تاکہ میری فریاد آصف کے دروازہ کی خاک تک نہ پہونچے
چوں فلک جور مکن تا نکشی زار مرا آسمان کی طرح ظلم نہ کر، تاکہ تو مجھے عاجز کر کے نہ مارے	رام شو تا بدمد طالعِ فرخ زادم فرمانبردار بن، تاکہ میرا مبارک نصیب چمک اٹھے

حافظ از جورِ تو حاشا کہ بنالد روزے
حاشا للہ کہ حافظ کسی دن تیرے ظلم سے نالاں ہو

من ازاں روز کہ در بندِ توام آزادم
میں جس دن سے تیری قید میں ہوں، آزاد ہوں

سالہا پیروی خدمتِ رنداں کردم میں نے سالوں رندوں کی خدمت کی پیروی کی	تا بفتوائے خرد حرص بزنداں کردم تب عقل کے فتوے سے حرص کو قید کیا
من بسر منزلِ عنقا نہ بخود بردم راہ میں خود عنقا کی منزل تک نہیں پہونچا	قطع ایں مرحلہ با مرغِ سلیماں کردم میں نے اس مرحلہ کو سلیمان کے پرندے کے ساتھ طے کیا

ا تو زلف کو پریشان کرے گا تو میں برباد ہو جاؤں گا تو نازکریگا تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔ ۲ تو رخ دکھا تاکہ مجھے پھول کی ضرورت نہ ہو تیرے قد کو دیکھ کر مجھے سرو سے آزادی حاصل ہو جائیگی ۳ زلف میں گرہ نہ لگا ورنہ میں قیدی بن جاؤں گا چہرے کو پُر رونق کرے گا تو میں برباد ہو جاؤں گا۔ ۴ تیری شہرت ہوگی تو میں دیوانہ وار جنگلوں کو نکل جاؤں گا تو شیریں بنے گا تو میں فرہاد ہو جاؤں گا۔ ۵ تو دوسروں کے ساتھ شراب نوشی کریگا تو میں خونِ جگر پیوں گا تو سرکشی کرے گا تو میری آہیں آسمان تک پہونچیں گی۔ ۶ شاعر پر کرم کرے حاکم محمود قطب الدین کے فرزند ہماری جاگیر بحال کردیگا۔ شمس نعمت کی برسوں خدمت گزاری کی کہ حرص کو قید کر سکا چھا۔ ۷ مرغ سلیمان سے مراد ہد ہد ہے جس نے بلقیس کی خبر لاکر دی تھی۔

از خلاف آمد عادت بطلب کام که من
مقصد کو خلاف عادت چیزوں سے طلب کر اس لیے کہ میں نے

کسب جمعیت از آں زلف پریشاں کردم
اس پریشان زلف سے دل جمعی حاصل کی ہے

سایۂ بر دل ریشم فگن اے گنج مراد
اے مراد کے خزانے! میرے زخمی دل پر ایک سایہ ڈال

که من ایں خانه بسودائے تو ویراں کردم
اس لیے کہ میں نے اس گھر کو تیرے عشق میں ویران کیا ہے

توبه کردم که نبوسم لب ساقی و کنوں
میں نے توبہ کی تھی کہ ساقی کے لب کو بوسہ دوں گا اور اب

میگزم لب که چرا گوش بناداں کردم
میں ہونٹ کاٹتا ہوں کہ نادان کی بات پر کیوں کان دھرا

نقش مستوری و مستی نه بدست من و تست
زہد اور مستی کا نقش میرے اور تیرے ہاتھ میں نہیں ہے

آنچه استاد ازل گفت بکن آں کردم
جو استاد ازل نے کہا کر میں نے وہ کیا

دارم از لطف ازل منزل فردوس طمع
ازل کی مہربانی سے میں فردوس کے مکان کی طمع کرتا ہوں

گرچه دربانی میخانه فراواں کردم
اگرچہ میں نے شراب خانہ کی دربانی بہت کی ہے

اینکه پیرانه سرم صحبت یوسف بنواخت
اس بڑھاپے میں یوسف کی صحبت نے جو مجھے نوازا ہے

اجر صبریست که در کلبۂ احزاں کردم
یہ اس صبر کا بدلہ ہے جو میں نے غموں کی کوٹھری میں کیا

گر بدیوان غزل صدر نشینم چه عجب
اگر غزل کی مجلس میں میں صدر نشین ہوں تو کیا تعجب ہے؟

سالہا بندگی صاحب دیواں کردم
میں نے سالوں امیر مجلس کی خدمت کی ہے

ہیچ کس را نرسد در خم محراب فلک
آسمان کی محراب کے دائرہ میں کسی شخص کو نہ حاصل ہوں گے

آں تنعم که من از ہمت سلطاں کردم
وہ عیش جو میں نے مبارز شاہ کی توجہ سے کئے ہیں

صبح خیزی و سلامت طلبی چوں حافظ
حافظ کی طرح، صبح کو اٹھنا، اور سلامت طلبی

ہر چه کردم ہمه از دولت قرآں کردم
جو کچھ میں نے کیا ہے سب قرآن کی بدولت کیا ہے

سرم خوش ست و بہانگ بلند میگویم
میں مست ہوں اور علی الاعلان کہتا ہوں

که من نسیم حیات از پیاله میجویم
کہ میں زندگی کی نسیم، پیالہ سے ڈھونڈتا ہوں

عبوس زہد بوجه خمار بنشیند
زہد کی ترشروئی، خمار کی وجہ سے زائل ہو جاتی ہے

مرید ہمت دردی کشان خوشخویم
میں خوش اخلاق تلچھٹ پینے والوں کی باطنی توجہ کا مرید ہوں

گرم نه پیر مغاں در بروئے بکشاید
اگر پیر مغاں میرے لیے دروازہ نہ کھولے

کدام در بزنم چاره از کجا جویم
میں کونسا دروازہ کھٹکھٹاؤں، کہاں سے تدبیر ڈھونڈوں!

مکن در ایں چمنم سرزنش بخودروئی
اس چمن میں خود رو ہونے پر مجھے نہ جھڑک

چنانکه پرورشم میدہند میرویم
میری جس طرح سے پرورش کرتے ہیں میں اگتا ہوں

تو خانقاه و خرابات در میانه مبیں
تو خانقاہ اور شراب خانہ کو درمیان میں نہ دیکھ

خدا گواه که ہر جا که ہست با اویم
خدا گواہ ہے وہ جہاں کہیں بھی ہے میں اس کے ساتھ ہوں

ز شوق نرگس مست و بلند بالائے
ایک بلند قد، اور مست نرگس کے عشق میں

چو لاله با قدح افتاده بر لب جویم
میں لالہ کی طرح، ہاتھ میں پیالہ لئے، نہر کے کنارے پڑا ہوں

ے نیکی اور بدی اختیاری نہیں ہے سب منجانب اللہ ہے۔

ے اگرچہ بڑا گنہگار ہوں لیکن جنت الفردوس کا امیدوار ہوں۔

ے کلبۂ احزان غموں کی کوٹھری، وہ جگہ کہلاتی ہے جہاں حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کے فراق کے دن بسر کئے تھے۔

ے حافظ کو صبح خیزی اور سلامت روی سب قرآن کی بدولت حاصل ہوئی ہے۔

ے زہد کی بدمزاجی کو ہم شراب کے ذریعہ ختم کرتے ہیں ہم تو خوش اخلاق تلچھٹ نوشوں کے مرید ہیں۔

ے بے طاعت ذکر کر ہم خودرو پودے کی طرح ہیں ہمیں تو قدرت نے جیسا بنایا ہے ویسے بنے ہیں۔

ے لالہ کے بارے میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ وہ ہاتھ میں پیالہ لیے کھڑا ہے۔

شدم نشانہ بسرگشتگی و ابروئے دوست
میں دیوانگی کا نشانہ بنا ہوں، اور دوست کے ابرو نے

کشیدہ در خمِ چوگانِ خویش چوں گویم
مجھے گیند کی طرح اپنے بلّے کے موڑ میں لے لیا ہے

غبارِ راہِ طلب کیمیائے بہروزی ست
طلب کے راستہ کا غبار، کامیابی کی کیمیا ہے

غلامِ دولتِ آں خاکِ عنبریں بویم
ہم اس عنبر جیسی خوشبو والی خاک کی دولت کا غلام ہوں

نصیحتم چہ کنی ناصحا چہ میدانی
اے ناصح! مجھے کیا نصیحت کرتا ہے، تجھے کیا پتہ ہے؟

کہ من نہ معتقدِ مردِ عافیت جویم
میں عافیت تلاش کرنے والے انسان کا معتقد نہیں ہوں

بیار مے کہ بفتوائے حافظ از دلِ پاک
شراب لاتا کہ حافظ کے فتوے کے مطابق پاک دل سے

غبارِ زرق بفیضِ قدح فرو شویم
مکاری کے غبار کو ہم پیالہ کے فیض سے دھو ڈالیں

صنما با غمِ عشقِ تو چہ تدبیر کنم
اے صنم! تیرے عشق کے غم کی کیا تدبیر کروں؟

تا بکے در غمِ تو نالۂ شبگیر کنم
تیرے غم میں کب تک رات بھر کا رونا روؤں؟

دلِ دیوانہ از آں شد کہ پذیرد درماں
دیوانہ دل! اس سے تو گزر گیا کہ علاج کو قبول کرے

مگرش ہم ز سرِ زلفِ تو زنجیر کنم
مگر ہاں اس کو تیری زلف کی زنجیر سے قید کروں

آنچہ در مدتِ ہجرِ تو کشیدم ہیہات
افسوس ہے جو کچھ میں نے تیرے فراق کی مدت میں برداشت کیا ہے

در دو صد نامہ محال ست کہ تحریر کنم
نا ممکن ہے دو سو خطوں میں بھی اس کو لکھ سکوں

با سرِ زلفِ تو مجموعِ پریشانیِ خویش
تیری زلف کے خیال میں اپنی پریشانی کے مجموعے کو

کو مجالے کہ یکایک ہمہ تقریر کنم
کہاں مجال کہ ایک دم سب کا سب بیان کر سکوں

رندِ یکرنگم و با شاہد و مے ہمصحبت
میں یک رنگ رند ہوں، اور معشوق اور شراب کا ساتھی ہوں

نتوانم کہ دگر حیلہ و تزویر کنم
اب مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ پھر حیلہ اور مکاری کروں

آں زماں کارزوئے دیدنِ جانم باشد
جب مجھے اپنی جان کے دیکھنے کی خواہش ہوتی ہے

در نظر نقشِ رخِ خوبِ تو تصویر کنم
تیرے خوبصورت چہرے کا نقشہ آنکھوں میں کھینچ لیتا ہوں

گر بدانم کہ وصالِ تو بدیں دست دہد
اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ تیرا وصل اس طور پر حاصل ہو جائیگا

دل و دیں را ہمہ در بازم و توفیر کنم
دل اور دین سب کو ہار دوں اور وقف کر دوں

دور شو از برم اے واعظ و افسانہ مگو
اے واعظ میرے پاس سے چلا جا، اور افسانہ گوئی نہ کر

من نہ آنم کہ دگر گوش بہ تزویر کنم
میں وہ نہیں ہوں کہ اب مکاری پر کان دھروں

نیست امکانِ خلاص از غم اولے حافظ
اے حافظ اس کے غم سے چھوٹنے کا کوئی امکان نہیں ہے

چونکہ تقدیر چنیں بود چہ تدبیر کنم
جبکہ تقدیر ہی ایسی تھی اب میں کیا تدبیر کروں؟

صلاح از ما چہ میجوئی کہ مستاں را صلا گفتیم
ہم سے نیکی کیا ڈھونڈتا ہے، کیونکہ ہم نے مستوں کو دعوت دیدی؟

بدورِ نرگسِ مستت سلامت را دعا گفتیم
تیری مست نرگس کے دور میں سلامتی کو الوداع کہدیا ہے

ا معشوق کی طلب کے راستہ کا غبار انسان کو کندن بنا دیتا ہے۔

۲ صحیح مصنف کے نزدیک یہ حالات ہیں کہ ہم تو مشکل پسند ذات کے ہی معتقد ہوتے ہیں۔

۳ شراب کا پیالہ ریاکاری کو دھو ڈالتا ہے۔

۴ یہ دیوانہ دل قابل علاج نہیں ہے اور اس کو زلف کی زنجیر سے ہی باندھنا چاہئے۔

۵ ہجر کے مصائب کو دو سو خطوں میں بھی تحریر نہیں کیا جا سکتا ہے۔

۶ محبوب ہماری جان ہے جب ہم جان کو دیکھنا چاہتے ہیں محبوب کی تصویر دیکھ لیتے ہیں۔

۷ واعظ کی سارا تقریر افسانہ گوئی اور مکر ہے ہم اس پر دھیان نہیں دیتے ہیں۔

۸ مستوں سے مراد محبوب کی آنکھیں ہیں یعنی جب ہم نے اس کی آنکھوں کو دعوت دیدی ہے اب عافیت اور صلاح کہاں سے۔

در میخانہ را بکشا کہ ہیچ از خانقہ نکشود
میخانہ کے دروازہ کو کھول، اس لیے کہ خانقاہ سے کچھ حاصل نہ ہوا
گرت باور بود ور نہ سخن ایں بود و ما گفتیم
اگر تجھے یقین آئے، ورنہ بات یہی تھی اور ہم نے کہی

من از چشم خوش ساقی خراب افتادہ ام لیکن
میں ساقی کی حسین آنکھ سے مست پڑا ہوں، لیکن
بلائے کز حبیب آمد ہزارش مرحبا گفتیم
جو مصیبت دوست کی طرف سے آئی ہم نے اس کو ہزار خوش آمدید کہا

قدت گفتم کہ شمشاد ست بس خجلت ببار آورد
میں نے تیرے قد کو شمشاد کہا اور بہت شرمندگی کا پھل لایا
کہ ایں نسبت چرا کردیم و ایں بہتاں چرا گفتیم
کہ یہ نسبت ہم نے کیوں کی، اور یہ بہتان کیوں باندھا

اگر بر من نبخشائی پشیمانی خوری آخر
اگر تو مجھ پر بخشش نہ کرے گا، آخر کار شرمندہ ہوگا
بخاطر دار ایں معنی کہ در خدمت کجا گفتیم
اس بات کو یاد رکھنا، ہم نے تجھ سے کس جگہ کہا ہے؟

جگر چوں نافہ ام خوں گشت و بد زینم نمی باشد
میرا جگر نافہ کی طرح خون ہو گیا اور یہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتی
جزائے آنکہ با زلفش سخن از چیں خطا گفتیم
اس کی سزا کہ اس کی زلف کے سامنے ہم نے غلطی سے چین کی بات کہی

تو آتش گشتی اے حافظ ولے بایار در نگرفت
اے حافظ تو آگ بن گیا، لیکن یار پر اثر نہ ہوا
ز بد عہدی گل گوئی حکایت با صبا گفتیم
گویا کہ ہم نے پھول کی بد عہدی کی بات صبا سے کہی

صوفی بیا کہ خرقۂ سالوس بر کشیم
اے صوفی آ، کہ مکر کی گدڑی کو اتار دیں
ویں دلق زرق را خط بطلاں بسر کشیم
اور اس مکر کی گدڑی پر، باطل ہونے کا نشان بنا دیں

نذر و فتوح صومعہ در وجہ مے دہیم
عبادت خانے کے چڑھاوے اور نذرانوں کو شراب میں خرچ کر دیں
دلق ریا بآب خرابات بر کشیم
ریا کی گدڑی کو شرابخانہ کے پانی کے عوض اتار ڈالیں

سر قضا کہ در تتق غیب منزوی ست
قضا کا راز جو غیب کے پردے میں گوشہ نشیں ہے
مستانہ اش نقاب ز رخسار بر کشیم
مستانہ وار اس کے رخسار سے نقاب الٹ دیں

بیروں جہیم سرخوش و از بزم مدعی
مست ہو کر نکلیں اور رقیب کی مجلس سے
غارت کنیم بادہ و شاہد ببر کشیم
شراب لوٹ لیں، اور معشوق کو بغل میں لے لیں

کام جہاں برآر کہ بخشد خدا گناہ
دنیا کا مقصد پورا کر لے، اس لیے کہ خدا گناہ بخش دے گا
روزے کہ رخت جاں بجہان دگر کشیم
جس دن جان کا سامان ہم دوسری دنیا میں لے جائیں گے

کو عشوۂ ز ابروئے تو تا چو ماہ نو
تیرے ابرو کی ادا کہاں ہے تاکہ ہلال کی طرح
گوئے سپہر در خم چوگان زر کشیم
آسمان کی گیند کو زریں بلّے کے خم میں لے لیں

فردا اگر نہ روضۂ رضواں بما دہند
کل اگر رضوان کا باغ ہمیں نہیں دیں گے
غلماں ز غرفہ حور ز جنت بدر کشیم
غلمان کو کھڑکی سے، حور کو جنت سے ہم باہر کھینچ لیں گے

حافظ نہ حد ماست چنیں لاف ہا زدن
اے حافظ اس طرح کی لاف زنی کرنا ہماری حد نہیں ہے
پا از گلیم خویش چرا پیشتر کشیم
ہم اپنی چادر سے باہر پیر کیوں نکالیں!

۱ تجھے یقین آئے یا نہ آئے ہم نے سچی بات تجھے بتا دی ہے۔
۲ محبوب کی جانب سے آنے والی ہر مصیبت کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔
۳ محبوب کے قد کو شمشاد درخت سے تشبیہ دینا محبوب کے قد کی توہین ہے۔
۴ میں نے غلطی سے زلف کی خوشبو کو تاتاری مشک کی خوشبو سے تشبیہ دیدی۔
۵ جس طرح سے گل کی شکایت صبا سے کرنے سے گل متاثر نہیں ہوتا ہے
۶ عبادتخانہ میں جو چڑھاوے چڑھائے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ ان کو شراب نوشی میں صرف کر دیا جائے
۷ ہمیں مست ہو کر نکلنا چاہیے اور رقیبوں سے شراب اور معشوق چھین لینا چاہیے۔
۸ دنیا کا عیش اٹھانا چاہیے آخرت میں خدا مددگار ہے۔
۹ اگر جنت میں جانیکا موقع نہ دیں گے تو ہم حور و غلمان کو باہر کھینچ لائیں گے۔
۱۰ پہلے شعروں میں جو لاف زنی کی ہے وہ حافظ کے مرتبے سے اونچی بات ہے ہر شخص کو چادر کے بقدر پیر پھیلانے چاہییں۔

عاشقِ روئے جوانے خوش نوخاستہ ام
میں ایک خوبصورت، نوخیز، جوان کے چہرے کا عاشق ہوں

وز خدا صحبت او را بدعا خواستہ ام
اور میں نے خدا سے دعا کر کے اس کی صحبت مانگی ہے

عاشق و رند و نظر بازم و میگویم فاش
میں عاشق اور رند اور نظر باز ہوں، اور کھلم کھلا کہتا ہوں

تا بدانی کہ بچندیں ہنر آراستہ ام
تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میں اتنے ہنروں سے آراستہ ہوں

شرمم از خرقۂ آلودۂ خود می آید
مجھے اپنی ناپاک گدڑی سے شرم آتی ہے

کہ بہ ہر پارہ دو صد شعبدہ پیراستہ ام
جس کے ہر ٹکڑے کو میں نے دو سو شعبدوں سے آراستہ کیا ہے

خوش بسوز از غمش اے شمع کہ اینک من نیز
اے شمع اس کے غم میں اچھی طرح جل کیونکہ میں بھی

ہمیں کار کمر بستہ و برخاستہ ام
اسی کام پر کربستہ ہوں ہے، اور اٹھا ہوں

با چنیں حیرتم از دست بشد صرفۂ کار
سوم کا فائدہ ایسی حیرت میں میرے ہاتھ سے چلا گیا ہے

در غم افزودہ ام آنچہ از دل و جاں کاستہ ام
جو کچھ میں نے دل اور جان سے گھٹایا ہے غم میں بڑھایا ہے

پاسبانِ حرمِ دل شدہ ام شب ہمہ شب
میں ساری ساری رات دل کے حرم کا پہرہ دیتا ہوں

بو کہ سیرے بکند آں مہِ نا کاستہ ام
ہو سکتا ہے کہ میرا پورا چاند سیر کرنے آجائے

ہمچو حافظ بخرابات روم جامۂ قبا
کپڑوں کو پھاڑ کر حافظ کی طرح میں شراب خانہ میں جاتا ہوں

بو کہ در بر کشد آں دلبرِ نوخاستہ ام
ہو سکتا ہے کہ وہ نوخیز دلبر مجھے بغل میں لے لے

عمریست تا من در طلب ہر روز گامے میزنم
ایک عمر گذر گئی ہے کہ میں ہر روز طلب کے راستہ میں ایک قدم بڑھاتا ہوں

دستِ شفاعت ہر دمے در نیکنامے میزنم
ہر وقت سفارش کا ہاتھ کسی نیک نام تک پہنچاتا ہوں

بے ماہِ مہر افروزِ خود تا بگذرانم روزِ خود
اپنے سورج کو روشن کرنے والے چاند کے بغیر تاکہ اپنے دن گذار لوں

دامے براہے می نہم مرغے بدامے میزنم
راستہ پر ایک جال بچھاتا ہوں، کسی پرندہ کو ایک جال میں پھنسا لیتا ہوں

تا بو کہ یابم آگہی زاں سایۂ سروِ سہی
تاکہ ہو سکتا ہے کہ اس سرو سہی کے سایہ کا پتہ لگالوں

گلبانگِ عشق از ہر طرف بر خوش خرامے میزنم
ہر جانب سے ہر خوش خرام کو عشق کی آواز دیتا ہوں

ہر چند کاں آرام دل دانم نہ بخشد کامِ دل
ہر چند کہ یہ جانتا ہوں کہ وہ دل کا آرام دل کا مقصد پورا نہ کرے گا

نقشِ خیالے میکشم فالِ دوامے میزنم
خیالی نقش بناتا ہوں اور ہمیشگی کی فال نکالتا ہوں

اورنگ کو گلچہر کو نقشِ وفا و مہر کو
اورنگ کہاں ہے گلچہر کہاں، وفا اور مہر کا نقش کہاں ہے؟

حالے من اندر عاشقی دادِ تمامے میزنم
اب تو میں عاشقی میں کمال کی داد دیتا ہوں

دانم سر آید قصہ ام چنداں نماند غصہ ام
میں جانتا ہوں، میرا قصہ ختم ہو گا میرا رنج زیادہ نہ رہیگا

زیں آہ خوں افشاں کہ من ہر صبح و شامے میزنم
اس خون چھڑکنے والی آہ سے جو میں ہر صبح و شام کرتا ہوں

با آنکہ از خود غائبم و ز مے چو حافظ تائبم
باوجودیکہ میں اپنے آپ سے غائب ہوں اور شراب سے حافظ کی طرح تائب ہوں

در مجلسِ روحانیاں گہ گاہ جامے میزنم
روحانی لوگوں کی مجلس میں کبھی کبھی ایک پیالہ پی لیتا ہوں

---

۱ یہ ہماری تمام جز بندیاں ہیں جس کا ہم خلاصہ کر رہے ہیں۔
۲ گدڑی کپڑوں کے ٹکڑے جوڑ کر بنائی جاتی ہے یعنی گدڑی کے ہر پیوند میں شعبدہ بازی ہے۔
۳ دل اور جان جتنی گھٹتی ہے اس کا اسی کے بقدر غم بڑھ جاتا ہے
۴ قبا ڈھیلی ہوتی ہے جامہ کو قبا بنانا یعنی اس کو چاک کرنا۔
۵ محبوب کے وصل کیلئے ہر روز ہم ایک قدم بڑھاتے ہیں اور ہر نیک روح سے سفارش کراتے ہیں۔
۶ ہر حسین کو عشق کی صدا دیتا ہوں شاید اسی طرح کہیں میرا معشوق بھی مل جائے۔
۷ خیالِ وصل سے فال نکالتا ہوں کہ جب عالمِ خیال میں وصل ہو گیا ہے تو اب حقیقتاً بھی وصل ہو جائیگا۔
شاہ اورنگ ایک مشہور عاشق اور گلچہر ایک مشہور معشوق گذری ہے یعنی اگرچہ اب ان کے قصے ختم ہو گئے ہیں لیکن ہم ان کے عشق و محبت کی تکمیل کر رہے ہیں۔

عشقبازی و جوانی و شرابِ لعل فام
عشقبازی، اور جوانی، اور لعل جیسی شراب،

مجلسِ انس و حریفِ ہمدم و شربِ مدام
محبت کی مجلس اور ہمدم دوست، اور دائمی شراب نوشی

ساقیِ شکر دہان و مطربِ شیریں سخن
شیریں دہن ساقی، اور شیریں کلام مطرب

ہمنشینِ نیک کردار و حریفِ نیکنام
نیک کردار ہمنشیں، اور نیکنام دوست

شاہدے در لطف و پاکی رشکِ آبِ زندگی
ایسا معشوق، جو لطافت اور پاکی میں آبِ حیات کے لئے باعثِ رشک ہو

دلبرے در حسن و خوبی غیرتِ ماہِ تمام
ایسا دلبر جو حسن و خوبی میں چودھویں کے چاند کے لئے باعثِ غیرت ہو

بادۂ گلرنگ و تلخ و عذب و خوشخوار و سبک
پھول کے رنگ کی شراب جو کڑوی اور شیریں اور خوشگوار اور ہلکی ہو

نقلے از لعلِ نگار و نقلے از یاقوتِ جام
ایک نقل محبوب کے ہونٹ کا اور ایک نقل جام کے یاقوت کا

بزمگاہے دلنشیں چوں قصرِ فردوسِ بریں
فردوس بریں کے محل کی طرح دلنشین بزمگاہ

گلشنے پیرامنش چوں روضۂ دار السلام
ایسا گلشن، جس کے چاروں طرف جنت جیسے باغیچے ہوں

صف نشینان نیکخواہ و پیشکاران با ادب
نیک خواہ صف نشین ہوں، اور باادب خدمت گار ہوں

دوستداران صاحبِ سر و حریفان دوستکام
راز دار دوست ہوں اور مقصد کو دوست رکھنے والے ساتھی ہوں

غمزۂ ساقی بیغمائے خرد آہختہ تیغ
ساقی کی ادا، عقل کی لوٹ مار پر تلوار سونتے ہوئے ہو

زلفِ دلبر از برائے صیدِ دل گسترده دام
دلبر کی زلف دل کو شکار کرنے کے لئے جال بچھائے ہو

ہر کہ ایں صحبت بجوید خوشدلی بروے حلال
جو شخص ایسی صحبت چاہے، اس پر خوشدلی حلال ہے

وآنکہ ایں عشرت نخواہد زندگی بروے حرام
جو اس قسم کا عیش نہ چاہے اس پر زندگی حرام ہے

نکتہ دانے بذلہ گو چوں حافظِ شیریں سخن
نکتہ داں، اور بذلہ گو شیریں سخن حافظ جیسا ہو

بخشش آموز و جہاں افروز چوں حاجی قوام
بخشش آموز، اور جہاں کو روشن کرنے والا حاجی قوام جیسا ہو

عمریست تا براہِ غمت رو نہادہ ایم
ایک عمر گذر گئی ہے، جب سے ہم نے تیرے غم کے راستہ کا رخ کیا ہے

روی و ریائے خلق بیکسو نہادہ ایم
اور ہم نے مخلوق کے دکھاوے اور ریا کو ایک طرف دھر دیا ہے

ہم جاں بداں دو نرگسِ جادو سپردہ ایم
ہم نے جان کو بھی جادو بھری ان دو آنکھوں کے سپرد کر دیا ہے

ہم دل بداں دو سنبلِ ہندو نہادہ ایم
ہم نے دل کو بھی ان دو کالی زلفوں پر رکھ دیا ہے

ما ملکِ عافیت نہ بلشکر گرفتہ ایم
ہم نے عافیت کے ملک پر لشکر سے قبضہ نہیں کیا ہے

ما تختِ سلطنت نہ ببازو نہادہ ایم
ہم نے سلطنت کا تخت قوتِ بازو سے نہیں بچھایا ہے

در گوشۂ امید چو نظارگانِ ماہ
امید کے گوشہ میں، چاند دیکھنے والوں کی طرح

چشمِ طلب بر آں خمِ ابرو نہادہ ایم
ہم نے طلب کی آنکھ کو اس ابرو کے خم پر لگا دیا ہے

بے بوئے زلفِ تو سرِ سودائی از ملال
تیری زلف کی خوشبو کے بدون، رنج کی وجہ سے دیوانے سر کو

ہمچوں بنفشہ بر سرِ زانو نہادہ ایم
بنفشہ کی طرح، ہم نے گھٹنے پر رکھ دیا ہے

ننہادہ ایم بارِ جہاں بر دلِ ضعیف
دنیا کا بار ہم نے کمزور دل پر نہیں رکھا ہے

وین کار و بار بستہ بیکسو نہادہ ایم
اور اس کاروبار کو باندھ کر ہم نے ایک طرف دھر دیا ہے

---

۱ یہ پوری غزل قطعہ بند ہے اور مضمون مسلسل ہے یعنی ان خوبیوں کی مجلس کا جو شخص خواہشمند نہ ہو اس پر خوشدلی حرام ہے۔

۲ آبِ زندگی، آبِ حیات، ماہِ تمام، چودھویں کا چاند

۳ نقل اس چیز کو کہا جاتا ہے جو شراب کے ساتھ کھائی جاتی ہے۔

۴ اس شعر پر آ کر غزل کا مضمون مکمل ہوا ہے۔

۵ حاجی قوام، ابو اسحاق بادشاہ کا وزیر تھا اس نے خواجہ صاحب کے لئے ایک مدرسہ تعمیر کرایا تھا جس میں خواجہ صاحب فقہ اور تفسیر کا درس دیا کرتے تھے۔

۶ جان آنکھوں کو دیدی ہے دل زلفوں کو، ہندو یعنی سیاہ مستعمل ہوتا ہے۔

۷ عافیت کا ملک اور اس کی سلطنت کا تخت لشکر اور قوتِ بازو سے حاصل نہیں ہوتا ہے۔

۸ بنفشہ کے بارے میں یہ تصور ہے کہ وہ رنج میں سر نیچے کو ڈالے ہوئے ہے۔

۹ دنیا کے غموں سے ہم فارغ البال ہیں۔

تا سحر چشمِ یار چہ بازی کند کہ باز
دیکھیے یار کی آنکھ کا جادو کیا کھیل دکھاتا ہے اس لئے کہ پھر
بنیاد بر کرشمۂ جادو نہادہ ایم
ہم نے جادو کے کرشمہ پر، بنیاد رکھی ہے

طاق و رواقِ مدرسہ و قیل و قالِ فضل
مدرسہ کا طاق، اور چھت، اور بزرگی کی قیل و قال
زنہا بخاکِ کوئے تو ماڑو نہادہ ایم
ان کو چھوڑ کر ہم نے تیرے کوچہ کی خاک کا رخ کیا ہے

عمرے گذشت و ما بامیدِ اشارتے
ایک عمر گزر گئی ہے اور ہم نے ایک اشارے کی امید پہ
چشمے بداں دو نرگسِ جادو نہادہ ایم
جادو بھری ان دو آنکھوں پر، آنکھ رکھی ہے

ناموسِ چند سالۂ اجدادِ نیکنام
نیکنام باپ، دادا کی سالہا سال کی آبرو کو
در راہِ جام و ساقیِ مہرو نہادہ ایم
ہم نے جام اور چاند جیسے چہرہ والے ساقی کے راستہ میں رکھ دیا ہے

ہشیار و عاقلیم کہ بر دست و پائے دل
ہم ہوشیار اور عقلمند ہیں کہ دل کے ہاتھ، اور پاؤں پر
زنجیر و بندزاں خمِ گیسو نہادہ ایم
اس زلف کے خم کی زنجیر، اور بیڑی ڈال دی ہے

اے دل بعیش کوش کہ ما نقدِ عقل و ہوش
اے دل عیش کی کوشش کر اس لیے کہ ہم نے عقل اور ہوش کے نقد کو
در راہِ یارِ سلسلہ گیسو نہادہ ایم
دراز گیسو والے یار کی راہ میں ڈال دیا ہے

فرما اشارتے کہ دو چشمِ امیدوار
کوئی اشارہ کر، اس لیے کہ ہم نے دو امیدوار آنکھوں کو تیرے
پیوستہ بر دو گوشۂ ابرو نہادہ ایم
ابرو کے دونوں گوشوں پر، لگا رکھا ہے

گفتی کہ حافظا دلِ سرگشتہ ات کجاست
تو نے کہا کہ اے حافظ! تیرا دیوانہ دل کہاں ہے؟
در حلقہ ہائے آں خمِ گیسو نہادہ ایم
ہم نے اس خم گیسو کے حلقوں میں رکھا ہے

غمِ زمانہ کہ ہیچش کراں نمی بینم
زمانہ کا غم جس کا میں کوئی کنارہ نہیں دیکھتا ہوں
دواش جز مئے چوں ارغواں نمی بینم
میں اس کی دوا ارغوانی شراب کے سوا نہیں دیکھتا ہوں

نشانِ مردِ خدا عاشقی ست باخود آئی
مردِ خدا کی پہچان، عاشقی ہے، ہوش میں آ
کہ در مشائخِ شہر ایں نشاں نمی بینم
اس لیے کہ شہر کے بزرگوں میں، میں یہ علامت نہیں دیکھتا ہوں

دریں خمار کسم جرعۂ نمی بخشد
اس خمار میں کوئی مجھے ایک گھونٹ نہیں بخشتا ہے
ببیں کہ اہلِ دلے در جہاں نمی بینم
دیکھ، میں دنیا میں کوئی صاحبِ دل نہیں دیکھتا ہوں

ز آفتابِ قدح ارتفاعِ عیش بگیر
پیالہ کے آفتاب سے، عیش کی بلندی حاصل کر
چرا کہ طالعِ وقت آنچناں نمی بینم
اس لیے کہ وقت کا ستارہ میں ایسا نہیں دیکھتا ہوں

نشانِ موئے میانش کہ دل درو بستم
اس کی کمر کے بال کا پتہ جس میں میں نے دل باندھا ہے
زمن مپرس کہ خود درمیاں نمی بینم
مجھ سے نہ پوچھو اس لیے کہ میں خود اس کو نہیں دیکھتا ہوں

بریں دو دیدۂ حیرانِ من ہزار افسوس
میری ان دو حیران آنکھوں پر ہزاروں افسوس ہیں
کہ با دو آئنہ رویش عیاں نمی بینم
کہ دو آئینوں کے ہوتے ہوئے اس کے چہرہ کو صاف نہیں دیکھتا ہوں

قدِ تو تا بشد از جوئبارِ دیدۂ من
میری آنکھ کی نہر سے جب سے تیرا قد غائب ہوا ہے
بجائے سرو جز آبِ رواں نمی بینم
سرو کی جگہ، سوائے جاری پانی کے میں نہیں دیکھتا ہوں

۱؎ ظاہری قیل و قال کو ترک کر کے اب ہم کوئے یار کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔
۲؎ ہم نے اپنی نسلی عزت کو جو سالہا سال میں حاصل ہوئی تھی جام و ساقی پر قربان کر دیا ہے۔
۳؎ پہلے مصرعہ میں سوال ہے دوسرے مصرع میں اس کا جواب۔
۴؎ کہا تنہا غم کا علاج سرخ شراب ہی ہے۔
۵؎ جس میں عشق نہیں وہ مردِ خدا نہیں ہے اور اس چیز سے تمام مشائخ وقت خالی ہیں۔
۶؎ محبوب کی کمر کو معدوم فرض کیا جاتا ہے۔
۷؎ آنکھ کے دو آئینے موجود ہیں لیکن ہم محبوب کے چہرے کو صاف طور پر نہیں دیکھ سکتے۔

ترکِ صحبتِ پیرِ مغاں نخواہم گفت
پیرِ مغاں کی صحبت کے ترک کرنے کو نہ کہوں گا

چرا کہ مصلحتِ خود در آں نمی بینم
اس لیے کہ اپنی مصلحت میں اس میں نہیں دیکھتا ہوں

منِ ؎۱ و سفینۂ حافظ کہ جز دریں دریا
میں ہوں اور حافظ کا دیوان، اس لیے کہ اس سمندر کے سوا

بضاعتِ سخنِ دُر فشاں نمی بینم
موتی برسانے والے کلام کا سرمایہ میں نہیں دیکھتا ہوں

فاش میگویم و از گفتۂ خود دلشادم
کھلم کھلا کہتا ہوں، اور اپنے کہے سے خوش ہوں

بندۂ عشقم و از ہر دو جہاں آزادم
میں عشق کا بندہ ہوں، اور دونوں جہان سے آزاد ہوں

طائرِ گلشنِ قدسم چہ دہم شرحِ فراق ؎۲
میں پاک باغ کا پرندہ ہوں، فراق کی تشریح کیا کروں؟

کہ دریں دامگہِ حادثہ چوں افتادم
کہ اس حادثہ کے جال کی جگہ میں، کس طرح پھنس گیا ہوں

من ملک بودم و فردوسِ بریں جایم بود ؎۳
میں فرشتہ تھا، اور فردوس بریں میرا مقام تھا

آدم آورد دریں دیرِ خراب آبادم
اس خراب آباد، مندر میں، مجھے آدم لے آئے

سایۂ طوبیٰ و دلجوئیِ حور و لبِ حوض
طوبیٰ کا سایہ، اور حور کی دل جوئی، اور حوض کا کنارہ

بہوائے سرِ کوئے تو برفت از یادم
تیرے کوچہ کی محبت میں میری یاد سے نکل گئے

نیست بر لوحِ دلم جز الفِ قامتِ یار ؎۴
میرے دل کی تختی پر یار کے قد کے الف کے سوا کچھ نہیں

چہ کنم حرفِ دگر یاد نداد اُستادم
کیا کروں استاد نے، مجھے دوسرا حرف یاد نہیں کرایا

کوکبِ بختِ مرا ہیچ منجم نشناخت
میرے نصیب کے ستارے کو کسی نجومی نے نہ پہچانا

یارب از مادرِ گیتی بچہ طالع زادم
اے خدا میں دنیا کی ماں سے کس ستارے کے ساتھ پیدا ہوا ہوں؟

تا شُدم حلقہ بگوشِ درِ میخانۂ عشق ؎۵
جب سے میں عشق کے میخانہ کا حلقہ بگوش بنا ہوں

ہر دم آید غمے از تو بمبارک بادم
ہر وقت تیرا ایک غم مجھے مبارکباد دینے آتا ہے

گر خورد خونِ دلم مردمکِ دیدہ رواست
اگر آنکھ کی پُتلی میرے دل کا خون پیے تو مناسب ہے

کہ چرا دل بجگر گوشۂ مردم دادم
کہ میں نے کیوں انسان کے جگر گوشہ کو دل دیا ہے؟

پاک کن چہرۂ حافظ بسرِ زلف ز اشک ؎۶
زلف سے حافظ کے چہرے کو آنسوؤں سے صاف کر دے

ورنہ ایں سیلِ دمادم بکند بنیادم
ورنہ یہ مسلسل سیلاب میری بنیاد اکھاڑ دے گا

فتویِٰ پیرِ مغاں دارم و عہدیست قدیم
میرے پاس پیرِ مغاں کا فتویٰ ہے اور قدیم دستور ہے

کہ حرام ست مے آنرا کہ نہ یارست و ندیم ؎۷
کہ شراب اس کے لیے حرام ہے جس کا کوئی یار ہو نہ ساتھی

چاک خواہم زدن ایں دلقِ ریائی چہ کنم
ریا کی اس گدڑی کو پھاڑنا چاہتا ہوں کیا کروں؟

روح را صحبتِ ناجنس عذابیست الیم ؎۸
ناجنس کی صحبت روح کے لئے درد ناک عذاب ہے

تا مگر جرعہ فشاند لبِ جاناں بر من
تاکہ شاید معشوق کا ہونٹ مجھ پر ایک گھونٹ چھڑک دے

سالہا زاں شدہ ام بر درِ میخانہ مقیم ؎۹
اسی وجہ سے میں سالوں سے میخانہ کے در پر مقیم ہوں

؎۱ حافظ کے دیوان کے علاوہ کوئی دیوان معانی سے پُر نہیں ہے۔
؎۲ ہمارا تعلق عالمِ قدس سے تھا ہم اس دنیا میں کیسے پھنسے یہ بتانا مشکل ہے
؎۳ حضرت آدم کی لغزش ہمارے دنیا میں پھنسنے کا سبب بنی ورنہ جنت میں مقیم رہتے۔
؎۴ محبوب کے قد کو الف سے تشبیہ دی جاتی ہے عشق کے استاد نے ہمیں حرف الف تک ہی سبق دیا ہے
؎۵ عشق کا غلام بننے سے ہمیں مصیبتوں نے گھیر لیا ہے۔
؎۶ اگر حافظ کے آنسو زلف کے ذریعہ تو نہ پونچھے گا وہ روتے روتے اپنے آپ کو تباہ کر لیگا۔
؎۷ دوست اور شریک مجلس کے بغیر شراب پینا ناجائز ہے۔
؎۸ ناجنس سے ریا کی گدڑی مراد ہے۔
؎۹ ہم صدیوں سے شراب خانہ کے دروازے پر اس امید سے مقیم ہیں کہ شاید وہ اپنے لب کا ایک گھونٹ ہمیں پلا دے۔

مگرش صحبتِ دیرینِ من از یاد برفت
شاید میری پرانی دوستی وہ بھول گیا ہے

اے نسیمِ سحری یاد دہش عہدِ قدیم
اے صبح کی نسیم! اس کو پرانا زمانہ یاد دلا دے

بعدِ صد سال اگر بر سرِ خاکم گذری
سو سال بعد بھی اگر تو میری خاک پر سے گزرے گا

سر بر آرد زِ گِلم رقص کناں عظمِ رمیم
تو پرانی ہڈی ناچتی ہوئی میری مٹی سے سر نکالے گی

فکرِ بہبودِ خود اے دل زدرِ دیگر کن
اے دل اپنی بھلائی کی فکر دوسرے دروازے سے کر

دردِ عاشق نشود بہ ز مداوائے حکیم
عاشق کا درد حکیم کی دوا سے اچھا نہیں ہوتا ہے

گوہرِ معرفت اندوز کہ با خود ببری
معرفت کے موتی جمع کر تاکہ اپنے ساتھ لیجائے

کہ نصیبِ دگرانست نصابِ زر و سیم
کیونکہ چاندی اور سونے کی مقدار دوسروں کا حصہ ہے

دام سخت است مگر یار شود لطفِ خدا
جال سخت ہے، شاید خدا کی مہربانی یاری کرے

ورنہ آدم نبرد صرفہ ز شیطانِ رجیم
ورنہ انسان مردود شیطان سے بازی نہیں جیت سکتا

غنچہ گو تنگدل از کارِ فروبستہ مباش
غنچہ سے کہدو، بند کام سے تنگدل نہ ہو

کز دمِ صبح مدد یابی و انفاسِ نسیم
اسلئے کہ صبح کے دم اور نسیم کے جھونکے سے تو مدد پائیگا

دلبر از ما بصد امید گرفت اول دل
معشوق نے پہلے تو امیدیں دلا کر ہم سے دل لے لیا

ظاہراً عہد فراموش نکند خلقِ کریم
بظاہر اس کا اچھا اخلاق عہد کو فراموش نہ کرے گا

حافظ ار سیم و زرت نیست برو شاکر باش
اے حافظ! اگر تیرے پاس سونا چاندی نہیں ہے، جا شکر کر

چہ بہ از دولتِ لطفِ سخن و طبعِ سلیم
کلام کی پاکیزگی اور طبعِ سلیم کی دولت سے بڑھ کر کیا ہوگا

گو فرصتے کہ خدمتِ پیرِ مغاں کنم
موقع کہاں ہے کہ میں پیرِ مغاں کی خدمت کروں!

و ز پندِ پیر دولتِ خود را جواں کنم
اور شفیق کی نصیحت سے اپنے نصیب کو جوان کروں

من سالہا مجاورِ میخانہ بودہ ام
میں سالوں سے میخانہ کا مجاور رہا ہوں

باقیش ہم بخدمتِ آں آستاں کنم
باقی عمر بھی اس چوکھٹ کی خدمت کروں گا

دی شیشہ دید با من و بشکست محتسب
کل محتسب نے میرے پاس بوتل دیکھ لی اور توڑ دی

امروز زیرِ دلق ملمع نہاں کنم
آج شیخ کی گدڑی کے نیچے، چھپا لوں گا

منکر رسید تا شکند شیشۂ شراب
منکر پہنچ گیا تاکہ شراب کی بوتل کو توڑ دے

تدبیر امن از و تو مکن من چناں کنم
تو اس سے بچاؤ کی تدبیر کر، میں ویسا ہی کروں گا

شیخم بگوش گفت حرام است مے مخور
شیخ نے میرے کان میں کہا کہ شراب نہ پی، حرام ہے

گفتم بچشم ہر چہ تو گوئی ہماں کنم
میں نے کہدیا، بسروچشم، جو تو کہے گا میں وہی کروں گا

حافظ مکن فرار ز جورِ رقیب سگ
اے حافظ رقیب کتے کے ظلم سے نہ بھاگ

کاندر پناہِ یار ترا در اماں کنم
اس لیے کہ میں یار کی پناہ میں تجھے امن دے دوں گا

سے قدیم دوستی کا خیال کر اور ہمیں ہجر میں مبتلا نہ کر۔
سے شعر سے شعر

سے معرفت، قلندری ساتھ جائیگی چاندی سونا دنیا میں پڑا رہ جائیگا

سے عاشق کو اپنی ناکامیوں پر ملے گرفتہ دل نہ ہونا چاہیے انجام کار وصل حاصل ہوجائے گا

سے سالوں سے شراب خانہ کا مجاور ہوں تقیہ دنگی کیسی ہی حالت میں ساتھوں گا۔

سے جیسا کہ پہلے شعر کے دوسرے مصرع میں کہا ہے یعنی گدڑی کے نیچے بوتل چھپا لوں گا۔

سے یعنی جھگڑا ختم کرنے کے لیے میں نے کہدیا کہ آپ کے فرمانے کی تعمیل کروں گا۔

گر ازیں منزلِ غربت بسوئے خانہ روم
اگر اس سفر کی مصیبت سے گھر کی طرف جاؤں گا

نذر کردم کہ ہم از راہ بمیخانہ روم
تو میں نے منت مانی کہ راستہ ہی سے شرابخانہ جاؤں گا

زیں سفر گر بسلامت بوطن باز رسم
اگر میں اس سفر سے خیریت سے گھر واپس پہونچ جاؤں گا

دگر آنجا کہ روم عاقل و فرزانہ روم
پھر جہاں بھی جاؤں گا عقلمند اور دانا بن کر جاؤں گا

تا بگویم کہ چہ کشفم شد ازیں سیرِ سلوک
تاکہ بتاؤں کہ اس سلوک کی سیر میں مجھ پر کیا کشف ہوا

بدرِ میکدہ با بربط و پیمانہ روم
شراب خانہ کے دروازہ پر سارنگی اور پیمانہ لیکر جاؤں گا

آشنایانِ رہِ عشق گرم خوں بخورند
عشق کے راستے کے دوست اگر میرا خون بھی پییں

کافرم گر بشکایت برِ بیگانہ روم
میں کافر ہوں، اگر غیر کے پاس شکایت لیکر جاؤں

بعد ازیں دستِ من و زلفِ چو زنجیرِ نگار
اس کے بعد میرا ہاتھ ہوگا اور محبوب کی زنجیر جیسی زلف

تا بکے از پئے کامِ دلِ دیوانہ روم
دیوانے دل کے مقصد کے پیچھے کب تک دوڑوں

گر ببینم خمِ ابروئے چو محرابش باز
اس کے محراب جیسے ابرو کے خم کو اگر میں پھر دیکھوں

سجدۂ شکر کنم در پئے شکرانہ روم
شکر کا سجدہ کروں گا اور شکرانہ ادا کرنے جاؤں گا

خرم آں دم کہ چو حافظ بتولائے وزیر
وہ وقت مبارک ہو کہ وزیر کی دوستی کے بدولت حافظ کی طرح

سرخوش از میکدہ با دوست بکاشانہ روم
میکدے سے مست ہوکر دوست کے ساتھ گھر جاؤں گا

گرچہ از آتشِ دل چوں خمِ مے در جوشم
اگرچہ دل کی آگ سے میں شراب کے مٹکے کی طرح جوش میں ہوں

مُہر بر لب زدہ خوں میخورم و خاموشم
ہونٹ پر مہر لگائے ہوئے خون پی رہا ہوں اور خاموش ہوں

قصدِ جان ست طمع در لبِ جاناں کردن
معشوق کے ہونٹ کی تمنا کرنا، جان کو ہلاک کرنا ہے

تو مرا بیں کہ دریں کار بجاں میکوشم
تو مجھے دیکھ کہ اس کام میں جان سے کوشاں ہوں

من کے آزاد شوم از غمِ دل چوں ہر دم
میں دل کے غم سے کب آزاد ہو سکتا ہوں جبکہ ہر دم

ہندوئے زلفِ بتے حلقہ کند در گوشم
کسی معشوق کی کالی زلف مجھے حلقہ بگوش بناتی ہے

حاش للہ کہ نیَم معتقدِ طاعتِ خویش
حاشا للہ، میں اپنی اطاعت کا معتقد نہیں ہوں

ایں قدر ہست کہ گہ گہ قدحے می نوشم
اتنا تو ہے کہ کبھی کبھی کوئی پیالہ پی لیتا ہوں

ہست امیدم کہ علی الرغمِ عدو روزِ جزا
مجھے امید ہے کہ دشمن کے علی الرغم، قیامت کے دن

فیضِ عفوش ننہد بارِ گنہ بر دوشم
اس کے عفو کا فیض، گناہ کا بوجھ میرے کندھے پر نہ دھرے گا

پدرم روضۂ رضواں بدو گندم بفروخت
میرے باپ نے بہشت دو گیہوں میں بیچ ڈالی

ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم
میں ناخلف ہوں گا، اگر ایک جو میں نہ بیچوں گا

خرقہ پوشیِ من از غایتِ دینداری نیست
میری خرقہ پوشی انتہائی دینداری کی وجہ سے نہیں ہے

پردۂ بر سرِ صد عیبِ نہاں میپوشم
سو چھپے عیبوں پر ایک پردہ ڈالتا ہوں

من نخواہم کہ ننوشم بجز از راوقِ خم
میں نہیں چاہتا کہ مٹکے کی صاف کی ہوئی شراب کے سوا پیوں

چہ کنم گر سخنِ پیرِ مغاں ننیوشم
کیا کروں، پیر مغاں کے کہنے سے پیتا ہوں

ے قدرت میں شراب نوشی کرکے ہوشیار ہوں گا۔
ے جب سارنگی اور پیمانہ ہوگا تب وہ مکاشفے بیان کیے جا سکیں گے۔
ے ہم ابرو کی خوبی تب سجدہ شکر ادا کرنے کے لیے جاؤں گا۔
ے دل میں اگرچہ جوش ہے لیکن ہم بالکل خاموش ہیں۔
ے محبوب کے لب کی تمنا کرنا ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔
ے صرف یہی معمولی سی طاعت ہے کہ کبھی کبھی قدرے نوشی کرلیتا ہوں۔
ے حضرت آدم گیہوں کی بدولت جنت سے نکلے تو گویا جنت گیہوں کے بدلے فروخت کردیا۔
ے ہم تو صاف چھنی ہوئی شراب پینا چاہتے تب بھی پیر مغاں کے کہنے سے تلچھٹ پیتے ہیں۔

گر ازیں دست زند مطرب مجلس رہ عشق
اگر مجھ کو مطرب اسی طریقہ پر نغمۂ عشق سنائے گا

شعر حافظ بر د وقت سماع از ہوشم
حافظ کے شعر سماع کے وقت مجھے بیہوش کر دیں گے

گرچہ افتاد ز زلفش گرہے در کارم
اگرچہ میرے کام میں اس کی زلف کی وجہ سے گرہ پڑ گئی ہے

ہمچناں چشم گشاد از کرمش میدارم
میں اسی طرح سے اس کے کرم کا امیدوار ہوں

بطرب حمل مکن سرخی رویم کہ چو جام
میرے چہرے کی سرخی کو خوشی پر محمول نہ کر اس لئے کہ جام کی طرح

خون دل عکس بروں میدہد از رخسارم
میرے رخساروں سے دل کا خون جھلک رہا ہے

پردۂ مطربم از دست بروں خواہد برد
مطرب کا پردہ مجھے بے قابو کر دے گا

آہ اگر زانکہ در آں پردہ نباشد بارم
افسوس ہوگا، اگر اس پردے میں مجھے باریابی نہ ہوئی

منم آں شاعر ساحر کہ ز افسون سخن
میں وہ جادو نگار شاعر ہوں کہ کلام کے جادو کی وجہ سے

از نے کلک ہمہ شہد و شکر میبارم
قلم کی نے سے تمام تر شہد و شکر برساتا ہوں

بصد امید نہادیم دریں بادیہ پائے
سو امیدوں کے ساتھ ہم نے اس جنگل میں پیر رکھا

اے دلیل دل گم گشتہ فرو مگذارم
اے گم شدہ دل کے رہبر مجھے چھوڑ نہ دینا

چوں نشد در گذر باد نمی یارم دید
جبکہ اس کو ہوا کی گذرگاہ میں بھی نہیں دیکھ سکتا ہوں

با کہ گویم کہ بگوید سخنے با یارم
کس سے کہوں کہ میرے دوست سے کوئی بات کہہ دے

دیدۂ بخت بافسانۂ او شد در خواب
اس کے افسانے سے نصیب کی آنکھ سو گئی

کو نسیمے ز عنایت کہ کند بیدارم
مہربانی کی نسیم کہاں ہے جو مجھے جگا دے

یعلم اللہ کہ خیالے ز تنم بیش نماند
خدا جانتا ہے میرا بدن ایک خیال سے زیادہ نہیں رہا ہے

بلکہ آں نیز خیالست کہ می پندارم
بلکہ جو کچھ میں سمجھ رہا ہوں، یہ بھی ایک خیال ہے

پاسبان حرم دل شدہ ام شب ہمہ شب
میں تمام رات دل کے حرم کا چوکیدار رہا ہوں

تا دریں پردہ جز اندیشۂ او نگذارم
تاکہ اس پردے میں اس کے خیال کے سوا کسی کو نہ چھوڑوں

دوش میگفت کہ حافظ ہمہ رویست و ریا
کل وہ کہتا تھا کہ حافظ بالکل ڈھونگ دکھاوا ہے

بجز از خاک درت با کہ بگو رو آرم
تو بتا کہ تیرے در کی خاک کے سوا اور میں کس طرف رخ کروں

گرچہ ما بندگان پادشہیم
اگرچہ ہم بادشاہ کے غلام ہیں

پادشاہان ملک صبحگہیم
صبح کے وقت کے ملک کے بادشاہ ہیں

گنج در آستین و کیسہ تہی
خزانہ آستین میں ہے اور تھیلی خالی ہے

جام گیتی نما و خاک رہیم
ہم جام جہاں نما ہیں اور راہ کی خاک ہیں

ہوشیار حضور و مست غرور
ہم حضور کے ہوشیار ہیں اور غرور کے مست ہیں

بحر توحید و غرقۂ گنہیم
توحید کے سمندر ہیں، اور گناہ میں غرق ہیں

۱ اگرچہ زلف کی بدولت ہمارے تمام کاموں میں گرہیں لگ گئی ہیں لیکن پھر بھی ہم کرم کے امیدوار ہیں۔

۲ چہرے کی سرخی کو میری مستی کی وجہ سے نہ سمجھو بلکہ دل کا خون ہے جو رخسار میں جھلک رہا ہے۔

۳ میں جادو بیان شاعر ہوں میرے کلام سے شہد و شکر ٹپکتا ہے۔

۴ جب اس کو سر راہ بھی نہیں دیکھ سکتے تو اس تک اپنا پیغام کیسے پہونچائیں۔

۵ اس کا افسانہ سنتے سنتے میرا نصیب سو گیا اب اس کی عنایت کی نسیم ہی اس کو بیدار کر سکے گی۔

۶ اتنا لاغر ہو گیا ہوں کہ میرا جسم محض خیال ہے اور یہ بھی میرا خیال ہے ورنہ ہو سکتا ہے کہ بالکل معدوم ہو گیا ہو۔

۷ صبح کے وقت ہمیں روحانی بادشاہی حاصل ہوتی ہے۔

۸ چونکہ ہمیں شہود اور حضور حاصل ہے اس لئے ہم بحر توحید ہیں اور چونکہ ہم دنیا میں بھی مصروف ہیں اس لئے گنہگار بھی۔

شاہدِ بخت چوں کرشمہ کند — ماش آئینہ رخ چو مہیم
نصیبہ کا معشوق، جب ادا دکھائے — ہم اس کے چاند جیسے چہرے کا آئینہ ہیں

شاہ بیدار بخت را ہر شب — ما نگہبانِ افسر و کلہیم
بیدار بخت، بادشاہ کے لئے ہر شب — ہم تاج، اور کلاہ کے نگہبان ہیں

گو غنیمت شمار صحبتِ ما — کہ تو در خواب و ما بدیدہ گہیم
کہدو، ہماری صحبت کو غنیمت سمجھے — کہ تو سویا ہے اور ہم پہرہ داری کی جگہ میں ہیں

شاہ منصور واقف ست کہ ما — روئے ہمت بہر کجا کہ نہیم
شاہ منصور واقف ہے کہ ہم — جس طرف بھی باطنی توجہ کرتے ہیں

دشمناں را ز خوں کفن سازیم — دوستاں را قبائے فتح دہیم
دشمنوں کا خون سے کفن تیار کردیتے ہیں — دوستوں کو فتح کی قبا دیتے ہیں

رنگِ تزویر پیشِ ما نبود — شیرِ سرخیم و افعیِ سیہیم
دھوکے کا رنگ، ہمارے پیش نظر نہیں ہوتا — ہم سرخ شیر، اور سیاہ سانپ ہیں

وامِ حافظ بگو کہ باز دہند
کہو کہ حافظ کا قرض ادا کردیں

کردۂ اعتراف و ما گوہیم
تو نے اقرار کیا ہے، اور ہم گواہ ہیں

گر دست دہد خاکِ کفِ پائے نگارم — بر لوحِ بصر خطِ غباری بنگارم
اگر معشوق کے پیر کی خاک، میرے ہاتھ لگ جائے — بینائی کی تختی پر، غبار کا خط لکھوں

پروانۂ او گر برسد در طلبِ جاں — چوں شمع ہماندم بدمے جاں بسپارم
اگر جان کی طلبی کے لئے اس کا پروانہ آجائے — شمع کی طرح اسی وقت ایک دم میں جان دیدوں

گر قلبِ دلم را ننہد دوست عیارے — من نقدِ رواں در دمش از دیدہ ببارم
اگر معشوق میرے دل کے کھوٹے سکہ کو قیمتی نہ سمجھے — فوراً اس کے سامنے چالو سکہ، آنکھوں سے برسا دوں

دامن مفشاں بر منِ خاکی کہ پس از مرگ — زیں در نتواند کہ برد باد غبارم
مجھ خاکی سے دامن نہ جھاڑ اس لئے کہ مرنے کے بعد بھی — اس در سے ہوا میرے غبار کو نہ لیجا سکے گی

از بوئے کنارِ تو شدم غرقۂ امید — از موجِ سرشکم کہ رساند بکنارم
تیرے پہلو کی خوشبو میں، میں امید میں ڈوب گیا ہوں — میرے آنسوؤں کی موج سے مجھے کنارے پر کون لگائے گا

زلفینِ سیاہِ تو بدلداریِ عشاق — دادند قرارے و بردند قرارم
تیری دونوں کالی زلفوں نے، عشاق کی دلداری کا اقرار کیا، اور میرے قرار کو لے گئیں

امروز مکش سر ز وفائے من و اندیش — زاں شب کہ من از غم بدعا دست برآرم
آج میری وفا سے سرکشی نہ کر، اور اندیشہ کر — اس رات سے کہ میں غم کی وجہ سے دعا کیلئے ہاتھ اٹھاؤں

اے ساقی ازاں بادہ یکے جرعہ بیاور — کاں بوئے شفا میدہد از رنجِ خمارم
اے ساقی اس شراب کا ایک گھونٹ لادے — جو خمار کے رنج سے مجھکو شفا کی امید دلادے

ے شاید بیدار بخت سے مراد شاہ منصور ہے جو کہ شاہ یحییٰ کو شکست دیکر شیراز کا بادشاہ بنا تھا اس بادشاہ کا کئی غزلوں میں خواجہ صاحب نے ذکر کیا ہے۔
ے یہ شعر قطعہ بند ہے اگلے شعر سے ملکر اس کا مضمون مکمل ہوتا ہے۔
ے یہ ہم شاہ منصور کے مخلص ہیں ہم دوغلے نہیں ہیں۔
ے صلہ کا لطیف تقاضا ہے یعنی شاہ خود ہمارے قرض کا اقراری ہے۔
ے خطِ غبار، ایک قسم کی تحریر کا نام ہے جس میں دو ہری لائنوں سے حروف بنائے جاتے ہیں اور ان میں باریک باریک نقطے یا کوئی باریک تحریر بھری جاتی ہے۔
ے اگر جالا کھوٹا دل محبوب کو پسند نہیں ہے تو ہم آنسوؤں کا خالص سکہ اس کو دینگے
ے تیری زلفوں نے عاشقوں کی دلداری کا وعدہ کیا لیکن میرے دل سے رہا سہا قرار بھی اڑا دیا اور اسکو بیقرار کر دیا۔
ے مظلوم کی بددعا اثر کرتی ہے۔ شعر دوم

حافظ لبِ لعلش چو مرا جانِ عزیز ست
اے حافظ! اس کا لعل جیسا ہونٹ جب مجھے جان کی طرح پیارا ہے

عمرے بود آں لحظہ کہ جاں را بلب آرم
وہ تھوڑا سا وقت ایک عمر ہوگا کہ جان کو ہونٹوں پر لاؤں گا

گر دست رسد در خمِ زلفینِ تو بازم
اگر تیری دو زلفوں کے خم میں میرا ہاتھ پہنچ جائے

چوں گوئے چہ سرہا کہ بچوگانِ تو بازم
بہت سے سر ہوں گے جن کو گیند کی طرح تیرے بلّے سے کھیلوں گا

زلفِ تو مرا عمرِ عزیز ست و لے نیست
تیری زلف میری عمر عزیز ہے، لیکن نہیں ہے

در دست سرِ موئے از آں زلفِ درازم
میرے ہاتھ میں اس دراز زلف کا ایک بال

پروانۂ راحت بدہ اے شمع کہ امشب
اے شمع! راحت کا پروانہ دیدے اس لیے کہ آج کی رات

از آتشِ دل پیشِ تو چوں شمع گدازم
دل کی گرمی سے میں تیرے سامنے شمع کی طرح پگھل رہا ہوں

چوں نیست نمازِ منِ آلودہ نمازے
چونکہ مجھ گنہگار کی نماز، کوئی نماز نہیں ہے

در میکدہ زاں کم نشود سوز و گدازم
اس کی وجہ سے میکدہ میں میرا سوز و گداز کم نہیں ہوتا ہے

در مسجد و میخانہ خیالت اگر آید
مسجد اور میخانہ میں اگر تیرا خیال آئے

محراب و کمانچہ زدو ابروئے تو سازم
تو تیرے دو ابرو کو کمانچہ اور محراب بناؤں

گر خلوتِ ما را شبے از رخ بفروزی
اگر کسی رات تو ہماری خلوت کو رخ سے روشن کردے

چوں صبح در آفاقِ جہاں سر بفرازم
میں صبح کی طرح دنیا کے اطراف میں سربلند ہو جاؤں

آندم کہ بیک خندہ دہم جاں چو صراحی
جب صراحی کی طرح میں ایک قہقہہ میں جان دیدوں تو

مستانِ تو خواہم کہ گزارند نمازم
میں چاہتا ہوں کہ تیرے مست میری نماز پڑھیں

محمود بود عاقبتِ کار دریں راہ
اس راہ میں انجام کار قابل تعریف ہوگا

در سر برود در سرِ سودائے ایازم
خواہ ایاز کے عشق میں، میرا سر چلا جائے

حافظ غمِ دل با کہ بگویم کہ دریں دور
اے حافظ! دل کا غم کس سے کہوں اس لیے کہ اس زمانہ میں

جز جام نشاید کہ بود محرمِ رازم
جام کے سوا کوئی اس کے لائق نہیں ہے کہ میرا محرم راز بنے

گر من از سرزنشِ مدعیاں اندیشم
اگر رقیبوں کی جھڑکی سے، میں ڈر جاؤں

شیوۂ مستی و رندی نرود از پیشم
مجھ سے مستی، اور رندی کا شیوہ پورا نہ ہوگا

زاہدِ رنداں نو آموختہ راہے بدہ است
نوآموز رندوں کا زاہد، گاؤں تک پہونچا ہوا راستہ ہے

منکہ بدنامِ جہانم چہ صلاح اندیشم
میں جو کہ دنیا میں بدنام ہوں، نیکی کی کیا سوچوں؟

شاہِ شوریدہ سراں خواں منِ بے ساماں را
مجھ بے سامان کو، دیوانوں کا سردار کہہ

زانکہ در کم خردی از ہمہ عالم بیشم
اس لیے کہ کم عقلی میں تمام دنیا سے بڑھا ہوا ہوں

بر جبیں نقش کن از خونِ دلِ من خالے
پیشانی پر میرے خون دل کا قشقہ کھینچ

تا بدانند کہ قربانِ تو کافر کیشم
تاکہ لوگ جان جائیں کہ میں تجھ کافر پر قربان ہوں

ے تیری زلف میری زندگی ہے لیکن اس کا ایک بال بھی میرے ہاتھ میں نہ آیا۔

ے چونکہ ہماری نماز صحیح نماز نہیں ہے اسلئے میکدہ میں ہی سوز و گداز پیدا ہوتا ہے۔

ے اگر کسی شب تو ہمیں دیدار کرا دیگا تو ہم صبح کی طرح سربلند ہوجائیں گے۔

ے صراحی سے جو قلقل کی آواز ہوتی ہے وہ اس کا قہقہہ ہے اور اس قہقہہ سے ہی اس کی جان نکلتی ہے یعنی شراب باہر آتی ہے

ے محمود اور ایاز عشق میں مشہور ہیں لہذا دونوں میں لفظی تجنیس ہے۔

ے جو رقیبوں کا خوف کرے گا مستی اور رندی میں ناقص رہیگا

ے نوآموز رندوں کے لیے زہد کا راستہ بھی منزل مقصود تک پہونچا دینے والا ہے۔

ے شعر

اعتمادے بنما و بگذر بہرِ خدا	تا بدانی کہ دریں خرقہ چہ نادرویشم
بھروسہ ظاہر کر، اور خدا کے لیے درگذر کر	تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ اس گدڑی میں کس قدر نادرویش ہوں

شعرِ خونبارِ من اے دوست بر یار بخواں	کز مژگان سیہ بر رگِ جاں زدہ نیشم
اے دوست میرے خون برسانے والے اشعار کو محبوب کے سامنے پڑھ	کیونکہ کالی پلکوں سے اس نے میری شہ رگ پر ڈنک مارا ہے

دامن از رشحہ خونِ دلِ ما درہم چیں	کاثر در تو کند گر بخراشی ریشم
ہمارے دل کے خون کے چھینٹوں سے دامن سمیٹ لے	اس لیے کہ تجھ پر بھی اثر کرے گا اگر تو ہمارے زخم کو چھیلے گا

من اگر رندم و گر شیخ چہ کارم باکس
مجھے خواہ رند ہوں خواہ شیخ، مجھے کسی سے کیا واسطہ

حافظ رازِ خود و عارفِ وقتِ خویشم
میں اپنے راز کا نگہبان اور زمانہ کا عارف ہوں

ما بر آریم شبے دست و دعائے بکنیم	غم ہجرانِ ترا چارہ ز جائے بکنیم
ہم کسی رات کو ہاتھ اٹھائیں، اور دعا کریں	کسی جگہ سے، تیرے ہجر کے غم کا علاج کریں

دلِ بیمار شد از دست رفیقاں مددے	تا طبیبش بسر آریم و دوائے بکنیم
اے دوستو مدد کرو، بیمار دل ہاتھ سے نکل گیا	تاکہ طبیب کو اس کے پاس لائیں، اور کوئی دوا کریں

خشک شد بیخِ طرب راہِ خرابات کجاست	تا دراں آب و ہوا نشو و نمائے بکنیم
خوشی کی جڑ خشک ہو گئی، خرابات کا راستہ کدھر ہے؟	تاکہ اس آب و ہوا میں اس کی نشو و نما کریں

آنکہ بے جرم برنجید و بہ تیغم زد و رفت	باز آرید خدارا کہ صفائے بکنیم
جو بدوں جرم کے رنجیدہ ہوا اور مجھے تلوار سے مار کر چلا گیا	خدا کیلئے اسے دوبارہ لاؤ تاکہ ہم صلح صفائی کر لیں

در دلِ نفس کز و سینۂ ما بتکدہ شد	تیر آہے بکشائیم و غزائے بکنیم
اگر نفس کے ستم سے ہمارا سینہ بت خانہ بن گیا ہے	ہم ایک آہ کا تیر چلائیں، اور جہاد کریں

مدد از خاطرِ رنداں طلب اے دل ورنہ	کارِ صعب است مبادا کہ خطائے بکنیم
اے دل رندوں کے دل سے مدد حاصل کر ورنہ	کام سخت ہے، ایسا نہ ہو کہ ہم سے کوئی غلطی ہو جائے

سایۂ طائرِ کم حوصلہ کارے نکند	طلبِ سایۂ میمونِ ہمائے بکنیم
کم حوصلہ پرندہ کا سایہ، کوئی مدد نہیں کرتا ہے	کسی ہما کے بابرکت سائے کی، ہم طلب کریں

دلم از پردہ بشد حافظِ خوش لہجہ کجاست
ہمارا دل پردے سے باہر آگیا خوش لہجہ حافظ کہاں ہے؟

تا بقول و غزلش ساز و نوائے بکنیم
تاکہ اس کے قول اور غزل سے ساز و نوا کا بندوبست کریں

ما سرخوشانِ مست دل از دست دادہ ایم	ہمرازِ عشق و ہمنفسِ جامِ بادہ ایم
ہم مست سرخوشوں نے ہاتھ سے دل دے دیا ہے	ہم عشق کے ہم راز، اور شراب کے جام کے ساتھی ہیں

بر ما بسے کمانِ ملامت کشیدہ اند	تا کارِ خود ز ابروئے جاناں کشادہ ایم
ہم پر بہت لوگوں نے ملامت کی کمان کھینچی ہے	جبکہ ہم نے اپنے کام کو معشوق کی ابرو سے کشادہ کر لیا ہے

۱۔ چونکہ اس کی پلکوں نے شہ رگ پر نیش زنی کی ہے چنانچہ میں غلط ہوا شعار اس کو سناؤ تاکہ اس کو احساس ہو۔
۲۔ میں اپنے راز کو چھپاتا ہوں اور اپنے وقت کو پہچانتا ہوں۔ مجھے کسی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔
۳۔ خوشی کی جڑ خشک ہو گئی ہے شراب خانہ کی آب و ہوا میں اس کی نشو و نما کرنی چاہیے۔
۴۔ جو معشوق بلا خطا ہمیں قتل کر کے چلا گیا اس کو واپس لاؤ تاکہ ہم اس سے صفائی کر لیں گے۔
۵۔ نفس کی خواہشات کی وجہ سے ہمارا سینہ بتکدہ بنا ہوا ہے ہمیں آہ کے تیر سے اس نفس سے جہاد کرنا چاہیے۔
۶۔ کم حوصلہ پرندے سے مقصد پورا نہ ہوگا ہما کی طلب کرنی چاہیے۔
۷۔ ہمارا دل بے چین ہے حافظ کی غزلوں سے اسے سکون حاصل ہوگا۔
۸۔ ہمیں جب سے معشوق سے تعلق ہوا ہے ہم پر لوگ ملامت کے تیر چلا رہے ہیں۔

اے گل تو دوش جام صبوحی کشیدہ
اے پھول! تو نے کل صبح کو صبوحی کا جام پیا ہے

ما آں شقائقیم کہ با داغ زادہ ایم
ہم پہلے گل لالہ ہیں جو داغ کے ساتھ پیدا ہوئے ہیں

پیر مغاں ز توبۂ ما گر ملول شد
پیر مغاں اگر ہماری توبہ سے رنجیدہ ہوا ہے

گو بادہ صاف کن کہ بعذر ایستادہ ایم
کہہ دو شراب کو چھانے، ہم عذر خواہی کے لیے کھڑے ہیں

کار از تو میرود مددے اے دلیل راہ
معاملات کے رہبر مدد کر، کام تیرے قابو سے نکلا جا رہا ہے

انصاف میدہیم کہ از رہ فتادہ ایم
ہم انصاف سے کہتے ہیں کہ ہم راستے سے بھٹک گئے ہیں

چوں لالہ مے مبین و قدح در میان کار
ہمارے معاملہ میں لالہ جیسی شراب اور پیالے کو نہ دیکھ

ایں داغ بیں کہ بر دل خونیں نہادہ ایم
اس داغ کو دیکھ جو ہم نے خونی دل پر لگایا ہے

گفتی کہ حافظا ایں ہمہ رنگ و خیال چیست
تو نے کہا اے حافظ! یہ سب رنگ اور خیال کیا ہے

نقش غلط مخواں کہ ہماں لوح سادہ ایم
غلط نقش نہ پڑھ، ہم اسی طرح سے سادہ تختی ہیں

ما ورد سحر بر در میخانہ نہادیم
ہم نے صبح کے ورد کو میخانہ کے دروازے پر رکھ دیا ہے

اوقات دعا در رہ جانانہ نہادیم
دعا کے اوقات کو معشوق کے راستہ میں رکھ دیا ہے

سلطان ازل گنج غم عشق بما داد
ازل کے بادشاہ نے عشق کے غم کا خزانہ ہمیں دیا ہے

تا روی دریں منزل ویرانہ نہادیم
جبکہ ہم نے اس ویران منزل کی طرف رخ کیا ہے

در خرمن صد عاقل و زاہد زند آتش
سو عقلمندوں اور زاہدوں کے خرمن میں آگ لگا دیگا

ایں داغ کہ ما بر دل دیوانہ نہادیم
یہ داغ، جو ہم نے دیوانے دل پر لگایا ہے

در دل ندہم رہ پس ازیں مہر بتاں را
اس کے بعد بتوں کی محبت کو دل میں راستہ نہ دوں گا

مہر لب او بر در ایں خانہ نہادیم
ہم نے اس گھر کے دروازے پر اس کے ہونٹ کی مہر لگا دی

آں بوسہ کہ زاہد ز پیش داد بما دست
زاہد نے جس بوسہ کے لئے ہمیں ہاتھ دیا

از روئے صفا بر لب جانانہ نہادیم
صفائی کی وجہ سے ہم نے معشوق کے منہ کو دیا

چوں میرود ایں کشتی سرگشتہ کہ آخر
چونکہ یہ کشتی ڈگمگاتی چلتی ہے تو آخر کار

جاں در سر آں گوہر یکدانہ نہادیم
ہم نے اس موتی کے خیال میں جان لگا دی

المنۃ للہ کہ چو ما بیدل و دیں بود
خدا کا احسان ہے کہ ہماری طرح بے دل اور بے دین تھا

آں را کہ خرد پرور و فرزانہ نہادیم
جس کو ہم نے عقل پرور اور دانا سمجھا

در خرقہ ازیں بیش منافق نتواں بود
گدڑی میں اس سے زیادہ منافق نہیں ہوا جا سکتا ہے

بنیادش ازیں شیوۂ رندانہ نہادیم
ہم نے اس کی بنیاد اس رندانہ طریقہ سے رکھی ہے

قانع بخیالے ز تو بودیم چو حافظ
ہم، حافظ کی طرح تیرے ایک خیال پر قانع تھے

یا رب چہ گدا ہمت و شاہانہ نہادیم
اے خدا ہم کیسے گدا ہمت اور شاہانہ طبیعت والے ہیں

---

1. اگر ہماری توبہ سے پیر مغاں ملول ہے تو ہم توبہ سے معذرت کے لئے حاضر ہیں۔
2. لالہ کو قدح پرست مانا گیا ہے یعنی ہماری ظاہری شراب نوشی پر نہ جاؤ ہمارے داغ کو دیکھو۔
3. صبح کے ورد اور دعا کے اوقات کو [illegible] پر قربان کر دیا [illegible]
4. ہمارے دل کا داغ سو عقلمندوں کے گھر کو جلا دیگا۔
5. اب ہمارے دل میں دوسروں کے عشق کی گنجائش نہیں ہے اس کی محبت کی مہر لگ چکی ہے۔
6. زاہد نے چونکہ صفائی قلب سے بوسہ کیلئے ہاتھ دیا ہم نے وہ بوسہ محبوب کے منہ کو دے دیا۔
7. یعنی عمر کی کشتی ڈگمگا رہی ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ جان جائے تو دُرِ یکتا کے پیچھے جان جائے۔
8. ہم جس کو عقلمند اور دانا سمجھتے تھے وہ بھی ہماری طرح اس کے عشق میں مبتلا ہے۔
9. ہم نے رندی اس لیے اختیار کر لی ہے کہ گدڑی پہن کر منافقت برتنا اچھی بات نہیں ہے۔

ما دریں در نہ پے حشمت و جاہ آمدہ ایم
ہم اس دروازے پر دولت اور مرتبہ کیلئے نہیں آئے ہیں

از بدِ حادثہ اینجا بہ پناہ آمدہ ایم
حادثہ کے ہاتھوں ہم اس جگہ پناہ لینے آئے ہیں

رہروِ منزلِ عشقیم و ز سرحدِ عدم
ہم منزلِ عشق کے مسافر ہیں اور عدم کی سرحد سے

تا باقلیمِ وجود ایں ہمہ راہ آمدہ ایم
وجود کے ملک تک یہ سب راستہ طے کرکے آئے ہیں

سبزۂ خطِ تو دیدیم و ز بستانِ بہشت
ہم نے تیرے رخسار کا سبزہ دیکھا اور بہشت کے باغ سے

بطلبگاریِ ایں مہرگیاہ آمدہ ایم
ہم اس مہر گیاہ کی طلب میں ہم آئے ہیں

با چنیں گنج کہ شد خازنِ او روحِ امیں
ایسے خزانے کے ہوتے ہوئے جس کے خزانچی جبریل ہیں

بگدائی بدرِ خانۂ شاہ آمدہ ایم
ہم بھیک مانگنے بادشاہ کے گھر کے دروازے پر آئے ہیں

لنگرِ حلمِ تو اے کشتیِ توفیق کجاست
اے توفیق کی کشتی! تیری بردباری کا لنگر کہاں ہے؟

کہ دریں بحرِ کرم غرقِ گناہ آمدہ ایم
کہ ہم کرم کے اس سمندر میں گناہ میں ڈوبے ہوئے آئے ہیں

آبرو میرود اے ابرِ خطاپوش ببار
اے خطا کو چھپانے والے بادل! آبرو جا رہی ہے برس جا

کہ بدیوانِ عمل نامہ سیاہ آمدہ ایم
اس لئے کہ ہم عمل کے دفتر میں سیاہ نامۂ اعمال لیکر آئے ہیں

حافظ ایں خرقۂ پشمینہ بینداز کہ ما
اے حافظ! اس اونی گدڑی کو پھینک دے، اس لئے کہ ہم

از پئے قافلہ با آتش و آہ آمدہ ایم
قافلے کے پیچھے پیچھے آگ اور آہ لیکر آئے ہیں

ما ز یاراں چشمِ یاری داشتیم
ہم نے دوستوں سے دوستی کی امید کی

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم
وہ خود ہی غلط تھا، جو ہم نے سمجھا

تا درختِ دوستی کے بر دہد
دیکھو دوستی کا درخت کب پھل دے؟

حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم
فی الحال ہم چلے گئے ہیں اور بیج بو آئے ہیں

گفتگو آئینِ درویشی نبود
باتیں کرنا درویشی کا طریقہ نہ تھا

ورنہ با تو ماجراہا داشتیم
ورنہ تجھ سے ہمیں بہت سی باتیں کرنی تھیں!

شیوۂ چشمت فریبِ جنگ داشت
تیری آنکھوں کا شیوہ لڑائی کا دھوکہ رکھتا تھا

ما غلط کردیم و صلح انگاشتیم
ہم نے غلطی کی، اور صلح سمجھ لی

نکتہ ہا رفت و شکایت کس ندید
نکتے بازی ہوئی، اور کوئی شکایت نہ سمجھا

جانبِ حرمت فرو نگذاشتیم
ہم نے احترام کے پہلو کو نہ چھوڑا

گلبنِ حسنت نہ خود شد دلفریب
تیرے حسن کی شاخ خود بخود دلفریب نہیں بن گئی ہے

ما دمِ ہمت برو بگماشتیم
بلکہ ہم نے اس پر باطنی توجہ کی طاقت لگا دی

چوں نہادی دل بمہرِ دیگراں
جب تو نے دوسروں کی محبت میں دل لگا دیا

ما امید از وصلِ تو برداشتیم
ہم نے تجھ سے وصل کی امید اٹھالی

گفت خود دادی بما دل حافظا
اس نے کہا اے حافظ! تو نے ہمیں خود دل دیا

ما محصل بر کسے نگماشتیم
ہم نے کسی پر قرض مقرر نہیں کیا

۱۔ ہم دولت اور مرتبہ کے خواہشمند بنکر نہیں آئے ہیں، حوادث سے پناہ لینے کے لئے آئے ہیں۔

۲۔ مہر گیاہ ایک گھاس ہے جس کی جڑ انسانی شکل کی ہوتی ہے مشہور ہے کہ اگر کوئی شخص اس گھاس کو اپنے پاس رکھے تو تمام لوگ اس پر مہربان ہو جاتے ہیں معشوق کے سبزۂ خط کو مہر گیاہ قرار دیا ہے۔

۳۔ یعنی عشق کی آگ اور آہ ہمراہ ہے اس کے ساتھ اونی گدڑی مناسب نہیں ہے۔

۴۔ دوستوں سے دوستی کی امید رکھنا خود ہماری غلطی تھی۔

۵۔ شکایتیں کرنا عشق کے شیوہ کے خلاف تھا ورنہ ہمیں بہت شکایتیں ہیں۔

۶۔ آنکھوں نے دوستی کا اظہار کیا لیکن ایک جنگی فریب تھا۔

۷۔ میں نے محبوب کے احترام کو ملحوظ رکھا اور اشاروں میں شکایتیں کیں تاکہ کوئی اور نہ سمجھ سکے۔

۸۔ تو نے خود دل دیا ہے ہم نے اپنا کوئی تحصیلدار بناکر نہیں بھیجا تھا۔

ماگوئیم بد و میل بناحق نکنیم
ہم کسی کو برا نہیں کہتے ہیں اور ناحق کی طرف میلان نہیں کرتے ہیں

جامۂ کس سیہ و دلقِ خود ازرق نکنیم
کسی کے جامہ کو سیاہ اور اپنی گدڑی کو نیلا نہیں بناتے ہیں

رقمِ مغلطہ بر دفترِ دانش نکشیم
ہم عقلمندی کی کتاب پر غلطی کا نشان نہیں بناتے ہیں

سرِ حق با ورقِ شعبدہ ملحق نکنیم
حق کے راز کو، شعبدہ بازی کے ورق سے نہیں جوڑتے ہیں

عیبِ درویش و توانگر بکم و بیش بدست
فقیر اور مالدار کو عیب لگانا تھوڑے اور بہت کے حساب سے برا ہے

کارِ بد مصلحت آنست کہ مطلق نکنیم
مناسب تو یہی ہے، کہ ہم برائی کا کام بالکل نہ کریں

خوش برانیم جہاں در نظرِ راہرواں
رہروؤں کی نگاہ میں خوب اگر ہم اچھی طرح چلاتے ہیں

فکرِ اسپِ سیہ و زینِ مغرق نکنیم
ہم کالے گھوڑے، اور جڑاؤ زین کی فکر نہیں کرتے ہیں

آسماں کشتیِ اربابِ ہنر می شکند
آسمان اہلِ ہنر سمندروں کی کشتی توڑ دیتا ہے

تکیہ آں بہ کہ بریں بحرِ معلق نکنیم
یہی بہتر ہے کہ ہم، اس معلق سمندر پر بھروسہ نہ کریں

شاہ اگر جرعۂ رنداں نہ بحرمت نوشد
شاہ اگر رندوں کے گھونٹ کو عزت سے نہ پئے

التفاتش بمئے صاف مروّق نکنیم
ہم صاف اور چھنی ہوئی شراب کی طرف توجہ نہ دیں

گر بدے گفت حسودے و رفیقے رنجید
اگر کسی حاسد نے کچھ برا کہا، اور کوئی دوست رنجیدہ ہو گیا

گو تو خوش باش کہ ما گوش باحمق نکنیم
تو کہہ دو کہ تو خوش رہ، ہم احمق کی طرف کان نہیں لگاتے ہیں

حافظ ار خصم خطا گفت نگیریم برو
اے حافظ، اگر دشمن نے غلط کہا تو ہم اس کی گرفت نہیں کرتے ہیں

ور بحق گفت جدل با سخنِ حق نکنیم
اور اگر اس نے صحیح کہا ہے تو ہم صحیح بات پر جھگڑا نہیں کرتے ہیں

مرا عہدیست با جاناں کہ تا جاں در بدن دارم
میرا معشوق سے وعدہ ہے کہ جب تک جان جسم میں باقی رکھتا ہوں

ہوا داریِ کویش را چو جانِ خویشتن دارم
اس کے کوچہ کی محبت کو اپنی جان کی طرح عزیز رکھوں گا

صفائے خلوتِ خاطر ازاں شمعِ چگل جویم
دل کی خلوت کی صفائی اس چگل کی شمع سے ڈھونڈھتا ہوں

فروغِ چشم و نورِ دل ازاں ماہِ ختن دارم
آنکھ کی روشنی، اور دل کا نور اس ختن کے چاند سے رکھتا ہوں

بکام و آرزوئے دل چو دارم خلوتے حاصل
جب مجھے دل کے مقصد اور آرزو کے مطابق ایک خلوت حاصل ہے

چہ فکر از خبثِ بدگویاں میانِ انجمن دارم
تو انجمن میں برائی کرنے والوں کی خباثت کی کیا فکر کروں؟

شرابِ خوشگوارم ہست و یارِ مہرباں ساقی
مجھے خوشگوار شراب حاصل ہے اور مہربان دوست ساقی ہے

ندارد ہیچکس یارے چنیں یارے کہ من دارم
ایسا دوست کسی کا نہیں ہے جیسا دوست میں رکھتا ہوں

مرا در خانہ سروے ہست کاندر سایۂ قدش
میرے گھر میں ایسا سرو ہے جس کے قد کے سایہ میں

فراغ از سروِ بستانی و شمشادِ چمن دارم
مجھے باغ کے سرو، اور چمن کے شمشاد سے بے نیازی ہے

سزد کز خاتمِ لعلش زنم لافِ سلیمانی
اگر میں اس کی لعل کی انگوٹھی کی وجہ سے سلیمانی کا دعویٰ کروں تو مناسب ہے

چو اسمِ اعظمم باشد چہ باک از اہرمن دارم
جب مجھے اسمِ اعظم حاصل ہو تو مجھے شیطان کا کیا ڈر ہے

خدا را اے رقیب امشب زمانے دیدہ برہم نہ
اے رقیب، خدا کے لیے آج کی رات تھوڑی دیر کے لئے سو جا

کہ من با لعلِ خاموشش نہانی صد سخن دارم
اس لیے کہ مجھے اس کے خاموش ہونٹ سے سیکڑوں باتیں چھپا کر کرنی ہیں

---

۱ حق و باطل کو خلط ملط کر کے اپنی عقلمندی پر ہم دھبہ نہیں لگاتے ہیں۔
۲ خواہ کوئی مالدار ہے یا فقیر، کسی پر بھی عیب لگانا درست نہیں ہے
۳ آسمان کو بحرِ معلق قرار دیا ہے اس لیے کہ آسمان بھی سمندر کی طرح نیلگوں ہے۔
۴ اگر شاہ شراب کی عزت نہ کریگا تو ہم بھی اس سے بے نیازی برتیں گے۔
۵ دشمن اگر غلط بات کہتا ہے تو وہ خود غلط ہے ہمیں اس کی گرفت نہیں ہے اور اگر صحیح بات کہتا ہے تو صحیح بات پر جھگڑا مناسب نہیں ہے
۶ چگل ترکستان کا ایک مشہور حسن خیز شہر ہے ختن، چین کا وہ علاقہ ہے جہاں کے ہرنوں میں نافہ پیدا ہوتا ہے۔
۷ خلوت میں جبکہ دل کا مقصد پورا ہو رہا ہے اگر انجمن میں بدگو برائی کرے تو ہمیں کیا پرواہ ہے
۸ جب محبوب کے قد کے سایہ میں آ گیا ہوں تو چمن کے سرو اور شمشاد کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔
۹ حضرت سلیمان کی انگشتری پر اسمِ اعظم کندہ ہوا تھا اسی وجہ سے وہ انسانوں کے علاوہ

گرم صد لشکر از خوبان بقصد دل کمین سازند
حسینوں کے سو لشکر اگر میرے دل کو لوٹنے کی گھات لگائیں

بحمد اللہ والمنہ بتے لشکر شکن دارم
خدا کا احسان اور شکر ہے، میں ایک لشکر شکن معشوق رکھتا ہوں

الا اے پیر فرزانہ مکن عیبم ز میخانہ
اے عقلمند پیر! میخانہ کی وجہ سے مجھ پر عیب نہ لگا

کہ من در ترک پیمانہ دلے پیماں شکن دارم
اس لیے کہ پیالہ چھوڑنے کے بارے میں عہد شکن دل رکھتا ہوں

چو در گلزار اقبالش خرامانم بحمد اللہ
چونکہ میں اس کے اقبال کے چمن میں ٹہلتا ہوں، خدا کا شکر ہے

نہ میل لالہ و نسریں نہ برگ یاسمن دارم
مجھے لالہ اور نسرین اور یاسمن کے پھول کی خواہش نہیں ہے

برندی شہرہ شد حافظ پس از چندیں ورع اما
اس قدر پرہیزگاری کے بعد حافظ رندی میں مشہور ہو گیا لیکن

چہ غم دارم چو در عالم امین الدین حسن دارم
مجھے کیا غم ہے جب کہ دنیا میں امین الدین حسن حاصل ہے

مرحبا طائر فرخ رخ و فرخندہ پیام
اے مبارک قدم، مبارک پیام پرندے خوش آمدید

خیر مقدم چہ خبر یار کجا راہ کدام
تیرا آنا مبارک ہو، کیا خبر ہے، یار کہاں ہے، راستہ کونسا ہے

یا رب ایں قافلہ را لطف ازل بدرقہ باد
اے خدا! اس قافلہ کی، ازلی مہربانی، نگہبان ہو

کہ از و خصم بدام آید و معشوق بکام
کہ جس سے دشمن جال میں پھنسے اور دوست مقصد پر کامیاب ہو جائے

ماجرائے من و معشوق مرا پایاں نیست
میرے اور میرے معشوق کے قصہ کی انتہا نہیں ہے

ہر چہ آغاز ندارد نہ پذیرد انجام
جس چیز کی ابتدا نہیں ہے، اس کی انتہا نہیں ہوتی ہے

چشم خونبار مرا خواب نہ در خور باشد
میری خون برسانے والی آنکھ کے لئے نیند مناسب نہیں ہے

مَنْ لَهُ الْقَتْلُ دَوَاءٌ عَجَبًا كَيْفَ يَنَام
قتل ہو جانا جس کی دوا ہو، تعجب ہے وہ کیسے سوئے

تو ترحم نکنی بر من بیدل دانم
مجھے معلوم ہے، تو مجھ بے دل پر رحم نہ کرے گا

ذَاكَ دَعْوَايَ وَهَا أَنْتَ وَتِلْكَ الْأَيَّام
یہ میرا دعویٰ ہے، اور تو ہے، اور یہ زمانہ ہے

گل ز حد برد تنعم ز کرم رخ بنمائے
پھول نے حد سے زیادہ عیش کیا، کرم کر کے چہرہ دکھا

سرو می نازد و خوش نیست خدا را بخرام
سرو ناز کرتا ہے، اور اچھی بات نہیں ہے، خدا کیلئے ٹہل

مرغ روحم کہ ہمیں زد ز سر سدرہ صفیر
میری روح کا پرندہ جو سدرہ پر سے چہچہاتا تھا

عاقبت دانۂ خال تو فگندش بدام
انجام کار، تیرے تل کے دانہ نے اس کو جال میں پھنسا دیا

زلف دلدار چو زنار ہمی فرماید
محبوب کی زلف، جب زنار کا حکم دیتی ہے

برو اے شیخ کہ شد بر تنم ایں خرقہ حرام
تو اے شیخ! چلا جا، اس لیے کہ میرے بدن پر یہ گدڑی حرام ہو گئی ہے

حافظ ار میل بابروئے تو دارد شاید
حافظ اگر تیری ابرو کی خواہش کرتا ہے، تو مناسب ہے

جائے در گوشۂ محراب کنند اہل کلام
اہل علم، محراب کے گوشہ میں جگہ بنا لیتے ہیں

مرو کہ در غم ہجر تو از جہاں برویم
تو نہ جا، اس لیے کہ تیرے ہجر کے غم میں دنیا سے چلے جائیں گے

بیا کہ پیش تو از خویش ہر زماں بجریم
تو آ جا، تاکہ تیرے سامنے ہر وقت ہم بیخود رہیں

سخن مگوی کہ پیشِ لبِ تو جاں بدہیم
بات کر تاکہ تیرے ہونٹوں کے سامنے ہم جان دیدیں
رہا مکن کہ در ایں حسرت از جہاں برویم
آزاد نہ کر، کہ اسی حسرت میں ہم دنیا سے چلے جائیں

روا مدار کہ جاں بر لبست و ما ز جہاں
اس کو مناسب نہ سمجھ، کہ جان ہونٹوں پر ہے اور ہم دنیا سے
نہیدہ کامِ دل از آں لب و دہاں برویم
اس ہونٹ اور منہ سے دل کا مقصد پورا کئے بغیر چلے جائیں

خوش آں زماں کہ ببینیم بر دہاں لبِ تو
وہ وقت کیا خوب ہوگا، کہ ہم منہ پر تیرے ہونٹ دیکھیں
تو خود بگوی کہ ما از برت چساں برویم
تو خود بتا دے، ہم تیرے پاس سے کس طرح چلے جائیں

گدائے کوئے شمائیم و ما بجے داریم
ہم تیرے کوچے کے فقیر ہیں، اور ہم خود تنہ ہیں
روا مدار کہ محروم از آستاں برویم
اس کو جائز نہ سمجھ کہ ہم چوکھٹ سے محروم چلے جائیں

نشانِ وصل بما دہ بہر طریق کہ ہست
ہمیں وصل کی نشان دیدے کہ جس راستے سے بھی ہو
کہ بارے از پئے وصلِ تو بر نشاں برویم
تاکہ اب تیرے وصل کے لئے ہم نشانات پر چلے جائیں

مگو کہ حافظ از ایں در برو برائے خدا
خدا کے لئے یہ نہ کہہ کہ حافظ اس دروازے سے چلا جا
کہ ہر چہ رائے تو باشد جز ایں بر آں برویم
اس لئے کہ اس کے علاوہ جو کچھ تیری رائے ہو ہم اس پر چلیں گے

مزن بر دل ز نوکِ غمزہ تیرم
ادا کی نوک سے، میرے دل پر تیر نہ مار
کہ پیشِ چشمِ بیمارت بمیرم
کیونکہ میں تیری بیمار آنکھ کے سامنے مرجاؤں گا

نصابِ حسن در حدِ کمال است
حسن کا نصاب، مکمل ہے
زکاتم دہ کہ مسکین و فقیرم
مجھے زکوٰۃ دیدے، اس لئے کہ میں مسکین اور فقیر ہوں

قدح پُر کن کہ من از دولتِ عشق
پیالہ بھر دے، اس لئے کہ میں عشق کی دولت کی وجہ سے
جواں بختِ جہانم گرچہ پیرم
دنیا کا جواں بخت ہوں، اگرچہ بوڑھا ہوں

چناں پُر شد فضائے سینہ از دوست
دوست سے، سینے کی فضا اس قدر پُر ہو گئی ہے
کہ فکرِ خویش گم شد از ضمیرم
کہ میرے دل سے اپنی فکر گم ہو گئی ہے

مبادا جز حسابِ مطرب و مے
خدا کرے مطرب اور شراب کے حساب کے سوا کچھ نہ ہو
اگر حرفے کشد کلکِ دبیرم
اگر میرے منشی کا قلم، کوئی حرف لکھے

درآں غوغا کہ کس کس را نپرسد
اس شور و غل میں کہ کوئی کسی کو نہ پوچھے گا
من از پیرِ مغاں منت پذیرم
میں اپنے پیرِ مغاں کا شکر گزار ہوں گا

چو طفلاں تا کے اے زاہد فریبی
اے زاہد بچوں کی طرح کب تک مجھے بہلائے گا
بسیبِ بوستان و شہد و شیرم
باغ کے سیب، اور شہد، اور دودھ سے

من آں مرغم کہ ہر شام و سحرگاہ
میں وہ پرندہ ہوں، کہ ہر شام اور صبح کو
ز بامِ عرش می آید صفیرم
عرش کے بالا خانہ سے میری آواز آتی ہے

قرارے کردہ ام با مے فروشاں
میں نے شراب فروشوں سے عہد کیا ہے
کہ روزِ غم بجز ساغر نگیرم
کہ غم کے دن، ساغر کے سوا کچھ نہ تھاموں گا

ے ہم جہاں طلب میں
ایسا نہ ہو کہ یہ حسرت
دل ہی میں لیجائیں۔
ے مزہ تشنہ غیر کو
محروم کرنا مناسب
نہیں ہوتا ہے۔
ے دروازے سے
چلے جائیں مگر تو چاہے
تبھی تاکہ ممکن امل ہے
اس کے علاوہ جو تیرا
حکم ہو ہم بجا لائیں گے۔
ے نصاب، مال کی
وہ مقدار کہلاتی ہے
جس پر زکوٰۃ فرض
ہو جاتی ہے۔
ے سینے میں اب اس
قدر گنجائش
نہیں کہ خود
میں اپنا
کبھی خیال
آسکے۔
ے اگر طلب کتاب لکھنے
والے میرے اعمالنامہ
میں کچھ لکھیں تو خدا کرے
شراب اور قوال کے علاوہ
کچھ نہ لکھ پائیں۔
ے جب ایسی پریشانی
ہوگی کہ کوئی کسی کا پرسان
حال نہ ہوگا پیرِ مغاں
مجھ پر کرم کرے گا۔
ے شعر ے قسم
شراب کا
پیالہ ہی
شاستہ
ہے۔

خوشا آں دم کہ استغنائے مستی — فراغت بخشد از شاہ و وزیرم
وہ وقت کیا خوب ہوگا کہ جب مستی کی بے نیازی — مجھے بادشاہ اور وزیر سے بے نیاز بنا دے گی

فراواں گنجِ غم در سینہ دارم — اگرچہ مدعی بیند فقیرم
سینہ میں غم کا بھرپور خزانہ رکھتا ہوں — اگرچہ رقیب مجھے فقیر سمجھتا ہے

من آندم بر گرفتم دل ز حافظ
میں نے اسی وقت سے حافظ سے دل ہٹا لیا
کہ ساقی گشت یارِ ناگزیرم
جبسے ساقی میرا جگری دوست بن گیا ہے

مژدۂ وصلِ تو کو کز سرِ جاں برخیزم — طائرِ قدسم و از دامِ جہاں برخیزم
تیرے وصل کی خوشخبری کہاں ہے تاکہ جان سے ہاتھ دھو لوں — میں عالمِ قدس کا پرندہ ہوں اور دنیا کے جال سے نکل جاؤں

یارب از ابرِ ہدایت برساں بارانے — پیشتر زانکہ چو گردے ز میاں برخیزم
اے خدا ہدایت کے ابر سے بارش برسا دے — اس سے پہلے کہ میں گرد کی طرح درمیان سے اٹھوں

بولائے تو کہ گر بندۂ خویشم خوانی — از سرِ خواجگیِ کون و مکاں برخیزم
تیری محبت کی قسم، اگر تو مجھے اپنا غلام کہہ دے — کون و مکاں کی بادشاہی سے میں دست بردار ہو جاؤں

بر سرِ تربتِ من بے مے و مطرب منشیں — تا ببویت ز لحد رقص کناں برخیزم
میری قبر پر شراب اور مطرب کے بدون نہ بیٹھ — تاکہ تیری خوشبو کی وجہ سے لحد سے رقص کرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوں

گرچہ پیرم تو شبے تنگ در آغوشم گیر — تا سحر گہ ز کنارِ تو جواں برخیزم
اگرچہ میں بوڑھا ہوں، تو ایک رات کو مجھے خوب بغل میں دبا لے — تاکہ صبح کو تیری بغل سے جوان اٹھوں

تو مپندار کہ از خاکِ سرِ کوئے تو من — بجفائے فلک و جورِ زماں برخیزم
تو یہ نہ سمجھ کہ تیرے کوچہ کی خاک سے میں — آسمان کے ظلم سے، اور زمانہ کی زیادتی سے اٹھ کھڑا ہوں گا

برنخیزم ز سرِ کوئے تو تا جاں دارم — ور رسد کار بجاں از سرِ جاں برخیزم
جب تک جان ہے، تیرے کوچہ سے نہ اٹھوں گا — اور اگر معاملہ جان تک بھی پہونچ جائیگا تو جان سے ہاتھ دھو لوں گا

سرو بالا بنما اے بتِ شیریں حرکات
اے میٹھی اداؤں والے چہیتے! قد سرو دکھا
کہ چو حافظ ز سرِ جان و جہاں برخیزم
تاکہ حافظ کی طرح، جان اور دنیا سے ہاتھ دھو لوں

من ترکِ عشقبازی و ساغر نمیکنم — صد بار توبہ کردم و دیگر نمیکنم
میں عشقبازی، اور ساغر کو نہیں چھوڑتا ہوں — سو بار توبہ کر چکا ہوں، اور اب نہیں کروں گا

باغِ بہشت و سایۂ طوبیٰ و قصر و حور — با خاکِ کوئے دوست برابر نمیکنم
بہشت کا باغ، اور طوبیٰ کا سایہ، اور محل اور حور — دوست کے کوچہ کی خاک کے برابر نہیں سمجھتا ہوں

تلقینِ درسِ اہلِ نظر یک اشارت است — کردم اشارتے و مکرر نمیکنم
اہلِ نظر کے درس کی تعلیم ایک اشارے سے ہے — میں نے ایک اشارہ کر دیا ہے اور مکرر نہیں کروں گا

ا عشق کی مستی ہر چیز سے بے نیاز کر دیتی ہے۔
ا محبوب کا غم بے پایاں خزانہ ہے۔
ا یہ غزل خواجہ کے لوح مزار پر کندہ ہے
یعنی اگر تیرے وصل کا مژدہ ملجائے تو اپنی جان قربان کر دوں اس دنیا سے عالمِ قدس کو جو میرا اصل مقام ہے چلا جاؤں۔
ا اگر تو مجھے اپنا غلام کہہ دے تو کون و مکاں کی بادشاہی میرے لیے ہیچ ہو جائے۔
ا تیرا وصل میسر آجائے تو بڑھاپے کے باوجود جوان ہو جاؤں۔
ا محبوب کا قد دیکھ لوں تو پھر میرے لئے دنیا ہیچ ہے۔
ا سو بار توبہ کر کے توڑ چکا ہوں اب توبہ نہ کروں گا۔
ا اہلِ نظر ایک اشارے سے مکمل تعلیم کر دیتے ہیں اہلِ نظر بہ سو بار سوال نہیں کرتے۔

ہرگز نمی شود ز سرِ خود خبر مرا
مجھے اپنے سر کی بھی خبر نہیں ہوتی ہے

تا در میانِ میکدہ سر بر نمیکنم
جب تک شراب خانہ میں سر نہیں اٹھاتا ہوں

شیخم بطنز گفت حرام ست مے مخور
شیخ نے مجھ سے طنزاً کہا شراب حرام ہے مت پی

گفتم بگوش گوش بہر خر نمیکنم
میں نے کہا کہ میں ہر گدھے کی بات نہیں سنا کرتا

پیرِ مغاں حکایتِ معقول میکند
پیرِ مغاں مجھ سے معقول باتیں کرتا ہے

معذورم ار محالِ تو باور نمیکنم
اگر میں تیری ناممکن بات کا یقین نہیں کرتا ہوں تو میں معذور ہوں

این تقویم بس ست کہ چوں زاہدانِ شہر
میرے لیے اسی قدر تقویٰ کافی ہے کہ شہر کے زاہدوں کی طرح

ناز و کرشمہ بر سرِ منبر نمیکنم
منبر پر بیٹھ کر ناز و ادا نہیں دکھاتا ہوں

زاہد بطعنہ گفت برو ترکِ عشق کن
زاہد نے طعنہ سے کہا، جا عشق کو چھوڑ

محتاج جنگ نیست برادر نمیکنم
بھائی لڑائی کی کوئی ضرورت نہیں، میں نہیں کرتا ہوں

حافظ جنابِ پیرِ مغاں مامنِ وفاست
اے حافظ! پیرِ مغاں کا دربار وفا کا مامن ہے

من ترکِ خاک بوسیِ ایں در نمیکنم
میں اس در کی خاک بوسی کو نہیں چھوڑتا ہوں

من دوستدارِ روئے خوش و موئے دلکشم
میں حسین چہرے اور دلکش بالوں کا عاشق ہوں

مدہوشِ چشمِ مست و مے صافِ بیغشم
مست آنکھ اور صاف اور خالص شراب سے مدہوش ہوں

در عاشقی گزیر نباشد ز سوز و ساز
عاشقی میں سوز و ساز کے سوا کچھ نہیں

استادہ ام چو شمع مترساں ز آتشم
میں شمع کی طرح کھڑا ہوں، مجھے آگ سے نہ ڈرا

من آدمِ بہشتیم اما دریں سفر
میں تو جنتی آدمی ہوں، مگر اس سفر میں

حالی اسیرِ عشقِ جوانانِ مہوشم
فی الحال چاند جیسے نوجوانوں کی محبت کا قیدی ہوں

بخت ار مدد کند کہ کشم رخت سوئے دوست
نصیب اگر مدد کرے تاکہ میں دوست کے پاس چلا جاؤں

گیسوئے حور گرد فشاند ز مفرشم
تو حوروں کے گیسو میرے فرش کی گرد کو جھاڑ دیں گے

شیراز معدنِ لبِ لعل ست و کانِ حسن
شیراز لعل جیسے ہونٹوں کی معدن اور حسن کی کان ہے

من جوہریِ مفلس ازاں رو مشوشم
میں مفلس جوہری ہوں اسی وجہ سے پریشان ہوں

از بسکہ چشمِ مست دریں شہر دیدہ ام
میں نے اس شہر میں بہت سی مست آنکھیں دیکھی ہیں

حقا کہ مے نمیخورم اکنوں و سرخوشم
بیشک میں اب شراب نہیں پیتا ہوں اور مست ہوں

شہریست پر کرشمہ و خوباں ز شش جہت
ناز و انداز سے بھرا ایک شہر ہے اور ہر طرف حسین ہیں

چیزیم نیست ورنہ خریدارِ ہر ششم
میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے ورنہ میں چھوؤں جانب کا خریدار ہوتا

گفتی ز سرِ عہدِ ازل نکتہ بگوئی
تو نے یہ کہا کہ ازلی عہد کے راز کا کوئی نکتہ بتا

آنگہ بگویمت کہ دو پیمانہ درکشم
جب بتاؤں گا جب دو پیمانے چڑھا لوں گا

حسنِ عروسِ طبعِ مرا جلوہ آرزوست
میری طبیعت کی دلہن کے حسن کو رونمائی کی ضرورت ہے

آئینہ ندارم ازاں آہ می کشم
میرے پاس کوئی آئینہ نہیں ہے اسی وجہ سے میں آہیں بھرتا ہوں

---

۱ پیرِ مغاں کی باتیں معقول ہیں کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی باتیں کرتا ہے۔

۲ میں واعظوں کی طرح منبر پر بیٹھ کر ریاکاری نہیں کرتا ہوں اور میرے لیے یہی پرہیزگاری کافی ہے۔

۳ پیرِ مغاں کا دربار وفاداروں کا ٹھکانا ہے لہٰذا میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔

۴ عشق میں سوز و ساز ضروری ہے میں چونکہ عشق میں شمع کی طرح جل رہا ہوں لہٰذا مجھے آگ سے کیا ڈرایا جا سکتا ہے۔

۵ چونکہ ہم آدم کی اولاد ہیں جو جنت سے آئے تھے لہٰذا ہیں جنتی ہی مگر جانے دنیا کی زندگی تو ایک سفر کی حالت ہے اس میں حسینوں سے کچھ عشق کر رہا ہوں۔

۶ جوہری جواہر کو بیچتا بھی ہے اور لیتا بھی ہے افلاس کی وجہ سے نہ لے سکنے کی وجہ سے پریشان ہو گا۔

۷ بغیر پیے مست آنکھوں کو دیکھ کر مست ہو رہا ہوں۔

۸ مفلس ہوں ورنہ شش جہت کے حسینوں کو خرید لیتا۔

۹ عہدِ ازل کے راز شراب کی مستی ہی میں کھلتے ہیں۔ ۱۰ چونکہ میرے کلام کے قدر دان نہیں ہیں اس لیے آہیں بھرتا ہوں۔

حافظ ز تابِ فکرتِ بیجا صلے بسوخت
حافظ تجھے فکر کی سوزش سے جل گیا

ساقی کجاست تا زند آبے بر آتشم
ساقی کہاں ہے تاکہ میری آگ پر کچھ پانی ڈالے

من کہ باشم کہ بر آں خاطرِ عاطر گذرم
میں کون ہوتا ہوں جو اس معطر خیال میں گزر سکوں

لطفہا میکنی اے خاکِ درت تاجِ سرم
تو مہربانیاں کرتا ہے، اے وہ کہ تیرے در کی خاک میرے سر کا تاج ہے

دلبرا بندہ نوازیت کہ آموخت بگو
اے دلبر! بتا تجھے بندہ نوازی کس نے سکھائی ہے

کہ من ایں ظن برقیبانِ تو ہرگز نبرم
میں تیرے رقیبوں پر ہرگز یہ گمان نہیں کر سکتا

ہمتم بدرقۂ راہ کن اے طائرِ قدس
اے عالمِ قدس کے پرندے! اپنی توجہ کو میرا راہبر بنا دے

کہ دراز است رہِ مقصد و من نوسفرم
کیونکہ مقصد کا راستہ دراز ہے اور میں نیا مسافر ہوں

اے نسیمِ سحری بندگیِ ما برساں
اے صبح کی نسیم ہماری درخواست پہنچا دے

کہ فراموش مکن وقتِ دعائے سحرم
کہ صبح کی دعا کے وقت مجھے فراموش مت کر

خرم آں روز کزیں مرحلہ بربندم رخت
وہ دن بڑا مبارک ہوگا جب میں اس پڑاؤ سے سامان باندھوں گا

وز سرِ کوئے تو پرسند رفیقاں خبرم
تیرے کوچہ میں ساتھی میری خبر پوچھیں گے

پایۂ نظم بلند است و جہانگیر بگو
نظم کا مرتبہ بلند، اور جہاں گیر ہے، کہہ دو

تا کند پادشہِ بحر دہاں پُر گہرم
تاکہ سمندر کا بادشاہ میرے منہ کو موتیوں سے بھر دے

راہِ خلوتگہِ خاصم بنما تا پس ازیں
مجھے خاص خلوت گاہ کی راہ بتا دے تاکہ اس کے بعد

مے خورم با تو و دیگر غمِ دنیا نخورم
تیرے ساتھ شراب پیوں اور پھر دنیا کا غم نہ کھاؤں

حافظا شاید اگر در طلبِ گوہرِ وصل
اے حافظ مناسب ہے اگر وصل کے موتی کی تلاش میں

دیدہ دریا کنم از اشک و دَرو غوطہ خورم
آنسوؤں سے آنکھ کو دریا بنا دوں اور اس میں غوطہ لگاؤں

من نہ آں رندم کہ ترکِ شاہد و ساغر کنم
میں وہ رند نہیں ہوں جو معشوق اور ساغر کو چھوڑ دوں

محتسب داند کہ من ایں کارہا کمتر کنم
محتسب جانتا ہے میں یہ کام بہت کم کرتا ہوں

چوں صبا مجموعۂ گل را بآبِ لطف شست
جبکہ صبا نے مہربانی کے پانی سے تمام پھولوں کو دھو دیا ہے

کج دلم خواں گر نظر بر صفحۂ دفتر کنم
مجھے کج دل کہنا اگر میں کتاب کے صفحے پر نظر ڈالوں

لالہ ساغر گیر و نرگس مست و بر ما نامِ فسق
لالہ ساغر تھامنے والا اور نرگس مست، اور ہمیں فسق کا نام

داوری دارم بسے یارب کرا داور کنم
اے خدا بہت سی شکایتیں ہیں، کس کو منصف بناؤں

عشق دُردانہ است و من غواص و دریا میکدہ
عشق موتی ہے میں غوطہ خور اور شراب خانہ دریا ہے

سر فرو بردم در آنجا تا کجا سر بر کنم
اس جگہ میں نے غوطہ لگایا ہے دیکھئے کہاں سر اٹھاؤں

گرچہ گرد آلودِ فقرم شرم باد از ہمتم
اگرچہ فقر سے گرد آلود ہوں مجھے اپنی ہمت سے شرم آنی چاہیے

گر بآبِ چشمۂ خورشید دامن تر کنم
اگر خورشید کے چشمہ کے پانی سے دامن تر کروں

۔ یعنی میں اس قابل نہیں تھا کہ اس کو میرا خیال آئے۔
۔ یہ پایا مسافر ہوتا تو راہبر کے بغیر بھی راستہ طے کر پاتا۔
۔ چونکہ میں تیری گلی سے رخصت ہو جاؤں گا یہ ساتھی مجھے تیری گلی میں ڈھونڈتے پھریں گے۔
۔ جو نظم میں نے کہی ہے وہ دنیا میں مشہور ہو جائیگی ایسی حالت میں بادشاہ کو چاہیے کہ موتیوں سے میرا منہ بھر دے۔
۔ محتسب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں مسلسل شاہد بازی اور شراب نوشی کرتا رہا۔
۔ کتب بینی کا وقت نہیں ہے بلکہ سیر کا وقت ہے۔
۔ یعنی باوجود فقر کے اگر میں دوسروں سے فیض اندوزی کا خیال کروں تو مجھے شرم آنی چاہیے۔

منکہ دارم در گدائی گنجِ سلطانی بدست
میں کہ فقیری میں شاہی خزانہ ہاتھ میں رکھتا ہوں

کے طمع در گردشِ گردونِ دون پرور کنم
کمینہ پرور آسمان کی گردش سے کب طمع کر سکتا ہوں

عاشقاں را گر در آتش می پسندد لطفِ دوست
اگر دوست کی مہربانی، عاشقوں کو آگ میں پسند کرتی ہے

تنگ چشمم گر نظر بر چشمۂ کوثر کنم
اگر میں کوثر کے چشمے پر نظر کروں تو میں تنگ نظر ہوں

عہد و پیمانِ فلک را نیست چنداں اعتبار
آسمان کے عہد و پیمان کا کچھ اعتبار نہیں ہے

عہد با پیمانہ بندم شرط با ساغر کنم
پیالے کے ساتھ عہد کروں گا اور ساغر کے ساتھ شرط باندھوں گا

بارکش یکدم عناں اے ترکِ شہر آشوبِ من
اے شہر کو فتنے میں ڈالنے والے میرے معشوق! ذرا لگام کھینچ لے

تا ز اشک و چہرہ راہت پر زر و گوہر کنم
تاکہ چہرے اور آنسوؤں سے تیرے راستے کو سونے اور موتیوں سے بھر دوں

با وجودِ بینوائی روسیہ باشم چو ماہ
بے سر و سامانی کے باوجود میں چاند کی طرح روسیاہ ہو جاؤں

گر قبولِ فیضِ خورشیدِ بلند اختر کنم
اگر میں بلند ستارہ، آفتاب کا فیض قبول کروں

منکہ امروزم بہشتِ نقد حاصل میشود
مجھے جبکہ آج نقد بہشت حاصل ہوتی ہے

وعدۂ فردائے زاہد را چرا باور کنم
زاہد کے کل کے وعدہ پر کیوں یقین کروں

شیوۂ رندی نہ لائق بود وضعم را ولے
رندی کا طریقہ، میری وضع کے مناسب نہ تھا لیکن

چوں در افتادم چرا اندیشۂ دیگر کنم
اب میں جبکہ پڑ گیا ہوں تو دوسرا خیال کیوں کروں

دوش لعلت عشوہ ہا میداد عاشق را ولے
تیرا ہونٹ کل عاشق کو فریب دیتا تھا، لیکن

من نہ آنم کز وے ایں افسانہا باور کنم
میں وہ نہیں ہوں کہ اس کے ان افسانوں پر یقین کروں

گوشۂ محرابِ ابروئے تو میخواہم ز بخت
نصیبہ سے میں تیرے ابرو کی محراب کے گوشہ کو چاہتا ہوں

تا در آنجا ہمچو مجنوں درسِ عشق از بر کنم
تاکہ اس جگہ مجنوں کی طرح عشق کے سبق کو حفظ کر لوں

وقتِ گل گوئی کہ زاہد شو بچشم و جانِ دل
موسم بہار میں تو کہتا ہے زاہد بن جا، بسر و چشم

میروم تا مشورت با شاہد و ساغر کنم
میں جاتا ہوں تاکہ معشوق اور ساغر سے مشورہ کر لوں

منکہ عیبِ توبہ کاراں کردہ باشم بارہا
جس شخص نے بارہا توبہ کرنیوالوں کو عیب لگایا ہے

توبہ از مے وقتِ گل دیوانہ باشم گر کنم
موسم بہار میں اگر میں شراب سے توبہ کروں تو میں دیوانہ ہوں گا

زہد وقتِ گل چہ سودائے ست حافظ گوش دار
موسم بہار میں زہد کیسی دیوانگی ہے، حافظ سن

تا اعوذے خوانم و اندیشۂ دیگر کنم
تاکہ میں اعوذ پڑھوں، اور دوسرے خیال میں لگوں

مرا می بینی و دردم زیادت میکنی دردم
تو مجھے دیکھتا ہے، اور فوراً میرے درد میں اضافہ کرتا ہے

ترا می بینم و شوقم زیادت میشود ہر دم
میں تجھے دیکھتا ہوں اور ہر گھڑی میرا اشتیاق بڑھتا ہے

بسامانم نمی پرسی نمیدانم چہ سر داری
تو میرے سامان کے متعلق نہیں پوچھتا ہے، معلوم نہیں تیرا کیا خیال ہے

بدرمانم نمیکوشی نمیدانی مگر دردم
تو میرے علاج کی کوشش نہیں کرتا، کیا تو میرے درد کو نہیں جانتا ہے

نہ راہ است اینکہ بگذاری مرا بر خاک و بگریزی
یہ کوئی راستہ نہیں ہے کہ تو مجھے خاک پر چھوڑ کر بھاگ جائے

گذارے آر و بازم پرس تا خاکِ رہت گردم
ادھر تشریف لا، اور مجھے پھر پوچھ تاکہ میں تیرے راستہ کی خاک بن جاؤں

[illegible]

ندارم دست از دامن بجز در خاک و آندم هم
خاک میں مل جانے کے بغیر، تیرے دامن سے دست بردار نہیں ہوں گا وہ بھی اس وقت میں
چو بر خاکم گذار آری بگیرد دامنت گردم
جب تو میری خاک پر سے گزرے گا تو میری خاک تیرا دامن پکڑے گی

فرو رفت از غم عشقت دمم دم میدہی تا کے
تیرے عشق کے غم سے میرا سانس گھٹ گیا تو کب تک دھوکے دیگا
دمار از من بر آوردی نمیگوئی بر آوردم
تو نے مجھے مار ڈالا، نہیں کہتا ہے کہ میں نے مارا

شبے دل را بتاریکی ز زلفت باز می جستم
ایک رات میں تیری زلف کی تاریکی میں دل کو ڈھونڈتا تھا
رخت میدیدم و جامے ز لعلت باز میخوردم
تیرا چہرہ دیکھتا تھا اور پھر تیرے ہونٹ سے جام پیتا تھا

کشیدم در برت ناگاہ و شد در تاب گیسویت
تجھے میں نے اچانک بغل میں لے لیا اور تیرے گیسو بل کھا گئے
نہادم بر لبت لب را و جان و دل فدا کردم
میں نے تیرے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے اور جان و دل کو قربان کردیا

بعزم سبزۂ صحرا چو میگردی رواں بے ما
جنگل کے سبزہ کی سیر کے ارادے سے جبکہ تو ہمارے بغیر چلا جاتا ہے
سرشک سرخ میگردد رواں از چہرۂ زردم
میرے زرد چہرے سے سرخ آنسو جاری ہو جاتے ہیں

تو خوش میباش با حافظ برو گو خصم جاں می دہ
تو حافظ سے خوش رہ وہ جا دشمن سے کہہ دے وہ جان دیدے
چو گرمی از تو می بینم چہ باک از خصم دم سردم
جب میں تیری جانب سے گرم جوشی دیکھتا ہوں مجھے ٹھنڈے سانسوں والے دشمن کی کیا پرواہ ہو

نماز شام غریباں چو گریہ آغازم
مسافروں کی شام کی نماز کے وقت میں جب رونا شروع کرتا ہوں
بمویہ ہائے غریبانہ قصہ پردازم
عجیب و غریب نالوں کے ساتھ قصہ بیان کرتا ہوں

بیاد یار و دیار آنچناں بگریم زار
یار اور وطن کی یاد میں میں ایسا زار زار روتا ہوں
کہ از جہاں رہ و رسم سفر بر اندازم
کہ دنیا سے سفر کی راہ و رسم کو مٹادوں گا

من از دیار حبیبم نہ از بلاد رقیب
میں دوست کے وطن کا ہوں گا، نہ کہ رقیب کے شہروں کا
مہیمنا برفیقان خود رساں بازم
اے نگہبان، پھر مجھے اپنے دوستوں کے پاس پہنچا دے

خدائے را مددے اے دلیل راہ کہ من
اے راستہ کے رہبر، خدا کے لئے کچھ مدد کر، تاکہ میں
بکوئے میکدہ دیگر علم بر افرازم
پھر میکدہ کے کوچہ میں جھنڈا بلند کروں

خرد ز پیری من کے حساب برگیرد
عقل میرے بڑھاپے کو کب گنتی میں لائے گی
کہ باز با صنمے طفل عشق می بازم
کیونکہ میں پھر کمسن معشوق کے ساتھ عشق بازی کر رہا ہوں

بجز صبا و شمالم نمی شناسد کس
مجھے، صبا اور شمالی ہوا کے سوا کوئی نہیں پہچانتا ہے
عزیز من کہ بجز باد نیست ہمرازم
اے میرے عزیز کیونکہ ہوا کے علاوہ میرا کوئی ہمراز نہیں ہے

ہوائے منزل یار آب زندگانی ماست
محبوب کے مکان کی ہوا، ہمارا آب حیات ہے
صبا بیار نسیمے ز خاک شیرازم
اے صبا میرے پاس شیراز کی خاک کی ذرا سی ہوا لے آ

سرشکم آمد و عیبم بگفت روئے بروی
میرے آنسو نکل آئے اور منہ در منہ میرا عیب کہہ دیا
شکایت از کہ کنم خانگی ست غمازم
میں کس کی شکایت کروں، میرے گھر کا ہی چغلخور ہے

ز چنگ زہرہ شنیدم کہ صبحدم میگفت
زہرہ کے چنگ سے میں نے سنا کہ صبح کے وقت کہہ رہی تھی
مرید حافظ خوش لہجہ و خوش آوازم
میں خوش لہجہ، خوش آواز، حافظ کی مرید ہوں

---

۱ زندگی بھر تیرے دامن سے وابستہ رہوں گا مرنے کے بعد میری خاک تیرے دامن سے لگی رہے گی۔
۲ جب محبوب راضی ہے تو دشمن کی ناراضی کی کیا پرواہ ہے۔
۳ دنیا کی زندگی مسافرانہ ہے اس زندگی کے مصائب کو نماز میں رو رو کر بیان کرتا ہوں
۴ وطن کی یاد میں ایسا روتا ہوں کہ اگر لوگ سن پائیں تو سفر کرنا چھوڑ دیں۔
۵ مہیمن، نگہبان، اللہ کے ناموں میں سے ہے۔
۶ تاکہ میں وطن میں لوٹ کر پھر شراب خانہ میں جھنڈا بلند کروں۔
۷ جبکہ میرا معشوق کمسن ہے تو عقل میرے بڑھاپے کو کس گنتی میں لائیگی۔
۸ آنسو میرے اپنے ہیں انہوں نے میری چغلخوری کی اب شکایت کس کے متعلق کروں۔

هر چند پیر و خستہ دل و ناتواں شدم
ہر چند بوڑھا، اور خستہ دل اور کمزور ہو گیا ہوں
هرگہ کہ یاد روئے تو کردم جواں شدم
جس وقت تیرے چہرے کو یاد کر لیا جوان ہو گیا

شکر خدا کہ ہر چہ طلب کردم از خدا
خدا کا شکر ہے کہ خدا سے میں نے جو بھی طلب کیا
بر منتہائے مطلب خود کامراں شدم
اپنے مطلب کے آخیر پر میں کامیاب ہو گیا

در شاہراہ دولت سرمد بتخت بخت
ہمیشگی کی دولت کے راستہ میں نصیب کے تخت پر
با جام مے بکام دل دوستاں شدم
شراب کے جام کے ساتھ دوستوں کے دل کی خواہش کے مطابق پہنچا

از آں زماں کہ فتنۂ چشمت بما رسید
جب سے تیری آنکھوں کا فتنہ ہمارے پاس آیا ہے
ایمن ز شر فتنۂ آخر زماں شدم
آخری زمانہ کے فتنے کے شر سے میں مطمئن ہو گیا

اے گلبن جواں بر دولت بخور کہ من
اے پھولوں کی جوان شاخ! دولت کا پھل کھا کہ میں
در سایۂ تو بلبل باغ جناں شدم
تیرے سایہ میں جنت کے باغ کا بلبل ہو گیا ہوں

اول ز حرف لوح وجودم خبر نبود
پہلے تو مجھے وجود کی تختی کے ایک حرف کا بھی پتہ نہ تھا
در مکتب غم تو چنیں نکتہ داں شدم
تیرے غم کے مکتب میں میں ایسا نکتہ داں ہو گیا ہوں

قسمت حوالتم بخرابات می کند
قسمت مجھے شراب خانہ کے حوالے کرتی ہے
ہر چند ایں چنیں شدم و آنچناں شدم
ہر چند کہ میں اس طرح ہوا اور اس طرح ہوا

من پیر سال و ماہ نیم یار بیوفاست
میں سال اور مہینہ کا بوڑھا نہیں ہوں دوست بیوفا ہے
بر من چو عمر میگذرد پیر از آں شدم
مجھ پر سے وہ عمر کی طرح گزر جاتا ہے اسلیے بوڑھا ہو گیا ہوں

آں روز بر دلم در معنی گشادہ شد
میرے دل پر معانی کا دروازہ اس دن کھلا
کز ساکنان درگہ پیر مغاں شدم
جبکہ میں پیر مغاں کی درگاہ کے ساکنوں میں بن گیا

دوشم نوید داد و بشارت کہ حافظا
کل اس نے مجھے خوشخبری اور بشارت دی کہ اے حافظ!
باز آ کہ من بعفو گناہت ضماں شدم
واپس آجا میں تیرے گناہوں کی معافی کا ضامن بن گیا ہوں

ردیف نون

اے شام بکوئے ما گذر کن
اے شام! ہمارے کوچہ سے گذر
وے صبح بحال ما نظر کن
اور اے صبح! ہمارے حال کو دیکھ

از ظلمت شب تنم بفرسود
رات کی تاریکی سے، میرا بدن فرسودہ ہو گیا
یارب شب ظلمتم سحر کن
اے خدا! میری اندھیری رات کو صبح کر دے

اے باد سحر بگوئی با یار
اے باد سحر! دوست سے کہدے
خود را تہ تیغ او سپر کن
اپنے آپ کو اس کی تلوار کے نیچے ڈھال بنا دے

گر کشتہ شوم بداغ ہجراں
اگر میں ہجر کے داغ سے مارا جاؤں
بر کشتۂ خویشتن نظر کن
اپنے شہید پر نظر کر

ے عمر کے اعتبار سے بوڑھا ہوں اور خستہ دل بھی ہوں لیکن محبوب کی یاد مجھے جوان بنا دیتی ہے۔
ے چونکہ محبوب کی آنکھوں کا فتنہ ان تمام فتنوں سے بڑھا ہوا ہے جو قیامت کے قریب برپا ہوں گے لہذا آنکھوں کے فتنے میں مبتلا ہو جانے کے بعد اس کا فضل سے محفوظ ہو گیا
ے عشق نے مرتبہ دانوں کا نکتہ داں بنا دیا ورنہ ہم جاہل تھے۔
ے یعنی کتنا ہی نادم اور پارسا تھا لیکن تقدیر غالب آگئی۔
ے یعنی سالوں اور مہینوں کے حساب سے میں بوڑھا نہیں ہوں ہجر نے بوڑھا بنا دیا ہے۔
ے حقائق اور معارف شراب خانہ میں پیر پر کھلے۔
ے پیر مغاں نے بلایا اور کہا کہ واپس لوٹ آ گناہوں کی مغفرت کا میں ضامن ہوں۔
ے شام اسکے ہماری حالت پر رحم کر۔
ے ظلمت کی تاریکی نے جسم گھلا دیا۔ اے خدا اس رات کو صبح کر دے۔

از زلفِ کمانکشش بپرہیز
اس کی کمان کھینچنے والی زلف سے بچو
وز ناوکِ غمزہ اش حذر کن
اور اس کی ادا کے تیر سے ڈر

اے دل اگرت ہوائے وصل ست
اے دل! اگر تجھے وصل کی خواہش ہے
برخیز روان و ترکِ سر کن
جلد اٹھ، اور سر سے ہاتھ دھولے

چوں یارِ سرِ وفا ندارد
چونکہ یار کو وفا کا خیال نہیں ہے
برخیز و زشہرِ خود سفر کن
اٹھ، اور اپنے شہر سے چلدے

حافظ چو نمیرسی بمقصود
اے حافظ جبکہ تو مقصود تک نہیں پہونچتا ہے
دم درکش و قصہ مختصر کن
چپ رہ، اور قصہ کو مختصر کر

اے نورِ چشمِ من سخنے ہست گوش کن
اے میری آنکھوں کے نور! ایک بات ہے، سن
تا ساغرت پُرست بنوشان و نوش کن
جب تک تیرا ساغر بھرا ہے، پلا اور پی

پیرانِ سخن بتجربہ گفتند گفتمت
بوڑھوں نے تجربہ کی بات کہی ہے، میں نے تجھ سے کہدیا
ہاں اے پسر کہ پیر شوی پند گوش کن
ہاں اے بیٹا! تاکہ تو بوڑھا ہو جائے، نصیحت سن

برہوشمند سلسلہ ننہادہ است عشق
عشق نے، عقلمند سے سلسلہ نہیں رکھا ہے
خواہی کہ زلفِ یار کشی ترکِ ہوش کن
تو چاہتا ہے کہ محبوب کی زلف کھینچے تو ہوش چھوڑدے

تسبیح و خرقہ لذتِ مستی نبخشدت
تسبیح، اور گدڑی تجھے مستی کی لذت نہ بخشے گی
ہمت دریں عمل طلب از میفروش کن
اس کام میں مے فروش سے باطنی توجہ چاہ

با دوستاں مضائقہ در عمر و مال نیست
دوستوں کے ساتھ جان و مال سے دریغ نہیں ہے
صد جاں فدائے یارِ نصیحت نیوش کن
نصیحت سننے والے دوست پر سو جانیں قربان کردے

در راہِ عشق وسوسۂ اہرمن بسے ست
عشق کے راستے میں شیطان کا بہت کچھ اندیشہ ہے
ہُشدار و گوشِ دل بہ پیامِ سروش کن
ہوشیار ہو جا، اور غیبی پیغام پر دل کا کان لگا

برگ و نوا تبہ شد و سازِ طرب نماند
سازو سامان تباہ ہو گیا، اور مستی کا ساز نہیں رہا
اے چنگ نالہ برکش و اے دف خروش کن
اے چنگ! نالہ کر، اور اے دف! شور کر

ساقی کہ جامت از مے صافی تہی مباد
اے ساقی! تیرا جام خالص شراب سے خالی نہ ہو
چشمِ عنایتے بمنِ دُرد نوش کن
مجھ تلچھٹ پینے والے کی طرف نظرِ عنایت کر

سرمست در قبائے زرافشاں چو بگذری
زرافشاں قبا میں مست ہو کر جب گذرے
یک بوسہ نذرِ حافظِ پشمینہ پوش کن
کمبل پوش حافظ کو ایک بوسہ نذر کردے

افسرِ سلطانِ گل پیدا شد از طرفِ چمن
چمن کی طرف سے، پھول کے بادشاہ کا تاج نمودار ہوا
مقدمش یارب مبارکباد بر سرو و سمن
اے خدا! اس کا آنا سرو اور سمن کو مبارک ہو

۱. زلف کو تیر انداز اور ادا کو تیر قرار دیا ہے
۲. جبکہ وصل کی توقع نہیں ہے تو قصہ گوئی سے کیا فائدہ ہے۔
۳. یہی بات کہنی ہے کہ جب تک بھی ساغر میں شراب ہے خود بھی پی اور دوسروں کو بھی پلا۔
۴. عشق عقل کے ساتھ جمع نہیں ہوتا اگر عشق کرنا ہے تو مدہوشی پیدا کرو۔
۵. جو مخلص دوست ہیں ان پر جان و مال قربان کر دینا چاہیئے۔
۶. عشق کے معاملے میں غیبی آواز پر کان رکھنا چاہیئے ورنہ شیطان وساوس ڈالے گا اور انسان گمراہ ہو جائیگا۔
۷. گویا کہ چنگ اور دف کو اپنی ناتوانی پر نالہ و نوحہ کرنا چاہیئے۔
۸. یعنی موسمِ بہار آگیا ہے۔

خوش بجائے خویشتن بودے نشستِ خسروی
بادشاہ کا اپنی جگہ پر بیٹھنا، اچھا ہوتا

تا نشیند ہر کسے اکنوں بجائے خویشتن
تاکہ ہر شخص اب اپنی جگہ بیٹھ جائے

تا ابد معمور بادا ایں خانہ کز خاک درش
خدا کرے یہ گھر ہمیشہ آباد رہے، اس لیے کہ اسکے در کی خاک سے

ہر نفس با بوئے رحماں می وزد بادِ یمن
یمن کی ہوا ہر سانس میں رحمان کی خوشبو لیکر چلتی ہے

خاتمِ جم را بشارت دہ بحسنِ خاتمہ
جمشید کی انگوٹھی کو حسنِ خاتمہ کی بشارت دیدے

کاسمِ اعظم کرد ازو کوتاہ دستِ اہرمن
اس لیے کہ اسم اعظم نے شیطان کے ہاتھ کو اس سے کوتاہ کر دیا ہے

خنگ چوگانی چرخت رام شد در زیرِ زیں
آسمان کا چوگانی گھوڑا تیری زین کے نیچے رام ہو گیا ہے

شہسوارا خوش بمیداں آمدی گوئے بزن
اے شہسوار! تو میدان میں خوب آیا، گیند مار

جوئبارِ ملک را آب از سرِ شمشیرِ تست
ملک کے چشمہ میں پانی، تیری تلوار کی نوک کی وجہ سے ہے

تو درختِ عدل بنشاں بیخ بدخواہاں بکن
تو انصاف کا پودا لگا، دشمنوں کی جڑ اکھاڑ

شوکتِ پورِ پشنگ و تیغِ عالمگیرِ او
پشنگ کے بیٹے کا دبدبہ اور اس کی عالمگیر تلوار

در ہمہ شہنامہ باشد داستانِ انجمن
تمام شاہناموں میں انجمن کی داستان ہوگی

بعد ازیں نشگفت اگر با نکہتِ خلقِ خوشت
کوئی تعجب نہیں ہے اسکے بعد اگر تیرے اچھے اخلاق کی خوشبو کی وجہ

خیزد از صحرائے ایراں نافۂ مشکِ ختن
ختن کے مشک کا نافہ ایران کے جنگل سے پیدا ہو

گوشہ گیراں انتظارِ جلوۂ خوش میکشند
گوشہ نشیں، اچھے جلوے کا انتظار کر رہے ہیں

بر شکن طرفِ کلاہ و برقع از رخ برفکن
ٹوپی کا کنارہ ٹیڑھا کر، اور رخ سے برقع اتار پھینک

اے صبا بر ساقیِ بزمِ اتابک عرضہ دار
اے صبا! اتابک کی مجلس کے ساقی کو پیغام پہنچا دے

تا ازاں جامِ زر افشاں جرعۂ بخشد بمن
تاکہ اس زر افشاں جام سے مجھے ایک گھونٹ بخشدے

مشورت با عقل کردم گفت حافظ مے بنوش
میں نے عقل سے مشورہ کیا، اس نے کہا اے حافظ شراب پی

ساقیا مے دہ بقولِ مستشارِ مؤتمن
اے ساقی! بااعتماد مشیر کے قول کے مطابق شراب دیدے

اے خسروِ خوباں نظرے سوئے گدا کن
اے حسینوں کے بادشاہ! فقیر پر ایک نظر کر

رحمے بمنِ سوختۂ بے سر و پا کن
مجھ جلے ہوئے، بے سروپا پر، رحم کر

دارد دلِ درویش تمنائے نگاہے
فقیر کا دل، ایک نگاہ کا آرزو مند ہے

زاں چشمِ سیہ مست بیک غمزہ روا کن
اس مست، کالی آنکھ کی ایک ادا سے حاجت روائی کر دے

گر لاف زند ماہ کہ ماند بجمالت
اگر چاند ڈینگیں مارے کہ تیرے حسن کے مشابہ ہے

بنمائے رخِ خویش و مہ انگشت نما کن
اپنا رخ دکھا دے، اور چاند پر انگشت نمائی کر دے

اے سروِ چماں از چمن و باغ زمانے
اے سروِ خراماں! چمن اور باغ سے تھوڑی دیر کے لئے

بخرام دریں بزم و دو صد جامہ قبا کن
اس محفل میں ٹہل، اور سیکڑوں دامن چاک کر دے

شمع و گل و پروانہ و بلبل ہمہ جمع اند
شمع، گل، پروانہ اور بلبل سب جمع ہیں

اے دوست بیا رحم بہ تنہائیِ ما کن
اے دوست! آجا، ہماری تنہائی پر رحم کر

۱؎ اگر میرا محبوب آجاتا ہے تو پھر سب اپنی اپنی جگہ قرینے سے بیٹھ جاتے ہیں۔
۲؎ ایک حدیث کا مضمون ہے حضور نے فرمایا مجھے یمن کی طرف سے رحمان کے سانس کی خوشبو آتی ہے۔
۳؎ تیری تلوار ملک کی آبیاری کر رہی ہے تو انصاف کی شجرکاری کر۔
۴؎ پشنگ، افراسیاب کے باپ کا نام ہے۔
۵؎ یعنی لوگ شاہنامہ شاہی کارناموں کی تاریخ ہوتی ہے۔
۶؎ تیرے اچھے اخلاق سے ایران کی سرزمین مہک رہی ہے اور اس میں سے مشک ختن کی خوشبو آ رہی ہے۔
۷؎ عقل کا مشورہ یہی ہے کہ شراب نوشی کیجائے۔
۸؎ اگر چاند برابری کا دعویٰ کرے تو اپنا رخ دکھا دے وہ بدنام ہو جائے گا۔
۹؎ جامہ کو قبا کرنا یعنی اس کو چاک کرنا۔
۱۰؎ دوسرے عاشق و معشوق جمع ہیں اور میں عاشق مہجور ہوں۔

بادل شدگاں جور و جفا تا کے آخر
دلوں پر آخر کب تک ظلم و ستم کرے گا؟

آہنگِ وفا ترکِ جفا بہرِ خدا کن
خدا کے لئے وفا کا ارادہ کر اور ستم چھوڑ دے

مشنو سخنِ دشمنِ بد گوے خدارا
خدا کے لیے بدگو دشمن کی بات

با حافظِ مسکین خود اے دوست وفا کن
اے دوست اپنے مسکین حافظ کے ساتھ وفا کر

اے روئے ماہ منظرِ تو نو بہارِ حسن
اے کہ تیرا چاند جیسا چہرہ، حسن کی نو بہار ہے

خال و خطِ تو مرکزِ لطف و مدارِ حسن
تیرا تل اور خط پاکیزگی کا مرکز اور حسن کا مدار ہے

در چشمِ پر خمارِ تو پنہاں فسونِ سحر
تیری خمار بھری آنکھوں میں جادو کا منتر پوشیدہ ہے

در زلفِ بیقرارِ تو پیدا قرارِ حسن
تیری بے قرار زلف میں حسن کا استقلال ظاہر ہے

ماہے نتافت چوں رخت از برجِ خسروی
شاہی برج سے تیرے چہرے جیسا کوئی چاند نہ چمکا

سروے نخاست چوں قدت از جوئبارِ حسن
حسن کی نہر سے تیرے قد جیسا کوئی سرو نہیں ابھرا

خرم شد از ملاحتِ تو عہدِ دلبری
تیری ملاحت سے، دلبری کا زمانہ خوشگوار و خرم ہو گیا

فرخ شد از لطافتِ تو روزگارِ حسن
تیری پاکیزگی سے حسن کا زمانہ بابرکت ہو گیا

از دامِ زلف و دانۂ خالِ تو در جہاں
تیری زلف کے جال، اور تل کے دانے سے، دنیا میں

یک مرغِ دل نماند نگشتہ شکارِ حسن
دل کا ایک پرند نہیں بچا، جو حسن کا شکار نہ ہو گیا؟

دائم بلطف دایۂ طبع از میانِ جاں
فطرت کی دایہ دل و جان سے، مہربانی کے ساتھ ہمیشہ

می پرورد بناز ترا در کنارِ حسن
تجھے حسن کی گود میں، ناز سے پالتی ہے

گرد لبت بنفشہ از آں تازہ و تر است
تیرے ہونٹوں کے چاروں طرف بنفشہ اس لیے تر و تازہ ہے

کآبِ حیات میخورد از جوئبارِ حسن
کہ حسن کی نہر سے آبِ حیات پی رہا ہے

مثلِ تو گل رخے نتواں یافت در جہاں
تجھ جیسا پھول جیسے چہرے والا دنیا میں نہ پایا جا سکا

در گلشنِ زمانہ تو داری بہارِ حسن
زمانے کے باغ میں تو حسن کی بہار رکھتا ہے

حافظ طمع برید کہ بیند نظیرِ دوست
حافظ نے لالچ ختم کر دیا کہ دوست کی مثال دیکھے

دیار نیست غیرِ تو اندر دیارِ حسن
حسن کے ملک میں تیرے سوا کوئی آباد نہیں ہے

اے لبت آبِ حیات و اے قدت سروِ چمن
اے وہ کہ تیرا ہونٹ آبِ حیات ہے، اور تیرا قد چمن کا سرو ہے

اے رخت خورشیدِ خاور وے خطت مشکِ ختن
اے وہ کہ تیرا رخ مشرق کا سورج ہے اور تیرا خط ختن کا مشک ہے

ہمچو ابروئت بچشمِ من نکم آید ماہِ نو
کوئی نیا چاند میری نظر میں تیرے ابرو جیسا نہیں ہے

چوں لبِ لعلت نباشد عقیق اندر یمن
تیرے لبِ لعل جیسا، یمن میں کوئی عقیق نہ ہوگا

تا رخت دیدہ است گل در باغ اے سروِ رواں
اے چلتے پھرتے سرو جب سے باغ میں پھول نے تیرا رخسار دیکھا ہے

بر تنِ خود چاک میسازد ز خجلت پیرہن
شرمندگی سے اپنے بدن پر لباس چاک کر رہا ہے

ا۔ آج تک تجھ جیسا حسین رخ اور حسین قد کوئی پیدا نہیں ہوا۔
۲۔ کوئی دل نہیں جو تیری زلف کے دام اور تل کے دانہ میں دپھنسا ہو۔
۳۔ قدرت نے تجھے حسن کی گود میں ناز سے پالا ہے۔
۴۔ سبزۂ خط کو بنفشہ اور ہونٹوں کو آبِ حیات کی نہر قرار دیا ہے۔
۵۔ ملکِ حسن کا صرف تو ہی ایک باشندہ ہے۔
۶۔ میری نظر میں ہلال تیری ابرو سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے اور تیرے ہونٹوں کے مقابلہ میں کوئی عقیق رنگ ہے۔

رشتۂ جانِ من ست آں یا موئے بتاں
وہ میری جان کا دھاگا ہے، یا معشوقوں کا بال ہے

ذرّۂ خورشید یا دُرجِ دُرست آں یا دہن
وہ آفتاب کا ذرہ ہے، یا موتیوں کی ڈبیا یا منہ ہے

بوسہ میخواہم ز تو لب را بدنداں میگزی
میں تجھ سے بوسہ مانگتا ہوں، تو دانتوں سے ہونٹ کاٹتا ہے

میکنی جانم جراحت بارِ دیگر جانِ من
اے میری جان! تو میری جان کو دوبارہ زخمی کرتا ہے

عاشقِ روئے توام اے شاہِ خوبانِ چگل
اے حسینانِ عالم کے بادشاہ! میں تیرے چہرے کا عاشق ہوں

ایں حکایت را بدانند آشکارا مرد و زن
اس قصہ کو مرد و زن کھلم کھلا جانتے ہیں

مُرد حافظ در غمت در گردنِ تو خونِ من
تیرے غم میں حافظ مر گیا، میرا خون تیری گردن پر ہے

دادِ من بستاند از تو روزِ محشر ذوالمنن
خدا حشر کے دن تجھ سے میرا بدلہ لے گا

بالا بلند عشوہ گرِ سرو نازِ من
میرے بلند قد، عشوہ گر، سرو ناز نے

کوتاہ کرد قصۂ زہدِ درازِ من
میرے دراز زہد کے قصہ کو مختصر کر دیا

دیدی دلا کہ آخرِ پیری و زہد و علم
اے دل! تو نے دیکھا کہ بڑھاپے اور زہد اور علم کے آخر میں

با من چہ کرد دیدۂ معشوقہ بازِ من
میری معشوقہ باز آنکھوں نے میرے ساتھ کیا کیا؟

از آب دیدہ بر سرِ آتش نشستہ ام
میں آنکھوں کے آنسوؤں سے بیقرار ہو گیا ہوں

کو فاش کرد در ہمہ آفاق رازِ من
اس لیے کہ انھوں نے تمام زمانے میں میرا راز فاش کر دیا

میترسم از خرابیِ ایماں کہ می برد
مجھے ایمان کی خرابی کا ڈر ہے، اس لئے کہ لیجاتی ہے

محرابِ ابروئے تو حضور از نمازِ من
تیری ابرو کی محراب میری نماز سے دل کی لگن کو

مست ست یار و یادِ حریفاں نمیکند
دوست مست ہے، اور عاشقوں کو یاد نہیں کرتا ہے

یادش بخیر ساقیِ مسکیں نوازِ من
میرے مسکین نواز ساقی کی یاد بخیر ہو

یا رب کے آں صبا بوزد کز نسیمِ او
اے خدا! وہ صبا کب چلے گی جس کی نسیم سے

گردد شمامۂ کرمش کارسازِ من
اس کے کرم کی خوشبو میری کارساز بن جائے

برخود چو شمع خندہ زناں گریہ میکنم
میں شمع کی طرح، اپنے اوپر ہنستا ہوا روتا ہوں

تا با تو سنگدل چہ کند سوز و سازِ من
دیکھئے، تجھ سنگدل پر میرا سوز و ساز کیا اثر کرتا ہے؟

نقشے بر آب میزنم از گریہ حالیا
فی الحال تو میں بے نتیجہ روتا ہوں

تا کے شود قرینِ حقیقت مجازِ من
دیکھئے میرا مجاز کب حقیقت کے قریب ہوتا ہے؟

محمود را دمے کہ بآخر رسید عمر
جس وقت محمود کی عمر آخر پر پہونچی

میداد جاں بزاری و میگفت ایازِ من
عاجزی کے ساتھ جان دیرہا تھا اور کہتا تھا ہائے میرے ایاز!

گفتم بدلقِ زرق بپوشم نشانِ عشق
میں نے کہا تھا، مکر کی گدڑی سے عشق کا نشان چھپاؤں گا

غماز بود اشک و عیاں کرد رازِ من
آنسو چغلخور تھے، اور انہوں نے میرا راز کھولدیا

زاہد ازیں نمازِ تو کارے نمیرود
اے زاہد! تیری اس نماز سے کچھ کام نہیں چلتا

ہم مستیِ شبانہ و راز و نیازِ من
میری رات کی مستی، اور راز و نیاز سے بھی

ے محبوب کا بال میری جان کا دھاگا ہے، اس کا منہ آفتاب کا ذرہ ہے یا موتیوں کی ڈبیہ۔
ے بوسہ کے سوال پر غصہ میں دانتوں سے ہونٹ کاٹتا ہے جو میری جان ہیں۔
ے میرے محبوب نے میرا پرانا زہد تقویٰ ختم کر دیا۔
ے ساری زندگی زہد وعلم میں گذاری لیکن آخر عمر میں عشقباز آنکھوں نے سب کچھ ختم کر دیا۔
ے بر سر آتش نشستن: بیقرار ہو جانا۔
ے نماز میں اگر تیری ابرو کے محراب کا تصور آ جاتا ہے تو نماز میں دل نہیں لگتا یہ ایمان کی خرابی کی دلیل ہے۔
ے شمع کو خنداں اور گریاں مانا جاتا ہے اس کا نور خندہ ہے اور پگھلنا رونا ہے۔
ے عاشق نزع کے وقت بھی معشوق کو یاد کرتا ہے محمود اے ایاز کہتا دنیا سے گیا۔
ے زہد کی گدڑی میں عشق چھپانا چاہتا تھا لیکن آنسوؤں نے چغلی کھا دی۔
ے زاہد کی نماز ۴

۴ موجب وصال یار کا سبب نہ میری مستی اور راز و نیاز۔

یاراں بناز و نعمت و ما غرقِ محنتیم — بارے بساز کارِ من اے کارسازِ من
دوست ناز و نعمت میں ہیں، اور ہم مصیبت میں ڈوبے ہوئے — اے میرے کارساز! اب تو میرا کام بنا دے

حافظ زغصہ سوخت بگو حالش اے صبا
حافظ رنج سے جل مرا، اے صبا! اس کی حالت بتا دے

باشاہِ دوست پرور دشمن گدازِ من
میرے دوست پرور، دشمن سوز، بادشاہ کو

بہارِ گل طرب انگیز گشت و توبہ شکن — بشادیٔ رخِ گل بیخِ غم ز دل برکن
پھولوں کی بہار مستی پیدا کرنے والی، اور توبہ شکن ہو گئی ہے — پھول کے رخ کی خوشی میں، غم کی جڑ دل سے اکھاڑ پھینک

طریقِ صدق بیاموز ز آبِ صاف[1] دل — براستی طلب آزادگی ز سروِ چمن
اے دل! صاف پانی سے دل کی سچائی کا طریقہ سیکھ لے — چمن کے سرو سے، سچائی کے ساتھ آزادی طلب کر

رسید بادِ صبا غنچہ[2] از ہواداری — ز خود بروں شد و بر تن دریدہ پیراہن
بادِ صبا آپہنچی، محبت میں غنچہ — اپنے سے باہر ہو گیا، اور جسم پر پیرہن کو چاک کر ڈالا

ز دستبردِ صبا گردِ گل کلالہ[3] ببیں — شکنجِ گیسوئے سنبل نگر بروئے سمن
صبا کی دستبرد سے، گل کے چاروں طرف زلف کو دیکھ — سمن کے چہرے پر، سنبل کے گیسو کے بل دیکھ

عروسِ غنچہ بدیں زیور و تبسمِ خوش — معاینہ دل و دیں میبرد بوجہِ حسن
غنچہ کی دلہن اس زیور، اور حسین تبسم کے ذریعہ — اچھے طریقے پر کھلم کھلا دل اور دین لیے جا رہی ہے

صفیرِ بلبلِ شوریدہ و نفیرِ ہزار[4] — برائے وصلِ گل آمد بروں ز قلبِ حزن
پریشان بلبل کی چہچہاہٹ، اور ہزار داستان کی آواز — غمگین دل سے وصلِ گل کے لئے باہر نکل ہے

حدیثِ قصۂ دوراں ز جام جو حافظ
اے حافظ زمانہ کے قصے کی بات، جام سے سن

بقولِ مطرب و فتوائے پیرِ صاحبِ فن
مطرب کے قول، اور صاحبِ فن پیر کے فتوے کے مطابق

بیفگن بر صفِ رنداں نظرے بہتر ازیں — بر درِ میکدہ می کن گذرے بہتر ازیں
رندوں کی صف پر، اس سے اچھی نظر ڈال — میکدہ کے در پر، اس سے اچھی طرح گزر

در حقِ من لبت ایں لطف کہ میفرماید — گرچہ خوبست ولیکن قدرے بہتر ازیں
میرے بارے میں، جو مہربانی تیرے ہونٹ کرتے ہیں — اگرچہ اچھی ہے، لیکن ذرا اس سے اور اچھی

آنکہ فکرش گرہ از کارِ جہاں بکشاید — گو دریں نکتہ بفرما نظرے بہتر ازیں[5]
جس کی فکر، دنیا کے کام کی گرہ کھولتی ہے — اس سے کہہ دو کہ اس نکتہ میں اس سے بہتر غور و فکر کرے

دل بداں رودِ گرامی چہ کنم گر ندہم — مادرِ دہر ندارد پسرے بہتر ازیں
اس معزز لڑکے کو دل نہ دوں، تو کیا کروں — زمانہ کی ماں کے پاس اس سے بہتر کوئی لڑکا نہیں ہے

ناصحم گفت کہ جز غم چہ ہنر دارد عشق[6] — گفتم اے خواجۂ عاقل ہنرے بہتر ازیں
مجھ سے ناصح نے کہا، غم کے سوا عشق کیا ہنر رکھتا ہے — میں نے کہا اے عقلمند خواجہ اس سے بہتر ہنر کونسا ہے!

[1] صاف پانی اپنے ہر خس و خاشاک کو ظاہر کر دیتا ہے اس لئے صدقِ دل پانی سے سیکھنی چاہیے، سرو چمن آزاد ہے اس سے آزادی کا سبق حاصل کرنا چاہیے۔
[2] غنچہ بھی عشق کی وجہ سے اپنی پتیاں کھول دیتا ہے اور باہر نکل آتا ہے۔
[3] ہوا نے گل کے چاروں طرف سنبل کی زلفیں بکھیر دی ہیں۔
[4] ہزار بلبل کی ایک قسم ہے یعنی بلبل و ہزار کا نالہ بھی طلبِ وصل کے لیے ہے۔
[5] عشق کے معاملہ میں زیادہ غور و فکر کی ضرورت ہے۔
[6] ناصح نے طنزاً کہا عشق میں غم کے سوا اور کیا ہے میں نے کہا اس ہنر سے بہتر اور کونسا ہنر ہو سکتا ہے۔

گر گویم کہ قدح گیر و لب ساغر بوس — بشنو اے جاں کہ نگوید دگرے بہتر ازیں

اگر تیرے محبوب کو پیالہ تھام، اور ساغر کا ہونٹ چوم — اے جان! اس لیے کہ کوئی دوسرا اس سے بہتر بات نہیں کہہ سکتا

کلکِ حافظ شکریں شاخِ نباتست بچیں

حافظ کا قلم، گنے کی میٹھی شاخ ہے، چن لے

کہ دریں باغ نہ بینی ثمرے بہتر ازیں

اس لیے کہ اس باغ میں تو اس سے بہتر پھل نہ دیکھے گا

چندانکہ گفتند غم با طبیباں — درماں نکردند مسکیں غریباں

انھوں نے ہر چند، طبیبوں کو غم بتایا — غریب، مسکین علاج نہ کر سکے

آں گل کہ ہر دم در دستِ خارست — گو شرم بادت از عندلیباں

جو پھول ہر وقت کانٹے کے ہاتھ میں ہے — اس سے کہدو! تجھے بلبلوں سے شرم آنی چاہیئے

ما دردِ پنہاں با یار گفتیم — نتواں نہفتن درد از طبیباں

ہم نے چھپا ہوا درد دوست سے کہہ دیا — طبیبوں سے درد نہیں چھپایا جا سکتا ہے

یا رب اماں دہ تا باز بیند — چشمِ محبّاں روئے حبیباں

اے خدا! امن دے تاکہ پھر دیکھ لے — دوستوں کی آنکھ، معشوقوں کے چہرے کو

درجِ محبت بر مُہرِ خود نیست — یا رب مبادا کامِ رقیباں

محبت کی ڈبیہ پر اپنی مہر نہیں ہے — اے خدا! رقیبوں کا مقصد پورا نہ ہو

اے مُنعم آخر بر خوانِ وصلت — تا چند باشم از بے نصیباں

اے دولتمند! تیرے وصل کے دسترخوان پر آخر — میں کب تک بے نصیبوں میں سے بنا رہوں گا

با آہ و دردم با روئے زردم — مانندِ باراں سر در بیاباں

میں آہ اور درد میں ہوں، زرد چہرے والا ہوں — بارش کی مانند جنگل میں سرگرداں ہوں

حافظ نہ گشتی رسوائے گیتی

اے حافظ! تو رسوائے عالم نہ ہوتا

گر می شنیدی پندِ ادیباں

اگر ادب سکھانے والوں کی نصیحت سن لیتا

چو گل ہر دم بہ بویت جامہ بر تن — کنم چاک از گریباں تا بدامن

تیری خوشبو کی وجہ سے پھول کی طرح ہر وقت بدن پر کپڑے — پھاڑتا ہوں، گریبان سے دامن تک

تنت را دیدہ گل گوئی کہ در باغ — چو مستاں جامہ را بدرید بر تن

گویا پھول نے تیرے جسم کو دیکھ لیا ہے کیونکہ باغ میں — مستوں کی طرح جسم پر لباس کو چاک کر لیا ہے

من از دستِ غمت مشکل برم جاں — ولے دل را تو آساں بردی از من

میں تیرے غم کے ہاتھ سے مشکل سے جان بچا سکتا ہوں — لیکن تو آسانی سے مجھ سے دل لے گیا

بقولِ دشمناں برگشتی از دوست — نگردد ہیچکس با دوست دشمن

دشمنوں کے کہنے سے تو دوست سے برگشتہ ہو گیا — کوئی شخص دوست کا دشمن نہیں ہوا کرتا

ے کوئی دوسرا اس سے بہتر نصیحت نہیں کر سکتا۔ ے مرضِ عشق کا علاج طبیبوں کے پاس نہیں ہے۔ ے جو معشوق رقیبوں میں پھنسا ہے اس کو عاشق سے شرم آنی چاہیے۔ ے کیونکہ یہ مرض کا طبیب معشوق ہی ہے۔ ے چونکہ محبوب اپنے اختیار میں نہیں ہے رقیبوں سے ملا ہے خدا کرے ان کا مقصد پورا نہ ہو۔ ے پھولوں نے اپنے کپڑے تیرے عشق میں پھاڑے ہیں۔ ے مجھے جان بچانا مشکل ہے تجھے دل لے لینا آسان ہے۔

تنت در جامہ چوں در جام بادہ
کپڑوں میں تیرا بدن، جیسا کہ جام میں شراب

دلت در سینہ چوں در سیم آہن
سینہ میں تیرا دل، جیسا کہ چاندی میں لوہا

ببار اے شمع اشک از دیدہ چوں میغ
اے شمع! ابر کی طرح آنکھوں سے آنسو بہا

کہ سوزِ دل شود بر خلق روشن
تاکہ لوگوں پر دل کی جلن واضح ہو جائے

مرو کز سینہ ام آہِ جگر سوز
دور جا، اس لیے کہ میرے سینے سے جگر سوز آہ

برآید ہمچو دود از راہِ روزن
اس طرح نکلتی ہے جیسے سوراخ کے راستے سے دھواں

دلم را مشکن و در پا میانداز
میرا دل نہ توڑ، اور پیروں میں نہ ڈال

کہ دارد در سرِ زلفِ تو مسکن
اس لیے کہ وہ تیری زلف میں ٹھکانا رکھتا ہے

چو دل را بست در زلفِ تو حافظ
جبکہ حافظ نے دل کو تیری زلف سے وابستہ کر دیا ہے

بدیں ساں کارِ او در پا میفگن
اس طرح سے اس کے کام کو پیروں میں نہ ڈال

چوں شوم خاکِ رہش دامن بیفشاند ز من
جب میں اس کے راستے کی خاک بنتا ہوں، تو مجھ سے دامن جھاڑتا ہے

ور بگویم دل بگرداں رو بگرداند ز من
اور اگر میں کہتا ہوں دل پھیر دے، مجھ سے منہ پھیر لیتا ہے

گر چو شمعش پیش میرم بر غمم خندد چو صبح
اگر شمع کی طرح اس کے سامنے مرتا ہوں، میرے غم پر صبح کی طرح ہنستا ہے

ور برنجم خاطرِ نازک برنجاند ز من
اگر میں رنجیدہ ہوتا ہوں، نازک دل کو مجھ سے رنجیدہ کر لیتا ہے

عارضش رنگیں بہر کس مینماید ہمچو گل
پھول جیسا رنگین رخسارہ سب کو دکھاتا ہے

ور بگویم باز پوشاں باز پوشاند ز من
اور اگر میں کہتا ہوں چھپالے، تو مجھ سے چھپا لیتا ہے

دوستاں جاں دادم از بہرِ دہانش بنگرید
اے دوستو! اس کے منہ کے لیے میں نے جان دی ہے، دیکھو

کو بچیزے مختصر چوں باز میماند ز من
تو اتنی مختصر چیز کے لیے بھی وہ مجھ سے دریغ کرتا ہے

او بخونم تشنہ و من بر لبش تا چوں شود
وہ میرے خون کا پیاسا ہے، میں اس کے ہونٹ پر، دیکھو کیا ہوتا ہے

کام بستانم ازو یا داد بستاند ز من
میں اس سے مقصد حاصل کرتا ہوں یا وہ مجھ سے انصاف لیتا ہے

چشمِ خود را گفتم آخر یک نظر سیرش ببیں
میں نے اپنی آنکھ سے کہا آخر اس کو جی بھر کر ایک نظر دیکھ لے

گفت میخواہی مگر تا جوئے خوں راند ز من
اس نے کہا، شاید تو یہ چاہتا ہے وہ مجھ سے خون کی ندی بہا دے

گر چو فرہادم بتلخی جاں برآید باک نیست
اگر کوہکن فرہاد کی طرح میری جان تلخی سے نکل جائے کوئی فکر نہیں

بس حکایتہائے شیریں باز میماند ز من
بہت سی میٹھی کہانیاں تو میری باقی رہ جائیں گی

ختم کن حافظ کہ گر زیں گونہ خوانی درسِ عشق
اے حافظ! ختم کر دے، اگر تو عشق کا سبق اسی طرح پڑھتا ہے تو

خلق در ہر گوشہ افسانہ خواند ز من
لوگ ہر گوشہ میں میرا افسانہ پڑھیں گے

خدا را کم نشیں با خرقہ پوشاں
خدا کے لیے گدڑی پہننے والوں کے ساتھ کم بیٹھ

رخ از رندانِ بے ساماں مپوشاں
بے سامان رندوں سے رخ نہ چھپا

ل سینہ چاندی ہے اور دل لوہا۔
ل تیرے جلنے سے جگر سوز آہیں اس طرح نکلیں گی جیسے سوراخ سے دھواں نکلتا ہے۔
ل دل کا مسکن جبکہ تیری زلف ہے اس کو پامال نہ کر۔
ل خاک بنکر بھی دامن چھڑانا مناسب نہیں ہے پھر دلبر کو کہتا ہوں تو دل کو بھی دائمی کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔
ل میں جان دیتا ہوں تو وہ ہنستا ہے میں اظہارِ غم کرتا ہوں تو خفا ہوتا ہے۔
ل سب کو چہرہ دکھاتا ہے میں منع کرتا ہوں تو مجھ ہی سے منہ چھپا لیتا ہے۔
ل ہمنے تو اس کو جان دے دی وہ اپنا ذرا سا منہ بھی نہیں دیتا ہے۔
ل دوستانہ ادا جیت لینا یعنی وہ میرے خون کا پیاسا ہے اور میں اسکے ہونٹوں کا پیاسا ہوں اب دیکھیں کس کا مقصد حاصل ہو گیا اس کا ہی۔
ل صرف نظر سے تو یہ جان کر رہا ہے کہ اول پھر آنکھوں سے تو خون کی ندیاں

[illegible] والے [illegible]

درین خرقہ بسے آلودگی ہست
اس گدڑی میں بڑی گندگی ہے

خوشا وقت قبائے مے فروشاں
مے فروشوں کی قبا کا وقت اچھا ہے

چو مستم کردہ مستور منشیں
جب تو نے مجھے مست کر دیا ہے، چھپ کر بیٹھ

چو نوشم دادہ زہرم منوشاں
جب تو نے مجھے شہد دیا ہے، تو زہر نہ پلا

تو نازک طبعی و طاقت نیاری
تو نازک طبع ہے، اور برداشت نہ کرے گا

گرانی ہائے مشتے دلق پوشاں
مٹھی بھر گدڑی پہننے والوں کی ناگواری کو

درین صوفی وشاں دردے ندیدم
ان صوفی نما لوگوں میں میں نے درد نہیں دیکھا

کہ صافی باد عیش دُرد نوشاں
خدا کرے تلچھٹ پینے والوں کا عیش صاف ہے

لب میگون و چشم مست بکشائی
شراب جیسے ہونٹ، اور مست آنکھ کھول

کہ از شوق مے لعل ست جوشاں
کیونکہ تیرے شوق سے سرخ شراب جوش میں ہے

بیا و زرق این سالوسیان بیں
آ، اور ان مکاروں کی مکاری دیکھ

صراحی خوں دل و بربط خروشاں
صراحی کا دل خون ہو رہا ہے اور بربط شور کر رہا ہے

تو در خوابی کجا دانی کہ عاشق
تو خواب میں ہے، تجھے کیا معلوم ہے کہ عاشق

بسر در کوئے میگردد خروشاں
سر کے بل کوچہ میں شور کرتا پھر رہا ہے

ز دل گرمی حافظ پُر حذر باش
حافظ کے دل کی گرمی سے ڈرتا رہ

کہ دارد سینۂ چوں دیگ جوشاں
اس لیے کہ اس کا سینہ دیگ کی طرح جوش مار رہا ہے

بہتر از فکر مے و جام چہ خواہد بودن
شراب اور جام کے خیال سے اور کیا بہتر ہوگا؟

تا بہ بینیم سر انجام چہ خواہد بودن
آخر ہم دیکھیں سر انجام کیا ہوگا؟

پیر میخانہ چہ خوش گفت معمائے دوش
میخانہ کے پیر نے کل شب کیا اچھا معمہ بتایا

از خط جام کہ فرجام چہ خواہد بودن
جام کے خط سے، کہ انجام کیا ہوگا؟

بادہ خور غم مخور و پند مقلد مشنو
شراب پی، غم نہ کر، اور مقلد کی بات نہ سن

اعتبار سخن عام چہ خواہد بودن
عوام کی بات کا کیا اعتبار ہوگا؟

غم دل چند تواں خورد کہ ایام نماند
دل کا غم کب تک کھایا جائے، کہ زمانہ نہیں رہا!

گو نہ دل باش و نہ ایام چہ خواہد بودن
کہہ دو، نہ دل رہے، نہ زمانہ کیا رہے گا؟

مرغ کم حوصلہ را گو سر خود گیر و برو
کم حوصلہ پرندہ کو کہہ دو جائے، اپنا کام کرے

رحم آنکس کہ نہد دام چہ خواہد بودن
جو شخص جال بچھائے، اس کا رحم کیا ہوگا؟

دست رنج تو ہماں بہ کہ شود صرف بکام
تیری وہ تکلیف بہتر ہے جو مقصد میں صرف ہو

تا بہ بینیم کہ بنا کام چہ خواہد بودن
دیکھئے! نا کام کا کیا ہو

بردم از رہ دل حافظ بدف و چنگ و غزل
دف اور چنگ، اور غزل کے ذریعہ میں نے حافظ کے دل کو راستہ سے ہٹایا

تا جزائے من بدنام چہ خواہد بودن
دیکھئے مجھ بدنام کی کیا سزا ہوگی؟

۱ جبکہ دیدار کا مشرب پا لیا ہے ازرق کا زہر نہ دے۔
۲ تیرے ہونٹوں کی سرخی اور آنکھوں کی مستی کو دیکھ کر شراب جوش میں آ رہی ہے۔
۳ صراحی میں شراب نہیں ہے بلکہ صراحی کے دل کا خون ہے جو کہ زاہدوں کی مکاریوں کو دیکھ کر بہہ رہا ہے اور بربط بھی اسی کی فریادی ہے۔
۴ خط جام سے مراد وہ نشان ہوتا ہے جو مقدار استعمال کرنے کے لیے لگایا جاتا ہے یعنی پیر نے جام کے خط سے پیشتر پڑھا ہے کہ دیکھو انجام کیا ہوتا ہے۔
۵ مقلد عوام میں سے ہے اور عوام کی بات ناقابل اعتبار ہے۔
۶ جو صیاد سے رحم کی توقع رکھے وہ کم حوصلہ پرندہ ہے۔

دانی کہ چیست دولتِ دیدارِ یار دیدن — در کوئے او گدائی بر خسروی گزیدن
تو جانتا ہے کہ یار کے دیکھنے کی دولت کیا ہے؟ — اس کے کوچہ کی گداگری کو بادشاہت پر ترجیح دینا ہے

از جاں طمع بریدن آساں بود و لیکن — از دوستانِ جانی مشکل بود بریدن
جان سے توقع اٹھا لینا آسان ہے لیکن — جانی دوستوں سے قطع تعلق کرنا مشکل ہوتا ہے

خواہم شدن ببستاں چوں غنچہ بادلِ تنگ — وانجا بہ نیکنامی پیراہنے دریدن ق
غنچہ کی طرح تنگدل ہو کر باغ میں جانا چاہتا ہوں — اور اس جگہ نیکنامی کے ساتھ جامہ چاک کرنا چاہتا ہوں

گہ چوں نسیم با گل رازِ نہفتہ گفتن — گہ سرِ عشقبازی از بلبلاں شنیدن
کبھی نسیم کی طرح پھول سے چھپے راز کہنا — کبھی عشقبازی کے راز بلبلوں سے سننا

بوسیدنِ لبِ یار اول ز دست مگذار — کآخر ملول گردی از دستِ لب گزیدن
شروع ہی سے دوست کے ہونٹ کے بوسہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑ — کیونکہ آخر ہونٹ کاٹنے کے ہاتھوں رنجیدہ ہوگا

فرصت شمار صحبت کز ایں دو راہہ منزل — چوں بگذریم نتواں دیگر بہم رسیدن
صحبت کو غنیمت سمجھ اس لیے کہ اس دو راہی منزل سے — جب ہم نکل جائیں گے، پھر جمع نہ ہو سکیں گے

گوئی برفت حافظ از یادِ شاہ منصور
گویا کہ، حافظ، منصور بادشاہ کے حافظہ سے نکل گیا ہے

یا رب بیادش آور درویش پروریدن
اے خدا! اس کو فقراء پروری یاد دلا دے

دلم را در سرِ زلفِ تو مسکن — بدینسانش فرو مگذار و مشکن
میرے دل کا گھر، تیری زلف میں ہے — اس طرح سے اس کو نہ چھوڑ، اور مت توڑ

وگر دل سر کشد چوں زلف از خط — بدست آرش ولے در پاش مفگن
اور اگر دل تیرے خط سے زلف کی طرح سرکشی کرے — اس کو قابو میں کر لے لیکن اس کو پیروں میں نہ ڈال

چو شمع ار پیشم آئی در شبِ تار — شود چشمم بدیدارِ تو روشن
اگر تو اندھیری رات میں شمع کی طرح میرے سامنے آئے — تو تیرے دیدار سے میری آنکھیں روشن ہو جائیں

بہ گلزارِ ارم چہ کار اکنوں کہ گشتہ است — جہاں بر چشمم از رویت چو گلشن
مجھے اب چمن سے کیا کام، اس لیے کہ بن گیا ہے — جہاں میری آنکھوں میں تیرے چہرہ کی وجہ سے باغ جیسا

ز سروِ قامتت بنشینم آزاد — ہمہ تن گر زباں باشم چو سوسن
تیرے قد کے سرو سے میں فارغ ہو کر نہ بیٹھوں گا — اگرچہ میں سوسن کی طرح ہمہ تن زبان بن جاؤں

ز مہرت گر بتابم ذرۂ روی — چو خورشیدم فرود آید ز روزن
اگر میں تیری محبت سے ذرہ برابر منہ موڑوں — سورج کی طرح وہ سوراخ سے میرے اوپر آئے

کجا بر تنگِ شکر دست یابد — گر اندیشد مگس از بادِ بیزن
شکر کے بورے پر کب قابو پا سکتی ہے — اگر مکھی پنکھے سے خوف کرے

چو حافظ ماجرائے عشقبازی — نمی گوید کسے بر وجہِ احسن
عشقبازی کا قصہ، حافظ کی طرح — کوئی اچھے طریقہ پر بیان نہیں کرتا ہے

سے یار کے دیدار سے ایسی دولت حاصل ہوتی ہے کہ عاشق یار کے کوچہ کو بادشاہی پر ترجیح دیتا ہے۔
سے دوستوں سے جدا ہونا مشکل ہے جان دینا آسان ہے۔
سے غنچہ جب تنگ بند ہے تو گویا دل گرفتہ ہے باغ میں جب کھلتا ہے اور اپنا پیراہن چاک کرتا ہے تو اس کو نیکنامی حاصل ہوتی ہے۔
سے نسیم پھول کے کان میں راز کہتی ہے بلبل چہچہا کر عشق کے راز بیان کرتی ہے۔
سے محبوب کے ہونٹ کا بوسہ لینا نہ چھوڑ ورنہ شرمندہ ہوگا۔
سے دنیا ایک ایسا مکان ہے جس کے دو دروازے ہیں ایک آنے کا ایک جانے کا جب جانیکے راستے دو دوست نکل جاتے ہیں پھر آپس میں ملاقات ممکن نہیں ہے۔
سے میرا دل تیری زلف میں رہتا ہے چاہیے اس کو ذلیل نہ کر۔
سے زلف کو سرکش بنا گیا ہے یعنی دل اگر سرکشی کرے تو اس کو پکڑ لے پامال نہ کر۔
سے تیرے چہرے کی وجہ

سے تمام عالم چمن ہے اب مجھے چمن میں جانیکی ضرورت نہیں۔ سے اگر میرا دل تمنا رو ہو گا تیرے قد کی تعریف کرسکے تو بھی حق ادا نہیں ہوسکتا ہے۔ سے ذرہ اور خورشید کو تعلق ہے، خورشید کی طرح

دلبرِ جانانِ من بُرد دل و جانِ من
میرا دلبر، معشوق میرا دل، اور جان لے گیا

بُرد دل و جانِ من دلبرِ جانانِ من
میرا دل، اور جان لے گیا، میرا دلبر، معشوق

از لبِ جانانِ من زندہ شود جانِ من
میرے محبوب کے ہونٹوں سے، میری جان زندہ ہوتی ہے

زندہ شود جانِ من از لبِ جانانِ من
میری جان زندہ ہوتی ہے، میرے محبوب کے ہونٹوں سے

روضۂ رضوانِ من خاکِ سرِ کوی دوست
میرا روضۂ رضوان، دوست کے کوچہ کی خاک ہے

خاکِ سرِ کوئے دوست روضۂ رضوانِ من
دوست کے کوچہ کی خاک، میرا روضۂ رضوان ہے

ایں دلِ حیرانِ من والہ و شیدائے تست
یہ میرا حیران دل، تیرا دیوانہ اور عاشق ہے

والہ و شیدائے تست ایں دلِ حیرانِ من
تیرا دیوانہ اور عاشق ہے، یہ میرا حیران دل

یوسفِ کنعانِ من مصرِ ملاحت تراست
اے میرے یوسف کنعان! ملاحت کا ملکِ مصر تیرا ہے

مصرِ ملاحت تراست یوسفِ کنعانِ من
ملاحت کا ملکِ مصر تیرا ہے، اے میرے یوسفِ کنعان

سروِ گلستانِ من قامتِ دلجوئے تست
میرے باغ کا سرو، تیرا دل جو قد ہے

قامتِ دلجوئے تست سروِ گلستانِ من
تیرا دل جو قد، میرے باغ کا سرو ہے

حافظِ خوش خوانِ من نقدِ کمالِ غیاث
میرا خوش الحان حافظ، فریاد کے کمال کا نقد ہے

نقدِ کمالِ غیاث حافظِ خوشخوانِ من
فریاد کے کمال کا نقد، میرا خوش الحان حافظ ہے

ز در درآ و شبستانِ ما منور کن
دروازے سے آجا، اور ہمارا گھر روشن کر

دماغِ مجلسِ روحانیاں معطر کن
روحانی لوگوں کی مجلس کے دماغ کو خوشبودار بنا

بچشم و ابروئے جاناں سپردہ ام دل و جاں
میں نے دل و جان، محبوب کی چشم و ابرو کے سپرد کر دیئے ہیں

بیا بیا و تماشائے طاق و منظر کن
آ، آ، اور طاق و منظر کی سیر کر

ازآں شمائلِ الطاف و حسنِ خوش کہ تراست
اس مہربانیوں کی عادت اور خوبصورتی کی وجہ سے جو تجھے حاصل ہے

میانِ بزمِ حریفاں چو شمع سر بر کن
دوستوں کی مجلس میں شمع کی طرح سر بلند کر

بگو بخازنِ جنت کہ خاکِ ایں مجلس
جنت کے پہرہ دار سے کہہ دو کہ اس مجلس کی خاک کو

بتحفہ بر سوئے فردوس، و عودِ مجمر کن
بطور تحفہ فردوس میں لیجا، اور انگیٹھی کی عود بنا

طمع بنقدِ وصالِ تو حدِ ما نبود
تیرے نقدِ وصال کی طمع، ہمارے مرتبہ کی نہیں ہے

حوالتم بلبِ لعلِ ہمچو شکر کن
مجھے شکر جیسے لبِ لعل کے حوالے کر دے

چو شاہدانِ چمن زیردستِ حسنِ تواند
جبکہ چمن کے معشوق، تیرے حسن کے ماتحت ہیں

کرشمہ بر سمن و ناز بر صنوبر کن
سمن کو ادا، اور صنوبر کو ناز دکھا

ستارۂ شبِ ہجراں نمی فشاند نور
شب ہجر کا ستارہ، روشنی نہیں دیتا ہے

ببامِ قصر برآ و چراغِ مہ بر کن
محل کے بالا خانہ پر آ، اور چاند کے چراغ کو روشن کر دے

ازیں مرقعِ پشمینہ نیک در تنگم
اس اونی گدڑی سے میں بہت تنگ ہوں

بیک کرشمۂ صوفی وشم قلندر کن
مجھ کو ایک صوفیانہ ادا سے قلندر بنا دے

۱؎ اس پوری غزل میں دوسا مصرعہ پہلے مصرعہ کے الفاظ کو رد و بدل کر کے کہا گیا ہے یعنی اس غزل میں صنعت ہے اور کوئی خاص خوبی نہیں ہے۔

۲؎ طاق سے محبوب کے ابرو اور منظر سے محبوب کی آنکھیں مراد ہیں اور خطاب عام ہے۔

۳؎ یہ حسن و الطاف کی دولت کا تقاضا ہے کہ اس کی نمائش کی جائے۔

۴؎ محبوب کے کوچہ کی خاک اس قابل ہے کہ اس سے جنت کو معطر کیا جائے۔

۵؎ ہماری یہ حیثیت تو نہیں ہے کہ وصال میسر ہو کے ایک بوسہ ہی دیدے۔

۶؎ چاند اور ستارے تیرے چہرے سے نور حاصل کرتے ہیں۔

فضولِ نفس حکایت بسے کند ساقی — تو کارِ خود مدہ از دست و مے بساغر کن

اے ساقی! نفس بہت سی فضول باتیں کرتا ہے — تو اپنا کام نہ چھوڑ، اور ساغر میں شراب ڈال

لبِ پیالہ ببوس آنگہاں بمستاں دہ — بایں لطیفہ مشامِ خرد معطر کن

پیالے کے ہونٹ چوم، پھر مستوں کو دے — اس لطیفے سے عقل کے دماغ کو خوشبودار بنا دے

وگر فقیہ نصیحت کند کہ مے مخورید — پیالہ بدہش گو دماغ را تر کن

اور اگر فقیہ نصیحت کرے کہ شراب نہ پیو — اس کو ایک پیالہ دے کہ دماغ کو تر کرلے

حجابِ دیدۂ ادراک شد شعاعِ جمال — بیا و خرگہِ خورشید را منور کن

جمال کی شعاعیں، ادراک کی آنکھ کا پردہ بن گئیں — آ اور خورشید کی تمام گاہ کو روشن کردے

شنیدہ ام از در و دیوارِ کوئے او صد بار — کہ خاکِ راہ شو اینجا و خاک در سر کن

میں نے سو بار اس کے کوچے کے در و دیوار سے سنا ہے — کہ اس جگہ راستے کی خاک بنا، اور سر پر خاک ڈال

پس از ملازمتِ عیش و عشقِ مہرویاں
عیش کی پابندی، اور حسینوں کے عشق کے بعد
ز کارہا کہ کنی شعرِ حافظ از بر کن
جو کام تو کرے، حافظ کے اشعار کو یاد کرلے

شاہِ شمشاد قداں خسروِ شیریں دہناں — کہ بمژگاں شکند قلبِ ہمہ صف شکناں

شمشاد جیسے قد والوں کا بادشاہ، شیریں دہن والوں کا شاہ — جو پلکوں سے تمام صف شکنوں کا دل توڑ دے

مست بگذشت و نظر بر منِ درویش انداخت — ق — گفت کاے چشم و چراغِ ہمہ شیریں سخناں

مست ہو کر گزرا، اور مجھ فقیر پر نظر ڈالی — بولا، اے تمام شیریں کلام والوں کے چشم و چراغ

تا کے از سیم و زرت کیسہ تہی خواہد بود — پندِ ما بشنو و برخور ز ہمہ سیم تناں

کب تک چاندی اور سونے سے تیری تھیلی خالی رہے گی — ہماری نصیحت سن لے، اور تمام چاندی جیسے جسم والوں سے نفع اٹھا

کمتر از ذرہ نۂ پست مشو مہر بورز — تا بخلوتگہِ خورشید رسی چرخ زناں

تو ذرے سے کمتر نہیں ہے، پست نہ بن، محبت اختیار کر — تاکہ آفتاب کی خلوت گاہ میں چکر لگاتا ہوا پہنچ جائے

پیرِ پیمانہ کشِ ما کہ روانش خوش باد — گفت پرہیز کن از صحبتِ پیماں شکناں

ہمارے پیمانہ کش پیر نے، خدا کرے اس کی روح خوش ہو — کہا وعدہ شکنوں کی صحبت سے بچ

دامنِ دوست بدست آر و ز دشمن بگسل — ق — مردِ یزداں شو و ایمن گذر از اہرمناں

دوست کا دامن تھام لے، اور دشمن سے قطع تعلق کرلے — مردِ خدا بن اور شیطانوں سے بچ نکل

بر جہاں تکیہ مکن ور قدحے مے داری — شادیِ زہرہ جبیناں خور و نازک بدناں

دنیا پر بھروسہ نہ کر اور اگر تیرے پاس کوئی شراب کا پیالہ ہے — تو زہرہ جبیں اور نازک جسم معشوقوں کی خوشی میں پی

با صبا در چمنِ لالہ سحر می گفتم — کہ شہیدانِ کہ اند ایں ہمہ خونیں کفناں

لالے کے چمن میں صبح کو صبا سے میں پوچھتا تھا — کہ یہ خونی کفن والے کس کے شہید ہیں؟

گفت حافظ من و تو محرمِ ایں راز نہ ایم — از مے لعل حکایت کن و سیمیں ذقناں

اس نے کہا، اے حافظ میں اور تو اس راز کے محرم نہیں ہیں — سرخ شراب، اور چاندی جیسی ٹھوڑی والوں کی بات کر

یعنی نفس کے بہلانے میں ... [illegible] ... اس نے کہا اس راز کا تجھ کو علم ہے نہ مجھے اپنے کام میں لگ شراب اور معشوق کی بات کر۔

شرابِ لعل کش و روئے مہ جبیناں بیں
لعل جیسی شراب پی، اور چاندی جیسی پیشانی والوں کا چہرہ دیکھ
خلافِ مذہبِ آناں جمالِ ایناں بیں
اُن کے مذہب کے خلاف اِن کا حسن دیکھ

بزیرِ دلق ملمع کمندہا دارند
نمبر کی گدڑی کے نیچے بہت سی کمندیں رکھتے ہیں
درازدستی ایں کوتہ آستیناں بیں
ان چھوٹی آستین والوں کی دراز دستی دیکھ

بخرمنِ دو جہاں سر فرو نمی آرند
دونوں جہان کے کھلیان کے لئے بھی سر نہیں جھکاتے ہیں
دماغِ کبرِ گدایانِ خوشہ چیناں بیں
خوشہ چیں، فقیروں کے تکبر دماغ کو دیکھ

گرہ ز ابروئے پرچیں نمی‌کشاید یار
پرشکن ابرو سے دوست گرہ نہیں کھولتا ہے
نیازِ اہلِ دل و نازِ نازنیناں بیں
اہلِ دل کی عاجزی اور نازنینوں کے ناز کو دیکھ

حدیثِ عہدِ محبت ز کس نمی‌شنوم
محبت کے عہد کی بات میں کسی سے نہیں سنتا ہوں
وفائے صحبتِ یاران و ہمنشیناں بیں
دوستوں اور ہم نشینوں کی صحبت کی وفا کو دیکھ

اسیرِ عشق شدن چارۂ خلاصِ من ست
میرے چھٹکارے کی تدبیر، عشق کا قیدی ہو جانا ہے
ضمیرِ عاقبت اندیشِ پیش بیناں بیں
دور اندیشوں کی عاقبت اندیش طبیعت کو دیکھ

غبارِ خاطرِ حافظ بَبُرد صیقلِ عشق
عشق کی صیقل نے حافظ کی طبیعت کے غبار کو ختم کر دیا
صفائے نیتِ پاکان و پاک دیناں بیں
پاکوں اور پاک دین والوں کی نیت کی صفائی کو دیکھ

صبح ست ساقیا قدحے پُر شراب کن
اے ساقی! صبح ہے شراب سے ایک پیالہ بھر دے
دورِ فلک درنگ ندارد شتاب کن
آسمان کی گردش دیر نہیں کرتی ہے، جلدی کر

زاں پیشتر کہ عالمِ فانی شود خراب
اس سے پہلے کہ فنا ہونے والا عالم اجڑے
مارا ز جامِ بادۂ گلگوں خراب کن
ہمیں سرخ شراب کے جام سے مست کر دے

خورشیدِ مے ز مشرقِ ساغر طلوع کرد
شراب کا سورج، ساغر کے مشرق سے نکل آیا ہے
گر برگِ عیش می‌طلبی ترکِ خواب کن
اگر عیش کا سامان چاہتا ہے، نیند کو ختم کر دے

روزے کہ چرخ از گلِ ما کوزہا کند
جس دن آسمان ہماری مٹی سے پیالے بنائے گا
زنہار کاسۂ سرِ ما پُر شراب کن
دیکھنا! ہمارے سر کے پیالے کو شراب سے بھر دینا

ما مردِ زہد و توبہ و طامات نیستیم
ہم زہد اور توبہ اور ڈینگوں کے مرد نہیں ہیں
با ما بجامِ بادۂ صافی خطاب کن
صاف شراب کے پیالے کے متعلق ہم سے بات کر

ہمچوں حباب دیدہ بروئے قدح کشائی
بلبلے کی طرح پیالے کے رخ پر آنکھ کھول
ویں خانہ را قیاس اساس از حباب کن
اور اس گھر کو بلبلے کی بنیاد پر قیاس کر

ایامِ گل چو عمر برفتن شتاب کرد
موسم بہار نے، زندگی کی طرح جانے میں جلدی کی
ساقی بدورِ بادۂ گلگوں شتاب کن
اے ساقی! سرخ رنگ کی شراب کے دور میں جلدی کر

کارِ صواب بادہ پرستی ست حافظا
اے حافظ! شراب پرستی صحیح کام ہے
برخیز و روئے عزم بکارِ صواب کن
اٹھ اور صحیح کام کی طرف ارادہ کا رخ کر

---

۱ آنان سے زاہد لوگ ہیں جو ایمان والے سمجھے جاتے ہیں۔ [illegible]

۲ یہ شعر حافظ کے مشہور شعروں میں سے ہے یعنی بظاہر نیک ہیں لیکن بڑے مکار ہیں شریعت کے پابند لوگ جو صوفی آستین زیادہ لمبی نہیں رکھتے تھے اس لیے ان کو کوتاہ آستین کہا ہے۔

۳ گدائے سے گوشہ نشین جہان کے مال کی طرف بھی سر نہیں جھکاتا ہے۔

۴ زمانہ کسی کا انتظار نہیں کرتا ہے پیالہ بھرنے میں جلدی کر۔

۵ عالم کے فنا ہونے سے پہلے ہمیں شراب سے مست کر دے۔

۶ مرنے کے بعد جب ہماری مٹی سے کمہار پیالے بنائے تو ہمارے سر کی مٹی کے پیالہ میں شراب بھر دینا تاکہ مستی قائم رہے۔

۷ حباب سے جب پیالہ میں شراب ڈالتے ہیں تو پیالے میں بلبلے پیدا ہو جاتے ہیں وہ خیالی مثال بلبلہ سے زیادہ نہیں ہے۔

۸ موسم بہار گل کی طرح جلد گذرنے والا ہے لہذا شراب پلانے میں جلدی کر۔

فاتحہ چو آمدی بر سرِ خستہ بخواں
جب تو کسی خستہ کے سرہانے پہنچے، تو کچھ فاتحہ پڑھ
لب بکشا کہ میدہد لعلِ لبت بمردہ جاں
لب کشائی کر اس لیے کہ تیرا لعل جیسا ہونٹ مُردے میں جان ڈال دیتا ہے۔

آنکہ بپرسشم آمد و فاتحہ خواند و میرود
یہ جو پرسش کے لیے آیا، اور فاتحہ پڑھ گیا اور جا رہا ہے
گو نفسے کہ روح را میکنم از پئش رواں
وہ سانس کہاں ہے کہ روح کو اس کے پیچھے روانہ کردوں!

اے کہ طبیبِ خستہ ای روی زبانِ من ببیں
اے وہ کہ تو زخمی کا طبیب ہے، میرا چہرہ اور زبان دیکھ
کیں دم و دودِ سینہ ام بارِ دل است بر زباں
اس لیے کہ سینہ کا سانس اور دھواں زبان کیلئے بارِ دل بنا ہوا ہے

گرچہ تپ استخوانِ من کرد ز مہر گرم و رفت
اگرچہ بخار نے میری ہڈیوں کو محبت سے گرم کردیا اور وہ چلا گیا
ہمچو تبم نمیرود آتشِ مہر از استخواں
محبت کی آگ میری ہڈیوں سے بخار کی طرح نہیں جاتی ہے

بازنشاں حرارتم ز آبِ دو دیدہ و ببیں
دو آنکھوں کے پانی سے، میری گرمی کو پھر ختم کردے
نبضِ مرا کہ میدہد ہیچ ز زندگی نشاں
اور میری نبض کو دیکھ کہ زندگی کا کچھ پتہ دیتی ہے؟

حالِ دلم چو خالِ تو ہست درآتشش وطن
میرے دل کا حال تیرے تل کی طرح ہے جس کا وطن آگ ہے
جسمم ازآں دو چشمِ تو خستہ شدہ است و ناتواں
میرا جسم تیری ان دو آنکھوں سے خستہ اور ناتواں ہوگیا ہے

آنکہ مدام شیشہ ام از مئے لعل دادہ است
جس نے ہمیشہ مجھے لعل جیسی شراب کی بوتل دی ہے
شیشہ ام از چہ میبرد پیشِ طبیب ہر زماں
ہر وقت میرے قارورے کو طبیب کے سامنے کیوں لیجاتا ہے

حافظ از آبِ زندگی شعرِ تو داد شربتم
اے حافظ تیرے شعروں نے مجھے آبِ حیات کا شربت پلایا ہے
ترکِ طبیب کن بیا نسخۂ شعرِ من بخواں
طبیب کو چھوڑ، آ، اور میرے اشعار کی کتاب پڑھ

کرشمہ کن و بازارِ ساحری بشکن
ادا دکھادے، اور جادوگری کا بازار ٹھنڈا کردے
بغمزہ رونقِ بازارِ سامری بشکن
اور آنکھ کے اشارے سے سامری کے بازار کی رونق ختم کردے

بباد دہ سر و دستارِ عالمے یعنی
ایک جہان کے سر اور دستار کو برباد کردے یعنی
کلاہ گوشہ بآئینِ دلبری بشکن
گوشہ دار ٹوپی کو معشوقانہ انداز سے ٹیڑھا کردے

برون خرام و ببر گوئے خوبی از ہمہ کس
باہر ٹہل، اور سب سے حسن کی بازی جیت لے
سزائے حور دہ و رونقِ پری بشکن
حور کو سزا دے، اور پری کی رونق ختم کردے

بآہوانِ نظر شیرِ آفتاب بگیر
نگاہ کے ہرنوں کے ذریعہ، آفتاب کے شیر کو پکڑ لے
بابروانِ دوتا قوسِ مشتری بشکن
ٹیڑھی ابروؤں کے ذریعہ مشتری کی کمان توڑ دے

چو عطرسائے شود زلفِ سنبل از دمِ باد
ہوا کے جھونکے سے جب سنبل کی زلف عطر چھڑکے
تو قیمتش بسرِ زلفِ عنبری بشکن
تو اس کی قیمت عنبری زلف سے گھٹا دے

بزلف گوی کہ آئینِ سرکشی بگذار
زلف سے کہدے کہ سرکشی کا طریقہ چھوڑ دے
بغمزہ گوی کہ قلبِ ستمگری بشکن
ادا سے کہدے کہ ستمگری کے دل کو توڑ دے

چو عندلیبِ فصاحت فروش شد حافظ
اے حافظ جبکہ بلبل فصاحت فروش ہوگئی
تو رونقش بسخن گفتنِ دری بشکن
تو فارسی کلام کہکر، اس کی رونق گھٹادے

۱ے تیرے لعل جیسے ہونٹ میں یہ تاثیر ہے کہ اس سے مردہ زندہ ہو جاتا ہے لہذا میری قبر پر آ کر فاتحہ پڑھ دینا۔
۲ے محبوب فاتحہ پڑھ کر واپس ہو رہا ہے میرے پاس اب جان نہیں ورنہ پیچھے روانہ کر دیتا۔
۳ے طبیب نبض اور زبان دیکھ کر مرض کی تشخیص کرتے ہیں۔
۴ے محبت کی گرمی نے بخار کی گرمی تو ختم کردی لیکن اب اس گرمی سے شفا کی امید نہیں ہے۔
۵ے معشوق کا تل رخسار کی آگ میں ہے اور میرا دل بھی آگ میں ہے۔
۶ے میرا علاج شیشۂ شراب سے متعلق ہے نہ کہ قارورہ کی شیشی سے
۷ے معشوق، اور اس کی آنکھ کے سامنے ساحری اور اس کا جادو ہیچ ہے
۸ے سامری شہر سامرہ کا رہنے والا وہ جادوگر ہے جس نے جادو کا بچھڑا بنا کر بنی اسرائیل کو اس کی پوجا میں لگا دیا تھا جبکہ حضرت موسیٰ کوہِ طور پر گئے ہوئے تھے۔
۹ے کج کلاہی کے ساتھ رونمائی کر سارا عالم تیرا بن جائے گا۔
۱۰ے تیرے حسن کے سامنے حور اور پری ہیچ ہو جائیں گی
۱۱ے شیرِ آفتاب برجِ اسد کو کہا جاتا ہے، مشتری ستارے کو شکلِ انسانی ہاتھ میں کمان لیے دکھایا جاتا ہے۔ محبوب کی آنکھوں کو ہرن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ۱۲ے حافظ کے اشعار کے بالمقابل بلبل کی فصاحت

گلبرگ را ز سنبلِ مُشکیں نقاب کن[1]
پھول کی پتیوں پر مشکیں سنبل کا نقاب ڈال دے
یعنی کہ رخ بپوش و جہانے خراب کن
یعنی چہرہ چھپا لے اور دنیا کو ویران کردے

بکشا بعشوہ نرگسِ مست و خراب را
ادا سے بدمست و مخمور نرگس کو کھول دے
وز رشک چشم نرگسِ رعنا پر آب کن
اور رشک کی وجہ سے نرگس رعنا کی آنکھ کو آنسو سے بھر دے

بفشاں عرق ز چہرہ و اطرافِ باغ را
چہرے کا پسینہ چھڑک دے اور باغ کے اطراف کو
چوں شیشہائے دیدۂ ما پر گلاب کن
ہماری آنکھوں کے شیشوں کی طرح گلاب سے بھر دے

بوئے بنفشہ بشنو و زلفِ نگار گیر
بنفشہ کی خوشبو سونگھ اور معشوق کی زلف تھام
بنگر برنگِ لالہ و عزمِ شراب کن
لالہ کے رنگ کو دیکھ، اور شراب کا ارادہ کر

زانجا کہ رسم و عادتِ عاشق کشی تست[2]
چونکہ تیری عادت، اور رسم عاشق کشی ہے
شمشیرِ کیں بخونِ دلِ ما خضاب کن
کینہ کی تلوار کو ہمارے دل کے خون سے رنگ لے

ما بختِ خویش و خوئے ترا آزمودہ ایم
ہم نے اپنا نصیبہ، اور تیری عادت آزمائی ہے
با دشمناں قدح کش و با ما عتاب کن
دشمنوں کے ساتھ پیالہ پی، اور ہم پر عتاب کر

حافظ وصال می طلبد از رہِ دعا
حافظ، دعا کے ذریعہ وصل چاہتا ہے
یارب دعائے خستہ دلاں مستجاب کن
اے خدا! خستہ دلوں کی دعا قبول فرما

ما سرخوشیم[3] بادۂ ما در پیالہ کن
ہم سرخوش ہیں، ہماری شراب پیالہ میں ڈال دے
بدمست را بغمزۂ ساقی حوالہ کن
مدہوش کو، ساقی کے اشارۂ چشم کے حوالے کردے

در جامِ ماہ بادۂ چوں آفتاب ریز
چاند کے جام میں سورج جیسی شراب ڈال دے
بر روئے روز سنبلِ مُشکیں کلالہ کن
دن کے چہرے پر مشکیں زلف والی، سنبل ڈال دے

اے پیرِ خانقہ بخرابات شو دمے
اے خانقاہ کے بوڑھے تھوڑی دیر کے لیے خرابات میں جا
غسلے بر آر و توبۂ ہفتاد سالہ کن[4]
نہا، اور ستر سالہ توبہ کر

صوفی بگریہ چہرۂ مجلس بشو چو شمع
اے صوفی: شمع کی طرح گریہ سے مجلس کا چہرہ دھو
آہنگِ رقصِ ما ہمہ از آہ و نالہ کن
آہ اور نالہ کے ساتھ ہم سب کے رقص کا ساتھ دے

گر نو عروسِ عشق در آید بعقدِ تو
اگر عشق کی دلہن، تیرے نکاح میں آئے
مہرِ دو کون حافظش اندر قبالہ کن[5]
تو اے حافظ: دونوں جہانوں کا مہر اس کے قبالہ میں لکھ دے

مرغِ دلم طائریست قدسی عرش آشیاں[6]
میرا مرغِ دل قدسی پرندہ ہے جس کا آشیانہ عرش ہے
از قفسِ تن ملول سیر شدہ از جہاں
بدن کے پنجرے سے رنجیدہ، دنیا سے دل بھرا ہوا

از درِ ایں خاکداں چوں بپرد مرغِ ما
اس خاکدان کے در سے جب ہمارا پرندہ اڑے گا
باز نشیمن کند بر سرِ آں آشیاں
اس گھونسلے میں، پھر اپنا ٹھکانا بنا رہے گا

[1] گلبرگ سے چہرہ اور سنبلِ مشکیں سے زلفیں مراد ہیں۔
[2] چونکہ تیری عادت ہی عاشق کشی ہے لہٰذا مناسب ہے ہمارے خون سے تلوار رنگ لے۔
[3] سرخوش وہ کہلاتا جس کو نشہ سے صرف سرور ہو۔ بدمست مدہوش کہلاتا ہے
[4] ستر سالہ عمر جو خانقاہ میں گذری ہے اس سے توبہ کر۔
[5] عشق کی دولت دونوں جہان خرچ کرکے حاصل ہوجائے تو بھی غنیمت ہے۔
[6] میرا دل عالم قدس کا پرندہ ہے دنیا سے تنگ آچکا ہے۔

چوں پرد زیں جہاں سدرہ بود جائے او
جب اس جہان سے اڑے گا، اس کی جگہ سدرہ ہوگی

تکیہ گہہ باز ما کنگرۂ عرش داں
ہمارے باز کے بیٹھنے کی جگہ، عرش کا کنگرہ سمجھ

سایۂ دولت فتد بر سر عالم بسے
دنیا کے سر پہ بہت زیادہ دولت کا سایہ پڑے گا

گر بزند مرغ ما بال و پرے در جہاں
اگر دنیا میں ہمارا پرندہ پر و بال اپنے پھیلا جائے گا

در دو جہانش مکاں نیست بجز فوق عرش
دونوں جہان میں اس کا مکان نہیں ہے سوائے عرش کی بلندی کے

کاں وے از معرفت جائے وے از لامکاں
اس کی کان معرفت ہے، اس کی جگہ لامکان ہے

عالم علوی بود جلوہ گہِ مرغ ما
ہمارے پرندہ کی جلوہ گاہ اوپر والا عالم ہے

آبخورِ او بود گلشن باغ جناں
اس کے پانی کا گھاٹ جنتوں کے باغ کا گلشن ہے

چوں دم وحدت زنی حافظِ شوریدہ حال
اے شوریدہ حال حافظ جبکہ تو وحدت کا دم بھرتا ہے

خامۂ توحید کش بر ورق انس و جاں
انسانوں اور جنوں کے ورق پر توحید کا قلم پھیر دے

منم کہ شہرۂ شہرم بعشق ورزیدن
میں وہ ہوں کہ عشق اختیار کرنے میں تمام شہر میں مشہور ہوں

منم کہ دیدہ نیالودہ ام بہ بد دیدن
میں وہ ہوں کہ جس نے برا دیکھنے سے اپنی آنکھ کو گندہ نہیں کیا ہے

وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم
ہم وفا کرتے ہیں، ملامت برداشت کرتے ہیں اور خوش رہتے ہیں

کہ در طریقتِ ما کافری ست رنجیدن
اس لیے کہ ہماری طریقت میں رنجیدہ ہونا کفر ہے

بمے پرستی ازاں نقشِ خود بر آب زدم
شراب نوشی سے میں نے اپنے آپ کو اس لیے نقش بر آب بنا لیا ہے

کہ تا خراب کند نقشِ خود پرستیدن
تاکہ وہ خود پرستی کے نقش کو مٹا دے

بہ پیر میکدہ گفتم کہ چیست راہِ نجات
میں نے میکدہ کے پیر سے پوچھا کہ نجات کا راستہ کیا ہے

بخواست جامِ مے و گفت بادہ نوشیدن
اس نے شراب کا جام منگایا، اور کہا شراب پینا

عناں بمیکدہ خواہیم تافت زیں مجلس
ہم اس مجلس سے میکدہ کی طرف باگ موڑیں گے

کہ وعظِ بے عملاں واجب است نشنیدن
اس لیے کہ بے عملوں کا وعظ نہ سننا واجب ہے

مرادِ ما ز تماشائے باغِ عالم چیست
دنیا کے باغ کی سیر سے ہمارا کیا مقصد ہے؟

بدستِ مردمِ چشم از رخِ تو گل چیدن
آنکھوں کی پتلیوں کے ذریعہ تیرے رخسار سے پھول چننا

برحمتِ سرِ زلفِ تو واثقم ورنہ
میں تیری زلف کے کرم سے واقف ہوں ورنہ

کشش نبود چو زاں سو چہ سود کوشیدن
جب اُدھر سے کشش نہ ہو کوشش کرنے سے کیا فائدہ

ز خطِ یار بیاموز مہر با رخِ خوب
حسین رخ کی محبت، یار کے خط سے سیکھ لے

کہ گرد عارضِ خوباں خوش است گردیدن
حسینوں کے رخسار کے گرد چکر کاٹنا بہت خوب ہے

مبوس جز لبِ معشوق و جامِ مے حافظ
اے حافظ معشوق کے ہونٹ اور شراب کے جام کے سوا کچھ نہ چوم

کہ دستِ زہد فروشاں خطاست بوسیدن
اس لیے کہ زہد فروشوں کا ہاتھ چومنا غلطی ہے

---

۱ عالمِ بالا میں عرش کے کنگرے پر اپنا آشیانہ بنائے گا۔
۲ خود کو ہما قرار دیا ہے جس کا سایہ پڑ جانے سے سلطنت حاصل ہوتی ہے۔
۳ شعر: [illegible]
۴ میری آنکھ نے صرف لوگوں کی بھلائی کو دیکھا ہے کسی کی برائی کا میں کبھی جویا نہیں ہوا ہوں۔
۵ شراب کی مستی کے ذریعہ میں اپنی خودی کو فنا کرتا ہوں۔
۶ ہمیں دنیا کی ہر چیز میں اسی کا جلوہ نظر آتا ہے۔
۷ شعر: [illegible]
۸ معشوق کا سبزۂ خط معشوق کے رخسار کا عاشق ہے۔
۹ زہد فروشوں کی دست بوسی گناہ ہے، معشوق اور جام کی لب بوسی چاہیے۔

میسوزم از فراقت روز جفا بگرداں
میں تیرے فراق سے جل رہا ہوں، ظلم سے منہ پھیرلے

ہجراں بلائے ما شد یارب بلا بگرداں
ہجر ہمارے لیے بلا ہے، اے خدا! بلا کو پھیر دے

مہ جلوہ مینماید بر سبز خنگ گردوں
چاند، آسمان کے سبز گھوڑے پر جلوہ نمائی کر رہا ہے

تا او بسر در آید بر رخش پا بگرداں
گھوڑے پر سوار ہو تاکہ وہ اوندھا گرے

یغمائے عقل و دیں را بیروں خرام سرمست
عقل اور دین کی لوٹ مار کے لیے مست ہو کر باہر نکل

بر سر کلاہ بشکن در بر قبا بگرداں
سر پر ٹوپی ٹیڑھی کرلے، بدن پر قبا چست کرلے

مرغولہ را بگرداں یعنی برغم سنبل
بل دار زلفوں کو گھما دے، یعنی سنبل کی ذلت کے لیے

گرد چمن بخورے ہمچوں صبا بگرداں
چمن کے چاروں طرف صبا کی طرح ایک دھونی دیدے

اے نور چشم مستاں در عین انتظارم
اے مستوں کے نور چشم! میں عین انتظار میں ہوں

چنگ حزین و جامے بنواز یا بگرداں
غمگین چنگ کو نواز، یا جام کو گردش میں لا

دوراں چو مینویسد بر عارض بتاں خط
زمانہ چونکہ معشوقوں کے رخسار پر خط لکھتا ہے

یارب نوشتۂ بد از یار ما بگرداں
اے خدا! بری لکھائی کو ہمارے یار سے پھیر دے

حافظ ز خوبرویاں قسمت جز اینقدر نیست
اے حافظ! حسینوں سے، تیری تقدیر میں اتنے سوا کچھ نہیں ہے

گر نیست رضائے حکم قضا بگرداں
اگر تیری رضا مندی نہیں ہے، تقدیر کا حکم پھیر دے

نکتۂ دلکش بگویم خال آں مہرو ببیں
میں تجھ سے ایک دلکش نکتہ کہتا ہوں، اس چاند جیسے چہرے والے کا تل دیکھ

عقل و جاں را بستۂ زنجیر آں گیسو ببیں
عقل اور جان کو اس گیسو کی زنجیر میں بندھا ہوا دیکھ

عیب دل کردم کہ وحشی طبع و ہرجائی مباش
میں نے دل پر عیب لگایا کہ وحشی طبع اور ہرجائی نہ بن

گفت چشم نیم مست و غنج آں آہو ببیں
اس نے کہا، اس ہرن کی نیم مست آنکھ اور ناز کو دیکھ

عاشقان آفتاب از دلبر ما غافل اند
سورج کے عاشق، ہمارے معشوق سے بے خبر ہیں

اے نصیحت گو خدا را رو ببیں و رو ببیں
اے نصیحت گر! خدا کے لیے اس کا چہرہ دیکھ اور چہرہ دیکھ

لرزہ بر اعضائے مہر از رشک آں مہرو نگر
سورج کے اعضا پر اس مہرو کے رشک سے لرزہ دیکھ

نافہ را خوں در جگر زاں زلف عنبر بو ببیں
نافہ کے جگر میں اس عنبر کی سی خوشبو والی زلف سے خون دیکھ

حلقۂ زلفش تماشا خانۂ باد صبا ست
اس کی زلف کا حلقہ، باد صبا کی تماشا گاہ ہے

جان صد صاحبدل آنجا بستۂ یکمو ببیں
سو صاحبدلوں کی جان اس جگہ ایک بال میں بندھی ہوئی دیکھ

زلف دلبندش صبا را بند در گردن نہد
اس کی دلبند زلف، صبا کی گردن میں پھندا ڈالتی ہے

با ہوا داران رہرو حیلۂ ہندو ببیں
عاشق، سازوں کے ساتھ ہندو کا داؤ دیکھ

آنکہ من در جستجویش از خرد بیروں شدم
وہ جس کی تلاش میں، میں عقل سے بیگانہ ہو گیا

کس ندیدست و نہ بیند مثلش از ہر سو ببیں
اس جیسا کسی نے نہیں دیکھا اور نہ دیکھے گا، ہر طرف دیکھ

از مراد شاہ منصور اے فلک رخ بر متاب
اے آسمان! شاہ منصور کی مراد سے روگردانی نہ کر

تیزی شمشیر بنگر نیروئے بازو ببیں
تلوار کی تیزی دیکھ، بازو کی قوت دیکھ

سے جدا ہوں تو بھی ہجر سے
منہ پھیر کر جلوہ نمائی کر رہا
ہے تاکہ ہر ہجر کے
رخ سے ہجر کو بلا سے
پھیر دے
تیار ہو کر باہر نکل
اور عقل اور دین کو
لوٹ لے
اور عقل پر ...
سے چونکہ چمن کے
چاروں طرف صبا کی طرح
دھونی دے
اس کو غمگین ...

۴
معشوق کا خط
رخسار گویا ایک ...
جیسے خط
...
...
...
...
...
ہیں
اسے اور ...
وحشی اور ہرجائی ...
آفتاب پرست
ہیں معشوق کا چہرہ
دیکھ کر ...
پرستی چھوڑ دیں
باد صبا جو زلف
کو چھیڑتی ہے
...
... پھندا ...
جاتی ہے
...
... کی مراد کو
... کی
تلوار اور قوت کے
مقابلہ میں ...

حافظ اردر گوشۂ محراب او نالد رواست

اگر حافظ اس کی محراب کے گوشہ میں نالہ کرتا ہے تو درست ہے

اے نصیحت گو خدا را آں خم ابرو ببیں

اے نصیحت گر! خدا کے لیے ابرو کے اس خم کو دیکھ

یارب آں آہوئے مشکیں بختن باز رساں

اے خدا! اس مشکیں ہرن کو، ختن میں، واپس پہونچا

واں سہی سرو رواں را بچمن باز رساں

اور اس سیدھے سرو رواں کو چمن میں واپس پہونچا

دل آزردۂ ما را بہ نسیمے بنواز

ہمارے آزردہ دل کو، ایک نسیم سے نواز

یعنی آں جان ز تن رفتہ بتن باز رساں

یعنی اس جسم سے نکلی ہوئی جان کو جسم میں واپس پہونچا

ماہ و خورشید بامر تو بمنزل چو رسند

جبکہ تیرے حکم سے چاند اور سورج منزل تک پہونچتے ہیں

یار مہ روئے مرا نیز بمن باز رساں

میرے چاند جیسے چہرے والے معشوق کو بھی مجھ تک واپس پہونچا

سخن اینست کہ ما بے تو نخواہیم حیات

بات یہ ہے کہ ہم تیرے بغیر زندگی کے خواہاں نہیں ہیں

بشنو اے پیک سخن گیر و سخن باز رساں

اے بات سننے والے، قاصد سن، اور پھر جواب پہونچا

سنگ و گل گشت عقیق از اثر گریۂ من

میرے رونے کے اثر سے، پتھر، اور مٹی عقیق بن گئے

یارب آں گوہر رخشاں بیمن باز رساں

اے خدا! اس چمکدار گوہر کو یمن میں واپس پہونچا

بروے طائر میمون ہمایوں طلعت

اے مبارک اور بابرکت چہرے والے پرندے جا

پیش عنقا سخن از زاغ و زغن باز رساں

عنقا کے پاس، کوے اور چیل کی بات پھر پہونچا

آنکہ بود وطنش دیدۂ حافظ یارب

جس کا وطن حافظ کی آنکھ تھی، اے خدا!

بمرادش ز غریبی بوطن باز رساں

اس کو با مراد، سفر سے وطن میں واپس پہونچا

ردیفِ واو

اے آفتاب آئینہ دار جمال تو

اے وہ کہ آفتاب، تیرے جمال کا آئینہ دار ہے

مشک سیاہ مجمرہ گردان خال تو

سیاہ مشک، تیرے تل کو دھونی دینے والا ہے

اے نو بہار ما رخ فرخندہ فال تو

اے کہ! ہماری نوبہار تیرا مبارک فال والا چہرہ ہے

مشروح کارنامۂ خوبی جمال تو

تیرا جمال، حسن کے کارنامہ کی شرح ہے

صحن سرائے دیدہ بشستم ولے چہ سود

میں نے آنکھوں کا صحن سرائے دھو لیا لیکن کیا فائدہ

کایں گوشہ نیست در خور خیل خیال تو

جبکہ یہ گوشہ تیرے خیال کے لشکر کے مناسب نہیں ہے

مطبوع تر ز روئے تو صورت نبست ہیچ

تیرے چہرے سے زیادہ پسندیدہ، کوئی صورت نہیں بنائی

طغرا نویس ابروئے مشکیں مثال تو

تیرے مشکیں مثال ابرو کے طغرا نویس نے

دراوج ناز و نعمتی اے پادشاہ حسن

اے حسن کے بادشاہ تو ناز و نعمت کی بلندی پر ہے

یارب مباد تا بقیامت زوال تو

خدا کرے، قیامت تک تیرا زوال نہ ہو

۱؎ یہ غزل خواجہ صاحب نے کسی دوست کے سفر میں چلے جانے پر کہی ہے۔
۲؎ خدا کے حکم سے چاند اور سورج بھی اپنی منزل میں پہونچے ہیں معشوق کو بھی وہیں واپس پہونچائے گا۔
۳؎ یہ یمن کے لیے پیغام ہے۔
۴؎ عقیق یمنی میرے سرخ آنسوؤں سے پیدا ہوا ہے۔
۵؎ وہ دوست میری آنکھوں میں رہتا تھا
۶؎ مجمرہ انگیٹھی، مجمرہ گردان دھونی دینے والا۔
۷؎ تجھے نذر کرنے کیلئے میں نے اپنی آنکھیں دھوئیں لیکن وہ اس قابل کہاں کہ اس میں تیری تصویر فروکش ہو۔

تا پیشوائے بختِ روم تہنیت کناں
تاکہ نصیب کی پیشوائی میں مبارکباد دیتا ہوا جاؤں

کو مژدۂ زمقدمِ عیدِ وصالِ تو
تیرے وصال کی عید کے آنے کی خوشخبری کہاں ہے

تا آسماں ز حلقہ بگوشانِ ما شود
تاکہ آسمان ہمارے حلقہ بگوشوں میں ہو جائے

کو عشوۂ ز ابروئے ہمچوں ہلالِ تو
تیرے ہلال جیسے ابروؤں کی ادا کہاں ہے!

در چینِ زلفش ایدلِ مسکیں چگونۂ
اے مسکین دل! تو اس کی زلف کے پیچ میں کیسا ہے

کآشفتہ گفت بادِ صبا شرحِ حالِ تو
کہ بادِ صبا نے تیرے حال کی تفصیل پریشان بتائی

برخاست بوئے گل ز درِ آشتی درآئی
پھول کی خوشبو بک گئی ہے، صلح کے راستے سے آجا

اے نوبہارِ ما رخِ فرخندہ فالِ تو
اے کہ! تیرا مبارک فال والا چہرہ ہماری نوبہار ہے

در صدرِ خواجہ عرضِ کدامیں جفا کنم
خواجہ کے دربار میں کون کونسی جفا بیان کروں

شرحِ نیازمندیِ دل یا ملالِ تو
دل کی نیازمندی کی شرح، یا تیرا رنجیدہ ہونا

آں نقطۂ سیاہ کہ آمد مدارِ نور
وہ کالا نقطہ، جو نور کا مدار ہے

عکسیست در حدیقۂ بینش ز خالِ تو
تیرے تل کا ایک عکس ہے، آنکھ کے باغ میں

حافظ دریں کمند سرِ سرکشاں بسے ست
اے حافظ! اس کمند میں بہت سے سرکشوں کے سر ہیں

سودائے کج مپز کہ نباشد مجالِ تو
بیہودہ خیال نہ پکا، کہ تیری طاقت نہیں ہے

اے پیکِ راستاں خبرِ سروِ ما بگو
اے سچوں کے قاصد! ہمارے سرو کی خبر بتا

احوالِ گل بہ بلبلِ دستاں سرا بگو
پھول کے احوال، داستان گو بلبل کو بتا

ما محرمانِ خلوتِ انسیم غم مخور
ہم محبت کی خلوت کے محرم ہیں، غم نہ کھا

با یارِ آشنا سخنِ آشنا بگو
آشنا کی باتیں، آشنا دوست سے کہہ

دلہا ز دامِ طرہ چو بر خاک می فشاند
زلف کے جال سے جب وہ دلوں کو خاک پر جھاڑتا تھا

با آں غریبِ ما چہ گذشت اے صبا بگو
اے صبا! بتا، ہمارے مسافر پر کیا گزری؟

بر ما چو میشد آں سرِ زلفینِ مشکبار
جب وہ دونوں مشکیں زلفیں پُرشکن ہوتی تھیں

با ما سرِ چہ داشت ز بہرِ خدا بگو
اس کا ہمارے بارے میں کیا خیال ہوتا تھا خدا کیلئے بتا

گر دیگرت برآں درِ دولت گذر فتد
اگر تیرا، دوبارہ اس درِ دولت پر گزر ہو

بعد از ادائے خدمت و عرضِ دعا بگو
آداب بجا لانے، اور دعا کے بعد کہنا

ہر کس کہ گفت خاکِ درِ دوست توتیاست
جس نے یہ کہا تھا کہ دوست کے دروازے کی خاک توتیا ہے

گو ایں سخن معاینہ در چشمِ ما بگو
کہہ کہ یہ بات علانیہ ہماری آنکھوں کے سامنے کہے

مرغِ چمن بموئیۂ من دوش میگریست
بلبل، کل میری آہ و زاری پر رو رہی تھی

آخر تو واقفی کہ چہ رفت اے صبا بگو
اے صبا! تو جانتی ہے، بتا تجھ کیا ہوا؟

در راہِ عشق فرقِ غنی و فقیر نیست
عشق کی راہ میں، مالدار اور فقیر کا فرق نہیں ہے

اے پادشاہِ حسن سخن با گدا بگو
اے حسن کے بادشاہ! فقیر سے بات کر

ـــــ

۱ تیرے وصال کا مژدہ ملے تو میں اپنے نصیب کی پیشوائی میں مبارکباد پیش کرتا ہوا جاؤں۔
۲ آسمان اپنے چاند پر فخر کر رہا ہے تو لے کر جاں ابرو دکھلانے تاکہ وہ سمجھ لے کہ جو چیز ہمیں حاصل ہے یعنی ابرو وہ اس کو میسر نہیں ہے۔
۳ موسم بہار آگیا ہے اس میں تیری ناخوشی کسی طرح مناسب نہیں ہے۔
۴ ہماری آنکھ کی پتلی کا کالا نقطہ تیرے تل کا عکس ہے۔
۵ اس کمند سے خلاصی کا خیال پاگل پن ہے۔
۶ شعر
کہ زغم ہجر سب یکساں را ندید
پریشاں از جہاں گر کر ۳۴۰
۷ اس کی بات کہنے ہماری آنکھ دلیل ہے اس کی خاک سے ہماری آنکھوں میں توتیا کا کام کیا ہے۔

آں مے کہ در سبوئے دلِ صوفی بعشوہ بُرد
وہ شراب جو صراحی میں ہے جسے ادائے صوفی کا دل لے گئی

کے در قدح کرشمہ کند ساقیا بگو
اے ساقی بتا وہ پیالہ میں کب ناز دکھائے گی؟

آنکس کہ منع ما ز خرابات می کند
جو شخص ہمیں خرابات سے روکتا ہے

گو در حضورِ پیرِ من ایں ماجرا بگو
اس سے کہہ کہ میرے پیر کی موجودگی میں یہ بات کہے

جاں پرورست قصۂ اربابِ معرفت
معرفت والوں کا قصہ، جان پرور ہے

رمزے ازو بپرس و حدیثے بیا بگو
اس کا کوئی نکتہ معلوم کر اور کوئی بات کہہ

ہر چند ما بدیم تو ما را بداں مگیر
اگرچہ ہم بُرے ہیں، لیکن اس پر ہماری گرفت نہ کر

شاہانہ ماجرائے گناہِ گدا بگو
شاہانہ انداز پر، فقیر کے قصور معاف کر

برایں فقیر نامۂ آں محتشم بخواں
اس فقیر کے سامنے اس باحشمت کا خط پڑھ

باایں گدا حکایتِ آں پادشا بگو
اس فقیر سے اس بادشاہ کا قصہ بیان کر

حافظ گرت بمجلسِ او راہ مید ہند
اے حافظ! اگر تجھے اس کی محفل میں جانے دیں

مے نوش و ترکِ زرق برائے خدا بگو
شراب نوشی کر، اور خدا کے لیے مکاری چھوڑ دے

اے خونبہائے نافۂ چیں خاکِ راہِ تو
اے وہ کہ تیرے راستہ کی خاک، چین کے نافہ کا خون بہا ہے

خورشید سایہ پرورِ طرفِ کلاہِ تو
سورج، تیری ٹوپی کے کونے کے سایہ کا پروردہ ہے

نرگس کرشمہ میبرد از حد بروں خرام
نرگس حد سے زیادہ ادائیں دکھا رہی ہے، باہر ٹہل

اے جاں فدائے شیوۂ چشمِ سیاہِ تو
اے وہ کہ جان، تیری کالی آنکھ کی ادا پر قربان ہے

خونم بخور کہ ہیچ ملک با چنیں جمال
میرا خون پی لے، اس لیے کہ ایسے حسن کے ہوتے ہوئے کوئی فرشتہ

از دل نیایدش کہ نویسد گناہِ تو
دل سے اس پر راضی نہ ہوگا، کہ تیرا گناہ لکھے

آرام و خوابِ خلقِ جہاں را سبب توئی
مخلوق کے آرام، اور نیند کا تو ہی سبب ہے

زاں شد کنارِ دیدہ و دل تکیہ گاہِ تو
اسی لیے آنکھ، اور دل کی گود، تیری تکیہ گاہ ہے

با ہر ستارۂ سروکار ہست ہر شبم
مجھے ہر رات میں، ہر ستارہ سے سروکار رہتا ہے

از حسرتِ فروغِ رخِ ہمچو ماہِ تو
تیرے چاند جیسے چہرہ کے نور کی حسرت کی وجہ سے

یارانِ ہمنشیں ہمہ از ہم جدا شدند
ہمنشیں دوست، سب ایک دوسرے سے جدا ہو گئے

مائیم و آستانۂ دولت پناہِ تو
ہم ہیں اور تیرا دولت پناہ آستانہ

یارِ بداں مباش کہ مانندِ بختِ نیک
بروں کا دوست نہ بن، تاکہ اچھے نصیب کی طرح

یارِ تو باد ہر کہ بود نیک خواہِ تو
تیرا وہی دوست ہو، جو تیرا نیک خواہ ہو

فردائے روزِ حشر کہ عرضِ خلائق ست
کل حشر کے دن جبکہ مخلوق کی پیشی ہے

باشد در آں میان من افتد بنگاہِ تو
شاید ایسا ہو کہ اس درمیان میں، تیری نگاہ مجھ پر پڑ جائے

حافظ طمع مبر ز عنایت کہ عاقبت
اے حافظ! مہربانی سے، امید قطع نہ کر اس لیے کہ انجام کار

آتش زند بخرمنِ غم دودِ آہِ تو
تیری آہ کا دھواں غم کے کھلیان میں آگ لگا دے گا

۱؎ جو ہمارے پیر کے پاس پہونچے گا تو اس کی کرامت سے خود بھی خراباتی بن جائے گا۔
۲؎ معرفت والوں سے معرفت کے رموز دریافت کرتے رہنا چاہیے۔
۳؎ بادشاہ گدا کی باتوں پر گرفت نہیں کرتے ہیں، تو بھی ہمارے ساتھ یہی معاملہ کر۔
۴؎ تیرے راستہ کی خاک اور چین کے نافہ کی ایک قیمت ہے، خون بہا، خون کا بدلہ۔
۵؎ ہم کو کیا فرشتے بھی تیرے حسن پر فریفتہ ہیں لہٰذا تیرا گناہ نہ لکھیں گے۔
۶؎ شب بیداری اور اختر شماری کو کیوں نہ شکار کیجئے، اگر محبوب کی نظر قیامت کے دن مجھ پر پڑ جائے تو سب مصیبتیں حل ہو جائیں گی۔

اے قبائے پادشاہی راست بر بالائے تو
زینتِ تاج و نگیں از گوہرِ والائے تو
اے وہ کہ بادشاہی قبا تیرے قد پر موزوں ہے
تاج، اور مہر کی رونق تیرے بلند جوہر سے ہے

آفتابِ فتح را بر دم طلوعے میدہد
از کلاہِ خسروی رخسارِ مہ سیمائے تو
فتحمندی کے سورج کو ہر وقت ایک طلوع بخشتا ہے
تیرا چاند جیسا رخسار، شاہی تاج سے

جلوہ گاہِ طائرِ اقبال گردد ہر کجا
سایہ اندازد ہمائے چترِ گردوں سائے تو
اقبال کے پرند کی جلوہ گاہ بنجاتی ہے وہ جگہ
جہاں تیرا آسمان سے لگنے والا چتر کا ہما سایہ ڈال دے

از رسومِ شرع و حکمت با ہزاراں اختلاف
نکتۂ ہرگز نشد فوت از دلِ دانائے تو
ہزاروں اختلاف کے باوجود شرع اور دانائی کے طریقوں کا
ایک نکتہ بھی تیرے دانا دل سے نہیں چھوٹا ہے

آبِ حیوانش ز منقارِ بلاغت میچکد
طوطیِ خوش لہجہ یعنی کلکِ شکر خائے تو
اس کی بلاغت کی چونچ سے آبِ حیات ٹپکتا ہے
خوش لہجہ طوطی، یعنی تیرے شکر چبانے والے قلم سے

گرچہ خورشیدِ فلک چشم و چراغِ عالم ست
روشنائی بخشِ چشمِ اوست خاکِ پائے تو
اگرچہ آسمان کا سورج دنیا کا چشم و چراغ ہے
تیرے پیر کی خاک اس کی آنکھ کو روشنی بخشنے والی ہے

آنچہ اسکندر طلب کرد و ندادش روزگار
جرعۂ بود از زلالِ جامِ جاں افزائے تو
جو چیز سکندر نے چاہی، اور زمانہ نے اس کو نہ دی
وہ تیرے جان کو بڑھانے والے جام کے زلال کا ایک گھونٹ تھا

عرضِ حاجت در حریمِ حرمتت محتاج نیست
رازِ کس مخفی نماند بر فروغِ رائے تو
تیری حرمت کے احاطہ میں حاجت کو پیش کرنیکی ضرورت نہیں ہے
تیری رائے کے نور پر کسی کا راز چھپا ہوا نہیں رہتا ہے

خسروا پیرانہ سر حافظ جوانی میکند
اے بادشاہ! بڑھاپے میں حافظ جوانی کرتا ہے
بر امیدِ عفوِ جاں بخشِ گنہ فرسائے تو
تیری جان بخشنے والی، گناہ کو مٹا دینے والی معافی کی امید پر

اے در چمنِ خوبی رویت چو گلِ خودرو
چینِ شکنِ زلفت چوں نافۂ چیں خوشبو
اے وہ کہ حسن کے چمن میں تیرا چہرہ خودرو پھول کی طرح ہے
تیری زلف کی شکن کے پیچ، چین کے نافہ کی طرح خوشبودار ہیں

ماہ است رخت یا روز مشک است خطت یا شب
سیم ست برت یا عاج سنگ ست دلت یارو
تیرا چہرہ چاند ہے یا دن، تیرا خط مشک ہے یا رات
تیرا جسم چاندی ہے یا ہاتھی دانت، تیرا دل پتھر ہے یا کانسہ

لعلت بدر دنداں بشکست لبِ پستہ
زلفت بخمِ چوگاں بربود دلم چوں گو
تیرے ہونٹوں نے دانتوں کے موتیوں کے ذریعہ پستہ کے ہونٹ کو توڑ ڈالا
تیری زلف نے چوگان کے خم سے میرے دل کو گیند کی طرح لے گئی

آں رائحہ زلفت یا لخلخۂ عنبر
یا غالیہ میساید در باغچۂ حسنِ او
وہ زلف کی خوشبو ہے، یا عنبر کا لخلخہ
یا وہ زلف اس کے حسن کے باغیچہ میں غالیہ کو رگڑ رہی ہے

گفتی سخنِ خود را با یار بباید گفت
اے کاش توانستم گفتن سخنے با او
تو نے کہا اپنی بات دوست سے کہنی چاہئے
اے کاش! ایسی کوئی بات اس سے کہہ سکتا

بد گوئے تو آں باشد کز یار کند منعت
گر یار نکو باشد مشنو سخنِ بد گو
تیرا بدگو وہ ہوگا جو تجھے دوست سے روکے
اگر دوست اچھا ہو، تو بدگو کی بات نہ سن

ـ تاج اور نگینہ کی رونق تیری ذات سے ہے۔
ـ رخسار کو آفتاب اور کلاہِ خسروی کو مشرق قرار دیا ہے۔
ـ چترِ شاہی کو ہما قرار دیا ہے جس کا خاصہ ہے کہ جس پر اس کا سایہ پڑ جائے وہ بادشاہ ہو جاتا ہے۔
ـ شریعت اور حکمت کے مسئلوں میں اگرچہ بہت سے اختلافات ہیں لیکن اس کی نظر ہر پہلو پر ہے۔
ـ قلم کو طوطی سے تشبیہ دی ہے اور مداد کو آبِ حیات قرار دیا ہے۔
ـ سکندر جس آبِ حیات کی طلب میں مارا مارا پھرا وہ تیرے جام کا ایک گھونٹ ہے۔
ـ چہرہ کو خودرو پھول سے تشبیہ دی ہے اور زلف کی خوشبو کو چین کے نافہ سے۔
ـ چہرہ کو چاند اور دن سے، خط کو مشک اور رات سے، جسم کو چاندی اور ہاتھی دانت سے، دل کو پتھر اور کانسے سے تشبیہ دی ہے۔
ـ لخلخہ اس مرکب کو کہا جاتا ہے جو سونگھنے کے لیے چند خوشبوؤں سے بنایا جاتا ہے۔

بامابہ ازیں میاش تا راز نگردد فاش
ہمارے ساتھ تو اس سے اچھا معاملہ کرتا کہ راز نہ کھلے
نبود بد اگر باشی با دل شدگاں نیکو
اگر عاشقوں کے ساتھ تو بھلائی کرے گا، تو کوئی برائی نہ ہوگی

استادِ غزل سعدی ست پیشِ ہمہ کس اما
سب کی نظر میں، سعدی غزل کا استاد ہے لیکن
دارد سخنِ حافظ طرزِ سخنِ خاجو
حافظ کا کلام، خاجو کے کلام کا انداز رکھتا ہے

بجانِ پیرِ خرابات و حقِ صحبتِ او
پیرِ خرابات کی جان، اور اس کے حقِ صحبت کی قسم
کہ نیست در سرِ من جز ہوائے خدمتِ او
کہ میرے سر میں اس کی خدمت کی خواہش کے سوا کچھ نہیں ہے

بہشت اگرچہ نہ جائے گناہگاران ست
بہشت، اگرچہ گنہگاروں کی جگہ نہیں ہے
بیار بادہ کہ مستظہرم برحمتِ او
شراب لا، اس لیے کہ مجھے اس کی رحمت پر بھروسہ ہے

چراغِ صاعقۂ آں شراب روشن باد
خدا کرے اس شراب کی بجلی کا چراغ روشن رہے
کہ زد بخرمنِ من آتشِ محبتِ او
جس نے اس کی محبت کی آگ میرے کھلیان میں لگا دی ہے

برآستانۂ میخانہ گر سرے بینی
اگر میخانہ کی چوکھٹ پر، تو کوئی سر دیکھے
مزن بپائے کہ معلوم نیست نیتِ او
اس کو ٹھوکر نہ مار، اس لیے کہ اس کی نیت معلوم نہیں ہے

بیار بادہ کہ دوشم سروشِ عالمِ غیب
شراب لا، اس لیے کہ کل مجھ کو عالمِ غیب کے فرشتے نے
نوید داد کہ عام ست فیضِ رحمتِ او
خوشخبری دی ہے کہ اس کی رحمت کا فیض عام ہے

مکن بچشمِ حقارت نگاہ برمنِ مست
مجھ مست پر، حقارت سے نگاہ نہ ڈال
کہ نیست معصیت و زہد بے مشیتِ او
اس لیے کہ کوئی گناہ اور زہد اس کی منشا کے بغیر نہیں ہے

نمیکند دلِ من میلِ زہد و توبہ و لے
میرا دل، زہد اور توبہ کی طرف میلان نہیں کرتا ہے لیکن
بنامِ خواجہ بکوشم و فرِ دولتِ او
خواجہ اور اس کی دولت کے دبدبے کے نام پر کوشش کرتا ہوں

دِلا طمع مبراز لطفِ بے نہایتِ دوست
اے دل اور دوست کی لا انتہا مہربانی سے امید نہ توڑ
کہ نیست جز کرم و رحمِ خلق رغبتِ او
اس لیے کہ مخلوق پر رحم و کرم کے سوا اس کو کسی چیز کی رغبت نہیں

مدام خرقۂ حافظ بہ بادہ در گرو ست
حافظ کی گدڑی، ہمیشہ شراب میں گروی ہے
مگر زخاکِ خرابات بود فطرتِ او
شاید، شراب خانہ کی خاک سے اس کی پیدائش تھی

تابِ بنفشہ میدہد طرۂ مشکسائے تو
تیری مشکبار زلف، بنفشہ کو بل دے رہی ہے
پردۂ غنچہ میدرد خندۂ دلکشائے تو
تیری دلکشا مسکراہٹ، غنچہ کی پردہ دری کر رہی ہے

اے گلِ خوش نسیمِ من بلبلِ خویش را مسوز
اے میرے خوشبودار پھول! اپنی بلبل کو نہ جلا
کز سرِ صدق میکند شب ہمہ شب دعائے تو
اس لیے کہ وہ سچائی کے ساتھ پوری پوری رات تجھے دعا دیتی ہے

دشمن و دوست گو بگو ہر غرضے کہ ممکن ست
دشمن اور دوست سے کہہ دو جو اس کا جی چاہے کہے
جورِ ہمہ جہانیاں میکشم از برائے تو
میں تیری خاطر تمام دنیا والوں کا ظلم برداشت کرتا ہوں

۱ اگر ہم سے بہتر سلوک نہ کرے گا ہماری آہ و فریادِ عشق کا راز فاش کر دے گی۔
۲ خاجو فارسی کے مشہور شاعر ہیں خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ اگرچہ تمام شعرا نے سعدی کو غزل کا استاد مانا ہے۔ لیکن ہمیں خاجو کا طرز پسند ہے۔
۳ ممکن ہے وہ خودی مٹانے اس جگہ آیا ہو۔
۴ چونکہ نیکی اور بدی سب اللہ کے اختیار ہے لہٰذا میری ہمیں کو برا کہنا اللہ کی مشیت کی برائی کرنا ہے۔
۵ بنفشہ میں بل اس کی زلف سے آتے ہیں اس کی مسکراہٹ غنچہ کی مسکراہٹ کو شرماتی ہے۔
۶ بلبل کو نہ جلا وہ تیری دعا گو ہے۔
۷ مجھے اب دوست دشمن کے کہنے سننے کی پرواہ نہیں ہے۔

خرقۂ زہد و جامِ مے گرچہ نہ درخورِ من است
زہد کی گدڑی اور شراب کا جام، اگرچہ میرے لائق نہیں ہے

این ہمہ نقش میزنم در طلبِ وفائے تو
تیری وفا کی طلب میں، میں یہ سب نقشے بنا رہا ہوں

شورِ شراب و سوزِ عشق آں نفسم رود زیاد
شراب کا شور اور عشق کی سوزش، میں اس وقت بھولوں گا

کایں سرِ پرہوس شود خاکِ درِ سرائے تو
جب یہ تمناؤں بھرا سر تیرے گھر کے در کی خاک بن جائیگا

منکہ ملول گشتمے از نفسِ فرشتگاں
میں، جو کہ فرشتوں کے سانس سے بھی رنجیدہ ہوتا تھا

قال و مقالِ عالمے میکشم از برائے تو
تیرے لئے ایک دنیا کی باتیں برداشت کر رہا ہوں

مہرِ رخت سرشتِ من خاکِ درت بہشتِ من
تیرے رخ کی محبت میری سرشت ہے، تیرے در کی خاک میری بہشت ہے

عشقِ تو سرنوشتِ من راحتِ من رضائے تو
تیرا عشق میرا نوشتۂ تقدیر ہے، میری راحت تیری رضامندی ہے

دلقِ گدائے عشق را گنج بود در آستیں
عشق کے بھکاری کی گدڑی کی آستین میں خزانہ ہوتا ہے

زود بسلطنت رسد ہر کہ بود گدائے تو
سلطنت پر جلد پہنچ جائے گا، جو تیرا بھکاری ہوگا

دولتِ عشق بیں کہ چوں از سرِ فخر و احتشام
عشق کی دولت کو دیکھ، کہ فخر و حشمت کی وجہ سے کس طرح

گوشۂ تاجِ سلطنت میشکند گدائے تو
تیرا بھکاری سلطنت کے تاج کے گوشے کو توڑتا ہے

شاہ نشینِ چشمِ من تکیہ گہِ خیالِ تست
میری آنکھ کا شہ نشین، تیرے خیال کی تکیہ گاہ ہے

جائے دعاست شاہِ من بے تو مباد جائے تو
اے میرے شاہ دعا کا موقع ہے، خدا کرے تیری جگہ تیرے بغیر نہ ہو

خوش چمنیست عارضت خاصہ کہ در بہارِ حسن
تیرا رخسار حسین چمن ہے، خصوصاً جبکہ حسن کی بہار میں

حافظِ خوش کلام شد مرغِ سخن سرائے تو
خوش کلام حافظ تیرا چہکنے والا پرندہ بن گیا ہے

خطِ عذارِ یار کہ بگرفت ماہ ازو
یار کے رخسار کا وہ خط، جس سے چاند رنجیدہ ہے

خوش حلقہ ایست لیک بدر نیست راہ ازو
پیارا حلقہ ہے لیکن اس سے نکلنے کا راستہ نہیں ہے

ابروئے دوست گوشۂ محرابِ دولت است
دوست کی ابرو، اقبال کی محراب کا گوشہ ہے

آنجا بمال چہرہ و حاجت بخواہ ازو
وہاں چہرہ رگڑ، اور اس سے ضرورت مانگ

اے جرعہ نوشِ مجلسِ جم سینہ پاک دار
اے جمشید کی مجلس کے جرعہ نوش، سینے کو پاک رکھ

کائینہ ایست جامِ جہاں بیں کہ آہ ازو
کیونکہ جامِ جہاں بیں سینہ ایک ایسا آئینہ ہے جس کو پاک رکھنا ضروری ہے

سلطانِ غم ہر آنچہ تواند بگو بکن
غم کے بادشاہ سے کہہ دو، جو کر سکے کر

من بردہ ام بہ بادہ فروشاں پناہ ازو
میں نے اس سے شراب فروشوں کی پناہ لے لی ہے

صوفی مرا بمیکدہ برد از طریقِ عقل
صوفی نے عقل کے راستے سے مجھے شراب خانہ میں پہنچا دیا!

ایں دود بیں کہ نامۂ من شد تباہ ازو
اس دھوئیں کو دیکھ کہ اس سے میرا اعمالنامہ تباہ ہو گیا

کردارِ اہلِ صومعہ ام کرد مے پرست
عبادت خانہ والوں کے عمل نے مجھے شراب پرست بنا دیا

بنگر کہ کارِ من بچساں شد تباہ ازو
دیکھ اس سے میرا کام کیسا تباہ ہو گیا

ساقی چراغِ مے بہ رہِ آفتاب دار
اے ساقی! شراب کا چراغ، سورج کے راستے میں رکھ

گو برفروز مشعلۂ صبحگاہ ازو
کہدو کہ وہ صبح کی مشعل اس سے روشن کرے

ے جب تیرے در پر جان دیدوں گا۔ تو یہ سب کچھ مصیبتیں ختم ہو جائیں۔
ے پہلے اس قدر نازک طبع تھا کہ فرشتوں کا سانس بھی ناگوار گذرتا تھا۔
ے آستین میں جیب بنائی جاتی تھی۔
ے میری آنکھوں میں ہر وقت تیرا تصور سمایا ہوا ہے خدا کرے یہ آنکھیں اس سے محروم نہ ہوں۔
ے خطِ یار کا حسن دیکھ کر چاند شرمندہ ہوتا ہے لیکن جو اس حلقہ میں پھنس گیا وہ پھر نہیں نکل سکتا ہے۔
ے غم اب بھلا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے ہم نے شراب فروشوں کی پناہ لے لی ہے۔
ے صوفیوں کے کارناموں سے نفرت کھا کر میں شراب خانہ میں پہونچ گیا۔
ے سورج کو اپنی روشنی شراب سے حاصل کرنی چاہیے۔

آبے بروز نامۂ اعمالِ ما فشاں ‏ — ‏ بتواں مگر سترد حروفِ گناہ ازو

ہمارے اعمال کے صفحہ نامہ پر پانی چھڑک ‏ — ‏ شاید گناہوں کے حروف اس سے دھل جائیں

آخر دریں خیال کہ دارد گدائے شہر ‏ — ‏ روزے شود کہ یاد کند پادشاہ ازو

بالآخر اس خیال کی وجہ سے جو شہر کا فقیر رکھتا ہے ‏ — ‏ کوئی دن ہوگا کہ بادشاہ اس کو یاد کرے گا

حافظ کہ سازِ مجلسِ عشاق ساز کرد

وہ حافظ، جس نے عاشقوں کی مجلس کے ساز کو تیار کیا ہے

خالی مباد عرصۂ ایں بزم گاہ ازو

خدا کرے اس مجلس کا میدان اس سے خالی نہ ہو

گفتا بروں شدی بتماشائے ماہِ نو ‏ — ‏ از ماہِ ابروانِ منت شرم نیست رو

اس نے کہا تو نیا چاند دیکھنے باہر نکلا! ‏ — ‏ تجھے، میرے ابروؤں کے چاند سے شرم نہ آئی، نکل جا

عمریست تا دلم ز مقیمانِ زلفِ تست ‏ — ‏ غافل ز حفظِ جانبِ یارانِ خود مشو

ایک زمانہ گزر گیا، جب سے میرا دل تیری زلف کے ساکنوں میں ہے ‏ — ‏ اپنے دوستوں کی جانب کی نگرانی کرنے سے غافل نہ ہو

مفروش عطرِ عقل بہندوئے زلفِ یار ‏ — ‏ کانجا ہزار نافۂ مشکیں بہ نیم جو

یار کی کالی زلف کے پاس عقل کا عطر نہ بیچ ‏ — ‏ اس لیے کہ اس جگہ مشک کے ہزار نافے آدھے جو کے برابر بکتے ہیں

تخمِ وفا و مہر دریں کشت زارِ عشق ‏ — ‏ آنگہ عیاں شود کہ رسد موسمِ درو

اس عشق کے کھیت میں وفا اور محبت کا بیج ‏ — ‏ جب پھوٹتا ہے جب کٹنے کا وقت آجاتا ہے

ساقی بیار بادہ کہ رمزے بگویمت ‏ — ‏ از سِرِ اخترانِ کہن سال و ماہِ نو

اے ساقی! شراب لا کر میں تجھ سے ایک نکتہ کہوں ‏ — ‏ پرانی عمر کے ستاروں اور نئے چاند کے بھید کا

ق

شکلِ ہلال ہر سرِ مہ میدہد نشاں ‏ — ‏ از افسرِ اتابک و ترکِ کلاہِ گو

مہینہ کے شروع میں چاند کی شکل پتہ دیتی ہے ‏ — ‏ اتابک کے تاج اور کسی بادشاہ کی ٹوپی کے پر کا

حافظ جنابِ پیرِ مغاں مامنِ وفاست

اے حافظ! پیرِ مغاں کی بارگاہ وفا کا مامن ہے

درسِ وفا و مہر برو خواں وزو شنو

وفا اور محبت کا سبق اس کو سنا اور اس سے سن

گلبنِ عیش میدمد ساقیِ گلعذار کو ‏ — ‏ بادِ بہار می وزد بادۂ خوشگوار کو

عیش کے پھول کی شاخ کھل رہی ہے، گلعذار ساقی کہاں ہے؟ ‏ — ‏ بہار کی ہوا چل رہی ہے، خوشگوار شراب کہاں ہے؟

ہر گلِ نو ز گلرخے یاد ہمی کند ولے ‏ — ‏ گوشِ سخن شنو کجا دیدۂ اعتبار کو

ہر نیا پھول، ایک گلرخ کو یاد کر رہا ہے لیکن ‏ — ‏ بات سننے والا کان، عبرت حاصل کرنے والی آنکھ کہاں ہے؟

مجلسِ بزمِ عیش را غالیۂ مراد نیست ‏ — ‏ اے دمِ صبحِ خوش نفس نافۂ زلفِ یار کو

عیش کی مجلس میں مراد کی خوشبو نہیں ہے ‏ — ‏ اے خوش نفس صبح کے جھونکے! یار کی زلف کا نافہ کہاں ہے؟

حسن فروشیِ گلم نیست تحمل اے صبا ‏ — ‏ دست زدم بخونِ دل بہرِ خدا نگار کو

اے صبا! پھول کی حسن فروشی کی مجھ میں برداشت نہیں ہے ‏ — ‏ دل کے خون میں میں نے ہاتھ مارا ہے، خدا کے لیے وہ محبوب کہاں ہے؟

ا ہمارے اعمالنامہ پر شراب چھڑک دینا وہ گناہ دھو دیگی۔
۲ معشوق کی ابروؤں کو دیکھ لینے کے بعد چاند دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
۳ زلف کے مقابلہ میں عقل کا عطر کوئی کام نہیں دیتا ہے۔
۴ عشق کا بیج بڑی مدت میں اُگتا ہے۔
۵ شراب پی کر چاند اور ستاروں کے راز جا سکتے ہو۔
۶ گویہ بھی شہانہ، چاند کے تغیرات دنیا کی ناپائیداری کا اشارہ کرتے ہیں۔
۷ شعر

[illegible]

شمع سحر بزمگہ لاف بعارض تو زد
مجلس میں صبح کی شمع نے تیرے رخسار کے مقابلہ کی ڈینگیں ماریں

خصم زباں دراز شد خنجر آبدار کو
دشمن زبان دراز ہو گیا ہے، آبدار خنجر کہاں ہے؟

گفت مگر ز لعل من بوسہ ندارد آرزو
اس نے کہا، شاید تجھے میرے ہونٹ کے بوسہ کی آرزو نہیں ہے

مردم ازیں ہوس ولے قدرت و اختیار کو
میں اس تمنا میں مر گیا لیکن قدرت اور اختیار کہاں ہے؟

حافظ اگرچہ در سخن خازن گنج حکمت ست
حافظ اگرچہ بات کہنے میں دانائی کے خزانہ کا خزانچی ہے

از غم روزگار دوں طبع سخن گزار کو
کمینہ زمانہ کے غم کی وجہ سے بات کرنے والی طبیعت کہاں ہے؟

مرا چشمیست خوں افشاں ز چشم آں کماں ابرو
میری آنکھ خون چھڑکنے والی ہے اس کمان جیسے ابرو والی کی وجہ سے

جہاں پر فتنہ می بینم از آں چشم و از آں ابرو
میں دنیا کو اس آنکھ اور اس ابرو سے فتنوں سے بھری ہوئی دیکھتا ہوں

غلام چشم آں ترکم کہ در خواب خوش مستی
میں اس معشوق کی آنکھ کا غلام ہوں کہ مستی کی میٹھی نیند میں

نگاریں گلشنش روی ست و مشکیں سایباں ابرو
اس کا چہرہ خوبصورت باغ ہے اور اس کا ابرو مشکیں سائبان ہے

ہلالی شد تنم زیں غم کہ با طغرای مشکینش
اس غم میں، میرا جسم کبڑا ہو گیا کہ اس کے مشکیں طغرے کی موجودگی میں

کہ باشد مہ کہ بنماید ز طاق آسماں ابرو
چاند کون ہوتا ہے کہ آسمان کے طاق سے ابرو دکھائے

ہمیشہ چشم مستش را کمان حسن در زہ باد
خدا کرے اس کی مست آنکھ پر حسن کی کمان کا چلّہ ہمیشہ چڑھا رہے

کہ از پشتی تیر او کشد بر مہ کماں ابرو
اس لیے کہ اس کے تیر کی مدد سے ابرو، چاند پر کمان کھینچتا ہے

روان گوشہ گیراں را جبینش طرفہ گلزاریست
گوشہ نشینوں کی روح کے لیے اس کا حسن ایک عجیب باغ ہے

کہ بر طرف سمن زارش ہمی گردد چماں ابرو
کہ اس کے چنبیلی کے تختے کے کنارے پر ابرو ٹہل رہی ہے

رقیباں غافل اند از ما و آں چشم سیہ ہر دم
رقیب ہم سے غافل ہیں، اس لیے کہ اس کالی آنکھ سے ہر وقت

ہزاراں گونہ پیغام ست و حاجب در میاں ابرو
ہزاروں قسم کے پیغام ہیں اور ابرو درمیان میں دربان ہے

دگر حور و پری را کس نگوید با چنیں حسنے
ایسے حسن کے ہوتے ہوئے پھر حور اور پری کی نسبت کوئی نہ کہیگا

کہ ایں را اینچنیں چشم ست و آں را آنچناں ابرو
کہ اس کی آنکھ ایسی ہے اور اس کا ابرو ویسا ہے

تو کافر دل نمی بندی نقاب زلف و میترسم
اے کافر دل! تو زلف کا نقاب نہیں ڈالتا ہے اور میں ڈرتا ہوں

کہ محرابم بگرداند خم آں دلستاں ابرو
کہ اس دل چھیننے والے ابرو کا خم میری محراب پلٹ دے گا

اگرچہ مرغ زیرک بود حافظ در وفاداری
اگرچہ حافظ، وفاداری میں چالاک پرندہ تھا

بتیر غمزہ صیدش کرد چشم آں کماں ابرو
اس کمان جیسے ابرو والے کی آنکھ نے ناز کے تیر سے اس کا شکار کر لیا

مزرع سبز فلک دیدم و داس مہ نو
میں نے آسمان کا سبز کھیت، اور نئے چاند کی درانتی دیکھی

یادم از کشتۂ خویش آمد و ہنگام درو
مجھے اپنی کھیتی اور کھیتی کاٹنے کا وقت یاد آ گیا

گفتم اے بخت بخسپیدی و خورشید دمید
میں نے کہا، اے نصیبے! تو سو گیا، اور سورج نکل آیا

گفت با ایں ہمہ از سابقہ نومید مشو
اس نے کہا، باوجود اس کے تقدیر سے ناامید نہ ہو

۱؎ پہلا مصرعہ سوال ہے دوسرا مصرعہ جواب ہے۔

۲؎ اس کی چشم و ابرو نے مجھے ہی نہیں رلایا بلکہ تمام دنیا فتنوں میں مبتلا ہو گئی ہے۔

۳؎ ابروؤں کو اگرچہ ہلال سے تشبیہ دی جاتی ہے لیکن میرے معشوق کے ابروؤں کے سامنے ہلال کی کوئی حقیقت نہیں۔

۴؎ اس کی ابرو اس کی آنکھ کے تیر دلی پیغام لا کر دیتی ہے لیکن رقیبوں کو پتہ نہیں چلتا ہے۔

۵؎ اگر لوگ میرے محبوب کا حسن دیکھ لیں تو حور و پری کی تعریفیں کرنا چھوڑ دیں۔

۶؎ یعنی سمجھ کہ اب میں سجدہ کرنا چھوڑ دوں گا

۷؎ آسمان کا سبز کھیت اور چاند کی درانتی دیکھ کر مجھے اپنی بے تیاری کا احساس ہوا۔

تکیہ بر اختر شبگرد مکن کیں عیار
تاج کاؤس ربود و کمر کیخسرو

ڈاکو ستاروں پر بھروسہ کر اس لئے کہ اس چالاک نے
کاؤس کا تاج، اور کیخسرو کی پیٹی چھین لی ہے

گر روی پاک و مجرد چو مسیحا بہ فلک
از فروغ تو بخورشید رسد صد پرتو

اگر پاک اور مجرد ہو کر مسیحا کی طرح تو آسمان پر جائے گا
تیرے نور سے، سورج تک سو جلوے پہنچیں گے

آسماں گو مفروش ایں عظمت کاندر عشق
خرمن مہ بجوے خوشہ پرویں بدو جو

آسمان سے کہہ دو اپنی عظمت کی ڈینگیں نہ مارے اس لئے کہ عشق میں
چاند کا کھلیان ایک جو کا اور ثریا کا خوشہ دو جو کی قیمت کا ہے

جام جمشید مکن دہ کہ نیرزد بر من
گنج قاروں بجو و ملک سلیماں بدو جو

جمشید کا جام مجھے نہ دے اس لئے کہ میرے نزدیک کچھ قیمت نہیں رکھتا
قارون کا خزانہ ایک جو کا اور سلیمان کا ملک دو جو کا

گوشوار در و لعل ارچہ گراں دارد گوش
دور خوبی گذران ست نصیحت بشنو

موتی اور لعل کے گوشوارے اگرچہ کان کو بھاری معلوم ہوتے ہیں
نصیحت سن لے، حسن کا زمانہ گذر جانے والا ہے

چشم بد دور ز خال تو کہ در عرصہ حسن
بیدقے راند کہ برد از مہ و خورشید گرو

تیرے تل سے چشم بد دور، کہ حسن کی بساط پر
اس نے ایسا پیادہ چلا جو چاند اور سورج سے بازی لے گیا

ہر کہ در مزرع دل تخم وفا سبز نکرد
زرد روئی کشد از حاصل خود گاہ درو

جس نے دل کے کھیت میں وفا کا بیج سرسبز نہ کیا
کاٹنے کے وقت اپنی پیداوار سے شرمندہ ہوگا

اندریں دائرہ میباش چو دف حلقہ بگوش
ور قفائے خوری از دائرہ خویش مرو

دف کی طرح حلقہ بگوش بن کر اس دائرہ میں رہ
اور طمانچے کھائے تو اپنے دائرے سے نہ نکل

آتش زرق و ریا خرمن دیں خواہد سوخت
فریب اور ریا کی آگ، دین کا کھلیان جلا دے گی

حافظ ایں خرقہ پشمینہ بینداز و برو
اے حافظ! اس اونی گدڑی کو پھینک، اور چل دے

مطرب خوش نوا بگو تازہ بتازہ نو بنو
بادۂ دلکشا بجو تازہ بتازہ نو بنو

اے خوش آواز مطرب، تازہ بتازہ نو بنو گا
دلکشا شراب ڈھونڈ، تازہ بتازہ، نو بنو

با صنمے چو لعبتے خوش بنشیں بخلوتے
بوسہ ستاں بکام ازو تازہ بتازہ نو بنو

گڑیا جیسے بت کے ساتھ تنہائی میں مزے سے بیٹھ
مقصد کے مطابق اس کے بوسے لے، تازہ بتازہ نو بنو

ساقی سیم ساق من نیست منیم بیار بیش
زود کہ مے کنم سبو تازہ بتازہ نو بنو

اے میرے چاندی جیسی پنڈلی والے ساقی میرے پاس شراب نہیں ہے جلدی سے لا
تاکہ میں تازہ بتازہ، نو بنو صراحی بھر لوں

بر ز حیات کے خوری گر نہ مدام مے خوری
بادہ بخور بیاد او تازہ بتازہ نو بنو

تو زندگی کا پھل کب کھائیگا، اگر ہمیشہ شراب نہ پئے گا
اس کی یاد میں تازہ بتازہ نو بنو شراب پی

شاہد دلربائے من میکند از برائے من
نقش و نگار و رنگ و بو تازہ بتازہ نو بنو

میرا دلربا معشوق، میرے لئے
تازہ بتازہ نو بنو نقش و نگار، رنگ و بو اختیار کرتا ہے

باد صبا چو بگذری بر سر کوئے آں پری
قصہ حافظش بگو تازہ بتازہ نو بنو

اے باد صبا اگر تو اس پری کے کوچے سے گذرے
تو اسے حافظ کا تازہ بتازہ، نو بنو قصہ سنا دے

ے شبگرد، چور، چونکہ ستارے رات میں نکلتے ہیں اس لئے ان کو شبگرد کہا ہے یعنی ان ستاروں نے سیکڑوں بادشاہوں کو ختم کر دیا ہے۔
ے عاشق کی نظر میں نہ چاند کی قدر ہے نہ ثریا کی نہ وہ آسمان کی عظمت کا قائل ہے۔
ے گوشوارہ، در و لعل سے نصیحت کی باتیں مراد ہیں۔
ے جس دل میں وفاداری نہیں اس کو انجام کار شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔
ے گونج پیدا کرنے کیلئے دف کے چاروں طرف گھونگروؤں کا حلقہ کس دیا جاتا ہے اس لئے اس کو حلقہ بگوش کہا ہے۔
ے مطلب زندگی یہ ہے کہ محبوب کی یاد پر مشتمل شراب خوشی کی جائے

ردیفِ ہائے ہوّز

از خونِ دل نوشتم نزدیکِ یار نامہ — اِنّی رأیتُ دهراً من هجرکَ القیامه
میں نے دل کے خون سے دوست کے پاس خط لکھا ہے — میں نے تیرے ہجر میں زمانہ کو قیامت سمجھا ہے

ہر چند کازمودم از وے نبود سودم — مَن جرّبَ المجرّبَ حلّت بهِ النّدامه
میں نے ہر چند آزمایا، اس سے مجھے فائدہ نہ پہنچا — جس نے تجربہ شدہ چیز کا تجربہ کیا، وہ شرمندہ ہوا

دارم من از فراقت در دیدہ صد علامت — لیستْ دموعُ عینی هذا لنا العلامه
میں تیرے فراق کی وجہ سے آنکھ میں سو علامتیں رکھتا ہوں — میری آنکھ کے یہ آنسو ہی ہمارے لئے علامت نہیں ہیں؟

پرسیدم از طبیبے احوالِ دوست گفتا — فی بُعدها عذابٌ فی قربها النّدامه
میں نے طبیب سے دوست کے احوال پوچھے، اس نے کہا — اس کی دوری میں عذاب ہے، اس کے قرب میں ندامت ہے

گفتم ملامت آید گر گردِ دوست گردم — واللّٰهِ ما رأینا حبّاً بلا ملامه
میں نے کہا کہ ملامت آتی ہے، اگر دوست کے چاروں طرف چکر لگاتا ہوں — خدا کی قسم ہم نے کوئی محبت، ملامت کے بغیر نہیں دیکھی ہے

حالِ درونِ ریشم محتاجِ شرح نبود — خود میشود محقق از آبِ چشمِ خامہ
میرے زخمی دل کا حال، شرح کا محتاج نہیں ہے — قلم کی آنکھ کے پانی سے خود ثابت ہو رہا ہے

بادِ صبا ز حالم ناگہ نقاب برداشت — کالشّمس فی ضحاها تطلعُ من الغمامه
میرے حال سے، بادِ صبا نے اچانک نقاب اٹھا دیا — جیسا کہ سورج چاشت کے وقت میں ابر سے نکل آئے

حافظ چو طالب آمد جامے و جانِ شیریں
جبکہ حافظ طلبگار بنکر آیا ہے، ایک جام کا اور شیریں جان کا
حتّٰی یذوقَ منهُ کأساً من الکرامه
تاکہ وہ اس سے، بزرگی کا ایک جام چکھ لے

اے از فروغِ رویت روشن چراغِ دیدہ — مانندِ چشمِ مستت چشمِ جہاں ندیدہ
اے کہ تیرے چہرے کے نور سے آنکھوں کا چراغ روشن ہے — تیری مست آنکھ جیسی دنیا کی آنکھ نہیں دیکھی

ہمچوں تو نازنینے سرتا بپا لطافت — گیتی نشاں ندادہ ایزد نیافریدہ
تجھ جیسا نازنین، از سرتا پا لطافت — دنیا نے نہیں دکھایا، خدا نے نہیں پیدا کیا

بر زاہدے کہ دیدہ یاقوتِ مے فروشت — سجادہ ترک دادہ پیمانہ درکشیدہ
جس زاہد نے، تیرے شراب فروش ہونٹ کو دیکھا — اس نے مصلے کو چھوڑا، شراب پینے لگا

در قصدِ خونِ عاشق ابرو و چشمِ شوخت — گہ ایں کمیں کشادہ گہ آں کماں کشیدہ
عاشق کے خون کے ارادے سے تیری ابرو اور شوخ آنکھ نے — کبھی اس نے گھات لگائی، کبھی اس نے کمان کھینچی

تا کے کبوترِ دل چوں مرغِ نیم بسمل — باشد ز تیرِ ہجرت در خاک و خوں طپیدہ
دل کا کبوتر نیم بسمل پرندہ کی طرح کب تک — تیرے ہجر کے تیر سے خاک اور خون میں تڑپے گا

تا کے فرو گزاری چوں زلفِ خود دلم را — سرگشتہ و پریشاں اے نورِ ہر دو دیدہ
اپنی زلفوں کی طرح تو میرے دل کو کب تک چھوڑے رکھے گا — سرگشتہ اور پریشان اے دونوں آنکھوں کے نور!

۱؎ یعنی میں نے فراق کی کیفیت محبوب کو خون سے لکھ کر بھیجی ہے۔
۲؎ محبوب کو بار بار آزمایا لیکن شرمندگی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔
۳؎ حافظ تیرا چاہنے والا ہے جان دے اور ایک جام محبت اسکو پلا کر باعزت کر دے۔
۴؎ میری آنکھیں تیرے چہرے کے نور سے روشن ہیں۔
۵؎ جو زاہد تیرے ہونٹ دیکھے گا وہ مصلے چھوڑ کر شراب خانے پہونچ جائے گا۔
۶؎ یعنی آنکھ نے گھات لگائی ہے اور ابرو نے کمان کھینچی ہے۔
۷؎ میرا دل بچھڑ کر نیم بسمل پرندہ کی طرح تڑپتا ہے۔

ے اگر ندارد با عارض تو ابرو
اگر ابرو کو تیرے رخسار کا عشق نہیں ہے

پیوستہ از چہ باشد چوں قدِ من خمیدہ
تو میرے قد کی طرح ہمیشہ، جھکا ہوا کیوں رہتا ہے

گر بر لبم نہی لب یا بم حیات باقی
اگر تو میرے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دے تو مجھے حیاتِ جاوید مل جائیگی

آندم کہ جانِ شیریں باشد بلب رسیدہ
جبکہ شیریں جان، ہونٹوں پر پہونچ چکی ہوگی

از سوزِ سینہ ہردم دودم بسر بر آید
میرے سینہ کی سوزش سے ہر وقت دھواں اٹھتا ہے

چوں عود چند باشم در آتش آرمیدہ
عود کی طرح میں کب تک آگ میں پڑا رہوں گا

در خار خارِ ہجراں افتادہ در کشاکش
میں ہجر کے کانٹوں ہی کانٹوں کی کشمکش میں پڑا ہوا

وز گلبن وصالت ہرگز گلے نچیدہ
اور تیرے وصل کی شاخ سے ہرگز کوئی پھول نہ چنا

بر چہرۂ بختِ نیکت تعویذ چشم بد را
تیرے نیک نصیب نے چہرہ پر نظر بد کے تعویذ کئے

ہردم وانِ یکاد و ز اخلاص بردمیدہ
ہر وقت اخلاص سے وانِ یکاد پڑھ کر پھونکا

گر دستِ من نگیری با خواجہ باز گویم
اگر تو میری دستگیری نہ کرے گا تو میں خواجہ سے کہدونگا

کز عشوہ دل ز حافظ چوں برد و بر دیدہ
کہ وہ حافظ کا دل اداسے آنکھ کے ذریعہ کس طرح لے گیا ہے

از من جدا مشو کہ توام نورِ دیدۂ
مجھ سے جدا نہ ہو، کیونکہ تو میری آنکھ کا نور ہے

آرامِ جان و مونسِ قلبِ رمیدۂ
جان کا آرام ہے اور وحشی دل کا غمخوار ہے

از دامنِ تو دست ندارند عاشقاں
عاشق تیرے دامن سے ہاتھ نہ ہٹائیں گے

پیراہنِ صبوری ایشاں دریدۂ
تو نے ان کے صبر کا لباس چاک کر دیا ہے

از چشمِ زخم دہر مبادت گزند ازانک
خدا کرے زمانہ کی نظر سے تجھے نقصان نہ پہونچے کیونکہ

در دلبری بغایتِ خوبی رسیدۂ
دلبری میں تو انتہائی خوبی کو پہونچ گیا ہے

منعم کنی ز عشقِ وے اے مفتیِ زماں
اے مفتیٔ دوراں! تو مجھے اس کے عشق سے روکتا ہے

معذور دارمت کہ تو او را ندیدۂ
میں تجھے معذور سمجھتا ہوں، کیونکہ تو نے اس کو دیکھا نہیں ہے

چشمِ بد از تو دور کہ در طرزِ دلبری
تجھ سے نظر بد دور ہے، اس لیے کہ دلبری کے طرز میں

خط بر جمالِ یوسفِ کنعاں کشیدۂ
تو نے کنعان کے یوسف کے جمال پر خط کھینچ دیا ہے

پایم نمی رسد بزمیں دیگر از نشاط
اب خوشی سے میرا پاؤں زمین پر نہیں ٹکتا ہے

تا سوئے من بلطف و عنایت تو دیدۂ
جب سے تو نے مہربانی اور عنایت سے میری طرف دیکھا ہے

داری خیالِ پرسشِ عشاقِ بینوا
بے سروسامان عاشقوں کی پرسش کا تجھے خیال ہے

گویا کہ بوئے صدق از ایشاں شنیدۂ
گویا کہ تو نے ان سے سچائی کی بو سونگھ لی ہے

زیں سرزنش کہ کرد ترا دوست حافظا
اے حافظ! دوست نے جو تجھے، سرزنش کی ہے

بیش از گلیمِ خویش مگر پا کشیدۂ
شاید تو نے اپنی کملی سے زیادہ پیر پھیلائے ہیں

ے تیری ابرو بھی تیرے رخ پر عاشق ہے اسی لیے جھک جھک کر اس کو دیکھتا ہے۔
ے مجھے کبھی وصال میسر نہ آیا ہمیشہ ہجر میں تڑپتا رہا ہوں۔
ے آیۃ وان یکاد الذین کفروا الخ نظر بد سے بچانے کے لیے پڑھ کر دم کیجاتی ہے۔
ے چونکہ تو نے عاشقوں کو بے صبر بنا دیا ہے لہٰذا اب وہ تیرے دامن سے دست کش نہ ہوں گے۔
ے مفتی میرے محبوب کو دیکھ لے تو کبھی مجھے منع نہ کرے۔
ے جب سے تیری نظر عنایت ہوئی خوشی سے اچھل رہا ہوں۔
ے چونکہ تو نے اپنے مرتبہ سے بڑھ کر کوئی حرکت کی اسی لیے دوست نے تجھے جھڑک دیا ہے۔

اے کہ با سلسلۂ زلفِ دراز آمدۂ
اے وہ کہ تو زلف دراز کی زنجیر لیکر آیا ہے

فرصتت باد کہ دیوانہ نواز آمدۂ
خدا تیری عمر دراز کرے کیونکہ تو دیوانہ نواز واقع ہوا ہے

آب و آتش بہم آمیختہ از لبِ لعل
لعل جیسے ہونٹ سے تو نے آگ اور پانی کو آپس میں ملا دیا ہے

چشمِ بد دور کہ خوش شعبدہ باز آمدۂ
چشم بد دور، تو اچھا شعبدہ باز واقع ہوا ہے

چشمِ تو گرچہ بہر غمزہ دلم بر باید
تیری آنکھیں اگرچہ ہر ادا سے میرے دل کو اچک لیتی ہیں

لیک صد حیف کہ بیگانہ نواز آمدۂ
لیکن صد افسوس کہ تو بیگانہ نواز واقع ہوا ہے

ساعتے ناز مفرمای و بگرداں عادت
تھوڑی دیر کے لیے ناز نہ کر، اور عادت بدل لے

چوں بپرسیدنِ اربابِ نیاز آمدۂ
جبکہ تو نیاز مندوں کو پوچھنے آیا ہے

آفریں بر دلِ نرمِ تو کہ از بہرِ ثواب
تیرے نرم دل کو شاباش ہے کہ ثواب کی خاطر

کشتۂ غمزۂ خود را بنماز آمدۂ
اپنی ادا کے شہید کی نماز پڑھنے آیا ہے

زہدِ من با تو چہ سنجد کہ بیغمائے دلم
تیرے سامنے میرے زہد کا کیا وزن ہے جبکہ تو میرا دل لوٹنے

مست و آشفتہ بخلوتگہِ راز آمدۂ
مست اور برہم ہو کر راز کی خلوت گاہ میں آیا ہے

پیشِ بالائے تو میرم چہ بصلح و چہ بجنگ
میں تیرے قد پر جان دیتا ہوں، خواہ صلح ہو خواہ جنگ

کہ بہر حال بر اندازۂ ناز آمدۂ
اس لیے کہ تو ہر حال میں ناز کے ایک انداز کے ساتھ آیا ہے

گفت حافظ دگرت خرقہ شراب آلودہ است
اس نے کہا کہ حافظ تیری گدڑی پھر شراب آلود ہے

مگر از مذہبِ ایں طائفہ باز آمدۂ
شاید تو اس گروہ کے مذہب سے پھر گیا ہے

چراغِ روئے ترا شمع گشت پروانہ
تیرے چہرے کے لیے شمع، پروانہ بن گئی ہے

مرا ز عشقِ تو از حالِ خویش پروانہ
مجھے تیرے عشق کی وجہ سے اپنے حال کی پروا نہیں ہے

خرد کہ قیدِ مجانینِ عشق می فرمود
وہ عقل جو عشق کے دیوانوں کو قید کرنے کا حکم فرماتی تھی

ببوئے حلقۂ زلفِ تو گشت دیوانہ
تیری زلف کے حلقہ کی خوشبو سے دیوانی بن گئی ہے

بمژدہ جاں بصبا داد شمع در نفسے
شمع نے فوراً ہی خوشخبری کے بدلے صبا کو جان دیدی

ز شمعِ روئے تواش چوں رسید پروانہ
جب تیرے چہرے کی شمع سے اس کے پاس خبر پہونچی

ببوئے زلفِ تو گر جاں بباد رفت چہ شد
تیری زلف کی خوشبو کی وجہ سے اگر جان برباد ہو گئی تو کیا ہوا

ہزار جانِ گرامی فدائے جانانہ
سیکڑوں معزز جانیں، محبوب پر قربان ہیں

بر آتشِ رخِ زیبائے تو بجائے سپند
تیرے حسین رخسار کی آگ پر کالے دانے کی بجائے

بغیرِ خالِ سیاہت کہ دید بہ دانہ
تیرے سیاہ تل کے سوا، بہتر دانہ کس نے دیکھا ہے

چہ نقشہا کہ برانگیختیم و سود نداشت
کتنے نقش ہیں جو ہم نے کھینچے اور ان سے کوئی فائدہ نہ ہوا

فسونِ ما برِ او گشتہ است افسانہ
ہمارا جادو اس پر، افسانہ بن گیا

مرا بدور لبِ دوست ہست پیمانے
دوست کے ہونٹ کے دور سے میرا عہد ہے

کہ بر زباں نبرم جز حدیثِ پیمانہ
کہ زبان پر پیمانہ کی بات کے سوا کچھ نہ لاؤں گا

زلف کی دیوانی
لیکی ہے کہ اس کو باندھ لو گے
ہونٹوں کی سرخی آگ
ہے اور اس کی بات
آب حیات ہے آگ
اور پانی کو شعبدے
باز جمع کر دیتے ہیں
سے تو دل تو لے گیا
اور تیری نوازش سے
دوسرا ہوا یہ بھی
کہ محبوب کیا ہی نرم
دل ہے قتل کیا اور پھر
نماز پڑھنے آیا۔ شعر
میں توجہ
مست و
برہم ہو کر
دل لوٹنے
کے
آئے تو تیرا
ناز ساتھ
کی طرح
مقابلہ کر سکتے
پہلے مصرعہ میں پروانہ
اپنے معروف معنی میں ہے
دوسرے مصرعہ میں بمعنی
بمعنی پروانگی ہے
شمع صبا کے ...
ہے اس کی وجہ یہ ہے
یا صبا نے تیری زلف کی
خوشخبری اس کو دی کہ
تو اس نے بطور انعام
جان دے دی۔
[illegible]

منِ غریب ز غیرت فتادم از پا دوش
جب میں غریب، کل غیرت سے گر پڑا

نگارِ خویش چو دیدم بدستِ بیگانہ
جب میں نے اپنے معشوق کو غیر کے قبضہ میں دیکھا

حدیثِ مدرسہ و خانقہ مگوے کہ باز
مدرسہ اور خانقاہ کی بات ذکر اس لیے کر پھر

فتادہ در سرِ حافظ ہوائے میخانہ
حافظ کے سر میں میخانہ کی محبت سمائی ہے

خنک نسیمِ معنبر شمامۂ دلخواہ
وہ عنبر جیسی خوشبو والی نسیم، مبارک ہے

کہ در ہوائے تو برخاست بامدادِ پگاہ
جو تیری محبت میں صبح کے وقت چل پڑی ہے

دلیلِ راہ شو اے طائرِ خجستہ لقا
اے مبارک چہرہ والے پرندے! راستہ کا راہبر بن

کہ دیدہ آب شد از شوقِ خاکِ آں درگاہ
اس لیے کہ اس درگاہ کی خاک کے شوق میں آنکھیں پانی بن گئی ہیں

منم کہ بے تو نفس میزنم زہے خجلت
میں وہ ہوں کہ تیرے بغیر سانس لے رہا ہوں، بہت شرمندگی ہے

مگر تو عفو کنی ورنہ چیست عذرِ گناہ
شاید کہ تو معاف کر دے، ورنہ گناہ کا عذر کیا ہے!

ببیں تنِ نزارم کہ غرقِ خونِ دلست
میرے لاغر جسم کو دیکھ جو دل کے خون میں ڈوبا ہے

ہلال را ز کنارِ شفق کنند نگاہ
ہلال کو شفق کے کنارے سے دیکھتے ہیں

ز دوستانِ تو آموخت در طریقتِ مہر
تیرے عاشقوں سے سیکھا ہے، محبت کے راستہ میں

سپیدہ دم کہ صبا چاک زد شعارِ سیاہ
صبح کے وقت جو صبا نے سیاہ لباس چاک کیا ہے

بعشقِ روئے تو روزے کہ از جہاں بروم
جس دن میں تیرے چہرے کے عشق میں دنیا سے جاؤں گا

ز تربتم بدمد سرخ گل بجائے گیاہ
میری قبر سے گھاس کی بجائے سرخ پھول اُگے گا

مدہ بخاطرِ نازک ملالت از من راہ
میری طرف سے نازک طبیعت میں رنج کو راستہ نہ دے

کہ حافظِ تو ہمیں لحظہ گفت بسم اللہ
اس لیے کہ تیرے حافظ نے اسی وقت بسم اللہ کہدی ہے

دامن کشاں ہمی شد در شربِ زرکشیدہ
معشوق کلابتونی کا لباس پہنے، دامن کھینچتا ہوا جا رہا تھا

صد ماہرو ز رشکش جیبِ قصب دریدہ
سیکڑوں ماہرو اس پر رشک سے کتان کے لباس کا گریبان چاک کر چکے

از تابِ آتشِ مے بر گردِ عارضش خوی
شراب کی گرمی کی تیزی سے اس کے چہرے کے چاروں طرف پسینہ تھا

چوں قطرہائے شبنم بر برگِ گل چکیدہ
جیسے کہ گلاب کی پتیوں پر شبنم کے قطرے ٹپکے ہوئے ہوں

یاقوتِ جانفزایش از آبِ لطف زادہ
اس کے جاں بخش ہونٹ لطافت کے پانی سے بنے ہوئے ہیں

شمشادِ خوشخرامش از ناز پرور یدہ
اس کا خوبصورت رفتار، سرو، ناز سے پلا ہوا ہے

لفظِ فصیح شیریں قدِ بلند چابک
اس کے فصیح الفاظ میٹھے ہیں، اس کا بلند قد چست ہے

روئے لطیف نازک چشمِ خوش کشیدہ
اس کا لطیف چہرہ نازک ہے، اس کی حسین آنکھیں لمبی ہیں

آں لعلِ دلکشش بیں واں خندۂ پر آشوب
اس کے وہ دلکش ہونٹ، اور پر فتنہ ہنسی دیکھ

واں رفتنِ خوشش بیں واں گام آرمیدہ
انداز کی حسین چال، اور ناز بھرے قدم دیکھ

آں آہوئے سیہ چشم از دامِ ما بروں شد
وہ کالی آنکھ والا ہرن، ہمارے جال سے نکل گیا

یاراں چہ چارہ سازم بایں دلِ رمیدہ
یارو! اس بھاگے ہوئے دل کی میں کیا تدبیر کروں؟

تا کے کشم عتابت از چشمِ نیم خوابت
تیرا غصہ، تیری نیم خواب آنکھوں سے کب تک برداشت کروں

روزے کرشمہ‌ئی کن اے نورِ ہر دو دیدہ
اے دونوں آنکھوں کی روشنی! کسی دن انداز دکھا دے

زنہار تا توانی اہلِ نظر میازار
خبردار! جب تک تجھ سے ہو سکے، اہلِ نظر کو نہ ستا

دنیا وفا ندارد اے یارِ برگزیدہ
اے منتخب دوست! دنیا وفادار نہیں ہے

بس شکر باز گویم در بندگیِ خواجہ
خواجہ کی خدمت میں بہت سے شکریے پھر ادا کروں

گر اوفتد بدستم آں میوۂ رسیدہ
اگر وہ پکا پھل، میرے ہاتھ لگ جائے

ہر چند کہ گفت دشمن در حقِ ما شنیدی
دشمن نے جو ہماری برائی کی، تو نے سن لی

یارب کہ مدعی را باد از زباں بریدہ
اے خدا! رقیب کی زبان کٹ جائے

گر خاطرِ شریفت رنجیدہ شد ز حافظ
اگر تیرا مزاج شریف حافظ سے رنجیدہ ہوا ہے

باز آ کہ توبہ کردیم از گفتہ و شنیدہ
واپس آ جا، کہ کہے سنے سے ہم نے توبہ کی

در سرائے مغاں رُفتہ بود و آب زدہ
مغنوں کی سرائے کا دروازہ، جھاڑو دیا ہوا اور چھڑکاؤ کیا ہوا تھا

نشستہ پیر و صلائے بشیخ و شاب زدہ
پیرِ مغاں بیٹھا ہوا تھا اور بوڑھے اور جوان کو بلا رہا تھا

سبوکشاں ہمہ در بندگیش بستہ کمر
سبو اٹھانے والے سب اس کی خدمت میں کمر بستہ تھے

ولے ز طرفِ کُلہ خیمہ بر سحاب زدہ
لیکن ٹوپی کے کنارے سے ابر پر خیمہ لگائے ہوئے تھے

فروغِ جام و قدح نورِ ماہ پوشیدہ
پیالے اور جام کی روشنی چاند کے نور کو چھپاتے ہوئے تھی

عذارِ مُغبچگاں راہِ آفتاب زدہ
مغبچوں کے رخسار، سورج کو مات کیے ہوئے تھے

گرفتہ ساغرِ عشرت فرشتۂ رحمت
رحمت کے فرشتے نے عیش کا ساغر تھاما تھا

ز جُرعہ بر رُخِ حور و پری گلاب زدہ
حور اور پری کے رخسار پر شراب کے گھونٹ سے گلاب چھڑکا ہوا تھا

ز شور و عربدۂ شاہدانِ شیریں کار
شیریں کار معشوقوں کے شور اور فساد سے

شکر شکستہ سمن ریختہ رباب زدہ
شکر بکھری ہوئی، پھول گرے ہوئے، ستار بجتا ہوا تھا

عروسِ بخت در آں حجلہ با ہزاراں ناز
اس چھپرکٹ میں نصیب کی دلہن ہزاروں ناز کے ساتھ

کشیدہ وسمہ و بر برگِ گل گلاب زدہ
وسمہ لگائے ہوئے تھی اور گلاب کی پتیوں پر گلاب چھڑکے ہوئے تھی

سلام کردم و با من بروئے خنداں گفت
میں نے سلام کیا، اور اس نے مجھ سے ہنس کر کہا

ق

کہ اے خمار کشِ مفلسِ شراب زدہ
اے مفلس نشے باز، شراب کے مارے ہوئے

کہ کرد اینکہ تو کردی بضعفِ ہمت و رائے
کس نے کیا ہے جو تو نے کیا؟ کمزور ہمت اور کمزور رائے کے ساتھ

ز گنج خانہ شدہ خیمہ بر خراب زدہ
گھر کے گوشے سے نکل آیا اور شراب خانہ پر خیمہ لگا لیا

وصالِ دولتِ بیدار ترسمت ندہند
بے نصیب! تجھے بیدار دولت کا وصل نہ دیں گے

کہ خفتہ‌ئی تو در آغوشِ بختِ خواب زدہ
کیونکہ تو خواب ز[illegible] سویا ہوا ہے

فلک جنیبہ کشِ شاہِ نصرۃ الدین باد
آسمان، شاہ نصرت الدین کا کوتل گھوڑا لیجانے والا ہو

بیا ببیں فلکش دست در رکاب زدہ
آ، دیکھ، آسمان نے اس کی رکاب تھام رکھی ہے

ہلال تا کہ مگر نعلِ مرکبش گردد
ہلال نے، تاکہ اس کی سواری کا نعل بن جائے

زبامِ عرش صدش بوسہ بر تراب زدہ
عرش کے بالاخانہ سے اس کی مٹی کو سیکڑوں بوسے دیئے ہیں

خرد کہ مُلہمِ غیب ست بہرِ کسبِ شرف
عقل جو غیبی باتوں کا الہام کرنے والی ہے شرف حاصل کرنیکے لئے

ز روئے صدق صدش بوسہ بر جناب زدہ
صدق دل سے اسکی بارگاہ کو سیکڑوں بوسے دیتی ہے

بیا بمیکدہ حافظ کہ بر تو عرضہ کنم
اے حافظ! میکدہ میں آ، تاکہ تجھ پر پیش کروں

ہزار صف ز دعاہائے مستجاب زدہ
قبول شدہ دعاؤں کی ہزاروں صفیں

دوش رفتم بدرِ میکدہ خواب آلودہ
کل میں شراب خانہ کے دروازہ پر خواب آلودہ چلا گیا

خرقہ تردامن و سجادہ شراب آلودہ
گدڑی تردامن تھی اور مصلیٰ شراب آلود تھا

آمد افسوس کناں مغبچۂ بادہ فروش
بادہ فروش مغبچہ افسوس کرتا ہوا آیا

گفت بیدار شو اے رہروِ خواب آلودہ
بولا اے خواب آلود مسافر! بیدار ہو جا

شست و شوئی کن و آنگہ بخرابات خرام
نہا دھو لے، پھر شراب خانہ میں چل پھر

تا نگردد ز تو ایں دیرِ خراب آلودہ
تاکہ تجھ سے یہ بتخانہ گندا نہ ہو جائے

بہوائے لبِ شیریں دہناں چند کنی
شیریں دہن معشوقوں کے عشق میں کب تک کرے گا

جوہرِ روح بیاقوتِ مُذاب آلودہ
روح کے جوہر کو پگھلے ہوئے یاقوت سے آلودہ

بطہارت گذراں منزلِ پیری و مکن
بڑھاپے کی منزل کو پاکی سے گزار، اور

خلعتِ شیب بتشریفِ شباب آلودہ
بڑھاپے کے خلعت کو جوانی کے لباس سے گندا نہ کر

آشنایانِ رہِ عشق دریں بحرِ عمیق
عشق کے راستے کے شناسا، اس گہرے سمندر میں

غرقہ گشتند و نگشتند بآب آلودہ
ڈوب گئے، لیکن پانی سے آلودہ نہ ہوئے

پاک و صافی شو و از چاہِ طبیعت بدر آئی
پاک و صاف بن، اور طبیعت کے کنویں سے باہر نکل

کہ صفائے ندہد آبِ تراب آلودہ
اس لیے کہ مٹی ملا ہوا پانی، صفائی نہیں دیتا ہے

گفتم اے جانِ جہاں دفترِ گل عیبے نیست
میں نے کہا، اے جانِ جہاں! کوئی عیب نہیں، پھول کی کتاب

کہ شود وقتِ بہار از مئے ناب آلودہ
بہار کے موسم میں خالص شراب سے آلودہ ہو جائے

گفت حافظ برو و نکتہ بیاراں مفروش
بولا اے حافظ! چلا جا، اور دوستوں کے سامنے نکتہ آرائی نہ کر

آہ ازیں لطف بانواعِ عتاب آلودہ
غصہ کی قسموں سے ملی ہوئی اس مہربانی پر افسوس ہے

سحرگاہاں کہ مخمورِ شبانہ
صبح کے وقت، جبکہ میں رات کا مخمور تھا

گرفتم بادہ با چنگ و چغانہ
میں نے چنگ، اور چغانہ کے ساتھ شراب لی تھی

۱ ہلال گھوڑے کے نعل کے مشابہ ہوتا ہے یعنی ہلال کی تمنا ہے کہ اس کے گھوڑے کا نعل بن جائے۔
۲ یعنی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔
۳ ان تینوں شعروں کا مضمون مسلسل ہے یعنی میں کل نیم خوابی کی حالت میں شراب خانہ میں گیا وہاں ایک مغبچہ آگیا کہ وضو کر لے ورنہ شراب خانہ گندا ہو جائے گا۔
۴ یعنی مغبچے نے کہا یاقوت جیسے سرخ آنسو روتے ہیں۔
۵ بڑھاپے کو پاک کرکے گزار اور بڑھاپے میں جوانی کے کام چھوڑ دے۔
۶ یعنی عاشق دنیا کے سمندر میں ڈوب کر بھی گناہوں سے آلودہ نہیں ہوتے ہیں۔
۷ میں نے مغبچے کو جواب دیا کہ اگر موسم بہار میں تھوڑی بہت پی لیا کرتا تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔
۸ مغبچے نے کہا حافظ نکتہ بازی ہم سے نہ کر، یہاں مغبچے کی غصے سے ملی ہوئی مہربانی تھی۔
۹ شعر کا مطلب یہ ہے کہ صبح کو میں نے چنگ کے ساتھ شراب نوشی کی اور بے خود ہو گیا۔

نہادم عقل را زادِرہ از مے
میں نے عقل کو شراب کا توشہ دیا

ز شہرِ ہستیش کردم روانہ
ہستی کے شہر سے، میں نے اس کو روانہ کر دیا

نگارِ مے فروشم عشوہ داد
میرے شراب فروش معشوق نے ایسی ادا دکھائی

کہ ایمن گشتم از مکرِ زمانہ
کہ میں زمانہ کے مکر سے محفوظ ہو گیا

زساقیِ کماں ابرو شنیدم
کمان جیسے ابرو والے ساقی سے میں نے سنا

کہ اے تیرِ ملامت را نشانہ
کہ اے وہ جو کہ ملامت کے تیر کا نشانہ ہے!

نہ بندی زاں میاں طرفے کمر وار
اس کمر سے تو خار مار کوئی نفع نہ حاصل کرے گا

اگر خود را بہ بینی درمیانہ
اگر اپنے آپ کو درمیان میں دیکھے گا

برو ایں دام بر مرغِ دگر نہ
جا، یہ جال دوسرے پرند پر ڈال

کہ عنقا را بلندست آشیانہ
اس لیے کہ عنقا کا آشیانہ بلند ہے

ندیم و مطرب و ساقی ہمہ اوست
شراب کا ساتھی اور مطرب اور ساقی سب وہ ہے

خیالِ آب و گِل در رہ بہانہ
راستہ میں پانی اور مٹی کا خیال ایک بہانہ ہے

کہ بندد طرف وصل از حسنِ شاہے
ایسے شاہ کے حسن سے کون وصل کا فائدہ اٹھا سکتا ہے!

کہ با خود عشق ورزد جاودانہ
جو ہمیشہ خود اپنے آپ سے عشق کرے

بدہ کشتیِ مے تا خوش برآئیم
شراب کی کشتی عنایت کر تاکہ ہم اچھی طرح باہر آ سکیں

ازیں دریائے ناپیدا کرانہ
اس دریائے ناپیدا کنارے سے

سرا خالی ست از بیگانہ مے نوش
مکان غیروں سے خالی ہے، شراب پی

کہ نبود جز تو اے مردِ یگانہ
کیونکہ اے یگانہ مرد! تیرے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے

وجودِ ما معمائیست حافظ
اے حافظ! ہمارا وجود ایک معما ہے

کہ تحقیقش فسون ست و فسانہ
کہ جس کی تحقیق ایک منتر اور افسانہ ہے

عید ست و موسمِ گل ساقی بیار بادہ
عید ہے اور موسم بہار، اے ساقی شراب لا!

ہنگامِ گل کہ دیدست بے مے قدح نہادہ
شراب کے بغیر رکھا ہوا پیالہ موسم بہار میں کس نے دیکھا ہے!

زیں زہد و پارسائی بگرفت خاطرِ من
اس زہد اور پارسائی سے میں رنجیدہ ہو گیا ہوں

ساقی پیالہ دہ تا دل شود کشادہ
اے ساقی! پیالہ دے! تاکہ دل کھلے

واعظ کہ دی نصیحت میکرد عاشقاں را
جو واعظ، کل عاشقوں کو نصیحت کر رہا تھا

امروز دیدمش مست تقویٰ بباد دادہ
آج میں نے اس کو مست دیکھا، تقوے کو برباد کئے ہوئے

ایامِ یک دو روز دیگر گل را غنیمتے داں
بہار کے ان ایک دو دنوں کو غنیمت سمجھ

گر عاشقی طرب کن با ساقیانِ سادہ
اگر تو عاشق ہے، سادہ ساقیوں کے ساتھ عیش کر

در مجلسِ صبوحی دانی چہ خوش نماید
تجھے معلوم ہے صبح کی شراب کی مجلس میں کس قدر اچھا لگتا ہے؟

عکسِ عذارِ ساقی بر جامِ مے فتادہ
شراب کے جام پر ساقی کے رخسار کا عکس پڑا ہوا

شب جب تک محبوب کی کمر کی طرح خود کو معدوم نہ کرے گا کہ جو حقیقت اعتقاد نہ ہوگا۔ محبوب کی کمر کو معدوم تصور کیا جاتا ہے۔
نے تاکہ محبوب کے حاصل کر سکے بہت ہی زیادہ کوشش کی ضرورت ہے۔
سے اس شعر میں خواجہ صاحب نے وحدت الوجود کے مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی یہ تعینات ظاہری محض ایک بہانہ ہیں ورنہ موجود صرف ایک ذات واحد ہے جو خود ہی عاشق معشوق ہے اس سے کوئی عاشق کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔
ے ہمارا وجود ایک معما ہے جس کو موجود بھی کہا جا سکتا ہے اور معدوم بھی اور اس کی تحقیق کسی بھی طرح نہیں ہو سکتی ہے۔
سے موسم بہار ہو اور عید تو پھر کوئی بھی بغیر شراب و جام کے نہیں رہ سکتا ہے۔
سے موسم بہار غنیمت ہے اس میں سادہ معشوقوں سے عشق کرنا چاہئے۔
سے صبوحی کی مجلس میں یہ بات بڑی اچھی لگتی ہے کہ ساقی کا عکس شراب میں نظر آئے۔

گل رفت اے حریفاں غافل چرا نشینید
اے دوستو! موسم بہار جا رہا ہے، تم غافل کیوں بیٹھے ہو؟

بے بانگ رود و چنگ و بے یار و جام بادہ
رود اور چنگ کی آواز کے بغیر اور یار اور شراب کے جام کے بغیر

مطرب چو پردہ سازد شاید اگر بخواند
مطرب جب ساز درست کرے، مناسب ہوگا اگر پڑھے

از طرز شعر حافظ در بزم شاہزادہ
حافظ کے اشعار کے طرز پر شاہزادہ کی مجلس میں

عیشم مدام ست از لعل دلخواہ
دلپسند ہونٹ سے ہے، دائمی عیش حاصل ہے

کارم بکام ست الحمد للہ
خدا کا شکر ہے میرا کام مقصد کے مطابق ہے

اے بخت سرکش تنگش ببر کش
اے سرکش نصیبہ! اس کو زور سے بغل میں دبا

گہ جام زر کش گہ لعل دلخواہ
کبھی سنہرا پیالہ پی، کبھی دلخواہ ہونٹ سے لطف حاصل کر

ما را بمستی افسانہ کردند
ہمیں مستی میں مشہور کر دیا

پیران جاہل شیخان گمراہ
جاہل پیروں، اور گمراہ شیخوں نے

از قول زاہد کردیم توبہ
ہم نے زاہد کے قول سے توبہ کی

وز فعل عابد استغفر اللہ
اور عابد کے فعل سے استغفر اللہ

جاناں چہ گویم شرح فراقت
اے جاناں! میں تیرے فراق کی کیا شرح کروں!

چشمے و صد نم جانے و صد آہ
ایک آنکھ ہے اور سو آنسو، ایک جان ہے اور سو آہیں

کافر مبیناد ایں غم کہ دیدہ است
خدا کرے یہ غم کافر بھی نہ دیکھے، جو دیکھا ہے

از قامتت سرو از عارضت ماہ
سرو نے تیرے قد سے اور چاند نے تیرے رخسار سے

زوہرنتابم از راہ خدمت
خدمت کے راستے سے، میں روگردانی نہ کروں گا

سر بر ندارم از خاک درگاہ
درگاہ کی خاک سے، میں سر نہ اٹھاؤں گا

از صبر عاشق خوشتر نباشد
عاشق کے صبر سے، کوئی چیز بہتر نہ ہوگی

صبر از خدا خواہ صبر از خدا خواہ
صبر خدا سے چاہ، صبر خدا سے چاہ

دلق ملمع زنار راہ است
ملمع کی گدڑی، راہ کا زنار ہے

صوفی نداند ایں رسم و ایں راہ
صوفی اس رسم، اور اس راہ کو نہیں جانتا ہے

دی شب بروئیش خوش بود وقتم
کل رات میں اس کے چہرے سے خوش وقت تھا

از وصل جاناں صد لوحش اللہ
جاناں کے وصل سے سو آفریں ہے

شوق رخت برد از یاد حافظ
حافظ کو، تیرے رخ کے شوق نے بھلا دیا

ورد شبانہ درس سحرگاہ
رات کا وظیفہ، صبح کا درس

گر تیغ بارد در کوئے آں ماہ
اس چاند کے کوچہ میں، اگر تلوار برسے

گردن نہادیم الحکم للہ
ہم نے تو گردن رکھ دی ہے، حکم خدا کا ہے

۱؎ معشوق کو بغل میں دبا، کبھی جام کا بوسہ، کبھی اس کے ہونٹ کا۔
۲؎ زاہدوں کے قول سے توبہ کرنی چاہئے اور عابدوں کے افعال پر استغفر اللہ پڑھنی چاہئے۔
۳؎ ایک آنکھ ہے اور سو سو آنسو ہیں، ایک جان ہے اور سو سو آہیں ہیں۔
۴؎ سرو اس کا قد دیکھ کر اور چاند اس کا چہرہ دیکھ کر ایسے غم میں مبتلا ہیں جو خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے۔
۵؎ راہ عشق میں ریاکی گدڑی زنار کا کام کرتی ہے، ریاکار صوفی ان باتوں سے واقف نہیں ہے۔
۶؎ لوحش اللہ لا اوحش اللہ کا مخفف ہے، اس کا لفظی ترجمہ ہے خدا اس کو وحشت میں نہ ڈالے، دعا اور تعجب کے موقع پر بولا جاتا ہے۔
۷؎ ہم نے تو تلوار کے نیچے سر دھر دیا ہے، اب خدا جو چاہے فیصلہ کرے۔

مَنْ رند و عاشق آنگاہ توبہ
میں رند اور عاشق ۔ اور پھر توبہ!

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ
استغفراللہ ۔ استغفراللہ

آئینِ تقویٰ ما نیز دانیم
تقوے کے طریقے ہم بھی جانتے ہیں

آما چہ چارہ با بختِ گمراہ
لیکن گمراہ نصیبے کے ہوتے ہوئے کیا چارہ ہے؟

ما شیخ و زاہد کمتر شناسیم
ہم شیخ ۔ اور زاہد کو بہت کم پہچانتے ہیں

یا جامِ بادہ یا قصہ کوتاہ
یا شراب کا جام، یا قصہ مختصر

مہرِ تو عکسے بر ما نیفگند
تیری محبت نے ہم پر ذرا سا بھی عکس نہیں ڈالا

آئینہ رویا آہ از دلت آہ
اے آئینہ جیسے چہرے والے تیرے دل سے آہ ہے آہ

اَلصَّبْرُ مُرٌّ اَلْعُمْرُ فَانٍ
صبر کڑوا ہے ۔ زندگی فنا ہونے والی ہے

یَا لَیْتَ شِعْرِیْ حَتّٰی م اَلْقَاہ
اے کاش میں جان جاتا، کب تک اس سے ملوں گا؟

عاشق مخور غم گر وصل خواہی
اے عاشق! غم نہ کر، اگر تو وصل چاہتا ہے

خوں بایدت خورد در گاہ و بیگاہ
موقع اور بے موقع تجھے خون پینا چاہیے

حافظ نبودی زینگونہ بیدل
اے حافظ! تو اس قسم کا بے دل نہ بنتا

گر می شنیدی پندِ نکو خواہ
اگر تو خیر خواہ کی نصیحت سنتا

ماہِ منؑ پردہ بر انداختہ یعنی چہ
اے میرے چاند تو نے پردہ اٹھا دیا ہے کیوں؟

مست از خانہ برون تاختہ یعنی چہ
تو مست ہو کر گھر سے نکل آیا ہے آخر کیوں؟

شاہِ خوبانی و منظورِ گدایاں شدہ
تو حسینوں کا شاہ ہے، اور فقیروں کا منظورِ نظر ہوگیا ہے

قدرِ ایں مرتبہ نشناختہ یعنی چہ
نہ معلوم اس مرتبہ کی قدر تو نے کیوں نہیں پہچانی ہے؟

زلف در دستِ صبا گوش بہ پیغامِ رقیب
زلف صبا کے ہاتھ میں، و کان رقیب کے پیغام پر

اینچنیں با ہمہ در ساختہ یعنی چہ
نہ معلوم کیوں تو نے اس طرح سب کے ساتھ ساز باز کرلی ہے؟

نہ سرِ زلفِ خود اول تو بدستم دادی
کیا تو نے پہلے اپنی زلف میرے ہاتھ میں نہ دلائی تھی؟

بازم از پائے در انداختہ یعنی چہ
نہ معلوم پھر کیوں مجھے تو نے گرا دیا ہے؟

سخنتؑ رمزِ دہاں گفت و کمر سرِ میاں
تیری گفتگو نے منہ کا، اور پیٹی نے کمر کا راز ظاہر کردیا

وز میاں تیغ بما آختہ یعنی چہ
نہ معلوم ہم پر تو نے میان سے کیوں تلوار سونتی ہے!

ہر کس از مہرۂ مہرِ تو بشغلے مشغول
ہر شخص تیری محبت کے مہرے سے ایک شغل میں مشغول ہے

عاقبت با ہمہ در باختہ یعنی چہ
آخر تو نے سب کے ساتھ کیوں بازی لگائی ہے؟

حافظا در دلِ تنگت چو فرود آید یار
اے حافظ! تیرے تنگ دل میں یار کس طرح آئے؟

خانہ از غیر نپرداختہ یعنی چہ
تو نے کیوں گھر کو غیر سے خالی نہیں کیا؟

۔ رند اور عاشق ہو کر مجھے اس خیال پر بھی استغفراللہ پڑھنا چاہیے۔
۔ یہ شعر جانتا ہوں تو اپنے وقت پر طبیعت اور طرح کی آتی ہے۔
۔ تو نے ہم پر تھوڑی سی مہربانی بھی نہ کی تیرے سخت دل پر آہ ہے۔
۔ کہ میرے معشوق نے چہرے سے نقاب الٹ دیا ہے اور مست ہو کر نہ معلوم کیوں گھر سے نکل کھڑا ہوا ہے یہ کسی طرح پر مناسب نہ تھا، فتنہ بپا ہو جائے گا۔
۔ فقیروں کا منظورِ نظر بننا بہت بڑا مرتبہ ہے
۔ تیرے منہ اور کمر کا لوگوں کو علم نہ تھا تو نے بات کی اور پیٹی کس لی اس لئے ان دونوں چیزوں کا نشہ ظاہر ہو گیا اس لیے ہم بے قصور ہیں۔
۔ جب تک تو نے محبت سے دل کو خالی نہ کر لیا محبوب تیرے دل میں فروکش نہ ہوگا۔

نصیبِ من چو خرابات کردہ است اِلٰہ
خدا نے جب شراب خانہ میرے مقدر میں کر دیا ہے

دریں میانہ بگو زاہدا مرا چہ گناہ
اے زاہد! بتا اس میں میرا کیا گناہ ہے!

کسیکہ در ازلش جامِ مے نصیب افتاد
ازل میں جس کے نصیب میں شراب کا جام واقع ہوا ہے

چرا بحشر کنند ایں گناہ را در خواہ
اس گناہ کا سوال، حشر میں کیوں کرتے ہیں!

بگو بزاہدِ سالوسِ خرقہ پوشِ دو روی
دورُخے گدڑی پوش، مکار، زاہد سے کہہ دو

کہ دستِ زرق دراز است و آستیں کوتاہ
کہ مکر کا ہاتھ دراز، اور آستین کوتاہ ہے

تو خرقہ راز برائے ہوا ہمی پوشی
تو گدڑی، خواہش نفسانی کے لیے پہنتا ہے

کہ تا بزرق بری بندگانِ حق از راہ ق
تاکہ مکاری سے بندگانِ خدا کو راستے سے بھٹکا دے

غلامِ ہمتِ رندانِ بے سر و پایم
میں مفلس رندوں کی باطنی توجہ کا غلام ہوں

کہ ہر دو کون نیرزد بہ پیشِ شاں یک کاہ
کہ ان کی نظر میں دونوں جہاں ایک تنکے کے برابر بھی نہیں

مرادِ من ز خرابات چونکہ حاصل شد
چونکہ میرا مقصد شراب خانہ سے پورا ہو گیا ہے

دلم ز مدرسہ و خانقاہ گشت سیاہ
میرا دل مدرسہ اور خانقاہ سے بیزار ہو گیا ہے

برو گدائے درِ ہر گدائے شو حافظ
اے حافظ! جا اور ہر گدا کے در کا گدا بن

تو ایں مراد نیابی مگر بِفیضِ اللہ
بجز فیضِ اللہ کے تو یہ مراد نہ پائے گا

وصالِ او ز عمرِ جاوداں بہ
اس کا وصال عمرِ جاوداں سے بہتر ہے

خداوندا مرا آں دہ کہ آں بہ
اے خدا! مجھے وہ دے کیونکہ وہ بہتر ہے

بہ شمشیرم زد و با کس نگفتم
اس نے مجھے تلوار سے مارا اور میں نے کسی سے نہ کہا

کہ رازِ دوست از دشمن نہاں بہ
دوست کا راز، دشمن سے چھپانا بہتر ہے

شبے میگفت چشمِ کس ندیدہ است
ایک شب وہ کہہ رہا تھا، کسی کی آنکھ نے نہیں دیکھا ہے

ز مروارید گوشم در جہاں بہ
دنیا میں، میرے کان کے موتی سے بہتر

دلا دائم گدائے کوئے او باش
اے دل! ہمیشہ اس کے کوچے کا فقیر بنا رہ

بحکمِ آنکہ دولت جاوداں بہ
اس لیے کہ مستقل دولت بہتر ہوتی ہے

بخلدم زاہدا دعوت مفرمای
اے زاہد مجھے جنت کی دعوت نہ دے

کہ ایں سیبِ زنخ زاں بوستاں بہ
اس لیے کہ یہ ٹھوڑی کا سیب اس باغ سے بہتر ہے

بداغِ بندگی مُردن بریں در
اس در پر غلامی کا داغ لے کر مرنا

بجانِ او کہ از مُلکِ جہاں بہ
اس کی جان کی قسم، دنیا کی سلطنت سے بہتر ہے

گُلے کاں پائمالِ سروِ ما گشت
جو پھول ہمارے سرو سے پائمال ہوا

بود خاکش ز خونِ ارغواں بہ
اس کی خاک، ارغواں کے خون سے بہتر ہے

خدارا از طبیبِ من بپرسید
خدا کے لیے! میرے طبیب سے پوچھو

کہ آخر کے شود ایں ناتواں بہ
کہ آخر یہ بیمار کب اچھا ہوگا!

ا جبکہ میرے مقدر میں شراب نوشی لکھی ہے تو میرا کیا قصور ہے اور مجھ سے حشر میں کیوں بازپرس ہے۔
ے زاہدوں اور فقیروں کی آستین چھوٹی ہوتی تھی یعنی ان کی آستین تو چھوٹی ہے لیکن مکاری میں ہاتھ دراز ہے۔
ے شیدائی مجھے خدا کے لیے کچھ دو یہ فقیروں کی صدا ہے جو دروازے پر جا کر لگاتے ہیں۔
ے معشوق کا وصال عمر جاودانی سے بہتر ہے۔ اے خدا مجھے وصل ہی عنایت فرما دے مستقل دولت اسے کوچہ کی گدائی ہے۔
ے محبوب کی غلامی تیری جان دینا دنیا کی سلطنت سے بہتر ہے۔
ے جو پھول محبوب کے پیروں سے پامال ہو گیا اس کی خاک ارغواں کے خون سے بہتر ہے۔

جوانا سر متاب از پندِ پیراں
اے جوان! بڈھوں کی نصیحت سے روگردانی نہ کر

کہ رائے پیر از بختِ جواں بہ
اس لیے کہ بڈھے کی رائے جوان نصیبہ سے بہتر ہے

اگرچہ زندہ رود آبِ حیات ست
اگرچہ زندہ رود، آبِ حیات ہے

ولے شیرازِ ما از اصفہاں بہ
لیکن ہمارا شیراز اصفہان سے بہتر ہے

سخن اندر دہانِ دوست گوہر
دوست کے منہ میں بات، گوہر ہے

ولیکن گفتۂ حافظ ازآں بہ
لیکن حافظ کا کلام، اس سے بہتر ہے

ردیفِ یائے تحتانی

آں غالیہ خط گر سوئے ما نامہ نوشتے
اگر وہ غالیہ جیسے خط والا، ہمیں خط لکھتا

گردوں ورقِ ہستیِ ما در نہ نوشتے
تو آسمان ہماری ہستی کے ورق کو لپیٹ نہ کرتا

ہرچند کہ ہجراں ثمرِ وصل برآرد
اگرچہ ہجر، وصل کا پھل لاتا ہے

دہقانِ ازل کاش کہ ایں تخم نہ کشتے
کاش کہ ازل کا کاشتکار یہ بیج نہ بوتا

آمرزشِ نقد ست کسے را کہ دریں جا
اس کو نقد عطا حاصل ہے، جس کا یہاں

یارے ست چو حورے و سرائے چو بہشتے
حور جیسا دوست ہے اور بہشت جیسا گھر ہے

مفروش بباغِ ارم و نخوتِ شداد
باغِ ارم، اور شداد کے تکبر کے بدلے نہ بیچ

یک شیشۂ مے و نوشِ لبے و لبِ کشتے
شراب کی ایک بوتل کو اور ہونٹ کے شہد اور کھیت کے کنارے کو

تنہا نہ منم کعبۂ دل بتکدہ کردہ
تنہا میں ہی اپنے دل کو بتکدہ بنائے نہیں ہوں

در ہر قدمے صومعۂ ہست و کنشتے
ہر قدم پر ایک صومعہ، اور ایک آتشکدہ ہے

در مصطبۂ عشق تنعم نتواں کرد
عشق کے خرابات میں عیش پرستی نہیں کی جا سکتی ہے

چوں بالشِ زر نیست بسازیم بخشتے
جب سونے کا تکیہ نہیں ہے، ہم کسی اینٹ کو بنا لیں گے

کلکِ تو کہ مریزاد زبانِ شکر ریزش
تیرے قلم نے، خدا اس کی میٹھی زبان نہ گرائے

مہر از تو ندیدار نہ جوابے بنوشتے
تیری محبت نہ دیکھی، ورنہ کوئی جواب لکھتا

معمارِ وجودار نہ زدے رنگ تو از عشق
وجود کا معمار، اگر تجھ میں عشق کی رنگ آمیزی نہ کرتا

در آبِ محبت گِلِ آدم نہ سرشتے
آدم کی مٹی کو محبت کے پانی سے نہ گوندھتا

تا کے غمِ دنیائے دنی اے دلِ ناداں
اے نادان دل! کمینی دنیا کا غم کب تک

حیف ست نکوئے کہ شود عاشقِ زشتے
افسوس ہے اس حسین پر جو برے کا عاشق بنے

آلودگیِ خرقہ خرابیِ جہان ست
گدڑی کی گندگی، دنیا کی بربادی ہے

کو راہروے پاک دلے خوب سرشتے
ایسا رہبر کہاں ہے، جو پاک دل، نیک طبیعت ہو

ے جو جوانی بڈھوں کی
نصیحتیں ہے ... بھی
تقدیر میں بھی نہیں ہے۔
ے زندہ رود اصفہان
کی ایک نہر کا نام ہے
ے یعنی ہم فراق سے
ڈر گئے۔
ے ہجر کے بعد اگرچہ
وصل میسر آجاتا ہے
لیکن کیا اچھا ہوتا کہ
ہجر ہی نہ ہوتا۔
ے جنت کی حور و قصور
تو ادھار ہے یہاں جب
کو اچھا دوست اور
اچھا گھر میسر آجائے
اس کو یہ چیزیں نقد
حاصل ہیں۔
ے شراب کا شیشہ
اور معشوق
کا بوسہ
اور کھیت
کا رو و کنار
باغِ ارم جو شداد نے
جنت بنائی تھی اور
شداد کا تکبر بھی ملے
تو نہ لینا چاہیے۔
ے ہر قدم پر اس کا
جلوہ ہے۔
ے تیرے قلم نے
چونکہ تجھ میں محبت کا
رنگ نہ پایا اس لیے
ہمیں جواب نہ دکھا۔
ے تیری ذات ایسی ہی
ہے کہ اس سے عشق کیا
جائے اگر منظورِ حقیقت
پیدا نہ ہوتا تو آدم کی مٹی
کو محبت کے پانی سے
نہ گوندھا جاتا۔
ے انسان کو خدا نے
حسین ساخت عنایت کی ہے تو اب دنیا جیسی کمینی چیز پر عاشق ہونا بری بات ہے۔

از دست چرا ہشت سرِ زلفِ تو حافظ
حافظ نے تیری زلف کیوں ہاتھ سے چھوڑی!
تقدیر چنیں بود چہ کردے کہ نہ ہشتے
تقدیر ہی ایسی تھی، کیا کرتا اگر نہ چھوڑتا

پیامِ دوست شنیدن سعادت و سلامت
دوست کا پیغام سننا سعادت اور سلامتی ہے
مَنِ الْمُبَلِّغُ عَنِّیْ اِلٰی سُعَادَ سَلَامِیْ
میری جانب سے میرا سلام سعاد کو پہنچانے والا کون ہے؟

اَتَتْ رَوَائِحُ رَنْدِ الْحِمٰی وَزَادَ غَرَامِیْ[1]
حمیٰ کے رند کی خوشبوئیں آگئیں، اور میرا عشق بھڑک اٹھا
فدائے خاکِ درِ دوست باد جانِ گرامی
خدا کرے ہماری بزرگ جان دوست کے در پر فدا ہو جائے

بیا بشامِ غریبان و آبِ دیدۂ من بیں
شامِ غریباں میں آ، اور میری آنکھ کے آنسوؤں کو دیکھ
بسانِ بادۂ صافی در آبگینۂ شامی
صاف شراب کی طرح، شامی شیشے میں

اِذَا تَغَرَّدَ عَنْ ذِی الْاَرَاکِ طَائِرُ خَیْرٍ[2]
بھلائی کا پرندہ جب ذی الاراک کے قریب آئے
فَلَا تَفَرَّدَ عَنْ رَوْضِهَا اَنِیْنُ حَمَامِیْ
تو میرے کبوتر کا رونا اس کے باغ سے جدا نہ ہو

خوش آمدی کہ در آئی و گویمت بسلامت
وہ وقت کیا اچھا ہو گا کہ تو آئے اور میں تجھے سلامتی سے کہوں
قَدِمْتَ خَیْرَ قُدُوْمٍ نَزَلْتَ خَیْرَ مَقَامٍ
تو خوب آیا، بہترین جگہ اترا

بسے نماند کہ روزِ فراق ما بسر آید
زیادہ وقت نہیں رہا کہ ہمارے فراق کا زمانہ ختم ہو جائے
رَاَیْتُ مِنْ هَضَبَاتِ الْحِمٰی قِبَابَ خِیَامِ
میں نے حمیٰ کے چٹیل میدانوں میں خیموں کے قبے دیکھے ہیں

من ار چہ ہیچ ندارم سزائے خدمتِ شاہاں
میں اگرچہ بادشاہوں کے دربار کے لائق کچھ نہیں رکھتا ہوں
زِ بہرِ کارِ صوابم قبول کن بغلامی
میرے درست کاموں کی وجہ سے مجھے غلامی میں قبول کر لے

امید ہست کہ زودت بکامِ خویش ببینم
امید ہے کہ میں جلد تجھے اپنے مقصد کے مطابق پاؤں گا
تو شاد گشتہ بفرماندہی و من بغلامی
کہ تو آقائی میں خوش ہو گیا ہے، اور میں غلامی میں

بَعُدْتُ مِنْكَ وَقَدْ صِرْتُ ذَائِبًا كَهِلَالٍ
میں تجھ سے دور ہوا اور میں پگھل کر ہلال جیسا ہو گیا
اگر چہ روئے چو ماہت ندیدہ ام بتمامی
اگرچہ میں نے تیرا چاند جیسا چہرہ مکمل نہیں دیکھا

وَاِنْ دُعِیْتُ بِخُلْدٍ وَصِرْتُ نَاقِضَ عَهْدٍ[3]
اور اگر میں خلد میں بلایا جاؤں اور میں عہد شکن ہو گیا ہوں
فَمَا تَطِیْبُ نَفْسِیْ وَمَا اسْتَطَابَ مَنَامِیْ
تو خدا کرے میں خوش نہ ہوں اور نیند خوشگوار نہ ہو

چو سلکِ درِ خوشابست شعرِ نظمِ تو حافظ
اے حافظ! تیری نظم کے اشعار آبدار موتیوں کی لڑی کی طرح ہیں
کہ گاہِ لطف سبق می برد ز نظمِ نظامی
کہ لطف کے وقت نظامی کی نظم سے سبقت لے جاتے ہیں

اکنوں کہ ز گل باز چمن شد چو بہشتے[4]
اب جبکہ چمن پھولوں کی وجہ سے پھر ایک بہشت جیسا ہو گیا ہے
ساقی مے گلگوں لبِ لب کشتے
اے ساقی! کسی کھیتی کے کنارے سرخ شراب منگا

اے کاج قضا نامۂ عمرم ننوشتے[5]
اے کاش، قضا میرا عمر نامہ نہ لکھتی
و اکنوں کہ نوشتست بزودی بنوشتے
اور اب جبکہ اس نے لکھ دیا ہے تو جلدی نہ لپیٹتی

---

[1] سعاد محبوبہ کے جنگل کی خوشبو نے میرے عشق کو بھڑکا دیا کوئی میرا سلام بھی اس تک پہونچا دے۔ رند ایک خوشبودار درخت ہے حمیٰ چراگاہ، یہاں سعاد کی منزل مراد ہے۔
[2] اراک، پیلو کا درخت۔ ذی الاراک، پیلو کا جنگل، مراد مقامِ محبوب ہے۔
[3] اگر میری موت اس حالت میں ہو کہ میں وفادار نہ ہوں تو مجھے قبر کی اچھی حالت میسر نہ آئے۔
[4] موسم بہار آ گیا ہے شراب نوشی ہونی چاہیے۔
[5] یا تو ہم پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے یا پھر گئے ہیں تو زندہ دراز عمر ملنی چاہیے تھی۔

زنگِ غمت از دلِ مے گلرنگ زداید
گر گلرنگ شراب تیرے دل سے غم کے زنگ کو صاف کردیتی
بشنو کہ چنیں گفت مرا پاک سرشتے
سن! مجھ سے ایک پاک طبیعت نے ایسا ہی کہا ہے

گر محتسب بر کدوئے بادہ زند سنگ
اگر محتسب تیری شراب کی تو مڑی پر پتھر مارے
بشکن تو کدوئے سرِ او نیز بخشتے
تو بھی اس کے سر کا کدو اینٹ سے توڑ دے

جہلِ من و علمِ تو فلک را چہ تفاوت
میری نادانی، اور تیرے علم میں آسمان کے لیے کیا فرق ہے!
آنجا کہ بصر نیست چہ خوبے و چہ زشتے
جہاں بینائی نہیں ہے، کیا اچھائی اور کیا برائی!

زاہد نکنم نسیہ حکایت کہ بنقدم
اے زاہد! مجھ سے ادھار کا قصہ بیان نہ کر اسلئے کہ مجھے نقد حاصل ہے
گر نیست چو حورے و سرائے چو بہشتے
حور جیسا ایک معشوق اور بہشت جیسا ایک مکان

بر خاکِ رہِ خواجہ کہ ایوانِ کمال ست
خواجہ کے راستہ کی خاک پر، جو کہ کمال کا محل ہے
گر بالش زر نیست بسازیم بخشتے
اگر سونے کا تکیہ حاصل نہیں ہے، ہم اینٹ پر گذارا کرلیں گے

ترسا بچۂ دوش ہمی گفت کہ حافظ
اک ترسا بچہ، کل کہہ رہا تھا کہ حافظ
حیف ست کہ ہر دم کند آہنگِ کنشتے
افسوس ہے، ہر وقت آتشکدہ کا قصد کرتا ہے

اے باد، نسیمِ یار داری
اے ہوا! تیرے پاس یار کی خوشبو ہے
زاں نفحۂ مشکبار داری
اسی وجہ سے تیری مشکبار خوشبو ہے

زنہار مکن دراز دستی
ہرگز، دراز دستی نہ کر
با طرۂ او چہ کار داری
تیرا، اس کی زلف سے کیا مطلب ہے؟

اے گل تو کجا و روئے زیباش
اے پھول! کہاں تو اور کہاں اس کا حسین چہرہ!
او مشکِ تر و تو خار داری
وہ تازہ مشک ہے، اور تو خار دار ہے

ریحاں تو کجا و خطِ سبزش
اے ریحان! کہاں تو اور کہاں اس کا سبز خط!
او تازہ و تو غبار داری
وہ تازہ ہے، اور تو غبار دار ہے

نرگس تو کجا و چشمِ مستش
اے نرگس! کہاں تو اور کہاں اس کی مست آنکھ!
او سرخوش و تو خمار داری
وہ مست ہے، اور تجھ پر خمار ہے

اے سرو تو با قدِ بلندش
اے بلند سرو! تو اس کے بلند قد کے مقابلہ میں
در باغ چہ اعتبار داری
باغ میں کیا عزت رکھتا ہے!

اے عقل تو با وجودِ عشقش
اے عقل! تو اس کے عشق کے ہوتے ہوئے
در دست چہ اختیار داری
اپنے ہاتھ میں کیا اختیار رکھتی ہے!

روزے برسی بوصل حافظ
اے حافظ! تو ایک دن وصل تک پہونچ جائیگا
گر طاقتِ انتظار داری
اگر تو انتظار کی طاقت رکھتا ہے

ے آسمان اندھا ہے
اس کے سامنے جہل
وعلم یکساں ہیں۔
ے زاہد اُدھار کا وعدہ
کرتا ہے ہمیں حور وقصر
نقد حاصل ہیں۔
ے حافظ مسلمان ہو کر
ہر وقت آتشکدہ
کا رخ کرتا ہے
ے ہوا اس
لیے مشکبار
بن گئی ہے
کہ اس میں محبوب کی
خوشبو مل گئی ہے۔
ے پھول اس کا خار ہے
محبوب کا رخسار اس
عیب سے بری ہے۔
ے محبوب کی آنکھ مست
ہے اور نرگس خمار میں مبتلا
ہے۔
ے عشق کے سامنے
عقل بے اختیار ہے۔

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی
اے بے خبر! کوشش کر تاکہ تو صاحبِ خبر بنے
تا راہرو نباشی کی راہبر شوی
جب تک تو مسافر نہ بنے گا، رہبر کیسے بنے گا

در مکتبِ وجود بپیشِ ادیبِ عشق
زندگی کے مکتب میں عشق کا ادب سکھانے والے کے سامنے
ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی
ہاں اے بیٹا! کوشش کر تاکہ کسی دن باپ بنے

دست از مسِ وجود چو مردانِ رہ بشوی
مردانِ راہ کی طرح وجود کے تانبے سے ہاتھ دھولے
تا کیمیائے عشق بیابی و زر شوی
تاکہ تو عشق کی کیمیا پالے اور سونا بن جائے

خواب و خورت ز مرتبۂ عشق دور کرد
تجھے سونے اور کھانے نے عشق کے مرتبے سے دور کر دیا ہے
آنگہ رسی بدوست کہ بے خواب و خور شوی
تو دوست تک اس وقت پہنچے گا جب کہ خواب و خور بھلا دیگا

گر نورِ عشقِ حق بدل و جانت اوفتد
اگر اللہ کے عشق کا نور تیرے دل اور جان پر پڑ جائے
باللہ کز آفتابِ فلک خوبتر شوی
خدا کی قسم تو آسمان کے سورج سے بہتر ہو جائے گا

از پائے تا سرت ہمہ نورِ خدا شود
تیرے سر سے پیر تک سب خدا کا نور ہو جائے گا
در راہِ ذو الجلال چو بے پا و سر شوی
جب تو ذو الجلال کی راہ میں بے سر و پا بن جائے گا

بنیادِ ہستیِ تو چو زیر و زبر شود
تیری ہستی کی بنیاد جب زیر و زبر ہو جائے
در دل مدار ہیچ کہ زیر و زبر شوی
کچھ دل میں نہ لا کہ تو زیر و زبر ہو جائے گا

وجہِ حقیقت ار شودت منظرِ نظر
اگر تیرے پیشِ نظر حقیقت کا چہرہ ہو جائے گا
زیں پس شکے نماند کہ صاحب نظر شوی
اس کے بعد کوئی شک نہیں کہ تو صاحبِ نظر ہو جائیگا

گر در سرت ہوائے وصال ست حافظا
اے حافظ! اگر تیرے سر میں وصل کی تمنا ہے
باید کہ خاکِ درگہِ اہلِ بصر شوی
تجھے چاہیے کہ تو اہلِ بصر کی درگاہ کی خاک بن جائے

اے پادشہِ خوباں داد از غمِ تنہائی
اے حسینوں کے بادشاہ! تنہائی کے غم سے فریاد ہے
دل بے تو بجاں آمد وقت است کہ باز آئی
تیرے بغیر دل جان سے عاجز آگیا ہے وقت ہے کہ تو لوٹ آئے

اے دردِ توام درماں در بسترِ ناکامی
اے ناکامی کے بستر میں تیرا درد میرا علاج ہے
وے یادِ توام مونس در گوشۂ تنہائی
اے معشوق گوشۂ تنہائی میں تیری یاد میری مونس ہے

مشتاقی و مہجوری دور از تو چنانم کرد
عشق اور ہجر نے، تجھ سے دور ہو کر، مجھے ایسا کر دیا
کز دست بخواہد شد دامانِ شکیبائی
کہ صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے گا

دائم گلِ ایں بستاں شاداب نمی ماند
اس باغ کا پھول ہمیشہ شاداب نہیں رہتا ہے
دریاب ضعیفاں را در وقتِ توانائی
طاقت کے وقت کمزوروں کی دلجوئی کر

صد بادِ صبا اینجا بے سلسلہ می رقصند
اس جگہ سیکڑوں بادِ صبا بلا زنجیر کے رقص کرتی ہیں
این ست حریف اے دل تا بادیہ پیمائی
اے دل یہ دوست موجود ہے تاکہ تو صحرا نوردی کرے

در دائرۂ قسمت ما نقطۂ پرکاریم
ہم قسمت کے دائرہ میں پرکار کا نقطہ ہیں
لطف آنچہ تو اندیشی حکم آنچہ تو فرمائی
مہربانی وہی ہے جو تو خیال کرے اور حکم وہ ہے جو تو دے

۱ انسان محنت سے باخبر بنتا ہے جب سفر کی مصیبتیں اٹھاتا ہے تب رہبری کر سکتا ہے
۲ مکتبِ عشق میں جب تو محنت کریگا تب ہی بڑا بنے گا۔
۳ جب انسان خودی کو مٹا دیتا ہے کامل بنتا ہے
۴ انسان کا سونا اور کھانا راہِ عشق میں رکاوٹیں ہیں۔
۵ عشقِ الٰہی کا نور انسان کو آفتاب سے افضل بنا دیتا ہے۔
۶ اگر تو اپنے وجود کو مٹائے گا تو یہ نہ کہہ کر تو تباہ ہو جائے گا
۷ تیرا قاصد ہی میری دوا ہے۔
۸ حسن کہاں پائیدار چیز ہے اس کے ہوتے ہوئے ناتوانوں پر رحم کر۔
۹ سیکڑوں بادِ صبا اس کی زلف میں رقص کرتی ہیں اگر تجھے صحرا نوردی کرنی ہے تو یہ تیری حد سے سوا ہے۔
۱۰ ہم دائرۂ قسمت میں پرکار کے نقطہ کی طرح بے اختیار ہیں۔

فکرِ خود و رائے خود در عالمِ رندی نیست — کفر ست دریں مذہب خودبینی و خودرائی
رندوں کی دنیا میں اپنی فکر اور اپنی رائے نہیں ہوتی ہے — اس مذہب میں خود بینی اور خود رائی کفر ہے

یا رب بکہ بتواں گفت ایں نکتہ کہ در عالم — رخسارہ بکس ننمود آں شاہدِ ہرجائی
اے خدا یہ نکتہ کس سے کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں؟ — اس ہرجائی معشوق نے کسی کو رخسار نہیں دکھایا ہے

دی شب گلۂ زلفت با بادِ صبا کردم — گفتا غلطی بگذر زیں فکرتِ سودائی
کل رات میں نے تیری زلف کا شکوہ بادِ صبا سے کیا — اس نے کہا تو غلطی پر ہے اس پاگل پن کو چھوڑ دے

ساقی چمنِ گل را بے روئے تو رنگے نیست — شمشاد خراماں کن تا باغ بیارائی
اے ساقی پھول کے چمن میں تیرے چہرے کے بغیر کوئی رونق نہیں — شمشاد کو ٹہلا تاکہ تو باغ کو رونق بخشے

زیں دائرۂ مینا خونیں جگرم مے دہ — تا حل کنم ایں مشکل زیں ساغرِ مینائی
اس مینائی دائرہ سے میں خونی جگر ہوں شراب دے — تاکہ اس جواہر ساغر سے میں اس مشکل کو حل کروں

حافظ شبِ ہجراں شد بوئے خوشِ صبح آمد
اے حافظ! ہجر کی رات ختم ہوئی، صبح کی خوشبو آئی
شادیت مبارکباد اے عاشقِ شیدائی
اے شیدائی عاشق! تجھے خوشی مبارک ہو

اے در رخِ تو پیدا انوارِ پادشاہی — در فکرتِ تو پنہاں صد حکمتِ الٰہی
اے وہ کہ تیرے رخ میں بادشاہی نور ظاہر ہیں — تیری فکر میں، سو خدائی حکمتیں پوشیدہ ہیں

کلکِ تو بارک اللہ در ملک و دیں کشادہ — صد چشمۂ آبِ حیواں از قطرۂ سیاہی
خدا تیرے قلم میں برکت دے جس نے ملک اور دین کے معاملے میں کھول دیئے — سیاہی کے ایک قطرے سے آبِ حیات کے سیکڑوں چشمے

بر اہرمن نتابد انوارِ اسمِ اعظم — ملک آنِ تست و خاتم فرما ہر آنچہ خواہی
شیطان پر اسمِ اعظم کے نور نہیں چمکتے ہیں — ملک اور انگوٹھی تیری ملکیت ہے، تو جو چاہے حکم دے

در حشمتِ سلیماں ہر کس کہ شک نماید — بر عقل و دانشِ او خندند مرغ و ماہی
سلیمان کے دبدبہ میں جو شخص شک ظاہر کرے — پرند اور مچھلیاں اس کی عقل اور سمجھ پر ہنسیں گی

تیغے کہ آسمانش از فیضِ خود دہد آب — تنہا جہاں بگیرد بے منتِ سپاہی
وہ تلوار جس پر آسمان اپنے فیض سے آب چڑھائے — سپاہیوں کے احسان کے بغیر، تنہا ملک فتح کرلے گی

گر پرتوے ز تیغت بر کان و معدن افتد — یاقوتِ سرخ رو را بخشند رنگِ کاہی
اگر تیری تلوار کا ذرا سا عکس کان اور معدن پر پڑ جائے — سرخ رو یاقوت کو، گھاس کا رنگ دیدیں گے

دانم دلت ببخشد بر اشکِ شب نشیناں — گر حالِ ما بپرسی از بادِ صبح گاہی
مجھے معلوم ہے تیرا دل رحم کرے گا شب نشینوں کے آنسوؤں پر — اگر تو صبح کی ہوا سے ہمارا حال دریافت کرے گا

ساقی بیار آبے از چشمۂ خرابات — تا خرقہ ہا بشوئیم از عُجبِ خانقاہی
اے ساقی! شراب خانہ کے چشمے سے پانی لا — تاکہ ہم خانقاہی تکبر سے گدڑی دھولیں

باز ارچہ گاہ گاہے بر سر نہد کلاہے — مرغانِ قاف دانند آئینِ پادشاہی
اگرچہ کبھی کبھی، باز بھی سر پر تاج رکھتا ہے — بادشاہی کے طریقے، کوہِ قاف کے پرندے جانتے ہیں

۱ خدا ہر جگہ ہے لیکن اسکو کسی نے نہیں دیکھا ہے۔
۲ اس کی قید سے رہائی ممکن نہیں ہے لہذا شکوہ بیکار ہے۔
۳ چمن کی رونق محبوب سے ہی ہے محبوب وہ خرام ناز سے چلیگا تب رونق آئے گی۔
۴ یہ قصیدہ شاہ منصور کی تعریف میں ہے جس نے شاہ یحییٰ کو شکست دیکر شیراز پر قبضہ کرلیا تھا۔
۵ تیرا قلم لوگوں کے لیے آبِ حیات کا کام کرتا ہے۔
۶ مشہور ہے کہ حضرت سلیمان کی انگشتری پر اسمِ اعظم کندہ تھا جس کی وجہ سے وہ انسانوں اور جنوں پر حکومت کرتے تھے صخرہ نامی دیو نے وہ انگوٹھی چرالی تھی لیکن پھر بھی حکومت اس کو راس نہ آئی۔
۷ تیری تلوار کو آسمانی تائید حاصل ہے بلا لشکر کے بھی تو ملک فتح کر سکتا ہے۔
۸ اگر تیری تلوار کا عکس کانوں پر پڑ جائے تو یاقوت خوف کی وجہ سے زرد رنگ ہو جائے۔
۹ عبادت کا تکبر شراب سے ہی دھویا جا سکتا ہے۔

۱۰ باز سے مراد شاہ یحییٰ ہے یا امیر تیمور جس نے اسکو شکست دی۔ [illegible] مشہور ہے [illegible] قاف [illegible] سے مراد شاہ منصور ہے۔

دردُودمانِ آدم تا وضعِ سلطنت ہست
آدم کے خاندان میں جب سے سلطنت کا طریقہ ہے
مثلِ توکس ندیدہ است ایں علم را کماہی
اس علم کو کما حقہٗ تیری طرح کسی نے نہیں جانا ہے

کِلکِ توخوش نویسد درشانِ یار واغیار
تیرا قلم دوستوں، اور غیروں کے حق میں خوب لکھتا ہے
تعویذِ جانفزائی وافسونِ عمر کاہی
جانفزائی کا تعویذ، اور عمر گھٹانے کا منتر

عمریست پادشاہا کزمے تہی ست جامم
اے بادشاہ! کافی وقت گزر گیا ہے کہ شراب سے میرا جام خالی ہے
اینک زبندہ دعویٰ وزمحتسب گواہی
یہ بندہ کا دعویٰ ہے، اور محتسب کی گواہی ہے

اے عنصرِ تومخلوق ازکیمیائے عزت
اے وہ! کہ تیری حقیقت عزت کی کیمیا سے بنی ہے
وے دولتِ تو ایمن ازصدمتِ تباہی
اور وہ! کہ تیری دولت تباہی کے صدمے سے محفوظ ہے

جائے کہ برقِ عصیاں برآدمِ صفی زد
جس جگہ، کہ گناہ کی بجلی آدم صفی اللہ پر گری
ماراچگونہ زیبد دعوائے بیگناہی
ہم بے گناہی کا دعویٰ کیسے زیب دے سکتا ہے!

یاملجاءَ البَرَایَا یاواہِبَ العَطَایَا
اے مخلوق کے ملجا! اے عطیوں کے دینے والے!
عُطفًا علٰی مُقِلٍ حلّتْ بِہ الدَّوَاہِی
مہربانی کر اُس تنگدست پر جس پر مصیبتیں نازل ہوگئی ہیں

جورازفلک نیاید تاتوملک صفاتی
جب تک تو فرشتہ صفت موجود ہے، آسمان ظلم نہ کر سکے گا
ظلم ازجہاں بروں شد تاتوجہاں پناہی
دنیا سے ظلم غائب ہو گیا ہے جب تک تو دنیا کی پناہ ہے

حافظ چو دوست ازتوگہ گاہ میبرد نام
اے حافظ! جبکہ دوست تیرا کبھی کبھی نام لیتا ہے
رنجش زبخت منما بازآ بعذرخواہی
نصیبے سے رنجیدہ نہ ہو، عذر خواہی کے لئے ڈالیں آ جا

اے دل آں بہ کہ خراب ازمے گلگوں باشی
اے دل! یہ بہتر ہے کہ تو سرخ شراب سے مست ہو
بے زروگنج بصد حشمتِ قاروں باشی
بغیر سونے اور خزانے کے، قارون کی سی سیکڑوں حشمتوں کے ساتھ ہو

درمقامے کہ صدارت بفقیراں بخشند
جس جگہ کہ فقیروں کو صدارت دیں
چشم دارم کہ بجاہ ازہمہ افزوں باشی
مجھے توقع ہے کہ تو مرتبہ میں سب سے بڑھا ہوا ہوگا

تاجِ شاہی طلبی گوہرِ ذاتی بنما
اگر تو شاہی تاج چاہتا ہے، ذاتی جوہر دکھا
ورخود ازگوہرِ جمشید و فریدوں باشی
اگرچہ تو جمشید اور فریدوں کی نسل سے ہو

دررہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں
لیلیٰ کی منزل کے راستہ میں جان کے لیے بہت خطرے ہیں
شرطِ اول قدم آنست کہ مجنوں باشی
پہلے ہی قدم کے لئے یہ شرط ہے کہ تو مجنوں بن جائے

کارواں رفت وتو درخواب وبیاباں درپیش
قافلہ چلا گیا، اور تو نیند میں ہے اور آگے جنگل ہے
کے روی رہ زکہ پرسی چہ کنی چوں باشی
کب چلے گا، راستہ کس سے پوچھے گا، کیا کرے گا، کیسے رہیگا؟

نقطۂ عشق نمودم بتوہاں سہو مکن
میں نے تجھے عشق کا نقطہ دکھا دیا ہے، دیکھنا بھول نہ جانا
ورنہ چوں بنگری ازدائرہ بیروں باشی
ورنہ جب تو نہ دیکھے گا، دائرے سے باہر نکل جائے گا

ساغرے نوش کن وجرعہ برافلاک فشاں
ایک ساغر پی، اور آسمانوں پر ایک گھونٹ چھڑک
تابچند ازغمِ ایام جگرخوں باشی
کب تک زمانہ کے غم سے جگر کو خون کرتے رہوگے؟

۱؎ تیرے قلم کے ذریعہ دوستوں کی عمر بڑھتی اور دشمنوں کی عمر گھٹتی ہے۔
۲؎ جب حضرت آدم گناہ سے نہ بچ سکے تو ہم کیا بچیں گے۔
۳؎ جب تک تیری بادشاہت ہے آسمان کوئی ظلم نہیں کر سکتا ہے اور دنیا سے ظلم ختم ہو گیا ہے۔
۴؎ دل میں اگر دولت عشق ہے تو بغیر خزانوں کے قارون کی دولت میسر ہے۔
۵؎ بادشاہت کیلئے ذاتی جوہر درکار ہے، نسل شرافت کام نہیں چلتا ہے۔
۶؎ عشق کے راستے میں جان کے لیے بہت خطرے ہیں، پہلا قدم رکھنے کی یہ شرط ہے کہ انسان مجنوں صفت بنے۔
۷؎ انسان اگر خوابِ غفلت میں پڑا رہے گا تو پھر منزل طے نہ کر سکے گا۔

حافظ از فقر مکن نالہ کہ گر شعر اینست
اے حافظ! افلاس سے نالاں نہ ہو، اس لئے کہ اگر یہی شعر ہیں
ہیچ خوشدل نہ پسندد کہ تو محزوں باشی
کوئی خوش دل یہ نہ پسند کرے گا کہ تو غمگین رہے

اے دل بکوئے عشق گذارے نمیکنی
اے دل! تو عشق کے کوچہ میں کیوں نہیں گذرتا ہے
اسباب جمع داری و کارے نمیکنی
تیرے پاس سارے اسباب مہیا اور تو کوئی کام نہیں کرتا ہے

چوگان کام در کف و گوئے نمیزنی
ہاتھ میں مقصد کا بلا ہے، اور گیند نہیں مارتا ہے
باز ے چنیں بدست و شکارے نمیکنی
ایسا باز ہاتھ میں ہے، اور تو کوئی شکار نہیں کرتا ہے

ایں خوں کہ موج میزند اندر جگر چرا
یہ خون جو جگر میں موجیں مار رہا ہے، کیوں
در کارِ رنگ و بوئے نگارے نمیکنی
کسی معشوق کے رنگ و بو کے کام میں نہیں لگاتا ہے!

مشکیں ازآں نشد دمِ خلقت کہ چوں صبا
تیرے اخلاق کا سانس اسی وجہ سے مشکیں نہیں ہوا ہے کہ صبا کی طرح
بر خاکِ کوئے دوست گذارے نمیکنی
تو دوست کے کوچہ کی خاک پر سے نہیں گذرتا ہے

گر دیگراں بجاں غمِ جاناں خریدہ اند
اگر دوسروں نے محبوب کا غم جان کے بدلے خریدا ہے
اے دل تو ایں معاملہ بارے نمیکنی
اے دل! تو یہ معاملہ کیوں نہیں کرتا ہے؟

ترسم کزیں چمن نبری آستین گل
مجھے ڈر ہے کہ تو اس چمن سے پھولوں بھری آستین نہیں لیجا سکیگا
کز گلبنش تحمل خارے نمیکنی
اس لیے کہ تو اس کی شاخ سے کسی کانٹے کی برداشت نہیں کرتا ہے

در آستین کامِ تو صد نافہ مندرج
تیرے مقصد کی آستین میں سیکڑوں نافے بھرے ہیں
وآں را فدائے طرۂ یارے نمیکنی
تو ان کو یار کی زلف پر قربان نہیں کرتا ہے

ساغر لطیف و دلکش و مے افگنی بخاک
ساغر لطیف اور دلکش ہے اور تو شراب خاک پر بہا رہا ہے
و اندیشہ از بلائے خمارے نمیکنی
اور تو خمار کی مصیبت کی فکر نہیں کرتا ہے

حافظ برو کہ بندگیِ بارگاہِ دوست
اے حافظ! جا دوست کی بارگاہ کی بندگی
گر جملہ می کنند تو بارے نمیکنی
اگر سب کرتے ہیں، تو ایک بار بھی نہیں کرتا ہے

اے دل اگر از چاہِ زنخداں بدر آئی
اے دل! اگر تو ٹھوڑی کے کنوئیں سے باہر نکلے گا
ہر جا کہ روی زود پشیماں بدر آئی
جہاں بھی جائیگا، جلد پشیمان ہو کر واپس آجائے گا

ہشدار کہ گر وسوسۂ عقل کنی گوش
ہوشیار رہ، اگر عقل کے وسوسہ کی طرف کان لگائے گا
آدم صفت از روضۂ رضواں بدر آئی
آدم کی طرح رضوان کے باغ سے باہر نکل آئے گا

تا کے چو صبا بر تو گمارم دمِ ہمت
صبا کی طرح کب تک تجھ پر اپنی ہمت کو متوجہ رکھوں
کز غنچہ چو گل خرم و خنداں بدر آئی
کہ غنچہ سے پھول کی طرح تو ہنسی، خوشی باہر نکل آئے

در تیرہ شبِ ہجرِ تو جانم بلب آمد
تیرے ہجر کی تاریک رات میں میری جان ہونٹوں پر آگئی
وقتست کہ ہمچوں مہ تاباں بدر آئی
وقت ہے کہ روشن چاند کی طرح تو باہر نکل آئے

ؔ اگر حافظ کے اشعار کی یہی خوبی ہے تو اس کو فقر کی شکایت نہ رہیگی۔
ؔ جب سارے اسباب مہیا ہیں تو عشق کی راہ میں کچھ کام کرنا چاہئے۔
ؔ اگر خون جگر کسی محبوب کے کام نہ آیا تو بیکار ہے۔
ؔ اخلاق میں مشک کی خوشبو جب پیدا ہوگی جب تیرا دوست کے کوچہ سے گذر ہوگا۔
ؔ اگر کانٹے کی برداشت نہ کرے گا آستین کو پھولوں سے نہ بھر سکے گا۔
ؔ جو دل معشوق سے روٹھ جائیگا شرمندہ ہوگا۔
ؔ عقل بہکاتی ہے اگر اس کی بات کی طرف دھیان کیا تو جنت ہاتھوں سے جاتی رہیگی

جاں میدہم از حسرتِ آں لعلِ رواں بخش
اس روح بخش ہونٹ کی حسرت میں میں جان دیتا ہوں
باشد کہ چو خورشیدِ درخشاں بدر آئی
ہو سکتا ہے کہ چمکدار سورج کی طرح تو باہر نکل آئے

شاید کہ بآبِ فلکت دست بگیرد
شاید کہ آسمان کا پانی سے تیری دست گیری کرے
گر تشنہ لب از چشمۂ حیواں بدر آئی
اگر تو چشمۂ حیواں سے پیاسا باہر نکل آئے

در خانۂ غم چند نشینی بملامت
غم کے گھر میں تو کب تک ملامت کے ساتھ بیٹھا رہے گا؟
وقت ست کہ از دولتِ سلطاں بدر آئی
وقت ہے کہ بادشاہ کی دولت کی وجہ سے تو باہر نکلے

بر خاکِ دَرَت بستام از دیدہ دو صد جُوی
تیرے در کی خاک پر میں نے آنکھوں سے سینکڑوں نہریں جاری کیں
باشد کہ تو چوں سروِ خراماں بدر آئی
ہو سکتا ہے کہ تو سروِ خراماں کی طرح باہر نکل آئے گا

حافظ مکن اندیشہ کہ آں یوسفِ مصری
اے حافظ! فکر نہ کر، کیونکہ وہ مصری یوسف
باز آید و از کلبۂ احزاں بدر آئی
لوٹ آئے گا، اور تو غموں کی کوٹھری سے باہر نکل آئے گا

اے قصۂ بہشت ز کویت حکایتے
اے وجہ! بہشت کا قصہ تیرے کوچہ کی ایک معمولی کہانی ہے
شرحِ جمالِ حور ز رویت روایتے
حور کے حسن کی شرح تیرے چہرے کی ایک حقیر روایت ہے

انفاسِ عیسیٰ از لبِ لعلت لطیفۂ
حضرت عیسیٰ کے سانس تیرے ہونٹوں کا معمولی نکتہ ہیں
و آبِ خضر ز نوشِ لبانت کنایتے
اور آبِ خضر تیرے ہونٹوں کے شہد کا ایک اشارہ ہے

کے عطر سائے مجلسِ روحانیاں شدے
روحانی لوگوں کی مجلس میں عطر بھلا کہاں لاگو ہوتا!
گل را اگر نہ بوئے تو کردے رعایتے
اگر تیری خوشبو پھول کے ساتھ رعایت نہ برتتی

در آرزوئے خاکِ درِ دوست سوختیم
دوست کے در کی خاک کی آرزو میں ہم جل گئے
یاد آور اے صبا کہ نکردی حمایتے
اے صبا! یاد رکھنا تو نے کوئی حمایت نہیں کی

در آتش از خیالِ رُخش دست میدہد
آگ میں اگر اس کے رخ کا خیال حاصل ہو جاتا ہے
ساقی بیا کہ نیست ز دوزخ شکایتے
تو اے ساقی آ جا کیونکہ دوزخ کی کوئی شکایت نہیں ہے

بوئے دلِ کبابِ من آفاق را گرفت
میرے کباب شدہ دل کی بو نے تمام دنیا کو گھیر لیا
ویں آتش اندر او بکند ہم سرایتے
اور یہ آگ اس میں بھی سرایت کرے گی

اے دل بہ ہرزہ دانش و دینت ز دست رفت
اے دل! تیری عقل اور دین بیکار ہاتھ سے گئے
صد مایہ داشتی و نکردی کفایتے
تو بہت سرمایہ رکھتا تھا اور تو نے کوئی کفایت شعاری نہ کی

ہر پارہ از دلِ من و از غصہ قصۂ
میرے دل کا ہر ایک ٹکڑا، رنج و غم کا ایک قصہ ہے
ہر سطرے از خیالِ تو از رحمت آیتے
تیرے خیال کی ہر سطر، رحمت کی ایک آیت ہے

دانی مرادِ حافظ ازیں آہ و نالہ چیست
تجھے معلوم ہے اس آہ اور نالے سے حافظ کا کیا مقصد ہے؟
از تو کرشمۂ و ز خسرو عنایتے
تیری ایک ادا اور بادشاہ کی ایک عنایت

ے محرومیوں کے بعد بھی حضرت حق دستگیری کرتے ہیں۔
ے مرو حبر وطنہ کے کنارے سے پیدا ہونے والا لوگ
ے کلبۂ احزان وہ کوٹھری کہلاتی ہے جہاں حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کے فراق کے دن گذارے تھے۔
ے تیرے کوچہ کی رونق بہشت میں کہاں ہے، حور کا حسن بہتر نہیں ہے
ے حضرت عیسیٰ کے سانس سے مردہ زندہ ہو جاتا تھا، تیرے ہونٹوں میں اس سے بڑھ کر اثر ہے۔ تیرے ہونٹ آب حیات سے بڑھ کر ہیں۔
ے اگر صبا اس کی خوشبو لے آتی تو ہمارا یہ حال نہ ہوتا۔
ے اگر محبوب کے رخسار کا خیال جہنم میں بھی حاصل ہو جاتا ہے تو پھر شراب پینے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ شراب نوشی کی سزا جہنم ہو سکتی ہے جو یہ نہ ہے اصل مقصد یعنی خیال یار سے مانع نہیں ہوتی۔
ے فراق میں جل گیا لیکن بے ہوا گیا ہے اور اس کی خوشبو دنیا میں

مجمل یہ ہے کہ شدید عشق کی وجہ سے بھی جان دے رہا ہوں اور وہ رحم کرے۔ ے میرا دل پارہ پارہ ہو گیا اور ہر پارہ میں ایک رنج کا قصہ ہے، تیرے خیال کی ہر سطر بھی رحمت کی آیت ہے۔

اے ز شرمِ عارضت گُل کردہ خوئی — در عرق پیشِ عقیقت جامِ مے
اے وہ کہ تیرے رخسار کی شرم سے پھول پسینے پسینے ہے — تیرے عقیق لب کے سامنے شراب کا جام پسینے میں ڈوبا ہوا ہے

ژالہ بر لالہ است یا بر گُل گلاب — یا بر آتش آب یا بر رُوت خُوئے
لالہ پہ اوس ہے، یا گل پر گلاب — یا آگ پر پانی ہے یا تیرے چہرے پر پسینہ

میشد از چشم آں کمان ابرو و دل — از پئش میرفت و گم می کرد پے
وہ کمان جیسے ابرو والا آنکھوں سے اوجھل ہو رہا تھا اور دل — اس کے پیچھے جا رہا تھا، اور راستہ بھول رہا تھا

امشب از زلفش نخواہم داشت دست — زد مؤذن بانگ بر میزان کرے
آج کی رات اس کی زلف سے ہاتھ نہ ہٹاؤں گا — مؤذن جب اذان دے کر آؤ

چوں بنی عامر بسے مجنوں شوند — گر بروں آید یکے لیلیٰ ز حے
بنی عامر کی طرح بہت سے مجنوں ہو جائیں گے — اگر تھوڑی دیر کے لئے وہ لیلیٰ قبیلے سے باہر آ جائے

نے دمے لب بر لبِ مُطرب نہاد — چنگ را در زیرِ ناخن کرد نے
نے نے تھوڑی دیر کے لئے مطرب کے ہونٹ پر ہونٹ رکھا — نے نے چنگ کو ناخن میں کر دیا

آنکہ بہر جرعۂ جاں میدہد — جاں از و بستان و جامے دہ بوے
جو شخص ایک گھونٹ پر جان دیتا ہے — اس سے جان لے اور اس کو ایک جام دے

عُود بر آتش نہ و منقل بسوز — غم مدار از کثرتِ سرمائی دے
آگ پر عود رکھ اور انگیٹھی سلگا — دے (مہینہ) کے زیادہ جاڑے کا غم نہ کر

با تو زیں پس گر فلک خواری کند — باز گو در حضرتِ دارائے رے
اس کے بعد اگر تجھے آسمان ذلیل کرے — رے کے بادشاہ کے دربار میں جا کر کہہ دے

خسروِ آفاق بخشش کز سخا — نامۂ حاتم ز نامش گشت طے
بخشش کی دنیا کا بادشاہ کہ سخاوت کی وجہ سے — حاتم کا نامہ اس کے نام کی وجہ سے طے ہو گیا

چنگ را بر دستِ مطرب دہ دمے — گو رگش بخراش و بخروش ز وے
تھوڑی دیر کے لئے چنگ کو مطرب کے ہاتھ پر رکھ — کہہ دے کہ اس کی رگ کو چھیلے اور اس سے شور کروں

جامِ مے پیش آر و چوں حافظ مخور
شراب کا پیالہ سامنے رکھ اور حافظ کی طرح نہ کھا
غم کہ جم کے بود یا کاؤس کے
غم بھی جمشید کب تھا، اور کاؤس کب

ایکہ بر ماہ از خطِ مشکیں نقاب انداختی — لطف کردی سایۂ بر آفتاب انداختی
اے وہ کہ تو نے مشکی خط سے چاند پر نقاب ڈالا ہے — تو نے مہربانی کی، آفتاب پر ایک سایہ ڈالا ہے

تا چہ خواہد کرد با ما آب و رنگِ عارضت — حالیا نیرنگِ نقشِ خود بر آب انداختی
دیکھیے تیرے رخسار کی آب و رنگ ہم سے کیا کرتی ہے — فی الحال تو تو نے ایک خوش رنگ نقش پانی پر کھینچا ہے

گوئے خوبی بردی از خوبانِ عالم شاد باش — جامِ کیخسرو طلب کافراسیاب انداختی
شاباش! دنیا کے حسینوں سے تو حسن کی بازی جیت لے گیا — کیخسرو کا جام طلب کر کیونکہ تو نے افراسیاب کو پچھاڑ دیا ہے

---

1. محبوب کے عرق آلود رُخ کی یہ تشبیہات ہیں۔
2. مؤذن اذان میں حَیّ علی الصّلوٰۃ کہتا ہے — نماز کے لیے آؤ یعنی ہم مؤذن کی اس پکار کی پرواہ نہ کریں گے اور محبوب سے جدا نہ ہوں گے۔
3. قیس جس کو مجنوں کہا جاتا ہے بنی عامر قبیلہ کا تھا۔ حی بمعنی قبیلہ۔
4. بانسری کو یہ مرتبہ ملا کہ اس نے مطرب کے لب پر لب دھرا اس فخر میں چنگ دوہرا ہو کر اس قابل ہو گئی کہ اس کو ناخن میں رکھ لیا جائے، چنگ کو ناخن سے بجایا جاتا ہے۔
5. دے جاڑوں کا مہینہ ہے جو عموماً نومبر دسمبر میں پڑتا ہے۔
6. رے ایران کا شہر ہے جہاں کے عام فرمانروا رہا کرتے تھے یہ شعر حاکم رے کی تعریف میں ہے۔
7. ممدوح کی بخشش حاتم طائی سے بڑھی ہوئی ہے اسی لئے اس کا دفتر لپیٹ کے رکھ دیا گیا ہے اس کو کوئی نہیں پڑھتا ہے۔
8. دنیا کا بادشاہ۔

[illegible] سیاہ خط کو مشکی نقاب اور رخسار کو آفتاب سے تشبیہ دی ہے [illegible] — افراسیاب توران کا بادشاہ [illegible]

گرچہ از مستی خرابم طاعتِ من رد مکن
اگرچہ میں مستی کی وجہ سے خراب ہوں، میری بندگی کو تو رد نہ کر

کاندریں شغلم بامیدِ ثواب انداختی
کیونکہ تو نے مجھے اس شغل میں ثواب کی امید پر لگایا ہے

گنجِ عشقِ خود نہادی در دلِ ویرانِ من
تو نے میرے ویران دل میں اپنے عشق کا خزانہ رکھ دیا ہے

سایۂ دولت بریں کنجِ خراب انداختی
اس برباد گوشہ پر تو نے دولت کا سایہ ڈال دیا ہے

خوابِ بیداراں بہ بستی آنگہ از نقشِ خیال
تو نے بیداروں کی نیند کو باندھ دیا ہے، پھر خیال کے نقش سے

تہمتے بر شبروانِ خیلِ خواب انداختی
نیند کے لشکر کے ڈاکوؤں پر تو نے تہمت رکھ دی ہے

پردہ از رخ برفگندی یک نظر در جلوہ گاہ
جلوہ گاہ میں تھوڑی دیر کے لیے تو نے رخ سے پردہ اٹھا دیا ہے

وز حیا حور و پری را در حجاب انداختی
اور حیا کی وجہ سے تو نے حور و پری کو پردے میں ڈال دیا

از برائے صیدِ دل در گردنم زنجیرِ زلف
دل کے شکار کے لیے میری گردن میں زلف کی زنجیر

چوں کمندِ خسروِ مالک رقاب انداختی
گردنوں کے مالک بادشاہ کی کمند کی طرح تو نے ڈال دی

نصرۃ الدین شاہ یحییٰ اے کہ تاجِ آفتاب
اے نصرۃ الدین بادشاہ یحییٰ! آفتاب کے تاج کو

از سرِ تعظیم و قدرت در تراب انداختی
تعظیم و قدرت کی وجہ سے تو نے مٹی میں ملا دیا

داورِ دارا شکوہ اے آنکہ تاجِ آفتاب
اے دارا کے دبدبہ والے بادشاہ! آفتاب کے تاج کو

از سرِ تعظیم بر خاکِ جناب انداختی
تعظیم کی وجہ سے اپنی بارگاہ کی خاک پر تو نے گرا دیا ہے

زینہار از آبِ شمشیرت کہ شیراں را از آں
تیری تلوار کی آب سے پناہ ہے کہ شیروں کو اس سے

تشنہ میکردی و گرداں را در آب انداختی
تو نے پیاسا کر دیا اور پہلوانوں کو پانی میں گرا دیا

بادہ نوش از جامِ عالم بیں کہ بر اورنگِ جم
جہاں بیں جام سے شراب پی، اس لیے کہ جمشید کے تخت پر

شاہدِ مقصود را از رخ نقاب انداختی
مقصود کے معشوق کے رخ سے تو نے نقاب الٹ دیا

ہر کسے با شمعِ رخسارت بنوعے عشق داشت
ہر شخص تیرے رخسار کی شمع سے ایک قسم کا عشق رکھتا ہے

زیں میاں پروانہ را در اضطراب انداختی
ان میں سے پروانے کو تو نے پریشانی میں ڈال دیا ہے

از فریبِ نرگسِ مخمور و چشمِ مے پرست
نشیلی نرگس اور شراب پرست آنکھوں کے فریب کی وجہ سے

حافظِ خلوت نشیں را در شراب انداختی
گوشہ نشین حافظ کو تو نے شراب میں مبتلا کر دیا ہے

اے کہ دائم بخویش مغروری
اے وہ کہ تو ہمیشہ خودی میں مغرور ہے

گر ترا عشق نیست معذوری
اگر تجھے عشق نہیں ہے، تو تو معذور ہے

گردِ دیوانگانِ عشق مگرد
عشق کے دیوانوں کے چاروں طرف چکر نہ کاٹ

کہ بعقلِ عقیلہ مشہوری
کیونکہ تو بلند رتبہ عقل میں مشہور ہے

مستیِ عشق نیست در سرِ تو
تیرے سر میں عشق کی مستی نہیں ہے

رو کہ تو مستِ آبِ انگوری
جا تو انگور کے پانی کا مست ہے

روئے زرد است و آہِ درد آلود
زرد چہرہ، اور درد بھری آہ

عاشقاں را گواہِ رنجوری
عاشقوں کی بیماری کے گواہ ہیں

ـــ تیرے خیال نے عاشقوں کی نیند اڑا دی ہے اور تہمت نیند کے لشکر پر دھری جا رہی ہے کہ وہ حملے میں ناکام ہے۔

ـــ شاہ یحییٰ وہ بادشاہ ہے جس کو امیر تیمور نے شیراز فتح کرنے کے بعد گدی پر بٹھا دیا تھا۔

ـــ چونکہ تو جمشید کے تخت کا مالک ہے لہٰذا جامِ جہاں نما سے شراب پی۔

ـــ ہر شخص کو ایک خاص قسم کا عشق ہے پھر پروانہ ہی کیوں مضطرب رہے۔

ـــ خود پسندی کی وجہ سے دولتِ عشق حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔

ـــ عشق کی مستی ہونی چاہیے شراب کی مستی بے حقیقت ہے۔

بگذر از ننگ و نام خود حافظ
اے حافظ! اپنی ذلت و عزت کو چھوڑ
ساغرِ مے طلب کہ مخموری
شراب کا پیالہ مانگ، کیونکہ تو خمار میں ہے

اے کہ در کشتنِ ما ہیچ مدارا نکنی
اے وہ کہ تو ہمارے قتل کرنے میں کوئی رعایت نہیں کرتا ہے
سود و سرمایہ بسوزی و محابا نکنی
تو نفع اور سرمایہ کو جلاتا ہے اور کوئی خوف نہیں برتتا ہے

دردمندانِ غمت زہرِ ہلاہل نوشند
تیرے غم کے بیمار، قاتل زہر پیتے ہیں
قصدِ ایں قوم خطا باشد ہیں تا نکنی
اس قوم کو قتل کرنا، غلطی ہوگی، ہرگز نہ کرنا

رنجِ ما را کہ تواں برد بیک گوشۂ چشم
ہمارا رنج، جو ایک گوشۂ چشم سے دور کیا جا سکتا ہے
شرطِ انصاف نباشد کہ مداوا نکنی
انصاف نہ ہوگا اگر تو اس کا علاج نہ کرے

دیدۂ ما کہ بامیدِ تو دریاست چرا
ہماری آنکھ جو تیری تمنا میں دریا ہے کیوں
بتفرج گذرے بر لبِ دریا نکنی
تفریح کے لیے تو دریا کے کنارے نہیں جاتا ہے؟

نقلِ ہر جور کہ از خلق کریمت گویند
تیرے شریف اخلاق کا لوگ، جو ظلم بیان کرتے ہیں
قولِ صاحب غرضان ست تو اینہا نکنی
وہ خود غرضوں کی بات ہے، تو یہ نہیں کرتا ہے

بر تو گر جلوہ کند شاہدِ ما اے زاہد
اے زاہد! اگر ہمارا معشوق تجھے جلوہ دکھا دے
از خدا جز مے و معشوق تمنا نکنی
تو شراب اور معشوق کے سوا تو خدا سے کوئی تمنا نہ کرے

حافظا سجدہ بمحرابِ دو ابرویش کن
اے حافظ! اس کی دونوں ابروؤں کی محراب میں سجدہ کر
کہ دعائے ز سرِ صدق جز آنجا نکنی
اس لیے کہ سچی دعا اس جگہ کے سوا تو نہیں کر سکتا ہے

اے کہ در کوئے خرابات مقامے داری
اے وہ کہ تو شراب خانہ کے کوچہ میں قیام رکھتا ہے
جمِ وقتِ خودی ار دست بجامے داری
اگر تیرے ہاتھ میں جام ہے تو تو اپنے وقت کا جمشید ہے

اے کہ با زلف و رخِ یار گذاری شب و روز
اے وہ کہ تو رات دن دوست کی زلف اور رُخ کے ساتھ گزارتا ہے
فرصتت باد کہ خوش صبحے و شامے داری
تجھے زیادہ موقع ملے کیونکہ تو اچھی صبح و شام رکھتا ہے

اے صبا سوختگاں بر سرِ رہ منتظر اند
اے صبا! جلے ہوئے راستہ پر منتظر ہیں
اگر از یارِ سفر کردہ پیامے داری
اگر سفر میں گئے ہوئے دوست کا تیرے پاس کوئی پیغام ہے

بوئے جاں از لبِ خندانِ قدح میشنوم
میں جان کی خوشبو پیالے کے ہنستے ہوئے ہونٹ سے سونگھتا ہوں
بشنو اے خواجہ تو گر زانکہ مشامے داری
اے خواجہ! اگر تیرے پاس دماغ ہے تو بھی سونگھ

کامے ار زی طلبد از تو غریبے چہ شود
اگر تجھ سے کوئی پردیسی کسی مقصد کا طلبگار ہے تو کیا ہو جائیگا؟
توئی امروز دریں شہر کہ نامے داری
تو ہی ہے، جو آج اس شہر میں مشہور ہے

خالِ سرسبزِ تو خوش دانۂ عیشے ست ولے
تیرا ہرا بھرا تل عیش کا بہترین دانہ ہے لیکن
بر کنارِ چمنش وہ کہ چہ دامے داری
ہائے! اس کے چمن کے کنارے سے تو کیا جال رکھتا ہے

ے جب تک نام و عزت ہوتی ہے انسان ننگ و ننگ میں مبتلا رہتا ہے۔ مکمل عشق ان چیزوں کو ختم کر دیتا ہے۔
ے تو نے ہمارا سب کچھ تباہ کر دیا پھر بھی تو بے مروت نہیں برتتا ہے۔
ے زہر ہلاہل: قاتل زہر جو کسی دوا سے اچھا نہ ہو۔ ہلاہل چین کے علاقہ میں ایک پہاڑ کا نام ہے اس پر ایک بوٹی اُگتی ہے اس کی جڑ قاتل زہر ہے۔
ے شعر زاہد ریاکار … [illegible]
ے یہ خود غرضوں کے قصے سطلب کے بنے بیان کرتے پھرتے ہیں جن کی بات نا قابل اعتبار ہے۔
ے اگر شراب خانہ میں کسی کے ہاتھ میں جام ہے تو وہ اپنے وقت کا جمشید ہے۔
ے جس کو محبوب کے رخ اور زلف میسر آجائے وہ بڑا خوش وقت ہے۔
ے فرقت میں جلے ہوئے عاشق منتظر کھڑے ہیں اے صبا تو پیغام لا
ے اس شہر میں تیرا ہی تو نام مشہور ہے اگر کسی پردیسی کی حاجت روائی کر دیگا تو تیرا کیا بگڑ جائے گا۔ ے حسن سبزہ کا تل سبز مراد کر دانہ ہے۔ ● دام بمعنی جال جس میں بلبل گرفتار شدم

گو بہنگام وفا گرچہ ثباتت نبود
کبھی وفا کے وقت اگرچہ تیرا ٹھکانہ نہیں ہے

میکنم شکر کہ بر جور دوامے داری
میں شکر گزار ہوں، کہ ظلم پر تو جماؤ رکھتا ہے

مہرباں شد فلک و ترکِ جفا کاری کرد
آسمان مہربان بنا، اور اس نے جفا کاری چھوڑ دی

تو ئی اے جاں کہ دریں شیوہ قوامے داری
اے جان تو ہی ہے جو اس طریقہ میں مستقل ہے

اے کہ با وصلِ دلآرام گزیدی خلوت
اے وہ کہ تو نے معشوق کے وصل کے ساتھ خلوت نشینی بنا

بغنیمت شمر ایں عیش کہ کامے داری
اس عیش کو غنیمت سمجھ، کہ تو بامراد ہے

بس دعائے سحرت حافظ جاں خواہد بود
صبح کی بہت سی دعا تیری جان کی نگہبان ہو گی

تو کہ چوں حافظ شب خیز غلامے داری
چونکہ تو شب بیدار، حافظ جیسا غلام رکھتا ہے

اے کہ مہجوریِ عشاق روا میداری
اے وہ کہ عاشقوں کی مہجوری کو تو جائز رکھتا ہے

بندگاں را ز برِ خویش جدا میداری
غلاموں کو اپنے پاس سے تو علیحدہ رکھتا ہے

تشنۂ بادیہ را ہم بزلالے دریاب
جنگل کے پیاسے کی بھی صاف پانی سے مدد کر

بامیدے کہ دریں رہ بخدا میداری
اس امید پر جو تو اس راستہ میں خدا سے رکھتا ہے

دل ربودی و بحل کردمت ایجاں لیکن
تو نے دل لے لیا، اور اے جان میں نے تجھے معاف کر دیا لیکن

بازیں دار نگاہش کہ مرا میداری
اس کی حفاظت اس سے زیادہ کر جتنی تو میری کرتا ہے

ساغرِ ما کہ حریفانِ دگر می نوشند
ہمارا جو ساغر جو دوسرے حریف پی رہے ہیں

ما تحمل نکنیم ار تو روا میداری
ہم برداشت نہیں کرتے ہیں، اگر تو جائز رکھتا ہے

اے مگس عرصۂ سیمرغ نہ جولانگہِ تست
اے مکھی! سیمرغ کا میدان تیری جولانگاہ نہیں ہے

عرضِ خود میبری و زحمتِ ما میداری
تو اپنی آبرو ریزی کرتی ہے اور ہمیں تکلیف پہنچاتی ہے

تو بتقصیرِ خود افتادی ازیں در محروم
تو اپنی کوتاہی سے اس در سے محروم ہوا ہے

از کہ می نالی و فریاد چرا میداری
کس سے نالہ کرتا ہے، اور کیوں فریاد کرتا ہے؟

اے دلِ خام طمع شرمے ازیں قصہ بدار
اے خام تمنا والے دل! اس معاملہ سے ذرا شرم کر

کار نا کردہ چہ امیدِ عطا میداری
کام کئے بغیر، تو بخشش کی کیا امید کرتا ہے؟

حافظا عادتِ خوباں ہمہ جور است و جفا
اے حافظ! حسینوں کی عادت تو سراسر ظلم و زیادتی ہے

تو کہ زیں طائفہ امیدِ وفا میداری
تو کون ہے جو اس گروہ سے وفا کی امید رکھتا ہے؟

ایں خرقہ کہ من دارم در رہنِ شراب اولیٰ
یہ گدڑی جو میں پہنے ہوئے ہوں، اس کا شراب میں رہن رکھنا بہتر

ویں دفترِ بے معنی غرقِ مئے ناب اولیٰ
اور اس بے معنی دفتر کا خالص شراب میں ڈوبنا بہتر ہے

چوں عمر تبہ کردم چندانکہ نگہ کردم
چونکہ میں نے عمر تباہ کر دی ہے، جس قدر بھی میں نے غور کیا

در کنجِ خراباتے افتادہ خراب اولیٰ
کسی شراب خانہ کے گوشے میں، مست پڑا رہنا بہتر ہے

۱؎ تو وفا میں مستقل مزاج نہیں ہے جفا میں بڑا مستقل مزاج ہے۔ ۲؎ اے ہجر پر صبر کرنے والا ۳؎ شب بیدار حافظ تیرا غلام ہے سحر کے وقت تیرے لئے دعا کرتا ہے جو مقبول ہوتی ہے۔ ۴؎ پیاسے کو پانی پلانا بہت ثواب کا کام ہے ۵؎ تو نے دل چرا لیا ہے اور میں نے تجھے معاف کر دیا ہے۔ تو نے میری توہین جو کی ہے اسکی بے قدری نہ کرنا۔ ۶؎ عشق کے میدان میں جانا بڑی جرأت والوں کا کام ہے۔ کم ہمت خود بھی ذلیل ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی پریشان کرتا ہے۔ ۷؎ جبکہ انسان اپنی ہی بے عملی کی وجہ سے محروم ہو تو پھر نالہ اور فریاد لغو ہے۔ ۸؎ دفتر سے مراد علوم ظاہری کی وہ کتابیں ہیں جو تصوف سے خالی ہیں۔ شاید عمر کو کار آمد بنانا چاہئے اور اس کی یہی صورت ہے۔

من حالِ دلِ شیدا با خلق نخواہم گفت
میں دیوانے دل کا حال، لوگوں سے نہ کہوں گا
کایں قصہ اگر گویم با چنگ و رباب اولیٰ
اس لیے کہ اگر میں یہ قصہ بیان کروں تو چنگ و رباب کے ساتھ بہتر ہے

تا بے سروپا باشد اوضاعِ فلک زیں ساں
جب تک آسمان کے حالات اسی طرح بے سروپا رہیں گے
در سر ہوسِ ساقی در دست شراب اولیٰ
تو سر میں ساقی کا عشق، اور ہاتھ میں شراب رہنا بہتر ہے

از ہمچو تو دلدارے دل بر نکنم آرے
تجھ جیسے معشوق سے میں دل نہ ہٹاؤں گا، ہاں
گر تاب کشم بارے زاں زلفِ بتاب اولیٰ
اگر تاب میں اس پر شکن زلف سے کھینچوں، اٹھاؤں تو بہتر ہے

چوں مصلحت اندیشی دور است ز درویشی
چونکہ درویشی سے مصلحت اندیشی بعید ہے
ہم سینہ پر آتش بہ ہم دیدہ پر آب اولیٰ
سینے کا آگ سے بھرا ہونا بہتر ہے، آنکھوں کا پر نم رہنا بہتر ہے

چوں پیر شدی حافظ از میکدہ بیروں شو
اے حافظ! جب تو بوڑھا ہو گیا ہے، شراب خانہ سے باہر چلا جا
رندی و ہوسناکی در عہدِ شباب اولیٰ
رندی، اور عشقبازی، جوانی میں بہتر ہے

الحمد للہ علیٰ معدلۃ السلطان
میں شاہ کے انصاف پر خدا کی تعریف کرتا ہوں
احمد شیخ اویس حسن ایلخانی
جو احمد شیخ اویس حسن، ایلخانی ہے

خان بن خان شہنشاہ شہنشاہ نژاد
وہ خان کا بیٹا خان، شہنشاہ، شہنشاہ کا بیٹا شہنشاہ ہے
آنکہ می زیبد اگر جانِ جہانش خوانی
اگر تو اس کو جانِ جہاں کہے، تو مناسب ہے

دیدہ نادیدہ باقبالِ تو ایماں آورد
آنکھ بن دیکھے، تیرے اقبال پر ایمان لائی
مرحبا اے بہ چنیں لطفِ خدا ارزانی
خوش آمدید، تو خدا کی، تمام مہربانیوں کے لائق ہے

بر شکن طرۂ ترکانہ کہ در کاکلِ تست
تیری کاکلوں میں، جو ترکوں والا طرہ ہے اُس شکن پر
بخشش و کوشش قاآنی و چنگز خانی
قاآنی اور چنگیز خانی بخشش، اور کوشش ہے

ماہ اگر بے تو بر آید بدو نیمش بزنند
اگر تیرے بغیر چاند نکلے تو اس کے دو ٹکڑے کر دیں
دولتِ احمدی و معجزۂ سبحانی
احمدی دولت، اور خدائی معجزہ

جلوۂ حسنِ تو دل می برد از شاہ و گدا
تیرے حسن کا جلوہ شاہ و گدا کا دل اچک لیتا ہے
چشمِ بد دور کہ ہم جانی و ہم جانانی
چشم بد دور کہ تو جان بھی ہے، اور جاناں بھی

گرچہ دوریم بیادِ تو قدح می نوشیم
اگرچہ ہم دور ہیں، تیری یاد میں پیالہ پی رہے ہیں
بعدِ منزل نبود در سفرِ روحانی
روحانی سفر میں، منزل کی دوری نہیں ہوتی ہے

از گلِ فارسیم غنچۂ عیشے نشگفت
فارس کی مٹی سے میرے عیش کا کوئی غنچہ نہ کھلا
حبذا دجلۂ بغداد و مے ریحانی
بغداد کے دجلے، اور ریحانی شراب پر آفریں ہے

سرِ عاشق کہ نہ خاکِ درِ معشوق بود
عاشق کا وہ سر جو معشوق کے در کی خاک نہ بنے
کے خلاصش بود از محنتِ سرگردانی
اس کو سرگردانی کی تکلیف سے کب نجات مل سکتی ہے

ہمہ اطراف گرفت و ہمہ آفاق کشاد
تمام اطراف پر قبضہ کر لیا، پورے آفاق کو فتح کر لیا
صیتِ مسعودی و آوازۂ شہ سلطانی
انصاف کرنے والے بادشاہ کی مبارک شہرت نے

۱ـ فقیروں کو مصلحت اندیشی نہیں ہے لہٰذا ہر وقت سینہ میں عشق کی آگ اور آنکھوں میں آنسو رہنے چاہئیں
۲ـ یہ قصیدہ سلطان احمد ابن شیخ اویس ابن حسن ایلخانی کی تعریف میں کہا ہے جو بغداد کا حاکم تھا
۳ـ قاآن چنگیز کا پوتا تھا جو نہایت سخی تھا۔ چنگیز خاں ترکستان کا مشہور جنگجو بادشاہ تھا جس کی پیدائش ۱۱۶۲ء میں ہوئی۔ اس نے بغداد کی عباسی حکومت کو ختم کر دیا تھا۔ خود آتش پرست تھا۔ اس کے بعد اس کا پوتا قوبلا قاآن مسلمان ہوا ہے۔
۴ـ دجلہ بغداد کا مشہور دریا ہے۔ بغداد کی آبادی اسی دریا کے دونوں کنارے پر ہے۔
۵ـ جو عاشق معشوق کے در کی خاک نہ بنے ہمیشہ پریشان رہے گا

ای نسیم سحری خاکِ رہِ یار بیار
اے صبح کی نسیم! دوست کے راستہ کی خاک لا

تا کند حافظ از آں دیدۂ جاں نورانی
تاکہ حافظ اس سے جان کی آنکھ کو نورانی بنائے

ای بادِ صبا بگذر آنجا کہ تو میدانی
اے بادِ صبا! اس جگہ جا، جس کو تو جانتی ہے

احوالِ دلم برگو پیدا کہ تو میدانی
میرے دل کے احوال صاف صاف بتا دے جیسا کہ تو جانتی ہے

در پردۂ اسرارش ہرگہ کہ شوی محرم
جب تو اس کے راز کے پردوں کی محرم بن جائے

سر بستہ بگو با او زآنہا کہ تو میدانی
ان رازوں میں سے وہ راز اس سے کہہ دے جو تو جانتی ہے

چوں جور و جفائش را دیدی کہ ز حد بگذشت
جب تو نے دیکھ لیا ہے کہ اس کا ظلم و جور حد سے بڑھ گیا؟

پیشش تو بیاں فرما از ما کہ تو میدانی
ہماری وہ حالت جو تو جانتی ہے اس سے کہہ دے

دردِ دلِ ریشم را چوں نیست دوا پیدا
میرے زخمی دل کی جبکہ کوئی دوا موجود نہیں ہے

لطفے کن و درمانش فرما کہ تو میدانی
تو ہی مہربانی کر اور اس کا علاج کر کیونکہ تو جانتا ہے

چوں سرمۂ بینائی در دیدہ کشم گر دے
گرد کو بینائی کے سرمہ کی طرح آنکھ میں لگاؤں

گر بادِ صبا آرد زآنجا کہ تو میدانی
اگر بادِ صبا، اس جگہ سے لائے جو تجھے معلوم ہے

گفتم ز لبت بوسہ وز حافظِ مسکیں جاں
میں نے کہا، تیرے ہونٹ کا بوسہ اور مسکین حافظ کی جان

ہستی تو بدیں راضی گفتا کہ تو میدانی
تو اس پر راضی ہے، اس نے کہا کہ تو جانتا ہے

بچشمِ مہر اگر با من مہم را یک نظر بودے
میرے چاند کی اگر میری طرف مہربانی کی آنکھ سے ایک نظر ہوتی

از آں سیمیں بدن کامم بخوبی ہمچو زر بودے
تو اس چاندی جیسے بدن والے سے میرا مقصد روشن ہیرا سونے کی طرح ہوتا

ز شوقِ اقتدامے ہر دمم سرے در پائے جاناں
محبوب کے قدموں میں ہر دم شوق سے ایک سر نثار کرتا

دریغا گر متاعِ من نہ از ایں مختصر بودے
ہائے افسوس اگر میری پونجی اس سے بھی مختصر نہ ہوتی

اگر برقع برافگندے ازاں روئے چو مہ رو نے
اگر کسی دن اپنے چاند جیسے رخ سے برقع اٹھا دیتا

مدام از نرگسِ مستش جہاں پر شور و شر بودے
تو اس کی مست آنکھ سے دنیا ہمیشہ شور و شر سے بھری رہتی

ہمش مہر آمدے بر من ز مہر آں شاہِ خوباں را
اس حسینوں کے بادشاہ کو بھی مجھ پر محبت کی وجہ سے رحم آتا

گر از دردِ دلِ زارم یکے روزش خبر بودے
اگر میرے دلِ زار کے درد کی اس کو ایک دن بھی خبر ہو جاتی

بوصلش گر مرا روزے ز ہجراں فرصتے بودے
اس کے وصل کے ذریعہ اگر مجھے کسی دن ہجر سے چھٹکارا ہوتا

مبارک ساعتے بودے چہ خوش بودے اگر بودے
مبارک وقت ہوتا، کیا اچھا ہوتا اگر ایسا ہوتا

شبے ناگہ گر افتادے میانش در کنارِ من
اگر کسی شب اچانک اس کی کمر میری بغل میں آ جاتی

نثارِ خاکِ راہ او مرا ایں جان و سر بودے
میری یہ جان اور سر اس کے راستہ کی خاک پر قربان ہو جاتا

نگفتے کس بشیرینی چو حافظ شعر در عالم
مٹھاس میں دنیا کے اندر حافظ کی طرح کوئی شعر نہ کہتا

اگر طوطیِ طبعش را ز لعلِ او شکر بودے
اگر اس کی طبیعت کی طوطی کو اس کے ہونٹ سے شکر حاصل ہوتی

ٹ یعنی محبوب کی منزل
ٹ کہ ہجرت انتہائی
تکلیف میں مبتلا
ہے۔
ٹ وہ راز یہی ہے
کہ ہم اس کے عاشق
ہیں اور ہجر میں مبتلا
ہیں۔
ٹ ہم جور و جفا کی
وجہ سے انتہائی رنج و
غم میں مبتلا ہیں۔
ٹ تیری عنایت اور
مہربانی ہی اس کا
علاج ہے۔
ٹ یعنی محبوب کے
کوچہ کی گرد۔
ٹ میں
نے کہا
ایک بوسہ
دیدے اور
جان لے لے اُس نے
کہا کہ یہ سودا بڑا گراں
ہے تیری جان میرے
بوسے کی قیمت نہیں
ہو سکتی ہے۔
ٹ افسوس ایک ہی
سر ہے جو ایک ہی بار نثار
کیا جا سکتا ہے۔
ٹ اگر حافظ کو محبوب کے
لب کا ایک بوسہ میسر
آ جائے تو پھر شعرا کی
شفقت میں اس کا کوئی
مقابلہ نہیں کر سکتا۔

با مدعی مگوئید اسرارِ عشق و مستی
دعویٰ کرنے والے سے مستی اور عشق کے راز نہ کہو
تا بیخبر بمیرد در رنجِ خود پرستی
تاکہ خود پرستی کے رنج میں بے خبر ہی مر جائے

با ضعف و ناتوانی ہمچوں نسیم خوش باش
ضعف اور کمزوری کے باوجود نسیم کی طرح خوش رہ
بیماری اندریں غم خوشتر ز تندرستی
اس غم میں بیماری، تندرستی سے اچھی ہے

تا فضل و علم بینی بے معرفت نشینی
جب تک علم و فضل پر نظر رکھے گا معرفت سے خالی بیٹھا رہے گا
یک نکتہ ات بگویم خود را مبیں کہ رستی
تجھ سے ایک نکتہ کہتا ہوں، خود بینی نہ کر نجات پا جائیگا

در آستانِ جاناں از آسماں میندیش
معشوق کی چوکھٹ پر، آسمان کا خیال نہ کر
کز اوجِ سربلندی افتی بخاکِ پستی
کیونکہ سربلندی کے اوج سے، پستی کی خاک پر گر جائے گا

عاشق شو ار نہ روزے کارِ جہاں سر آید
عاشق ہو، ورنہ ایک دن دنیا کا کام ختم ہو جائے گا
ناخواندہ نقشِ مقصود از کارگاہِ ہستی
وجود کے کارخانے سے مقصود کا نقش پڑھے بغیر

آں روز دیدہ بودم ایں فتنہا کہ برخاست
میں نے یہ فتنے اسی دن دیکھ لئے تھے، کہ اٹھے تھے
کز سرکشی زمانے با ما نمی نشستی
جبکہ سرکشی کی وجہ سے تھوڑی دیر بھی تو ہمارے پاس بیٹھتا تھا

خار ار چہ جاں بکاہد گل عذرِ آں بخواہد
کانٹا اگرچہ جان کو گھٹاتا ہے، پھول اسکی عذرخواہی کرتا ہے
سہل ست تلخی مے در جنبِ ذوقِ مستی
مستی کے ذوق کے پہلو میں شراب کی تلخی آسان ہے

صوفی پیالہ پیما ساقی قرابہ پُر کن
اے صوفی! پیالہ تھام، اے ساقی! صراحی بھر دے
اے کوتہ آستیناں تا کے دراز دستی
اے چھوٹی آستین والو! دراز دستی کب تک؟

در حلقۂ مغانم دوش آں پسر چہ خوش گفت
مغوں کے حلقے میں، کل اس لڑکے نے کیا اچھی بات کہی
با کافراں چہ کارت گر بت نمی پرستی
تجھے کافروں سے کیا واسطہ، اگر تو بت پرستی نہیں کرتا ہے

در مذہبِ طریقت خامی نشانِ کفر ست
طریقت کے مذہب میں کچا پن، کفر کی علامت ہے
آرے طریقِ رنداں چالاکیست و چستی
ہاں رندوں کا طریقہ، چالاکی اور چستی ہے

سلطانِ ما خدا را زلفت شکست ما را
اے ہمارے بادشاہ، خدا کے لئے تیری زلف نے ہمیں شکستہ کر دیا
تا کے کند سیاہے چندیں دراز دستی
ایک حبشی کب تک اتنی دراز دستی کرے گا

گر خرقۂ ببینی مشغولِ کارِ خود باش
اگر تو کوئی گدڑی دیکھے، اپنے کام میں لگ جا
ہر قبلۂ کہ باشد مشغولِ خود پرستی
جو کوئی بھی قبلہ ہے، خود پرستی میں مشغول ہے

در گوشۂ سلامت مستور چوں تواں بود
سلامتی کے گوشہ میں، کس طرح چھپا جا سکتا ہے
تا نرگسِ تو گوید با ما رموزِ مستی
جب تک تیری آنکھیں ہم سے مستی کے راز کہہ رہی ہیں

عشقت بدستِ طوفاں خواہد سپرد اجاں
اے جان! تجھے عشق طوفان کے حوالے کر دے گا
چوں برق ازیں کشاکش پنداشتی کہ رستی
تو نے سمجھا کہ بجلی کی طرح اس کشمکش سے چھوٹ جائیگا

از راہِ دیدہ حافظ تا دیدہ زلفِ پستت
حافظ نے جب سے آنکھوں سے تیری نیچی زلفوں کو دیکھا ہے
با جملہ سربلندی شد پایمالِ پستی
تمام سربلندیوں کے ہوتے ہوئے پستی سے پائمال ہو گیا ہے

ا نسیم بھی اسی طرح عاشق ہے لیکن باوجود ضعف اور کمزوری کے خوش رہتی ہے۔
۲ جب تک انسان میں اپنے علم و فضل کا غرور ہے وہ خود بینی میں مبتلا ہے اور معرفتِ خداوندی اسکو حاصل نہیں ہے۔
۳ زندگی کا مقصد حصولِ عشق ہے۔
۴ جب تو نے بے رخی برتی تھی ہم جب ہی سمجھ گئے تھے کہ اب مصیبتوں میں پھنسیں گے۔
۵ [illegible] کر فرق کرتی ہے۔
۶ کوتاہ آستین سے مراد فقہا اور علماء ربانیین ہیں جو چھوٹی آستینوں کا جوڑا پہنتے تھے۔
۷ جو لوگ فقیرانہ لباس پہنے ہوئے ہیں اور قبلۂ عالم کہلاتے ہیں وہ خود پرست ہیں، ان سے تعلق نہ رکھنا چاہیے۔
۸ تیرا خیال غلط ہے کہ عشق کی مصیبت سے جلد نجات پا جائے گا۔ عشق تو تجھے طوفانِ غم میں مبتلا کر دیگا۔

بجانِ او کہ گرم دسترس بجاں بودے
اس کی جان کی قسم اگر میرا جان پر قابو ہوتا

کمینہ پیشکشِ بندگانش آں بودے
اس کے غلاموں کے لیے وہ حقیر پیشکش ہوتی

اگر دلم نشدے پائے بندِ طرّۂ او
اگر میرا دل اس کی زلف کا پابند نہ ہوتا

کئیم قرار دریں تیرہ خاکداں بودے
اس اندھیرے خاکدان میں مجھے کب قرار ہوتا

بگفتمے کہ بہا چیست خاکِ پائے ترا
میں کہتا کہ تیرے پیروں کی خاک کی کیا قیمت ہے

اگر حیاتِ گرانمایہ جاوداں بودے
اگر قیمتی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہوتی

بخواب نیز نمی بینمش چہ جائے وصال
میں اس کو خواب میں بھی نہیں دیکھتا ہوں چہ جائیکہ وصال

چو ایں نبود و ندیدیم بارے آں بودے
جب یہ نہ تھا اور ہم نے نہ دیکھا تو کاش وہ ہوتا

بہ بندگیِ قدش سرو معترف گشتے
سرو اس کے قد کی غلامی کا اقرار کرتا

اگر چو سوسنِ آزادہ دہ زباں بودے
اگر آزاد سوسن کی طرح، دس زبانوں والا ہوتا

زِ پردہ نالۂ حافظ بروں کے افتادے
حافظ کا نالہ پردے سے باہر کب آتا

اگر نہ ہمدمِ مرغانِ صبح خواں بودے
اگر وہ صبح کو چہکنے والے پرندوں کا ساتھی نہ ہوتا

بچشم کردہ ام ابروئے ماہ سیمائے
ایک چاند جیسے چہرے والے کے ابرو کو میں نے آنکھ میں رکھا ہے

خیالِ سرو قدے نقش بستہ ام جائے
ایک سرو قد کے خیال کا میں نے ایک جگہ نقش بنالیا ہے

زمامِ دل بکسے دادہ ام منِ مسکین
مجھ مسکین نے دل کی باگ اس کو پکڑوا دی ہے

کہ نیستش بکسے از تاج و تخت پروائے
کہ جس کو کسی کے تخت و تاج کی پرواہ نہیں ہے

سرم زدست شد و چشم زانتظار بسوخت
میرا سر ہاتھ سے جاتا رہا اور آنکھیں انتظار میں جل گئیں

در آرزوئے سرو چشم مجلس آرائے
کسی مجلس کو آراستہ کرنے والے کے خیال اور آنکھ کی آرزو میں

نہ بے کمال کہ منشورِ عشقبازیِ من
بہت کمال ہو گا کہ میری عشقبازی کا حکمنامہ

ازاں کمانچۂ ابرو رسد بطغرائے
اس ابرو کے کمانچے سے دستخط شدہ پہنچ جائے

مرا کہ از رُخِ تو ماہ در شبستان است
میرے گھر میں جبکہ تیرے رخ کی وجہ سے چاند موجود ہے

کجا بود بفروغِ ستارہ پروائے
تو ستارے کی روشنی کی کیا پرواہ ہو گی

مکدّر است دل آتش بخرقہ خواہم زد
دل مکدر ہے، گدڑی میں آگ لگا دوں گا

بیا ببیں تو اگر می کنی تماشائے
آ جا، دیکھ، اگر تو کچھ تماشا دیکھنا چاہتا ہے

بروزِ واقعہ تابوتِ ما ز سرو کنید
موت کے دن ہمارا تابوت سرو کا بنانا

کہ مردہ ایم ز داغِ بلند بالائے
اس لیے کہ ہم ایک بلند قد والے کا داغ لیکر مرے ہیں

در آں مقام کہ خوباں بغمزہ تیغ زنند
جس جگہ حسین، ادا کی تلوار مارتے ہیں

عجب مکن ز سرے کو فتادہ در پائے
اگر کوئی سر کسی پیر پہ پڑا ہوا ہو تو تعجب نہ کر

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
فراق اور وصل کیا ہوتا ہے، دوست کی رضا طلب کیا کر

کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے
کیونکہ اس سے اس کے غیر کی کوئی تمنا کرنا، ظلم ہے

۱؎ یہیں تو اس کی زلف کی پابندی نے دنیا میں ٹھہرا رکھا ہے ورنہ ہمارا یہاں کب مقام تھا۔
۲؎ فانی زندگی اس کی خاکِ پا کی قیمت کے لائق نہیں ہے۔ اگر عمر جاودانی ہوتی تو وہ دیکر اس کی خاکِ پا حاصل کرتا۔
۳؎ وصل تو کجا خواب میں بھی اس کو دیکھنا میسر نہیں ہے "آں" سے مراد وصل ہے "آں" سے اس کا خواب میں آنا مراد ہے
۴؎ سوسن کے پھول کی دس پتیاں زبان کی شکل کی ہوتی ہیں اس لیے سوسن کو دس زبانوں والا کہا جاتا ہے۔
۵؎ محبوب کی ابرو آنکھوں میں اور اسکے قد کا خیال دل میں جما ہوا ہے۔
۶؎ منشور شاہی حکم، طغرا سے مراد وہ مہر ہے جس میں شاہی لقب و نام ہوتا تھا جو حکمنامے پر لگادی جاتی تھی۔
۷؎ چونکہ مجھے سرو قد سے عشق ہے لہٰذا میرے بعد سرو کی لکڑی کے صندوق میں دفن کرنا۔

زشوق سر بدر آرند ماهیان از آب
شوق کی وجہ سے مچھلیاں پانی سے سر ابھاریں گی

اگر سفینۂ حافظ رسد بدریائے
اگر حافظ کا دیوان کسی دریا پہ پہونچے گا

بُرو زاہد بامیدے کہ داری
اے زاہد تو اس امید کو لے کر جو تو رکھتا ہے

کہ دارم ہمچناں امیدواری
اس لیے کہ میں اسی طرح کی امیدواری رکھتا ہوں

بجز ساغر کہ دارد لالہ در دست
اس ساغر کے سوا کہ جو لالہ ہاتھ میں لئے ہے

بیا ساقی بیاور آنچہ داری
ساقی آجا، جو کچھ تیرے پاس ہے، لے آ

مرا در رشتۂ دیوانگاں کش
مجھے دیوانوں کے دھاگے میں پرو دے

کہ مستی خوشتر است از ہوشیاری
اس لیے کہ ہوشیاری سے، مستی بہتر ہے

بپرہیز از من اے صوفی بپرہیز
بچ، اے صوفی! مجھ سے، بچ

کہ کردم توبہ از پرہیزگاری
اس لیے کہ میں نے پرہیزگاری سے توبہ کرلی ہے

بیا دل در خمِ گیسوئے او بند
آ، اس کی زلفوں کے پیچ میں دل کو باندھ

اگر خواہی خلاص و رستگاری
اگر خلاصی اور چھٹکارا چاہتا ہے

بوقتِ گل خدارا توبہ بشکن
بہار کے موسم میں خدا کے لیے توبہ توڑ ڈال

کہ عہدِ گل ندارد استواری
اس لیے کہ موسمِ بہار میں پائداری نہیں ہے

عزیزا نو بہارِ عمر بگذشت
اے پیارے! عمر کی بہار گزر گئی

چو بر طرفِ چمن بادِ بہاری
جس طرح کہ بادِ بہاری، چمن کے کنارے پر سے

بیا حافظ بہ پندِ تلخ کن گوش
اے حافظ آ، کڑوی نصیحت سن لے

چرا عمرے بغفلت میگذاری
عمر کو کیوں غفلت میں گزار رہا ہے؟

بشنو ایں نکتہ کہ خود راز غم آزادہ کنی
یہ نکتہ سن لے تاکہ تو اپنے آپ کو غم سے آزاد کرلے

خوں خوری گر طلبِ روزیِ ننہادہ کنی
اگر مقدر نہ کی ہوئی روزی کی طلب کرے گا خون پیئے گا

آخر الامر گلِ کوزہ گراں خواہی شد
انجام کار تو کمہاروں کی مٹی بنے گا

حالیا فکرِ سبو کن کہ پُر از بادہ کنی
اب تدبیر کرلے تاکہ صراحی کو شراب سے بھرلے

جہد بنما کہ در ایامِ گل و عہدِ شباب
کوشش کر کہ جوانی، اور بہار کے زمانے میں

عیش با آدمیِ چند پریزادہ کنی
چند، پریزاد، آدمیوں کے ساتھ عیش کرے

تکیہ بر جائے بزرگاں نتواں زد بگزاف
بکواس سے بزرگوں کی جگہ پر تکیہ لگا کر نہیں بیٹھا جاسکتا

مگر اسبابِ بزرگی ہمہ آمادہ کنی
مگر یہ کہ تو بزرگی کے تمام اسباب جمع کرلے

اجرہا باشدت اے خسروِ شیریں حرکات
اے میٹھی حرکتوں والے بادشاہ! تجھے بہت ثواب ملیگا

گر نگاہے سوئے فرہادِ دل افتادہ کنی
اگر دل گم شدہ فرہاد کی جانب ذرا نگاہ کریگا

۱؎ تو اپنی تمنا میں خوش رہ میں اپنی تمنا میں لگا ہوں۔

۲؎ دنیا کے افکار اور غموں سے نجات کی یہی صورت ہے کہ تو لغب یار میں گرفتار ہوجائے

۳؎ جس طرح بادِ بہار کی تیزی سے چمن سے گذر جاتی ہے اسی طرح میری عمر گذر رہی ہے۔

۴؎ جو روزی مقدر میں نہیں ہے اسکی طلب، خونِ جگر پینا ہے

۵؎ انجام کار انسان مٹی میں ملتا ہے اور کمہار اس سے کوزے تیار کرتا ہے۔

خاطرت کے رقمِ فیض پذیرد ہیہات
اے بس تیرا دل فیض کو نقش کب قبول کر سکتا ہے؟

مگر از نقش پراگندہ ورق سادہ کنی
سوائے اس کے کہ ورق کو بیہودہ نقوش سے صاف کرے

اے صبا بندگیِ خواجہ جلال الدین کن
اے صبا! خواجہ جلال الدین کی غلامی کر

کہ جہاں پرسمن و سوسن آزادہ کنی
تاکہ تو چمن کو سمن اور آزاد سوسن سے بھر دے

کارِ خود گر بخدا باز گزاری حافظ
اے حافظ! اگر تو اپنے کام کو خدا پر چھوڑ دے گا

اے بسا عیش کہ با بختِ خداداد کنی
خداداد نصیب کی بدولت بہت عیش کرے گا

بصوتِ بلبل و قمری اگر ننوشی مے
بلبل اور قمری کی صدا پر اگر تو شراب نہ پیئے گا

علاج کے کنمت آخر الدواء الکیّ
تیرا علاج داغ سے کروں گا، آخری علاج داغ دینا ہے

ذخیرۂ بنہ از رنگ و بوئے فصلِ بہار
فصلِ بہار کے رنگ و بو سے کوئی ذخیرہ جمع کر لے

کہ میرسند ز پے رہزنانِ بہمن و دے
اس لیے کہ بہمن اور دے کے ڈاکو راستے سے آ رہے ہیں

زمانہ ہیچ نبخشد کہ باز نستاند
زمانہ کوئی ایسی چیز نہیں بخشتا ہے جو واپس نہ لے

مجو ز سفلہ مروت کہ شیئہٗ لاشیٔ
کمینے سے انسانیت نہ چاہ اس کی کسی چیز کا طلبگار نہ بن

چو گل نقاب برافگند و مرغ زد ہو ہو
جب پھول نے نقاب پلٹ دی اور پرندے نے ہو ہو کے نعرے لگائے

منہ ز دست پیالہ چہ میکنی ہے ہے
ہاتھ سے پیالہ نہ رکھ، ہے ہے، کیا کرتا ہے

خزینہ داریِ میراث خوارگاں کفر است
میراث خوروں کا خزانہ جمع کرنا، کفر ہے

بقولِ مطرب و ساقی بفتوئے دف و نے
مطرب اور ساقی کے قول اور دف اور نے کے فتوے کے مطابق

چو ہست آبِ حیات بدست تشنہ میر
جبکہ آبِ حیات تیرے ہاتھ میں ہے پیاسا نہ مر

فلا تمت و من الماء کل شیءٍ حیّ
پس نہ مر اور پانی سے ہر چیز زندہ ہے

نوشتہ اند بر ایوانِ جنۃ الماویٰ
جنت الماویٰ کے محل پر لکھا ہے

کہ ہر کہ عشوۂ دنیا خرید وائے بوے
کہ جس نے دنیا کی ادا خریدی اس پر افسوس ہے

سخا نماند سخن طے کنم بیا ساقی
سخاوت نہیں رہی، بات طے کرتا ہوں، ساقی! آ

بدہ بشادیِ روحِ روانِ حاتم طے
اور حاتم طائی کی روح رواں کی خوشی کی خاطر شراب پلا

شکوہِ سلطنت و حکم کے ثباتے داشت
شکوہ اور سلطنت کا دبدبہ کب باقی رہ سکتا ہے

ز تختِ جم سخنے ماندہ است و افسرِ کے
جمشید کے تخت اور کیخسرو کے تاج کی باتیں ہی باقی ہیں

بخیل بوئے خدا نشنود بیا حافظ
بخیل خدا کی خوشبو نہیں سونگھتا ہے، حافظ آ جا

پیالہ گیر و کرم کن کہ الضمانُ علیّ
پیالہ تھام اور سخاوت کر، مجھ پر ذمہ داری ہے

بفراغِ دل زمانے نظرے بماہرو ئے
دل جمعی کے ساتھ تھوڑی دیر کیلئے کسی ماہرو کی طرف دیکھ

بہ از آنکہ چترِ شاہی ہمہ روز ہای و ہوئے
اس سے بہتر ہے کہ شاہی چتر ہو اور دن بھر ہاؤ ہو ہو

لہ انسان کو غیر کے تصورات سے دل کو صاف کر لینا چاہیے جب کہیں محبوب کا نقش دل پر قائم ہوتا ہے۔
کہ جلال الدین توران شاہ، شاہ شجاع کا وزیر تھا جو خواجہ قوام کے قتل کے بعد برسرِ اقتدار آیا تھا۔
کہ آخر الدواء الکی عربی مثل ہے: علاج داغ لگانا ہے۔ جب الدواء میں مفید نہیں ہوتی تو پھر آخر میں لوہا گرم کر کے عضو کو داغ دیا جاتا ہے یعنی اگر بلبل و قمری کی آواز بھی تجھے شراب نوشی پر آمادہ نہیں کر سکتی تو اب تیرا علاج سوائے داغ دینے کے اور کچھ نہیں ہے۔
کہ بہمن اور دے جاڑے کے مہینے ہیں جو خزاں کا موسم ہوتا ہے۔
کہ دیکر واپس لینا کمینہ پن ہے لہٰذا زمانہ کمینہ ہے اس سے کوئی چیز نہ مانگنی چاہیے۔
کہ ہے ہے کہتا ہے کیا کرتا ہے پیالہ ہاتھ سے نہ رکھنا۔
کہ میراث خوارگان وہ لوگ کہلاتے تھے جو بادشاہ کی کمائی پر گزارہ کریں اور خود کمانے کی فکر نہ کریں۔
کہ وجعلنا من الماء کل شیءٍ حی ہم نے

لہ جنۃ الماویٰ قرآنی ہے جو پیدا کیا ہے۔ یہ قرآن پاک کی آیت ہے یعنی شراب آبِ حیات ہے اگر نہ پیئے گا تو تجھے زندگی بسر نہ ہو گی۔ کہ انسان مر جاتا ہے اس کے کارنامے زندہ رہتے ہیں احاطہ...

بخدا کہ رشکم آید بدو چشم روشن خود
خدا کی قسم مجھے اپنی دونوں روشن آنکھوں پر رشک آتا ہے

کہ نظر دریغ باشد بچنیں لطیف روئے
کہ ایسے پاکیزہ چہرہ کو دیکھنا افسوس کی بات ہے

دل من شد و ندانم چہ شد آں غریب مارا
میرا دل گم ہو گیا، اور مجھے معلوم نہیں کہ ہمارا وہ مسافر کیا ہوا

کہ گذشت عمر و نامد خبرے ز ہیچ سوئے
اس لیے کہ ایک عمر گذر گئی، اور کسی طرف سے کوئی خبر نہیں آئی

نفسم بآخر آمد نظرم ندید سیرت
میرا دم نکلنے لگا، میری نگاہ نے تیری رفتار نہ دیکھی

بجز ایں نماند مارا ہوسے و آرزوئے
اس کے علاوہ ہماری کوئی ہوس اور آرزو نہیں رہی

مکن اے صبا مشوش سر زلف آں پری را
اے صبا! اس پری کی زلفوں کو پریشان نہ کر

کہ ہزار جان حافظ بفدائے تار موئے
کہ حافظ کی ہزار جانیں ایک بال پر قربان ہیں

بگرفت کار حسنت چوں عشق من کمالے
تیرے حسن کے کام نے بھی میرے عشق کی طرح کمال حاصل کر لیا ہے

خوش باش ز آنکہ نبود ایں ہر دو را زوالے
خوش رہ، اس لیے کہ ان دونوں کو زوال نہیں ہوگا

در وہم می نگنجد کاندر تصور عقل
یہ بات وہم میں بھی نہیں آتی ہے کہ عقل کے تصور میں

آید بہیچ معنی زیں خوب تر مثالے
کسی اعتبار سے بھی اس سے بہتر تصویر آسکے گی

شد حظ عمر حاصل گر زانکہ با تو مارا
زندگی کا لطف ملا، اگر ہمیں تجھ سے

یکدم بعمر روزے روزی شود وصالے
زندگی میں کسی دن تھوڑی سی دیر کے لیے بھی وصل میسر آجائے

آندم کہ با تو باشم یکسال ہست روزے
جس وقت میں تیرے ساتھ ہوتا ہوں ایک سال ایک دن ہوتا ہے

و آندم کہ بے تو باشم یک روز ہست سالے
اور جس وقت تیرے بغیر ہوتا ہوں ایک دن ایک سال ہوتا ہے

من چوں خیال رویت جاناں بخواب بینم
اے جاناں! میں تیری خیالی تصویر کو خواب میں کس طرح دیکھوں؟

کز خواب می نہ بیند چشمم بجز خیالے
اس لیے کہ میری آنکھیں سوائے خیالی نیند کے اور کچھ نہیں دیکھتی ہیں

رحم آر بر دل من کز مہر روئے خوبت
میرے دل پر رحم کر، اس لیے کہ تیرے حسین چہرے کی محبت سے

شد شخص ناتوانم باریک چوں ہلالے
میرا کمزور جسم ہلال کی طرح باریک ہو گیا ہے

حافظ مکن شکایت گر وصل یار خواہی
اے حافظ! اگر تو وصل یار چاہتا ہے شکایت نہ کر

زیں بیشتر بباید بر ہجر احتمالے
ہجر کا اس سے بھی زیادہ احتمال ہے

بلبل ز شاخ سرو بگلبانگ پہلوی
بلبل نے سرو کی شاخ سے فارسی میں

میخواند دوش درس مقامات معنوی
کل، معنوی مقامات کا سبق پڑھ رہی تھی

یعنی بیا کہ آتش موسیٰ نمود گل
یعنی آجا اس لیے کہ پھول نے موسیٰ کی آگ دکھا دی ہے

تا از درخت نکتہ تحقیق بشنوی
تاکہ تو درخت سے، تحقیق کا نکتہ

مرغان باغ قافیہ سنجند و بذلہ گو
باغ کے پرندے، قافیہ سنج، اور بذلہ گو ہیں

تا خواجہ مے خورد بغزلہائے پہلوی
تاکہ خواجہ فارسی غزلوں کے ساتھ شراب پئے

۱ شعر

۲ تیرا حسن اور میرا
عشق دونوں کمل ہیں
ان دونوں کو زوال نہیں ہوگا۔
۳ اگر ایک لمحہ بھی وصل
میسر آجائے تو زندگی
کا لطف حاصل ہو سکے

۴ شعر

چونکہ
میری آنکھیں
نیند سے نا آشنا
ہیں لہذا میں تجھے خواب
میں کیسے دیکھ سکتا
ہوں۔

۵ بلبل سرو کی شاخ
پر صدا دے رہی تھی کہ
پھول نے آتش
موسوی کو ظاہر
کر دیا ہے۔ حضرت
موسیٰ آگ کو دیکھ کر
آگے بڑھے تو صدا
درخت سے آئی تھی کہ میں خدا
ہوں۔

جمشید جز حکایتِ جام از جہاں نبرد
جمشید دنیا سے، جام کے قصے کے سوا کچھ نہ لے گیا

زنہار دل مبند بر اسبابِ دنیوی
خبردار، دنیوی اسباب سے دل نہ جوڑ

خوش فرشِ بوریا و گدائی و خوابِ امن
بوریئے کا فرش، اور گدائی اور اطمینان کی نیند خوب ہے

کایں عیش نیست در خورِ اورنگِ خسروی
اس لیے کہ یہ عیش شاہی تخت کے بھی لائق نہیں ہے

درویشم و گدا و برابر نمی کنم
میں درویش ہوں اور گدا ہوں اور برابر نہیں کرتا ہوں

پشمیں کلاہِ خویش بصد تاجِ خسروی
اپنی کمبل کی ٹوپی کے، سو شاہی تاجوں کو

ایں قصہ عجب شنو از بختِ واژگوں
یہ عجب قصہ سن، اوندھے نصیب کی وجہ سے

ما را بکشت یار بانفاسِ عیسوی
عیسوی سانسوں سے، ہمیں دوست نے قتل کر دیا

چشمت بغمزہ خانۂ مردم خراب کرد
تیری آنکھوں نے، ادا سے لوگوں کے گھر برباد کر دیئے

مخموریت مباد کہ خوش مست میروی
تجھے اعضا شکنی نہ ہو کیونکہ تو بہت مست ہو کر چلتا ہے

دہقانِ سالخوردہ چہ خوش گفت با پسر
بڈھے کاشتکار نے لڑکے سے کیا اچھی بات کہی

کاے نورِ چشمِ من بجز از کشتہ ندروی
اے میرے نورِ چشم! بوتے ہوئے کے سوا کچھ نہ کاٹے گا

مے خور بشعرِ بندہ کہ دلتنگیت مباد
بندے کے اشعار پر شراب پی، خدا کرے تجھے دل تنگی نہ ہو

بعد از تو خاک بر سرِ اسبابِ دنیوی
تیرے بعد، دنیا کے اسباب کے سر پر خاک

ساقی مگر وظیفۂ حافظ زیادہ داد
شاید ساقی نے، حافظ کو زیادہ مقدار دیدی

کاشفتہ گشت طرۂ دستارِ مولوی
اس لیے، کہ مولوی کی پگڑی کا طرّہ بگڑ گیا

بگردِ مہ ز عنبر خط کشیدی
تو نے چاند کے چاروں طرف عنبر کا خط کھینچا

دو ہفتہ ماہ را در خط کشیدی
چودھویں کے چاند کو، تو نے غلام بنا لیا

عطارد را اگر خواہی خط آموخت
تو شاید تو عطارد کو لکھنا سکھاتے ہو؟

کہ بر سطحِ قمر سرِ خط کشیدی
اس لیے کہ تو نے چاند پر نقشے کھینچے ہیں

بہ نازی خارِ غم آں لحظہ گل را
پھول پر، تو نے اس وقت غم کا کانٹا چبھو یا

کہ چوں لالہ ز عنبر خط کشیدی
جبکہ لالہ کی طرح، تو نے عنبر کا خط کھینچا

گر افسونِ تبِ عشقم نہ کردی
اگر تو نے میرے عشق کے بخار کا تعویذ نہیں کیا ہے

چرا بر گردِ عنبر خط کشیدی
تو تو نے، عنبر کی گرد پر خط کیوں کھینچا ہے؟

غمِ دردِ دلِ حافظ نداری
تجھے حافظ کے دل کے درد کا غم نہیں ہے

کہ گردِ روئے دلبر خط کشیدی
اس لیے کہ تو نے دلبر چہرے کے گرد خط کھینچا ہے

بتلبا ما گذار ایں کینہ داری
اے محبوب ہم سے یہ کینہ پروری چھوڑ دے

کہ حقِ صحبتِ دیرینہ داری
کیونکہ، تجھ پر قدیم دوستی کا حق ہے

سہ آرام کی نیند جس طرح بوریئے پر فقیری میں آتی ہے بادشاہی میں وہ میسر نہیں ہے
سے حالانکہ عیسیٰ کے سانس سے مُردے زندہ ہوتے تھے۔
سے حافظ کو آج شراب مقدار سے زیادہ مل گئی ہے اسی لیے دستار بگڑ گئی ہے۔
سے محبوب کو بناؤ سنگھار سے ایسا حسین ہوگیا ہے کہ اس نے چودھویں رات کے چاند کو محکوم بنالیا ہے اور خط کشیدہ یعنی محکوم ساختن۔
سے عطارد کو آسمان کا منشی مانا گیا ہے عطارد نے اس کو خط سکھانے کے لیے چاند پر نقشے کھینچ دیے ہیں۔
سے اشتیاق و عنبر سے تو نہ سمجھے جاتے تھے۔

نصیحت گوش کن کایں دُر بسے بہ
نصیحت سن لے، اس لیے کہ یہ موتی بہت بہتر ہے

ازآں گوہر کہ در گنجینہ داری
اس موتی سے، جو تو خزانہ میں رکھتا ہے

بفریادِ خمارِ مُفلساں رس
مُفلسوں کے خمار کی فریاد رسی کر

خدارا اگر مے دوشینہ داری
خدا کیلئے، اگر تیرے پاس رات کی بچی ہوئی شراب ہے

ولیکن کے نمائی رُخ بِرِنداں
لیکن تو رندوں کو چہرہ کب دکھا سکتا ہے!

تو کز خورشید و مہ آئینہ داری
چونکہ تو آفتاب اور ماہتاب کا آئینہ رکھتا ہے

بدِ رنداں مگوا ے شیخ ہشدار
اے شیخ! ہوشیار رہ، رندوں کو برا نہ کہہ

کہ با حکمِ خدائے کینہ داری
اس لیے کہ تو خدا کے حکم کے ساتھ کینہ رکھتا ہے

نمی ترسی زآہِ آتشینم
میری آتشیں آہ سے تو نہیں ڈرتا ہے

تو دانی خرقۂ پشمینہ داری
تجھے معلوم ہے، تو اونی گدڑی رکھتا ہے

ندیدم خوشتر از شعرِ تو حافظ
میں نے، اے حافظ! تیرے اشعار سے زیادہ اچھے نہیں دیکھے

بقرآنے کہ اندر سینہ داری
اس قرآن کی قسم، جو تو سینہ میں رکھتا ہے

بیار بادہ و بازم رہاں ز رنجوری
شراب لا، اور مجھے پھر رنج سے نجات دے

کہ ہم بہ بادہ تواں کرد دفعِ مخموری
اس لیے کہ اعضا شکنی کو شراب ہی سے دور کیا جا سکتا ہے

بہیچ وجہ نباشد فروغِ مجلسِ انس
محبت کی مجلس کسی طریقہ پر منور نہیں ہوتی

مگر بروئے نگار و شرابِ انگوری
محبوب کے چہرے، اور انگوری شراب کے سوا

زسحرِ غمزۂ فتانِ خویش غرہ مباش
اپنے فتنہ میں مبتلا کرنے والے ناز کے جادو پر گھمنڈ نہ کر

کہ آزمودم و سودے نداشت مغروری
اس لیے کہ میں نے آزمایا ہے اور گھمنڈ نے کوئی فائدہ نہیں دیا ہے

بیک فریب بدادم صلاحِ خویش از دست
ایک دھوکے میں میں نے اپنی نیکی ہاتھ سے دیدی

دریغ آنہمہ زہد و صلاحِ مستوری
اس تمام زہد اور گوشہ نشینی کی نیکی پر افسوس ہے

ادیبا چند نصیحت کنی کہ عشق مباز
اے ادیب! کتنی نصیحت کرے گا کہ عشق بازی نہ کر

اگرچہ نیست ادب ایں سخن چہ دستوری
اگرچہ یہ بات کہنا ادب نہیں ہے، تو کیسا آدمی ہے!

بعشق زندہ بود جانِ مردِ صاحبدل
صاحب دل انسان کی جان، عشق سے زندہ ہوتی ہے

اگر تو عشق نداری برو کہ معذوری
اگر تو عشق نہیں رکھتا ہے تو جا کیونکہ تو معذور ہے

رسید دولتِ وصل و گذشت محنتِ ہجر
وصل کی دولت آ گئی، ہجر کی مشقت گزر گئی

نہاد کشورِ دل باز رہ بمعموری
دل کے ملک نے پھر آبادی کی طرف رخ کیا ہے

بہر کسے نتواں گفت رازِ دل حافظ
اے حافظ! دل کا راز ہر کسی سے نہیں کہا جا سکتا

مگر بدانکہ کشیدہ است محنتِ دوری
سوائے اس کے جس نے فراق کی مصیبت سہی ہے

ا۔ اس قول سے یہ ہی نصیحت ہی مراد ہے
۲۔ گذشتہ رات کی بچی ہوئی شراب ہے تو اس سے مُفلسوں کے خمار کا علاج کر۔
۳۔ رندوں پر اعتراض کرنا خدائی حکم سے کینہ رکھنا ہے۔
۴۔ مجلسِ عشق محبوب کے چہرے اور انگوری شراب سے رونق بنتی ہے۔
۵۔ اگرچہ میرا یہ کہنا بے ادبی ہے لیکن تیرا بار بار عشق بازی کو ترک کرنے کی نصیحت کرنا کونسا ادب ہے۔
۶۔ شعر
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما
۷۔ دل کا راز اسی کو بتایا جا سکتا ہے جو ہجر کے مصائب جھیل چکا ہو۔

پدید آمد رسومِ بیوفائی — نماند از کس نشانِ آشنائی
بیوفائی کے نشانات ظاہر ہو گئے — کسی کی دوستی کا نشان، نہ رہا

برند از فاقہ پیشِ ہر خسیسے — کنوں اہلِ ہنر دستِ گدائی
ہر بخیل کے سامنے، فاقہ کی وجہ سے لیجاتے ہیں — اب اہلِ ہنر بھیک کا ہاتھ

کسے کو فاضل ست امروز در دہر — نمی بیند ز غم یکدم رہائی
آج جو زمانہ میں صاحبِ فضیلت ہے — غم سے تھوڑی دیر کے لیے بھی رہائی نہیں دیکھتا ہے

کسے کو جاہل ست اندر تنعم — متاعِ او بود ہر دم بہائی
جو جاہل ہے، عیش پرستی میں — اس کا سامان ہر وقت قیمتی ہے

اگر شاعر بخواند شعر چوں آب — کہ دل را زو فزاید روشنائی
اگر شاعر، پانی جیسے اشعار سنائے — جن سے دل میں نور پیدا ہو

نبخشندش جوے از بخل و امساک — اگر خود فی المثل باشد سنائی
بخل اور کنجوسی کی وجہ سے اس کو ایک جو بھی نہیں بخشیں گے — مثلاً، وہ اگر خود سنائی ہو

خرد در گوشِ ہوشم دوش میگفت — برو صبرے بکن در بینوائی
کل عقل میرے ہوش کے کان میں کہہ رہی تھی — جا، بے سروسامانی میں صبر کر

قناعت را بضاعت ساز و میسوز — دریں درد و عنا در بینوائی
صبر کو پونجی بنا لے، اور جلتا رہ — اس درد اور مشقت میں، بینوائی میں

بیا حافظ بجاں ایں پند مینوش
اے حافظ! آ جان سے یہ نصیحت سن لے
کہ گر از پا بیفتی بر سر آئی
کہ اگر تو گر جائے گا، تو سربلند ہوگا

ترا کہ ہرچہ مرادست در جہاں داری — چہ غم ز حالِ منِ زار و ناتواں داری
دنیا میں، جو تیری مرادیں ہیں تو وہ تجھے حاصل ہیں — تو مجھ لاغر، اور کمزور کے حال کا کیا غم رکھتا ہے!

بخواہ جان و دل از بندہ و رواں بستاں — کہ حکم بر سرِ آزادگاں رواں داری
بندہ سے جان اور دل طلب کر، اور فوراً لے لے — اس لیے کہ آزاد لوگوں پر تیرا حکم جاری ہے

بنوش مے چو بکروی اے حریفِ مدام — علی الخصوص دریں دم کہ سرگراں داری
اے دوست جو تو بھی مدام والا ہے ہمیشہ شراب پی — خصوصاً اب، جبکہ تو خمار میں ہے

بیاضِ روئے ترا نیست نقش در خور ازانکہ — سوادے از خطِ مشکیں در ارغواں داری
تیرے چہرے کی سفیدی کو نقش کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ — تو ارغوان میں، مشکی خط کی ایک سیاہی رکھتا ہے

میاں نداری و دارم عجب کہ ہر ساعت — میانِ مجمعِ خوباں کنی میاں داری
تو کمر نہیں رکھتا ہے، اور مجھے تعجب ہے کہ ہر وقت — حسینوں کے مجمع میں، تو سرداری کرتا ہے

مکن عتاب ازیں بیش و جور بر دلِ من — بکن ہر آنچہ توانی کہ جائے آں داری
میرے دل پر اس سے زیادہ غصہ اور ظلم نہ کر — جو کچھ تو کر سکتا ہے کر، تو اس کا حق رکھتا ہے

۱ یہ غزل زمانہ کے شکوے میں ہے یعنی دنیا میں کسی سے بھی وفا کی امید نہیں ہے۔
۲ ہر جاہل مزے اڑا رہا ہے، دنیا کا قیمتی سامان اس کو حاصل ہے۔
۳ کسی شاعر کی قدر نہیں خواہ وہ حکیم سنائی کیوں نہ ہو اس کو کوئی کوڑی نہیں دیتا ہے۔
۴ مصیبتوں کے بعد ہی سربلندی حاصل ہوتی ہے۔
۵ محبوب جبکہ بامراد ہے اس کو ہم جیسوں کی کیا پرواہ ہے۔
۶ تمام عاشق تیرے فرمانبردار ہیں جو چاہے حکم دے اگر جان مانگے گا وہ بھی تجھے دیدیں گے۔
۷ تیرا سبزہ خط بجز مشکی خط کے ہے جو سیاہ و حجاب یہ ممکن نہیں ہے کہ تیرے چہرہ پر کوئی نقش و نگار بنایا جائے اس لیے کہ سیاہی پر کوئی نقش قائم نہیں ہو سکتا ہے۔
۸ میاں داری، سرداری وہ شخص جو دو کشتی ہونے والوں کو بیچ بچاؤ کرنے کے لئے کھڑا رہتا ہے یعنی تیرے خود میاں (کمر) نہیں ہے تیرے تئیں تو میاں دار ہے۔ ۹ یعنی عتاب اور ظلم کے سوا اور جو تیرا جی چاہے وہ کر۔

باختیار گرت صد ہزار تیر جفاست
اگر تیرے اختیار میں ظلم کے لاکھ تیر ہیں
بقصدِ جانِ منِ خستہ در کماں داری
وہ میری خستہ جان کے ارادے سے تو کمان میں رکھتا ہے

بکش جفائے رقیباں مدام و دل خوش دار
ہمیشہ رقیبوں کا ظلم برداشت کر اور دل کو خوش رکھ
کہ سہل باشد اگر یارِ مہرباں داری
کیونکہ یہ آسان ہے اگر تو وفادار دوست رکھتا ہے

وصالِ دوست گرت دست می‌دہد روزے
اگر تجھے کسی دن دوست کا وصال حاصل ہو جائے
برو کہ ہر چہ مراد است در جہاں داری
تو جا کہ دنیا میں جتنی مرادیں ہیں، تجھے حاصل ہو گئیں ہیں

چو ذکرِ لعلِ لبت میکنم خرد گوید
میں جب تیرے لعل جیسے ہونٹ کا ذکر کرتا ہوں تو عقل کہتی ہے
حدیث یا شکر است اینکہ در دہاں داری
بات ہے یا شکر ہے جو تو منہ میں رکھتا ہے

چو گل بدامن ازیں باغ میبری حافظ
اے حافظ! جبکہ تو اس باغ سے دامن پھولوں سے بھر کر لیجاتا ہے
چہ غم ز نالہ و فریادِ باغباں داری
تو باغبان کے نالہ و فریاد کا کیا غم رکھتا ہے؟

تو مگر بر لبِ جوئے ز ہوس بنشینی
تو شاید ہوس کی وجہ سے نہر کے کنارے پر بیٹھتا ہے
ورنہ ہر فتنہ کہ بینی ہمہ از خود بینی
ورنہ جو فتنہ تو دیکھتا ہے خود تیری ہی وجہ سے ہے

بخدائے کہ توئی بندۂ بگزیدۂ او
تجھے اس خدا کی قسم جس کا تو برگزیدہ بندہ ہے
کہ بجائے منِ بیدل دگرے نگزینی
کہ مجھ بیدل کی بجائے دوسرے کو منتخب نہ کر

صبر بر جورِ رقیباں چہ کنم گر نکنم
اگر رقیبوں کے ظلم پر صبر نہ کروں، تو کیا کروں؟
عاشقاں را نبود چارہ بجز مسکینی
عاشقوں کے لیے مسکینی کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے

ادب و شرم ترا خسروِ مہرویاں کرد
ادب اور شرم نے تجھے ماہ رویوں کا بادشاہ بنا دیا
آفریں بر تو کہ شائستۂ صد تحسینی
تجھے شاباش ہے، کیونکہ تو سیکڑوں تعریفوں کا مستحق ہے

عجب از لطفِ تو اے گل کہ نشینی با خار
اے پھول! تیری مہربانی پر تعجب ہے کہ تو کانٹے کا ہم نشین ہے
ظاہراً مصلحتِ وقت در آں می‌بینی
بظاہر تو اس میں وقت کی مصلحت دیکھتا ہے

حیفم آید کہ خرامی بتماشائے چمن
مجھے افسوس ہوتا ہے، کہ تو چمن کی سیر کو جائے
کہ تو خوشتر ز گل و تازہ تر از نسرینی
اس لیے کہ تو پھول سے زیادہ حسین اور نسرین سے زیادہ تازہ ہے

گر امانت بسلامت ببرم باکے نیست
اگر میں امانت کو صحیح و سالم لیجاؤں تو پھر پرواہ نہیں ہے
بیدلی سہل بود گر نبود بیدینی
بیدل ہونا آسان ہے، اگر بے دینی نہ ہو

بادِ صبحی بہوایت ز گلستاں برخاست
صبح کی ہوا، تیری محبت میں باغ سے اٹھی
کہ تو خوشبو چو گلِ سوری و چوں نسرینی
چونکہ تو گل سوری اور نسرین کی طرح خوشبودار ہے

سخنِ بیغرض از بندۂ مخلص بشنو
بے غرض بات، مخلص خادم سے سن
اے کہ منظورِ بزرگانِ حقیقت بینی
اے وہ کہ تو حقیقت شناس بزرگوں کا منظور نظر ہے

نازنینے چو تو پاکیزہ رخ و پاک نہاد
تجھ جیسا پاکیزہ رخ، اور پاک باطن نازنین
بہتر آنست کہ با مردمِ بد ننشینی
بہتر یہ ہے، کہ تو بروں کے ساتھ نہ بیٹھے

سلہ اگر دوست راضی ہو تو رقیبوں کے ظلم سہنے آسان ہوتے ہیں۔
سلہ تو حسن کے نظارے کے لیے دریا کے کنارے کیوں جاتا ہے تو خود اس قدر حسین ہے کہ سب فتنے اس سے پیدا ہوتے ہیں۔

شعر

سلہ عاشق رقیبوں کا ظلم سہنے پر مجبور ہے۔
سلہ گل سے محبوب اور خار سے رقیب مراد ہے۔
سلہ امانت سے صلاحیت ایمان مراد ہے جس کا ذکر انا عرضنا الامانۃ میں کیا گیا ہے یعنی انسان بیدل ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے بے دینی بری چیز ہے۔
سلہ سخن بے غرض کی تشریح اگلے شعر کے دوسرے مصرع میں ہے۔

شیشه بازی سرشکم نگری از چپ و راست — گر بدین منظر بینش نفسی بنشینی
دائیں بائیں سے تو میرے آنسوؤں کی شیشہ بازی دیکھے گا — اگر تو اس بینائی کے منظر میں تھوڑی دیر کے لئے بیٹھے گا

بعد ازیں ما و گدائی بسر منزل عشق — راهرو را نبود چاره بجز مسکینی
اس کے بعد ہم ہوں گے اور عشق کی منزل کی فقیری ہوگی — مسافر کے لئے مسکینی کے سوا چارہ نہیں ہے

تو بدین دلکشی و نازکی ای مایهٔ حسن — لایق بزمگه خواجه جلال الدینی
اے حسن کے سرمایہ! تو اس دلکشی اور نزاکت کے ساتھ — خواجہ جلال الدین کی مجلس کے لائق ہے

سیل این اشک روان صبر دل حافظ برد
ان جاری آنسوؤں کا بہاؤ حافظ کے صبر کو بہا لے گیا

بَلَغَ الطَّاقَةُ یا مُقْلَةَ عَیْنِی بِیْنِی
قوت ختم ہو گئی، اے میری آنکھ کی پتلی! تو جدا ہو جا

جان فدای تو که هم جانی و هم جانانی — هر که شد خاک در تو رست ز سرگردانی
جان تجھ پر قربان، کہ تو جان بھی ہے اور جاناں بھی ہے — جو تیرے در کی خاک بن گیا پریشانی سے نجات پا گیا

سر تری از سر کوی تو نیارم برخاست — کار دشوار نگیرند بدین آسانی
میں تیرے کوچہ سے آسانی سے نہیں اٹھ سکتا — اس آسانی سے دشوار کام نہیں کرتے ہیں

خام را طاقت پروانهٔ پرسوخته نیست — نازکان را نرسد شیوهٔ جان افشانی
خام کار میں پر جلے ہوئے پروانہ کی طاقت نہیں ہے — جان قربان کرنا نازک لوگوں کا شیوہ نہیں ہے

بی تو آرام گرفتن بود از ناکامی — با تو گستاخ نشستن بود از حیرانی
تیرے بغیر آرام کرنا ناکامی ہے — تیرے پاس گستاخی سے بیٹھنا حیرانی ہے

فاش کردند رقیبان تو سر دل من — چند پوشیده بماند خبر پنهانی
تیرے رقیبوں نے میرے دل کا راز ظاہر کر دیا — چھپی ہوئی خبر، کب تک چھپ سکتی ہے؟

تا بماند تر و شاداب نهال قد تو — واجب آنست که بر دیدهٔ ما بنشانی
تاکہ تیرے قد کا پودا تر اور شاداب رہے — مناسب یہ ہے کہ تو ہماری آنکھوں پر لگا دے

در خم زلف تو دیدم دل خود را روزی — گفتمش چونی و چون میرهی ای زندانی
میں نے ایک دن اپنے دل کو تیری زلف کے پیچ میں دیکھا — میں نے اس سے کہا، تو کیا ہے اے قیدی! کیسے چھوٹے گا؟

گفت آری چه کنی گر نبری رشک من — هر گدا را نبود مرتبهٔ سلطانی
وہ بولا، ہاں تو کیا کرے اگر مجھ پر رشک نہ کرے — ہر فقیر کو بادشاہی کا مرتبہ حاصل نہیں ہوتا ہے

راستی حد تو حافظ نبود صحبت ما
سچ تو یہ ہے، اے حافظ! تیرا رتبہ ہماری صحبت کے لائق نہیں ہے

بس اگر بر سر این کوی کنی سگبانی
یہی کافی ہے اگر تو اس کوچہ کے کتوں کی نگرانی کرے

جای حضور و گلشن امنست این سرای — زین در بشادمانی و عیش و طرب درآی
یہ گھر حاضری کی جگہ اور امن کا باغ ہے — اس دروازہ سے خوشی اور عیش اور مستی میں داخل ہو

۱؎ شیشہ بازی، رقاصی کا ایک طریقہ ہے جس میں گلاب اور شراب سے شیشہ بھر کر سر پر رکھ کر ناچتے ہیں اور شیشہ کو سر سے نہیں گرنے دیتے یعنی تو میرے آنسوؤں کا رقص دیکھے گا۔

۲؎ جلال الدین شاہ شجاع کا وزیر تھا جو حافظ کا ممدوح ہے۔

۳؎ تیرے در سے آسانی سے اٹھنا ممکن نہیں ہے یعنی مشکل کام ہے اور مشکل کام آسانی سے کوئی نہیں کرتا مجبوراً کرنا پڑتا ہے۔

۴؎ معشوق کے بغیر آرام سے رہنا ناکامی کی دلیل ہے، تیرے سامنے بے ادبی سے بیٹھنا حیرانی کی بات ہے

۵؎ سرو شمشاد نہروں کے کنارے پر بڑھتا جاتا ہے۔

۶؎ جب تو نے دل کو زلف میں پھنسا ہوا دیکھ کر کہا تو اس قید سے نجات نہ پا سکے گا تو وہ بولا تو مجھ پر رشک کر رہا ہے، جو کچھ یہ رتبہ تجھے حاصل نہیں ہے۔

اے کاخِ دولت تو چہ کاخے اُمید رست
اے محل تیری دولت کا محل کیسا محل ہے کہ دلکش ہے!

در شاخسارِ گلشنِ تو سایۂ ہمائے
تیرے باغ کی شاخوں میں، کسی ہما کا سایہ

ہر صبح ذرہ ہوائے درت میکند صبوح
تیرے دروازے کی خواہش میں ہر صبح کو صبوحی پیتا ہے

جمشیدِ تختِ چرخ بجامِ جہاں نمائے
جام جہاں نما کے ذریعہ آسمان کے تخت کا جمشید

بادِ تو ہمچو آتشِ موسیٰ خجستہ پے
تیری ہوا، موسیٰ کی آگ کی طرح مبارک قدم ہے

خاکِ تو ہمچو آبِ خضر زندگی فزائے
تیری خاک آبِ خضر کی طرح زندگی بڑھانیوالی ہے

فرخندہ نوگلِ تو چمن را حیات دہ
تیرا مبارک، تازہ پھول چمن کو زندگی عطا کرنیوالا ہے

جعدِ بنفشۂ تو صبا را گرہ کشائے
تیرے بنفشہ کے گھنگریالے بال صبا کی گرہ کھولنے والے ہیں

مرغولِ سنبل از دمِ کوئے تو خوش نسیم
سنبل کے بل دار بال تیرے کوچہ کی ہوا سے خوشبودار ہیں

زلفِ صبا ز خاکِ جنابِ تو مشکسائے
صبا کی زلف تیرے دربار کی خاک سے مشکبار ہے

خورشید در ہوائے تو چوں ذرہ پائے کوب
آفتاب تیری محبت میں ذرہ کی طرح ناچ رہا ہے

جمشید در حریمِ تو چوں بندگاں بپائے
جمشید تیرے احاطہ میں غلاموں کی طرح کھڑا ہے

حافظ مقیمِ درگہِ او باش و عیش کن
اے حافظ! اس کے دربار میں مقیم ہوجا، اور عیش کر

کاندر بہشت بہتر ازیں گوشہ نیست جائے
اس لیے کہ اس گوشہ سے بہتر بہشت میں بھی جگہ نہیں ہے

چو سرو گر بخرامی دمے بگلزارے
اگر تو تھوڑی دیر کے لیے، باغ میں سرو کی طرح ٹہلے

خورد ز غیرتِ روئے تو ہر گلے خارے
تو تیرے چہرہ کی غیرت سے ہر پھول خار کھائے

ز کفرِ زلفِ تو ہر حلقہ ہو آشوبے
تیری زلف کے کفر کی وجہ سے ہر حلقہ میں ایک فتنہ ہے

ز سحرِ چشمِ تو ہر گوشۂ و بیمارے
تیری آنکھ کے جادو سے، ہر گوشے میں ایک بیمار ہے

نثارِ خاکِ رہت نقدِ جانِ ما ہر چند
تیرے راستہ کی خاک پر ہماری نقدِ جان قربان ہے اگرچہ

کہ نیست نقدِ رواں را بر تو مقدارے
جان کی نقدی کی تیرے یہاں کوئی قدر نہیں ہے

مرو چو بختِ من اے چشمِ مستِ یار بخواب
اے یار کی مست آنکھ! میرے نصیب کی طرح نہ سو

کہ در پے ست ز ہر سوت آہ و بیدارے
اس لیے کہ ہر جانب سے ایک بیدار کی آہ تیرے پیچھے ہے

دلا ہمیشہ مزن لافِ زلفِ دلبنداں
اے دل! ہمیشہ حسینوں کی زلف کی ڈینگیں نہ مار

چو تیرہ رائے شدی کے کشایدت کارے
جب تو تاریک رائے ہوگیا پھر تیرے کام کی کشائش کب ہے

سرم برفت و زمانے بسر نرفت ایں کار
میرا سر چلا گیا، اور یہ کام ایک زمانہ تک سرانجام کو نہ پہنچا

دلم گرفت و نبودت سرِ گرفتارے
میرا دل رنجیدہ ہوگیا، اور تجھے گرفتار کا خیال نہ آیا

چو نقطہ گفتمش اندر میانِ دائرہ آئے
میں نے اس سے کہا، نقطہ کی طرح دائرے کے درمیان آجا

بخندہ گفت کہ حافظ برو چو پرگارے
اس نے ہنس کر کہا کہ اے حافظ پرکار کی طرح چکر کاٹ

ا؎ اس محل کے گلستاں کی شاخوں کا جن پر سایہ پڑجاتے ہما کو سلطنت حاصل ہے، یعنی ہما کے سایہ کی تاثیر ہے۔
۲؎ آفتاب ہر روز صبح کو تیرے در کی تمنا میں صبوحی کے جام پیتا ہے۔
۳؎ جس طرح حضرت موسیٰ کی آگ بابرکت ثابت ہوئی اسی طرح تیری ہوا بابرکت ہے
۴؎ نوگل سے رخسارہ اور بنفشہ سے محبوب کی زلف مراد ہے۔
۵؎ ذرہ کو آفتاب کا عاشق مانا جاتا ہے آفتاب تیرے در کا عاشق ہے۔
۶؎ محبوب کے در بار بہشت سے بھی زیادہ بہتر ہے۔
۷؎ تیری زلف کے ہر حلقہ نے ایک فتنہ پیدا کر رکھا ہے تیری آنکھ کا ہر جانب ایک بیمار پڑا ہے۔
۸؎ چونکہ بیداروں کی آہیں تیرے پیچھے ہیں لہذا غافل سونا مناسب نہیں ہے
۹؎ میں نے اس سے کہا تو عاشقوں کے لیے اس طرح بن جس طرح دائرہ میں نقطہ ہوتا ہے۔
۱۰؎ اس نے کہا تو پرکار کی طرح دور دور گھومتا رہ۔ نقطہ دائرہ میں گھر بنا ہوتا ہے۔

چوں در جہانِ خوبی امروز کامگاری
چونکہ تو آج حسن کی دنیا میں کامیاب ہے

شاید کہ عاشقاں را کامے زلب برآری
مناسب ہے کہ عاشقوں کا کچھ مقصد ہونٹوں سے پورا کردے

با عاشقانِ بیدل تا چند ناز و عشوہ
بے دل عاشقوں سے، ناز و ادا کب تک کرے گا؟

بر بیدلانِ مسکیں تا کے جفا و خواری
بیدل مسکینوں پر ظلم اور ذلت کب تک رکھے گا؟

تا چند ہمچو چشمت در عینِ ناتوانی
تیری آنکھوں کی طرح میں کب تک عین ناتوانی میں رہوں گا؟

تا چند ہمچو زلفت در تاب و بیقراری
تیری زلفوں کی طرح کب تک پیچ و تاب اور بیقراری میں رہوں گا؟

جورے کہ از تو دیدم دردے کہ از تو بردم
تیرا جو ظلم میں نے دیکھا، تیرا جو درد میں نے اٹھایا

گر شمہٴ بدانی شاید کہ رحمت آری
اگر اس کا تھوڑا سا بھی تو جان جائے، شاید تو رحم کرے

از بادہٴ وصالت گر جرعہٴ بنوشم
اگر تیرے وصل کی شراب کا ایک گھونٹ میں پی لوں

تا زندہ ام نورزم آئینِ ہوشیاری
جب تک زندہ رہوں ہوش کا طریقہ نہ اختیار کروں

در ہجر ماندہ بودم بادِ صبا رسانید
میں ہجر میں تھک گیا تھا۔ بادِ صبا نے پہونچا دی

از بوستانِ وصلت بوئے امیدواری
امید کی خوشبو، تیرے وصل کے باغ سے

ما بندہ ایم و عاجز تو خواجہ و قادر
ہم غلام ہیں اور عاجز۔ تو آقا ہے، اور قادر

گر میکشی بزورم ور میکشی بزاری
خواہ مجھے زور سے کھینچ لے، خواہ مجھے بری طرح سے مار ڈالے

دُکانِ عاشقی را بسیار مایہ باید
عاشقی کی دکان کے لیے، بہت سرمایہ چاہیے

دلہائے ہمچو آتش چشمانِ رودباری
آگ جیسے دل۔ نہروں جیسی آنکھیں

گرچہ ببوئے وصلت در حشر زندہ گردم
اگرچہ تیرے وصل کی خوشبو سے میں حشر میں زندہ ہو جاؤں گا

سر بر نیارم از خاک از روئے شرمساری
شرمندگی کی وجہ سے، مٹی سے سر نہ اٹھاؤں گا

آخر ترحمے کن بر حالِ زارِ حافظ
حافظ کے حالِ زار پر، آخر کچھ رحم کر

تا چند نا اُمیدی تا چند خاکساری
ناامیدی کب تک۔ خاکساری کب تک؟

چہ بودے ار دلِ آں ماہ مہرباں بودے
اگر اس چاند کا دل۔ مہربان ہوتا تو کیا اچھا ہوتا

کہ کارِ ما نہ چنیں بودے ار چناں بودے
اگر ایسا ہوتا، تو ہمارا کام ایسا نہ ہوتا

بگفتمے کہ چہ ارزد نسیمِ طرّہٴ دوست
میں بتاتا کہ دوست کی زلف کی نسیم کس قیمت کی ہے

گرم بہر سر موئے ہزار جاں بودے
اگر میرے ہر بال میں، ہزار جانیں ہوتیں

براتِ خوشدلیِ ما چہ کم شدے یارب
اے خدا کیا کمی آجاتی، ہماری خوشدلی کی دستاویز کو؟

گرش نشانِ اماں از یدِ زماں بودے
اگر زمانہ کے ہاتھ سے امان کا نشان ملتا

گرم زمانہ سرافراز داشتے و عزیز
اگر زمانہ مجھے سربلند، اور باعزت رکھتا

سریرِ عزتم آں خاکِ آستاں بودے
اس در کی خاک، میری عزت کا تخت ہوتی

خیال اگر نشدے سدِ آبِ دیدہٴ من
اگر تیرا خیال، میری آنکھوں کے پانی کی روک نہ ہوتا

ہزار چشمہ بہر گوشہ رواں بودے
ہر طرف ہزاروں چشمے، رواں ہو جاتے

ا؎ تیری وجہ سے جن جن تکالیف میں مبتلا ہوں اگر تجھے ان کا علم ہو جائے تو تجھے ترس آنے لگے

۲؎ تیرے وصل کی شراب کا ابدی نشہ ہوگا جس سے کبھی ہوش میں نہ آؤں گا

۳؎ عاشقی کی دکان کا سرمایہ آگ جیسے دل اور دریا جیسی آنکھیں ہیں۔

۴؎ حشر میں تیرے وصل کی خوشبو سے زندہ ہو جاؤں گا لیکن شرمساری کی وجہ سے قبر سے سر باہر نہ نکالوں گا۔

۵؎ یعنی اگر اس کی مہربانی ہوتی تو ہم اس قدر تکالیف میں نہ ہوتے۔

۶؎ کیا کروں صرف ایک جان ہے اگر ہر بال میں ہزاروں جانیں ہوتیں تب بتاتا کہ اس کی زلف کی خوشبو کی کیا قیمت ہے یعنی وہ سب اس پر قربان کر دیتا۔

۷؎ برات، دستاویز یعنی اگر ہماری خوشدلی کی دستاویز پر زمانہ سے امن کے دستخط ہوتے تو اے خدا تیرے یہاں کیا کمی آجاتی۔

۸؎ میرے لیے وجہ عزت یہی ہے کہ مجھے تیرے در کی خاک کا تخت میسر آجائے۔

کسے بکوئے ویم کاشکے نشاں دادے
کوشش! کوئی مجھے اس کے کوچہ کا پتہ بتا دیتا

کہ تا فراغتے از باغ و بوستاں بودے
تاکہ باغ اور چمن سے کچھ فراغت ہو جاتی

بُرخ چو مہر فلک بے نظیر آفاق ست
دور خسار کے اعتبار سے آسمان کے سورج کی طرح دنیا میں بے مثال ہے

بدل دریغ کہ یک ذرہ مہرباں بودے
افسوس، دل کے اعتبار سے اگر ذرہ برابر مہربان ہوتا!

زپردہ کاش بروں آمدے چو قطرۂ اشک
کاش وہ پردے سے آنسوؤں کے قطرے کی طرح باہر آتا

کہ بر دو دیدۂ ما حکمِ او رواں بودے
تاکہ ہماری دونوں آنکھوں پر اس کا حکم جاری ہوتا

اگرنہ دائرۂ عشق راہ بربستے
اگر عشق کا دائرہ راستہ بند نہ کرتا

چو نقطہ حافظ بیدل نہ درمیاں بودے
تو حافظ بے دل، نقطہ کی طرح اس کے درمیان ہوتا

چہ قامتے کہ زسرتاقدم ہمہ جانی
کیا قد ہے کہ سر سے پیر تک سب جان ہے

چہ صورتے کہ بہیچ آدمی نمی مانی
کیا صورت ہے کہ تو کسی آدمی کے مشابہ نہیں ہے!

نہ صورتی کہ گلِ گلستانِ فردوسی
صورت نہیں ہے، بلکہ تو جنت کے باغ کا پھول ہے

نہ قامتی کہ سہی سروِ باغ و بستانی
قد نہیں ہے، بلکہ تو باغ اور بستان کا سرو سہی ہے

بسے حکایتِ حسنت شنیدہ ام جاناں
اے جاناں! میں نے تیرے حسن کے بہت قصے سنے ہیں

کنوں کہ دیدمت الحق ہزار چندانی
اب جبکہ میں نے تجھے دیکھا، یقیناً تو ہزار گنا ہے

تنم چو چشمِ تو دارد نشانِ بیماراں
میرا جسم، تیری آنکھ کی طرح، بیمار دکھائی دیتا ہے

دلم چو زلفِ تو دارد سرِ پریشانی
میرا دل، تیری زلف کی طرح، پریشان ہے

زجستجوئے تو ننشینم ارچہ ہر نفسم
میں تیری طلب نہ چھوڑوں گا، اگرچہ مجھے ہر سانس میں

میانِ خونِ دل و آبِ دیدہ بنشانی
تو دل کے خون، اور آنکھ کے آنسوؤں میں بٹھائے

زخاکِ پائے عزیزِ تو سرنہ گردانم
تیرے پیر کی مقدس خاک سے میں سر گردانی نہ کروں گا

گرم زدستِ فراقت بسر بگردانی
اگرچہ تو فراق کے ہاتھوں، مجھے سر گرداں کرے

تو چوں سپہرِ جفا پیشۂ و احوالم
تو آسمان کی طرح ظلم پیشہ ہے، اور میرے احوال نے

چو روزگار نہادست رُو بویرانی
زمانہ کی طرح، ویرانی کا رخ کیا ہے

زروئے لطف و ترحم چرا نہ بخشائی
تو از روئے مہربانی اور رحم، بخشش کیوں نہیں کرتا ہے؟

چو دردو محنتِ حافظ یقیں ہمیدانی
جبکہ تو حافظ کے درد اور مشقت کو یقین سے جانتا ہے

خوشتر از کوئے خرابات نباشد جائے
شرابخانہ کے کوچہ سے بہتر کوئی جگہ نہ ہوگی

گر بہ پیرانہ سرم دست دہد ماوائے
اگر بڑھاپے میں، مجھے کوئی ٹھکانا میسر آ جائے

آرزو میکندم از تو چہ پنہاں دارم
میری آرزو ہے، تجھ سے کیا چھپاؤں،

شیشۂ بادہ و کنجے و رخ زیبائے
شراب کی بوتل، اور گوشہ، اور تیرا رخ زیبا

اس لیے کہ محبوب کا کوچہ باغ و بوستاں سے بہتر ہے۔
حافظ کو موقع نہیں ملا ورنہ وہ دائرۂ عشق کا مرکز ہوتا۔
اس قدر حسین قد ہے کہ سر سے قدم تک جانِ عاشقاں ہے۔
میں نے تیرے حسن کے بہت قصے سُنے تھے لیکن جب دیکھا تو ان سے ہزار گنا زیادہ پایا۔
اگرچہ میرا دل خون شدہ اور آنکھیں اشکبار ہیں لیکن میں تیری طلب سے دست کش نہ ہوں گا۔
آسمان ظلم میں، اور زمانہ ویرانی میں ضرب المثل ہے۔
جب کسی کے درد اور مشقت کا یقین ہو جاتا ہے تو رحم آ ہی جاتا ہے۔
بڑھاپے میں اگر خرابات کا گوشہ مل جائے تو اس سے بہتر کوئی ٹھکانا نہ ہوگا۔
تو حالِ دل سے واقف ہے تجھ سے کوئی تمنا چھپانی مناسب نہیں ہے۔ میری آرزو ہے کہ گوشۂ تنہائی، شیشۂ شراب اور تیرا چہرہ مل جائے۔

جائے من دیرِ مُغانست و مُروّج وطنے
میری جگہ دیرِ مغاں ہے، اور یہ ایک مروّج وطن ہے

رأیِ من روئے بُتانست و مبارک رائے
میری رائے معشوقوں کا چہرہ ہے اور یہ مبارک رائے ہے

چہ کنی گوش کہ در دہر چو من شیدا نیست
کیا سنتا ہے، کہ زمانہ میں مجھ جیسا شیدا کوئی نہیں ہے

نیست ایں جز سخنِ بوالہوسے رعنائے
یہ محض ایک بوالہوس، احمق کی بات ہے

صنما غیرِ تو در خاطرِ ما کے گنجد
اے صنم! تیرا غیر ہمارے دل میں کب سما سکتا ہے

کہ مرا نیست بغیر از تو زکس پروائے
اس لیے کہ مجھے تیرے سوا کسی کی پرواہ نہیں ہے

بادب باش کہ ہرگز نتواند گفتن
باسلیقہ بن، اس لیے کہ ہرگز نہیں بتا سکتا ہے

سخنِ دیر مگر برہمنے دانائے
بتخانہ کی بات، سوائے عقلمند برہمن کے

رحم کن بر دلِ مجروحِ خرابِ حافظ
حافظ کے تباہ زخمی دل پر رحم کر

زانکہ ہست از پئے امروز یقیں فردائے
اس لیے کہ آج کے بعد یقیناً ایک کل ہے

خوش کرد یاوری فلکت روزِ داوری
آسمان نے انصاف کے دن تیری اچھی مدد کی

تا شکر چوں کنی و چہ شکرانہ آوری
دیکھیے تو کس طرح شکر کرتا ہے، اور کیا شکرانہ لاتا ہے؟

در کوئے عشق شوکتِ شاہی نمی خرند
عشق کے کوچہ میں شاہی دبدبہ نہیں خریدتے ہیں

اقرارِ بندگی کن و دعوائے چاکری
غلامی کا اقرار، اور نوکری کا دعویٰ کر

آنکس کہ او فتاد خدایش گرفت دست
جو شخص گرا، خدا نے اس کا ہاتھ پکڑا

پس بر تو باد تا غمِ افتادگاں خوری
پس تیرا فرض ہو، کہ گرے ہوؤں کا غم کھائے

ساقی بمژدگانیِ عیش از درم در آی
اے ساقی عیش کی خوشخبری کے انعام میں تو میرے دروازے سے آ

تا یکدم از دلم غمِ دنیا بدر بری
تاکہ تھوڑی دیر کے لیے میرے دل سے دنیا کے غم کو نکال دے

در شاہراہِ جاہ و بزرگی خطر بسے ست
مرتبہ اور بڑائی کے راستہ میں بہت خطرے ہیں

آں بہ کزیں گریوہ سبکبار بگذری
یہ بہتر ہے کہ اس ٹیلہ سے تو ہلکا پھلکا گزرے

سلطان و فکرِ لشکر و سودائے تاج و گنج
بادشاہ ہے اور لشکر کا فکر اور تاج اور خزانے کا جنون

درویش و امنِ خاطر و کنجِ قلندری
درویش ہے اور اطمینانِ خاطر اور فقیری کا گوشہ

نیلِ مراد بر حسبِ فکر و ہمت ست
مقصد کا حصول، فکر اور ہمت کے موافق ہے

از شاہ نذرِ خیر و ز توفیق یاوری
بادشاہ کی جانب سے نذر، خیر ہے اور توفیق کی جانب سے مدد

یک حرفِ صوفیانہ بگویم اجازت ست
میں ایک صوفیانہ بات کہتا ہوں، اجازت ہے؟

اے نورِ دیدہ صلح بہ از جنگ و داوری
اے نورِ چشم! صلح، لڑائی اور شاہی سے بہتر ہے

گر بر حسابِ روزِ جزا مطلع شوی
اگر تو جزا کے دن کے حساب سے باخبر ہو جائے

درویشی اختیار کنی بر توانگری
مالداری سے، درویشی کو پسند کرے

حافظ غبارِ فقر و قناعت ز رخ مشوی
اے حافظ! قناعت اور فقر کا غبار منہ پر سے نہ دھو

کایں خاک بہتر از عملِ کیمیاگری
اس لیے کہ یہ خاک کیمیاگری کے عمل سے بہتر ہے

[1] یہ بات سننے کے قابل نہیں ہے یہ تو کوئی بوالہوس ہی کہہ سکتا ہے کہ میں ہی تیرا شیدائی ہوں تیرے تو لاکھوں شیدائی ہیں۔

[2] دیر کے راز برہمن ہی بتا سکتا ہے اس سے معلوم کرنے چاہئیں۔

[3] یہ کل سے مراد قیامت ہے یعنی تو رحم کریگا تو کل تیرے اوپر رحم ہوگا۔

[4] یہ عشق کے کوچہ میں شاہی دبدبہ کام نہیں دیتا ہے، وہاں غلامی اور انکساری کام آتی ہے۔

[5] یہ دنیاوی جاہ اور بزرگی میں بہت خطرے ہیں اس لیے مناسب ہے صبر و رضا و قناعت اختیار کی جائے۔

[6] شعر [illegible]

در ہمہ دیرِ مغاں نیست چو من شیدائے
کہیں آتش کدہ میں مجھ جیسا شیدائی نہیں ہے

خرقہ جائے گرو بادہ و دفتر جائے
کفنی ایک جگہ شراب میں رہن ہے اور کتاب دوسری جگہ

دل کہ آئینۂ شاہی ست غبارے دارد
جو دل شاہی آئینہ ہے، وہ دھندلا ہو گیا ہے

از خدا می طلبم صحبتِ روشن رائے
میں خدا سے کسی روشن رائے کی صحبت مانگتا ہوں

کردہ ام توبہ بدستِ صنمے بادہ فروش
ایک شراب نوش بت کے ہاتھ پر میں نے توبہ کر لی ہے

کہ دگر مے نخورم بے رخِ بزم آرائے
کہ پھر کسی بزم آرا کے بغیر، شراب نہ پیوں گا

جوئہا بستہ ام از دیدہ بداماں کہ مگر
میں نے آنکھوں سے دامن میں نہریں بہا دی ہیں کہ شاید

در کنارم بنشانند سہی بالائے
کسی سرو قد کو میرے پہلو میں بٹھا دیں

سِرِ ایں نکتہ مگر شمع برآرد بزباں
اس نکتہ کا راز شاید شمع زبان پر لے آئے

ورنہ پروانہ ندارد ز سخن پروائے
ورنہ پروانہ کو بات کرنے کی پروا نہیں ہے

کشتیٔ بادہ بیاور کہ مرا بے رخِ دوست
شراب کی کشتی لا، اس لیے کہ دوست کے منہ کے بغیر

گشتہ ہر گوشۂ چشم از غمِ دل دریائے
آنکھ کا ہر گوشہ دل کے غم سے ایک دریا بن گیا ہے

سخنِ غیر مگو با منِ معشوقہ پرست
مجھ معشوق پرست سے، غیر کی بات ذکر

کز وے و جامِ مئیم نیست بکس پروائے
اس لیے کہ اس کے اور شراب کے جام کے سوا مجھے کسی کی پروا نہیں ہے

نرگس ار لاف زد از شیوۂ چشمِ تو مرنج
نرگس نے اگر تیری آنکھ کے شیوے کی ڈینگ ماری ہے تو رنجیدہ مت ہو

نروند اہلِ نظر از پئے نابینائے
نظر والے، نابینا کے در پے دوڑیں گے

عہد کردم کہ دگر خونِ دلِ خود نخورم
میں نے عہد کر لیا ہے کہ اب اپنے دل کا خون نہ پیوں گا

مگر از دستِ حریفے صنمے رعنائے
مگر کسی دوست کے ہاتھ سے جو حسین بت ہو

ہمہ شب گریہ کناں بر درِ میخانہ درآی
ہر رات کو روتا ہوا، میخانہ کے دروازے پر آ،

تا دہد بادِ صبا مژدہ بخاکِ پائے
تاکہ صبا کسی کی خاکِ پا کی تجھے خوشخبری دے

ایں حدیثم چہ خوش آمد کہ سحرگہ می گفت
یہ بات مجھے کیسی پسند آئی، کہ صبح کے وقت کہہ رہا تھا

بر درِ میکدہ با دف و نے ترسائے
ایک آتش پرست شراب خانہ کے دروازے پر دف اور بانسری کے ساتھ

گر مسلمانی از این است کہ حافظ دارد
اگر مسلمانی ایسی ہی ہے، جو حافظ رکھتا ہے

آہ اگر از پسِ امروز بود فردائے
تو اگر آج کے بعد کل ہو، تو آہ ہے

دو یارِ زیرک و از بادۂ کہن دو منے
دو ذہین دوست ہوں، اور دو من پرانی شراب

فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے
فراغت ہو، اور کتاب اور کسی چمن کا گوشہ

ز تند بادِ حوادث نمی تواں دیدن
حوادث کی تیز ہوا کی وجہ سے نہیں دیکھا جا سکتا

دریں چمن کہ گلے بودہ است یا سمنے
کہ اس چمن میں کوئی پھول تھا یا کوئی چنبیلی

من ایں مقام بدنیا و آخرت ندہم
میں اس مقام کو دنیا اور آخرت کے بدلے میں نہیں دوں گا

اگرچہ در پیم افتند خلق انجمنے
خواہ مخلوق گروہ در گروہ میرے پیچھے پڑے

۱ دیرِ مغاں میں مجھ جیسا دیوانہ اور دوسرا نہ ملے گا خرقہ تو ایک جگہ شراب کے بدلے گروی کیا ہے تو کتاب دوسری جگہ۔
۲ میں نے ایک صنم کے ہاتھ پر توبہ کر لی ہے کہ بغیر معشوق کے کبھی شراب نہ پیوں گا
۳ سرو کو نہروں کے کنارے پر لگایا جاتا ہے
۴ شمع کی زبان مشہور ہے، شاید وہ عشق کا کچھ راز بتائے ورنہ پروانہ کو تو بات کرنے کی پرواہ نہیں ہے۔
۵ غم کے دریا سے شراب کی کشتی ہی پار لگا سکتی ہے۔
۶ نرگس کی لاف زنی بالکل بیکار ہے وہ اندھی ہے محبوب کی آنکھ کو کب پہنچ سکتی ہے۔
۷ مشہور ہے کہ خواجہ صاحب اور عماد فقیہ میں چشمک پیدا ہو گئی تھی جو شاہ شجاع کے مقرب تھے انہوں نے خواجہ کی اس غزل کا مقطع شاہ شجاع کو سنا کر کہا کہ اس سے قیامت کا انکار لازم آتا ہے اس لیے کہ فردا سے مراد فردائے قیامت ہے شاہ شجاع [illegible]

نے خواجہ صاحب کو طلب کیا اور مقطع پر گفتگو چھیڑی تو خواجہ نے مقطع سے پہلے ایک شعر کا غزل میں اضافہ کر دیا اور کہا کہ یہ میرا قول نہیں ہے بلکہ ترسا کا مقولہ ہے ۔ دو یار ہوں اور دو من شراب

ہر آنکہ کنجِ قناعت بگنجِ دنیا داد
جس نے قناعت کے گوشہ کو دنیا کے خزانے کے عوض میں دیدیا

فروخت یوسفِ مصری بکمتریں ثمنے
اس نے کم داموں میں مصری یوسف کو بیچ ڈالا

بیا کہ رونقِ ایں کارخانہ کم نشود
آ کیونکہ اس کارخانہ کی رونق کم نہ ہوگی

ز زہدِ ہمچو توئے یا ز فسقِ ہمچو منے
تجھ جیسے کے زہد اور مجھ جیسے کے فسق سے

نگارِ خویش بدستِ خساں ہمی بینم
میں اپنے معشوق کو، کمینوں کے قبضے میں دیکھ رہا ہوں

چنیں شناخت فلک حقِ خدمتِ چو منے
مجھ جیسے کی خدمت کا حق، آسمان نے خوب پہچانا

ببیں در آئینۂ نقشبند صورتِ غیب
خدائی آئینہ میں، غیب کی صورت دیکھ

گرت ز ملکِ قناعت ہوس کند وطنے
اگر ہوس قناعت کے ملک میں تیرا وطن بنا دے

ازیں سموم کہ بر طرفِ بوستاں بگذشت
یہ لو جو باغ کی جانب چلی، اس سے

عجب کہ رنگِ گلے ماند و بوئے یاسمنے
تعجب ہوگا اگر پھول کا رنگ اور یاسمن کی خوشبو باقی ہے

بصبر کوش تو اے دل کہ حق رہا نہ کند
اے دل! تو صبر کی کوشش کر، اس لیے کہ اللہ نہیں چھوڑتا ہے

چنیں عزیز نگینے بدستِ اہرمنے
ایسا قیمتی نگینہ، کسی دیو کے ہاتھ میں

بگوشۂ بنشیں سرخوش و تماشا کن
مست ہوکر گوشہ میں بیٹھ جا، اور سیر کر

ز حادثاتِ زمانے زِ رخِ شکر دہنے
کسی شکر جیسے منہ والے کے رخ کی، حوادثِ زمانہ سے بچ کر

بروزِ حادثہ غم با شراب باید گفت
مصیبت کے دن، غم شراب سے کہنا چاہیے

کہ اعتماد بکس نیست در چنیں زمنے
اس لیے کہ ایسے زمانہ میں، کسی پر بھروسہ نہیں ہے

مزاجِ دہر بتر شد دریں بلا آرے
زمانہ کا مزاج بدتر ہوگیا، ہاں اس مصیبت میں

کجاست فکرِ حکیمے و رائے برہمنے
کسی حکیم کی فکر اور کسی برہمن کی رائے کہاں ہے؟

بخواہ آئنہ جام و سیر درو بیں
جام کا آئینہ مانگ، اور اس میں سیر کر

کہ کس بباد نداد ست اینچنیں زمنے
اس لیے کہ ایسا وقت کسی نے برباد نہیں کیا ہے

شنیدہ ام کہ سگاں را قلاد می بندی
میں نے سنا ہے، کہ تو کتوں کے پٹے ڈالتا ہے

چرا بگردنِ حافظ نمی کنی رسنے
تو حافظ کی گردن میں تو رسی کیوں نہیں باندھتا ہے

دیدم بخواب دوش کہ ماہے بر آمدے
میں نے کل رات خواب میں دیکھا کہ ایک چاند نکلا ہے

کز عکسِ روئے او شبِ ہجراں سر آمدے
جس کے چہرے کے عکس سے، ہجر کی رات ختم ہوگئی

تعبیر رفت یارِ سفر کردہ می رسد
یہ تعبیر ہوئی کہ سفر میں گیا ہوا دوست آ رہا ہے

اے کاش ہر چہ زود تر از در در آمدے
اے کاش جس قدر بھی جلد ممکن ہو دروازہ سے اندر آجائے

ذکرش بخیر ساقیِ فرخندہ فالِ من
اس کا ذکر خیر سے ہو، میرا مبارک فال والا ساقی

کز در مدام با قدح و ساغر آمدے
جو ہمیشہ پیالہ اور ساغر لیکر دروازے سے آتا تھا

فیضِ ازل بزور و زر ار آمدے بدست
ازلی فیض اگر طاقت اور روپے سے ہاتھ آتا

آبِ خضر نصیبۂ اسکندر آمدے
تو آبِ حیات، سکندر کے نصیب میں ہوتا

لہ خدائی خدائی میں کسی کے زہد سے اضافہ ہوتا ہے نہ کسی کی رندی سے کمی۔
لہ صبر کر محبوب رقیب کے قبضے میں نہ رہیگا۔
لہ حوادثِ زمانہ سے قطع نظر کر کے انسان کو معشوق کا جلوہ دیکھنا چاہیے۔
لہ غم دل شراب سے کہا جا سکتا ہے وہی راز دار ہے ہر شخص پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے۔
لہ ایک زمانہ میں ہندوستان کے برہمن علم و فن میں مشہور تھے یعنی دنیا کا فساد ناقابلِ علاج ہے
لہ حافظ تیرے در کا کتا ہے اس کے گلے میں بھی قلادہ ڈال دے۔
لہ خواب میں چاند دیکھنے کی تعبیر ہے کہ معشوق سفر سے واپس آجائے گا۔
لہ شعر
ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آں عہد یاد باد کہ از بام و در مرا / ہر دم پیام یار و خط دلبر آمدے

وہ زمانہ یاد رہے کہ بالاخانہ اور دروازے سے میرے پاس / ہر وقت یار کا پیام، اور دلبر کا خط آتا تھا

خوش بودے ار بخواب بدیدے دیار خویش / تا یاد صحبتش سوئے ما رہبر آمدے

اچھا ہوتا، اگر وہ اپنا وطن خواب میں دیکھتا / تاکہ اس کی صحبت کی یاد ہماری طرف رہبر بن کر آتی

آنکو ترا بسنگدلی گشت رہنموں / اے کاشکے کہ پاش بسنگے برآمدے

جو شخص سنگدلی کے ساتھ تیرا رہنما بنا / اے کاش کہ اس کا پیر کسی پتھر پر پڑتا

کے یافتے رقیب تو چنداں مجالِ ظلم / مظلومے ار شبے بدرِ داور آمدے

تیرے رقیب کو اس قدر ظلم کا موقع کب ملتا؟ / اگر مظلوم کسی رات منصف کے دروازے پر آجاتا!

خامانِ رہ نرفتہ چہ دانند ذوقِ عشق / دریا دلے بجوئی و دلیرے سر آمدے

راستے نہ کئے ہوئے لوگ عشق کا ذوق کیا جانیں / کسی دریا دل اور دلیر بلند مرتبہ کو ڈھونڈ

جانہا نثار کردمے آں دلنواز را / گر ہمچو روح جلوہ کناں دربر آمدے

اس دلنواز پر میں جانیں نثار کر دیتا / اگر وہ روح کی طرح جلوہ دکھاتا ہوا بغل میں آجاتا

گر دیگرے بشیوۂ حافظ زدے رقم

اگر کوئی دوسرا بھی حافظ کے طریقہ پر لکھتا

مقبولِ طبعِ شاہِ سخن پرور آمدے

تو وہ سخن پرور بادشاہ کی طبیعت کو پسند آجاتا

رفتم بباغ تاکہ بچینم سحر گلے / ق / آمد بگوش ناگہم آوازِ بلبلے

میں صبح کو باغ میں گیا تاکہ کوئی پھول توڑوں / اچانک میرے کان میں ایک بلبل کی آواز آئی

مسکیں چو من بعشقِ گلے گشتہ مبتلا / واندر چمن فگندہ بفریاد غلغلے

وہ مسکین میری ہی طرح کسی پھول کے عشق میں مبتلا تھی / اور اس نے چمن میں فریاد سے شور مچا رکھا تھا

میگشتم اندراں چمن و باغ دمبدم / ق / میکردم اندراں گل و بلبل تاملے

میں برابر اس چمن اور باغ میں گشت کر رہا تھا / اس پھول اور بلبل کے بارے میں غور کر رہا تھا

چوں کرد در دلم اثر آوازِ عندلیب / گشتم چنانکہ ہیچ نماندم تحملے

بلبل کی آواز نے جب میرے دل پر اثر کیا / میں ایسا ہو گیا کہ مجھ میں برداشت نہ رہی

بس گل شگفتہ میشود ایں باغ را و لے / کس بے جفائے خار نچیدست ازو گلے

اس باغ میں بہت سے پھول کھلتے ہیں، لیکن / کسی نے کانٹے کے ظلم کے بغیر اس سے پھول نہیں چنا ہے

گل یارِ خار گشتہ و بلبل قرینِ عشق / آنرا تغیرے و نہ ایں را تبدلے

پھول کانٹے کا یار بنا، اور بلبل عشق کی ساتھی / نہ اس میں کوئی تغیر ہے، نہ اس میں کوئی تبدیلی

حافظ مدار امیدِ فرح از مدارِ چرخ

اے حافظ! آسمان کی گردش سے خوشی کی امید نہ رکھ

دارد ہزار عیب و ندارد تفضلے

وہ ہزاروں عیب رکھتا ہے، اور کوئی خوبی نہیں رکھتا

---

۱ ایک زمانہ تھا کہ ہر وقت نامہ و پیام تھا اب بالکل فراموش کر دیا۔

۲ پا بسنگ برآمدن، مصیبت میں گرفتار ہونا یعنی جس نے سفر کیلئے محبوب کی رہنمائی کی وہ بڑا سنگدل تھا خدا اسے مصیبت میں مبتلا کرے۔

۳ ہم سخن سنج ہیں یا کچے طرفدار نہیں یعنی اگر کوئی دوسرا بھی حافظ جیسا کلام کہتا تو بادشاہ اس کی بھی قدر کرتا۔

۴ پھول توڑنے باغ میں گیا دیکھا وہاں بھی میری طرح بلبل پھول کے عشق میں مبتلا ہے اور فریاد کرتی پھرتی ہے۔

۵ میں چمن کی سیر میں گل اور بلبل کے تعلق پر غور کر رہا تھا لیکن بلبل کے نالوں نے اس قدر متاثر کیا کہ برداشت نہ رہی۔

۶ باوجودیکہ پھول کا تعلق عاشق سے ہوا بلکہ غیر سے ہوا لیکن عاشق نے اپنی وضعداری ترک نہ کی۔

روزگاریست کہ مارا نگراں میداری
ایک زمانہ گزر گیا، کہ تو ہمیں انتظار میں رکھتا ہے

مخلصاں را نہ بوضعِ دگراں میداری
کیا تو مخلصوں کو دوسروں کے طریقہ پر نہیں رکھتا ہے!

گوشۂ چشمِ رضائے بمنت باز نشد
تیری رضامندی کی آنکھ کا گوشہ، مجھ پر نہ کھلا

اینچنیں عزتِ صاحب نظراں میداری
تو صاحب نظروں کی ایسی عزت کرتا ہے!

نہ گل از داغِ غمت رست نہ بلبل در باغ
تیرے غم کے داغ سے، باغ میں نہ پھول چھوٹا نہ بلبل

ہمہ را نعرہ زناں جامہ دراں میداری
تو نے سب کو نعرے مارنے والا، کپڑے پھاڑنے والا بنا لیا ہے

پدرِ تجربہ آخر توئی اے دل زچہ روی
اے دل! تو آخر بڑا تجربہ کار ہے پھر کیوں؟

طمعِ مہر و وفا زیں پسراں میداری
محبت اور وفا کا لالچ، ان لڑکوں سے رکھتا ہے

گرچہ رندی و خرابی گنہِ ماست ولے
اگرچہ رندی، اور خرابی ہمارا گناہ ہے لیکن

عاشقے گفت کہ مارا تو براں میداری
ایک عاشق نے کہا، کہ تو ہمیں اس حالت پر آمادہ کرتا ہے

جوہرِ جامِ جم از کانِ جہانِ دگر است
جام جم کا جوہر دوسرے جہان کی کان کا ہے

تو تمنا ز گلِ کوزہ گراں میداری
تو کمہاروں کی مٹی سے، تمنا کرتا ہے

کیسۂ سیم و زرت نیک بباید پرداخت
چاندی اور سونے کی تھیلی تجھے بالکل خالی کر دینی چاہیے

زیں تمنا کہ تو از سیمبراں میداری
اس تمنا پر جو تو چاندی جیسے جسم والوں سے رکھتا ہے

اے کہ در دلقِ ملمع طلبی ذوقِ حضور
اے وہ کہ تو رنگی گدڑی میں ذوقِ حضور طلب کرتا ہے

چشمِ سرّے عجب از بے بصراں میداری
تعجب ہے، اندھوں سے بھید کی توقع رکھتا ہے

چوں توئی نرگسِ باغِ نظر اے چشم و چراغ
اے چشم و چراغ! چونکہ نظر کے باغ کی نرگس تو ہے

سرِ چرا بر منِ دلخستہ گراں میداری
مجھ دل خستہ سے تو سرگرانی کیوں رکھتا ہے!

دین و دل رفت ولے راست نمی آرم گفت
دین اور دل برباد ہو گیا لیکن میں سچی بات نہیں کر سکتا

کہ منِ سوختہ دل را تو براں میداری
کہ مجھ سوختہ دل کو تو ان باتوں پر آمادہ کر رہا ہے

تا صبا بر گل و بلبل ورقِ حسنِ تو خواند
جب سے صبا نے گل اور بلبل کو تیرے حسن کا ورق پڑھ کر سنایا!

ہمہ را شیفتۂ و دل نگراں میداری
تو سب کو فریفتہ، اور پریشان رکھتا ہے

ساعدآں بہ کہ بپوشی چو تو از بہرِ نگار
یہ بہتر ہے کہ تو کلائی چھپائے، جبکہ تو نے نقش و نگار کی خاطر

دست در خونِ دلِ پرہنراں میداری
ہاتھ کو ہنرمندوں کے دل کے خون میں ڈالا ہے

گذراں روزِ سلامت بملامت حافظ
اے حافظ! سلامتی کے دن کو ملامت کی حالت میں گزار

چہ توقع ز جہانِ گذراں میداری
گزرنے والی دنیا سے، کیا توقع رکھتا ہے!

زاں مئے صاف کزو پختہ شود ہر خامے
اس صاف شراب کا جس سے ہر کچا، پکا بن جاتا ہے

گرچہ ماہِ رمضان ست بیاور جامے
اگرچہ رمضان کا مہینہ ہے۔ ایک جام لا

روزہا رفت کہ دستِ منِ مسکیں نگرفت
ایک زمانہ گزر گیا کہ مجھ مسکین کی دستگیری نہیں کی

ساقِ شمشاد قدے ساعدِ سیم اندامے
شمشاد جیسے قد والے کی پنڈلی نے، چاندی جیسے اجسام والے کی کلائی نے

۱۔ یعنی مخلصوں کے ساتھ تیرا وہ طرز عمل ہے جو غیروں کے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔
۲۔ گل نے اپنا جامہ تیرے عشق میں چاک کیا ہے اور بلبل تیرے عشق میں نعرے لگا رہی ہے۔
۳۔ پدر تجربہ یعنی بڑا تجربہ کار، پدر اور پسر کی مناسبت ظاہر ہے۔
۴۔ جام جم میں جو خوبی ہے وہ کوزے میں نہیں ہو سکتی۔ غالب نے کہا ہے
اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
جام جم سے تو مرا جام سفال اچھا ہے
۵۔ جو لوگ ریا کی گدڑی پہنے ہیں ان کو مشاہدۂ حق حاصل نہیں ہو سکتا وہ اندھے ہیں ان سے ملکوت کی سیر کی توقع بیکار ہے
۶۔ [illegible] تشبیہات توجیہی ہیں لیکن بھولپن کی وجہ سے کہہ نہیں سکتا کہ تو نے ہی ہمیں بے دل اور بے دین بنا لیا ہے۔
۷۔ تاکہ مشتاق تیرے گلے کو دیکھ سکیں۔
۸۔ سلامتی کے زمانے میں [illegible]

روزہ ہر چند کہ مہمانِ عزیز ست دلا
اے دل! یقیناً روزہ معزز مہمان ہے

رفتنش موہبتے داں شدنش انعامے
اس کے جانے کو، عطا، اسکے ہونے کو انعام سمجھ

مُرغ زیرک بدرِ صومعہ اکنوں نپرد
اب سمجھ دار پرندہ عبادت خانہ کے در پر پرواز نہ کرے گا

کہ نہادہ است بہر مجلسِ وعظے دامے
اس لئے کہ وعظ کی ہر مجلس میں ایک جال لگا ہوا ہے

گلہ از زاہدِ بدخو چہ کنم رسم ایں ست
بد مزاج زاہد کا میں کیا شکوہ کروں، یہی طریقہ ہے

کہ چو صبحے بدمد در پیش افتد شامے
کہ جب صبح نمودار ہوتی ہے، شام اس کا پیچھا کرتی ہے

یارِ من چوں بخرامد بتماشائے چمن
میرا دوست جب چمن کی سیر کو جائے

برسانش ز من اے پیکِ صبا پیغامے
اے صبا کے قاصد! میرا اس کو ایک پیغام پہنچا دے

کو حریفے کہ شب و روز مئے صاف کشد
وہ دوست کہاں ہے جو دن رات صاف شراب پیتا ہے؟

بود آیا کہ کند یاد ز دُردآشامے
کیا ایسا ہوگا کہ وہ کسی تلچھٹ پینے والے کو یاد کرے

حافظا گر ندہد داد دلت خسرو عہد
اے حافظ! اگر وقت کا بادشاہ تیرے دل کی داد نہ دیگا

کام دشوار بدست آوری از خود کامے
ایک خود غرض سے تیرا مقصد مشکل سے حاصل ہوگا

ز دلبرم کہ رساند نوازشِ قلمے
معشوق کی جانب سے قلمی نوازش مجھ کو کون پہنچائیگا؟

کجاست پیکِ صبا گو بیا کہ بکن کرمے
صبا کا قاصد کہاں ہے، کہہ دو آ جا اور کرم کرے؟

دلم گرفت ز سالوس و طبلِ زیر گلیم
مکاری اور چادر کے نیچے کے نقارے سے میرا دل تنگ ہو گیا

خوشا دمے کہ بمیخانہ بر کنم علمے
وہ وقت کیسا اچھا ہوگا کہ میں شراب خانہ پر جھنڈا گاڑوں گا

حدیثِ چون و چرا دردِ سر دہد ساقی
اے ساقی! چوں و چرا کی بات دردِ سر پیدا کرتی ہے

پیالہ گیر و بیاسا ز عمرِ خویش دمے
پیالہ تھام اور اپنی زندگی میں تھوڑی دیر آرام کرے

طبیب راہ نشیں سرِ عشق نشناسد
راستہ پر بیٹھا ہوا طبیب، عشق کا راز نہیں پہچانتا ہے

برو بدست کن اے مردہ دل مسیح دمے
اے مردہ دل! جا کسی مسیح جیسے سانس والے کو حاصل کر

قیاس کردن و تدبیرِ عقل در رہِ عشق
عشق کے راستہ میں قیاس آرائی اور عقل کی تدبیر

چو شبنمے ست کہ در بحر میکشد رقمے
اس شبنم کی طرح ہے جو سمندر پر نشان بنائے

بیا کہ وقت شناساں دو کون بفروشند
آ اسلئے کہ وقت کو پہچاننے والے دونوں جہان کو بیچتے ہیں

بیک پیالۂ صافی و صحبتِ صنمے
ایک صاف پیالے اور ایک بت کی صحبت کے بدلے

دوامِ عیش و تنعم نہ شیوۂ عشق ست
ہمیشہ عیش اور تنعم، عشق کا طریقہ نہیں ہے

اگر معاشرِ مائی بنوش جامِ غمے
اگر تو ہمارا ساتھی ہے تو غم کا جام پی

نمیکنم گلہ لیکن ابرِ رحمتِ دوست
میں شکوہ نہیں کرتا ہوں لیکن دوست کے ابرِ رحمت نے

بکشت زارِ جگر خستگاں نداد نمے
جگر خستہ لوگوں کی کھیتی کو سیراب نہیں کیا

بیا کہ خرقۂ من گرچہ وقفِ میکدہ ہاست
آ اگرچہ میری گدڑی شراب خانوں میں گروی ہے

ز مالِ وقف نہ بینی بنامِ من درمے
تو وقف کے مال کا میرے نام ایک درہم نہ دیکھیگا

اے روزہ ہی ایک معزز مہمان ہے لیکن اسکے جانے پر عید منائی جاتی ہے۔
ہے وعظ کی ہر مجلس میں جال بچھا ہوا ہے ہوشیار آدمی کو وہاں نہ جانا چاہئے۔
ہے ہر صبح کے پیچھے شام لگی ہے اور ہر اچھی چیز کا بُری چیز پیچھا کر رہی ہے اگر زاہد میرا پیچھا کر رہا ہے تو کیا شکوہ ہے۔
ہے معشوق کا وصل بادشاہِ وقت کی مدد ہی سے حاصل ہو سکتا ہے
وہ مکاری سے تنگ دل ہو چکا ہے اب علی الاعلان رندی اختیار کرونگا
طبل زیر گلیم یعنی راز پوشیدہ۔
ہے شعر ہے عشق کی راہ میں عقل کی تدبیر ایسی ہے جیسے شبنم دریا میں نقش بنائے۔
ہے عاشقوں کا کام عیش اڑانا نہیں ہے بلکہ غم کے گھونٹ پینا ہے
ہے ہم اپنی گدڑی تو شراب خانوں میں گروی کر دیتے ہیں لیکن اوقاف میں کوئی خیانت نہیں کرتے ہیں۔

چرا یک نے قندش نمیخرند آنرا
اس کو ایک گنے کے بدلے میں بھی کیوں نہیں خریدتے ہیں؟

که کرد صد شکر افشانی از نئے قلمے
جس نے قلم کی نے سے شکر کے سیکڑوں دانے چھڑکا دیے

سزائے قدر تو شاہا بدست حافظ چیست
اے بادشاہ! تیرے مرتبہ کے مناسب حافظ کے پاس کیا ہے؟

بجز نیاز شبے یا دعائے صبحدمے
سوائے رات کی عاجزی اور صبح کے وقت کی دعا کے

زہے خوش رقم کہ بر گل رخسار میکشی
اس حسین نقش و نگار سے جو تو رخسار پر بناتا ہے

خط بر صحیفۂ گل و گلزار میکشی
گل، اور گلزار کی کتاب پر تو خط کھینچتا ہے

اشک حرم نشین نہانخانۂ مرا
میرے خانے کے حرم نشین، آنسو کو تو

زانسوئے ہفت پردہ ببازار میکشی
سات پردوں کے پیچھے سے بازار کی طرف کھینچتا ہے

ہر دم بیاد آں لب میگوں و چشم مست
ان شراب جیسے ہونٹوں اور مست آنکھوں کی یاد میں ہر وقت

از خلوتم بخانۂ خمار میکشی
تو مجھے خلوت سے شراب خانہ کی طرف کھینچتا ہے

گفتی سر تو بستۂ فتراک ما شود
تو نے کہا، تیرا سر ہمارے فتراک سے بند ھنے کے لائق ہے

سہل است اگر تو زحمت ایں بار میکشی
آسان ہے، اگر تو اس بوجھ کی تکلیف برداشت کرے

با چشم و ابروئے تو چہ تدبیر دل کنم
تیری آنکھ اور ابرو کے مقابلہ میں، دل کی کیا تدبیر کروں

وہ زیں کماں کہ بر من بیمار میکشی
اس کمان کو شاباش جس سے تو ایک بیمار پر کھینچتا ہے

باز آ کہ چشم بد ز رخت دور میکنم
لوٹ آ، تاکہ بد نظر کو تیرے رخ سے دور کردوں

اے تازہ گل کہ دامن ازیں خار میکشی
اے وہ تازہ پھول جو اس کانٹے سے دامن کھینچتا ہے

کابل روے چو باد صبا را ببوئے زلف
باد صبا جیسی سست رفتار کو زلف کی خوشبو کے لیے

ہر دم بقید سلسلہ در کار میکشی
ہر وقت زنجیر کی بیڑی کے ذریعہ، بیگار میں کھینچتا ہے

حافظ دگر چہ می طلبی از نعیم دہر
اے حافظ دنیا کی لذت تو اور کیا چاہتا ہے؟

مے می چشی و طرۂ دلدار میکشی
تو شراب پیتا ہے، اور معشوق کی زلف کو کھینچتا ہے

زکوئے یار می آید نسیم باد نوروزی
معشوق کے کوچہ سے، نوروزی ہوا کی خوشبو آرہی ہے

ازیں باد ار مدد خواہی چراغ دل برافروزی
اس ہوا سے اگر تو مدد چاہے گا دل کے چراغ کو روشن کرلیگا

چو گل گر خردۂ داری خدارا صرف عشرت کن
اگر تو پھول کی طرح ریزہ رکھتا ہے، خدا کیلئے عیش میں خرچ کر

کہ قاروں را غلطہا داد سودائے زر اندوزی
اس لیے کہ قارون کو سونا جمع کرنے کی محبت نے نقصانات پہنچائے

سخن در پردہ میگویم چو گل از پردہ بیروں آئی
میں پردہ بات کہتا ہوں، پھول کی طرح پردے سے باہر نکل آ

کہ بیش از پنج روزے نیست حکم میر نوروزی
اسلیے کہ نوروز کے سردار کا حکم پانچ دن سے زیادہ نہیں ہے

مے دارم چو جاں صافی و صوفی میکند عیبش
میں جان جیسی صاف شراب رکھتا ہوں اور صوفی اس کا عیب نکالتا ہے

خدایا ہیچ عاقل را مبادا بخت بدروزی
اے خدا! کسی عقلمند کا بدبخت مقدر نہ ہو

---

۱ حافظ بادشاہ کی خدمت میں رات کی دعائیں پیش کر سکتا ہے۔

۲ خط کشیدن، کسی چیز کو باطل قرار دینا یعنی تو اپنے چہرے کے نقش و نگار سے گل و گلزار کی کتاب کو باطل بنا رہا ہے۔

۳ آنکھ کے سات پردے ہیں یعنی میرے آنسو جو سات پردوں میں چھپے ہوئے تھے تو ان کو سربازار لا رہا ہے۔

۴ فتراک، شکاربند یعنی ہم اپنا سر پیش کرنے کو تیار ہیں اگر تو یہ بوجھ برداشت کر سکے۔

۵ بیمار سے مراد معشوق کی آنکھ یا عاشق مراد ہے۔

۶ دنیا میں اس سے زیادہ اور کیا چاہیے معشوق ہو اور جام شراب۔

۷ خردۂ گل وہ ریزہ جو پھول کے اندر ہوتا ہے اس کو ندرگل بھی کہتے ہیں۔

۸ ایام نوروزی کے گذرجانے سے جلد لطف لینا چاہیے۔

۹ میری صاف شراب پر صوفی عیب لگا رہا ہے بڑا بدبخت ہے۔

طریقِ کام جستن چیست ترکِ کامِ خود گفتن
مقصد تلاش کرنے کا طریقہ کیا ہے: اپنا مقصد چھوڑ دینا

کلاہِ سروری اینست اگر این ترک بدوزی
سرداری کی ٹوپی یہی ہے، اگر تو یہ ٹوپی سی لے

جدا شد یارِ شیرینت کنون تنہا نشین اے شمع
اے شمع! تیرا شیریں یار جدا ہو گیا، اب اکیلی بیٹھی رہ

کہ حکمِ آسمان اینست اگر سازی وگر سوزی
کیونکہ آسمان کا حکم یہی ہے، خواہ تو موافقت کرے خواہ جلے

بعُجبِ علم نتوان شد ز اسبابِ طرب محروم
علم کے غرور کے باعث مستی کے اسباب سے محروم نہیں ہو سکتے

بیا زاہد کہ جاہل را ز یادت تر رسد روزی
اے زاہد! آ، اس لیے کہ جاہل کو روزی زیادہ پہنچتی ہے

ندانم نوحۂ قمری بطرفِ جوئباران چیست
مجھے معلوم نہیں قمری کا نوحہ نہر کے کنارے کس لیے ہے

مگر او نیز ہمچون من غمے دارد شبا روزی
شاید وہ بھی میری طرح دن رات کوئی غم رکھتی ہے

برو مے نوش و رندی ورز و ترکِ زہد کن زاہد
اے زاہد! جا شراب پی، رندی اختیار کر اور زہد چھوڑ دے

کزین بہتر ہنر دیگر عجب دارم گر آموزی
مجھے تعجب ہو گا اگر تو اس سے بہتر اور ہنر سیکھے گا

بہ بستان شو کہ از بلبل طریقِ عشق گیری یاد
باغ میں جا، تاکہ بلبل سے عشق کا طریقہ یاد کرے

بمجلس آی کز حافظ سخن گفتن بیاموزی
مجلس میں آ، تاکہ حافظ سے بات کرنا سیکھے

ساقیا سایۂ ابر است و بہار و لبِ جوی
اے ساقی! ابر کا سایہ ہے اور بہار ہے اور دریا کا کنارہ

من نگویم چہ کن از اہلِ دلی خود تو بگوی
میں نہیں کہتا کہ تو کیا کام کر، تو صاحبِ دل ہے خود ہی بتا

بوئے یکرنگی ازین قوم نمی آید برخیز
یکرنگی کی خوشبو اس قوم سے نہیں آتی ہے، اٹھ

دلقِ آلودۂ صوفی بمئے ناب بشوی
صوفی کی گندی گدڑی کو، خالص شراب سے دھو

سفلہ طبع است جہان بر کرمش تکیہ مکن
دنیا کمینہ طبیعت ہے، اس کے کرم پر بھروسہ نہ کر

اے جہاندیدہ ثباتِ قدم از سفلہ مجوی
اے جہاندیدہ! کمینے سے ثابت قدمی نہ ڈھونڈھ

گوش بکشای کہ بلبل بفغان میگوید
کان کھول کہ بلبل چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے

خواجہ تقصیر مفرما گُلِ توفیق ببوی
اے خواجہ! کوتاہی نہ کر، توفیق کا پھول سونگھ

یک نصیحت کنمت بشنو و صد گنج ببر
میں تجھے ایک نصیحت کرتا ہوں سن لے، اور سو خزانے لے جا

از رہِ عشق در آ و برہِ عیب مپوی
عشق کے راستہ چلا آ اور عیب کا راستہ نہ چل

شکر ایزد کہ دگر بار رسیدی بہ بہار
خدا کا شکر ہے تو دوبارہ موسمِ بہار کو پہنچ گیا ہے

بیخ نیکی بنشان و رہِ توفیق بجوی
نیکی کا بیج بو، اور توفیق کا راستہ ڈھونڈھ

روئے جانان طلبی آئنہ را قابل ساز
تو معشوق کے چہرے کا طالب ہے، تو آئینہ کو قابل بنا

ورنہ ہرگز گُل و نسرین ندمد ز آہن و روی
ورنہ گل اور نسرین کبھی لوہے اور کانسی سے نہیں اگتے ہیں

پیشتر زانکہ شوی خاکِ درِ میکدہ ہا
اس سے پہلے کہ تو شرابخانوں کے دروازے کی خاک بنے

یک دو روزے بسر اندر رہِ میخانہ بپوی
ایک دو روز شرابخانہ کے راستہ پر سر کے بل چل

گفتی از حافظِ ما بوئے ریا می آید
تو نے کہا، ہمارے حافظ سے ریاکاری کی بو آتی ہے

آفرین بر نفست باد کہ خوش بردی بوی
تیرے سانس پر شاباش، کہ خوب بو سونگھی

سلطان خود غرضی چھوڑ کر جب کام آتا ہے تو مقصد حاصل ہوتا ہے اور جب ہی سرداری حاصل ہوتی ہے۔

۳۔ راہِ عشق میں علم ایک پردہ ہے، علم کے غرور کی وجہ سے مستی سے محروم نہ رہنا چاہیے۔

۱۱۔ باغ میں جا کر بلبل سے عشق کرنا سیکھ، مجلس میں آکر حافظ سے شعر کہنے کا سلیقہ حاصل کر۔

۱۲۔ ظاہر ہے کہ ساقی شراب نوش ہی کا مشورہ دیگا۔

۱۴۔ مکار، صوفی مخلص نہیں ہیں بلکہ ان میں ریاکاری کا عیب ہے، ان کی گندی گدڑی کو شراب سے دھو کر ریاکاری سے پاک کرنا چاہیے۔

۱۸۔ یہ نصیحت سو خزانوں کے برابر ہے کہ عشق کا راستہ طے کر، اور برائی میں نہ لگ۔

۲۱۔ جب تک قلب کو صاف نہ کرے گا اس میں یار کا جلوہ نظر نہ آئے گا۔

۲۴۔ بیشک حافظ ریاکار ہے تو نے خوب سمجھا۔

ساقی بیا کہ شد قدحِ لالہ پُر زمے
اے ساقی! آ کہ لالہ کا پیالہ شراب سے بھر گیا

طامات تا بچند و خرافات تا بکے
کرامات کی ڈینگیں کب تک اور خرافات کب تک!

بگذر ز کبر و ناز کہ دیدہ است روزگار
تکبر اور ناز چھوڑ دے کیونکہ زمانہ دیکھ چکا ہے

چینِ قبائے قیصر و طرفِ کلاہِ کے
قیصر کی قبا کی شکن، اور کیخسرو کی ٹوپی کا کنارہ

ہشیار شو کہ مرغِ سحر گشت مست ہاں
ہاں ہوشیار ہو جا، کہ صبح کا پرندہ مست ہو گیا ہے

بیدار شو کہ خوابِ عدم در پے است ہے
خبردار! بیدار ہو جا، کہ خوابِ عدم در پے ہے

خوش نازکانہ می چمی اے شاخِ نوبہار
اے نوبہار شاخ! تو بہت خوب نزاکت سے جھول رہی ہے

کاشفتگی مبادت از آشوبِ بادِ دے
خدا کرے تجھے دے کی ہوا کے فتنے سے پریشانی نہ ہو

بر مہرِ چرخ و عشوۂ او اعتماد نیست
آسمان کی محبت اور اس کی ادا پر بھروسہ نہیں ہے

اے وائے بر کسے کہ شد ایمن ز مکرِ وے
اس پر افسوس ہے جو اس کے مکر سے مطمئن ہو گیا

فردا شرابِ کوثر و حور از برائے ماست
کل کوثر کی شراب اور حور ہمارے لیے ہے

و امروز نیز دلبرِ مہ روی و جامِ مے
اور آج بھی چاند جیسے رخ والا دلبر اور جامِ مے حاصل ہے

بادِ صبا ز عہدِ صبیٰ یاد میدہد
بادِ صبا، بچپن کا زمانہ یاد دلاتی ہے

جاں دارو ئے کہ غم ببرد درِ دہ اے صبی
اے لڑکے! جان کی دوا جو غم دور کرے لا دے

حشمت مبین و سلطنتِ گل کہ گسترید
پھول کی سلطنت اور دبدبہ دیکھ کر بچھا دیا ہے

فراشِ باد ہر ورقے را بزیرِ پے
ہوا کے فراش نے، ہر پتی کو پیر کے نیچے

در دہ بیادِ حاتمِ طے جامِ یک منی
حاتم طائی کی یاد پر، ایک منی جام دے

تا نامۂ سیاہِ بخیلاں کنیم طے
تاکہ ہم بخیلوں کا سیاہ نامۂ اعمال لپیٹ دیں

زاں مے کہ داد رنگِ طبیعی بار غواں
وہ شراب جس نے ارغواں کو طبعی رنگ دیا

بیروں فگند لطفِ مزاج از رخش بخوے
مزاج کی پاکیزگی لطافت کو منہ سے پسینہ ذریعہ باہر پھینک دی

بشنو کہ مطربانِ چمن راست کردہ اند
سن، کیونکہ چمن کے مطربوں نے درست کر لیا ہے

آہنگِ چنگ و بربط و طنبور و نائی و نے
چنگ، بربط، طنبورہ، نائی، اور بانسری کی آواز کو

مسند بباغ بر کہ بخدمت چو بندگاں
مسند کو باغ میں لے جا کہ خدمت میں غلاموں کی طرح

استادہ است سرو و کمر بستہ است نے
سرو کھڑا ہے اور بانسری نے کمر باندھی ہے

اشیائے روزگار نمے ساز در گرو
دنیا کی چیزوں کو شراب کے بدلے گروی رکھ

کز مرد راہ باز نماندہ است ہیچ شے
اس لیے کہ راستے کے مرد سے کوئی چیز باقی نہیں رہتی ہے

حافظ حدیثِ سحر فریبِ خوشت رسید
اے حافظ! تیری جادو کی طرح فریب دینے والی اچھی بات پہنچ گئی ہے

تا حدِ چین و شام و باقصائے روم و رے
چین اور شام کی حد تک اور روم اور رے کے آخری حد تک

سحر با د میگفتم حدیثِ آرزو مندی
صبح کو ہوا سے میں آرزو مندی کی بات کہہ رہا تھا

خطاب آمد کہ واثق شو بالطافِ خداوندی
آواز آئی تو خدا کی مہربانیوں پر یقین رکھ

ـــ لالہ کے بارے میں
بیان کیا گیا ہے کہ گویا وہ
شراب کا پیالہ ہے جس
نے گلزار بنا دیا
موسم آ گیا ہے اب
شراب نوشی ہونی چاہیے
ـــ زمانہ ناپائدار ہے
اس نے قیصر اور کیخسرو
جیسے بادشاہوں کی
سلطنتیں دیکھیں لیکن
کسی کو باقی نہ چھوڑا۔
ـــ صبح ہو گئی ہے پرندہ
مستی میں چہچہا رہا ہے
بیدار ہو جا کیونکہ موت
سر پر کھڑی ہے۔
ـــ آسمان کی محبت
اور ناز و ادا بالکل
ناقابلِ بھروسہ ہے۔
ـــ یہی
آج بھی
معشوق
اور جامِ شراب
حاصل ہے اور قیامت
میں شرابِ کوثر اور
حور ملیں گی۔
ـــ پھول کی سلطنت
اور جاہ و جلال کو ہوا
پائمال کر دیتی ہے
اس کی پتیاں جھڑتی
ہیں اور پیروں میں
روندی جاتی ہیں۔
ـــ شراب نے ارغواں کو
طبعی رنگ عطا کیا
اس پر جو قطرات ہیں
وہ پسینہ کی صورت میں
وہی شراب ہے جو اس نے
پی تھی۔
ـــ بانسری پر پٹیاں
کسی جاتی ہیں اسی سے کمر

قلم را آں زباں نبود کہ سرِ عشق گوید باز
ورائے حدِّ تقریر است شرحِ آرزومندی

قلم کے لئے وہ زبان نہیں ہے کہ عشق کا راز کھول کر کہہ دے
آرزومندی کی تشریح تقریر کی حد سے آگے ہے

دلا اندر زلفِ لیلیٰ بند و کارِ عشقِ مجنوں کن
کہ عاشق را زیاں دارد مقالاتِ خردمندی

لیلیٰ کی زلف سے دل وابستہ کر، اور مجنوں کے عشق کا کام اختیار کر
اس لئے کہ عقلمندی کی باتیں عاشق کو نقصان پہونچاتی ہیں

الا اے یوسفِ مصری کہ کردت سلطنت مغرور
پدر را باز پرس آخر کجا شد مہرِ فرزندی

آگاہ اے مصری یوسف! تجھے سلطنت نے مغرور بنا دیا
باپ کو پوچھ، آخر پسری محبت کہاں چلی گئی؟

بشکرِ غمزۂ فتاں دوا بخشی و درد انگیز
بچینِ زلفِ مشک افشاں دلآویزی و دلبندی

[illegible]
[illegible]

جہانِ پیرِ رعنا را مروت در جبلت نیست
ز مہرِ او چہ میخواہی در و ہمت چہ می بندی

بڈھے خوبصورت جہاں کی فطرت میں مہربانی نہیں ہے
اس کی محبت سے تو کیا چاہتا ہے، اس کا لحاظ کیوں کرتا ہے؟

ہمائے چوں تو عالی قدر و مہرِ استخواں تا کے
دریغ ایں سایۂ دولت کہ بر نا اہل افگندی

تجھ جیسا بلند مرتبہ ہما، اور ہڈی کی محبت کب تک!
اس دولت کے سایہ پر افسوس جو تو نے نااہل پر ڈالا

درین بازار اگر سود است با درویشِ خرسند است
خدایا منعمم گرداں بدرویشی و خرسندی

اس بازار میں اگر نفع ہے، تو خوش و خرم فقیر کو ہے
اے خدا! فقیری اور خوشی سے مجھے مالدار بنا دے

دعائے صبح و شامم تو کلیدِ گنجِ مقصود است
بایں راہ و روش میرو کہ با دلدار پیوندی

تیری صبح اور شام کی دعا، مقصود کے خزانے کی کنجی ہے
اس راستہ اور رفتار سے چلا چل، تو محبوب سے ملجائے گا

بخوباں دل مدہ دیگر ببیں آں بیوفائیہا
کہ با تیغِ زباں کردند مکارانِ الوندی

حسینوں کو دل نہ دے، ان بیوفائیوں کو پھر دیکھ
جو زبان کی تلوار کے ذریعہ الوند کے رہنے والے مکاروں نے کی ہیں

ز شعرِ حافظِ شیراز میگویند و میرقصند
شیراز کے حافظ کے اشعار کو پڑھتے ہیں اور رقص کرتے ہیں

سیہ چشمانِ کشمیری و ترکانِ سمرقندی
کشمیری سیاہ چشم، اور سمرقندی معشوق

سحرگہ رہروے در سرزمینے
ہمی گفت ایں معما با قرینے

صبح کو ایک مسافر، ایک سرزمین میں
یہ معما ایک ساتھی سے کہہ رہا تھا

کہ اے صوفی شراب آنگہ بود صاف
کہ در شیشہ بماند اربعینے

کہ اے صوفی! شراب اس وقت صاف ہوتی ہے
جبکہ چالیس روز، بوتل میں رہتی ہے

گر انگشتِ سلیمانی نباشد
چہ خاصیت دہد نقشِ نگینے

اگر سلیمان کی انگلی نہ ہو
نگینے کا نقش کیا تاثیر دکھائے گا؟

خدا زاں خرقہ بیزار است صد بار
کہ صد بت باشدش در آستینے

خدا اس گدڑی سے، سو بار ناراض ہے
جس کی آستین میں سو بت ہوں

درونہا تیرہ شد باشد کہ از غیب
چراغے برکند خلوت نشینے

باطن تاریک ہو گئے ہیں، ہو سکتا ہے کہ غیب سے
کوئی خلوت نشیں، چراغ روشن کر دے

---

۱ لیلیٰ ز بنکر مجنوں کے کام میں لگ جا عقلمندی نقصان پہونچاتی ہے۔
۲ معشوق کو زوال پذیر حسن پر مغرور ہو کر عاشق کو فراموش نہ کرنا چاہیے۔
۳ تیری آنکھیں درد بھی پیدا کرتی ہیں اور دوا بھی دیتی ہیں تیری زلف دل کو خوش بھی کرتی ہے اور رنجیدہ بھی۔
۴ مشہور ہے کہ ہما کی خوراک صرف ہڈیاں ہیں دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کی تشریح ہے۔
۵ دنیا میں صرف خوش مزاج فقیر خوش رہ سکتا ہے۔
۶ انسان صبح و شام جد و جہد میں لگا رہتا ہے تو مقصود حاصل ہو ہی جاتا ہے۔
۷ [illegible] مشقتیں برداشت کرتا ہے تب اس میں صفائی پیدا ہوتی ہے جس طرح شراب چالیس روز شیشے میں بند رہتی ہے تب نکھرتی ہے۔
۸ لوگ تاریک باطن ہو گئے ہیں۔ [illegible] از غیب پیدا ہو کر [illegible]۔

مُروّت گرچہ نامِ بے نشانست | نیازے عرضہ کن بر نازنینے
مُروّت، اگرچہ بے معنیٰ لفظ ہے | کسی نازنین کی خدمت میں، نیاز مندی پیش کر

ثوابت باشد اے دارائے خرمن | اگر رحمے کنی بر خوشہ چینے
اے کھلیان رکھنے والے! تجھے ثواب ہوگا | اگر تو کسی خوشہ چیں پر، ذرا رحم کرے تو

نمی بینم نشاط و عیش در کس [1] | نہ درمانِ دلے نے دردِ دینے
میں کسی میں کبھی عیش و نشاط نہیں دیکھتا ہوں | نہ کسی دل کا علاج، نہ دین کا درد

اگرچہ رسمِ خوباں تند خوئیست | چہ باشد گر بسازی با غمینے
اگرچہ بد مزاجی، حسینوں کی عادت ہے | کیا ہو جائے گا، اگر تو ایک غمگین کی دلجوئی کرے گا!

درِ میخانہ بکشا تا بپرسم [2] | مآلِ حالِ خود از پیش بینے
میخانہ کا دروازہ کھول تاکہ میں دریافت کروں | کسی پیش بین سے اپنے حال کا انجام

نہ ہمت را امیدِ سر بلندیست | نہ دعوت را کلیدِ آہنینے
نہ ہمت کو سر بلندی کی امید ہے | نہ دعا کے پاس، لوہے کی کنجی ہے

نہ حافظ را حضورِ درسِ قرآں
نہ حافظ کو قرآن کے درس میں حضور قلب ہے

نہ دانشمند را علم الیقینے [3]
نہ فقیہ کو، علم الیقین حاصل ہے

سحرم ہاتفِ میخانہ بدولتخواہی | گفت باز آی کہ دیرینۂ ایں درگاہی
صبح مجھے شراب خانہ کی غیبی آواز نے خیر خواہی کے طور پر | کہا کہ تو اس دربار کا پرانا ساتھی والا ہے لوٹ آ

ہمچو جم جرعۂ مے کش کہ ز سرِّ ملکوت [4] | پرتوِ جامِ جہاں بیں دہدت آگاہی
جمشید کی طرح شراب کا گھونٹ پی تاکہ عالم بالا کے راز سے | جہان بین جام کا عکس تجھے خبردار کر دے

بر درِ میکدہ رندانِ قلندر باشند | کہ ستانند و دہند افسرِ شاہنشاہی
میکدے کے در پر قلندر، رند ہوتے ہیں | جو شاہی تاج، اتارتے، اور عطا کرتے ہیں

با گدایانِ درِ میکدہ اے سالکِ راہ | باادب باش گر از سرِّ خدا آگاہی
اے راستہ سالک! شراب خانہ کے دروازے کے فقیروں سے | ادب کے ساتھ رہ، اگر تو خدائی راز سے باخبر ہے

خشت زیرِ سر و بر تارکِ ہفت اختر پائے [5] | دستِ قدرت نگر و منصبِ صاحب جاہی
سر کے نیچے اینٹ، اور پیر سات ستاروں کے سر پر | قسمت کا ہاتھ، اور مرتبہ والے کا رتبہ دیکھ

اگرت سلطنتِ فقر ببخشند اے دل [6] | کمتریں ملکِ تو از ماہ بود تا ماہی
اے دل! اگر تجھے فقر کی بادشاہی دیدیں | تو تیرا سب سے چھوٹا ملک، چاند سے، مچھلی تک ہوگا

قطعِ ایں مرحلہ بے ہمرہیِ خضر مکن | ظلماتست بترس از خطرِ گمراہی
خضر کی ہمراہی کے بغیر، اس منزل کو طے نہ کر | اندھیرے ہیں، گمراہی کے خطرے سے ڈر

سرِ ما و درِ میخانہ کہ طرفِ بامش | بفلک بر شدہ دیوار بدیں کوتاہی
ہمارا سر ہے اور میخانہ کا در، اس لئے کہ اس کے بالاخانہ کا کنارہ | باوجود چھوٹے ہونے کے اس کی دیوار آسمان سے بلند ہے

[1] دنیا میں خلفشار ہے عیش و نشاط ختم ہو چکا جسے دیکھو غمناک ہے۔
[2] شاید میخانہ میں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو پیش بیں ہو اسے اپنا انجام معلوم کر لوں۔
[3] یقین کی تین قسمیں ہیں علم الیقین کسی چیز کی حقیقت کو جان کر یقین کرنا مثلاً یہ کہ زہر کھانے والا مر جاتا ہے عین الیقین آنکھوں سے دیکھ کر یقین کرنا مثلاً زہر کھا کر مرنے والے کو دیکھ کر یقین کرنا حق الیقین خود تجربہ کر کے یقین حاصل کرنا مثلاً زہر کھا کر اپنے آپ کو ہلاک کر کے زہر کے قاتل ہونے کا یقین کرنا۔
[4] غیبی آواز نے کہا تو ہمارا ندیم ہے جام شراب پی تاکہ تجھے عالم بالا کی سیر نصیب ہو۔
[5] شعر [illegible] انہیں اینٹ کے علاوہ [illegible] میسر نہیں لیکن ان کا رتبہ بہت بلند ہے۔
[6] اگر کسی کو فقر کی سلطنت حاصل ہو جائے تو پوری کائنات اس کی سلطنت کا تھوڑا سا حصہ ہے۔

تو در فقر ندانی زدن از دست مده
مسندِ خواجگی و مجلسِ توران شاہی
تو فقر کے دروازے کو کھٹکھٹانا نہیں جانتا ہے، نہ چھوڑ — خواجگی کی مسند، اور توران شاہی مجلس کو

اے سکندر بنشین و غمِ بیہودہ مخور
کہ نبخشند ترا آبِ حیات از شاہی
اے سکندر! بیٹھا رہ، اور بیکار غم نہ کھا — اس لیے کہ شاہی کی وجہ سے تجھے آبِ حیات نہ دیں گے

اے گدایانِ ترا عار ز شاہنشاہی
ہمہ کس را تو دہی منصبِ صاحب جاہی
اے وہ کہ تیرے گداؤں کو شہنشاہی سے عار ہے — سب کو تو ہی صاحبِ جاہ کا مرتبہ دیتا ہے

حافظِ خام طمع شرمے ازیں قصہ بدار
عملت چیست کہ مزدش دو جہاں میخواہی
اے غلط لالچ کرنے والے حافظ! اس قصہ سے شرم کر — تیرا کام کیا ہے کہ تو اس کی اجرت دونوں جہان چاہتا ہے

سلام اللہ ما کر اللیالی
علیٰ ملکِ المکارم و المعالی
اللہ کا سلام ہو، جب تک بھی راتیں گزرتی ہوں — بزرگیوں، اور بلندیوں کے بادشاہ پر

علیٰ وادی الاراک ومن علیہا
وداری باللوی فوق الرمال
پیلو کے جنگل پر، اور ان پر جو وہاں ہیں — اور میرے گھر پر جو لوی میں ریتلی زمین پر ہے

دعاگوئے غریبانِ جہانم
وادعو بالتواتر و التوالی
میں دنیا کے مسافروں کا دعاگو ہوں — اور میں متواتر، اور پے در پے دعا کرتا ہوں

منال اے دل کہ در زنجیرِ زلفش
ہمہ جمعیت ست آشفتہ حالی
اے دل! نالہ نہ کر اس لیے کہ اس کی زلف کی زنجیر میں — پریشان حالی، پورا اطمینان ہے

اموت صابراً یا لیت شعری
متیٰ نطق البشیر عن الوصال
میں صبر کرتے کرتے مرا جاتا ہوں، اے کاش! میں جان جاتا — وصل کی خوشخبری دینے والا کب بولے گا؟

فحبک راحتی فی کل حین
وذکرک مونسی فی کل حال
ہر گھڑی، تیری محبت، میری راحت ہے — اور ہر حالت میں تیرا ذکر، میرا مونس ہے

سویدائے دلِ من تا قیامت
مبادا از سوزِ سودائے تو خالی
میرے دل کا سیاہ نقطہ، قیامت تک — خدا کرے تیرے عشق کی جلن سے خالی نہ ہو

کجا یابم وصالِ چوں تو شاہے
منِ بدنامِ رندِ لاابالی
تجھ جیسے بادشاہ کا میں وصل کب حاصل کر سکتا ہوں! — میں بدنام، لاپرواہ رند

زخطت صد جمالِ دیگر افزود
کہ عمرت باد صد سالِ ہلالی
تیرے سبزۂ خط سے سو حسن اور زیادہ ہو گئے — خدا کرے تیری عمر سو قمری سالوں کی ہو

برآں نقاشِ قدرت آفریں باد
کہ گردِ مہ کشد خطِ ہلالی
قدرت کے اس نقاش کو شاباش ہے — جو چاند کے چاروں طرف ہلالی خط کھینچتا ہے

بہر منزل کہ رو آرد خدایا
نگہدارش بحفظِ لایزالی
وہ جس منزل کی طرف بھی رخ کرے، اے خدا! — دائمی حفاظت سے، تو اس کی حفاظت کر

---

۱ آبِ حیات سلطنت کے زور سے نہیں حاصل ہوتا ہے۔
۲ تو تمام انسانوں کو منصبِ جاہ دیتا ہے لیکن تیرے در کے گدا بادشاہی کو عار سمجھتے ہیں۔
۳ حافظ کے ایسے کون سے کارنامے ہیں جن کی اجرت میں دونوں جہان مانگتا ہے؟
۴ بادشاہ پر اور محبوب پر جو پیلو کے جنگل میں مقیم ہے اور میرے گھر پر خدا کا سلام ہو۔
۵ اس کی زلف میں گرفتار ہونے سے ہی دل جمعی حاصل ہے۔
۶ سویدا خون کا ایک نقطہ ہے جو دل کے درمیان میں ہے اور وہی مدارِ زندگی ہے۔
۷ خط سے چہرہ اور خطِ ہلالی سے سبزۂ خط مراد ہے۔

توئی باید کہ باشی ورنہ سہل است — زیانِ مایۂ جانی و مالی
چاہئے کہ تو رہے، ورنہ آسان ہے — جانی، اور مالی سرمایہ کا نقصان

خدا داند کہ حافظ را غرض چیست
خدا جانتا ہے، کہ حافظ کا کیا مدعا ہے؛

وَعِلْمُ اللّٰہِ حَسْبِیْ مِنْ سُؤَالِیْ
اور میرے مانگنے کی بجائے اللہ کا جاننا میرے لیے کافی ہے

سلامے چو بوئے خوش آشنائی — بداں مردمِ دیدۂ روشنائی
آشنائی کی خوشبو جیسا سلام — اُن روشن آنکھوں کی پُتلی پر

درودے چو نورِ دلِ پارسایاں — بداں شمعِ خلوتگہِ پارسائی
نیکوں کے دلوں کے نور جیسا سلام — اس، نیکی کی خلوت گاہ کی شمع پر

نمی بینم از ہمدماں ہیچ بر جا — دلم خوں شد از غصہ ساقی کجائی
ہم ساتھیوں میں سے کسی کو بھی جگہ پر نہیں دیکھتا ہوں — اے ساقی! تو کہاں ہے، غم سے میرا دل خون ہوگیا ہے؟

ز کوئے مغاں رو مگرداں کہ آنجا — فروشند مفتاحِ مشکلکشائی
مغوں کے کوچہ سے روگردانی نہ کر اس لئے کہ وہاں — مشکل کشائی کی کنجی فروخت کرتے ہیں

عروسِ جہاں گرچہ در حدِّ حُسن است — ز حد می برد شیوۂ بیوفائی
دنیا کی دلہن، اگرچہ حسن کی حد میں ہے — بے وفائی کی عادت حد سے بڑھ جاری ہے

مئے صوفی افگن کجا می فروشند — کہ در تابم از دستِ زُہدِ ریائی
صوفی کو پچھاڑ دینے والی شراب کہاں بیچتے ہیں؟ — اس لیے کہ ریاکاری کے زہد کے ہاتھوں میں بل کھا رہا ہوں

رفیقاں چناں عہدِ صحبت شکستند — کہ گوئی نبود ست خود آشنائی
دوستوں نے دوستی کا عہد اس طرح توڑ ڈالا — کہ گویا، دوستی تھی ہی نہیں

دلِ خستۂ من گرش ہمتے نیست — نخواہد ز سنگیں دلاں مومیائی
اگرچہ میرے ٹوٹے ہوئے دل میں ہمت نہیں ہے — وہ پتھر جیسے دل والوں سے مومیائی نہ مانگے گا

مرا گر تو بگذاری اے نفسِ طامع — بسے بادشاہی کنم در گدائی
اے لالچی نفس! اگر تو مجھے چھوڑ دے — فقیری میں بہت بادشاہی کروں گا

بیاموزمت کیمیائے سعادت — ز ہم صحبتِ بد جدائی جدائی
میں تجھے نیک بختی کی کیمیا سکھاتا ہوں — بُرے ہم صحبت سے، جدائی ہی جدائی ہو

مکن حافظ از جورِ گردوں شکایت
اے حافظ! زمانہ کے ظلم کی شکایت نہ کر

چہ دانی تو اے بندہ کارِ خدائی
اے بندے، خدائی کام کو تو کیا جانے؛

سُلَیْمٰی مُنْذُ حَلَّتْ بِالْعِرَاقِ — اُلَاقِیْ فِیْ ھَوَاھَا مَا اُلَاقِیْ
پیاری سلمیٰ، جب سے عراق میں مقیم ہوگئی ہے — میں اُس کی محبت میں برداشت کر رہا ہوں جو بھی برداشت کر رہا ہوں

ے خدا میرا مقصد جانتا ہے لہٰذا مجھے سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ بغیر مانگے دیگا

ے دوست سب بچھڑ گئے رنج سے میرا دل خون ہو رہا ہے خراب ہوا۔

ے دیرِ مغاں میں ہی مشکلیں آسان ہونگی

ے ایسی شراب درکار ہے جو صوفیوں کو پچھاڑ دے اس لیے کہ میں ان کی ریاکاری سے عاجز آگیا ہوں

ے اگرچہ میرا دل بے ہمت ہو چکا ہے لیکن پھر بھی کمینوں کا احسان اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہے۔

ے سعادت کی کیمیا یہ ہے کہ بُروں کی صحبت سے اجتناب کیجئے

ے میری محبوبہ مجھ سے دور عراق میں جا بسی میں ہجر کے مصائب برداشت کر رہا ہوں

الا اے ساربانِ محملِ دوست ◦ الیٰ رُکبانِکم طالَ اشتیاقی
اے دوست کے کجاوے کے ساربان سن ◦ تمہارے سواروں کی طرف میرا شوق بڑھ گیا ہے

بساز اے مطربِ خوشخوان خوشگوی ◦ بشعرِ پارسی صوتِ عراقی
اے خوش خواں اور خوش گو مطرب! ◦ فارسی اشعار، عراقی لہجے میں

بیا ساقی بدہ رطلِ گرانم ◦ سقاکَ اللّٰہُ مِن کاسٍ دِہاقٖ
ساقی آ، مجھے بھاری پیالہ دے ◦ خدا تجھے لبالب پیالے سے سیراب کرے

جوانی باز می آرد بیادم ◦ صدائے چنگ و نوشانوشِ ساقی
مجھے جوانی، پھر یاد دلا رہی ہے ◦ چنگ کی آواز، اور ساقی کی نوشانوش

مے باقی بدہ تا مست و خوشدل ◦ بیاراں بر فشانم عمرِ باقی
بچی ہوئی شراب دیدے، مست اور خوش دل ہو کر ◦ دوستوں پر قربان کردوں بقیہ زندگی

درونم خوں شد از نادیدنِ دوست ◦ اَلا تعساً لِاَیّامِ الفِراقٖ
دوست کے نہ دیکھنے سے، میرا دل خون ہوگیا ◦ فراق کے دنوں کے لیے، ہلاکی ہو

دمے با نیکخواہاں متفق باش ◦ غنیمت داں امورِ اتفاقی
تھوڑی دیر کے لیے، خیر خواہوں کے ساتھ مل بیٹھ ◦ اتفاقی باتوں کو غنیمت سمجھ

سیمائے مجرد را طرازد ◦ کہ با خورشید سازد ہم وثاقی
مجرد، سیما کو یہ بات زیب دیتی ہے ◦ کہ آفتاب کے ساتھ، ہم خانہ ہو

عروسِ بس خوشی اے دخترِ رز ◦ ولے گہ گہ سزاوارِ طلاقی
اے انگور کی بیٹی! تو بہت حسین دلہن ہے ◦ لیکن کبھی کبھی، طلاق کے قابل ہے

رَبیعُ العُمرِ فی مَرعیٰ حِماکم ◦ حَماکَ اللّٰہُ یا عَہدَ التَّلاقٖ
زندگی کا موسم بہار تمہارے گلی کی چراگاہ میں ہے ◦ اے ملاقات کے زمانے خدا تیری حفاظت کرے

خرد در زندہ رود انداز و مے نوش ◦ بگلبانگِ جوانانِ عراقی
عقل کو زندہ رود میں پھینک دے اور شراب پی ◦ عراقی جوانوں کی آواز پر

نَہانِیَ الشَّیبُ مِن وَصلِ العَذاریٰ ◦ سِوَیٰ تَقبیلِ خَدٍّ وَّاعتِناقٖ
بڑھاپے نے مجھے باکرہ لڑکی سے روک دیا ◦ سوائے رخسار کے بوسہ لینے اور گلے لگانے کے

وصالِ دوستاں چوں روزیٔ ماست ◦ مگو واعظ سخنہائے فراقی
چونکہ دوستوں کا وصال، ہمارا مقدر ہے ◦ اے واعظ! جدائی کی باتیں نہ کر

دُمُوعِی بَعدَکُم لَا تَحقِرُوہا ◦ فَکَم بَحرٍ جَمَعنا مِن سَواقٖ
ہمارے آنسو جو تمہارے فراق میں ہیں ان کو حقیر نہ سمجھ ◦ بہت سے سمندر ہیں، جو ہم نے نہروں سے جمع کئے ہیں

مَضَت فُرَصُ الوِصالِ وَمَا شَعَرنا
وصل کی فرصتیں گذر گئیں، اور ہمیں پتہ نہ چلا

بگو حافظ غزلہائے فراقی
اے حافظ! اب فراق کی غزلیں کہو

ے چونکہ میں عراقی ہوگیا ہے لہٰذا اب مجھے فارسی اشعار عراقی لہجے میں پسند آتے ہیں۔

ے چنگ کی آواز ساقی کی نوشانوش کی صدا جوانی کا زمانہ یاد دلاتی ہے فراق کے زمانہ کا خدا برا کرے جس نے دل کو خون بنا دیا ہے

ے تھوڑی دیر کے لیے ہم جیسے خیرخواہوں کے ساتھ مل بیٹھنے کو غنیمت سمجھ۔

ے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شادی نہ کی تمام عمر عالم تجرد میں گذری اسی لئے ان کو چرخ چہارم پر جگہ ملی تو جو عیسیٰ کی طرح ... حافظ تجرد کی صفت

ے ربیع، موسم بہار۔ حِمیٰ، وہ چراگاہ جو کوئی اپنے لیے مخصوص کرے

ے زندہ رود اصفہان کی مشہور ندی ہے جس کا پانی بہت ستھرا ہے۔

ے بڑھاپے نے صرف اسکی اجازت دے رکھی ہے کہ باکرہ لڑکیوں سے بوس و کنار کرلیں۔

ے وصال کی فرصتیں غفلت میں گذر گئیں اب سوائے فراق کی غزلیں پڑھنے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

سَبَتْ سَلْمٰی بِصُدْغَیْھَا فُؤَادِیْ
اپنی دونوں زلفوں سے سلمٰی نے میرا دل قید کر لیا

وَرُوْحِیْ کُلَّ یَوْمٍ لِّیْ یُنَادِیْ
اور میری روح مجھے ہر روز پکارتی ہے

خدارا بر من بیدل ببخشای
خدا کے لئے، مجھ بیدل پر بخشش کر

وَوَاصِلْنِیْ عَلٰی رَغْمِ الْاَعَادِیْ
اور دشمنوں کی خواہش کے برخلاف مجھے وصل عطا کر

اَمَنْ اَنْکَرْتَنِیْ عَنْ حُبِّ سَلْمٰی
اے وہ شخص کہ تو نے سلمٰی سے میری محبت کا انکار کیا

غَرِیْقُ الْعِشْقِ فِیْ بَحْرِ الْوِدَادِ
میں محبت کے سمندر میں عشق کا ڈوبا ہوا ہوں

نگارا در غمِ سودائے عشقت
اے محبوب! تیرے عشق کے جنون کے غم میں

تَوَکَّلْنَا عَلٰی رَبِّ الْعِبَادِ
ہم نے بندوں کے خدا پر توکل کیا ہے

دلِ حافظ شد اندر چینِ زلفت
تیری زلفوں کی شکن میں حافظ کا دل گم ہو گیا

بِلَیْلٍ مُّظْلِمٍ وَّاللّٰہُ ھَادِ
اندھیری رات میں، اور خدا راستہ دکھانے والا ہے

سینہ مالامالِ درد است اے دریغا مرہمے
سینہ درد سے مالا مال ہے، ہائے افسوس مرہم ہوتا

دل ز تنہائی بجاں آمد خدارا ہمدمے
دل تنہائی کی وجہ سے عاجز آگیا، خدا کے لئے کوئی ہمدم ہوتا

خیز تا خاطر بداں ترکِ سمرقندی دہیم
اٹھ، تاکہ ہم اس سمرقندی معشوق کو دل دیدیں

کز نسیمش بوئے زلفِ جوئے مولیاں آید ہمے
جس کی نسیم سے جوئے مولیاں کی زلف کی خوشبو آرہی ہے

چشمِ آسائش کہ دارد زیں سپہرِ گرم رو
اس تیز رفتار آسمان سے آرام کی امید کون رکھتا ہے؟

ساقیا جامے بیاور تا بیاسایم دمے
اے ساقی جام دے تاکہ تھوڑی دیر کے لئے میں آرام کر لوں

زیرکے را گفتم ایں احوالِ خود خندید و گفت
میں نے ایک عقلمند کو اپنے یہ احوال سنائے، وہ ہنسا اور بولا

صعب کارے بوالعجب دردے پریشاں عالمے
سخت کام ہے، عجب درد ہے، ایک پریشان حالت ہے

سوختم در چاہِ صبر از بہرِ آں شمعِ چگل
اس چگل کی شمع کی خاطر میں صبر کے کنویں میں جل اٹھا

شاہِ ترکاں غافل است از حالِ ما کو رستمے
ترکوں کا شاہ ہمارے حال سے غافل ہے، رستم کہاں ہے؟

در طریقِ عشقبازی امن و آسائش خطاست
عشقبازی کے راستہ میں اطمینان اور آرام غلطی ہے

ریش باد آں دل کہ با دردِ تو جوید مرہمے
خدا کرے وہ دل زخمی ہو جو تیرے درد کے ہوتے ہوئے مرہم تلاش کرے

اہلِ کام و ناز را در کوئے رنداں راہ نیست
غرض والوں اور ناز والوں کے لئے رندوں کے کوچہ میں راستہ نہیں ہے

رہروے باید جہانسوزے نہ خامے بے غمے
جہاں سوز مسافر درکار ہے، نہ کہ کچا اور بے غم

آدمِ خاکی بدیں عالم نمی آید بدست
خاکی آدمی اس دنیا میں دستیاب نہیں ہوتا ہے

عالمے دیگر بباید ساخت از نو آدمے
ایک نئے آدم سے دوسرا عالم بنانا چاہئے

گریۂ حافظ چہ سازد پیشِ استغنائے دوست
دوست کی بے نیازی کے سامنے حافظ کا رونا کیا کام بنائیگا!

کاندریں طوفاں نماید ہفت دریا شبنمے
اس لئے کہ اس طوفان میں ساتوں سمندر ایک شبنم ہیں

---

۱ سلمٰی بیلک خاص معشوق کا نام تھا لیکن اب ہر معشوق کو سلمٰی کہا جاتا ہے جیسا کہ لیلیٰ۔
۲ تاریکی ملت سے زلفیں مراد ہیں جن میں دل اپنا راستہ بھول گیا ہے۔
۳ کہ اس دنیا میں شراب سے سکون مل سکتا ہے۔
۴ کوئی عقلمند عشق کی باریکیوں کو نہیں سمجھ سکتا ہے۔
۵ چگل ترکستان میں ایک حسن خیز شہر ہے مشہور ہے کہ کیخسرو کے دور میں رستم کا بھانجہ بیژن افراسیاب شاہِ توران کی بیٹی منیژہ پر عاشق ہو گیا افراسیاب نے موقعہ پاکر بیژن کو گرفتار کرلیا اور کنویں میں قید کر دیا۔ جب رستم کو پتہ چلا تو وہ تاجرانہ بھیس میں توران گیا اور بیژن کو چھڑا لایا اس شعر میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔
۶ اس دنیا میں خاکسار نہیں رہے اب کسی نئے آدم سے نئی دنیا بنانی چاہئے۔

شد بہار و گذشت موسمِ دَے
موسم بہار ختم ہوگیا، اور دے کا مہینہ گزر گیا

آگہی گر ز چرخ و گردشِ وے
اگر تو آسمان، اور اس کی گردش سے باخبر ہے

سوئے من یار آمد و بگذشت
یار میری جانب آیا، اور نکل گیا

رفت بر باد عمرِ من ہے ہے
ہائے ہائے، میری عمر برباد ہوگئی

زیرِ ایں قصر صد ہزار گذشت
اس محل کے نیچے، لاکھوں گزر گئے

ہمچو کاؤس و قیصر و جم و کے
کاؤس، اور قیصر، اور جمشید، اور کیخسرو جیسے

دل بدنیا مبند اگر مردی
اگر تو مرد ہے، دنیا سے دل نہ لگا

زانکہ دنیاست لاشہ ولاشے
اس لیے کہ دنیا مردار، اور ہیچ ہے

زندگی یافتم ز مے آرے
ہاں اس نے شراب سے زندگی حاصل کی

وَ مِنَ الْمَاءِ كُلُّ شَيْءٍ حَیٍّ
اور ہر زندہ، پانی ہی سے ہے

یارِ ما باست روز و شب حافظ
اے حافظ! یار دن رات ہمارے ساتھ ہے

ہمچو جانے کہ ہست در رگ و پے
اس جان کی طرح جو رگ، اور پٹھے میں ہے

شہریست پُر ظریفاں از ہر طرف نگارے
ظریفوں سے شہر بھرا پڑا ہے، اور ہر جانب ایک معشوق ہے

یاراں صلائے عشق ست ار میکنید کارے
اے یارو! عشق کی پکار ہے، اگر کوئی کام کرو

چشمِ فلک ندیدہ زیں خوبتر حریفے
اس سے زیادہ حسین دوست آسمان کی آنکھ نے نہیں دیکھا ہے

در دامِ کس نیفتد زیں خوب تر شکارے
اس سے بہتر شکار کسی کے جال میں نہ پھنسے گا

اے روئے خوبت از گل صد بار نازنینی
اے وہ کہ تیرا چہرہ، پھول سے سوگنا نازنین ہے

یارب کہ رہ نیابد بر دامنِ تو خارے
خدا کرے تیرے دامن کی طرف، کانٹے کو راستہ نہ ملے

چشمے کہ دیدہ باشد جسمے ز جاں مرکب
ایسا جسم جو جان سے بنا ہو کس کی آنکھ نے دیکھا ہوگا!

بر دامنش مبادا زیں خاکداں غبارے
خدا کرے اس کے دامن پر اس خاکدان سے غبار نہ پڑے

چوں من شکستہ را از پیش خود چہ رانی
مجھ جیسے شکستہ کو اپنے سامنے سے تو کیوں بھگاتا ہے!

کم غایتِ تمنا بوسے ست یا کنارے
اس لیے کہ میری انتہائی تمنا، بوسہ ہے یا معانقہ

مے بیغش ست بشتاب وقتِ خوش ست دریاب
خالص شراب ہے جلدی کر، اچھا وقت ہے پالے

سالِ دگر کہ دارد امیدِ نو بہارے
دوسرے سال نو بہار کی امید کون رکھتا ہے؛

چوں ایں گرہ کشائیم ویں راز و انمائیم
میں کس طرح یہ گرہ کھولوں اور اس راز کو کس طرح ظاہر کروں

دردے و صعب دردے کارے و سخت کارے
درد ہے اور سخت درد، کام ہے اور مشکل کام

در بوستاں حریفاں مانندِ لالہ و گل
دوست لوگوں نے باغ میں لالہ و گل کی طرح

ہر یک گرفتہ جامے بر یادِ گلعذارے
ہر ایک نے جام تھام رکھا ہے کسی گل رخسار معشوق کی یاد میں

ہر تارِ موئے حافظ در دستِ ترک شوخیست
حافظ کے بالوں کا ہر تار، ایک شوخ ترک کے ہاتھ میں ہے

مشکل تواں نشستن در ایں چنیں دیارے
اس جیسے وطن میں، بیٹھنا مشکل ہے

۱؎ یار میرے پاس سے ہوکر گزر گیا اور جیسے پاس نہ ٹھہرا گویا میری عمر برباد گئی۔

۲؎ دنیا سے دل نہ لگانا چاہیے اس نے سیکڑوں بنے آدمیوں کو ہلاک کیا ہے۔

۳؎ شعر: میرے مشفق جیسا آج تک نہیں پیدا ہوا اس سے زیادہ حسین شکار کسی کے جال میں نہیں پھنسا ہے۔

۴؎ اس کا جسم ہماری جان سے بنا ہے خدا اس کو مصائب سے بچائے۔

۵؎ کم، کرا کا مخفف ہے یعنی میری تمنا صرف بوسہ و کنار ہے۔

۶؎ دوسرے موسم بہار تک کون جیتا ہے اسی موسم میں کام کرلے۔

۷؎ حافظ کا رونگٹا رونگٹا ایک شوخ معشوق کے ہاتھ میں ہے لہذا وہ چین سے کیسے بیٹھ سکتا ہے۔

صبا تو نکہت آں زلفِ مشکبو داری
اے صبا! تو اس مشک جیسی خوشبو والی زلف کی خوشبو رکھتی ہے

بیادگار بمانی کہ بوئے او داری
تو یادگار رہے گی کیونکہ تو اس کی خوشبو رکھتی ہے

دلم کہ گوہرِ اسرارِ حسن و عشق درو ست
میرا وہ دل، جس میں حسن اور عشق کے راز کے موتی ہیں

تواں بدستِ تو دادن گرش نکو داری
تیرے ہاتھ میں دیا جا سکتا ہے، اگر تو اس کو اچھی طرح رکھے

درآں شمائلِ مطبوع، ہیچ نتواں گفت
ان پسندیدہ اخلاق کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے

جزایں قدر کہ رقیبانِ تندخو داری
اس کے علاوہ کہ تو بدمزاج نگہبان رکھتا ہے

نوائے بلبلت اے گل کجا پسند افتد
اے پھول! تجھے بلبل کی آواز کب پسند آئے گی؟

کہ گوش ہوش بمرغانِ ہرزہ گو داری
اس لیے کہ تیرا ہوش کا کان بیہودہ گو پرندوں کی طرف ہے

زجرعۂ تو سرم مست گشت نوشت باد
تیرے ایک گھونٹ سے میرا سر مست ہو گیا، خدا کرے تیرے لیے نوش ہو

خود از کدام خمست اینکہ در سبو داری
یہ کون سے مٹکے کی ہے، جو تیری ٹھلیا میں ہے؟

قبائے حسن فروشی ترا برازید و بس
حسن فروشی کی قبا، صرف تجھے زیب دیتی ہے

کہ ہمچو گل ہمہ آئینِ رنگ و بو داری
اس لیے کہ تو پھول کی طرح رنگ اور خوشبو کے سب طریقے رکھتا ہے

زمانہ گر ہمہ مشکِ ختن دہد بر باد
اگر زمانہ ختن کا سارا مشک برباد کر دے

فدائے تو کہ خط و خال مشکبو داری
میں تجھ پر قربان کہ تو مشک کی خوشبو والے خط و خال رکھتا ہے

دم از ممالکِ خوبی چو آفتاب زدن
آفتاب کی طرح حسین غلاموں کا دم بھرنا

ترا سزد کہ غلامانِ ماہرو داری
تجھے پھبتا ہے، کیونکہ تو چاند جیسے چہرے والے غلام رکھتا ہے

بسرکشی خود اے سروِ جویبار مناز
اے نہر کے سرو! اپنی سربلندی پر ناز نہ کر

کہ گر باو رسی از شرم سر فرو داری
اس لیے کہ اگر تو اس کے پاس پہنچے گا تو شرم سے سر جھکا لے گا

دعاش گفتم و خنداں بزیرِ لب میگفت
میں نے اس کو دعا دی، اور وہ زیرِ لب مسکراتا ہوا کہہ رہا تھا

کہ کیستی تو و با ما چہ گفتگو داری
کہ تو کون ہے، اور تجھے ہم سے کیا کہنا ہے؟

زکنجِ مدرسہ حافظ مجوئی گوہرِ عشق
اے حافظ! مدرسے کے گوشے میں عشق کا گوہر تلاش نہ کر

قدم بروں نہ اگر میلِ جستجو داری
اگر جستجو کی خواہش ہے تو باہر قدم نکال

صبح است و ژالہ میچکد از ابرِ بہمنی
صبح ہے، اور بہمن کے مہینے کے ابر سے برف برس رہی ہے

برگِ صبوح ساز و بدہ جامِ یکمنی
صبح کی شراب کا سامان تیار کر اور ایک من والا جام دے

در بحرِ مائی و منی افتادہ ام بیار
میں خودی اور انانیت کے سمندر میں پڑا ہوں، لا

مے تا خلاص بخشدم از مائی و منی
شراب، تاکہ وہ مجھے خودی اور انانیت سے نجات دے

خونِ پیالہ خور کہ حلالست خونِ او
پیالے کا خون پی، اس لیے کہ اس کا خون حلال ہے

در کارِ یار کوش کہ کاریست کردنی
یار کے معاملہ میں کوشش کر، کیونکہ یہ کرنے کا کام ہے

گر صبحدم خمار ترا درد سر دہد
اگر تجھے خمار صبح کے وقت دردِ سر میں مبتلا کرے

پیشانیِ خمار ہماں بہ کہ بشکنی
یہی بہتر ہے کہ تو خمار کا سر پھوڑ دے

[1] چونکہ صبا میں محبوب کی زلف جیسی خوشبو ہے لہٰذا وہ یادگار رہیگی۔
[2] اس کی خوبیوں میں کوئی گفتگو کا موقع نہیں ہے بس اس قدر ہے کہ اس کے نگہبان سخت مزاج ہیں۔
[3] چونکہ محبوب غیار کی طرف متوجہ ہے تو ہماری کب سنے گا۔
[4] اگر زمانے ختن کا مشک مفقود ہو جائے تو کوئی حرج نہیں محبوب کے خد و خال کافی ہیں۔
[5] دوسرے ستاروں کی روشنی آفتاب کی عطا کردہ ہے لہٰذا وہ اگر حسن کا دعویٰ کرے تو اس کو حق ہے۔ اسی طرح معشوق بمنزلہ آفتاب کے ہے اور دوسرے حسین بمنزلہ ستارے ہیں۔
[6] سرو محبوب کے سامنے جا کر اس کے قد کے مقابلہ میں شرما جائیگا۔
[7] عشق کا موتی مدرسے باہر قدم نکالنے سے حاصل ہو سکیگا۔
[8] بہمن ایک فارسی مہینہ کا نام ہے، برگ: ساز و سامان مئی۔ ایک سیر بارہ چھٹانک کا ہوتا ہے۔
[9] شعر [illegible] موجود یک لحظہ بودن صد خطر دارد [illegible] — خدا جسے دے ... [illegible]
[10] خمار وہ اعضا شکنی ہے جو نشہ کے اترتے وقت ہوتی ہے یعنی نشہ کو شراب سے دور کر۔

ساقی بہوش باش کہ غم درکمین ماست
اے ساقی ہوشیار رہیو کہ غم ہماری گھات میں ہے

مطرب نگاہ دار ہمیں رہ کہ میزنی
اے مطرب اس سُر کا خیال رکھ جو تو بجا رہا ہے

مے دہ کہ سرگوش من آورد چنگ و گفت
شراب دے، اس لیے کہ چنگ نے میرے کان میں منہ ڈال کر کہا

خوش باش و پند بشنو ازیں پیر منحنی
خوش رہ، اور اس کبڑے بڈھے کی نصیحت سن لے

ساقی بشے بے نیازی یزداں کہ مے بیار
اے ساقی! خدا کی بے نیازی کی قسم، شراب لا

تابشنوی زصوت مُغنّی ہُوالغنی
تاکہ تو مطرب کی آواز سے "وہ بے نیاز ہے" سنے

حافظ نہالِ قدِ تو در جوئبارِ چشم
حافظ نے تیرے قد کے پودے کو آنکھوں کی نہر میں

خوں خورد و برنشاند و تو خواہی کہ برکنی
خون پیا، اور لگایا، اور تو چاہتا ہے کہ اکھیڑ دے

طفیلِ ہستیٔ عشق اند آدمی و پری
آدمی اور پری عشق کے وجود کا طفیل ہیں

ارادتے بنما تا سعادتے ببری
ارادت ظاہر کر، تاکہ تو سعادت حاصل کرے

چو مستعدِ نظر نیستی وصال مجوی
جبکہ تجھ میں دیکھنے کی استعداد نہیں ہے تو وصال نہ ڈھونڈ

کہ جامِ جم نہ دہد سود وقتِ بے بصری
اس لیے کہ نابینائی کے وقت جامِ جم فائدہ نہیں دیتا ہے

مے صبوح و شکرخوابِ صبحدم تا چند
صبوحی شراب، اور صبح کی میٹھی نیند کب تک؟

بعذرِ نیم شبی کوش و نالۂ سحری
آدھی رات کے وقت عذر اور صبح کی گریہ وزاری کی کوشش کر

بوئے زلف و رخت میروند و می آیند
تیری زلف کی خوشبو اور رخ کے پاس آتے جاتے ہیں

صبا بغالیہ سائی و گل بجلوہ گری
صبا خوشبو مہکانے کے لئے اور پھول جلوہ دکھانے کی وجہ سے

بکوش خواجہ و از عشق بے نصیب مباش
اے خواجہ کوشش کر اور عشق سے بے نصیب نہ رہ

کہ بندہ را نخرد کس بعیبِ بے ہنری
اس لیے کہ ہنر کا عیب ہوتے ہوئے غلام کو کوئی نہیں خریدتا

بیا و سلطنت از ما بخر بمایۂ حُسن
آ اور حسن کے سرمایہ کے بدلے ہم سے سلطنت خرید لے

ازیں معاملہ غافل مشو کہ حیف خوری
اس معاملے سے غافل نہ ہو، ورنہ افسوس کرے گا

دعائے گوشہ نشیناں بلا بگرداند
گوشہ نشینوں کی دعا، مصیبت ٹال دیتی ہے

چرا بگوشۂ چشمے بما نمی نگری
گوشۂ چشم سے، تو ہمیں کیوں نہیں دیکھتا ہے؟

مرا ازیں ظلمات آنکہ رہنمائی کرد
جس نے میری ان تاریکیوں میں رہنمائی کی

دعائے نیم شبی بود و گریۂ سحری
وہ آدھی رات کی دعا، اور صبح کا رونا تھا

زہجر و وصلِ تو در حیرتم چہ چارہ کنم
میں حیران ہوں تیرے ہجر اور وصل کی کیا تدبیر کروں!

نہ در برابرِ چشمی نہ غائب از نظری
نہ تو آنکھوں کے سامنے ہے، نہ نظر سے غائب ہے

طریقِ عشق طریقے عجب خطرناک ست
عشق کا راستہ عجب خطرناک راستہ ہے

نعوذُ باللہ اگر رہ بمامنے نبری
خدا کی پناہ اگر تجھے کسی امن کی جگہ کا راستہ نہ ملے

ہزار جانِ گرامی بسوخت زیں غیرت
اس غیرت سے ہزاروں قیمتی جانیں جل گئیں

کہ ہر صباح و مسا شمع مجلسِ دگری
کہ تو ہر صبح و شام دوسرے کی مجلس کی شمع ہے

ے پیر مُغنّی سے چنگ مراد ہے چونکہ وہ کبڑی ہوتی ہے اور چونکہ اس کا کان مطرب کے کان کے پاس ہوتا ہے لہٰذا سرگوش آورد کہا ہے

ے خدا کی ذات بے نیاز ہے وہ ہماری شراب خوری پر کیا گرفت کرے گا، کیونکہ غنی یعنی وہ اللہ بے نیاز ہے۔

ے ایک حدیث میں آیا ہے خدائے تعالیٰ نے فرمایا، میری ذات ایک مخفی خزانہ تھی میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں، اسی پہچان کی خاطر جن وانس کو پیدا فرمایا

ے یعنی صبا اور پھول کی آمد و رفت اس لیے ہے کہ صبا تیری زلف سے خوشبو حاصل کرے اور پھول تیرے رُخ سے جلوہ گری حاصل کرے۔

ے ہماری طرف گوشۂ چشم سے التفات کر اور ہم گوشہ نشینوں کی دعائیں لے لے۔

ے دنیا کی تاریکیوں سے مجھ کو دعا اور رونے نے نجات دی ہے۔

ے اگر عشق کا راستہ کسی امن کی جگہ تک دیکھو پہنچائے تو بہت ہی خطرے ہیں۔

چو هر خبر که شنیدم رہے بحیرت داشت — ازیں سپس من و ساقی و وضعِ بیخبری
چونکہ میں نے جو خبر بھی سنی اس نے حیرت تک پہونچایا — اس کے بعد میں ہونگا اور ساقی؛ اور بیخبری کی حالت

ز من بحضرتِ آصف که می برد پیغام — که یاد گیرد دو مصرع ز من بلفظِ دری
میری جانب سے آصف کے دربار میں کون پیغام لیجاتا ہے؛ — کہ فارسی زبان کے میرے دو مصرعے یاد کرے

بیا که وضعِ جہاں را چنانکه می بینم — گر امتحاں بکنی مے خوری و غم نخوری
آ، دنیا کی حالت جیسی میں دیکھ رہا ہوں — اگر تو آزمائیگا تو شراب پیئے گا اور غم نہ کھائے گا

کلاهِ سروریت کج مباد بر سرِ حسن — که زیبِ تخت و سزاوارِ تخت و تاج سری
حسن کے سر پر تیری بادشاہی کی ٹوپی ٹیڑھی نہ ہو — اس لیے کہ تو تخت کی زینت اور اقبال کے لائق اور سرتاج ہے

بہ یُمنِ همتِ حافظ امید هست که باز
حافظ کی باطنی توجہ کی برکت سے امید ہے کہ پھر

أَرىٰ أُسَامِرُ لَيلاىَ لَيلَةَ القَمَرِ
میں اپنی لیلیٰ سے چاندنی رات میں قصہ گوئی کرتے دیکھونگا

عمر بگذشت به بیحاصلی و بوالهوسی — اے پسر جامِ میم ده که به پیری برسی
ناکامی، اور بوالہوسی میں زندگی بیت گئی — اے لڑکے! مجھے شراب کا جام دے تاکہ تو بڑھاپے کو پہونچے

چه شکرهاست دریں شهر که قانع شده اند — شاهبازانِ طریقت به شکارِ مگسی
اس شہر میں کیا مٹھاس ہے، کہ قانع ہوگئے ہیں — طریقت کے شاہباز مکھی کے شکار پر

بال بگشا و صفیر از شجرِ طوبیٰ زن — حیف باشد چو تو مرغے که اسیرِ قفسی
پر کھول اور طوبےٰ کے درخت پر چہچہا — افسوس ہے کہ تجھ جیسا پرندہ قفس کا قیدی ہے

کارواں رفت و تو در خواب و کمینگه در پیش — وه که بس بیخبر از غلغلِ بانگِ جرسی
قافلہ چلا گیا اور تو سویا ہے، اور گھات کی جگہ سامنے ہے — افسوس ہے کہ تو گھنٹے کی آواز کے شور سے بہت بیخبر ہے

دوش در خیلِ غلامانِ درش می رفتم — گفت کاے بیکس و بیچاره تو بارے چه کسی
کل میں اس کے در کے نوکروں کے گروہ میں جارہا تھا — اس نے کہا کہ اے بےکس اور بےچارے آخر تو کس کا دوست ہے؟!

تا چو مجمر نفسے دامنِ جاناں گیرم — دل بر آتش بنهادم زپئے خوش نفسی
تاکہ انگیٹھی کی طرح تھوڑی دیر کے لئے معشوق کا دامن پکڑ لوں — میں نے دل کو آگ پر رکھدیا، سانس کو خوشبودار بنانے کے لئے

لَمَعَ البَرقُ مِنَ الطُّورِ وَآنَستُ بِهٖ — فَلَعَلِّي لَكَ آتِي بِشِهَابٍ قَبَسٍ
طور سے بجلی چمکی اور میں نے وہ دیکھی — پس، شاید کہ میں تیرے لیے آگ کا شعلہ لے آؤں

با دلِ خوں شده چوں نافه خوشش باید بود — هر که مشهورِ جهاں گشت به مشکیں نفسی
نافہ کی طرح خون شدہ دل پر اُسکو خوش ہونا چاہیے — جو دنیا میں مشک جیسے سانس میں مشہور ہوگیا ہو

چند پوید بہوائے تو زہر سو حافظ
حافظ ہر جانب سے تیرے عشق میں کتنا دوڑے

یَسَّرَ اللّٰهُ طَرِيقًا بِكَ يَا مُلتَمِسِي
اے میرے مدعی! خدا تیری طرف راستہ کو آسان کردے

۱ دنیا کی باتیں مجھے حیرت میں ڈالتی ہیں اب شراب پیکر اپنے آپ کو بیخبر بناؤنگا۔
۲ وہ فارسی کے دونوں مصرعے اگلے شعر میں مذکور ہیں۔
۳ عالم بندگی شراب نوشی ہے۔ دوسرے مصرع میں ساقی کے لیے دعا ہے۔
۴ معلوم نہیں دنیا میں کیا مٹھاس ہے کہ بڑے بڑے صوفیا اس میں پھنسے ہیں۔
۵ مرغ سے مراد روح ہے یعنی جسم کے پنجرے سے نکل اور طوبیٰ جو جنت کا درخت ہے اس پر پہونچ۔
۶ ساتھی چلے جاتے ہیں اور تو خوابِ غفلت میں سویا پڑا ہے۔
۷ میں کل اس کے غلاموں کے ہمراہ جارہا تھا تو بطور تجاہلِ عارفانہ مجھ سے دریافت کرنے لگا تو کس کا عاشق ہے
۸ انگیٹھی کی آگ پر خوشبو ڈالی جاتی ہے تاکہ وہ مہکے میں نے بھی دل کو آتشِ عشق پر رکھدیا ہے تاکہ میں مہکیلا ہو۔
۹ خون جلتا ہے م جب نافہ میں مشک بنتا ہے لہذا ہر بڑے کو خون جلانا پڑتا ہے۔ ۱۰ آصف سے علاؤالدین محمود وزیر قطب الدین مراد ہے۔

كتبتُ قصةَ شوقي ومدمعي باكٍ — بیا کہ بے تو بجاں آمدم ز غمناکی
میں نے اپنے عشق کا قصہ لکھا، اور میری آنکھیں رو رہی تھیں — آجا، اس لیے کہ تیرے بغیر غم کی وجہ سے جان سے عاجز ہوں

بسا کہ گفتہ ام از شوق با دو دیدۂ خویش — أیا منازلَ سلمیٰ وأین سلماکِ
بسا اوقات میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے از شوق کہا ہے — اے سلمیٰ کے مقامات، اور تیری سلمیٰ کہاں ہے؟

عجیب واقعہ و بس غریب حادثہ ایست — أنا اصطبرتُ قتیلاً وقاتلي شاكٍ
عجیب واقعہ، اور بہت نادر حادثہ ہے — میں قتل ہو کر تڑپا، اور میرا قاتل شاکی ہے

کرا رسد کہ کند عیب دامن پاکت — کہ ہمچو قطرہ کہ بر برگ گل چکد پاکی
کس کی طاقت ہے، کہ تیرے پاک دامن پر عیب لگائے — اس لیے کہ تو اس قطرے کی طرح جو پھول کی پتی پر ٹپکے پاک ہے

ز خاکِ پائے تو داد آبروئے لالہ و گل — چو کلکِ صنع رقم زد ز آبی و خاکی
تیرے پیروں کی خاک سے لالہ اور گل کو آبرو دی — جب قدرت کے قلم نے آبی اور خاکی کا نقش بنایا

صبا عبیر فشاں گشت ساقیا برخیز — وہاتِ شمسۃَ کرمٍ مطیبٍ زاکِ
اے ساقی! اٹھ صبا عبیر چھڑکنے والی بن گئی ہے — اور پاک و صاف انگور کی شراب لا

اثر نماند ز من بے شمائلت آرے — أرى مآثرَ محیايَ من محیاكِ
تیری صورت کے بغیر، میرا نشان نہ رہا، ہاں — میں اپنی زندگی کے نشان تیری صورت سے سمجھتا ہوں

دعِ التکاسلَ تغنم فقد جرى مثلٌ — کہ زاد راہروان چستی ست و چالاکی
سستی چھوڑ دے، مال غنیمت حاصل کر لیگا اس لیے کہ مثل مشہور ہے — کہ مسافروں کا توشہ، چستی اور چالاکی ہے

بآبروئے گل و خاکِ پائے سرو کنیست — چنیں بدیع جمالے ز آبی و خاکی
پھول کی آبرو، اور سرو کے پیروں کی خاک کی قسم کہ نہیں ہے — ایسے عمدہ جمال والا، آبی اور خاکی میں

ز وصفِ حسنِ تو حافظ چگونہ نطق زند
حافظ تیرے حسن کی خوبیوں کو کس طرح بیان کرے؟
کہ چوں صفاتِ الٰہی ورائے ادراکی
تو خدائی صفات کی طرح، ادراک سے پرے ہے

کہ برد بنزدِ شاہاں ز منِ گدا پیامے — کہ بکوئے مے فروشاں دو ہزار جم بجامے
مجھ فقیر کا بادشاہوں کے پاس کون پیام لے جائے — کہ شراب فروشوں کے کوچہ میں دو ہزار جمشید ایک جام کے ہیں

اگر ایں شراب خام ست اگر آں حریف پختہ — بہزار بار بہتر ز ہزار پختہ خامے
اگر یہ شراب کچی ہے، اگر وہ رقیب پختہ ہے — ایک کچا ہزار بار، ہزار پختہ سے بہتر ہے

شدہ ام خراب و بدنام و ہنوز امیدوارم — کہ ز بد خلاص یابم بدعائے نیکنامے
میں برباد اور بدنام ہو گیا ہوں، اور اب بھی امیدوار ہوں — کہ کسی نیکنام کی دعا کے ذریعہ، بدی سے نجات پا جاؤں،

تو کہ کیمیا فروشی نظرے بقلبِ ما کن — کہ بضاعتے نداریم و فگندہ ایم دامے
تو جو کیمیا فروش ہے، ہمارے قلب پر ایک نظر ڈال دے — اس لیے کہ ہم کوئی سرمایہ تو رکھتے نہیں ہیں اور ہم نے جال بچھا دیا ہے

بکجا برم شکایت بکہ گویم ایں حکایت — کہ لبت حیاتِ ما بود و نداشتی دوامے
شکایت کہاں لیجاؤں، یہ حکایت کس سے کہوں — کہ تیرے ہونٹ ہماری زندگی تھے اور تجھے دوام نہ ہوا

۱ عشق نے رو رو کر جب بھی اس کو اپنے شوق کا حال لکھا، اور لکھا کہ اب آجا۔
۳ محبوب نے ہمیں قتل تک کر ڈالا لیکن پھر بھی اس کی شکایتیں رفع نہ ہوئیں۔
۴ تو اس قطرۂ شبنم کی طرح پاک صاف ہے جو پھول کی پتی پر ہوتا ہے
۵ آدم کا پتلا پانی اور مٹی سے بنایا گیا یعنی انسان آبی اور خاکی ہے۔
۸ انسان چستی اور چالاکی ہی سے کچھ حاصل کر سکتا ہے سست محروم رہتا ہے۔
۱۰ جس طرح خدا کی صفتوں کا عقل ادراک نہیں کر سکتی ہے اسی طرح تیری خوبیاں گنوائی نہیں جا سکتیں ان کی تعریف ممکن نہیں ہے۔
۱۱ شراب فروشوں کے کوچہ میں دو ہزار جمشید کی قیمت ایک جام ہے۔
۱۲ کچی شراب پختہ رقیب سے ہزار گنا بہتر ہے۔
۱۴ ایک نظر ڈال کر ہمارے دل کی حالت بدل دے۔

۱۵ کہاں شکایت ہے کہ تیرے ہونٹوں سے میری زندگی وابستہ تھی لیکن تو نے وفاداری سے کام نہیں لیا۔

عجب از وفائے جاناں کہ تفقدے نفرمود
معشوق کی وفاداری پر تعجب ہے، کہ مہربانی نہ فرمائی

نہ بہ نامہ و پیامے نہ بہ پرسش و سلامے
نہ تو نامہ و پیام سے، نہ پرسش اور سلام سے

بر و ید پارسایاں کہ نماند پارسائی
اے نیکو! مجھے جاؤ، اس لیے کہ نیکی ختم ہوگئی

مے ناب در کشیدیم و نماند ننگ و نامے
ہم نے خالص شراب پی لی، اور ننگ و نام نہیں رہا

ز رہم میفگن اے شیخ تو بدانہائے تسبیح
اے شیخ! تسبیح کے دانوں سے تو مجھے دام بستہ نہ بنا

کہ چو مرغ زیرک افتد نفتد بہیچ دامے
اس لیے کہ سمجھدار پرندہ جب اڑتا ہے تو کسی جال میں نہیں پھنستا

سر خدمت تو دارم بخرم بہیچ و مفروش
مجھے تیری خدمتگاری کا خیال ہے، مجھے مفت لے لے اور نہ بیچ

کہ چو بندہ کمتر افتد بہ مبارکی غلامے
اس لیے کہ بندہ کی طرح مبارک بہت کم کوئی غلام ہوگا

بکشائی تیر مژگان و بریز خون حافظ
تو پلکوں کے تیر چلا دے، اور حافظ کا خون بہا دے

کہ چناں کشندہ را نکشد کس انتقامے
اس لیے کہ ایسے قاتل سے کوئی بدلہ نہیں لیتا

گفتند خلائق کہ توئی یوسف ثانی
لوگوں نے کہا، تو یوسف ثانی ہے

چوں نیک بدیدم بحقیقت بہ از آنی
جب میں نے خوب دیکھا، تو حقیقت تو اس سے بہتر ہے

در عشق توام شہرہ چو فرہاد و عجب نیست
میں تیرے عشق میں فرہاد کی طرح مشہور ہوں اور تعجب نہیں ہے

اے خسرو خوباں کہ تو شیریں زمانی
اے حسینوں کے بادشاہ تو اپنے زمانہ کی شیریں ہے

تشبیہ دہانت نتواں کرد بہ غنچہ
تیرے منہ کو غنچہ سے تشبیہ نہیں دیا جا سکتی ہے

ہرگز نبود غنچہ بدیں تنگ دہانی
غنچہ ایسا تنگ دہن کبھی نہیں ہو سکتا ہے

صد بار بگفتی کہ دہم زاں دہن کام
تو نے سو بار کہا کہ اس منہ سے تیرا مقصد پورا کر دوں گا

چوں سوسن آزاد چرا جملہ زبانی
آزاد سوسن کی طرح، تو مجسم زبان کیوں ہے!

گفتی کہ دہم کامت و جانت بستانم
تو نے کہا، تیرا مقصد پورا کر دوں گا، اور تیری جان لے لوں گا

ترسم ندہی کامم و جانم بستانی
مجھے ڈر ہے، تو میرا مقصد پورا نہ کرے گا اور میری جان لے گا

چشم تو خدنگ از سپر جاں گذرانید
تیری آنکھ نے، تیر جان کی ڈھال کے پار کر دیا

بیمار کہ دیدہ است بدیں سخت کمانی
ایسی سخت کمان والا بیمار، کس نے دیکھا ہے!

چوں اشک بیندازیش از دیدۂ مردم
آنسوؤں کی طرح تو اس کو لوگوں کی نظروں سے گرا دیتا ہے

آں را کہ دمے از نظر خویش برانی
جس کو تھوڑی دیر کے لیے، تو اپنی نظر سے ہٹا دے

گر سرو بماند از قد و رفتار تو بر پائے
اگر سرو تیرے قد اور رفتار کے سامنے کھڑا رہ گیا

بخرام کہ از سرو گذشتی بروانی
تو ٹہل، اس لیے کہ تو روانی میں سرو سے بڑھ گیا ہے

در راہ تو عاشق چو قلم کرد ز سر پائے
عاشق نے تیرے راستہ میں قلم کی طرح سر کو پیر بنا لیا

چوں نامہ چرا یکدمش از لطف نخوانی
تو مہربانی سے تھوڑی دیر کے لیے اس کو خط کی طرح کیوں نہیں پڑھتا ہے!

حافظ بجفا از تو شکایت ننماید
حافظ تیرے ظلم کی شکایت نہیں کرتا ہے

زاں رو کہ بہر جور تو لطفیست نہانی
اس لیے کہ تیرے ہر ظلم میں ایک چھپی ہوئی مہربانی ہے

۱ اب میں نے شراب پی کر پارسائی اور ننگ و نام کا معاملہ ختم کر دیا لہٰذا میرے پاس اب پارساؤں کا کوئی کام نہیں ہے۔
۲ اے شیخ میں تیری تسبیح کے دانوں سے تیرے جال میں نہیں پھنس سکتا چونکہ میں ایک مرغ زیرک ہوں۔
۳ تجھ جیسے قاتل کو بدلے میں قتل نہیں کیا جا سکتا ہے لہٰذا تو بے تامل مجھے قتل کر دے۔
۴ لوگ تجھے یوسف ثانی کہتے ہیں لیکن جب میں نے خوب دیکھا تو تو یوسف سے بڑھ کر ہے۔
۵ لوگ تیرے منہ کو غنچے سے تشبیہ دیتے ہیں لیکن یہ غلط ہے کیونکہ تنگ دہنی اسکو میسر نہیں ہے۔
۶ تیری آنکھیں بیمار ہیں لیکن بڑی سخت کمان والی ہیں، تیری آنکھ کا تیر ڈھال کو پار کر گیا۔
۷ جس کو تو نظر سے گرا دے وہ آنسوؤں کی طرح لوگوں کی نظر سے گر جاتا ہے۔
۸ قلم سر کے بل چلتا ہے، خدا کرے ہر آدمی تیرے پر چلتا ہے۔

۱ جب تیرے ظلم میں بھی کرم ہے تو حافظ شکوہ کیسے کرے۔

از پیش مراں حافظِ غمدیدهٔ خود را
اپنے غمزدہ حافظ کو ، سامنے سے نہ ہٹا
کز عشقِ رخت داد دل و دین و جوانی
اس لئے کہ اس نے تیرے رخ کے عشق میں دل اور دین اور جوانی دی ہے

گذشتی بر منِ غمدیده از راهِ جفاکاری
مجھ غم زدہ پر تو از روئے جفا کاری گذرا
بلے تو عمری و بر عمر کے باشد وفاداری
ہاں تو زندگی ہے ، اور زندگی میں وفاداری کب ہوتی ہے؟

رقیبے در پئے آزارِ جانِ ماست واویلا
ہائے افسوس رقیب ہماری جان کے درپئے آزار ہے
سگِ کوئے تو پیدا کرد خوئے مردم آزاری
تیرے کوچہ کے کتّے نے مردم آزاری کی عادت بنا لی ہے

خطا باشد بدورِ عارض و زلفینِ او گفتن
اس کے رخسار اور دونوں زلفوں کے دور میں غلط ہوگا کہنا
سخن از لعبتانِ چینی و از مشکِ تاتاری
باتیں چینی گڑیوں ، اور تاتاری مشک کی

بده ساقی مے نابم کہ یکدم بیخبر گردم
اے ساقی مجھے خالص شراب دے ، تاکہ تھوڑا بیخود ہو جاؤں
کہ جانم بر لب آمد از تکلفہائے ہشیاری
کیونکہ ہوشیاری کی تکلیفوں سے میری جان ہونٹوں پر آگئی ہے

تو خواہی خونِ ما ریزی و خواہی لطف و احساں کن
تو خواہ ہمارا خون بہائے ، خواہ مہربانی اور احسان کرے
عنانِ اختیارِ ما بدستِ تست و مختاری
ہمارے اختیار کی باگ تیرے ہاتھ میں ہے اور تو مختار ہے

گشته از آتشِ مے عارضِ تو گل وارے
شراب کی آگ سے تیرا رخسار پھول جیسا ہو گیا
چوں ننالم منِ دل سوخته بلبل وارے
میں دل جلا ، بلبل کی طرح کیسے نالہ نہ کروں

دلبرا بر رخِ زیبائے تو آں زلفِ سیاہ
اے دل بر تیرے حسین رخ پر ، وہ کالی زلف
سایه بر سمن انداخته سنبل وارے
سمن پر سنبل کی طرح سایہ ڈالے ہوئے ہے

وائے آنکس کہ نشد مے و رندی نکند
اس شخص پر افسوس ہے ، جو شراب نہ پئے اور رندی نہ کرے
شیشهٔ مے چو صلا بر زده ات قلقل وارے
جبکہ شراب کی بوتل نے تجھے شراب کی طرح آواز دی ہے

میکند قمریِ محنت زده در گوشهٔ باغ
مصیبت زدہ قمری ، باغ کے گوشہ میں نالہ کرتی ہے
از غمِ لالہ و گل نالہ بلبل وارے
لالہ اور پھول کے غم میں بلبل کی طرح

ظاهر آنست کہ از بہر پریشانیِ ماست
یہ ظاہر ہے کہ ہماری پریشانی کے لئے
حلقہ حلقہ شده آن زلفِ تسلسل وارے
وہ سلسلہ دار زلف ، حلقہ در حلقہ ہوئی ہے

کے شود ہمنفس چو تو گدائے حافظ
اے حافظ تجھ جیسا ہم نفس گدا کب بن سکتا ہے؟
بادشاہے کہ بود اہلِ تجمل وارے
وہ بادشاہ جو شان و شوکت والوں کی طرح ہے

لبش می بوسم و در میکشم مے
میں اس کے ہونٹوں کو بوسہ لیتا ہوں اور شراب پیتا ہوں
بآبِ زندگانی بردہ ام پے
مجھے آبِ حیات کا پتہ لگ گیا ہے

۱؎ محبوب میری زندگی ہے اور زندگی گذرنے والی چیز ہے اس سے وفا کی امید غلط ہے۔
۲؎ رقیب کتا ہے اور بعض کتے مردم آزار ہو جاتے ہیں۔
۳؎ دنیا کی تکالیف سے عاجز ہوں شراب کے مدہوش کر دے۔
۴؎ شراب پی کر معشوق کا چہرہ گل کی طرح چمک اٹھا تو میں بلبل جیسے نالے کیوں نہ کروں۔
۵؎ چہرے کو سمن اور زلفوں کو سنبل قرار دیا ہے۔
۶؎ زلفیں ہماری پریشانی میں اضافہ کرنے کے لئے گرہ در گرہ ہوتی ہیں۔
۷؎ آبِ زندگانی یہی ہے کہ معشوق کے ہونٹوں کو بوسہ دیا جائے اور شراب پی جائے۔

نہ رازش می توانم گفت باکس
میں نہ اس کا راز کسی سے کہہ سکتا ہوں
نہ کس را میتوانم دید باوے
نہ اس کے ساتھ، میں کسی کو دیکھ سکتا ہوں

گُل از خلوت بباغ آورد مسند
پھول، خلوت سے باغ میں مسند لے آیا
بساطِ زہد را چوں غنچہ کن طے
زہد کے بستر کو غنچے کی طرح لپیٹ دے

بدہ جامِ مے واز جم مکن یاد
شراب کا جام دے، اور جمشید کو یاد نہ کر
کہ میداند کہ جم کے بود وکے کے
کون جانتا ہے کہ جمشید کب تھا اور کیخسرو کب تھا؟

بزن بر چنگ چنگ اے ماہِ مطرب
اے چاند جیسے مطرب! چنگ پر چٹکی مار
رگش بخراش تا بخروشم از وے
اس کے تار کو حرکت دے تاکہ میں اس سے خروش میں آؤں

چو چشمت مست را مخمور مگذار
اپنی آنکھوں جیسے مست کو اعضاشکنی میں نہ چھوڑ
بیادِ لعلش اے ساقی بدہ مے
اس کے ہونٹوں کی یاد پر اے ساقی شراب دے

نخواہد جاں ازاں قالب جدائی
اس جسم سے، جان، جدائی نہیں چاہتی ہے
کہ باشد خونِ جامش در رگ وپے
جس کے رگ و پے میں جام کا خون ہو

لبش می بوسم و خوں میخورد جام
میں اس کے ہونٹ کو بوسہ دیتا ہوں، اور جام خون پیتا ہے
رخش می بینم و گُل میکند خوے
میں اس کا رخسار دیکھتا ہوں اور پھول کو پسینہ آتا ہے

چو مرغِ باغ میگوید کہ ہو ہو
جب باغ کا پرندہ ہو ہو کہے
مدہ از دست جامِ بادہ ہے ہے
ہائے ہائے، تو ہاتھ سے شراب کا جام نہ چھوڑ

چو مجنوں در پئے دیدارِ لیلےٰ
لیلےٰ کے دیدار کی خواہش میں مجنوں کی طرح
بباید گشتن اے دل گرد ہر حے
ہر قبیلہ کے گرد اے دل گردش کرنی چاہیے

تو با سلطانِ گُل خوش باش و مے نوش
تو پھول کے بادشاہ کے ساتھ خوش رہ اور مے نوشی کر
غنیمت داں خلاصِ بہمن از دے
بہمن کے دے سے نجات پانے کو غنیمت سمجھ

زبانت درکش اے حافظ زمانے
تھوڑی دیر کے لئے اے حافظ! اپنی زبان بند کرلے
حدیثِ بے زباں را بشنو از نے
بانسری سے، بے زبان کی بات سن لے

مخمورِ جامِ عشقم ساقی بدہ شرابے
اے ساقی شراب دے میں جامِ عشق سے خمار میں ہوں
پُر کن قدح کہ بے مے مجلس ندارد آبے
پیالہ بھر دے اس لیے کہ شراب کے بغیر مجلس پر رونق نہیں ہوتی؟

عشقِ رُخ چو ماہش در پردہ راست ناید
اس کے چاند جیسے رخسار کا عشق در پردہ ٹھیک نہیں لگتا
مطرب بزن نوائے ساقی بدہ شرابے
اے مطرب! ساز بجا، اے ساقی! شراب دے

شد قامتم چو حلقہ تا بعد ازیں رقیبت
میرا قد حلقہ کی طرح ہو گیا تاکہ رقیب اس کے بعد
زیں در دگر نراند مارا بہیچ بابے
ہمیں پھر اس دروازے سے دوسرے در کی طرف نہ بھگائے

چوں آفتاب رویش در دیدہ می نگنجد
جبکہ اس کے چہرے کا سورج آنکھوں میں نہیں سماتا ہے
اے دل چہ سود داری در دیدہ اضطرابے
اے دل! آنکھوں کے اضطراب سے تجھے کیا فائدہ ہے؟

۱؎ موسم بہار آ گیا ہے اب غنچے کی طرح زہد کی بساط کو لپیٹ کر مے نوشی شروع کرنی چاہیے۔
۲؎ خدا جانے کسی کو کیا معلوم کہ جمشید کب ہوا تھا اور کیخسرو کس زمانہ کا بادشاہ تھا لہٰذا اس دنیا کی ناپائداری کے پیش نظر شراب نوشی مناسب ہے۔
۳؎ مست وہ ہے جس پر شراب کا نشہ چڑھا ہوا ہو مخمور وہ ہے جس پر نشہ کا اتار ہو۔
۴؎ جو شخص شراب سے سیراب ہوتا ہے اسکی روح جسم کو چھوڑنا نہیں چاہتی۔
۵؎ میں اسکے لب کا بوسہ لیتا ہوں تو جام کو رشک پیدا ہوتا ہے اس کے رخ کو دیکھتا ہوں تو پھول شرمندگی سے پسینہ پسینہ ہوتا ہے۔
۶؎ یعنی جب موسم بہار میں پرندے چہچہانے لگیں تو شراب کا پیالہ ہاتھ سے نہ رکھنا چاہیے۔
۷؎ شعر: بشنو از نے چوں حکایت میکند / از جدائی ہا شکایت میکند
۸؎ در پردہ عشق زیادہ بہتر نہیں ہے کھل کر سامنے ہونی چاہیے
۹؎ میرا قد جھک کر حلقہ ہو گیا ہوں
اور میرا قد حلقہ کی طرح ہو گیا ہے مگر حلقہ در [illegible] بھی جاؤں [illegible] نہ بھگائے۔

در انتظارِ رویت ماؤ امیدواری
تیرے چہرے کے انتظار میں ہم ہیں اور امیدواری

وز عشوۂ لبانت ماؤ خیالِ خوابے
اور تیرے ہونٹوں کی ادا کا خواب و خیال ہے اور ہم

دستِ غرض میالائی بر کاسہ کردانی
تو غرض کا ہاتھ آلودہ نہ کر ایسے پیالے پر جس کے بخشنے کا کمینہ

انجام کار نبود ازوے امید آبے
کہ انجام کار، اس سے پانی کی امید نہیں ہے

حافظ چہ می نہی تو دل بر وصالِ جاناں
اے حافظ: محبوب کے وصال پر تو کیا دل لگاتا ہے!

کے تشنہ سیر گردد از لمعۂ سرابے
پیاسا، سراب کی چمک سے کب سیراب ہوتا ہے!

منم واں زلف چوں زنجیر مارے
میں ہوں، اور وہ زلف زنجیر جیسا سانپ

پریشاں حال ورُو دیوانہ وارے
پریشان حال، اور دیوانوں جیسا چہرہ

بغیر از عاشقی و مے پرستی
مے پرستی، اور عاشقی کے سوا

ز دستم بر نیاید ہیچ کارے
میرے ہاتھ سے کوئی کام نہیں بنتا ہے

نگردد گرد او غم ہر کہ بگرفت
غم اس کے پاس بھی نہیں آسکتا جس نے اختیار کر لیا

چو چشمش گوشۂ از کنج غارے
اس کی آنکھوں کی طرح، غار کا گوشہ

زباران سرشک از چشم پُر خوں
پر خون آنکھوں کے آنسوؤں کی بارش سے

حریمِ کوئے او شد لالہ زارے
اس کے کوچہ کا صحن، لالہ زار بن گیا ہے

دریں صحرائے غم چوں گرد بادم
اس غم کے جنگل میں میں، بگولے کی طرح ہوں

ہمیشہ بیقرارے خاکسارے
ہمیشہ ایک بے قرار، خاکسار

دریں گلشن ندیدم جانبِ گل
اس چمن میں میں نے ایسا پھول نہیں دیکھا

کز و در پائے دل نشکستہ خارے
جس کی وجہ سے دل کے پیر میں کانٹا نہ ٹوٹ گیا ہو

نباشد ہیچ عاشق ہمچو حافظ
کوئی عاشق حافظ کی طرح نہ ہوگا

فقیرے بیکسے بے اعتبارے
فقیر، بے کس، بے اعتبار

ماتیم و غمِ عشقِ جوانے و خیالے
ہم ہیں اور ایک جوان کے عشق کا غم اور ایک خیال

وز ماہ رخش گشتہ تنم ہمچو ہلالے
اور اس کے ماہ رخ کے چاند سے، میرا جسم ہلال کی طرح ہو گیا ہے

با محنتِ ہجر تو شب و روز قرینم
شب و روز تیرے ہجر کی تکلیف کا ساتھی ہوں

تا با تو کجا دست دہد روز وصالے
دیکھئے اب تیرے وصال کا دن کب میسر آئے

احوالِ مرا عرضہ کنی پیشِ نگارم
میرے احوال، میرے محبوب پر پیش کر دینا

اے بادِ صبا گر بود آنجات مجالے
اے بادِ صبا، اگر اس جگہ تیرا گذر ہو

ور زانکہ ز حالِ منِ بیچارہ بپرسد
اور اگر وہ مجھ بے چارے کا حال پوچھے

گو از غمِ ہجرانِ تو گشتست خلالے
کہہ دینا تیرے فراق کے غم میں تنکا بن گیا ہے

سے ضمیر
[illegible]
[illegible]

ے چونکہ میں اس کے کوچہ میں خون کے آنسو روتا پھرتا ہوں لہٰذا اس کا کوچہ لالہ زار بنا ہوا ہے۔

ے جس استغراق سے میں محبت کی بے لحاظ تکلیف اٹھاتی پڑی ہے

ے فی الحال تو شب و روز ہجر میں مبتلا ہوں اب دیکھئے وصال کا دن کب آتا ہے۔

هر کس ز جهان منصب و مالے طلبیده — ما را غم عشق تو به از منصب و مالے
ہر شخص نے دنیا میں مرتبہ اور مال کی طلب کی ہے — ہمارے لئے تیرے عشق کا غم، مرتبہ اور مال سے بہتر ہے

حاشا که نخواهیم بدنیا و به عقبے — جز خاک سر کوئے تو مالے و منالے
ہرگز نہیں ہے کہ ہم دنیا اور عقبیٰ کے بدلے میں چاہیں — کوئی مال و دولت سوائے تیرے کوچہ کی خاک کے

گفتم بجهان آرزوئے وصل تو دارم
میں نے کہا دنیا کے بدلے تیرے وصل کی آرزو رکھتا ہوں

گفتا چه کنی حافظ سودائے محالے
اس نے کہا اے حافظ تو ایک نا ممکن چیز کا خیال کیا کرتا ہے!

مے خواه و گل افشاں کن از دهر چه میجوئی — ایں گفت سحر گه گل بلبل تو چه میگوئی
شراب مانگ اور پھول چھڑک، زمانہ سے کیا تلاش کرتا ہے؟ — پھول نے صبح کے وقت یہ کہا، بلبل تو کیا کہتی ہے؟

مسند بگلستاں بر تا شاهد و ساقی را — لب گیری و رخ بوسی مے نوشی و گل بوئی
مسند باغ میں بچھا، تاکہ تو معشوق اور ساقی کا — ہونٹ پکڑے، چہرہ چومے، شراب پئے اور پھول سونگھے

شمشاد خراماں کن آهنگ گلستاں کن — تا سرو بیاموزد از قد تو دلجوئی
شمشاد کو ٹہلا، گلستاں کا ارادہ کر — تاکہ سرو تیرے قد سے دلجوئی سیکھے

اے غنچه خندانت دولت بکه خواهد بود — اے شاخ گل رعنا از بهر که میروئی
اے مسکراتے غنچے! تیری دولت کس کو حاصل ہوگی؟ — اے حسین پھول کی شاخ! تو کس کے لئے اگتی ہے؟

امروز که بازارت پر جوش خریدار است — دریاب و بنه گنجے از مایه نیکوئی
آج جبکہ تیرا بازار خریداروں سے پر جوش ہے — غنیمت سمجھ اور بھلائی کے سرمایہ سے خزانہ جمع کرے

آں طره که هر مویش صد نافه چیں ارزد — خوش بودے اگر بودے بوئیش ز خوشخوئی
وہ زلف جس کا ہر بال چین کے سو نافوں کی قیمت کا ہے — کیا اچھا ہوتا، اگر اس میں خوش اخلاقی کی خوشبو ہوتی

چوں شمع نکوروئی در رهگذر باد است — طرف هنرے بر بند از طور نکوروئی
خوبصورتی، شمع کی طرح ہوا کے راستہ پر ہے — خوبصورتی کے طریقے سے کسی ہنر کا فائدہ حاصل کر لے

هر مرغ بدستانے در گلشن شاد آمد
ہر پرندہ ایک داستان لیکر، بادشاہ کے باغ میں آیا ہے

بلبل بنوا سازی حافظ بدعاگوئی
بلبل نغمہ سازی کے ساتھ، حافظ دعا گوئی کے ساتھ

نسیم صبح سعادت بداں نشاں که تو دانی — گذر بکوئے فلاں کن بداں زماں که تو دانی
اے خوش نصیبی کی صبح کی نسیم اس پتہ پر جو تو جانتی ہے — فلاں کے کوچہ میں گذر کیجیو اس زمانہ میں جو تو جانتی ہے

تو پیک خلوت رازی و دیده بر سر راہ ست — کرم نما و بفرما خبر چناں که تو دانی
تو شاہی دربار کی قاصد ہے، میری دونوں آنکھیں منتظر ہیں — کرم کر اور خبر سنا جس طرح کہ تو جانتی ہے

بگو که جان ضعیفم ز دست رفت خدا را — ز لعل روح فزایت ببخش آنکه تو دانی
کہیو کہ میری کمزور جان ہاتھ سے چلی گئی خدا کے لئے — اپنے روح افزا لب سے وہ عطا کر جو تو جانتی ہے

ہر شخص نے دنیا میں مرتبہ اور مال کی طلب کی ہے لیکن ہم تو صرف تیرا عشق چاہتے ہیں۔
پھول نے بلبل سے کہا کہ تو کیا کہتی ہے یہ سب بیکار باتیں ہیں شراب نوشی کر اور گل افشانی کر۔
باغ میں مسند بچھا معشوق کے ہونٹوں اور رخسار کو بوسہ دے ساقی سے شراب پی اور پھول سونگھ۔
اے شمشاد جیسے قد والے محبوب باغ میں ٹہل تاکہ سرو تیرے قد سے دلجوئی حاصل کرے۔
مسکراتے ہوئے غنچہ کی طرح ہے اور حسین پھول کی شاخ معلوم ہوتا ہے نہ معلوم اس کا وصل کس کے مقدر میں ہے۔
محبوب کی زلف کے ہر بال سے سیکڑوں نافوں کی خوشبو ہے کاش اس میں خوش اخلاقی کی بھی خوشبو ہوتی۔
شگفتہ گل جیسا چہرہ ہے مجھے کو ہر وقت خطرہ ہے کہ اس کا حسن بھی زوال پذیر ہے۔
میں نے عشق زندگی کی مدد سے ... محبوب سے ... ہو گیا ...

من ایں دو حرف نوشتم چنانکہ غیر ندانست
تو ہم زروئے کرامت چناں بخواں کہ تو دانی

ہم نے یہ دو حرف اس طرح پر لکھے ہیں کہ دوسرا نہ جان سکے
تو بھی کرم کر کے ایسے طریقے پر پڑھ کہ تو ہی جانے

خیالِ تیغِ تو با من حدیثِ تشنہ و آب است
اسیرِ عشق چو کردی بکش چناں کہ تو دانی

تیری تلوار کا خیال میرے لیے، پیاسے اور پانی کا قصہ ہے
عشق کا قیدی جب تو نے بنا لیا تو مار ڈال جس طرح تو جانے

امید در کمرِ زر کشت چگونہ ببندم
دقیقہ ایست نگارا در آں میاں کہ تو دانی

میں تیرے زری کے کمربند سے امید کیسے باندھوں!
اے معشوق! اس کے اندر ایک ایسا نکتہ ہے جس کو تو جانتا ہے

یکیست ترکی و تازی دریں معاملہ حافظ
حدیثِ عشق بیاں کن بہر زباں کہ تو دانی

اے حافظ! اس معاملہ میں ترکی اور عربی زبان یکساں ہیں
عشق کی بات بیان کر ہر اس زبان میں جو تو جانتا ہے

نو بہار است در آں کوش کہ خوشدل باشی
کہ بسے گل بدمد باز و تو در گل باشی

نو بہار ہے، اس میں کوشش کر کہ تو خوش دل رہے
اس لیے کہ پھر بہت پھول کھلیں گے، اور تو مٹی میں ہوگا

چنگ در پردہ ہمی میدہدت پند و لے
وعظت آنگاہ دہد سود کہ قابل باشی

چنگ پردہ کے اندر تجھے نصیحت دیتی ہے، لیکن
تجھے وعظ اس وقت فائدہ دیگا جبکہ تجھ میں صلاحیت ہو

من نگویم کہ کنوں با کہ نشین و چہ بنوش
کہ تو خود دانی اگر زیرک و عاقل باشی

میں نہیں کہتا کہ، کہ تو کیا کر، کس کے ساتھ بیٹھ اور کیا پی
اس لیے کہ تو خود جانتا ہے اگر تو ذہین اور سمجھدار ہے

در چمن ہر ورقے دفترِ حالے دگر است
حیف باشد کہ ز حالِ ہمہ غافل باشی

چمن میں ہر ورق، دوسرے کے حال کا دفتر ہے
افسوس ہوگا کہ تو سب کے حال سے غافل ہو

گرچہ راہیست پُر از بیم ز ما تا برِ دوست
رفتن آساں بود ار واقفِ منزل باشی

ہم سے دوست تک اگرچہ خطرناک راستہ ہے
اگر تو منزل سے واقف ہے تو جانا آسان ہے

نقدِ عمرت ببرد غصۂ دنیا بگزاف
گر شب و روز دریں قصۂ باطل باشی

دنیا کا رنج تیرے نقد عمر کو فضول میں برباد کر دیگا
اگر تو دن رات اس باطل قصہ میں رہیگا

حافظا گر مدد از بختِ بلندت باشد
صیدِ آں شاہدِ مطبوعِ شمائل باشی

اے حافظ! اگر بلند نصیبہ کی تجھے مدد حاصل ہوگی
تو تو اس پسندیدہ اخلاق معشوق کا شکار ہوگا

نورِ خدا نمایدت آئینۂ مجردی
از درِ ما درآ اگر طالبِ عشقِ سرمدی

یکسوئی کا آئینہ تجھے خدا کا نور دکھاتا ہے
ہمارے دروازے سے اندر آ، اگر تو دائمی عشق کا طالب ہے

بادہ بدہ کہ دوزخ ار نام گناہِ ما برد
آب بر آتشش زند معجزۂ محمدی

شراب دے، اگر دوزخ ہمارے گناہ کا نام لے گا تو
محمدی معجزہ اس کی آگ پر پانی چھڑک دے گا

شعبدہ بازیے کنی ہر دم و نیست ایں روا
قال رسول ربنا ما انا قط بمن ددی

تو ہر وقت شعبدہ بازی کرتا ہے، اور یہ جائز نہیں ہے
ہمارے رسول نے فرمایا ہے کہ میں کبھی کھیل کود والوں میں سے نہیں ہوں

ایسی نے ز ہے
چھپاکر تجھے خط لکھا ہے
تو بھی چھپا کر پڑھ۔
؎ ہمیں تیرے ہاتھوں
قتل کی ایسی ہی تمنا
ہے جیسے پیاسے کو
پانی کی۔
؎ ظاہر ہے زری
کی پیٹی کے درمیان کمر
ہے جو بہت دقیق اور
باریک ہے۔
؎ چنگ اپنے پردہ
سازسے نصیحت کرتی
ہے اگر صلاحیت ہے
تو نصیحت کا اثر ہوگا۔
؎ شعر

؎ محبوب تک پہنچنے کا
راستہ بہت خطرناک ہے
واقف کار ہی منزل تک
پہونچ سکتا ہے۔
؎ انسان مقتدی
ہے کسی معشوق کا
شکار بن سکتا ہے۔
؎ جبتک انسان
دنیاوی دھندوں سے
قطع تعلق نہیں کرتا
ہے خدا کا جلوہ اسے
نظر نہیں آتا ہے
؎ شراب دے۔
؎ آنحضور کا معجزہ جہنم
کی آگ بجھا دے گا۔

از چہ بعمد میکشی تیغ جفا بکین من | فکر نمی کنی مگر فی عَمَدٍ مُمَدَّدہ
جان بوجھ کر تو ظلم کی تلوار میری دشمنی کے لیے کیوں سونتتا ہے | شاید تو فی عمد ممددۃ پر غور نہیں کرتا ہے

گر تو بایں جمال وفر سوئے چمن کنی گذر | سوسن و سرو و گل تو جملہ شوند مقتدی
اگر تو اس حسن اور شان شوکت سے چمن کی طرف گذرے | سوسن، اور سرو اور گلاب سب تیرے مقتدی بن جائیں

نقش خودی ز لوح دل پاک کنی تو در زماں | گر بدری بجان و دل راہ بکوئے بخردی
خودی کا نقش دل کی تختی سے تو اس وقت دھو ڈالے گا | اگر تو عقل کے کوچہ کا دل اور جان سے راستہ طے کرے گا

جان و دل تو حافظا بستۂ دام آرزوست
اے حافظ! تیری جان اور دل تمنا کے جال میں گرفتار ہیں

ای متعلق خجل دم مزن از مجردی
اے شرمندگی میں پھنسے ہوئے، آزادی کا دم نہ بھر

نوش کن جام شراب یکمنی | تا بداں بیخ غم از دل برکنی
شراب کا یکمنی جام پی | تاکہ اس کے ذریعہ تو دل سے غم کی جڑ اکھاڑ پھینکے

دل کشادہ دار چوں جام شراب | سر گرفتہ چند چوں خم دنی
جام شراب کی طرح دل کو کشادہ رکھ | تو کب تک گھٹیا مٹکے کی طرح سر بند رہیگا؟

چوں ز جام بیخودی رطلے کشی | کم زنی از خویشتن لاف منی
جب بیخودی کے جام سے تو ایک رطل پی لیگا | پھر خودی کی ڈینگیں اپنے متعلق نہ مارے گا

دل بمے بر بند تا مردانہ وار | گردن سالوس و تقویٰ بشکنی
شراب سے دل لگا، تاکہ مردانہ وار | تو مکر اور تقوے کی گردن مروڑ دے

خاک ساں شو در قدم نے ہمچو ابر | جملہ رنگ آمیزی و تردامنی
قدموں میں خاک کی طرح بنجا، نہ کہ ابر کی طرح | سب رنگ آمیزی، اور تردامنی ہو

خیز و جہدے کن چو حافظ تا مگر
اٹھ اور حافظ کی طرح کوشش کر تاکہ شاید!

خویش را در پائے معشوق افگنی
تو اپنے آپ کو معشوق کے قدموں میں ڈالدے

وقت را غنیمت داں آنقدر کہ بتوانی | حاصل از حیات ای جاں یکدم ست تا دانی
جس قدر تجھ سے ہو سکے وقت کو غنیمت جان | اے جان اگر تو سمجھے تو زندگی کا خلاصہ ایک سانس ہے

پیش زاہد از رندی دم مزن کہ نتواں گفت | با طبیب نامحرم حال درد پنہانی
رندی کی بات زاہد سے ذکر کر اسلیے کہ نہیں کہا جاسکتا ہے | چھپے درد کا حال نامحرم طبیب سے

باد عاے شبخیزاں اے شکر دہاں مستیز | در پناہ یک اسمست خاتم سلیمانی
اے شیریں دہن! شب بیداروں کی دعا سے نہ لڑ | سلیمانی انگوٹھی ایک نام کی پناہ میں ہے

کام بخشی دوراں عمر در عوض دارد | جہد کن کہ از عشرت کام خویش بستانی
زمانے سے مقصد براری کا بدلہ پوری عمر ہے | کوشش کر کہ عیش و عشرت سے تو اپنا مقصد نکال لے

ا؎ قرآن پاک میں جہنم کے متعلق آیا ہے اِنَّهَا عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ وہ آگ ان پر بند کر دی جائیگی، وہ لوگ آگ کے لمبے لمبے ستونوں میں گھرے ہونگے، یعنی تو مجھے قتل کرتا ہے اور اس آیت پر عقیدہ نہیں رکھتا ہے۔
۲؎ اگر تو عقل سے کام لے گا تو کبر و خودی کو فوراً چھوڑ دے گا۔
۳؎ جام کا منہ کھلا ہوا ہوتا ہے مٹکے کا سر بند ہوا ہوتا ہے۔
۴؎ ابر میں طرح طرح کے رنگ پیدا ہوتے ہیں اور وہ تر دامن ہوتا ہے۔
۵؎ گذرے ہوئے سانس کا اعتبار نہ آنیوالے کا بھروسہ، صرف موجودہ سانس کا نام زندگی ہے۔
۶؎ حضرت سلیمان کی حکمرانی صرف اسم اعظم کی برکت کیوجہ سے تھی جو آپکی انگوٹھی پر کھدا ہوا تھا جب ایک نام کا اتنا اثر تھا تو شب بیدار اللہ کے بہت سے ناموں کا ورد کرتے ہیں ان کی قوت کا خود اندازہ لگا لے۔

یوسف عزیزم رفت اے برادراں رحمے
اے بھائیو! رحم کرو، میرا پیارا یوسف چلا گیا
کز غمش عجب دیدم حالِ پیرِ کنعانی
اس کے غم میں بوڑھے کنعان کے رہنے والے کا عجب حال دیکھا

میروی و مژگانت خونِ خلق میریزد
تو جاتا ہے، اور تیری پلکیں لوگوں کا خون بہاتی ہیں
تند میروی جاناں ترسمت فرومانی
اے جاناں! تو تیز چل رہا ہے میں ڈرتا ہوں تو تھک جائیگا

پندِ عاشقے بشنو وز درِ طرب بازآ
عاشق کی نصیحت سن، اور خوشی اور مستی کے راستے سے لوٹ آ
کاینہمہ نمی ارزد شغلِ عالمِ فانی
کیونکہ فانی دنیا کے یہ تمام شغل کچھ قیمت نہیں رکھتے

زاہدِ پشیماں را ذوقِ بادہ درجانست
شرمندہ زاہد کی جان میں شراب کا شوق ہے
عاقلا مکن کارے کآورد پشیمانی
اے عقلمند! وہ کام نہ کر جو شرمندہ کرے

خم شکن نمیداند ایں قدر کہ صوفی را
خم توڑنے والا، یہ نہیں جانتا ہے کہ صوفی کے
جنسِ خانگی باشد ہمچو لعلِ رمانی
گھر کی جنس رمانی لعل جیسی ہوتی ہے

گر تو فارغی از من اے نگارِ سنگیں دل
اے سنگین دل معشوق! اگر تو مجھ سے بے نیاز ہے
حالِ خود بخواہم گفت پیشِ آصفِ ثانی
میں اپنا حال آصف ثانی کے سامنے جا کہوں گا

از درم درآمد مست میزنم بشادی دست
مست ہو کر میرے دروازے سے آگیا میں خوشی میں تالیاں بجا رہا ہوں
روشنی بما پیوست راستی بہ ارمانی
اگر تو واقعی قیام کرے تو روشنی ہم سے وابستہ ہو گئی

باغباں چو من زینجا بگذرم حرامت باد
اے باغباں! اگر میں یہاں سے چلا جاؤں تو تجھے حرام ہے
گر بجائے من سروے غیرِ دوست بنشانی
اگر میری جگہ دوست کے علاوہ تو کوئی سرو لگائے

دل زناوکِ چشمت گوشہ داشتم لیکن
میں نے تیری آنکھ کے تیر سے دل کی حفاظت کرلی، لیکن
ابروئے کماندارت می برد بہ آسانی
تیر انداز ابرو اس کو آسانی سے لیجاتا ہے

جمع کن باحسانے حافظِ پریشاں را
ذرا سا احسان کر کے پریشان حافظ کو دل جمعی عطا کرے
اے شکنجِ گیسویت مجمعِ پریشانی
اے وہ کہ تیری زلفوں کے خم پریشانی کا مجمع ہیں

ہزار جہد بکردم کہ یارِ من باشی
میں نے ہزار کوششیں کرلیں، کہ تو میرا دوست بنے
قرار بخشِ دلِ بیقرارِ من باشی
میرے بیقرار دل کو اطمینان بخشنے والا بنے

دمے بکلبۂ احزانِ عاشقاں آئی
تھوڑی دیر کے لیے عاشقوں کی غموں کی کوٹھری میں آئے
شبے انیسِ دلِ سوگوارِ من باشی
کسی رات کو میرے غمگین دل کا دوست بنے

دراں چمن کہ بتاں دستِ عاشقاں گیرند
جس چمن میں معشوق عاشقوں کی دستگیری کرتے ہیں
گرت زدست برآید نگارِ من باشی
اگر تجھ سے بھی یہ ہو سکے، تو تو میرا معشوق بنے

چراغِ دیدۂ شب زندہ دارِ من گردی
تو میری شب بیدار آنکھ کا چراغ بن جائے
امیرِ روزِ من و روزگارِ من باشی
میرے دن اور وقت کا بھی حاکم بن جائے

رفیق و مونس و آرامِ جانِ من گردی
تو میری جان کا آرام، رفیق اور مونس ہو جائے
انیسِ خاطرِ امیدوارِ من باشی
میرے امیدوار دل کا دوست بھی بن جائے

۱ عاشقوں کے سامنے سے اس قدر تیزی سے نہ گذر، ورنہ تھک کر رہ جائے گا۔
۲ تعجب ہے شراب کے مٹکے پھوڑتا پھرتا ہے، اس کو یہ معلوم نہیں کہ صوفی بھی گھر کی کھینچی ہوئی بادہ کا پندار ہے۔
۳ میں آصف ثانی سے جا کر شکایت کرونگا، خواجہ صاحب آصف ثانی وزیر محمود سلطان قطب الدین کے وزیر کو کہتے ہیں۔
۴ جب ہم دنیا سے چلے جائیں تو ہماری قبر پر دوست کے قد کا سایہ ہو۔
۵ نظروں کے تیر سے تو میں دل کو بچا لے گیا لیکن ابرو سے نہ بچ سکا۔
۶ کلبۂ احزان اس کوٹھری کو کہتے ہیں جہاں حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کے ہجر میں دن گذارے تھے۔
۷ جس چمن میں معشوق عاشقوں کی دستگیری کرتے ہیں اگر تو میری دستگیری کرے تو پھر تو میرا محبوب ہے۔
شب زندہ دار سے مراد اللہ کی یاد میں رات بھر جاگنے والا ہے۔ اگر تو بجھا چراغ بن جائے تو کیا ہو۔

چو خسروانِ ملاحت بہ بندگاں نازند | درآں میانہ خداوندگارِ من باشی
جب حسن کے بادشاہ غلاموں پر فخر کریں | اس وقت تو میرا آقا بن جائے

ازاں عقیق کہ خونیں دلم ز عشوۂ او | اگر کنم گلہ راز دارِ من باشی
اس عقیق کا، جس کے ناز سے میں خونی دل ہوں | اگر میں شکوہ کروں، تو میرا رازدار بن جائے

شود غزالۂ خورشید صیدِ لاغرِ من | گر آہوئے چو تو یکدم شکارِ من باشی
سورج کا ہرن میرا کمزور شکار بن جائے | اگر تجھ جیسا ہرن تھوڑی دیر کے لیے میرا شکار بن جائے

سہ بوسہ کز دو لبت کردۂ وظیفۂ من | اگر ادا نہ کنی وامدارِ من باشی
اپنے دو ہونٹوں کے تین بوسے جو تو نے میرے لیے مقرر کیے ہیں | اگر تو ادا نہ کرے گا تو میرا قرض دار ہوگا

من ایں مراد ببینم بعمرِ خود کہ شبے | بجائے اشکِ رواں در کنارِ من باشی
کیا میں اپنی زندگی میں یہ مراد حاصل کر سکوں گا کہ کسی رات کو | جاری آنسوؤں کی بجائے تو میری بغل میں ہو

من ارچہ حافظِ شہرم جوے نمی ارزم
میں اگرچہ شہر کا حافظ ہوں، ایک جو کے برابر بھی نہیں ہوں
مگر تو از کرمِ خویش یارِ من باشی
ہاں، اگر تو کرم کرکے میرا یار بن جائے

ہوا خواہِ توام جاناں و میدانم کہ میدانی | کہ ہم نادیدہ میبینی و ہم ننوشتہ میخوانی
اے جاناں! میں تیرا خیر خواہ ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ تو جانتا ہے | کیونکہ تو بدون دیکھے بھی جانتا ہے، بدون لکھے بھی پڑھتا ہے

ملامت گو چہ دریابد ز رازِ عاشق و معشوق | نہ بیند چشمِ نابینا خصوص اسرارِ پنہانی
عاشق اور معشوق کے راز کو ملامت گر کیا جان سکتا ہے؟ | اندھی آنکھ بالخصوص چھپے رازوں کو خاص طور پر نہیں دیکھتی ہے

ملک در سجدۂ آدم زمیں بوسِ تو نیت کرد | کہ در حسنِ تو چیزے یافت بیش از طورِ انسانی
فرشتے نے آدم کو سجدہ کرنے میں تیری زمین بوسی کی نیت کی | کیونکہ اس نے تیرے حسن میں انسانی طور طریقے کے علاوہ کوئی چیز پائی

خمِ زلفت بنامِ ایزد کنوں مجموعۂ دلہاست | مبادا ایں جمع را یارب غم از بادِ پریشانی
بنام خدا تیری زلف کا خم، اب دلوں کا مجموعہ ہے | اے خدا اس جمع کو پریشانی کی ہوا کا غم نہ ہو

بیفشاں زلف و صوفی را بپا بازی و رقص آور | کہ از ہر رقعۂ دلقش ہزاراں بت بیفشانی
زلف کو جھٹک دے، اور صوفی کو پابازی اور رقص میں لا | تاکہ اس کی گدڑی کے ہر پیوند سے تو ہزاروں بت جھاڑ دے

دریغا عیشِ شبگیرے کہ در خوابِ سحر بگذشت | بدل قدرِ وصال اے دل کہ در ہجراں فرومانی
اس رات کے عیش پر افسوس ہے جو صبح کی نیند میں گذر گئی | اے دل! وصل کی قدر جان لے کیونکہ تو ہجر میں عاجز آجائیگا

ملول از ہمرہاں بودن طریقِ کاردانی نیست | بکش دشواریٔ منزل بیادِ عہدِ آسانی
ساتھیوں سے تنگ ہونا، تجربہ کاری کا طریقہ نہیں ہے | آسانی کے زمانہ کی یاد میں منزل کی دشواری کو برداشت کر

گشادِ کارِ مشتاقاں درآں ابروئے دلبند است | خدا را یک نفس بنشیں گرہ بکشا ز پیشانی
عاشقوں کے کام کی کشادگی، اس دلفریب ابرو میں ہے | خدا کے لیے تھوڑی دیر ہم سے پیشانی کی گرہ کھول

چراغ افروزِ چشمِ ما نسیمِ زلفِ خوباں است | مبادا ایں قوم را یارب غم از بادِ پریشانی
ہماری آنکھوں کا چراغ روشن کرنے والی، حسینوں کی زلف کی ہوا ہے | اے خدا! اس قوم کو پریشانی کی ہوا کا غم نہ ہو

۱؎ جب حسین اپنے عاشقوں کی کثرت پر فخر کریں تو مجھے تو اپنا غلام شمار کر دے۔
۲؎ اگر تو میرا بن جائے تو پھر آفتاب میرا معمولی خادم ہو۔
۳؎ تو نے میرے لیے تین بوسے دینے کے مقرر کئے ہیں اگر تو نہ دے گا تو مقروض رہے گا۔
۴؎ حافظ شہر ہونے کے باوجود کسی قابل نہیں ہوں اگر تو میرا یار بن جائے تو سب عزت کرنے لگیں۔
۵؎ ملامت گر ان رشتوں کو نہیں سمجھ سکتا جو عاشق و معشوق کے درمیان ہیں وہ نابینا ہے۔
۶؎ تیری زلفوں کے پیچ میں عاشقوں کے دلوں کا مجمع ہے خدا کرے اس کو پریشانی نہ ہو۔
۷؎ اگر تو اپنا جال کھول دے تو صوفی رقص کرنے لگیں اور ان کی گدڑیوں میں جو بت پوشیدہ ہیں، وہ گر جائیں یعنی ریاکاری ظاہر ہو جائے۔
۸؎ شب وصال کو عیش سے گزرنا چاہیے تاکہ ہجر کی مصیبتیں آسان معلوم ہوں۔
۹؎ اگر تیری پیشانی پر بل ہوتے ہیں تو عاشق مجبور ہو جاتے ہیں اور کشادہ پیشانی ہوتا ہے تو ان کا دل خوشی محسوس کرتا ہے۔

امید از بخت میدارم کہ بکشائیم کمر بندت ۔ باں شرطیکہ خاطر را ازیں مسکیں نرنجانی
مجھے نصیبہ سے امید ہے کہ تیرا پٹکا کھولوں گا ۔ اس شرط پر کہ تو اس مسکین سے طبیعت کو رنجیدہ نہ کرے

خیالِ چنبرِ زلفش فریبت میدہد حافظ
اے حافظ! تجھے اس کی زلف کے حلقہ کا خیال فریب دیتا ہے
نگر تا حلقۂ اقبالِ ناممکن نجنبانی
دیکھ لے تاکہ تو نا ممکن اقبال کا حلقہ نہ ہلائے

یا مبسماً یحاکی درجاً من اللآلی ۔ یا رب چہ در خور آمد گردت خطِ ہلالی
اے موتیوں کی ڈبیہ سے مشابہ ہونٹ ۔ یا خدا تیرے چاروں طرف خطِ ہلالی کس قدر اچھا ہے

اے با غمِ تو ما را پیوندِ لایزالی ۔ قد ضاع فی ہواکم عمری و لا اُبالی
اے معشوق تیرے غم کے ساتھ ہمارا ہمیشہ کا جوڑ ہے ۔ تمہاری محبت میں میری عمر ضائع ہو گئی اور مجھے پروا نہیں ہے

یا راکباً تبرّا عن موثقی و عادی ۔ اِن تلق اہل نجدٍ کلّمہم بحسبِ حالی
اے سوار! میرے قید کرنے والے اور دشمنی کرنے والے کی خبر حاصل کر ۔ اگر تم نجد والوں سے ملو، میرے حسبِ حال بات کہہ دینا

مسند فرازِ دولت کانِ شکوہ و شوکت ۔ برہانِ ملک و ملت بونصر بوالمعالی
دولت کی مسند کو بلند کرنے والا وجود ہے اور شوکت کی کان ۔ ابونصر ابو المعالی، برہان الملک والملت ہے

دل رفت و دیدہ خوں شد تن خستہ و جاں نالاں شد ۔ فی العشق معجباتٌ یاتین بالتوالی
دل چلا گیا، آنکھیں خون ہو گئیں، جسم خستہ ہو گیا جان ملول ہو گئی ۔ عشق میں ایسے عجائب ہیں جو پے بہ پے آتے ہیں

حالی خیالِ وصلت خوش میدہد فریبم ۔ تا خود چہ نقش بازد ایں صورتِ خیالی
فی الحال تو تیرے وصل کا خیال مجھے خوب فریب دیتا ہے ۔ دیکھئے! اب یہ خیالی صورت کیا نقش کھینچے!

خوئے تو گر نگردد ہرگز دگر نگردد ۔ عاشق دریں جوانب عارف دریں حوالی
اگر تیری عادت نہ بدلے گی، ہرگز پھر چکر نہ لگائیں گے ۔ عاشق ان جانبوں کا، عارف اس علاقہ کا

دل خوں شدم ز دستش از نازِ چشمِ مستش ۔ اُوذیتُ بالتجنّی یا ما للہوی و مالی
اس کے ہاتھوں میرا دل خون ہو گیا اس کی مست آنکھ کے ناز سے ۔ میں بے اعتنائی سے ستایا گیا، میرا اور عشق کا کیا حال ہے

بِہٖ ذاتِ رملٍ کان الحبیب فیہا ۔ طاشت عقولٌ طرّاً من نظرۃ الجمالِ
اُس ریگستان کی خوبی خدا ہی کے لئے ہے، جس میں دوست تھا ۔ سب عقلیں اڑ گئیں، چاندوں کو دیکھنے سے

العین ما استنامت شوقاً باہل نجدٍ ۔ و القلب ذاب وجداً فی دعبۃ الغزالِ
اہلِ نجد کے عشق میں میری آنکھ نہیں سوئی ۔ ہرن کی رغبت میں دل غم سے پگھل گیا

دلبر بہ عشقبازی خونم حلال دانست ۔ فتوائے عشق چون است اے سید و موالی
دلبر نے عشقبازی میں میرا خون حلال سمجھا ۔ اے آقا! عشق کی جماعت کا فتویٰ کیا ہے؟

مے دہ کہ گرچہ گشتم نامہ سیاہ و عالم ۔ نومید کے توان بود از لطفِ لایزالی
شراب دے اگرچہ میں دنیا بھر کا سیاہ اعمال نامہ والا بن گیا ہوں ۔ ابدی مہربانی سے نا امید کب رہا جا سکتا ہے؟

از چار چیز مگذر گر زیرکی و عاقل ۔ امن و شراب بیغش معشوق و جائے خالی
چار چیزوں کو نہ چھوڑ اگر تو عقلمند اور ذہین ہے ۔ اطمینان، اور بے میل شراب، معشوق اور تنہائی کی جگہ

ساتھ ترا وصل تو محال ہے لیکن تیری زلف کا خیال ہمیں فریب میں مبتلا کئے ہوئے ہے

ے ہیجان کرنے والے ہ تمنا کرو موتیوں کی ڈبیہ قرار دیا ہے۔

ے اصل شعر میں ہجر ہے جس کے کوئی صحیح معنی نہیں بنتے ہیں ہے ترجمہ نثر قائم کرکے ترجمہ کیا ہے موتی اور بلوری سے مراد محبوب ہے۔

ے اے محبوب تیرے وصل کا خیال ہے بہت حسین فریب دے رہا ہے دیکھئے آئندہ کیا رنگ لاتا ہے۔

ے اگر تو نے اپنی بدخوئی نہ چھوڑی تو عاشقوں کا جمگھٹ ختم ہو جائے گا۔

ے ذات رمل، ریگستان یعنی اس صحرا میں خوب تھی اب معروف جگہ کے چاندوں کو دیکھ کر عقلیں گم ہوگئیں ہے۔

ے محبوب جاہے خون کو حلال سمجھتا ہے کیا فتویٰ بھی ہے۔

ے انسان کو چار چیزوں کو چھوڑنا چاہئے، امن، شافی، شراب، معشوق اور گوشۂ تنہائی۔

ساقی بیار جامے وز خلوتم بروں کن
اے ساقی! ایک جام لا اور مجھے خلوت سے نکال

تا در بدر بگردم قلاش و لاابالی
تاکہ میں مفلس اور بے پروا در بدر پھروں

صافیست جام خاطر در دور آصف عہد
آصف زمانہ کے عہد میں دل کا جام صاف ہے

قُمْ فَاسْقِنِیْ رَحِیْقًا اَصْفٰی مِنَ الزُّلَالِ
کھڑا ہو، اور مجھے نیر پانی سے بھی زیادہ صاف شراب پلا

اَلْمُلْکُ قَدْ یُبَاھِیْ مِنْ جِدِّہٖ وَجِدِّہٖ
ملک اس کے نصیبہ اور کوشش پر فخر کرتا ہے

یارب کہ جاوداں باد ایں قدر و ایں معالی
اے خدا یہ مرتبہ اور یہ بلندیاں ہمیشہ رہیں

چوں نیست نقش دوراں در ہیچ حال ثابت
جبکہ دنیا کا نقش کسی حالت میں ٹھہرنے والا نہیں

حافظ مکن شکایت گر مے خوریم حالی
اے حافظ! شکایت نہ کر اگر اب ہم شراب پی رہے ہیں

دیوان تمام شد

خلوت نشینی ابھی نہیں مست ہو کر مسجد ملا پھرنا چاہیے۔ یہ سلطنت کا بقا اس وجہ سے ہے کہ وہ آصف کی عظمت اور محنت پر فخر کر رہی ہے اب موقع ہے تو شراب بھی پی لیجائے دنیا ناپائیدار ہے۔
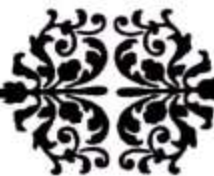
متفرقاتِ دیوانِ خواجہ حافظ رحمۃ اللہ تعالیٰ

افراد

زبختِ[1] خویش بود شکر بیشمار مرا
میں اپنے نصیبے کا بے شمار شکر ادا کرتا ہوں

کہ در دیار خریدہ است در دیار مرا
کہ یہ دلبر میں یار کے صدقے خرید لیا ہے

در دلم جائے گرفتہ است چناں صورتِ دوست
دوست کی صورت نے میرے دل میں ایسی صورت اختیار کی ہے

ہر کجا می نگرم جلوۂ حُسنِ رُخِ اوست
جہاں کہیں دیکھتا ہوں اُس کے رُخ کے حُسن کا جلوہ ہے

حریمِ[2] منزلِ جاناں چو حافظ ست اے دل
اے دل! جگہ حافظ، محبوب کی منزل کا مقام ہے

خوشا کسیکہ دریں گفتگوئے محرم ماست
وہ کس قدر خوش نصیب ہے جو اس گفتگو میں ہمارا محرم ہے

امروز روئے حُسنِ تو باپردہ ظاہر ست
آج تیرے حُسن کا چہرہ پردے کے باوجود ظاہر ہے

در حیرتم کہ وعدۂ فردا برائے چیست
میں حیرت میں ہوں کہ کل کا وعدہ کس لیے ہے!

شکرِ فیضِ تو چمن چوں کند اے ابرِ بہار
اے ابرِ بہار! تیرے فیض کا چمن کس طرح شکر ادا کرے!

کہ اگر خار و گر گل ہمہ پروردۂ تست[3]
اس لیے کہ خواہ کانٹا ہے خواہ پھول سب تیرے پروردہ ہیں

کجا لبِ صدف و شکرِ ابرِ نیساں ست
کہاں سیپ کا منہ اور ماہِ نیساں کے ابر کا شکریہ

کہ از شمار بروں قطرہائے باراں ست
اس لیے کہ بارش کے قطرے شمار سے باہر ہیں

اگرچہ دلبرِ من ہمچو یوسف است صبیح
اگرچہ میرا دلبر، یوسف کی طرح صبیح ہے

ولیکن از سر تا پا فتادہ است ملیح[4]
لیکن سر سے پیر تک ملیح واقع ہوا ہے

مگر ز کوئے تو آمد نسیمِ وقتِ صباح
شاید، صبح کے وقت نسیم تیرے کوچے سے آئی

کہ زندہ گشت ببوئے لطیف ارواح
اس لیے کہ اس کی لطیف خوشبو سے رُوحیں زندہ ہو گئیں

شبے بعارضش مہ ہمسری کرد
چاند نے ایک رات اس کے رخسار کا مقابلہ کیا

دگر شب دیدمش قالب تہی کرد[5]
میں نے اس کو دوسری رات دیکھا کہ اس کا جسم گھٹ گیا

صد شکر کہ آفتابِ مقصود
سو شکر کہ مقصد کے آفتاب نے

از بُرجِ امید چہرہ بنمود
اُمید کے برج سے چہرہ دکھایا

اے پسر دولتِ باقی بادب یافتہ اند
اے فرزند باقی رہنے والی دولت لوگوں نے ادب سے پائی ہے

در طلب باش کہ آنہا بطلب یافتہ اند
طلب میں لگا رہ، کیونکہ انھوں نے جستجو سے پائی ہے

گر بر تنِ من زباں شود ہر موئے[6]
اگر میرے جسم کا ہر رونگٹا زبان بن جائے

یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد
ہزاروں میں سے میں تیرا ایک شکر بھی نہیں ادا کر سکتا ہوں

بوئے مُشکِ ختن از بادِ صبا می آید
بادِ صبا سے ختن کے مُشک کی خوشبو آتی ہے

ایں چہ بادیست کز و بوئے شما می آید
یہ کیسی ہوا ہے جس سے تمہاری خوشبو آرہی ہے!

---

[1] اس شعر میں دو جگہ ددیار ہے، ایک جگہ ددیار ہے دوسری جگہ در - دیار ہے۔

[2] حریم اور حرم خانہ کعبہ کے چاروں طرف کی زمین کو کہا جاتا ہے لیکن فارسی والے مطلقاً مکان کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔

[3] ابرِ بہار کا کانٹے پر بھی احسان ہے اور پھول پر بھی۔

[4] صباحت وہ حُسن ہے جو گورے رنگ کے ساتھ ہو اور ملاحت وہ حُسن ہے جو گندم گوں رنگ کے ساتھ ہو۔

[5] قالب تہی کرد یعنی اس کا جسم گھٹ گیا۔

[6] اگر جسم کے ہر رونگٹے کی زبان ہو اور وہ شکریہ ادا کرے تو بھی ہزاروں میں سے ایک شکریہ بھی ادا نہ کر سکے گا۔

ترکِ مہ پیکرِ من بیں کہ چساں میگذرد
یہ چاند جیسے جسم والے معشوق کو دیکھنا، کہ کیسے جا رہا ہے

آفتابیست پس پردہ نہاں میگذرد
آفتاب ہے جو پردے کے پیچھے سے چھپ کر جا رہا ہے

سودائے سرِ زلفش تا در سرِ ما باشد
اس کی زلفوں کا عشق جب تک ہمارے سر میں رہے

گر عاشق سودائش باشیم روا باشد
اگر ہم اس کے دیوانے عاشق رہیں، تو مناسب ہے

ہر کرا خاکِ سر کوئے تو مسکن باشد
جس کا ٹھکانا تیرے کوچہ کی زمین ہو

پیش او گلشنِ فردوس چو گلخن باشد
اس کے نزدیک جنت کا باغ بھاڑ کی طرح ہے

صد شکر کہ روز شد شبِ ہجر
سو شکر ہیں کہ ہجر کی رات، دن ہو گئی

دل یافت خلاص از تبِ ہجر
دل کو ہجر کے بخار سے نجات مل گئی

اے دل از شامِ فراقِ روزِ ہجراں غم مخور
اے دل! ہجر کے دن کی جدائی کی رات کا غم نہ کر

شامِ ہجراں ہم رسد روزے بپایاں غم مخور
ہجر کی شام بھی کسی دن ختم ہوگی، غم نہ کر

گرمم چو مشک در آتش نہند و بگدازند
اگر مجھے مشک کی طرح آگ میں رکھیں اور پگھلائیں

خیالِ نقشِ نگارم نمیرود ز ضمیر.
معشوق کے نقش کا خیال میرے دل سے مٹنے کا

بایارِ بیوفا نتواں گفت حالِ خویش
بے وفا یار سے اپنے دل کا حال نہیں کہا جا سکتا ہے

آں بہ بود کہ دم کشم از قیل و قالِ خویش
یہ مناسب ہے کہ اپنی قیل و قال سے دم بخود ہو جاؤں

آنکہ او فکرِ دلِ شاد نکردہ است منم
جس نے خوشدلی کی کوئی فکر نہ کی، وہ میں ہوں

وانکہ ایں غمکدہ آباد نکردہ است منم
جس نے یہ غمکدہ آباد نہ کیا، وہ میں ہوں

ذرّہ ساں من در ہوائے مہرِ رخسارِ توام
میں تیرے رخسار کے آفتاب کی محبت میں ذرّہ کی طرح ہوں

نیست یک ساعت قرار از شوقِ دیدارِ توام
مجھے تیرے دیدہ کے شوق سے تھوڑی دیر کیلئے بھی قرار نہیں ہے

صد شکر کہ یافت جانم آرام
سو شکر ہیں کہ میری جان کو راحت ملی

از دولتِ وصلِ آں دلآرام
اس دل کو آرام پہنچانے والے وصل کی دولت کے ذریعہ

زجورِ چرخ بفریادم اے مسلماناں
اے مسلمانو! آسمان کے ظلم سے میری فریاد ہے

فلک بکینِ منِ مستمند بستہ میاں
مجھ مغموم کے کینہ پر آسمان نے کمر کسی ہے

گفتم اے دوست شدم عاشق آں روئے چو ماہ
میں نے کہا، اے دوست اس چاند جیسے چہرہ کا میں عاشق ہو گیا ہوں

گفت لاحول ولا قوۃ الا باللہ
اس نے کہا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ

از بت پرست وقتِ تماشائے حسنِ او
اس کے حسن کے دیدار کے وقت بت پرست سے

حرفے بغیرِ نامِ خدا نشنود کسے
کوئی حرف خدا کے نام کے سوا کوئی نہیں سنتا ہے

جاناں خیالِ روئے تو دارند ہر کسے
اے محبوب! تیرے چہرے کا ہر شخص کو خیال ہے

لیکن ز من نباشد مشتاق تر کسے
لیکن مجھ سے زیادہ مشتاق کوئی نہ ہوگا

نیست در خیلِ بتاں مثلِ تو شاہِ عجبی
معشوقوں میں جو حسن میں تجھ جیسا ہو کوئی عجیب بادشاہ نہیں ہے

بر فلک نیست چو رخسارِ تو ماہِ عجبی
آسمان پر تیرے رخسار جیسا کوئی عجیب چاند نہیں ہے۔

۱؎ جب تک اس کی زلف کا عشق ہے ہم شیفتہ اور عاشق بنے رہیں گے۔
۲؎ جس کو تیرا کوچہ میسر آ جائے وہ جنت کو بھی پسند نہ کریگا۔
۳؎ ہجر کی شام کی بھی لامحالہ کوئی انتہا ہے لہٰذا اس قدر غم نہ کرنا چاہیئے۔
۴؎ میرے دل کو آگ پر رکھ کر بھی اگر پگھلائیں گے تو محبوب کا نقش اس سے نہ مٹے گا۔
۵؎ ذرہ کو سورج کا عاشق مانا جاتا ہے یعنی میں بھی ذرہ کی طرح تیرا عاشق ہوں اس لئے بے قرار ہوں۔
۶؎ میں نے محبت کا اظہار کیا اس پر اس نے لاحول پڑھی۔
۷؎ بڑا بھی جیز کو دیکھ کر زبان پر خدا کا نام آ جاتا ہے اس کا حسن اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ اس کو دیکھ کر بت پرست بھی خدا کا نام لینے لگتا ہے۔

رباعیات

دیروز چناں وصالِ جاں افروزے
کل ایسا جاں افروز وصل!
وامروز چنیں فراقِ عالم سوزے
اور آج ایسا عالم سوز فراق!

افسوس کہ در دفترِ عمرم ایام
افسوس کہ زمانہ میری زندگی کی کتاب میں
آں را روزے نویسد ایں را روزے
اس کو بھی ایک دن لکھے گا اور اس کو بھی ایک دن

عمرے زپئے مراد ضائع دارم
مقصد کے پیچھے میری ایک عمر برباد ہو گئی ہے
در دورِ فلک چیست کہ نافع دارم
دورِ فلک سے مجھے کیا مفید بات ملی ہے

وقتے کہ بگفتم کہ ترا دوست شدم
جس وقت میں نے کہا کہ میں تیرا دوست ہو گیا ہوں
شد دشمنِ من بیں کہ چہ طالع دارم
وہ میرا دشمن بن گیا، دیکھو میرا کیا نصیب ہے!

جز نقشِ تو در نظر نیاید مارا
تیری صورت کے سوا ہمیں کچھ نظر نہیں آتا ہے
جز کوئے تو رہگذر نیاید مارا
تیرے کوچہ کے سوا ہمیں کوئی راستہ نہیں آتا ہے

خوش آمدہ خواب جملہ را در دیدہ
سب کی آنکھوں میں نیند پیاری لگتی ہے
حقا کہ بچشم در نیاید مارا
بیشک، ہماری آنکھوں میں وہ نہیں آتی ہے

برگیر شرابِ طرب انگیز و بیا
مستی پیدا کرنے والی شراب لے اور آجا
پنہاں ز رقیب سفلہ بستیز و بیا
در پردہ کمینہ رقیب سے لڑ پڑ، اور آجا

مشنو سخنِ خصم کہ بنشین و مرو
دشمن کی یہ بات کہ بیٹھ جا اور مت جا
بشنو ز من اے نگار برخیز و بیا
اے معشوق! میری سن لے، اٹھ اور آجا!

روزیکہ فلک از تو بریدہ است مرا
جس دن سے آسمان نے مجھے تجھ سے جدا کیا ہے
کس بالبِ پُر خندہ ندیدہ است مرا
کسی نے مسکراتے ہونٹوں کے ساتھ مجھے نہیں دیکھا ہے

چنداں غمِ ہجرانِ تو بر دل دارم
تیرے فراق کا کس قدر دل پہ غم رکھتا ہوں
من دانم و آنکہ آفریدہ است مرا
میں جانتا ہوں، اور وہ جس نے مجھے پیدا کیا ہے

با دوست نشین و بادہ و جام طلب
دوست کے ساتھ بیٹھ، اور شراب اور پیالہ مانگ
بوسہ ز لبِ سروِ گل اندام طلب
گلاب جیسے جسم والے سرو کے لب کا بوسہ مانگ

مجروح چو راحتِ جراحت طلبد
زخمی، جب زخم کی راحت چاہے
تو از سرِ زخم نیشِ حجام طلب
تو زخم کے منہ سے حجام کا نشتر مانگ

گفتم کہ مگر باتفاقِ اصحاب
میں نے کہا کہ شاید دوستوں کے ساتھ متفق ہو کر
در موسمِ گل ترک کنم بادۂ ناب
موسمِ بہار میں، خالص شراب چھوڑ دوں گا

بلبل ز چمن نعرہ زناں داد جواب
بلبل نے چمن سے نعرہ لگاتے ہوئے جواب دیا
کاے بیخبراں فصلِ گل و ترکِ شراب
کہ اے بے خبرو! پھول کا موسم اور ترکِ شراب!

رباعیات

۱؎ کبھی اس کا جاں افروز وصل میسر آتا ہے، کبھی عالم سوز ہجر، مجھے اس پر افسوس ہے کہ تمام روز وصال اور روز ہجر وقت کو برابر لکھے گا حالانکہ روز ہجر روز وصال سے بہت دراز ہوتا ہے دونوں برابر کس طرح ہو سکتے ہیں۔
۲؎ جب سے میں نے تیری دوستی کا دم بھرا ہے تو میرا دشمن ہو گیا ہے
۳؎ ہماری نظروں میں صرف تو سمایا ہوا ہے اور ہم سوائے تیرے کوچہ کے کوئی راستہ نہیں جانتے، اور ہم یکسر نیند سے محروم ہیں۔
۴؎ رقیب تجھے اپنے پاس بٹھاتا ہے اور اٹھ کر میرے پاس آنے کو منع کرتا ہے تو اس کا کہنا نہ مان۔
۵؎ عاشق زخم خوردہ کی دوا نشتر سے نہیں ہوتی ہے اور وصال کا بوسہ چاہتا ہے۔

اے سایۂ آفتاب زلفِ سیہت — شب پوشِ مہِ دو ہفتہ طرفِ کُلہت
اے وہ کہ تیری کالی زلف، آفتاب کا سایہ ہے — تیری ٹوپی کا کنارہ چودھویں کے چاند کا شب پوش ہے

اے شامِ شمیم آر خطِ مشکینت — وے صبح جبینت کش روئے چو مہت
اے وہ کہ تیرا مشکین خط خوشبو لانے والی شام ہے — اے وہ کہ تیرے چاند جیسے چہرے کی چمک کا نگرانی رکھنے والی ہے

امروز کہ روزِ فرقتِ احباب ست — نہ وقتِ نشاط و عیش با اصحاب ست
آج جبکہ دوستوں کی جدائی کا دن ہے — دوستوں کے ساتھ نشاط اور عیش کا وقت نہیں ہے

ہشیار از آں نیم کہ مے نیست مرا — مے ہست و لے حریفِ مے نایاب ست
میں اس وجہ سے ہوش میں نہیں ہوں کہ میرے پاس شراب نہیں ہے — شراب ہے، لیکن شراب کا ساتھی نایاب ہے

آں ترکِ پری چہرہ کہ قصدِ جاں داشت — مانندِ پری چہرہ ز من پنہاں داشت
وہ پری کا چہرہ معشوق جو جان لینا چاہتا تھا — پری کی طرح، مجھ سے چہرہ چھپاتا تھا

گفتم دہنِ تنگِ تو گوئی ہیچ ست — گفتا کہ ازیں ہیچ طمع نتواں داشت
میں نے کہا تیرا تنگ منہ گویا کہ معدوم ہے — اس نے کہا اس معدوم سے کوئی امید نہیں رکھی جا سکتی

با آنکہ دلم در غمِ عشقت خونست — حُسنِ تو ز ادراکِ خرد بیرونست
اس کے باوجود کہ میرا دل تیرے غمِ عشق میں خون ہے — تیرا حسن، عقل کی سمجھ سے باہر ہے

در زلفِ تو بیچارہ غریب ست دلم — یا رب کہ در آں شام غریبم چونست
میرا دل تیری زلف میں بے چارہ مسافر ہے — اے خدا اس شام میں میرا مسافر کس حالت میں ہے؟

تو بدری و خورشید ترا بندہ شدہ ست — تا بندۂ تو شدہ ست تابندہ شدہ ست
تو پورا چاند ہے اور سورج تیرا غلام بنا ہے — جب سے تیرا غلام بنا ہے، چمکدار بنا ہے

زاں روئے کہ از شعاعِ روئے مہِ تو — خورشید منیر و ماہ تابندہ شدہ ست
اس لیے کہ تیرے چاند جیسے چہرے کی شعاعوں سے — آفتاب روشن، اور چاند، چمکدار بنا ہے

تا مرغِ دلم فتادہ در دامِ غمت — بر گردنِ دل شدہ ست صمصامِ غمت
جب سے میرے دل کا پرند تیرے غم کے جال میں پھنسا ہے — دل کی گردن پر تیرے غم کی تلوار رکھی گئی ہے

از شربتِ جامِ دہر بیزار شدم — تا خونِ جگر میخورم از جامِ غمت
زمانہ کے جام کے شربت سے میں بیزار ہو گیا ہوں — جب سے تیرے غم کے جام سے خونِ جگر پی رہا ہوں

در کوئے تو بیچارہ تر از ما کس نیست — نزدیکِ تو بیگانہ تر از ما کس نیست
تیرے کوچہ میں ہم سے زیادہ بے گھر کوئی نہیں ہے — تیرے نزدیک ہم سے زیادہ بیگانہ کوئی نہیں ہے

در سلسلۂ طنابت آویختہ ام — زاں روئے کہ دیوانہ تر از ما کس نیست
تیری طنابوں کی زنجیر میں لٹکا ہوا ہوں — اس لیے کہ ہم سے زیادہ دیوانہ کوئی نہیں ہے

در شوخی و دلبری محبت من طاقست — بیچارہ دلم بوصلِ او مشتاق ست
میرا معشوق، شوخی اور دلبری میں طاق ہے — میرا بیچارہ دل اس کے وصل کا مشتاق ہے

پستہ دہن و لالہ رُخ و سیمیں تن — شیریں سخن و ظریف و سیمیں ساق ست
وہ پستہ دہن اور لالہ رخ، چاند جیسے جسم والا ہے — شیریں سخن، خوش طبع، اور چاند جیسی پنڈلیوں والا ہے

۱؎ مجھے شراب تو میسر ہے لیکن کوئی ایسا دوست نہیں ہے جو ساتھ بیٹھ کر شراب پیئے۔

۲؎ معشوق کے منہ کو ایک موہوم نقطہ اور معدوم مانا جاتا ہے۔

۳؎ چاند اور سورج تیرے نور سے نور حاصل کرتے ہیں لہٰذا وہ تیرے غلام ہیں۔

۴؎ دیوانے کو زنجیر میں باندھا جاتا ہے اس لیے میں تیری زلف میں بندھا ہوا ہوں۔

مے نوش کہ عمرِ جاودانی این ست
شراب پی، اس لیے کہ ہمیشگی کی زندگی یہی ہے
خاصیتِ روزگارِ فانی این ست
فانی زمانے کی خاصیت یہی ہے

ہنگامِ گل و لالہ و یاراں سرمست
گل اور لالہ کا موسم، اور سرمست دوست
خوش باش دمے کہ زندگانی اینست
تھوڑی دیر خوشی منالے، اس لیے کہ زندگی یہی ہے

اے روئے تو در لطافت آئینۂ روح
اے معشوق تیرا چہرہ پاکیزگی میں روح کا آئینہ ہے
خواہم کہ قدمہائے خیالت لصبوح
میں چاہتا ہوں کہ تیرے خیال کے قدموں کو صبح کروں
در دیدہ کشم ولے ز خارِ مژہ ام
آنکھوں میں رکھوں، لیکن اپنی پلکوں کے کانٹوں سے
ترسم کہ شود پائے خیالت مجروح
ڈرتا ہوں کہ تیرے خیال کے قدم زخمی ہو جائیں گے

اوّل بوفا جامِ وصالم در داد
پہلے تو وفا سے مجھے وصل کا جام دیا
چوں مست شدم دامِ جفا را سر داد
میں جب مست ہو گیا، ظلم کا جال ڈال دیا
با آبِ دو دیدہ پر از آتشِ دل
دونوں روتی ہوئی آنکھوں اور آگ بھرے دل کے ساتھ
خاکِ رہِ او شدم بباد م در داد
اس کے راستہ کی خاک بنا، تو اس نے مجھے ہوا میں اڑا دیا

با یار کسے دست در آغوش نکرد
دوست کی بغل میں کسی نے ہاتھ نہیں ڈالا
تا ترکِ زر و سیم و دل و ہوش نکرد
جب تک اس نے سونا، چاندی اور دل، اور ہوش کو نہ چھوڑا
بے زر بتِ شوخ دیدہ ہرگز سخنم
شوخ چشم معشوق نے بغیر روپے پیسے کے ہرگز میرا
با آنکہ چو گوہر ست در گوش نکرد
حالانکہ گوہر کی طرح ہے، کان میں نہ ڈالا

با مردمِ نیک بد نمی باید بود
نیکوں کے ساتھ بد نہ بننا چاہیے
در بادیہ دیو و دد نمی باید بود
جنگل میں دیو اور درندہ نہ بننا چاہیے
مفتونِ معاشِ خود نمی باید شد
اپنی روزی کا دیوانہ نہ بننا چاہیے
مغرور بعقلِ خود نمی باید بود
اپنی عقل پر مغرور نہ بننا چاہیے

با مے بکنارِ جوئے می باید بود
نہر کے کنارے مع شراب کے ہونا چاہیے
وز غصہ کنارہ جوئے می باید بود
اور رنج سے کنارہ کرنے والا، ہونا چاہیے
چوں عمرِ گرانمایہ مادہ روز ست
جب ہماری قیمتی عمر دس روزہ ہے
خنداں لب و تازہ روئے می باید بود
خنداں لب، اور تازہ رو ہونا چاہیے

تا حکمِ قضائے آسمانی باشد
جب تک آسمانی فیصلہ کا حکم جاری ہوگا
کارِ تو ہمیشہ شادمانی باشد
تیرا کام ہمیشہ خوشی ہوگا
گر جامِ مے ز دستِ تو نوش کنم
اگر میں تیرے ہاتھ سے شراب کا جام پیوں
سرمایۂ عمرِ جاودانی باشد
تو جاودانی عمر کا سرمایہ ہوگا

جاں در خمِ زلفِ یار جائے طلبید
جان نے یار کی زلف کے خم میں جگہ چاہی
وز بند و بلا گرہ کشائے طلبید
اور قید و بلا سے کسی گرہ کشا کو چاہا
جاں پیشکشِ ابروئے جاناں کردم
میں نے جان محبوب کے ابرو کو پیش کر دی
چوں حاجبِ او نعل بہائے طلبید
جبکہ اس کے ڈیوڑھی بان نے نذرانہ چاہا

۱؎ اصل زندگی یہی ہے کہ دنیا میں یہ سب عیش میسر آجائیں۔
۲؎ تیرے خیال کی تصویر کو آنکھوں میں لانا چاہتا ہوں لیکن اندیشہ ہے کہ پلکوں سے اس کے قدم زخمی نہ ہو جائیں۔
۳؎ عناصرِ اربعہ کا اجتماع پر لطف ہے۔
۴؎ جب تک انسان دنیا کی ہر قیمتی چیز کو قربان نہ کرے وصلِ دوست میسر نہیں آتا ہے، اور گوش نکرد کے لطف سے لطف اندوز ہونا چاہیے۔
۵؎ شعر کہ اگر معشوق کے ہاتھ سے جامِ شراب مل جائے تو عمرِ جاودانی حاصل ہو سکتی ہے۔ [illegible]
۶؎ نعل بہا وہ رقم کہلاتی ہے جو کسی حاکم اور فوج کو عسکر واپس کر دیا جائے۔ یہاں مراد نذرانہ ہے۔

خطت بسراپردۂ مہ میگردد
تیرا سبزۂ خط چاند کے خیمے کے گرد گھوم رہا ہے
بازارِ تکبرت تبہ میگردد
تیرے تکبر کا بازار تباہ ہو رہا ہے

مارا خجل و دروغ زن میگفتی
تو ہمیں شرمندہ اور جھوٹا کہتا تھا
پیداست کہ روئے کہ سیہ میگردد
ظاہر ہے کہ کس کا کالا منہ ہو رہا ہے؟

راہِ طلب تو خارِ غمہا دارد
تیری طلب کے راستے میں غموں کے کانٹے ہیں
کو راہروے کہ ایں قدمہا دارد
وہ راہرو کہاں ہے جو اس راہ میں قدم رکھے؟

دانی تو کہ روشناس عقلست آں کو
تجھے معلوم ہے کہ وہ شخص عقلمندی سے روشناس ہے جو
بر چہرۂ جاں چراغِ غمہا دارد
جان کے سامنے غموں کا چراغ رکھے

روزیکہ فراق از تو دورم سازد
جس دن فراق تجھ سے مجھ کو دور کر دے
در ہجرِ رخ تو ناصبورم سازد
تیرے رخ کے ہجر میں مجھے بے صبر بنا دے

گر چشم بروئے دگرے باز کنم
اگر میں آنکھ کسی دوسرے کے چہرے پر نظر ڈالوں
حقِ نمکِ حسن تو کورم سازد
تو تیرے حسن کا حق نمک مجھے اندھا بنا دے

زاں بادۂ دیرینہ کہ دہقاں پرورد
وہ پرانی شراب جو دہقان نے کھینچی ہے
دردہ کہ بساطِ غم طے خواہم کرد
دے تاکہ غم کی بساط لپیٹ دوں

مستم کن و بیخبر ز احوالِ جہاں
مجھے مست، اور دنیا کے احوال سے بےخبر بنا دے
تا سرِ جہاں بگویمت اے سرو مرد
تاکہ اے عقلمند انسان! میں تجھ سے دنیا کا راز کہوں

شیریں دہناں عہد بپایاں نبرند
شیریں دہن والے، عہد پورا نہیں کرتے ہیں
صاحب نظراں ز عاشقی جاں نبرند
نظرباز، عاشقی سے جان نہیں بچاتے ہیں

معشوق چو بر مراد و رائے تو بود
اگر معشوق تیرے مقصد اور رائے کا ہو
نامِ تو میانِ عشقبازاں نبرند
تو عشقبازوں میں تیرا نام شمار نہ کریں گے

گویند کسانیکہ ز مے پرہیزند
جو لوگ شراب سے پرہیز کرتے ہیں وہ کہتے ہیں
زانساں کہ بمیرند چناں برخیزند
جس طرح سے مریں گے، اسی طرح سے اٹھیں گے

ما با مے و معشوق از ینیم مدام
ہم ہمیشہ شراب، اور معشوق کے ساتھ اس لئے رہتے ہیں
تا بو کہ ز خاک ما چناں انگیزند
تاکہ شاید قبر سے، ہمیں اسی حالت میں اٹھائیں

من بندۂ آنکسم کہ شوقے دارد
میں اس کا غلام ہوں جو کچھ شوق رکھتا ہو
بر گردنِ خود ز عشق طوقے دارد
اپنی گردن میں عشق کا طوق رکھتا ہو

تو لذتِ عشق و عاشقی کے دانی
تو عشق اور عاشقی کی لذت کب جان سکتا ہے!
ایں بادہ کسے خورد کہ ذوقے دارد
یہ شراب وہی پیتا ہے جو کچھ ذوق رکھتا ہو

نے دولتِ دنیا بستم می ارزد
دنیا کی دولت، ظلم کی قیمت نہیں رکھتی ہے
نے لذتِ ہستی بہ الم می ارزد
نہ ہستی کی لذت تکلیف کی قیمت رکھتی ہے

نے ہفت ہزار سال شادیِ جہاں
دنیا کی سات ہزار سال کی خوشی
با محنتِ پنج روزۂ غم می ارزد
پنج روزہ غم کی تکلیف کی قیمت نہیں رکھتی ہے

---

۱ تو بھی جھوٹا بتاتا تھا لیکن خط نکل آنے سے تیرا کالا منہ ہوا ہے۔
۲ راہِ عشق بہت پرخار ہے اس راستے میں جو غموں کا چراغ سامنے رکھے وہی عقلمند ہے۔
۳ تیرے سوا اگر کسی رخ پر نظر ڈالوں تو خدا کرے میں اندھا ہو جاؤں۔
۴ اگر معشوق بالکل فرمانبردار ہو جائے تو پھر عشقبازی ختم ہے۔ عشقبازی کا کمال یہی ہے کہ ہجر اور وعدہ۔
۵ مشہور ہے کہ زندگی جس حالت میں گزرے گا اسی حالت میں قیامت قبر سے اٹھے گا میں اسی لیے ہر وقت شراب اور معشوق ساتھ رکھتا ہوں تاکہ حشر بھی اسی حالت میں ہو۔
۶ ایک ظلم برداشت کرنے سے دنیا کی دولت ملے تو بھی نہ خریدنا چاہیے تھوڑا سا غم برداشت کرکے اگر ساری دنیا کی خوشی ملے تو بھی بیکار ہے۔

ہجرت کہ بجانِ منِ درویش آمد
تیرا فراق، جو مجھ فقیر کی جان کو لگا ہے
گوئی نمکے بر جگرِ ریش آمد
گویا، زخمی جگر پر نمک لگا ہے
ترسیدم ازیں کز تو شوم روزے دور
میں ڈرتا تھا اگر کسی دن تجھ سے دور ہو جاؤں
دیدی کہ ہماں روزِ بدم پیش آمد
تو نے دیکھا مجھے وہی برا دن پیش آگیا

یا کار بکامِ دلِ مجروح شود
یا تو سہم زخمی دل کے منشا کے مطابق ہو جائے
یا مُرغِ دلم بر فلکِ رُوح شود
یا میرا مُرغِ دل، رُوح کے آسمان پر چلا جائے
امیدِ من آنست بدرگاہِ خدا
خدا کے دربار سے مجھے یہ امید ہے
کابوابِ سعادت ہمہ مفتوح شود
کہ نیک بختی کے تمام دروازے کھل جائیں گے

یاری چو نکرد بختِ شوریدہ چہ سود
پریشان نصیب نے جب مدد نہ کی تو کیا فائدہ!
شادی چو ندید ایں دلِ غمدیدہ چہ سود
اس غمزدہ دل نے جب خوشی نہ دیکھی تو کیا فائدہ!
آں مردمِ[1] دیدہ بود کز دیدہ برفت
وہ آنکھ کی پتلی تھا جو نگاہ کے سامنے سے چلا گیا
چوں مردمِ دیدہ نیست در دیدہ چہ سود
جب آنکھ میں پتلی ہی نہیں آنکھ سے کیا فائدہ!

ایامِ شباب ست شراب اولیٰ تر
جوانی کا زمانہ ہے، شراب زیادہ بہتر ہے
ہر غمزدہ مست و خراب اولیٰ تر
ہر غم زدہ کا مست اور خراب ہونا زیادہ بہتر ہے
عالم ہمہ سربسر خرابست و خراب
عالم تمام خراب ہی خراب ہے
در جائے خراب ہم خراب اولیٰ تر
خراب جگہ میں خراب ہی رہنا زیادہ بہتر ہے

دوش[2] از غمِ تو دمے نخفتم تا روز
تیرے غم کی وجہ سے کل رات، دن نکلنے تک گھڑی بھر نہ سویا
یاقوت بنوکِ مژہ سفتم تا روز
پلکوں کی نوک سے صبح تک یاقوت بیندھتا رہا!
دردت کہ بکس نمیتوانم گفتن
تیرا درد جو میں کسی سے نہیں کہہ سکتا ہوں
ہم بادلِ خویشتن بگفتم تا روز
اپنے دل سے ہی دن نکلنے تک کہتا رہا!

مردی[3] ز کُنندہ درِ خیبر پرس
بہادری کی بات خیبر کا دروازہ اکھاڑنے والے سے پوچھ
اسرارِ کرم ز خواجہ قنبر پرس
کرم کے راز قنبر کے آقا سے پوچھ
گر تشنہ فیضِ رحمتی اے حافظ
اے حافظ اگر تو فیضِ رحمت کا پیاسا ہے
سرچشمہ آں ز ساقیِ کوثر پرس
اس کا سرچشمہ کوثر کے ساقی سے پوچھ

چشمِ تو کہ سحرِ[4] بابلست استادش
تیری آنکھ، جس کا استاد، بابل کا جادو ہے
حقا کہ فسوں ہا نرود از یادش
یقیناً جادو اس کی یاد سے نہیں مٹتے ہیں
آں زلف کہ کرد حلقہ در گوشِ جمال
وہ زلف جس نے حسن کے کان میں حلقہ ڈالا ہے
آویزہ زدُرِّ نظمِ حافظ بادش
اس کے لیے حافظ کی نظم کے موتی کا آویزہ چاہیے

چوں[5] جامہ ز تن برکشد آں مشکیں خال
جب وہ مشکیں تل والا، بدن سے کپڑے اتارتا ہے
حقا کہ نظیرِ خود ندارد بمثال
یقیناً اپنے جیسی کوئی مثال نہیں رکھتا ہے
در سینہ دلش ز نازکی بتواں دید
نزاکت کی وجہ سے سینہ میں اس کا دل دیکھا جا سکتا ہے
مانندۂ سنگریزہ در آبِ زلال
جیسے کہ نیر پانی میں پتھر کا ٹکڑا

---

[1] محبوب کو آنکھ کی پتلی قرار دیا ہے یعنی جب محبوب نگاہوں کے سامنے نہیں ہے تو گویا آنکھ بغیر پتلی کے ہے جو بیکار ہے

[2] میں تمام رات دریا اور خون کے آنسو روتا رہا تیرا درد کسی سے بیان بھی نہیں کر سکتا دل سے ہی رات بھر بیان کرتا رہا

[3] حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خیبر کا دروازہ اکھاڑ پھینکا تھا اور آپ ہی کے ایک غلام کا نام قنبر تھا ساقی کوثر سے مراد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

[4] یہ مشہور ہے کہ ہاروت و ماروت دو جادوگر تھے جو چاہِ بابل میں الٹے لٹکے ہوئے ہیں اسی لیے بابل کا جادو مشہور ہے۔

[5] معشوق کے جسم کو صفائی میں شفاف پانی اور دل کو سنگدلی کی وجہ سے سنگریزہ سے تشبیہ دی ہے۔

هرگز نه کنی یادِ من اے شمع چگل
اے چگل کی شمع! تو مجھے کبھی یاد نہیں کرتی ہے
نزدِ من اگرچه هست کارے مشکل
اگرچہ میرے نزدیک یہ مشکل کام ہے

دردے که من از غمِ تو دارم در دل
تیرے غم سے جو درد میں، دل میں رکھتا ہوں
دل داند و من دانم و من دانم و دل
دل جانتا ہے اور میں، میں جانتا ہوں اور دل

از یارِ تو وفا که دید تا من بینم
یار سے کس نے وفا دیکھی ہے کہ میں دیکھوں!
راحت ز جفا که دید تا من بینم
ظلم سے آرام کس نے دیکھا ہے کہ میں دیکھوں!

تو عمرِ منی و بیوفائی چه کنم
تو میری عمر ہے اور بے وفا ہے، کیا کروں!
از عمر وفا که دید تا من بینم
عمر سے کس نے وفا دیکھی ہے کہ میں دیکھوں!

آوازِ پرِ مرغِ طرب می شنوم
میں مستی کے پرند کے پروں کی آواز سنتا ہوں
یا نفحۂ گلزارِ ادب می شنوم
یا ادب کے گلزار کی خوشبو سونگھتا ہوں

یا باد حدیثے ز لبش میگوید
یا ہوا اس کے ہونٹ کی بات کہہ رہی ہے
القصه حکایتے عجب می شنوم
القصہ، میں عجب حکایت سنتا ہوں

جاناں چو شبے با تو بروز آوردم
اے جاناں! جبکہ میں نے تیرے ساتھ تمام رات گزار دی
گر بے تو دمے بر آورم نامردم
اگر تیرے بغیر ایک سانس بھی لوں تو میں نامرد ہوں

از مرگ نترسم پس ازیں کآبِ حیات
اس کے بعد میں مرنے سے نہ ڈروں گا، اس لیے کہ آب حیات
از چشمۂ نوشِ آبدارت خوردم
میں نے تیرے آبدار، خوشبو کے چشمے سے پی لیا ہے

در آرزوئے بوس و کنارت مردم
میں تیرے بوس و کنار کی آرزو میں مر گیا
در حسرتِ لعلِ آبدارت مردم
میں تیرے آبدار لعل کی حسرت میں مر گیا

قصه چه کنم دراز کوتاه کنم
قصہ کو دراز کیا کروں، مختصر کرتا ہوں
باز آ باز آ کز انتظارت مردم
آ جا، آ جا اس لیے کہ میں تیرے انتظار میں مر گیا

من ترکِ تو اے نگار آساں ندهم
اے معشوق! میں تجھے آسانی سے نہیں چھوڑوں گا
تا پیشِ زمردِ خطت جاں ندهم
جب تک تیرے زمرد جیسے خط کے سامنے جان نہ دیدوں گا

یاقوتِ لبت که قوتِ جانست مرا
تیرا یاقوت جیسا ہونٹ جو میری جان کی روزی ہے
آں را بدو صد هزار مرجاں ندهم
اس کو دو لاکھ مرجان کے بدلے میں بھی نہیں دوں گا

اے باد بگو ز راهِ دلداریِ من
اے ہوا! میری دلداری کی راہ سے کہہ دے
آں را که نباشد غمے از زاریِ من
اس سے جس کو میرے رونے دھونے سے کوئی غم نہیں ہے

تو خفته بمهدِ عیش شبهائے دراز
تو لمبی راتوں میں عیش کے گہوارے میں سویا پڑا ہے
آیا داری خبر ز بیداریِ من
آیا تجھے میری بیداری کی بھی خبر ہے!

تا کے بود ایں جور و جفا کردنِ تو
کب تک ہوگا تیرا یہ ظلم و ستم کرنا!
بیهوده همه خلائق آزردنِ تو
تمام مخلوق کو بیکار ستانا

تیغ ست بدستِ اهلِ دل خون آلود
اہل دل کے ہاتھ میں، خون آلود تلوار ہے
گر بر تو رسد خونِ تو بر گردنِ تو
اگر تیرے لگ جائیگی تو تیرا خون تیری ہی گردن پر ہوگا

---

۱ معشوق، زندگی ہے اور زندگی نے کسی سے وفا نہیں کی لہٰذا معشوق سے وفا کی امید فضول ہے۔

۲ جب تیرے ہونٹ سے مجھے آب زندگی مل گیا ہے تو اب موت کا ڈر نہیں ہے۔

۳ زمرد سبز پتھر ہے جس سے سبزۂ خط کو تشبیہ دی جاتی ہے، یاقوت سُرخ پتھر ہے جس سے ہونٹوں کو تشبیہ دی جاتی ہے، مرجان، مونگا۔

۴ اہل دل کو ستانا اچھا نہیں ہے ان کی بددعا خون آلود تلوار ہے اگر تو اس سے ہلاک ہو گیا تو تو خود ذمہ دار ہے۔

رباعیات

گویند کہ فردوس بریں خواہد بود
لوگ کہتے ہیں کہ فردوس بریں ہوگا

فردا مئے ناب و حور عیں خواہد بود
کل، خالص شراب اور خوش چشم حوریں ہوں گی

گر ما مے و معشوق گزیدیم چہ باک
اگر ہم نے، شراب اور معشوق پسند کیا تو کیا ہوا!

چوں عاقبت کار چنیں خواہد بود
جب انجام کار یہی ہوگا

اے شرم زدہ غنچہ مستور از تو
اے وہ کہ چھپا ہوا غنچہ تجھ سے شرمندہ ہے

حیران و خجل نرگس مخمور از تو
نشیلی نرگس تیری وجہ سے حیران اور شرمندہ ہے

گل با تو برابری کجا آرد کرد
گل، تیری کب برابری کر سکتا ہے؟

کو نور ز مہ دارد و مہ نور از تو
کیونکہ اس کو چاند سے نور حاصل ہوتا ہے اور چاند کو تجھ سے

آں بازِ طرب شکار در دستم نہ
وہ مستی کا شکار کرنے والا باز میرے ہاتھ میں دیدے

آں ساغر چوں نگار در دستم نہ
وہ معشوق جیسا ساغر میرے ہاتھ میں دیدے

آں زلف چو زنجیر بپیچد بر خود
وہ زلف جو زنجیر کی طرح خود بخود بل کھاتی ہے

دیوانہ شدم بیار و بر دستم نہ
میں دیوانہ ہو گیا، لا، اور میرے ہاتھ میں ڈال دے

اے کاش کہ بخت سازگاری کردے
اے کاش نصیب موافقت کرتا

یا چرخ زمانہ باز یاری کردے
یا زمانہ کا آسمان دوبارہ مدد کرتا

از دست جوانیم چو بر بود عناں
جب جوانی میرے ہاتھ سے باگ چھڑا لیگی

پیری چو رکاب پایداری کردے
کاش بڑھاپا رکاب کی طرح پائداری کرتا

با شاہد شوخ و شنگ و با بربط و نے
شوخ اور چنچل معشوق اور بربط اور نے کے ساتھ

کنجے و کتابے و بیکے شیشہ مے
ایک گوشہ ہو اور کتاب اور ایک بوتل شراب ہو

چوں گرم شود ز بادہ ما را رگ و پے
جب ہماری رگیں اور پٹھے، شراب سے گرم ہو جائیں

منت نبرم بیک جو از حاتم طے
تو میں حاتم طائی کا ایک جو برابر احسان نہ اٹھاؤں

گر ہمچو من افتادۂ ایں دام شوی
اگر تو میری طرح اس جال میں پھنس جائے گا

اے بس کہ خراب بادہ و جام شوی
یقیناً شراب اور جام سے خراب ہو جائے گا

ما عاشق و رند و مست عالم سوزیم
ہم عاشق اور رند اور عالم سوز مست ہیں

با ما منشیں و گرنہ بدنام شوی
ہمارے ساتھ نہ بیٹھ، ورنہ تو بدنام ہو جائے گا

ماہے کہ قدش بسرو میماند راست
وہ چاند جس کا قد سرو کی طرح سیدھا ہے

آئینہ بدست و روئے خود می آراست
ہاتھ میں آئینہ تھا اور چہرے کو سنوار رہا تھا

دستارچہ پیشکش کردم گفت
میں نے رومال اس کو پیش کیا، تو بولا

وصلم طلبی زہے خیالے کہ تراست
تو میرا وصل چاہتا ہے، تیرا خیال بھی کیا عجیب ہے!

ہر روز دلم بزیر بارے دگر است
میرا دل ہر روز ایک نئے بوجھ کے نیچے ہے

در دیدۂ من ز ہجر خارے دگر است
میری آنکھ میں ہجر کا ایک نیا کانٹا ہے

من جہد ہمی کنم قضا میگوید
میں کوشش کرتا ہوں، تو تقدیر کہتی ہے

بیروں ز کفایت تو کارے دگر است
تیرے بس سے باہر کا ایک اور کام ہے

---

۱ جب کل جنت میں معشوق اور شراب ملیگی تو اگر ہم نے آج دنیا میں یہ چیزیں حاصل کر لیں تو کیا ہو گیا۔

۲ بازِ طرب شکار سے مراد شراب ہے۔ دیوانہ کو زنجیروں سے جکڑا جاتا ہے، میں دیوانہ ہوں، مجھے زلف کی زنجیر سے جکڑ دے۔

۳ رکاب کا لفظ عناں کی مناسبت اور پائداری کی بنا پر استعمال کر دیا ہے یعنی جوانی تو چلی گئی اب کچھ بڑھاپا ہی ٹھہرے۔

۴ یعنی جب عیش کے تمام اسباب مہیا ہو جائیں تو پھر مجھے کسی کا احسان برداشت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۵ یعنی عجیب نادر خیال ہے کہ تجھے میرا وصل میسر آ سکے۔

۶ میں وصل کی کوشش کرتا ہوں لیکن تقدیر کہتی ہے ابھی ایک اور مشکل درپیش ہے جو تیرے بس سے باہر ہے۔

آں لعل در آبگینۂ سادہ بیار
وہ لعل، سادے شیشہ میں
واں محرم و مونس ہر آزادہ بیار
اس ہر آزاد کے محرم اور مونس کو لا

چوں میدانی کہ مدت عالم خاک
جب تو جانتا ہے کہ خاکی عالم کی مدت
بادست از و در گذر و بادہ بیار
ہوا ہے، اس سے قطع نظر کر، اور شراب لا

شب رفت بپایان و حکایت باقیست
رات بیت چلی، اور قصہ باقی ہے
شکر تو بگفتیم و شکایت باقیست
ہم نے تیرا شکر یا تو ادا کر دیا، شکایت باقی ہے

گستاخی ما ز حد بروں رفت ولے
ہماری گستاخی حد سے بڑھ گئی، لیکن
الحمد للہ کہ عنایت باقیست
خدا کا شکر ہے، کہ عنایت باقی ہے

پیوستہ خیال دوست در پیش من ست
دوست کا خیال ہمیشہ میرے سامنے ہے
گوئی غم و درد عشق او خویش من ست
گویا اس کے عشق کا درد و غم میرا رشتہ دار ہے

گر تیر جفا زند کہ ترکش نہ کنم
اگر وہ ظلم کا تیر چلائے تو بھی میں اس کو نہ چھوڑوں گا
قرباں شدنم بہ پیش او کیش من ست
اس کے سامنے قربان ہو جانا ہی میرا مذہب ہے

وقت ست کہ بلبل بہ گل آواز کند
وقت ہے کہ بلبل، پھول کو پکارے
ایں نالہ در افزاید و آں ناز کند
نالہ کرے اور وہ ناز کرے

بلبل سخن فصاحت آغاز کند
بلبل فصاحت کی باتیں شروع کرے
تا گل بہ شکر خندہ دہن باز کند
تاکہ پھول مسکرا کر منہ کھول دے

بلبل بہزار خوں گلے حاصل کرد
بلبل نے ہزار مصیبت سے ایک پھول حاصل کیا
باد از سر غیرتش پریشاں دل کرد
ہوا نے غیرت سے اس کا دل پریشان کر دیا

طوطی بہوائے شکرے دل خوش بود[۱]
طوطی شکر کی خواہش میں خوش دل تھی
مرگ آمد و نقش املش باطل کرد
موت آئی اور اس نے اس کی امید کا نقش مٹا دیا

از باد اجل چو من سر افگندہ شوم
جب موت کی ہوا سے میں سر ڈال دوں
وز بیخ درخت عمر بر کندہ شوم
اور عمر کے درخت کی جڑ سے میں اکھیڑ دیا جاؤں

زنہار گلم بجز صراحی مکنید[۲]
ہرگز میری مٹی سے صراحی کے علاوہ کچھ نہ بنانا
تا بو کہ ز بادہ پر شود زندہ شوم
ہو سکتا ہے کہ جب وہ شراب سے بھر جائے تو میں زندہ ہو جاؤں

عشق رخ یار بر من زار مگیر
مجھ عاجز پر یار کے رخ کے عشق کی گرفت نہ کر
بر خستہ دلاں خردہ بیکبار مگیر
خستہ دلوں کی یکبارگی خطا نہ پکڑ

صوفی چو تو رسم رہرواں میدانی
اے صوفی! اگر تو راہبروں کی رسم جانتا ہے
بر مردم رند نکتہ بسیار مگیر
تو رند انسانوں پہ زیادہ نکتہ چینی نہ کر

کم گوی و بجز مصلحت خویش مگوی
کم بول، اور اپنی مصلحت کے علاوہ کچھ نہ کہہ
چیزے کہ نپرسند تو از پیش مگوی
جو بات تجھ سے نہ پوچھیں پہلے مت کہہ

گوش تو دو دادند و زبان تو یکے[۳]
تجھے دو کان دیئے ہیں، اور ایک زبان
یعنی کہ دو بشنو و یکے بیش مگوی
یعنی کہ دو سن، اور ایک سے زیادہ نہ کہہ

ت

[۱] ہر شخص اپنی تمنا پوری کرنے کی فکر میں ہے لیکن موت سب امیدوں کو ختم کر دیتی ہے۔

[۲] جب میں مر جاؤں تو میری مٹی سے صرف صراحی بنانا تھی ہے کہ جب وہ شراب سے بھری جائے تو میں زندہ ہو جاؤں۔

[۳] خدا نے ایک زبان اور دو کان اسی لئے دیئے ہیں کہ جب دو باتیں سنے تو ایک بات کہے۔

آنم کہ پدید گشتم از قدرتِ تو — پروردہ شدم بناز در نعمتِ تو
میں وہ ہوں جو تیری قدرت سے پیدا ہوا ہوں — تیری نعمت میں ناز سے پلا ہوں

صد سال بہ امتحان گنہ خواہم کرد — تا جرمِ منست بیش یا رحمتِ تو
آزمائش کے طور پر سو سال گناہ کروں گا — تاکہ معلوم ہو کہ میرے گناہ زیادہ ہیں یا تیری رحمت

اے باد حدیثِ من نہانش میگو — سوزِ دلِ من بلصد زبانش میگو
اے صبا! میری بات اس سے چپکے چپکے کہنا — اس سے میرے دل کا سوز، سو زبانوں سے کہنا

اما نہ بداں ساں کہ ملالش گیرد — میگو سخنے و درمیانش میگو
لیکن نہ اس طور پر کہ اس کو رنج پہنچے — اس سے بات کہنا اور درمیانہ طرز پر کہنا

لب باز مگیر یک زماں از لبِ جام — تا بر داری کامِ جہاں از لبِ جام
تھوڑی دیر کے لیے بھی، جام کے ہونٹ سے ہونٹ نہ ہٹا — تاکہ تو دنیا کا مقصد جام کے ہونٹ سے حاصل کرے

در جامِ جہاں چو تلخ و شیریں بہم ست — ایں از لبِ یار خواہ و آں از لبِ جام
دنیا کے جام میں چونکہ کڑوا اور شیریں ملا ہوا ہے — یہ معشوق کے ہونٹ سے حاصل کر اور وہ جام کے ہونٹ سے

عشقِ تو منِ غمزدہ را دل خوں کرد — واں خوں ز رہِ دو دیدہ ام بیروں کرد
تیرے عشق نے مجھ غم زدہ کے دل کا خون کر دیا — اور وہ خون میری دونوں آنکھوں کے ذریعہ باہر نکال دیا

تن کاست مرا ز عشق لیکن عشقت — چوں حسنِ تو ہر روز غمم افزوں کرد
عشق سے میرا جسم گھٹ گیا، لیکن تیرے عشق نے — تیرے حسن کی طرح روز بروز میرے غم کو بڑھایا

دلدار بمن گفت مدار اندیشہ — دل خوش کن و بر صبر گمار اندیشہ
معشوق نے مجھ سے کہا، فکر نہ کر — دل خوش رکھ، اور اپنی فکر کو صبر پہ لگا

کو صبر و چہ دل کانچہ دلش میدانی — یک قطرۂ خونست و ہزار اندیشہ
صبر کہاں، اور دل کیا، اس لیے کہ جس کو تو دل سمجھتا ہے — خون کا ایک قطرہ ہے اور ہزاروں فکریں

چشمان و خطت بیکدگر پیوستند — بر خونِ منِ دل شدہ محضر بستند
تیری آنکھوں اور خط نے باہمی اتفاق کر لیے — مجھ گم شدہ دل کے خون پر انھوں نے محضر نامہ تیار کیا

قاضیٔ تو دریں مسئلہ فتویٰ چہ دہی — خطیست پریشاں و گواہاں مستند
اے قاضی تو اس مسئلہ میں کیا فتویٰ دیتا ہے؟ — خط تو پریشان ہے اور گواہ مست ہیں

در صحبتِ آں کسے کہ صاحب ہنرست — گر زہر خوری بداں کہ شہد و شکرست
اس شخص کی صحبت میں جو ہنرمند ہے — اگر تو زہر بھی کھائے، سمجھ لے کہ شہد اور شکر ہے

اما نفسے بصحبتِ نااہلاں — گر خلدِ بریں بود کہ نارِ سقرست
لیکن تھوڑی دیر کے لیے بھی نااہلوں کی صحبت میں — اگر خلد بریں ہو تو جہنم کی آگ ہے

اے دوست ترا دوست کہ دارد جز من — با خوئے بدت یارے کہ دارد جز من
اے دوست: تجھے میرے سوا کون دوست بنا سکتا ہے! — تیری بد خوئی کے مقابلہ میں میرے سوا کون ٹھہر سکتا ہے؟

ہر جا کہ روم خوئے بدت خواہم گفت — تا ہیچ کست دوست ندارد جز من
میں جہاں بھی جاؤں گا تیری بد اخلاقی بیان کروں گا — تاکہ تجھے میرے سوا کوئی دوست نہ بنائے

قطعات

ے شعر ... ے شکوہ ... رہیں ... زبون سے ... کرنا چاہیے ... محبوب ... کرنا گوارا ... نہ ہو۔

ے دنیا میں تلخ و شیریں ملا جلا ہے۔ لبِ محبوب سے شیریں حاصل کرو اور لبِ جام سے تلخ۔

ے میرا جسم تو روز بروز گھٹ رہا ہے لیکن عشق تیرے حسن کی طرح روز افزوں ہے۔

ے محبوب کہتا ہے دل میں صبر پیدا کر۔ جس کو دل سمجھا ہے وہ تو ایک قطرۂ خون ہے اور اس میں سو فکر ہیں۔

ے گواہ عقلمند ہونے چاہئیں لیکن اس کی آنکھیں نشے میں چور اور خط پریشان ہے ظاہر ہے کہ قاضی یہی فتویٰ دیگا کہ خط پریشان اور گواہ مست ہونگے وجہ سے مقدمہ ناقابلِ سماعت اور جرم غیر ثابت ہے۔

ے ہنرمند کی صحبت میں اگر زہر بھی ملے تو اس کو شہد و شکر سمجھنا چاہیے تاہم اہل کی صحبت میں اگر جنت بھی ملے تو نہ اختیار کرنی چاہیے۔

ے خواہ میں تمام دنیا میں تیری بد مزاجی کا چرچا کروں گا تاکہ تجھ سے کوئی دوستی کرنے پر آمادہ نہ ہو۔

صوفی بسماع دست ازآں افشاند — تاآتشِ دل بحیلہ بنشاند
قوالی میں صوفی اس لیے رقص کرتا ہے — کہ کسی تدبیر سے دل کی آگ بجھائے
عاقل داند کہ دایہ گہوارۂ طفل — از بہرِ سکونِ طفل می جنباند
عقلمند جانتا ہے، کہ دایہ بچے کے پلنے کو — بچے کو آرام دینے کے لیے ہلاتی ہے

اے چشمِ تو بادام و دہانت پستہ — از پستہ و بادامِ تو جانم خستہ
اے وہ، کہ تیری آنکھیں بادام ہیں، اور تیرا منہ پستہ ہے — تیرے پستہ اور بادام سے میری جان خستہ ہے
آیا بود آنکہ ما و تو بنشینیم — تو ساقی و من حریف و در ہابستہ
آیا یہ ہو سکتا ہے کہ تو اور ہم بیٹھیں؟ — تو ساقی ہو اور میں دوست، اور دروازے بند ہوں

گفتی کہ بمہ نظر کن و انگار منم — روئے تو ام آرزوست مہ را چکنم
تو نے کہا چاند کو دیکھ لے اور سمجھ لے کہ میں ہوں — مجھے تو تیرے چہرے کی تمنا ہے، چاند کا کیا کروں؟
مہ چوں تو کجا بود کہ اندر ماہے — یک شب چو رخت باشد و باقی چو تنم
چاند تجھ جیسا کہاں ہو سکتا ہے، جو اس لیے کہ گھلتا ہے ایک مہینہ میں؟ — ایک رات تیرے رخ کی طرح ہوتا ہے اور باقی راتوں میں میرے جسم کی طرح

من بودم و خورشید و مہے چوں ناہید — بودیم بہم نشستہ چوں صبحِ امید
میں تھا اور آفتاب اور زہرہ جیسا چاند — ہم مل کر بیٹھے تھے، امید کی صبح کی طرح
روز آمد و خورشیدِ من از من برمید — روز آمدن و رفتنِ خورشید کہ دید
دن نکلا اور میرا سورج مجھ سے بھاگ گیا — دن نکلنا اور سورج کا چلا جانا کس نے دیکھا ہے؟

از بیکسی و عاجزی و مسکینی — وز سرکشی و تکبر و خود بینی
بے کسی اور عاجزی اور مسکینی کی وجہ سے — اور سرکشی اور تکبر اور خود بینی کی وجہ سے
بر آتش اگر نشانیم بنشینم — بر دیدہ اگر نشانمت ننشینی
اگر تو مجھے آگ پر بٹھائے گا تو میں بیٹھ جاؤں گا — اگر میں تجھے آنکھ میں بٹھاؤں گا تو نہ بیٹھے گا

نوبادۂ گلبنِ جوانی عشق ست — سرمایۂ عمرِ جاودانی عشق ست
جوانی کی شاخ کا تازہ پھل عشق ہے — عمرِ جاودانی کا سرمایہ عشق ہے
چوں خضر گر آبِ زندگانی طلبی — سرچشمۂ آبِ زندگانی عشق ست
اگر تو خضر کی طرح آبِ حیات چاہتا ہے — تو آبِ حیات کا سرچشمہ عشق ہے

عشقِ تو ز ہیچ بیخبرے خالی نیست — دردِ تو ز ہیچ بے بصرے خالی نیست
تیرا عشق کسی بے خبر سے بھی جدا نہیں ہے — تیرا درد کسی بے بصر سے بھی جدا نہیں ہے
ہر چند کہ در خلقِ جہاں می نگرم — سودائے تو در ہیچ سرے خالی نیست
میں جس قدر بھی دنیا کی مخلوق کو دیکھتا ہوں — تیرا جنون کسی سر سے جدا نہیں ہے

جانِ تو باسرارِ الٰہی پرداخت — نے در طلبِ نامتناہی پرداخت
تیری جان خدائی رازوں میں مشغول ہو گئی ہے — نہیں، لا محدود کی طلب میں لگ گئی ہے
دردا کہ چناں بنقش مشغول شدی — کز نقش بنقاش نخواہی پرداخت
ہائے افسوس! تو نقش میں ایسا لگا ہے — کہ نقش سے نقاش کی طرف متوجہ نہ ہو سکے گا

۱؎ اس نے کہا چاند کو بیل رخ سمجھ لے اور دیکھ لے میں نے کہا چاند تیرے چہرے جیسا کب ہو سکتا ہے وہ تو صرف چودھویں رات میں تیرے چہرے کی طرح ہوتا ہے باقی دنوں میں ایسا لاغر ہوتا ہے جیسا کہ میرا جسم۔

۲؎ دن کے ساتھ تو سورج نکلتا ہے لیکن میرا سورج دن نکلتے ہی مجھ سے جدا ہو گیا۔

۳؎ میں تو اس قدر بے کس ہوں کہ اگر وہ مجھے آگ پر بھی بٹھانا چاہے تو بیٹھ جاؤں گا وہ اس قدر سرکش ہے کہ اگر اس کو آنکھوں پر بھی بٹھانا چاہوں تو کبھی نہ بیٹھے گا۔

۴؎ شعر [illegible]

۵؎ یہ رباعی بظاہر خواجہ حافظ کی نہیں ہے جو صحیح ترجمہ ہو سکتا تھا وہ تحریر کر دیا گیا ہے اگرچہ عبارت اس کی ذرا بھی منطق نہیں ہے۔

مخمس ؎

؎ مخمس وہ نظم کہلاتی ہے جس کے پہلے بند میں پانچوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں ۔

۱۲ اس کے بعد جس قدر بند کہے جائیں ان کے چار مصرعے ہم قافیہ ، اور پانچواں مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہوگا ۔

در عشقِ تو اے صنم چنانم[1] — کز ہستیِ خویش در گمانم
اے صنم ! میں تیرے عشق میں ایسا ہوں — کہ اپنے وجود کے بارے میں وہم میں ہوں

ہر چند کہ زار و ناتوانم — گر دست دہد ہزار جانم
اگرچہ میں لاغر اور کمزور ہوں — اگر ہزاروں جانیں میرے ہاتھ آجائیں

در پائے مبارکت فشانم
ترے بابرکت قدم پر نثار کروں

کو بخت[2] کہ از سرِ نیازے — در حضرتِ چوں تو دلنوازے
وہ ، نصیب کہاں ہے کہ نیاز مندی سے — تجھ جیسے دلنواز کی خدمت میں

معروض کنم نہفتہ رازے — ہیہات کہ چوں تو شاہبازے
ایک چھپا ہوا راز پیش کروں — کہاں ، کہ تجھ جیسا شہباز

تشریف دہد در آشیانم
مجھے آشیانہ میں شرف ملاقات بخشے

اے بستہ کمر ز دور و نزدیک — بر خونِ تمام ترک و تاجیک[3]
اے وہ کہ جس نے دور اور نزدیک کے متعلق کمر باندھی ہے — تمام ترک اور تاجیک کی خونریزی پر

در مسکنِ اخلص الممالیک — گر خانہ محقّرست و تاریک
مخلص ترین غلام کے گھر میں — اگرچہ گھر حقیر اور تاریک ہے

در دیدۂ روشنت نشانم
میں تجھے روشن آنکھ میں بٹھا لوں

ہر چند ستمگری تراخوست — کم کن تو جفا کہ ایں نہ نیکوست
اگرچہ تیری عادت ستمگری ہے — تو ظلم نہ کر اس لیے کہ یہ اچھی بات نہیں ہے

گیرم کہ دلت زآہن و زروست — آخر بسرم گذر کن اے دوست
میں نے مانا کہ تیرا دل لوہے اور کانسی کا ہے — بالآخر اے دوست ! میرے پاس سے گذر

انگار کہ خاکِ آستانم
سمجھ لے کہ میں چوکھٹ کی خاک ہوں

---

[1] میں تیرے عشق میں ایسا کھو گیا ہوں کہ مجھے اپنی ہستی میں شک ہے ۔

[2] ہمارا ایسا مقدر کہاں ہے کہ ہم محبوب کی بارگاہ میں اپنا ایک چھپا راز یعنی عشق کہہ سکیں اور وہ ہمیں اپنے دربار میں بیٹھنے کا موقع دیدے ۔

[3] تاجیک اور تاجک وہ عربی النسل لوگ کہلاتے ہیں جو عجم میں آباد ہو گئے ہیں ان کا پیشہ عموماً تجارت تھا لہذا اب ہر تاجر کو تاجیک کہدیا جاتا ہے مخلص ترین غلام سے خود شاعر کی ذات مراد ہے ۔

[4] روی ایک مرکب دھات ہے جس کو کانسی اور بھرت بھی کہا جاتا ہے ۔

یعنی مجھے اپنی چوکھٹ کی خاک ہی سمجھ کر میرے پاس سے گذر ۔

گفتم کہ چو کُشتیم بزاری — زاں پس رہِ مرحمت سپاری
میں نے کہا، جبکہ تو نے مجھے بری طرح مار ڈالا — اس کے بعد تو رحم کا راستہ اختیار کرے گا

بر دل رقمِ وفا نگاری — تو خود سرِ وصلِ ما نداری
دل پر وفا کا نشان قائم کردے گا — تجھے خود ہی ہمارے وصل کا خیال نہیں ہے

من عادتِ بختِ خویش دانم
میں اپنے نصیب کی عادت جانتا ہوں

من از تو بجز وفا نجویم — بیروں ز گلِ وفا نبویم
میں تجھ سے وفا کے سوا کچھ نہیں چاہتا ہوں — میں وفا کے پھول کے سوا نہیں سونگھتا ہوں

اِلّا رہِ بندگی نپویم — اسرارِ تو پیشِ کس نگویم
میں غلامی کے راستہ کے سوا نہیں چلتا ہوں — میں تیرے راز کسی کے سامنے نہیں بیان کرتا ہوں

اوصافِ تو پیشِ کس نخوانم
تیری خوبیاں میں کسی کے سامنے نہیں بیان کرتا ہوں

گر غمزۂ تو زند بہ تیرم — گر ترکِ فلک کند اسیرم
اگر تیری ادا مجھے تیر سے اڑا دے (تیر چلائے) — اگر آسمان کا ترک مجھے قیدی بنائے

یک دم نبود ز تو گزیرم — من ترکِ وصالِ تو نگیرم
تھوڑی دیر کے لیے بھی مجھے تجھ سے چارہ نہیں ہو — میں تیرے وصل کا خیال نہ چھوڑوں گا

اِلّا بہ فراقِ جسم و جانم
مگر یہ کہ جسم اور جان میں فراق ہو جائے

گیرم نہ رہِ وفا کشودیم — نے مہر بہ مہر بر فزودیم
میں مانتا ہوں کہ ہم نے وفا کا راستہ نہیں کھولا — نہ ہم نے محبت پر محبت کا اضافہ کیا

نہ بود ہر آنچہ می نمودیم — آخر نہ من و تو دوست بودیم
جو ہم نے دکھایا وہ نہیں تھا — آخر میں اور تو دوست نہ تھے

عہدِ تو شکست و من ہمانم
تیرا عہد ٹوٹ گیا اور میں وہی ہوں

گر سر ببری بہ تیغ تیزم — از کوئے وفات بر نخیزم
اگر تیز تلوار سے تو میرا سر بھی کاٹ دے گا — میں تیری وفا کے کوچہ سے نہ اٹھوں گا

ور زانکہ کنند ریز ریزم — من مہرۂ مہرِ تو نریزم
اور اگر مجھے ریزہ ریزہ کر دیں گے — میں تیری محبت کا مہرہ نہ پھینکوں گا

اِلّا کہ بریزد استخوانم
مگر یہ کہ میری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں

— جبکہ تو نے ظلم کر کے مار ڈالا اب جاب تُو کیا رحم کرے گا، تجھے میرے وصل کا خیال نہیں ہے یہ سب میرے نصیب کی بات ہے۔
— میں صرف وفا کا طالب ہوں ہر حال میں تیرا غلام اور راز دار ہوں رقابت کے خوف سے تیری خوبیاں بھی کسی سے نہیں کہتا ہوں۔
— اگر تو ہلاک بھی کر دیگا اور آسمان مجھے قید کر ڈالیگا تب بھی جیتے جی وصل کا خیال نہ چھوڑوں گا۔
— یہ بھی مانا کہ مجھ سے زیادہ وفاداری نہیں ہوئی اور محبت میں بھی اضافہ نہ ہو سکا لیکن بہر حال تو دوستی تھی، تجھے تو نے عہد توڑ دیا میں عہد پر قائم ہوں۔
— میں جب تک زندہ ہوں ترکِ محبت نہ کروں گا۔

آنانکہ نشانِ عہد جویند | جز راہِ مزارِ من نپویند
وہ لوگ جو وفاداری کا نشان تلاش کریں گے | میرے مزار کے راستے کے سوا نہ ڈھونڈیں گے

خاکِ منِ زار چوں بویند | گر نامِ تو بر سرم بگویند
جب مجھ عاجز کی خاک سونگھیں گے | اگر میرے سرہانے تیرا نام لیں گے

فریاد بر آید از رُوانم
میری روح سے فریاد بلند ہوگی

گر بگذرد م بہ پیش خیلے | ہریک بہ صفا بہ از سہیلے
اگر میرے سامنے سے ایک جماعت گزرے | جس میں ہر ایک رونق میں سہیل سے بہتر ہو

جز تو نہ کنم بغیر میلے | مجنوں نیم ار بہائے لیلےٰ
تیرے سوا کسی دوسرے کی طرف میں میلان نہ کروں گا | میں مجنوں نہیں ہوں، اگر لیلیٰ کی قیمت میں

ملکِ عرب و عجم ستانم
عرب اور عجم کا ملک لے لوں

گشتم صنما در آرزویت | آشفتہ و تیرہ دل چو مویت
اے صنم میں تیری آرزو میں ہو گیا ہوں | تیرے بال کی طرح پریشان، اور سیاہ دل

ہر چند نمی رسم بکویت | شب نیست کہ از فراقِ رویت
ہر چند کہ میں تیرے کوچہ تک نہیں پہونچتا ہوں | کوئی رات نہیں گذرتی ہے کہ تیرے چہرے کے فراق سے

زاری بفلک نمی رسانم
آہ و زاری آسمان تک نہیں پہونچاتا ہوں

اے وصلِ تو اصلِ شادمانی | دائم بمرادِ دل بمانی
اے معشوق کہ تیرا وصل اصل خوشی ہے | خدا کرے تو ہمیشہ دل مراد کے مطابق رہے

با حافظِ خود بگو عیانی | ہر حکم کہ بر سرم برانی
اپنے حافظ سے کھلم کھلا کہہ | جو حکم بھی تو مجھ پر جاری کرے

سہل ست ز خویشتن مرانم
وہ آسان ہے، مجھے اپنے سے دور نہ کر

وفائے عہد کا نشان صرف میری قبر ہوگی لوگ وفا کے نشان کو تلاش میں میری قبر کی طرف دوڑیں گے اور اگر قبر کے سرہانے تیرا نام لیں گے تو میں فریاد کرنے لگوں گا۔ اگر میرے سامنے حسینوں کی ایسی جماعت آئے جو ہر ایک سہیل ستارے سے بہتر ہو تو بھی میں کسی کی طرف مائل نہ ہوں گا۔ اگر میں اپنی لیلیٰ کے بدلے ملک عرب و عجم کو لینا پسند کر لوں تو پھر میں مجنوں کب ہوا۔ تیرا ہر حکم ماننا میرے لیے آسان ہے بس فراق کا حکم نہ دینا۔

مسدس

اے حریم بارگاہت کعبۂ عزّ و علا
واسطے کہ تیری بارگاہ کا حرم، قوت اور بلندی کا کعبہ ہے
نورِ چشم مصطفےٰ یعنی علی موسیٰ رضا
مصطفےٰ کی آنکھوں کا نور یعنی علی موسیٰ رضا

ماہِ گردونِ ولایت شمعِ جمعِ اصطفا
ولایت کے آسمان کا چاند، برگزیدہ جماعت کی شمع
میوۂ بستانِ جنت بلبلِ نیکو سرا
جنت کے باغ کا میوہ، عمدہ گانیوالی بلبل

دائماً از غیب می آید بگوشم ایں ندا
ہمیشہ غیب سے میرے کان میں یہ آواز آتی ہے

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام
کہ السلام، اے حضرت شاہ خراساں، السلام

جدِّ تو سلطانِ کونین ست یعنی مصطفےٰ
تیرے نانا دونوں جہان کے بادشاہ ہیں یعنی مصطفےٰ
جدّۂ تو فاطمہ اُمِّ امامِ مجتبےٰ
تیری نانی فاطمہ ہیں، برگزیدہ امام کی ماں

جدِّ دیگر حیدرِ صفدر علیِ مرتضیٰ
دوسرے دادا صف شکن حیدر علی مرتضیٰ ہیں
ہم غریب و ہم شہیدی چوں حسینِ کربلا
تو کربلا کے حسین کی طرح پردیسی بھی ہے اور شہید بھی ہے

در محبت ہر زماں گوئیم و باشد وردِ ما
ہم ہر وقت محبت سے کہتے ہیں اور یہی ہمارا وِرد ہے

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام
کہ السلام، اے حضرت شاہ خراساں، السلام

نورِ چشمی بہرِ زین العابدیں باقر امام
اسے امام! تو زین العابدین اور باقر کا نورِ چشم ہے
جعفرِ صادق کہ دادہ دین و دنیا را نظام
اور جعفر صادقؑ کا نورِ چشم ہے جس نے دین اور دنیا کا انتظام کیا ہے

بابِ تو موسیٰ کاظم آں شفیعِ خاص و عام
تیرے باپ ہر خاص و عام کے شفیع موسیٰ کاظم ہیں
گشتہ خورشیدِ فلک در گہت یا شہ غلام
اے شاہ! آسمان کا سورج، تیری درگاہ کا غلام ہے

بعدِ ذکرِ حق ہمی گوئیم ما در صبح و شام
ہم اللہ کے ذکر کے بعد صبح اور شام کہتے ہیں

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام
کہ السلام، اے حضرت شاہ خراساں، السلام

چوں تقی از حالِ بابِ خویشتن آگاہ شد
جبکہ تقی اپنے باپ کے حال سے آگاہ ہوئے
نزدِ بابِ خویشتن آمد زچندیں راہ شد
اتنے دور کے راستے سے اپنے باپ کے پاس آئے

دید چوں حالِ پدر با نالہ و با آہ شد
جب باپ کا حال دیکھا آہ اور نالہ کیا
پیشِ خود خواندش پدر تا واصل باللہ شد
باپ نے اسکو اپنے پاس بلایا یہاں تک کہ اللہ سے واصل ہوئے

برزبانِ او ز بعدِ ذکرِ اِلّا اللہ شد
اس کی زبان پر الا اللہ کے ذکر کے بعد جاری ہوگیا

کالسّلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السّلام
کہ السلام، اے حضرت شاہ خراساں السلام

چوں نقی و عسکری با آرزویت در خیال
جب نقی اور عسکری تیری آرزو کے خیال میں

در خیالِ روئے تو گویند اے مقصودِ حال
تیرے چہرے کے خیال میں اے حال کے مقصود کہتے ہیں

شاہِ سلطانِ خراساں اخترِ برجِ کمال
خراسان کے سلطان کے شاہ کمال کے برج کے تارے

دُرِّ دریائے ولایت بحرِ علمِ ذوالجلال
ولایت کے دریا کے موتی اللہ کے علم کے سمندر

دائما گفتیم و میگوئیم ما از روئے حال
از روئے حال، ہم نے ہمیشہ کہا ہے اور کہیں گے

کالسّلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السّلام
کہ السلام اے حضرت شاہ خراساں السلام

مہدیِ ہادی کہ نورِ کلِ عالم روئے اوست
مہدی ہادی کہ کل عالم کا نور اس کا چہرہ ہے

آبِ حیواں شبنمے زاں آب کاندر جوئے اوست
آب حیات اس پانی کی شبنم ہے جو پانی اس کی نہر میں ہے

روضہ اش بستانِ جنت خاطرِ ما سوئے اوست
اس کا مزار جنت کا باغیچہ ہے، ہمارا دل اس کی طرف لگا

در خراساں روز و شب اندر دلم با جستجوست
دن رات خراسان میں ہمارے دل میں اس کی جستجو ہے

بر دلِ ما دائما انیست گفت و گوئے اوست
ہمارے دل پر ہمیشہ اسی کی یہ گفتگو ہے

کالسّلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السّلام
کہ السلام اے حضرت شاہ خراساں السلام

ہست اینک کوہِ طوس از مقدمش چوں کوہِ طور
اب طوس کا پہاڑ اس کی تشریف آوری سے کوہ طور ہے

چوں تو موسیٰ نسبتی کردی دراں منزل ظہور
تجھ جیسے موسیٰ نسبت والے نے اس منزل میں ظہور کیا ہے

دارد از فیضِ جمالت روئے مہر و ماہ نور
تیرے حسن کے فیض سے سورج اور چاند کے چہرے کو نور حاصل ہے

روضۂ بستانِ جنت آستانت جائے حور
تیرا مزار جنت کا باغیچہ ہے، تیری چوکھٹ حور کا مقام ہے

آمدہ خلقے بامیدِ شما از راہِ دور
تمہاری امید میں لوگ دور دراز راستے سے آتے ہیں

کالسّلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السّلام
کہ السلام اے حضرت شاہ خراساں السلام

خردہ بینانے کہ ایشاں سکہ بر زر میزنند
وہ باریک بیں جو سونے کا سکہ بناتے ہیں

سکۂ دولت بنامِ آلِ حیدر میزنند
حکومت کا سکہ آل حیدر کے نام پر بناتے ہیں

شہ نشیناں جملہ آنجا حلقہ میزنند
شہ نشین لوگ سب اس جگہ در کی زنجیر ہلاتے ہیں

مؤذناں ہر صبح و شام اللہ اکبر میزنند
مؤذن ہر صبح و شام اللہ اکبر کہتے ہیں

۱ چونقی امام دہم
اور عسکری کے صاحبزادے
یعنی حسن عسکری امام
یازدہم اور حضرت نقی
کے صاحبزادے ہیں
علم جیسا کہ حضرت
دہم اور حسن عسکری
کے صاحبزادے ہیں
فرقہ امامیہ کے عقیدہ
کے مطابق آپ پیدا ہوئے
اور غائب ہوگئے
اس کے بعد
کسی وقت
ظاہر نہیں
ہوا جب
اس کے ظہور
کا وقت ہوگا تو ظاہر
ہوگا
۔ کوہ طور پر حضرت
موسیٰ کو تجلی جمال ہوئی
تھی اسی لیے کوہ طور
مقدس مقام ہے اسی
طرح کوہ طوس کو اسلام
میں مقدس مانا گیا ہے
مقدس حاصل ہوگیا ہے
۔ ترجمہ یہاں یوں ہے کہ
یہ سکے آل حیدر
کے نام پر بنایا جاتا ہے

مُقرباں بر چرخ ہر دم ایں ندا بر میزنند
پڑھنے والے آسمان پر ہر وقت یہ پکارتے ہیں

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السّلام
کہ السلام اے حضرت شاہِ خراساں السلام

سینہ ام پر درد و دل در سینہ از غم می طپید
میرا سینہ درد سے پُر اور دل سینے میں غم سے تڑپ رہا تھا

از فراقِ آں شہنشاہ و عرب میرِ شہید
عرب کے اس شہنشاہ کے فراق کی وجہ سے جو شہیدوں کا سردار ہے

در عنب چوں ہر خورد از دستِ ہارون الرشید
جبکہ اس نے ہارون الرشید کے ہاتھ سے انگوروں میں زہر کھایا

رازِ خود با کس نگفت و سرّ او را کس ندید
اپنا راز کسی کو نہ بتایا اور اس کے راز کو کسی نے نہ دیکھا

چونکہ شد در خانہ ایں آوازہ از رضواں شنید
جب گھر میں اس کی شہرت ہو گئی تو رضوان سے اس نے سنا

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السّلام
کہ السلام اے حضرتِ شاہ خراساں السلام

دائما خورشید و مہ بر درگہت جا کردہ اند
سورج اور چاند نے تیری درگاہ پر مستقل ٹھکانا بنایا ہے

زاں سبب ہر لحظہ ایشاں قصدِ بالا کردہ اند
اسی سبب سے انہوں نے ہر وقت بلندی کا ارادہ کیا ہے

شمع را زیں سبب ہر روز بر پا کردہ اند
شمع کو اسی سبب سے ہر روز کھڑا کیا ہے

زیرکانِ روزگار ایں نکتہ انشا کردہ اند
زمانہ کے سمجھداروں نے یہ نکتہ پیدا کیا ہے

بادر افرازشِ آں درگاہِ اعلیٰ کردہ اند
ہوا کو اس بلند درگاہ کا فراش بنایا ہے

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السّلام
کہ السلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام

صبح و شام اندر غمِ او شمع با سوز و گداز
شمع سوز و گداز کے ساتھ اس کے غم میں صبح و شام

گریہ و استادہ اندر درگہش تا روز باز
روتی ہے اور دن نکلنے تک اس کی درگاہ میں کھڑی ہے

حافظانِ بارگاہِ او بشبہائے دراز
اس کی بارگاہ کے محافظ لمبی راتوں میں

تا بروز اندر تلاوت با خدا گویند راز
دن نکلنے تک قرآن خوانی میں خدا سے راز کہتے ہیں

بلبلاں اندر گلستاں کردہ اند ایں نغمہ ساز
باغوں میں بلبلوں نے یہ نغمہ گایا ہے

کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السّلام
کہ السلام اے حضرت شاہِ خراساں، السلام

دوش بودم در طوافِ روضۂ خیر الانام
میں کل خیر الانام کے مزار کے طواف میں تھا

شاہِ سلطانِ خراساں آں امام ابنِ امام
کہ جو سلطان خراسان کا شاہ، اور امام ابن امام ہے

آں امامے کز شرف ذاتش بود دریں مدام
وہ امام جس کی ذات شرافت کی وجہ سے دین میں ہمیشہ

قبلۂ اہلِ خراساں کعبۂ ہر خاص و عام
اہل خراسان کا قبلہ اور ہر خاص و عام کا کعبہ ہے

ہ مشہور ہے کہ امام علی الرضا کو خلیفہ ہارون رشید نے انگوروں میں زہر دلوادیا تھا۔

بودم اندر روضہ اش کآمد بگوشم ایں کلام
میں اس کے مزار پر تھا کہ میرے کان میں یہ کلام آیا
کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام
کہ السلام اے حضرت شاہِ خراساں السلام

ایں بہ معجز کرد چوب خشک را اصلِ شجر — ہم بمعنیٰ نقش پایت گشتہ پیدا در حجر
اس نے معجزے سے خشک لکڑی کو درخت کی جڑ بنا دیا — نیز حقیقتاً تیرے پیر کا نقش پتھر پر آگیا

اہلِ معنیٰ را توئی چوں شاہِ سلطاں راہبر — گشتہ شیر پردہ بر اعدا از امرت پردہ در
چونکہ اے شاہِ سلطاں! اہلِ باطن کا تو ہی راہبر ہے — پردے پر کا شیر تیرے حکم سے دشمنوں کا پردہ چاک کرنے والا ہو گیا

داد جبریلِ امیں در کلِ عالم ایں خبر
جبریل امین نے تمام عالم میں یہ خبر پہنچا دی
کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام
کہ السلام اے حضرت شاہِ خراساں السلام

اے کہ دارد روضہ ات بر جنت الماوا شرف — در خراساں مشہدت باشد بمعنیٰ چوں نجف
اے وہ کہ تیرا مزار جنت الماویٰ پر شرف رکھتا ہے — خراسان میں تیرا مشہد حقیقتاً نجف کی طرح ہے

دوست باشد مر ترا در دنیا و عقبیٰ خلف — گشتہ جانِ دشمنت تیرِ ملامت را ہدف
خاص تیرا دوست ہو گا دنیا اور آخرت میں جانشیں — تیرے دشمن کی جان ملامت کے تیر کا نشانہ بن گئی ہے

ہر زماں آید بگوشِ جانِ من از ہر طرف
ہر جانب سے ہر وقت میری جان کے کان میں یہ آواز آتی ہے
کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام
کہ السلام اے حضرت شاہِ خراساں السلام

مرغ روحم در ہوائے تست یا سلطانِ دیں — یک زماں اے شاہِ من بر حالِ مسکیناں ببیں
اے دین کے بادشاہ میری روح کا پرندہ تیری محبت میں ہے — تھوڑی دیر کے لئے اے میرے بادشاہ مسکینوں کے حال کو دیکھ

ہمچو مرغِ نیم بسمل اوفتادہ در زمیں — خاصہ حافظ را کہ دارد داغِ مہرت بر جبیں
نیم بسمل پرندہ کی طرح زمین پر پڑا ہوا ہے — خاص طور پر حافظ کو جو کہ پیشانی پر تیری محبت کا داغ رکھتا ہے

گوید از صدق و صفا ہر دم بآوازِ حزیں
سچائی اور خلوص سے غمگین آواز کے ساتھ ہر وقت کہتا ہے
کالسلام اے حضرتِ شاہِ خراساں السلام
کہ السلام اے حضرت شاہِ خراساں السلام

۱۔ مشہور ہے کہ امام علی الرضا کی کرامت سے سوکھی لکڑی تازہ درخت بن گئی تھی۔ نیز ان کی کرامت تھی کہ ان کے پیر کا نقش پتھر پر آجاتا تھا۔

۲۔ مشہور ہے کہ حضرت علی الرضا کو دعوتِ طعام پر بلایا گیا جب کھانا دسترخوان پر چن دیا گیا اور حضرت نے کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو جادوگروں نے جادو کے زور سے کھانا غائب کر دیا۔ حضرت کو اس پر ناگواری ہوئی تو آپ نے پردے پر شیر کی جو تصویر بنی ہوئی تھی اس پر توجہ ڈالی۔ آپ کی توجہ سے وہ واقعی شیر بن کر جادوگروں پر حملہ آور ہوا اور ان کا تمام جادو کا کھیل ختم ہو گیا۔

قطعات[1]

گر کسائی قدرِ مے بدانندے — شب نخفتندے و رز نشانندے
اگر لوگ شراب کی قدر جان لیتے — رات کو نہ سوتے اور انگور کی بیل لگاتے

تا کہار از چوبِ عود کنند — جوئے بہار اگلاب رانندے
انگور کی بیل کے لیے عود کی لکڑیاں لگاتے — نہروں میں عرق گلاب بہاتے

صدو سی گز کنند دیوارش — پاسباناں باو نشانندے
ایک سو تیس گز کی اس کی چہار دیواری بناتے — وہاں چوکیدار بٹھاتے

پائے ہر خوشہ کنیزکِ ترک — بنشانندے مگس برانندے
ہر خوشے کے نیچے ترک باندی کو — بٹھاتے جو مکھیاں اڑاتی

خسروا داد گرا شیر دلا بحر کفا — اے کمالِ تو بانواعِ ہنر ارزانی
اے بادشاہ! اے منصف، اے شیر دل، اے سمندر جیسی ہتھیلی والے — اے وہ کہ تیرا کمال مختلف ہنروں میں مسلّم ہے

ہمہ آفاق گرفت و ہمہ اطراف کشاد — صیتِ مسعودی و آوازِ شہ سلطانی
تمام اطراف کو لے لیا اور تمام آفاق کو فتح کر لیا — تیری سعادت مندی کی شہرت نے اور شہنشاہیت کے آوازے نے

گفتہ باشد مگرت ملہمِ غیب احوالم — اینکہ شد روزِ منیرم چو شبِ ظلمانی
شاید میرے احوال تجھے غیب کے الہام کرنے والے نے کہہ دیے ہوں گے — یہ کہ میرا روشن دن، تاریک رات کی طرح ہو گیا ہے

در دو سال آنچہ بنید و ختم از شاہ و وزیر — ہمہ بربود بیکدم فلکِ چوگانی
میں نے دو سال میں بادشاہ اور وزیر سے جو کچھ جمع کیا تھا — چوگان کھیلنے والا آسمان سب کو ایک دم لے گیا

دوش در خواب چناں دید خیالم کہ سحر — گذر افتاد بر اصطبلِ شہم پنہانی
کل رات میرے خیال نے خواب میں یہ دیکھا کہ صبح کے وقت — خفیہ طور پر شاہی اصطبل سے میرا گزر ہوا

بستہ بر آخورِ او استرِ من جو میخورد — تو برہ افشاند و بمن گفت مرا میدانی
میرا خچر اُس کی چرنی پر بندھا ہوا جَو کھا رہا تھا — اس نے توبڑا جھاڑ دیا اور مجھ سے بولا کہ تو مجھے جانتا ہے؟

ہیچ تعبیر نمیدانمش ایں خواب کہ چیست — تو بفرمائے کہ در فہم نداری ثانی
میں اس خواب کی کوئی تعبیر نہ جان سکا کہ کیا ہے؟ — تو بتا، کیونکہ سمجھ میں تیرا کوئی ثانی نہیں ہے

پادشاہا لشکرِ توفیق ہمراہِ تو اند — خیز اگر بر عزمِ تسخیرے کماں زہ میکنی
اے بادشاہ! توفیق کے لشکر تیرے ساتھ ہیں — اٹھ اگر کسی فتح کے ارادے سے تو کمان کا چلہ چڑھاتا ہے

با چنیں جاہ و جلال از پیشگاہِ سلطنت — آگہی و خدمتِ دلہائے آگہ میکنی
سلطنت کی جانب سے اس قدر مرتبہ اور جلال ہوتے ہوئے — تو باخبر دل ہے اور باخبر دلوں کی خدمت کرتا ہے

با فریبِ ایں خمِ زنگار گونِ نیلفام — کار بر وفقِ مرادِ صبغۃ اللہ میکنی
اس زنگاری، نیلگوں مٹکے کے فریب کے باوجود — تو شریعت کے مقصد کے مطابق کام کرتا ہے

---

[1] قطعہ اشعار کے اس مجموعہ کو کہا جاتا ہے جس میں ایک شعر کا مطلب دوسرے سے متعلق ہو، اس میں غزل کی طرح مطلع کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہونے ضروری نہیں ہیں، ہاں قطعہ کے ہر شعر کا مصرعۂ ثانی ہم قافیہ ہوگا۔ اس کے اشعار کی تعداد دو سے ایک سو تک ہو سکتی ہے۔

[2] اگر لوگ شراب کی صحیح قدر جان جائیں تو انگور کی بیلوں کی انتہائی قدر و منزلت کریں اور طرح طرح سے اس کی حفاظت اور دیکھ بھال رکھیں۔

[3] وہ خدا جو غیب کی باتیں دل میں ڈالتا ہے اُس نے شاید بتایا ہوگا کہ میں انتہائی پریشانی میں ہوں۔

[4] ظاہر ہے کہ اس خواب کی سچی تعبیر یہ ہے کہ حافظ کو مدد سے کچھ حاصل ہوگا۔

[5] خمِ زنگاری سے آسمان مراد ہے۔ صبغۃ اللہ، خدا کا رنگ، اس سے دینِ محمدی مراد ہے۔

آنکه دہ با ہفت و نیم آورد بس پے نگرد
جس نے دس کو ساڑھے سات بنایا کوئی فائدہ نہ کیا

فرصت بادا کہ ہفت و نیم را دہ میکنی
تیری عمر دراز ہو تو ساڑھے سات کو دس بناتا ہے

سال و فال و مال و حال و اصل و نسل و بخت و تخت
سال و اقبال، مال اور حال، اصل اور نسل، نصیبہ اور تخت

بادت اندر ہر دو گیتی برقرار و بر دوام
تیرے لیے دونوں جہان میں ہمیشہ برقرار رہیں

سالِ خرم فالِ نیکو مالِ وافر حالِ خوش
مبارک سال، نیک فال، بہت مال، خوش حال

اصلِ ثابت نسلِ باقی تختِ عالی بخت رام
پائیدار اصل، باقی رہنے والی نسل، بلند تخت، فرمانبردار نصیبہ

شاہا بمشربے ز بہشتم رسیدہ است
اے بادشاہ ایک مشرب سے جو بہشت سے ہے جنت جیسے پاس پہونچا ہے

رضوان سرشتے و حور وش و سلسبیل موی
جو رضوان طبیعت، حور صفت، سلسبیل جیسے بالوں والا ہے

خوش لفظ و پاک معنی و موزون و دلفریب
خوش لفظ پاک معنی، اور معتدل، اور دلفریب ہے

صاحب جمال و نازک و خوب و لطیفہ گوی
حسین، نازک، خوبصورت اور لطیفہ گو ہے

گفتم درین سرا چہ ز بہر چہ آمدی
میں نے کہا اس گھر میں تو کس لیے آیا ہے

گفتا ز بہر مجلسِ شاہِ غریب جوی
اس نے کہا مسافر نواز بادشاہ کی مجلس کے لیے

اکنوں ز صحبتِ منِ مفلس بجاں رسید
اب وہ مجھ مفلس کی صحبت سے تنگ ہو گیا ہے

نزدیکِ خویش خوانش و کامِ دلش بجوی
اپنے پاس اسے بلا لے اور اس کے دل کا مقصد معلوم کر لے

آں کیست تا بحضرتِ سلطاں ادا کند
وہ کون ہے جو بادشاہ کے دربار تک پہونچا دے

کز جورِ چرخ گم شد و گر بہا پدید
کہ آسمان کے ستم سے دانت گم ہو گئے اور سبلیاں نکل پڑیں

رندے نشستہ بر سرِ سجادۂ قضا
قضا کے مصلے پر ایک رند بیٹھا ہوا ہے

حیزے دگر بمرتبۂ سروری رسید
ایک اور ہیجڑا، سرداری کے رتبے کو پہونچ گیا ہے

آں رند گفت چشم و چراغ جہاں منم
وہ رند بولا، میں دنیا کا چشم و چراغ ہوں

آں حیز گفت ہمچو منی در جہاں کہ دید
وہ ہیجڑا بولا، مجھ جیسا دنیا میں کس نے دیکھا ہے

اے آصفِ زمانہ ز بہرِ خدا بگوی
اے آصف دوراں خدا کے لئے کہہ دے

با آں شہے کہ دولتِ او باد بر مزید
اس بادشاہ سے جس کی حکومت خدا کرے ترقی پر رہے

شاہا روا مدار کہ مفعول من یراد
اے بادشاہ اس کو جائز نہ رکھ کہ ہر شخص جو مفعول ہو اس سے چلے

گردد بروزگارِ تو فعالِ ما یرید
تیرے زمانہ میں من مانی کرنے والا ہو

دل تنگ مدار اے جانِ من بر وعدۂ شاہ و وزیر
اے میری جان! بادشاہ اور وزیر کے وعدے سے ملول نہ ہو

کس نمیداند کہ کارش از کجا خواہد کشاد
کوئی نہیں جانتا کہ اس کا کام کہاں سے بنے گا

رو توکل کن نمیدانی کہ نوکِ کلکِ من
جا توکل کر تو نہیں جانتا کہ میرے قلم کی نوک نے

نقش ہر صورت کہ زد رنگے دگر بیروں فتاد
جس صورت کا نقش بنایا وہ دوسرا ہی رنگ نکلا

شاہِ ہرمز نے مرا نہ دیدہ بے سخن صد لطف کرد
شاہ ہرمز نے مجھے نہیں دیکھا اور بغیر بات کے سو مہربانیاں کیں

شاہِ یزد دم دید و مدحش گفتم و ہیچم نداد
شاہ یزد نے مجھے دیکھا اور میں نے اس کی تعریف کی تو مجھ کو کچھ نہ دیا

کارِ شاہاں ایں چنیں باشد تو اے حافظ مرنج
اے حافظ تو رنج نہ کر کہ بادشاہوں کے کام ایسے ہی ہوتے ہیں

داورِ روزی رساں توفیق و نصرت شاں دہاد
روزی پہونچانے والا خدا ان کو مدد کرنے کی توفیق دے

قطعات

۱؎ یعنی اے ممدوح تجھ دنیا اور آخرت میں عمدہ سال اور خوشی وغیرہ نصیب ہو۔
۲؎ یہ قطعہ ایک قاضی اور ایک حاکم کی شکایت میں ہے اور حاکم ہیجڑا ہے۔ آصف سے عماد بن محمود، قطب الدین کا وزیر مراد ہے۔
مفعول من یراد یعنی بد فعلی کرانے کا عادی ہے
فعال ما یرید یعنی اتنا اقتدار حاصل ہو کر جو چاہے کر گذرے
۳؎ یہ قطعہ شاہ یزد کی شکایت میں ہے یزد شیراز کے قریب ایک شہر کا نام ہے اسی کے قریب ہرمز شہر ہے۔

قطعات

گفتند شعر من ز بنفشہ شکر رُباست — زآں غیرتِ طبرزد و کعب الغزال شد
لوگ کہتے ہیں میرے اشعار نے بنفشہ کی شیرینی ختم کر دی — اسی وجہ سے وہ مصری اور تباشے کے لیے باعث شرمندگی ہو
بادا دہانش تلخ کہ عیبِ نبات گفت — خاکش بسر کہ منکرِ آبِ زلال شد
اس کا منہ کڑوا ہو، جو مصری میں عیب بتائے — اس کے سر پر خاک، جو صاف پانی کا منکر ہو
آنکس کہ کور زاد ز مادر بعمرِ خویش — کے مشتریِ دلبرِ صاحب جمال شد
جو شخص ماں کے پیٹ سے اندھا پیدا ہو وہ اپنی عمر میں — کب حسین، دلبر کا خریدار بنتا ہے!

بسمعِ خواجہ رساں اے رفیقِ وقت شناس — بخلوتے کہ در آں اجنبی صبا باشد
اے وقت شناس دوست خواجہ کے کان تک پہنچا دے — اس خلوت میں جہاں صبا بھی اجنبی ہو
لطیفہٴ بمیان آر و خوش بخندانش — بہ نکتہٴ کہ دلش را در آں رضا باشد
کوئی لطیفہ سنا، اور اس کو خوب ہنسا دے — اس نکتہ سے جس سے اس کا دل راضی ہو جائے
پس آنگہے ز کرم آنقدر بپرس ز لطف — کہ گر وظیفہ تقاضا کنم رَوا باشد
پھر اس وقت کرم کرکے نرمی سے اس قدر پوچھ لے — کہ اگر میں وظیفہ کا تقاضا کروں تو مناسب ہو گا؟

ز دانش مطلقاً بے بہرہ باشد — کہ از دنیا بشادی بہرہ جوید
وہ عقل سے بالکل بے بہرہ ہو گا — جو دنیا سے خوشی کا حصہ طلب کرے گا
بوَد از شربِ شادی صائم الدہر — کہ جُلّابِ طرب از دہر جوید
وہ خوشی کے شربت سے ہمیشہ کا روزہ دار ہو گا — جو خوشی کا عرقِ گلاب زمانہ سے چاہے گا
کسے چوں نوشدارو جوید از دہر — کدامی نوشدارو زہر جوید
جب کوئی شخص زمانہ سے نوشدارو مانگتا ہے — نوشدارو کیا، وہ تو زہر مانگتا ہے

بلبل اندر نالہ و گل خندہٴ خوش میزند — چوں نسوز د دل کہ دلبر در وے آتش میزند
بلبل نالہ کر رہی ہے اور گلاب خوب قہقہہ لگا رہا ہے — دل کیوں نہ جلے کہ معشوق اس میں آگ لگا رہا ہے
ناخوشیہا دیدہ ام زآں زاہدِ پشمینہ پوش — من غلامِ مطربم کابریشم خوش میزند
اس کمبل پوش زاہد سے میں نے غم اٹھائے ہیں — میں اس مطرب کا غلام ہوں جو ریشم کے تار خوب بجا رہا ہے
زاہد از تیرِ مژگانش حذر کردن چہ سود — زخم پنہاں چوں با بروئے کمانکش میزند
اے زاہد! اس کی پلکوں کے تیر سے بچنے سے کیا فائدہ؟ — جبکہ وہ پوشیدہ زخم، کمان جیسے ابروؤں سے لگاتا ہے

رُوح القدس آں سروشِ فرخ — از قبہٴ طارمِ زبرجد
وہ مبارک غیبی فرشتہ، جبرئیل — زبرجدی بالا خانہ کے قبے سے
میگفت سحر گہاں کہ یا رب — در دولت و حشمتِ مخلّد
صبح کے وقت کہہ رہا تھا کہ یارب — دولت اور مستقل حشمت میں
بر مسندِ خسروی بماناد — منصور مظفرِ محمّد
شاہ کی مسند پر رہے — فتح مند منصور کامیاب

تو نیک و بدِ خود ہم از خود بپرس — چرا دیگرے بایدت محتسب
تو اپنی نیکی اور بدی، خود اپنے آپ سے معلوم کر — دوسرا محتسب تجھے کیوں چاہیے؟

ۓ طبرزد ایک خاص قسم کی مصری کو کہتے ہیں، کعب الغزال ہرن کا شخہ جتاشے کو کہتے ہیں۔
ۓ خواجہ کا مقررہ وظیفہ رک گیا تھا اس پر یہ قطعہ کہا ہے، صبا کے اجنبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایسی خاص تنہائی ہو کر وہاں صبا بھی موجود نہ ہو۔
ۓ صائم الدہر وہ شخص جو بارہ مہینے روزے رکھتا ہو جلاب گل اور آب سے بنا ہے وہ شربت جو عرق گلاب سے تیار کیا گیا ہو۔
ۓ روح القدس، جبرئیل، یعنی جبرئیل نے وہ دعا دی جو اگلے اشعار میں مذکور ہے، قبہ سے آسمان مراد ہے۔
ۓ یہ شاہ شجاع کا بھتیجا ہے جس نے اس کے بیٹے سلطان زین العابدین کو شکست دیکر شیراز پر قبضہ کیا تھا۔

زہد دور باش و بہ نیکی بکوش — مکن عمر ضائع بلہو و لعب
بڑے کام سے دور رہ اور نیکی کی کوشش کر — کھیل کود میں اپنی عمر ضائع ذکر

چو دانی کہ روزی دہندت خداست — مدار از طمع قلب را منقلب
جب تجھے معلوم ہے کہ تجھے روزی دینے والا خدا ہے — لالچ کی وجہ سے دل کو الٹنے پلٹنے والا ذب

چو دوناں دریں خاکدانِ دنی — زبہر دو نان از چہ مضطرب
کمینوں کی طرح اس کمینی دنیا میں — دو روٹی کے لیے تو کیوں پریشان ہے،

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ[1] — وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ
جو خدا سے ڈرتا ہے خدا اس کے لیے رہائی کی صورت پیدا فرما دیتا ہے — اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ اسکو گمان نہیں ہوتا ہے

بگوشم ہوش تے منہیے ندا در داد — ز حضرت احدی لا الٰہ الا اللہ
ایک دلعہ گوش ہوش میں ایک خبر دینے والے نے کہا — اس اللہ کے دربار سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں

کہ اے عزیز کسے را کہ خواریست نصیب[2] — یقیں بداں کہ نیابد بزور منصب و جاہ
کہ اے عزیز جس شخص کے نصیب میں ذلت ہے — یقین کر طاقت سے منصب اور رتبہ نہیں پا سکتا

بآب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد — گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ
زمزم اور کوثر کے پانی سے سفید نہیں کیا جا سکتا ہے — اس شخص کے نصیب کی کملی کو جس کو کارکنان قضا و قدر نے سیاہ بنا دیا ہے

آں حبۂ خضرا[3] خور کز روئے سبکروحی — ہر کو بخورد یک جو بر سیخ زند سیمرغ
وہ سبز دانہ کھا کہ مزاج کی شگفتگی کی وجہ سے — جو کوئی ایک جو کے برابر کھاتا ہے سیمرغ کے کباب بنانے کا ارادہ کرتا ہے

آں ذرہ کہ اعضا را در ولولہ اندازد — یک ذرہ و صد مستی یک حبہ و صد سیمرغ
وہ ذرہ جو اعضاء کو ولولہ میں ڈال دے — ایک ذرہ ہے اور سو مستیاں، ایک دانہ ہے اور سو سیمرغ

سگ بر آں آدمی شرف دارد[4] — کہ دلِ مردماں بیازارد
اس آدمی پر کتا فضیلت رکھتا ہے — جو لوگوں کے دلوں کو آزردہ کرے

لیک سخن را حقیقتے باید — تا معانی بدل فرود آید
اس کلام میں کوئی حقیقت ہونی چاہئے — تاکہ معنی دل میں اتر جائیں

آدمی باتو دست در مطعوم — سگ ز بیرونِ آستاں محروم
آدمی کا ہاتھ تیرے ساتھ کھانے میں ہے — کتا چوکھٹ کے باہر محروم ہے

حیف باشد کہ سگ وفا دارد — و آدمی دشمنی روا دارد
افسوس ہے کہ کتا وفاداری کرے — اور آدمی دشمنی کو روا رکھے

صاحبم[5] دوش بادہ نفرستاد — آں خطا ایں خطاب می ارزد
میرے دوست نے کل شراب نہ بھیجی — وہ غلطی اس خطاب کے لائق ہے

لعل و یاقوتِ جامِ او گوئی — ملکِ مالکِ رقاب می ارزد
اس کے جام کا لعل اور یاقوت گویا — گردنوں کے مالک کے ملک کی قیمت رکھتا ہے

قطعۂ پیشِ او فرستادم — کہ بصد خم شراب می ارزد
میں نے اس کے پاس ایسا قطعہ بھیجا — جو شراب کے سو مٹکوں کی قیمت کا ہے

تعلیقات

[1] یہ کلام اللہ کی ایک آیت کا اقتباس ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص خدا پر بھروسہ کرتا ہے خدا اس کو بے گمان و گمان رزق دیتا ہے۔

[2] جس کے مقدر میں ذلت ہے اس کو عزت نصیب نہیں ہو سکتی ہے۔ کالی گدڑی دھونے سے سفید نہیں ہو سکتی ہے۔

[3] سبز دانے سے انگور کا دانہ مراد ہے یعنی شراب وہ نشہ پیدا کرتی ہے کہ انسان سیمرغ کے کباب بنانے کا ارادہ کرتا ہے۔

[4] مکار مردم آزار انسان غداری کرے اور کتا وفاداری تو یہ انسان کتے سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

[5] اس کے شراب نہ بھیجنے کی غلطی پر یہ اس بات کا مستحق ہے جو اگلے شعر میں کہی گئی ہے۔

[6] یہ دو شعر مثنوی کے ہیں۔ نہ معلوم قطعات کے ذیل میں کیوں لکھے گئے ہیں۔

قطعات

ای بادِ صبا اگر توانی — از راهِ وفا و مهربانی
اے صبا! اگر تجھ سے ہو سکے — تو وفا اور مہربانی کی راہ سے

از من خبری بر بیارم — گو سوخته تو در نهانی
میری خبر میرے یار کے پاس لے جا — کہ وہ جو تیرا پوشیدہ طور پر جلا ہوا ہے

می مُرد ز اشتیاق و میگفت — ای بی تو حرام زندگانی
اشتیاق سے مرا جاتا تھا اور کہتا تھا — اے دوست! تیرے بغیر زندگی حرام ہے

شرابِ[1] لعلِ مُروّق بجام گفت که من — چهار گوهرم اندر چهار جای مدام
صاف سرخ شراب نے جام میں کہا کہ میں — ہمیشہ چار جگہوں میں چار گوہر ہوں

زمردم بر تاک و عقیق در شیشه — سُهیل در خُم و آفتاب اندر جام
میں انگور کی بیل پر زمرد ہوں، شیشہ میں عقیق ہوں — میں مٹکے میں سہیل ہوں، اور جام میں آفتاب ہوں

مرا حرام که گوید که وقتِ خوردنِ من — حلال زاده برون آید از نتایجِ حرام
مجھے حرام کون کہتا ہے اس لئے کہ مجھے پینے کے وقت — حرامی نطفہ سے حلال زادہ پیدا ہوتا ہے

ای مُعِز[2] الاصلِ عالی جوهرت از حقد و حرص — وی مبرا ذات میمون اخترت از زرق و ریو
اے وہ کہ تیرے جوہر کی بلند اصل کینے اور حرص سے پاک ہے — اور اے وہ کہ تیرے مبارک ستارے والی ذات مکر و فریب سے بری ہے

از بزرگی کی روا باشد که تشریفات را — از فرشته باز گیری و آنگهی بخشی بدیو
بزرگی کی وجہ سے کب جائز ہوگا کہ تو انعامات کو — فرشتہ سے لوٹا لے اور پھر شیطان کو دیدے

سرای مدرسه و بحثِ علم و طاق و رواق — چه سود چون دلِ دانا و چشمِ بینا نیست
مدرسہ کی سرائے، اور علم کی بحث، اور محراب اور پردہ — کیا فائدہ جبکہ دانا دل اور بینا آنکھ نہیں ہے؟

سرای قاضیِ یزد ارچه منبعِ فضل ست — خلاف نیست که علمِ نظر[3] در آنجا نیست
یزد کے قاضی کا مکان اگرچہ علم کا سرچشمہ ہے — اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نظر بازی کا علم وہاں نہیں ہے؟

ایکه از روزگار می طلبی — فرح و عیش و خرمی و طرب
اے وہ کہ تو زمانے سے طلب کرتا ہے — فرحت، اور عیش، اور خوشی اور مستی

فکرِ مال و منال و حشمت و جاه — همه بگذار و ساغری بطلب
مال و منال اور حشمت اور جاہ کا فکر — سب چھوڑ اور ایک ساغر مانگ

دِلا دیدی[4] که آن فرزانه فرزند — چه دید اندر خمِ این طاقِ نیلی
اے دل! تو نے دیکھا کہ اس عقلمند بچے نے — اس نیلگوں محراب کے خم میں کیا دیکھا

بجای لوحِ سیمین در کنارش — فلک بر سر نهادش لوحِ سنگین
اس کی بغل میں چاندی کی تختی کی بجائے — آسمان نے اس کے سر پر پتھر رکھ دیا

مدتی در طلبِ مالِ جهان کردم سعی — تا بآخر خبرم شد که ز نفعش ضرر[5] ست
میں نے ایک مدت تک دنیا کا مال طلب کرنے میں کوشش کی — یہاں تک کہ آخر میں مجھے پتہ چل گیا کہ اس کے فائدہ میں نقصان ہے

عوضِ هرچه فلک داد بمن باز ستد — نکند فائده فریادِ جوانی چه سرست
جو چیزیں آسمان نے مجھے دیں ان کا بدلہ واپس لے لیا — جوانی کی فریاد کوئی فائدہ نہیں دیتی سے کیا خیال ہے؟

---

[1] شراب نے کہا میں چار جگہ پر چار گوہروں کی طرح ہوں انگور کی بیل پر جب تک ہوں زمرد ہوں، شیشہ میں آ کر سرخ عقیق ہوں، مٹکے میں سہیل ستارہ اور جام میں آفتاب ہوں مجھے پیکر حلال زادہ حرام زادہ سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ شراب پینے کے بعد انسان کی اصل حقیقت اور اس کے اخلاق ظاہر ہو جاتے ہیں۔

[2] یہ قطعہ بھی شکایتی ہے یعنی تیری ذات حرص سے پاک ہے تیری بندگی کے یہ شایانِ شان نہیں ہے کہ دوسرے تیرے عطیات سے فائدہ اٹھائیں اور میں محروم رہ جاؤں۔

[3] علم نظر، علم بحث و مناظرہ کو کہا جاتا ہے لیکن یہاں اگر نظر بازی اور شاہد بازی کے معنی لئے جائیں تو زیادہ اچھا ہے۔

[4] یہ قطعہ کسی بچے کے مرثیہ میں کہا ہے۔ لوحِ سیمیں چاندی کی تختی، لوحِ سنگیں سے قبر کا پتھر مراد ہے۔

[5] یعنی دنیا کے لینے میں آخرت کا نقصان ہے۔

عمر ضائع شد و از مال زیانے دارد — اندہِ عمر کنوں از ہمہ غمہا بتر ست
عمر ضائع ہو گئی، اور مال میں بھی نقصان ہے — اب عمر کا غم سب غموں سے بدتر ہے

بعد ازیں یکنفس از عمر بملک دو جہاں — نفروشم کہ بچشم دو جہاں مختصر ست
اس کے بعد عمر کا ایک سانس دونوں جہان کے ملک کے بدلے — میں نہیں بیچوں گا اس لیے کہ میری آنکھوں میں دونوں جہان مختصر ہیں

مالکِ ملکِ قناعت چو شدم گفتم فاش — کز سر ہر چہ زیادت مرادردسرست
میں جب قناعت کے ملک کا مالک ہو گیا تو کھلم کھلا میں نے کہا — کہ سر کے علاوہ جو کچھ زیادہ ہے میرے لیے دردِ سر ہے

گنجہا یافتہ ام در دلِ ویراں ز ہنر — گرچہ بجز بیت ضمیرم کہ سراسر ہنر ست
میں نے اپنے ویران دل میں ہنر کے خزانے پائے ہیں — اگرچہ میرا دل ایسا سمندر ہے جو سراسر ہنر ہے

بعد ازیں ہر چہ رسد از بد و نیک اے حافظ — غم مخور شاد بزی زانکہ جہاں گذر ست
اے حافظ اس کے بعد جو کچھ نیک اور بد حاصل ہو — غم نہ کر، خوش رہ اس لیے کہ دنیا فانی ہے

ہر کہ آمد در جہانِ پُر ز شور — عاقبت میبایدش رفتن بگور
پُر فساد دنیا میں جو آیا — انجام کار اس کو قبر میں جانا پڑے گا

در رہِ عقبیٰ ست دُنیا چوں پُلے — بے بقا جائے و ویراں منزلے
آخرت کے راستہ میں دنیا ایک پُل کی طرح ہے — نا باقی رہنے والی جگہ اور ایک ویران منزل ہے

دل منہ بر ایں پُلِ پُر ترس و بیم — برگِ رہ ساز و مشو اینجا مقیم
اس پُر خوف و خطر پُل سے دل نہ لگا — راستہ کا سامان تیار کر، اور اس جگہ نہ ٹھہر

نزدِ اہلِ معنیٰ ایں کاخِ سپنج — ہست چوں ویرانۂ خالی ز گنج
یہ عارضی محل، اہلِ باطن کے نزدیک — اس ویرانے کی طرح ہے جو خزانے سے خالی ہے

دور باش از دوستیِ مال و جاہ — زانکہ مالت مار و جاہت ہست چاہ
مال اور مرتبہ کی دوستی سے دور رہ — اس لیے کہ تیرا مال سانپ اور مرتبہ کنواں ہے

من گرفتم خود توئی بہرامِ گور — خواہی افتاد آخر اندر دامِ گور
میں نے مانا کہ تو خود بہرام گور ہے — بالآخر تو قبر کے جال میں پھنسے گا

گر نہ کوری گور می بیں گفتمت — یک زماں بیکار منشیں گفتمت
میں تجھ سے کہتا ہوں اگر تو اندھا نہیں ہے تو قبر کو دیکھتا رہ — میں نے تجھ سے کہہ دیا تھوڑی دیر کے لیے بھی بیکار نہ بیٹھ

ہیچکس را نیست زیں منزل گزیر — از گدا و شاہ و از برنا و پیر
اس منزل سے کسی کو چارہ نہیں ہے — خواہ فقیر ہو یا بادشاہ، خواہ جوان ہو یا بوڑھا

اے کہ بر ما بگذری دامن کشاں — از سرِ اخلاص الحمدے بخواں
اے وہ کہ جو ہمارے پاس سے دامن کھینچتا ہوا گزر رہا ہے — خلوص کے طور پر سورۂ فاتحہ پڑھ

فسادِ چرخ نہ بینیم و نشنویم ہنوز — کہ چشمہا ہمہ کور ست و گوشہا ہمہ کر
ہم ابھی تک آسمان کا فساد دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں — اس لیے کہ سب آنکھیں اندھی ہیں اور سب کان بہرے ہیں

بسا کساں کہ مہ و مہر باشدش بالیں — بعاقبت ز گِل و خاک باشدش بستر
بہت سے وہ لوگ ہیں کہ سرہانے سورج اور چاند ہوتے ہیں — انجام کار ان کا بستر مٹی اور خاک سے ہوتا ہے

تعلیقات

۱؎ مال بھی ضائع ہوا اور عمر بھی برباد ہو گئی عمر کی بربادی کا زیادہ افسوس ہے۔

۲؎ قناعت حاصل ہو جانے کے بعد میں نے کہہ دیا کہ بس انسان کو اپنے سر کا مالک ہونا چاہیے اس سے علاوہ اگر کچھ ہے تو وہ دردِ سری کا باعث ہے۔

۳؎ دنیا میں آنے کے بعد لامحالہ ہر شخص کو قبر میں جانا ہے۔

۴؎ دنیا آخرت کا پل ہے پل پر کوئی شخص قیام نہیں کرتا ہے بلکہ وہ محض گذر جانے کے لئے ہوتا ہے۔

۵؎ بہرام بادشاہ کو گورخر کے شکار کا بہت زیادہ شوق تھا اس لئے بہرام گور کہلانے لگا دامِ گور یعنی مر کر قبر میں جائے گا۔

۶؎ جو شخص بے تکلف ہماری قبر پر سے گزرے اس کو سورۂ فاتحہ پڑھ کر ہمیں ایصالِ ثواب کرنا چاہیے۔

۷؎ چونکہ ہم اندھے اور بہرے ہیں اس لیے زمانے کے فساد کو نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں۔

چہ فائدہ ز زرہ باکشادِ تیرِ قضا
قضا کا تیر چھوٹنے پر زرہ سے کیا فائدہ؟
چہ منفعت ز سپر بانفاذِ تیغ قدر
تقدیر کی تلوار چلنے پر ڈھال سے کیا فائدہ؟

اگر ز آہن و فولادِ سودہ حصن کنی
اگر تو پسے ہوئے لوہے اور فولاد سے قلعہ بنا دے
حوالہ چوں برسد زود اجل بکوبد در
جب وقت آجاتا ہے تو موت جلد دروازہ کھٹکھٹا دیتی ہے

بروشنیِ خوش و عیش و نوش غرہ مشو
اچھی روشنی اور عیش اور پینے پلانے سے دھوکا نہ کھا
کہ ظلمت از پئے نور ست و زہر زیرِ شکر
اس لیے کہ تاریکی نور کے عقب میں ہے اور شکر کے نیچے زہر ہے

درے کہ بر تو کشاید از ہوا مکشائے
خواہش نفسانی کا جو دروازہ تجھ پر کھولیں اسے نہ کھول
رہے کہ بر تو نماید از ہوس مسپر
ہوس کی جو راہ تجھے دکھائیں اس پر نہ چل

براہِ تو ہمہ چاہ است سر نہادہ مرو
تیرے راستے میں تمام کنویں ہیں، سر جھکائے ہوئے نہ چل
بجامِ تو ہمہ زہر ست ناچشیدہ مخور
تیرے جام میں سب زہر ہے بغیر چکھے نہ پی

عیارِ چرخ بگیر و نہادِ دور نگر
آسمان کی آزمائش کر اور زمانہ کی فطرت دیکھ
بساطِ حرص بچین و لباسِ آز بدر
حرص کی بساط لپیٹ دے اور لالچ کا لباس پھاڑ دے

دل منہ بر دنیا و اسبابِ او
دنیا اور اس کے سامان سے دل نہ لگا
زانکہ از وے کس وفاداری ندید
اس لیے کہ اس سے کسی نے وفاداری نہیں دیکھی ہے

کس عسل بے نیش ازیں دکاں نخورد
اس دکان سے کسی نے بغیر ڈنک کے شہد نہیں کھایا
کس رطب بے خار ازیں بستاں نچید
کسی نے بغیر کانٹے کے اس باغ سے کھجوریں نہیں چنیں

ہر کہ ایامے چراغے بر فروخت
جس نے چند دن چراغ جلایا
چوں تمام افروخت بادش در دمید
جب پورا روشن ہوگیا، ہوا نے اسکو بجھا دیا

بے تکلف ہر کہ دل بر وے نہاد
جس نے اس سے بے تکلف دل لگایا
چوں بدیدم خصمِ خود می پرورید
جب میں نے دیکھا تو وہ اپنا دشمن پال رہا تھا

شاہِ غازی خسروِ گیتی ستاں
غازی بادشاہ، دنیا کا فاتح خسرو
آنکہ از شمشیرِ او خوں می چکید
وہ کہ جس کی تلوار سے خون ٹپکتا تھا

گہ بیک حملہ سپاہے می شکست
کبھی ایک حملہ سے لشکروں کو شکست دیتا تھا
گہ بہوئے قلبِ کوہے می درید
کبھی ایک ہُو سے پہاڑ کا دل پھاڑتا تھا

سروراں را بے گنہ میکرد حبس
سرداروں کو بے خطا قید کر دیتا تھا
گرد ناں را بے سخن سر می برید
بے بات لوگوں کے سر کاٹتا تھا

از نہیبش پنجہ می افگند شیر
اس کے خوف سے شیر پنجے ڈھیلے کر دیتا تھا
در بیاباں نامِ او چوں می شنید
جنگل میں جب اس کا نام سن لیتا تھا

عاقبت شیراز و تبریز و عراق
انجام کو جب اس نے شیراز اور تبریز اور عراق کو
چوں مسخر کرد وقتش در رسید
فتح کر لیا تو اس کا وقت آگیا

آنکہ روشن بُد جہاں بینش باو
جس کی وجہ سے اس کی آنکھ روشن تھی
میل در چشمِ جہاں بینش کشید
اس نے اس کی جہاں بیں آنکھ میں سلائی پھیر دی

قطعات

ک: اگر انسان آہنی قلعوں میں بھی رہے تو موت کا وقت آنے پر لامحالہ مر جائے گا۔
ک: انسان کے راستے میں بہت سے کنویں ہیں اور اس کے جام میں زہر ہے لہٰذا ہوش سے کام کرنا چاہئے۔
ک: یہ قطعہ امیر مبارز الدین کی گرفتاری پر لکھا ہے یعنی دنیا ناپائدار ہے اس پر بھروسہ مناسب نہیں ہے۔
ک: دنیا کی ہر راحت تکلیف سے ملی ہوئی ہے۔ دکان سے دنیا مراد ہے
ک: شاہ غازی سے امیر مبارز الدین محمد مراد ہے جس کو اس کے بیٹے شاہ شجاع نے گرفتار کرکے اور آنکھوں میں گرم سلائی پھروا کر معزول کردیا تھا اور پھر خود شیراز کا بادشاہ بن گیا تھا۔

بعہدِ سلطنت شاہِ شیخ ابو اسحاق[1] — بہ پنج شخص عجب مُلکِ فارس بود آباد
شیخ ابو اسحاق بادشاہ کی سلطنت کے زمانے میں — ملک فارس پانچ عجیب شخصیتوں کی وجہ سے آباد تھا

نخست پادشہے ہمچو او ولایت بخش — کہ جانِ خویش بپرورد و دادِ عیش بداد
اوّل، اس جیسا ملک بخشنے والا بادشاہ — جس نے اپنی جان کی پرورش کی اور عیش کی داد دی

دِگر مربیِ اسلام شیخ مجد الدین — کہ قاضیے بہ ازاں آسماں ندارد یاد
دوسرے اسلام کے مربی شیخ مجد الدین — کہ ان سے بہتر کوئی قاضی آسمان کو یاد نہیں ہے

دِگر شہنشہِ دانش عضد کہ در تصنیف — بنائے کارِ مواقف بنامِ شاہ نہاد
تیسرے، عقل کا بادشاہ عضد الدین کہ تصنیف میں — جنہوں نے مواقف کام کی بنیاد بادشاہ کے نام پر رکھی

دِگر بقیۂ ابدال شیخ امین الدین — کہ یمنِ ہمتِ او کارہائے بستہ کشاد
چوتھے، ابدال کے بقیہ شیخ امین الدین — اس کی توجہ کی برکت سے بندھے ہوئے کام کھلے

دِگر کریم چو حاجی قوام دریا دل — کہ نامِ نیک ببرد از جہاں ببخشش و داد
پانچویں، حاجی قوام جیسا سخی دریا دل — جو بخشش اور عطا کی وجہ سے دنیا میں نیک نام پیدا کر گیا

نظیرِ خویش نہ بگذاشتند و بگذشتند — خدائے عزّ و جل جملہ را بیامرزاد
انہوں نے اپنی مثال نہ چھوڑی اور چلے گئے — اللہ تعالیٰ سب کی بخشش کرے

مثنوی[2]

اَلا اے آہوئے وحشی کجائی — مرا باتست بسیار آشنائی
اے وحشی ہرن تو کہاں ہے؟ — مجھے تجھ سے بہت محبت ہے

دو تنہا[3] و دو سرگردانِ بیکس — دو راہ اندر کمیں از پیش و از پس
دو تنہا، اور دو حیران، بیکس ہیں — آگے اور پیچھے سے دو راستے گھات میں ہیں

بیا تا حالِ یک دیگر بدانیم — زمانے پیشِ یکدیگر نشینیم
آجا، تاکہ ہم ایک دوسرے کا حال جان لیں — تھوڑی دیر مل کر بیٹھیں

حدیثِ دردِ دوری را نخوانیم[4] — مرادِ ہم بجوئیم ار توانیم
فراق کے درد کا قصہ ہم نہ پڑھیں — اگر ہو سکے تو ایک دوسرے کی مراد ڈھونڈیں

کہ می بینم دریں دشتِ مشوّش[5] — چراگاہے ندارم خرّم و خوش
اس لیے کہ میں اس تشویشناک جنگل میں دیکھتا ہوں — کہ میرے پاس کوئی سرسبز اور اچھی چراگاہ نہیں ہے

کہ خواہد شد بگوئید اے حبیباں — رفیقِ بیکساں یارِ غریباں
اے دوستو! بتاؤ کون ہوگا؟ — بیکسوں کا دوست، غریبوں کا یار

مگر خضرِ مبارک پے درآید — زیمنِ ہمتش ایں رہ سرآید
شاید بابرکت خضر آجائے — اس کی توجہ کی برکت سے یہ راستہ طے ہو جائے

---

[1] شاہ ابو اسحاق (ابن) شیراز کا والی ہے جس کو امیر مبارز الدین نے شکست دی تھی اس قطعہ میں ابو اسحاق کے عہد کی پانچ (۵) شخصیتوں کا ذکر ہے۔

[2] مثنوی کے معنی دو دو والا ہیں چونکہ مثنوی کے ہر شعر میں دونوں مصرعے ایک قافیہ کے ہوتے ہیں گویا ہر شعر دو قافیوں والا ہے۔ قافیے کے اعتبار سے مثنوی کا ہر شعر جداگانہ ہوتا ہے، لیکن مضمون مسلسل ہوتا ہے۔

[3] دو سے ہر جگہ خود شاعر مراد ہے۔

[4] درد اور غم سے قطع نظر کر کے ایک دوسرے کی مدد کریں۔

[5] دشتِ مشوّش سے میدانِ عشق مراد ہے۔

مگر وقتِ عطا پروردن آمد شاید عطا پروری کا وقت آگیا ہے	که فالم لا تذرنی فرداً آمد[1] اس لیے کہ "مجھے اکیلا نہ چھوڑ" میری فال نکلی ہے
که روزے رہروے در سرزمینے اس لیے کہ ایک دن ایک راہ چلنے والا ایک جگہ	ہمی گفت ایں معمّا با قرینے ایک ساتھی سے یہ معمّا کہہ رہا تھا
که اے سالک چہ در انبانہ داری کہ اے سالک تو تھیلے میں کیا رکھتا ہے!	بیا دامے بنہ گر دانہ داری آ، جال بچھا، اگر دانہ رکھتا ہے
جوابش داد و گفتا دانہ دارم[2] اس نے اس کو جواب دیا، "میرے پاس دانہ تو ہے	ولے سیمرغ می باید شکارم لیکن میں سیمرغ کا شکار کرنا چاہتا ہوں
بگفتا چوں بدست آری نشانش اس نے کہا، تو اس کا پتہ کیسے لگائے گا؟	که از ما بے نشانست آشیانش کیونکہ ہمیں اس کے آشیانہ کا کوئی پتہ نہیں ہے
بگفتا گرچہ ایں امر محالست اس نے کہا، اگرچہ یہ محال بات ہے	ولیکن ناامیدی ہم وبالست لیکن مایوسی بھی وبال ہے
ہمی تا جاں بود در تن بکوشم جب تک بدن میں جان ہے، میں کوشش کروں گا	بود کز جامِ او یک جرعہ نوشم ہو سکتا ہے کہ میں اس کے جام سے ایک گھونٹ پی لوں
مرا بگذشت آبِ فرقت از سر ہجر کا پانی میرے سر سے گزر گیا ہے	دریں حالم مدارا نیست درخور اس حالت میں تو مجھ کو مصلحت کوشی مناسب ہے
ہم اکنوں راہِ ملکِ خویش گیرم[3] میں اب اپنے ملک کا راستہ اختیار کرتا ہوں	وگر میرم ہم اندر راہ میرم اگر مرنا ہوگا بھی تو راستہ میں مروں گا
غریبانے کہ حالم را ببینند جو مسافر میرا حال دیکھیں گے	بمرگم بر سرِ بالیں نشینند مرنے پر میرے سرہانے بیٹھ جائیں گے
غریباں را غریباں یاد آرند پردیسیوں کو پردیسی یاد رکھتے ہیں	که ایشاں یکدگر را یادگارند اس لیے کہ وہ ایک دوسرے کی یادگار ہیں
خدایا چارۂ بیچارگانی اے خدا تو ہی بے چاروں کا چارہ ہے	مرادِ بندہ را چارہ تو دانی بندے کے مقصد کی تو تدبیر جانتا ہے
چناں کز شب برآری روزِ روشن[4] جس طرح تو رات سے روشن دن برآمد کر دیتا ہے	ازیں اندہ برآور شادیِ من اس غم سے میری خوشی برآمد کر دے
ز ہجرانت ہمی دارم شکایت تیرے فراق سے مجھے شکوہ ہے	نمی گنجد در اینجا ایں حکایت اس جگہ اس قصہ کی گنجائش نہیں ہے
رفیقاں قدرِ یکدیگر بدانید اے ساتھیو! ایک دوسرے کی قدر پہچانو	مرادے ہم بجوئید ار توانید اگر کر سکتے ہو تو کسی مراد کی جستجو کرو
چو آں سرورِ رواں شد کاروانی[5] جبکہ وہ سرو رواں قافلہ والا بن گیا	بگفتا صبر کن تا می توانی بولا، جب تک تجھ سے ہو سکے صبر کر

[1] قرآن پاک میں ہے رب لا تذرنی فرداً و انت خیر الوارثین۔ اے خدا مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔ اس شعر میں اسی آیت کی طرف اشارہ ہے۔

[2] سالک نے جواب میں کہا کہ دانہ تو ہے لیکن میں اس سے سیمرغ کا شکار کرنا چاہتا ہوں۔

[3] میں اس دنیا میں پردیسی ہوں اپنے وطن کا راستہ اختیار کروں گا۔ اگر موت بھی آئے تو وطن کے راستہ میں آئے۔ جو اور مسافر ہوں گے وہ تو میری تربت پر بیٹھیں گے اس لیے کہ مسافر مسافر کا ہمدرد ہوتا ہے۔

[4] جس طرح ظلمات کی تاریکی میں سے دن کی روشنی نمودار ہوتی ہے اسی طرح میرے غم میں سے خوشی نمودار فرما سکتا ہے۔

[5] یعنی جب محبوب قافلے کے ساتھ چلا، اور مجھے صبر کی تلقین کرنے لگا۔

مثنوی

مدہ جام مے و پائے گل از دست
شراب کا جام اور گلزار، ہاتھ سے نہ چھوڑ
و لے غافل مشو از چرخ بدمست
لیکن بدمست آسمان سے غافل نہ ہو

لب سرچشمۂ و بر طرف جوئے
چشمے کے کنارے، اور نہر پر
نم اشکے و با خود گفتگوئے
آنسوؤں کی نمی ہو اور اپنے آپ سے باتیں

بیاد رفتگان و دوستداراں
دوستوں اور گذرے ہوؤں کی یاد پر
توافق کن تو با ابر بہاراں
تو موسم بہار کے ابر سے موافقت کر

چو نالاں آیدت ابر رواں پیش
جب ابر رواں، تیرے سامنے روتا ہوا آئے
مدد بخشش ز آب دیدۂ خویش
اپنی آنکھ کے آنسوؤں سے اس کی مدد کر

نکرد آں ہمدم دیریں مدارا
اس قدیم ساتھی نے مروت نہ برتی
مسلماناں مسلماناں خدارا
اے مسلمانو! دہائی ہے

چناں بیرحم زد تیغ جدائی
جدائی کی تلوار اس قدر بے رحمی سے چلائی
کہ گوئی خود نبودہ است آشنائی
کہ گویا دوستی تھی ہی نہیں

برفت و طبع خوش باشم حزیں کرد
وہ چلا گیا، اور میری خوش رہنے والی طبیعت کو غمگین کر گیا
برادر با برادر کے چنیں کرد
بھائی نے بھائی کے ساتھ ایسا کب کیا ہے؟

مگر خضرِ مبارک پے تواند
شاید مبارک قدم، خضر ہی کے
کہ ایں تنہا بآں تنہا رساند
کہ اس اکیلے کو اس اکیلے کے پاس پہونچا دے

نیازِ من چہ وزن آرد بدیں ساز
اس ٹھاٹھ میں میری نیاز مندی کا کیا وزن ہے
کہ خورشیدِ غنی شد کیسہ پرداز
اس لیے کہ مالدار سورج خالی تھیلی والا ہو گیا

تو گوہر بیں و از خر مہرہ بگذر
تو موتی کو دیکھ اور کوڑی کو چھوڑ دے
ز طرزے کاں نگردد شہرہ بگذر
اس طرز سے گذر جس سے شہرت نہ ہو

چو من ماہیِ کلک آرم بتحریک
جب میں قلم کی مچھلی کو حرکت میں لاؤں
تو از نون والقلم می پرس تفسیر
تو نون اور قلم کی تفسیر پوچھ لے

رواں را با خرد در ہم سرشتند
روح کو عقل کے ساتھ گوندھا
وز آں تخمے کہ حاصل بود کشتند
اس سے جو بیج پیدا ہوا اس کو بویا

بیاور نکہتے زاں طیب امید
اس امید کی خوشبو سے مہک
مشام جان معطر ساز جاوید
جان کے دماغ کو ہمیشہ معطر بنا

کہ ایں نافہ ز چین زلفِ حور است
اس لیے کہ یہ نافہ، حور کی زلف کی شکن کا ہے
نہ زاں آہو کہ از مردم نفور است
اس ہرن کا نہیں ہے جو انسانوں سے متنفر ہے

چرا با بخت خود چندیں ستیزم
میں اپنے نصیبے سے اس قدر کیوں لڑوں؟
چرا از طالع خود می گریزم
میں اپنے مقدر سے کیوں بھاگوں؟

دریں وادی ز بانگ چنگ بشنو
اس میدان میں چنگ کی آواز سے سن
کہ صد من خون مظلوماں بیک جو
کہ مظلوموں کا سو من خون ایک جو کی قیمت کا ہے

---

۱ جام اور گلستان کو ترک نہ کرنا چاہیے لیکن آسمان کی بدمستی سے غفلت نہیں اختیار کرنی چاہیے۔

۲ جس طرح ابر بہاری آنسو بہاتا ہے تو بھی گذرے ہوؤں کی یاد میں رو۔

۳ مجھ تنہا کو اس محبوب تک خضر مبارک قدم ہی پہونچا سکتا ہے۔

۴ ن والقلم و ما یسطرون قرآن پاک کی آیت ہے جس کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے یعنی قلم اسرار ظاہر کرتا ہے۔

۵ میدان عشق میں عاشقوں کے خون کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

پرِ جبریل را اینجا بسوزند
اس جگہ جبریلؑ کے پر جلا دیتے ہیں

بدامن کودکاں آتش فروزند
بچے دامن سے آگ روشن کر دیتے ہیں

سخن گفتن کرا یارا ست اینجا
اس مقام پر کس کو بات کرنے کی طاقت ہے!

تعالی اللہ چہ استغناست اینجا
خدا بلند ہے اس جگہ کیا بے نیازی ہے!

برو حافظ دریں معرض مزن دم
اے حافظ جا! اس میدان میں سانس نہ لے

سخن کوتاہ کن واللہ اعلم
بات مختصر کر اور خدا زیادہ جاننے والا ہے

قصائد

سحر ز جوزا نہاد حمائل برابرم
صبح کو، جوزا نے پرتلا میرے سامنے رکھ دیا

یعنی غلامِ شاہم و سوگند میخورم
یعنی میں شاہ کا غلام ہوں، اور میں قسم کھاتا ہوں

ساقی بیا کہ از مددِ بختِ کارساز
اے ساقی! آجا اس لیے کہ موافق نصیبہ کی مدد سے

کامے کہ خواستم ز خدا شد میسرم
جو مقصد میں نے خدا سے مانگا، وہ مجھے مل گیا

جامے بدہ کہ باز بشادیِ روئے شاہ
ایک جام دے، اس لیے کہ پھر شاہ کے دیدار کی خوشی میں

پیرانہ سر ہوائے جوانی ست بر سرم
بڑھاپے میں جوانی کی خواہش میرے سر پر سوار ہے

راہم مزن بوصفِ زلالِ خضر کہ من
خضر کا نیر یا کی تعریف کر کے مجھے نہ بہکا کیونکہ میں

از جامِ شاہ جرعہ کشِ حوضِ کوثرم
شاہ کے جام سے حوضِ کوثر کے گھونٹ پی رہا ہوں

شاہا من ار بعرش رسانم سریرِ فضل
اے بادشاہ اگر میں بزرگی کا تخت عرش پر بھی پہنچا دوں

مملوکِ ایں جنابم و مسکینِ ایں درم
تو بھی اس دربار کا غلام اور اس در کا فقیر ہوں

من جرعہ نوشِ بزمِ تو بودم ہزار سال
میں ہزاروں سال تیری محفل کا جرعہ نوش رہا ہوں

کے ترکِ آبخور کند ایں طبعِ خوگرم
میری عادی طبیعت اس آبخور کو کب چھوڑ سکتی ہے!

گر باورت نمی شود از بندہ ایں حدیث
اگر تجھے غلام کی اس بات پر یقین نہیں ہے

از گفتۂ کمال دلیلے بیاورم
کمال کی بات سے ایک دلیل لاؤں گا

گر بر کنم دل از تو و بردارم از تو مہر
اگر تجھ سے دل ہٹاؤں، اور تجھ سے محبت ہٹا لوں

آں مہر بر کہ افگنم آں دل کجا برم
وہ محبت کس سے کروں، اس دل کو کہاں لیجاؤں!

منصور بن محمدِ غازیست حرزِ من
منصور، محمد غازی کا بیٹا، میری حفاظت کا ذریعہ ہے

وز ایں خجستہ نام بر اعدا مظفرم
اس بابرکت نام کی وجہ سے میں دشمنوں پر کامیاب ہوں

عہدِ الستِ من ہمہ با مہرِ شاہ بود
میرا پورا عہد الست شاہ کی محبت پر تھا

در شاہراہِ عمر ازیں عہد نگذرم
زندگی کی شاہراہ میں، میں اس سے نہ ہٹوں گا

گردوں چو کرد نظمِ ثریا بنامِ شاہ
جب آسمان نے ثریا کو شاہ کے نام پر پرو دیا ہے

من خود چرا چنیں نہ کنم از کہ کمترم
میں خود ایسا کیوں نہ کروں، میں کس سے کم ہوں!

ے یہ دربار اس قدر بے نیاز ہے کہ وہاں بات کرنے کی بھی مجال نہیں ہے۔

عہ قصیدہ اشعار کا وہ مجموعہ کہلاتا ہے جس میں کسی کی تعریف یا مذمت ہو، اس کا مضمون مسلسل ہوتا ہے، اس کے مطلع کے دونوں مصرعوں کا قافیہ ایک ہوتا ہے، باقی اشعار میں ہر شعر کے دوسرے مصرع کا قافیہ مطلع کے قافیہ کے مطابق ہو۔ یہ قصیدہ شاہ منصور کی تعریف میں ہے جس نے شاہ شجاع کے بیٹے زین العابدین کو شکست دیکر شیراز پر قبضہ کیا تھا۔

ے جوزا سے برج جوزا مراد نہیں ہے بلکہ وہ آسمانی شکل مراد ہے جس میں ایک مرد دو کرسیوں پر کھڑا ہے اور ایک تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے ہے۔

ے بادشاہ کو دیکھنے کی خوشی سے بڑھاپے میں جوانی کے جذبات پیدا ہوگئے ہیں۔

ے ہزار سال سے مراد ازل سے یا طویل زمانہ۔

ے عہد الست وہ عہد ہے جو ازل میں خدا نے اپنے بندوں سے لیا تھا یعنی میرا عہد الست شاہ کی محبت پر ہوا تھا۔

شاہیں صفت چو طعمہ چشیدم بدستِ شاہ
جب سے میں نے باز کی طرح شاہ کے ہاتھ کا لقمہ کھایا ہے
کے باشد التفات بصیدِ کبوترم
کبوتر کے شکار کی طرف میری توجہ کب ہو سکتی ہے؟

اے شاہِ شیر گیر چہ کم گردد ار شود
اے شیر کو پکڑنے والے بادشاہ! کیا کم ہو جائے گا اگر ہو جائے
در سایۂ تو ملکِ فراغت میسرم
تیرے سایہ میں مجھ کو فراغت کا ملک حاصل؟

بال و پرے ندارم و ایں طرفہ تر کہ نیست[1]
میں بال و پر نہیں رکھتا ہوں، اور یہ عجیب بات ہے
غیر از ہوائے منزلِ سیمرغ در سرم
کہ میرے سر میں کوئی خواہش سیمرغ کی قیامگاہ کے سوا نہیں ہے

بر گلشنے اگر بگذشتم چو بادِ صبح
اگر میں کسی چمن پر صبح کی ہوا کی طرح گذرا
نے عشقِ سرو بود و نہ شوقِ صنوبرم
تو نہ مجھے کسی سرو کا عشق تھا نہ کسی صنوبر کا شوق

بوئے تو می شنیدم و بریادِ روئے تو
میں نے تیری خوشبو سونگھی اور تیرے رخ کی یاد پر
دادند ساقیانِ طرب یکدو ساغرم
مستی کے ساقیوں نے مجھے ایک دو ساغر دیئے

مستی بآبِ یکدو قدح وضعِ بندہ نیست[2]
ایک دو پیالوں کے پانی سے مست ہو جانا بندہ کی وضع نہیں ہے
من سالخوردہ پیرِ خرابات پرورم
میں شراب خانہ میں پلا ہوا، پرانا بوڑھا ہوں

باسیرِ اختر و فلکم داوری بسے ست
ستاروں اور آسمان کی رفتار سے میرا بہت جھگڑا ہے
انصافِ شاہ باد دریں قصہ داورم
اس قصہ میں بادشاہ کا انصاف میرا منصف ہو

شکرِ خدا کہ باز دریں اوجِ بارگاہ
خدا کا شکر ہے کہ پھر اس دربار کی بلندی میں
طاؤسِ[3] عرش می شنود صیتِ شہپرم
تخت کا مور میرے شہپر کی آواز سن رہا ہے

نامم ز کارخانۂ عشاق محو باد
خدا کرے عاشقوں کے کارخانہ سے میرا نام مٹ جائے
گر جز محبتِ تو بود شغلِ دیگرم
اگر تیری محبت کے سوا میرا کوئی دوسرا شغل ہو

شبلُ[4] الاسد بصیدِ دلم حملہ کرد و من
شیر کے بچے نے میرے دل کو شکار کرنے کیلئے حملہ کیا اور
گر لاغرم ولیک شکارِ غضنفرم
اگرچہ لاغر ہوں لیکن شیر ببر کا شکار ہوں

اے عاشقانِ روئے تو از ذرہ بیشتر
اے وہ کہ تیرے عاشق ذرّوں سے بھی بڑھ گئے ہیں
من[6] کے رسم بوصلِ تو کز ذرہ کمترم
میں تیرے وصل تک کب پہنچ سکتا ہوں کیونکہ ایک ذرے سے بھی کم ہوں؟

بنما بمن کہ منکرِ حسنِ رخِ[5] تو کیست
مجھے دکھا کہ تیرے رخ کے حسن کا منکر کون ہے؟
تا دیدہ اش بگزلکِ غیرت بر آورم
کہ میں اپنی غیرت کی چھری سے اس کی آنکھیں نکال لوں

مقصود ازیں معاملہ بازارِ تیزِ تست
اس معاملہ سے مقصود تیرا تیز بازار ہے
نہ جلوہ می فروشم و نہ عشوہ می خرم
نہ میں جلوہ فروشی کرتا ہوں نہ ناز خریدتا ہوں

بر من فتادہ سایۂ خورشیدِ سلطنت
میرے اوپر سلطنت کے آفتاب کا سایہ پڑ گیا ہے
اکنوں فراغت است ز خورشیدِ خاورم
مجھے اب مشرق کے سورج سے فراغت ہے

شعرم[7] بیمنِ مدحِ تو صد ملکِ دل کشاد
میرے اشعار نے تیری تعریف کی برکت سے دل کے سو ملک فتح کئے
گوئی کہ تیغِ تست زبانِ سخنورم
گویا کہ میری سخنور زبان، تیری تلوار ہے

حافظ ز جاں محبِ رسول ست و آلِ او
حافظ جان سے رسول اور ان کی اولاد کا محب ہے
بر ایں سخن گواست خداوندِ اکبرم
اس بات پر میرا رب اکبر گواہ ہے

---

[1] یعنی اگرچہ کمزور اور بے طاقت ہوں لیکن محبوب کامل کی جستجو میں ہوں۔

[2] یعنی پرانا شراب نوش ہوں ایک دو پیالوں سے بدمست نہیں ہوتا ہوں۔

[3] شاہی تخت کو مور کی شکل میں بنایا جاتا تھا شاہجہاں کا مشہور تخت طاؤس بھی بشکلِ طاؤس ہی تھا۔

[4] یعنی معمولی درجہ کا ممدوح مجھے اپنا قصیدہ خواں نہیں بنا سکتا ہے۔

[5] تیرے چہرے کے وہ بھی مشتاق ہیں جو بہزاد مرواسید کے ہیں۔

[6] میں ایک معمولی ذرہ ہوں مجھے تیرا وصل کیسے میسر آسکتا ہے۔

[7] جس طرح تیری تلوار ملک فتح کرتی ہے، میرے اشعار بھی دلوں کے فاتح ہیں۔

قصیدہ نمبر ۲

شد عرصۂ زمین چو بساطِ ارم جواں
زمین کا میدان جنت کے فرش کی طرح جوان ہو گیا ہے

از پرتوِ سعادتِ شاہِ جہانیاں
دنیا والوں کے بادشاہ کی نیک بختی کے سایہ سے

خاقانِ[۱] شرق و غرب کہ در غرب و شرق اوست
مشرق اور مغرب کا خاقان جو کہ مغرب اور مشرق میں ہے

صاحبقرانِ خسرو و شاہِ خدایگاں
صاحب قران بادشاہ اور شہنشاہ ہے

خورشیدِ ملک پرور و سلطانِ دادگر
ملک پرور آفتاب ہے، اور منصف بادشاہ ہے

دارائے عدل گستر و کسرائے کے نشاں
عدل کرنے والا دارا ہے اور کیخسرو جیسا کسریٰ ہے

سلطان نشانِ عرصۂ اقلیمِ سلطنت
سلطنت کی اقلیم کے میدان کا سلطان منصب ہے

بالانشینِ مسندِ ایوانِ لامکاں
لامکاں کے محل کی مسند کا بالانشین ہے

اعظم جلالِ دولت و دیں آنکہ رفعتش
سلطنت اور دین کے بڑے جلال والا ہے جس کی بلندی

دارد ہمیشہ توسنِ ایام زیرِ راں[۲]
زمانہ کے گھوڑے کو ہمیشہ ران کے نیچے رکھتی ہے

دارائے دہر شاہ شجاع آفتابِ ملک
وقت کا دارا شاہ شجاع جو سلطنت کا آفتاب ہے

خاقانِ کامگار و شہنشاہِ نوجواں
کامیاب خاقان اور نوجوان شہنشاہ ہے

ماہے کہ شد ز طلعتش افروختہ زمیں
ایسا چاند جس کی چمک سے زمین روشن ہو گئی ہے

شاہے کہ شد ز ہمتش افراختہ زماں
ایسا بادشاہ جس کی ہمت کا باز آشیانہ بناتا ہے

سیمرغِ وہم را نبود قوتِ عروج
وہم کے سیمرغ کو بھی چڑھنے کی طاقت نہیں ہے

آنجا کہ بازِ ہمتِ او سازد آشیاں
جس جگہ اس کی ہمت کا باز آشیانہ بناتا ہے

گر در خیالِ چرخ فتد عکسِ تیغِ او[۳]
اگر اس کی تلوار کا عکس آسمان کے خیال میں آجائے

از یکدگر جدا شود اجزائے آسماں
آسمان کے اجزا ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں

حکمش رواں چو باد براطرافِ بحر و بر
اس کا حکم بحر و بر کے اطراف پر ہوا کی طرح جاری ہے

مہرش رواں چو روح بر اعضائے انس و جاں
اس کی محبت انسانوں و جنوں کے اعضاء پر روح کی طرح جاری ہے

اے صورتِ تو ملکِ جمال و جمالِ ملک
اے وہ کہ تیری صورت حسن کی سلطنت اور سلطنت کا حسن ہے

وے طلعتِ تو جانِ جہان و جہانِ جاں
اور اے وہ کہ تیرا چہرہ دنیا کی جان اور جان کی ایک دنیا ہے

تختِ تو رشکِ مسندِ جمشید و کیقباد
تیرا تخت جمشید اور کیقباد کی مسند کا رشک ہے

تاجِ تو عینِ افسرِ دارا و داوراں
تیرا تاج دارا اور بادشاہوں کے تاج کا سردار ہے

تو آفتابِ ملکی و ہر جا کہ میروی
تو سلطنت کا سورج ہے اور جہاں کہیں تو جاتا ہے

چوں سایہ از قفائے تو دولت بود رواں
سایہ کی طرح تیرے پیچھے سلطنت چلتی ہے

ارکاں نپرورد چو تو گوہر بہیچ قرن
کسی زمانہ تک بھی عناصر اربعہ تجھ جیسا موتی پیدا نہیں کر سکتے

گردوں نیاورد چو تو اختر بصد قراں
سو قرانوں سے بھی آسمان تجھ جیسا ستارہ نہیں لا سکتا ہے

بے طلعتِ تو جاں نگراید بکالبد[۴]
تیرے چہرے کے بغیر، جان، جسم پر مائل نہیں ہوتی ہے

بے نعمتِ تو مغز نہ بندد در استخواں
تیری نعمت کے بغیر ہڈیوں میں گودا پیدا نہیں ہوتا ہے

---

[۱] خاقان ایرانی بادشاہوں کا لقب تھا۔ صاحب قران وہ شخص کہلاتا ہے جس کی ولادت کے وقت زہرہ اور مشتری ستارے مل گئے ہوں۔ ایسا بچہ بہت بڑا بادشاہ بنتا ہے۔

[۲] یعنی زمانہ کی رفتار اس کے قابو میں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جلال سے جلال الدین تورانشاہ مراد ہو جو شاہ شجاع کا وزیر تھا۔ شاہ شجاع نے اپنے باپ مبارز الدین کو شکست دے کر شیراز پر قبضہ کیا تھا۔

[۳] اس کی تلوار کا تصور بھی آسمان کو پارہ پارہ کر دے گا۔

[۴] روح کا جسم سے تعلق تیرے چہرے کی وجہ سے ہے، ہڈیوں کا گودا تیری نعمتوں کی پیداوار ہے۔

ہر دانشے کہ در دلِ دفتر نیامد است
عقل کی ہر وہ بات جو کتابِ ملک میں نہیں سما سکی ہے

دارد جواب خامۂ تو بر سرِ زباں
تیرے قلم کا جواب اس کو نوکِ زبان پر رکھتا ہے

دستِ ترا بابر کہ آرد شبیہ کرد
تیرے ہاتھ کو ابر کے ساتھ کون تشبیہ دے سکتا ہے،

چوں بدرہ بدرہائیے ہد و قطرہ قطرہ آں
جبکہ یہ تھیلی تھیلی دیتا ہے اور وہ قطرہ قطرہ

با پایۂ جلالِ تو افلاک پایمال
تیرے جلال کے رتبہ کے سامنے آسمان پامال ہیں

وز بہرِ جودِ دستِ تو در دہر داستاں
زمانہ میں تیرے ہاتھ کی سخاوت کی داستان پھیلی ہوئی ہے

علم از تو با کرامت و عقل از تو با فروغ
علم تیری وجہ سے باعزت ہے اور عقل تجھ سے پر رونق ہے

شرع از تو در حمایت و دیں از تو در اماں
شریعت تیری وجہ سے پناہ میں ہے اور دین تیری وجہ سے امن میں ہے

بر چرخِ علم ماہی و بر فرقِ مہر تاج
تو علم کے آسمان کا چاند، اور سورج کے سر پر تاج ہے

در چشمِ فضل نوری و در جسمِ ملک جاں
تو بزرگی کی آنکھ کا نور ہے اور سلطنت کے جسم کی جان ہے

اے خسروِ رفیع جناب و منیع قدر
اے بلند بارگاہ والے اور محفوظ رتبے والے بادشاہ

اے داورِ عدیم مثال و عظیم شاں
اے عدیم المثال اور عظیم الشان بادشاہ!

اے آفتابِ ملک کہ در جنبِ ہمتت
اے سلطنت کے آفتاب! تیری ہمت کے پہلو میں

چوں ذرۂ حقیر بود گنجِ شائگاں
گنجِ شائگاں، حقیر ذرے کی طرح ہے

در جنبِ بحرِ جودِ تو از ذرہ کمتر ست
تیری سخاوت کے سمندر کے پہلو میں ذرے سے بھی کم ہیں

صد گنجِ شائگان کہ بہ بخشی برائگاں
سو گنجِ شائگاں، جو تو بلا وجہ بخش دیتا ہے

عصمت نہفتہ رخ بہ سراپردۂ مخیم
خیمہ کے سراپردے میں عصمت منہ ڈھکے ہوئے ہے

دولت کشادہ رو بہ صفا ریز کنداں
رونق پھیلانے والے خیمہ میں دولت مسکراتے ہوئے ہے

گردوں برائے خیمۂ خورشید فلکات
آسمان نے تیرے آفتاب جیسے خیمہ کے فلک کے لئے

از کوہ ابر ساختہ تا زیرِ سائباں
پہاڑوں سے سائبان کے نیچے تک ابر تیار کر دیا ہے

ایں اطلسِ منقش نہ توی زر نگار
اس غفی والے زر نگار، منقش، اطلس کو

چتر بلند بر سرِ خرگاہِ خویش داں
اپنے خیمہ پر بلند چھتری سمجھ

بودی درونِ گلشن و از پردلانِ تو
تو چمن میں تھا، اور تیرے بہادروں کی وجہ سے

در ہند بود غلغل و در زنگ فغاں
ہندوستان میں شور تھا، اور زنگ میں فریاد

در دشتِ روم خیمہ زدی تا غریو کوس
تو نے روم کے جنگل میں خیمہ لگایا یہاں تک کہ نقارہ کی گونج

در دشتِ سند رفت و بیابانِ سیستاں
سندھ کے جنگل اور سیستان کے بیابان میں پہنچی

آں کیست کو بہ ملک کند با تو ہمسری
وہ کون ہے جو سلطنت میں تیری برابری کرے:

از مصر تا بروم و ز چیں تا بقیرواں
مصر سے روم تک اور چین سے قیروان تک

تو شاکری ز خالق و خلق از تو شاکرند
تو اللہ کا شکر گزار ہے اور مخلوق تیری شکر گزار ہے

تو شادماں بدولت و ملک از تو شادماں
تو سلطنت سے خوش ہے اور سلطنت تجھ سے خوش ہے

اے ملہمے کہ در صفِ کروبیانِ قدس
اے وہ ملہم جو عالمِ قدس کے فرشتوں کی صف میں ہے

فیضے رسد بخاطرِ پاکت زماں زماں
تیرے پاک طبیعت کو ہر وقت فیض پہنچتا ہے

لے سخاوت میں تیرا ہاتھ ابر سے بڑھا ہوا ہے ابر قطرات دیتا ہے لیکن تیرے ہاتھ سے روپیوں کی تھیلیاں۔
لے گنج شائگاں خسرو کے ایک خزانے کا نام ہے۔
لے سمندر سخاوت میں مشہور ہے لیکن تو اس سے بھی بڑھا ہوا ہے۔
لے تیرا خیمہ عصمت اور دولت کی پناہگاہ ہے۔
لے تیرے لشکر کی دھاک ہندوستان اور حبش تک ہے۔
لے کروبیانِ قدس وہ فرشتے جو جناب باری میں مقرب ہیں۔ ملہم وہ شخص جس کو خدا کی جانب سے الہام ہوتا ہو۔

داد افلاک عنانِ ارادت بدستِ تو
آسمان نے ارادہ کی باگ تیرے ہاتھوں میں دیدی ہے
یعنی کہ من کیَم بمرادِ خودم رساں
یعنی میں کیا چیز ہوں تو مجھے میری مراد تک پہنچا دے

خصمت کجاست در تہِ پائے خودت فگن
تیرا دشمن کہاں ہے، اس کو اپنے پیر کے نیچے ڈال دے؛
یارِ تو کیست بر سرو چشمِ منش نشاں
تیرا دوست کون ہے، اس کو میرے سر و چشم پر بٹھا دے؛

ہم کامِ من بخدمتِ تو گشتہ منتظم
میرے مقصد کا بھی تیری خدمت کی وجہ سے بندوبست ہو گیا
ہم نامِ من بمدحتِ تو گشتہ جاوداں
میرا نام بھی تیری تعریف کی وجہ سے ہمیشگی اختیار کر گیا

قصیدہ نمبر ۳

سپیدہ دم کہ صبا بوئے بوستاں گیرد
صبح کے وقت جب صبا چمن کی خوشبو حاصل کرتی ہے
چمن ز لطفِ ہوا نکتہ بر جناں گیرد
چمن ہوا کی پاکیزگی کی وجہ سے جنتوں پر نکتہ چینی کرتا ہے

ہوا ز نکہتِ گل در چمن تتق بندد
ہوا پھول کی خوشبو کی وجہ سے چمن میں پردے تان دیتی ہے
افق ز رنگِ شفق رنگِ گلستاں گیرد
شفق کے رنگ کی وجہ سے افق گلستان کا رنگ اختیار کرتا ہے

نوائے چنگ بداں سانِ صلائے صبوح
چنگ کی آواز اس طرح پر صبح کی شراب کی دعوت دیتی ہے؟
کہ پیرِ صومعہ راہِ درِ مغاں گیرد
کہ عبادت خانہ کا پیر مغوں کے دروازے کا راستہ لیتا ہے

سپہر چو زریں سپر کشد بر سر
آسمان کا بادشاہ جب سر پر زریں سپر لگا لیتا ہے
بہ تیغِ صبح و عمودِ افق جہاں گیرد
صبح کی تلوار اور افق کے گرز کے ذریعہ دنیا پر قبضہ کر لیتا ہے

بہ رغمِ زاغِ سیہ شاہبازِ زریں بال
سیاہ کوے کی ذلت کے لئے زریں پر والا شہباز
دریں مقرنسِ زنگاری آشیاں گیرد
اس زنگاری قلعہ میں گھونسلا بنا لیتا ہے

بہ بزمگاہِ چمن رو کہ خوش تماشائیست
چمن کی محفل میں جا کر بہترین منظر ہے
چو لالہ کاسۂ زریں ارغواں گیرد
جبکہ لالہ، ارغواں کا زریں پیالہ تھامتا ہے

چو شہسوارِ فلک بنگرد بجامِ صبوح
جب آسمان کو شہسوار صبح کے جام کے ذریعہ دیکھتا ہے
کہ خور بشعشۂ خود مہرِ خاوراں گیرد
یعنی آفتاب اپنی شعاعوں سے مشرق کو فتح کرتا ہے

صبا نگر کہ دمادم چو رندِ شاہد باز
صبا کو دیکھ کر معشوق باز رند کی طرح پے در پے
گہے لبِ گل و گہ زلفِ ضیمراں گیرد
کبھی گلاب کے ہونٹ اور کبھی ضیمران کی زلف پکڑتی ہے

ز اتحادِ ہیولیٰ و اختیارِ صور
ہیولیٰ کے اتحاد، اور صورتوں کو اختیار کر کے
خرد ز ہر گل و نقشے رخِ بتاں گیرد
عقل ہر پھول اور نقش سے معشوقوں کا رخ بنا لیتی ہے

من اندراں کہ دمِ کیست ایں مبارک دم
میں اس فکر میں ہوں کہ وہ مبارک سانس کس کا سانس ہے؟
کہ وقتِ صبح دریں تیرہ خاکداں گیرد
جو کہ صبح کے وقت اس تاریک زمین میں پھیلتا ہے

چہ حالتست کہ گل در چمن نماید روی
وہ کیا حالت ہے کہ پھول چمن میں رخ نمائی کرتا ہے
چہ آتش ست کہ در مرغِ صبح خواں گیرد
وہ کیا آگ ہے جو صبح کو چہکنے والے پرندوں میں لگتی ہے!

چہ پرتو است کہ نورِ چراغِ صبح دہد
وہ کیا روشنی ہے جو صبح کے چراغ کا نور دیتا ہے؛
چہ شعلہ است کہ در ماہِ آسماں گیرد
وہ کیا شعلہ ہے جو آسمان کے چاند میں لگتا ہے؛

---

۱ یعنی چمن ہوا کی لطافت کی وجہ سے رشک جناں بنا ہوا ہے۔
۲ یہ قصیدہ شاہ ابواسحٰق کی تعریف میں ہے۔ جس نے سلطان ابو سعید بہادر کو شکست دیکر شیراز پر قبضہ کیا تھا۔
۳ تتق، سراپردہ یعنی ہوا نے گلاب کی خوشبو کے پردے تان دیے ہیں اور افق پر شفق گلستاں بنائے ہوئے ہے۔
۴ شہ سپہر سے مراد سورج ہے۔
۵ عمودِ افق سے مراد صبح صادق ہے جو عمود کی شکل میں نمودار ہوتی ہے۔
۶ زاغ سے رات کی سیاہی اور شاہباز سے سورج، مقرنس زنگاری سے آسمان مراد ہے۔
۷ ضیمران نازبو یعنی صبا گلاب اور نازبو کے بوسے لے رہی ہے۔
۸ صبح کی نسیم معلوم کس مبارک سانس والے کا سانس ہے۔

ضمیرِ دل نگشایم بکس مرا آں بہ
میں دل کا راز کسی کے سامنے نہ کھولوں یہی میرے لیے بہتر ہے
کہ روزگار غیور است و ناگہاں گیرد
اس لیے کہ زمانہ غیرت مند ہے اور اچانک پکڑ لیتا ہے

چو شمع ہر کہ بافشائے راز شد مشغول
جو شمع کی طرح راز پھیلانے میں مشغول ہوا
لبش زمانہ چو مقراض در میاں گیرد
زمانہ اس کے ہونٹ کو قینچی کی طرح پکڑ لیتا ہے

کجاست ساقی مہ روئے من کہ از سر مہر
میرا چاند جیسے رخ والا ساقی کہاں ہے جو محبت سے؟
چو چشم مست خودش ساغر گراں گیرد
اپنی مست آنکھوں کی طرح بھاری ساغر اٹھائے

پیامے آورد از یار و از پئش جامے
دوست کا پیغام لائے اور اس کے بعد ایک جام
بشادیٔ رخ آں ماہِ مہرباں گیرد
اس مہربان چاند کے رخ کی خوشی میں اٹھائے

نوائے نغمۂ نے را چو بر کشد مطرب
جب مطرب بانسری کے نغمہ کا سُر پیدا کرتا ہے
گہے عراق زند گاہ اصفہاں گیرد
کبھی عراقی راگ اور کبھی اصفہانی نغمہ شروع کرتا ہے

چرا بصد غم و حسرت سپہر دائرہ شکل
دائرے کی شکل والا آسمان، کس لیے سو غم اور حسرت میں
مرا چو نقطۂ پرکار در میاں گیرد
مجھے پرکار کے نقطہ کی طرح اندر میان میں لیتا ہے

فرشتہ بحقیقت سروشِ عالمِ غیب
وہ حقیقتاً ایک فرشتہ، عالم غیب کی آواز ہے
کہ روضۂ کرمش نکتہ بر جناں گیرد
کہ اس کے کرم کا باغیچہ، جنتوں پر نکتہ چینی کرتا ہے

سکندرے کہ مقیمِ حریمِ او چوں خضر
وہ ایسا سکندر ہے کہ اس کے حریم میں رہنے والا خضر کی طرح
ز فیضِ خاکِ درش عمرِ جاوداں گیرد
اس کے در کی خاک کے فیض سے عمرِ جاوداں حاصل کر لیتا ہے

جمالِ چہرۂ اسلام شیخ ابو اسحٰق
اسلام کے چہرے کا حسن، شیخ ابو اسحاق
کہ ملک در قدمش زیبِ بوستاں گیرد
کہ ملک اس کے قدموں میں باغ کی زینت پکڑتا ہے

کسیکہ بر فلکِ سروری عروج کند
وہ شخص کہ جب سرداری کے آسمان پر چڑھتا ہے
نخست پایۂ خود فرقِ فرقداں گیرد
تو اپنی پہلی سیڑھی فرقدان کے سر کو بناتا ہے

چراغِ دیدۂ محمود آنکہ دشمن را
محمود کی آنکھوں کا چراغ، وہ کہ دشمن کے
ز برقِ تیغِ وے آتش بدودماں گیرد
خاندان تک اس کی تلوار کی بجلی سے آگ لگ جاتی ہے

باوجِ ماہ رسد موجِ خوں چو تیغ کشد
جب وہ تلوار سونتتا ہے تو خون کی موج چاند کی بلندی تک پہنچتی ہے
بہ شیرِ چرخ دہد حملہ چوں کماں گیرد
جب کمان اٹھاتا ہے تو آسمان کے شیر پر حملہ کرتا ہے

عروسِ خاوری از شرعِ رائے انورِ شاہ
مشرقی دولہا، شاہ کی روشن رائے کے طریقہ کی وجہ سے
بجائے خود بود ار راہِ قیرواں گیرد
اگر قیروان کا راستہ اختیار کرے تو مناسب ہے

ایا عظیم وقارے کہ ہر کہ بندۂ تست
اے ایسے بڑے وقار والے کہ جو شخص تیرا غلام ہے
ز رفعِ قدر کمر بندِ تو اماں گیرد
مرتبہ کی بلندی کی وجہ سے جوزا کی پیٹی پکڑ لیتا ہے

رسد ز چرخِ عطارد ہزار تہنیت
عطارد کے آسمان سے ہزاروں مبارکبادیاں پہنچتی ہیں
چو فکرت صفتِ امرِ کن فکاں گیرد
جبکہ تیری تدبیر کن فیکون کے امر کی صفت اختیار کرتی ہے

مدام در پئے طفل است در وجودِ عدوت
تیرا دشمن ہمیشہ اپنے وجود میں طفلِ شب [illegible]
سماکِ رامح ازاں روز و شب سناں گیرد
اسی وجہ سے نیزہ والا سماک رات دن اپنا نیزہ تھامتا ہے

ا۔ شمع کو زبان [illegible] فضول کا اظہار کرتی ہے۔ قینچی سے کاٹی جاتی ہے۔ شمع کے گل کو کاٹا جاتا ہے۔

ب۔ عراق اور اصفہان دو مشہور شہر بھی ہیں اور موسیقی کے دو پردوں کے نام بھی ہیں۔

ج۔ سکندر آبِ حیات کی تلاش میں نکلا تھا۔ مشہور ہے کہ خضر کو آبِ حیات مل گیا ہے۔

د۔ فرقدان ایک ستارہ ہے جو قطبِ شمالی کے پاس ہے یعنی ممدوح کے عروج کا ابتدائی قدم بھی فرقدان سے اونچا ہے۔

ہ۔ جب دشمنوں پر حملہ کرتا ہے تو خون سے [illegible] دیتا ہے [illegible] [illegible] ہے [illegible] برج اسد [illegible] حملہ کرتا ہے۔

و۔ [illegible] کی رائے [illegible] سے بھی زیادہ [illegible] ہے اگر اس کو دیکھ کر سورج مغرب [illegible] جائے تو مناسب ہوگا۔

ز۔ [illegible] کا غلام بھی [illegible] مرتبہ ہے کہ [illegible] جوزا [illegible] ہے جو مرد [illegible]

جو چیزوں کی شکل میں [illegible] فلکی صفت ہے کہ جس چیز کو [illegible] چاہتا ہے اس کو کہہ دیتا ہے [illegible] ہو جا [illegible] [illegible] ہے۔

فلک چو جلوہ کناں بنگرد سمند ترا
آسمان جب تیرے گھوڑے کو جلوہ کرتی دیکھتا ہے

کمینہ پایگہش اوج کہکشاں گیرد
اس کا ادنیٰ اصطبل کہکشاں کی بلندی اختیار کرتا ہے

ملامتے چو کشیدی سعادتے دہدت
جبکہ تو کوئی نامناسب بات برداشت کرتا ہے وہ تجھے نیک بختی عطا کرتی ہے

کہ مشتری نسق کار خود ازآں گیرد
اس لیے کہ مشتری اپنے کام کا انتظام اسی سے حاصل کرتا ہے

زامتحان تو ایام را غرض آنست
تیرا امتحان لینے سے زمانہ کی یہ غرض ہے

کہ از صفائے ریاضت دلت نشاں گیرد
کہ ریاضت کی صفائی کو جو ہے تیرے دل کا پتہ معلوم کرے

وگرنہ پایہ مصحف ازآں بلند ترست
ورنہ قرآن کا مرتبہ اس سے زیادہ بلند ہے

کہ روزگار برآں حرف امتحاں گیرد
کہ زمانہ اس پر امتحان کی حرف گیری کرے

زعمر برخورد آنکس کہ در ہمہ صفتے
اپنی زندگی سے وہ شخص فائدہ اٹھاتا ہے جو کہ تمام معاملوں

نخست بنگرد آنگہ طریق آں گیرد
پہلے غور کرے اس کے بعد اس کا راستہ اختیار کرے

مذاق جانش ز تلخی غم شود ایمن
اس کی جان کا ذائقہ غم کی کڑواہٹ سے محفوظ ہو جاتا ہے

کسیکہ شکر شکر تو در دہاں گیرد
جو شخص تیرے شکر کی شکر منہ میں لیوے

چو جائے جنگ نہ بیند بجام آرد چنگ
جبکہ وہ جنگ کا موقع نہیں دیکھتا ہے جام کو ہاتھ میں لے لیتا ہے

چو وقت کار بود تیغ جانستاں گیرد
جب کام کا وقت آتا ہے جان لینے والی تلوار تھام لیتا ہے

زلطف غیب بسختی رخ امید متاب
سختی میں، غیبی مہربانی سے امید کا رخ نہ پھیر

کہ مغز نغز مقام اندر استخواں گیرد
اس لیے کہ عمدہ مغز ہڈیوں میں مقام بناتا ہے

شکر کمال حلاوت پس از ریاضت یافت
شکر کو بہ کمال شیرینی محنت کے بعد ملی

نخست در شکن تنگ آں مکاں گیرد
پہلے بوری کی شکنوں میں وہ مقام بناتی ہے

دراں مقام کہ سیل حوادث از چپ و راست
اس جگہ جہاں کہ حوادث کا بہاؤ، بائیں اور دائیں سے

چناں رسد کہ اماں از میاں کراں گیرد
اس طرح پہنچتا ہے کہ امن درمیان سے کنارہ اختیار کر لیتا ہے

چہ غم بود بہمہ حال کوہ ثابت را
مضبوط پہاڑ کو، بہر حال، کیا غم ہے!

کہ حملہائے چناں قلزمے جہاں گیرد
اس لیے کہ ایسے سمندر کے حملے دنیا کو فتح کر لیتے ہیں

اگرچہ خصم تو گستاخ میرود حالی
اگرچہ تیرا دشمن فی الحال گستاخ روش رکھتا ہے

تو شاد باش کہ گستاخیش عناں گیرد
تو خوش رہ اس لیے کہ اس کی گستاخی اس کی لگام پکڑے گی

کہ ہرچہ درحق ایں خاندان دولت کرد
اس لیے کہ اس نے جو کچھ بھی اس سلطنت کے خاندان کے حق میں کیا

جزاش بر زن و فرزند و خانماں گیرد
اس کی سزا وہ بیوی اور اولاد، اور خاندان پر بھگتے گا

خیال شاہی اگر نیست در سر حافظ
اگر حافظ کے سر میں بادشاہی کا خیال نہیں ہے

چرا بہ تیغ زباں عرصہ زماں گیرد
کیوں وہ زمانہ کا میدان زبان کی تلوار سے فتح کرتا ہے!

زمان عمر تو پایندہ باد کایں دولت
تیری زندگی کا زمانہ دراز ہو اس لیے کہ یہ دولت

عطیہ ایست کہ در کار انس و جاں گیرد
ایک ایسا عطیہ ہے جو انسانوں اور جنوں کے کام آئے گا

ے زمانہ ممدوح کی
اس لیے آزمائش کرتا
ہے کہ اس کے دل کی
صفائی سے آگاہی
حاصل کرے ورنہ
اس کی ذات قرآن کی
طرح حرف گیری سے
بالا تر ہے۔
ے جو ممدوح کے
شکر کی شکر منہ میں
رکھے زمانہ
اس کا فتح
نہیں
کر سکتا
ہے۔
ے وہ میر بزم بھی ہے
اور میر رزم بھی۔
ے سختیاں جھیلنے کے
بعد راحتیں پیدا ہوتی
ہیں شکر کو بوریوں میں
بھر کر دبایا جاتا ہے۔
جب شکر شکر بنتی ہے

قصیدہ نمبر۳

خیر مقدم مرحبا اے طائرِ میموں قدم
اے مبارک قدم پرندے! تیرا خیر مقدم ہے مرحبا

شادماں کردی مرا تا زم ترا ستا قدم
تو نے مجھے خوش کر دیا مجھے سر سے لیکر قدم تک بچھ جانا ہے

میکنم در ہجرِ تو انجامِ آغازِ نیاز
تیرے ہجر میں نیاز مندی کے آغاز کا انجام کرتا ہوں

زانکہ شرحِ آرزومندی نیاید در قلم
اس لیے کہ آرزو مندی کی شرح قلم سے بیان نہیں ہو سکتی ہے

تا بدانی تو کہ ہجراں خونِ عاشق میخورد
تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ ہجر عاشق کا خون پیتا ہے

نالۂ شبگیر در کارست و آہِ صبحدم
شبگیر نالہ اور صبح کی آہ اپنے کام میں لگے ہوتے ہیں

مجمعِ عشاق بدنامت کنند از ہر رو
اے ستم گر اگرچہ عاشقوں کی جمعیت تجھے بدنام کر دیگی

خوش نگہ کن بادہ در جامست و مجلس منتظم
تو خوب دیکھ لے پیالہ میں شراب ہے اور مجلس منعقد ہے

گر چنیں در حلقۂ سحرِ زلفِ افعی بندِ یار
اگر اس طرح حلقہ بناتی رہیگی یار کی افعی بند زلف

مہرہ نتواں برد آساں ایدل از افسونِ بدم
تو اے دل آسانی سے جادو کے مہرہ کو نہیں لے جا سکتا ہے

گر حریمِ کعبہ خواہی وصلِ جمالِ بے نقاب
اگر تو کعبہ کے اطراف اور اس بے نقاب حسن کا وصل چاہتا ہے

لالہ و گل داں ہمہ خارِ بیابانِ حرم
تو حرم کے جنگل کے تمام کانٹوں کو لالہ اور گل سمجھ

آں گذشت ایدل کہ خواری دیدی از دستِ رقیب
اے دل وہ زمانہ گذر گیا جب کہ تو رقیب کے ہاتھ سے ذلت دیکھتا

یار باز آمد بحمد اللہ عزیز و محترم
یار عزیز اور محترم بحمد اللہ واپس آ گیا ہے

ساقیا مے دہ کہ رندیہائے حافظ سہو کرد
اے ساقی شراب دے کیونکہ حافظ کی رندیاں ۔۔۔

نوکِ کلکِ خواجہ بر منشورِ حافظ زد رقم
حافظ کے حکمنامہ پر خواجہ کے قلم کی نوک نے لکیر کھینچ دی ہے

خواجہ توراں شاہِ عادل دل جلالِ ملک و دیں
خواجہ توران شاہ، منصف مزاج، ملک اور دین کا جلال

بدرِ آفاقِ علی عونُ الوریٰ غوثُ الامم
بلندی کے آسمانوں کا چاند، مخلوق کی مدد کا سہارا، فریاد رس

صورتِ جاہ و جلال و مقصدِ فضل و کمال
جاہ اور جلال کی صورت، فضل اور کمال کا مقصود

منظرِ انوارِ رحمت مبصرِ حسنِ شیم
رحمت کے نوروں کا منظر، حسن اخلاق کے دیکھنے کی جگہ

کانِ مردی و مروت معدنِ صدق و صفا
انسانیت اور مروت کی کان، سچائی اور خلوص کا معدن

جوہرِ عدل و سیاست عنصرِ لطف و کرم
انصاف اور سیاست کا جوہر، مہربانی اور کرم کا عنصر

رافعِ اوضاعِ بدعت ناصرِ اعلامِ دیں
بدعت کی رسموں کو مٹانے والا، دین کے جھنڈوں کا مددگار

ماحیِ آثارِ طغیاں قاطعِ ظلم و ستم
سرکشی کے آثار کو مٹانے والا، ظلم اور ستم کو قطع کرنے والا

آستانت موضعِ دولت نہ اکنونست و بس
تیری چوکھٹ صرف ابھی دولت کا مقام نہیں ہے

دار دایں قصرِ معلی نقشِ تاریخِ قدم
بلند محل، قدیم تاریخ کا نقش رکھتا ہے

بختِ بیدارت چو می آمد بصحرائے وجود
تیرا بیدار نصیبہ جب وجود کے جنگل میں آ رہا تھا

خفتہ بُد گردوں ہنوز اندر شبستانِ عدم
آسمان ابھی تک عدم کے شبستان میں سو رہا تھا

قلبِ بدخواہاں شکست احوالِ پابرجائے تو
تیرے مستقل احوال نے بدخواہوں کا دل توڑ دیا

ہر کرا دل نشکند فیروز گردد لاجرم
جس کا دل نہیں ٹوٹتا ہے، وہ لامحالہ کامیاب ہو جاتا ہے

ہما سے نیک فال لی جاتی ہے اسی لئے اس کو مبارک پرندہ کہا جاتا ہے۔ یہ قصیدہ جلال الدین توران شاہ کی تعریف میں ہے۔ جو شاہ شجاع کا وزیر تھا۔ عاشقوں کی مجلس میں جام چلتا ہے اور مجلس منعقد ہوتی ہے ۔۔۔ کر دیگی۔
عنقریب ۔۔۔ بڑا ۔۔۔ کی ۔۔۔ کے ۔۔۔ مراد ۔۔۔ کے چہرے پر انوارِ رحمت نظر آتے ہیں اور حسنِ اخلاق عیاں ہیں۔
توران شاہ کی سلطنت قدیم ہے ۔۔۔ بادشاہ ۔۔۔

ہاں نپنداری کہ تنہا میزنی بر قلبِ خصم
ہاں تو یہ خیال نہ کر کہ دشمن کے قلب پر تو تنہا حملہ کرتا ہے

ہمتِ اربابِ دل با تست و اربابِ کرم
اصحابِ دل اور اربابِ کرم کی توجہ تیرے ساتھ ہے

شرحِ احوالِ تو الحق بو العجائب دفتریست
تیرے احوال کی شرح یقیناً عجیب دفتر ہے

بندہ یارب کے تواند کرد شکرِ ایں نعم
اے خدا! بندہ ان نعمتوں کا شکر کب ادا کر سکتا ہے

تا بہم مہجور بود از خاک بوسِ درگہت
تیری درگاہ کی خاک بوسی سے جب میں مہجور رہا

دُرد نوشِ درد بودم با ندیمانِ ندم
شرمندہ دوستوں کے ساتھ درد کا تلچھٹ نوش تھا

با شما اخلاصِ ہر یک حاجتِ تقریر نیست
تیرے ساتھ ہر شخص کے اخلاص کو بتانے کی ضرورت نہیں

علمِ آصف دیدہ باشد سالہا صد جامِ جم
جامِ جم نے سینکڑوں سالوں آصف کا علم دیکھا ہوا ہو گا

تا جہاں باشد بہ نیکی در جہانت باد نام
جب تک دنیا ہے، نیکی کے ساتھ دنیا میں تیرا نام ہے

ایں دعا بر انس و جاں گشتہ بدل و جاں فرض ہم
یہ دعا انسانوں اور جنوں پر دل اور جان سے فرض ہے

قصیدہ نمبر ۵

مقدّرے کہ ز آثارِ صنع کرد اظہار
اللہ ایسا اندازہ لگانے والا ہے جس نے صنعت کے آثار سے ظاہر کیا

سپہر و مہر و مہ و سال و ماہ و لیل و نہار
آسمان اور سورج اور چاند اور سال اور مہینے اور رات دن

مدارِ سیرِ کواکب بامرِ کن فیکون
کن فیکون کے حکم سے ستاروں کی رفتار کا مدار

قرار داد بریں طاقِ گنبدِ دوّار
اس گھومنے والے گنبد کی محراب پر بنایا

ز ہفت کوکبِ سیّارہ و دوازدہ برج
سات پھرنے والے ستارے اور بارہ برج سے

کنند سیر مخالف کواکبِ سیّار
جو چلنے والے ستاروں کے مخالف رفتار چلتے ہیں

نہ آسماں ز ملائک بامرِ حق مشغول
فرشتوں کے نو آسمان خدائی حکم بجا لانے میں مشغول ہیں

بہ سجدہ در گہِ تسبیح و ذکر و استغفار
بوقت تسبیح اور ذکر اور استغفار سجدے میں مشغول ہیں

چہار عنصر از و مختلف پدید آورد
چار عنصروں سے مختلف چیزیں بنائیں

مدارِ آتش و آب و غبارِ خاک بہار
وہی آگ، پانی، مٹی وغیرہ کا مدار ہے

قرار داد بالائے خاک و باد آتش
خاک اور ہوا کے اوپر آگ کو ٹھہرایا

گرفتہ کوہ و زمیں درمیانِ آب قرار
پہاڑ اور زمین، پانی کے درمیان ٹھہرے ہوئے ہیں

بدوستیِ نبی و ولی اساس نہاد
نبی اور ولی کی دوستی پر، بنیاد رکھی

جہان و ہر چہ در و ہست خالقِ جبار
دنیا کی اور جو کچھ اس میں ہے، خالقِ جبار نے

اگر نہ ذاتِ نبی و ولی بُدے مقصود
اگر نبی اور ولی کی ذات مقصود نہ ہوتی

جہاں بکتمِ عدم رفتے ہمچو اوّل بار
پہلے کی طرح دنیا عدم کے پردے میں چلی جاتی

نوشتہ بر درِ فردوس کاتبانِ قضا
تقدیر کے کاتبوں نے، جنت کے دروازے پر لکھ رکھا ہے

نبی رسول و ولیعہد حیدرِ کرّار
نبی رسول ہے اور حیدرِ کرار ولی عہد ہے

امامِ جنّی و انسی علیؓ بود کہ علیؓ
جنوں اور انسانوں کے امام علی ہیں اس لیے کہ علی

ز کلِ خلق فزونست از صغار و کبار
تمام مخلوق سے بڑھے ہوئے ہیں، چھوٹوں اور بڑوں سے

۱ دشمنوں پر جب تو ہی حملہ آور نہیں ہوتا ہے بلکہ بزرگوں کی دعائیں بھی تیرے ساتھ ہوتی ہیں۔

۲ یہ قصیدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی منقبت میں ہے منقبت مراد خدا ہے۔ یہ قصیدہ لفظی اور معنوی نقائص کی وجہ سے الحاقی معلوم ہوتا ہے۔

۳ چار عنصر آگ، خاک، پانی، ہوا ہیں۔

۴ اللہ نے تمام کائنات نبی اور ولی کی دوستی کی وجہ سے پیدا فرمائی ہے۔

۵ ازل ہی میں حضرت علی کو نبی کا جانشین اور ولی عہد بنا دیا گیا تھا۔

۶ حضرت علی جن و انس کے امام ہیں اس لیے کہ سب سے افضل ہیں۔

زنامِ اوست معلق سما و کرسی و عرش
انہی کے نام سے آسمان، اور کرسی و عرش معلق ہیں
ز ذاتِ اوست مطبق زمیں بدیں ہنجار
انہی کی ذات سے زمین اس طور پر طبقہ وار ہے

علی امام و علی آمین و علی ایماں
علی امام ہیں اور علی بابرکت ہیں اور علی ایمان ہیں
علی امین و علی سرور و علی سردار
علی امین ہیں، اور علی سرور ہیں اور علی سردار ہیں

علی علیم و علی عالم و علی اعلم
علی علیم ہیں اور علی عالم ہیں اور علی اعلم ہیں
علی حکیم و علی حاکم و علی گفتار
علی حکیم ہیں، اور علی حاکم ہیں اور علی گفتار ہیں

علی نصیر و علی ناصر و علی منصور
علی نصیر ہیں، اور علی ناصر ہیں اور علی منصور ہیں
علی مظفر و غالب علی سرو سردار
علی مظفر ہیں اور غالب ہیں علی سر اور سردار ہیں

علی عزیز و علی عزت و علی افضل
علی عزیز ہیں اور علی عزت ہیں اور علی افضل ہیں
علی لطیف و علی انور و علی انوار
علی لطیف ہیں، اور علی انور ہیں اور علی انوار ہیں

علی ست فتوح و علی ست راحتِ روح
علی فتوحوں کی فتح ہیں، علی روح کی راحت ہیں
علی ست فاضل و افضل علی سرو سردار
علی فاضل اور افضل ہیں علی سر اور سردار ہیں

علی سلیم و علی سالم و علی مسلم
علی سلیم ہیں، علی سالم ہیں اور علی مسلم ہیں
علی قسیم قصور و علی ست قاسمِ نار [1]
علی جنتیں بانٹنے والے ہیں اور علی جہنم تقسیم کرنے والے ہیں

علی صفی و علی صافی و علی صوفی
علی صفی ہیں اور علی صافی ہیں اور علی صوفی ہیں
علی وفی و علی صفدر و علی سردار
علی وفادار ہیں اور علی صف شکن ہیں اور علی سردار ہیں

علی نعیم و علی ناعم و علی منعم
علی نعیم ہیں اور علی نعمتوں والے اور علی نعمتیں دینے والے ہیں
علی بود اسد اللہ قاتلِ کفار
علی اللہ کے شیر، کافروں کو قتل کرنے والے ہیں

علی ز بعدِ محمد ز ہر چہ ہست بہ است [2]
علی محمد کے بعد ہر موجود سے بہتر ہیں
اگر تو مومنِ پاکی نظر دریغ مدار
اگر تو پاک مومن ہے نگاہ نہ ہٹا

بحقِ نورِ محمد بآدم و بہ خلیل
محمد کے نور کی قسم، آدم اور خلیل اللہ کی قسم
بحقِ شیث و شعیب و بہ ہودِ کم آزار
شیث اور شعیب اور دستانے والے ہود کی قسم

بحقِ یوسف و یعقوب و یحییٰ و لقمان
یوسف اور یعقوب اور یحییٰ اور لقمان کی قسم
بحقِ نوح نجی درمیان دریا بار
زبردست دریا میں نجات حاصل کرنے والے نوح کی قسم

بحقِ عزتِ توریت و حرمتِ انجیل
توریت کی عزت اور انجیل کی حرمت کی قسم
بحقِ جمع زبور و بحقِ روزِ شمار
زبور کے مجموعہ، اور قیامت کی قسم

بحقِ دانشِ اسحٰق و شوقِ اسمٰعیل [3]
اسحاق کی دانش اور اسماعیل کے شوق کی قسم
کہ در رضائے خدا کرد جانِ خویش نثار
جس نے خدا کی رضامندی میں اپنی جان قربان کردی

بحقِ یوشع و الیاس و لوط و اسکندر
یوشع، اور الیاس، اور لوط اور سکندر کی قسم
بحقِ نغمۂ داؤد و صوتِ خوش گفتار
داؤد کے نغمہ اور خوش گفتار آواز کی قسم

بحقِ مہرِ سلیمان و زہدِ ابراہیم
سلیمان کی انگوٹھی، اور ابراہیم کے زہد کی قسم
بحقِ عیسیٰ و موسیٰ و یونسِ غمخوار
عیسیٰ اور موسیٰ اور غمخوار یونس کی قسم

[1] شیعان علی حضرت علی کو جنت اور جہنم کا تقسیم کنندہ مانتے ہیں۔

[2] تمام انبیاء کے حق کی قسمیں کھاکر کہا ہے کہ بیعت دین پوری را یعنی حضرت علی ہی آنحضور کے بعد امام ہیں۔

[3] یعنی حضرت اسماعیل اپنی قربانی دینے پر راضی ہوگئے تھے اسی لئے ان کو ذبیح اللہ کہا جاتا ہے۔

بحقِ قوّتِ جبریل و صورِ اسرافیل
جبریل کی قوت، اور اسرافیل کے صور کی قسم
بحقِ قابضِ ارواح در یمین و یسار
دائیں اور بائیں طرف میں روحوں کو قبض کرنے والے کی قسم

بحقِ حاملِ عرش و بقربِ میکائیل
عرش کو اٹھانے والے اور میکائیل کے قرب کی قسم
بحقِ چار کتابِ ستودۂ جبّار
خدا کی تعریف کی ہوئی چاروں کتابوں کی قسم

بحقِ جملۂ قرآں بہ صحفِ ابراہیم
پورے قرآن اور ابراہیم کے صحیفوں کی قسم
بحقِ جملۂ مردانِ واقفِ اسرار
رازوں کے جان کار تمام مردوں کی قسم

بحقِ سوزِ فقیرانِ بیگنہ در بند
بے خطا قیدی فقیروں کے سوز کی قسم
بحقِ زاریِ رنجورِ بیکس و بے یار
بے یار و مددگار بے کس، رنجیدہ کی آہ و زاری کی قسم

بحقِ چہرۂ زردِ فقیرِ سرگرداں
پریشان فقیروں کے زرد چہرے کی قسم
بحقِ دردِ اسیرانِ خانماں بیزار
گھروں کے بیزار، قیدیوں کے درد کی قسم

بحقِ ضربِ جوانانِ راہِ دیں با کفر
دین کے راستے کے جوانوں کی کفر کے ساتھ تلوار بازی کی قسم
بحقِ زاریِ پیرانِ خوار و عاجز و نزار
ذلیل، اور کمزور، اور عاجز بوڑھوں کی عاجزی کی قسم

بحقِ دینِ محمدؐ بخونِ پاکِ حسینؓ
محمدؐ کے دین اور حسینؓ کے پاک خون کی قسم
بحقِ مردمِ نیکِ مہاجر و انصار
مہاجر اور انصار، نیک مردوں کی قسم

کہ نیست[1] دینِ ہدیٰ را بقولِ پاکِ رسولؐ
کہ نہیں ہے پاک رسول کے قول کے مطابق دینِ ہدیٰ کا
امام غیرِ علیؓ بعدِ احمدِ مختار
امام علیؓ کے سوا احمد مختار کے بعد

زِ بعدِ او حسنؓ ست و حسینؓ بعدِ او
ان کے بعد حسن ہیں اور ان کے بعد حسین
مجوئے جہل بریں کار مومنِ دیندار
اے دیندار مومن! اس کام میں نادانی مت برت

بجہل غافلِ مستغرقی بغفلہ ہمی
تو جہل سے غافل اور غرق ہو چلا ہے غفلت کی وجہ سے
زِ زنگ می نشناسی سفیدی از زنگار
زنگ کی وجہ سے تو سفید کو زنگ سے شناخت نہیں کرتا ہے

بجہد و سعیِ منِ خستہ دل چہ سود ترا
مجھ دل خستہ کی کوشش اور سعی سے تجھے کیا فائدہ!
مگر زِ خوابِ جہالت ہمی شوی بیدار
شاید نادانی کی نیند سے تو بیدار ہو جائے

بجہل بیشتر و بیش آنچناں ہستم
میں جہالت میں اس قدر زیادہ جاہل
کہ کس مباد چناں کآمدم در اوّل بار
کہ خدا کرے کوئی ایسا نہ ہو جیسا کہ میں پہلے تھا

سپاس و منّت و عزت خدائے را کہ نمود
اس خدا کا احسان اور شکر ہے، جس نے دکھایا
رہِ نجات و شدم از حیات برخوردار
نجات کا راستہ اور میں زندگی سے نفع اندوز ہوا

بگاہِ[2] ہفصد و ہفتاد بُد کہ در شیراز
سات سو ستر کا وقت تھا، کہ شیراز میں
تمام گشت بیکروز جملہ ایں اشعار
ایک دن میں یہ تمام اشعار پورے ہوئے

بدشمناں منشیں حافظا تو لا[3] کن
دشمنوں کے ساتھ نہ بیٹھ، اے حافظ تولا کر
نجاتِ خویش طلب کن بجانِ ہشت و چہار[4]
آٹھ اور چار کے طفیل سے اپنی نجات کا طالب بن

حرامزادہ[5] و بد فعل و شوم و بے بنیاد
حرام زادہ، اور بدمعاش منحوس، اور بے اصل
بمدحِ شاہِ جہاں کے کجا کند اقرار
دنیا کے بادشاہ کی تعریف کا کب اقرار کرتا ہے؟

---

[1] یہ شعر تمام قسموں کا جواب ہے۔
[2] میں نے یہ قصیدہ ایک دن میں شیراز میں سنہ ۷۷۰ھ میں لکھا ہے۔
[3] تولّا
[4] حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دوستی مراد ہے۔ آٹھ اور چار سے بارہ امام مراد ہیں۔
[5] جو حضرت علی کے مذکورہ اوصاف کا قائل نہیں ہے وہ ان اوصاف کا آدمی ہے۔

متابعت بمنافق چو میکنی بگذر — زیادہ گفتن نامش ہزار استغفار

منافق کی پیروی تو کیوں کرتا ہے! چھوڑ! — اس کا بیہودہ نام لینے سے ہزار استغفار پڑھ

ترکیب بند[1]

شاہے کہ پناہِ ملک و دین ست — در خورد ہزار آفرین ست

وہ بادشاہ جو کہ دین اور ملک کی پناہ ہے — ہزار آفرین کے لائق ہے

نوبادۂ[2] خاندانِ ملک ست — گلدستۂ بوستانِ دین ست

ملک کے خاندان کا تازہ پھل ہے — دین کے باغ کا گلدستہ ہے

ہم نسلِ شہنشہِ زمان ست — ہم نقدِ خلیفۂ زمین ست

زمانہ کے شہنشاہ کا ہم نسل ہے — موجودہ وقت میں خلیفۂ زمین ہے

آثار و دلائلِ سعادت — تابندہ چو نورش از جبین ست

خوش نصیبی کی نشانیاں اور دلیلیں — اس کی پیشانی سے نور کی طرح چمکنے والی ہیں

در ملک جہاں بکرّ و فرِ شاہی — انصافِ او کوکبِ یقین ست

ملک دنیا میں شاہی دبدبہ کے ساتھ — اس کا انصاف یقین کا ستارہ ہے

در خاتمِ قدرِ او نہفتہ — فیروزۂ[3] چرخ چوں نگین ست

اس کے مرتبہ کی انگوٹھی میں پوشیدہ — آسمان کا فیروزہ نگ کی طرح جڑا ہوا ہے

تیغش بمیانِ کفر و اسلام — سدّے[4] ست ولیک آہنین ست

اس کی تلوار کفر اور اسلام کے درمیان ہیں — دیوار ہے لیکن لوہے کی ہے

کلکش[5] از کفِ دستِ او ستُ دُربار

قلم اس کے ہاتھ سے موتی برسانے والا ہے

شمشیر بہ بازوش سزاوار

تلوار اس کے بازو کے لائق ہے

اے سایۂ رحمتِ الٰہی — وے غنچۂ باغِ پادشاہی

اے اللہ کی رحمت کے سائے! — اے بادشاہی باغ کے غنچے!

ہرگز بشمائلِ[6] تو سروے — نارستہ ز بوستانِ شاہی

تیری خوبیوں والا کوئی سرو بھی — نہیں اگا شاہی باغ میں

ہم چرخِ جمال را تو مہری — ہم برجِ جلال را تو ماہی

تو جمال کے آسمان کا بھی سورج ہے — تو جلال کے برج کا بھی چاند ہے

درخواستہ از خدائے بیچوں — بختت بدعائے صبحگاہی

بے مانند، خدا سے مانگا ہوا ہے — تیرا نصیبہ کر صبح کی دعا کے ذریعے

[1] ترکیب بند اس نظم کو کہا جاتا ہے جس میں ایک غزل مع مطلع کے کہی جائے اس کے بعد ایک متفق بیت جس کا قافیہ غزل کے قافیے بدلا ہوا ہو بطور گرہ لایا جائے دوسری غزل مع اس گرہ کے ایک بند ہوگا اسی طرح چند بند کہے جائیں ترکیب بند اور ترجیع بند میں صرف اتنا فرق ہے کہ ترکیب بند میں ہم گرہ باہد دہرائی نہیں جاتی ہے۔

[2] نوبادہ تازہ پھل

[3] فیروزہ نیلگوں رنگ کا ایک پتھر ہے یعنی آسمان اس کی انگوٹھی کا نگینہ ہے۔

[4] سد روک یعنی اس کی تلوار کفر کے حملوں کی روک ہے۔

[5] یعنی وہ قلم اور تلوار دونوں کا دھنی ہے۔

[6] شمائل جمع شمائل میں اخلاق کو کہا جاتا ہے فارسی والے وضع اور صورت کے معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں۔

بنامِ تو مُہر کردہ گردوں — منشورِ اوامر و نواہی
آسمان نے تیرے نام پر مہر لگا دی ہے — کرنے اور نہ کرنے کے احکام کے فرمان پر

بر سلطنتِ تو بے تکلف — تمکینِ تو مید ہد گواہی
تیری سلطنت پر بے تکلف — تیرا وقار گواہی دیتا ہے

نامِ تو یقیں کہ می برآرد — آوازہ زماہ تا بماہی
یقیناً تیرا نام — شہرت حاصل کرے گا، چاند سے مچھلی تک

گردوں کہ لطیفہ ہا برآرد
آسمان جو کہ عجائبات ظاہر کرتا ہے

دُرّے چو تو در صدف ندارد
سیپ میں تجھ جیسا کوئی موتی نہیں رکھتا ہے

اے خلعتِ مُلک بر تو زیبا — وے غرّۂ دولتِ تو غرّا
اے کہ شاہی پوشاک تجھ کو زیب دیتی ہے! — اے کہ تیری حکومت کی پیشانی روشن ہے!

اے آمدہ نو عروسِ دولت — بر شکل و شمائلِ تو شیدا
اے کہ دولت کی نئی دلہن! — تیری شکل اور عادتوں پر عاشق ہوئی ہے

انوارِ شکوہ و شہریاری — از روئے مبارکت ہویدا
دبدبہ اور شاہی کے نور — تیرے مبارک چہرے سے ظاہر ہیں

بر قامتِ حشمتِ تو کوتاہ — ایں اطلسِ نیلگونِ والا
تیری حشمت کے قد پر کوتاہ ہے — یہ نیلا، بلند اطلس

بگذشت صدائے صیتِ عدلت — از سقفِ نہم رواقِ خضرا
تیرے انصاف کی شہرت کا چرچا گذر گیا — سبز آسمان کی نویں چھت سے

بر شادیِ مجلسِ تو خورشید — ہر لحظہ کشیدہ جامِ صہبا
تیری محفل کی خوشی میں سورج — ہر لحظہ شراب کا جام چڑھا رہا ہے

تا روئے مبارکِ تو بیند — نرگس ہمہ دیدہ گشت عمدا
تاکہ تیرا مبارک چہرہ دیکھے — قصداً نرگس مجسم آنکھ ہو گئی ہے

از بہرِ قبولیت دریں گوش — لُولُوئے خوشاب گشتہ لالا
اس کان میں پسندیدگی کے لئے — آبدار موتی چمکدار بن گیا ہے

در قصرِ تو چرخ آستانے
آسمان، تیرے محل کی ایک چوکھٹ ہے

کیواں بدرِ تو پاسبانے
زحل تیرے در کا محافظ ہے

تا بارِ خدائے بادیارت — جز عیش مباد ہیچ کارت
جب تک باری تعالیٰ تیرا مددگار رہے — عیش کے سوا تیرا کوئی کام نہ ہو

---

۱ منشور، فرمان۔ اوامر احکام کا ملا ہی، ممانعتیں۔
۲ یعنی آسمان رنگ برنگ کی چیزیں ظہور کرتا ہے لیکن تجھ جیسا کوئی نہ پیدا کر سکا۔
۳ غرۂ پیشانی کی سفیدی، غرا، روشن۔
۴ شیدا، عاشق، دیوانہ۔
۵ ہویدا، ظاہر یعنی تیری پیشانی سے شاہی نور چمکتے ہیں۔
۶ اطلس نیلگوں سے مراد آسمان ہے یعنی تیری وسعتیں آسمان سے زیادہ ہیں۔
۷ رواقِ خضرا سے مراد آسمان ہے۔
۸ کیوان، زحل ستارے کو کہا جاتا ہے جو ساتویں آسمان پر مانا گیا ہے یعنی آسمان تیری چوکھٹ ہے اور زحل تیرا دربان ہے۔

ہر آرزوئے کہ در دل آید — ایام نہادہ در کنارت
جو تمنا تیرے دل میں آئے — زمانہ تیری آغوش میں ڈالدے

توفیق رفیق در یمینت — تائید ندیم در یسارت
توفیق تیرے داہنے ہاتھ کا دوست ہے — تائید تیرے بائیں ہاتھ کا دوست ہے

نصرت کہ مباد از تو خالی — در رزم کمینہ دستیارت[1]
نصرت جو تجھ سے جدا نہ رہے — میدان جنگ میں تیرا ادنیٰ ہتھیار ہے

آراستہ چوں بہشت گیتی — از کوشش تیغ آبدارت
دنیا، بہشت کی طرح حسین ہے — تیری آبدار تلوار کی کوشش سے

تا چرخ بپاست دور دورت — تا دہر بجاست کار کارت
جب تک آسمان قائم ہے تیرا دور دورہ ہے — جب تک زمانہ موجود ہے تیرا ہی کام، کام ہو

جاوید بعون جاہ و عزت — بادا ہمہ چیز بر قرارت
مرتبہ اور عزت کی مدد سے، ہمیشہ — تیری ہر چیز برقرار رہے

آسودہ چو حافظ اند خلقاں — در سایۂ بخت کامگارت
تمام دنیا، حافظ کی طرح چین و آرام سے ہے — تیرے کامیاب نصیب کے سایہ میں

کارت ہمہ حفظ ملک و دیں باد
تیرا تمام کام دین، اور ملک کی حفاظت ہو

تا باد ہمیشہ ایں چنیں باد
جب تک ہو، ہمیشہ اسی طرح ہو

ماہے چو تو آسماں ندارد — سروے چو تو بوستاں ندارد
تجھ جیسا چاند، آسمان نہیں رکھتا ہے — تجھ جیسا، سرو، باغ نہیں رکھتا ہے

با روئے تو آفتاب دیدم[2] — نیک ست ولیکن آں ندارد
تیرے چہرے کے سامنے میں نے سورج کو دیکھا — اچھا ہے لیکن کوئی ادا نہیں رکھتا ہے

از حسن تو چوں کنم عبارت — کز ہیچ صفت نشاں ندارد
تیرے حسن کو کیسے بیان کروں! — اسلئے کہ کسی خوبی میں، کوئی مثال نہیں رکھتا ہے

حیراں[3] شدہ ام کہ ہیچ وصفے — در خور رخت بیاں ندارد
میں حیران ہو گیا ہوں، اس لئے کہ کوئی تعریف — تیرے رخ کے مناسب بیان نہیں رکھتی ہے

مرغے کہ سوئے تو کرد پرواز — دیگر ہبر آشیاں ندارد
جس پرندے نے تیری جانب پرواز کی — پھر گھونسلے کا خیال نہیں کرتا ہے

ہر دل کہ زجاں ندارد دوست — میداں بیقیں کہ جاں ندارد
جو دل کہ جان سے تجھے دوست نہ رکھے — سمجھ لے کہ یقیناً اس میں جان نہیں ہے

از بہر دلم کدام تیر ست — کابروئے تو در کماں ندارد
میرے دل کے لیے کونسا تیر ہے — جسے تیری ابرو کمان میں نہیں رکھتی ہے

[1] دستیار ہتھیار یعنی کامیابی تیرا ادنیٰ ترین غلام ہے۔

[2] یعنی سورج اپنی جگہ خوبصورت چیز ہے لیکن تیرے چہرے کے بالمقابل ہیچ ہے۔

[3] تیری تعریف کے لئے بیان اور الفاظ ناکافی ہیں۔

چشمت نظرے بما نینداخت — مست ست و سرِ جہاں ندارد
تیری آنکھ نے ہم پر ذرا نظر نہ ڈالی — مست ہے اور اس کو دنیا کا خیال نہیں ہے

منظورِ شہنشہ است واز ناز — پروائے شکستگاں ندارد
بادشاہ کا منظورِ نظر ہے اور ناز کی وجہ سے — عاجزوں کی پرواہ نہیں کرتا ہے

سُلطانِ زمانہ ناصرالدیں
شاہِ دوراں ناصر الدین

شد معتصمؔ بعزو تمکیں
عزت اور وقار کی وجہ سے میری جائے پناہ ہے

ساقی اگرت ہوائے ما ہے — جز بادہ میار پیشِ ما ئے
ساقی اگر تجھے ہم سے محبت ہے — شراب کے علاوہ ہمارے سامنے کچھ نہ لا

سجادہ و خرقہ در خرابات — بفروش و بیار جرعۂ مے
مصلّے اور گُدڑی کو شراب خانہ میں — بیچ دے اور شراب کا گھونٹ لا

گر زندہ دلی شنو ز مستاں — در گلشنِ جاں صدائے یا حے
اگر تو زندہ دل ہے تو مستوں سے سن — جان کے چمن میں یا حیّ کی آواز

با درد در آ بوئے درماں — کونین نگر ز عشق لا شے
علاج کی امید پر درد لے کر آ — عشق کی وجہ سے دونوں جہان کو ہیچ کہہ

اسرارِ دلست در رہِ عشق — بہتر ز ہزار حاتمِ طے
عشق کے راستہ میں دل کے راز — بنو طے کے ہزار حاتموں سے بہتر ہیں

سلطاں صفت آں بُتِ پریوش — می آمد و خلقِ شہر از پے
وہ پری جیسا بُت شاہانہ انداز سے — آ رہا تھا اور شہر کی خلقت پیچھے تھی

مردم نگراں بروئے خوبش — وز شرم رواں ز عارضش خوے
لوگ اس کے حسین رخ کو دیکھ رہے تھے — اور شرم سے اس کے رخسار پر پسینہ بہہ رہا تھا

حافظ ز غمِ تو چند نالد — آخر دلِ من شکستہ تا کے
حافظ تیرے غم سے کب تک نالاں رہے — آخر میرا دل کب تک ٹوٹا رہے

با درد و غمِ تو یار باشم — وز عیشِ جہاں کنارہ باشم
تیرے درد و غم کا یار رہوں — اور دنیا کے عیش سے کنارے پر رہوں

ترجیع بند

اے دادہ بباد دوستداری — ایں بود وفا و عہدِ یاری
اے کہ جس نے دوستی کو برباد کر دیا! — وفا اور دوستی کا یہی عہد تھا؟

ٹ معتصم جائے پناہ اور معتصم مشہور عباسی خلیفہ کا نام بھی ہے۔
ٹ بے ہماری زبان کا لفظ ہے اور اسی معنی میں مستعمل ہے جس معنی میں اردو میں استعمال کیا جاتا ہے۔
ٹ تونے اے دوست نے عہد و داد کے ساتھ پسینہ
ٹ ترجیع بند کا مطلب ہم ترکیب بند کی تشریح میں لکھ چکے ہیں۔ یعنی اسکے ہر بند میں وہی گرہ لگائی جائے گی جو پہلے بند میں ہوتی ہے
ٹ یعنی تونے دوستی کو برباد کر دیا وفا کا تقاضا کیا یہی تھا؟

آخر دلِ ریشِ دردمندم تا چند بدستِ غم سپاری
آخر میرے، زخمی، دردمند دل کو تو کب تک غم کے سپرد کرے گا!

از زلفِ تو حاصلے ندیدم جز شیفتگی و بیقراری
تیری زلف سے میں نے کوئی فائدہ نہ دیکھا سوائے دیوانگی بے قراری کے

ایجانِ عزیز بر ضعیفاں تا چند کنی جفا و خواری
اے پیاری جان! کمزوروں پر جفا اور ذلت کب تک کرے گا!

ہرچند کہ سوختی بجورم کردم منِ خستہ سازگاری
ہرچند کہ تو نے مجھے ظلم سے جلایا مجھ خستہ نے موافقت کی

گفتم مگر از سرِ ترحم دست از ستم و جفا بداری
میں نے کہا شاید رحم کھا کر ظلم وستم سے تو ہاتھ اٹھائے

چوں نیست امید آں کہ روزے بر عاشقِ خستہ رحمت آری
چونکہ یہ امید نہیں ہے کہ کسی دن خستہ عاشق پر تو رحم کرے

آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم
یہی بہتر ہے کہ صبر سے منہ نہ موڑوں

باشد کہ مرادِ دل بیابم
ہوسکتا ہے کہ دل کی مراد پاؤں

اے ساقی از آں مے شبانہ دردہ دو سہ جامِ عاشقانہ
اے ساقی! اس رات کی بچی ہوئی شراب سے دو، تین عاشقانہ جام دے

تا در سرِ من ز عقل باقیست از دست منہ مے مغانہ
جب تک میرے سر میں عقل باقی ہے مُغوں والی شراب ہاتھ سے نہ چھوڑ

برداشتہ اند صوتِ داؤد مرغانِ چمن ز آشیانہ
داؤدی نغمہ بلند کیا ہے چمن کے پرندوں نے آشیانے سے

اے مطربِ ما تو نیز یکدم مگذار ز کف دف و چغانہ
اے ہمارے مطرب! تو تھوڑی کے لئے بھی ہاتھ سے دف اور چغانہ نہ چھوڑ

برگوی بیادِ وصلِ جاناں چوں عود بسوزِ دل ترانہ
محبوب کے وصل کی یاد میں گا عود کی طرح، دل کے سوز کے ساتھ، ترانہ

مے نوش تو حافظا بشادی تا چند خوری غمِ زمانہ
اے حافظ! خوشی سے شراب پی زمانہ کا غم کب تک کھائے گا!

دیریست کہ آتشِ غمِ دل در سینہ ہمی کشد زبانہ
عرصہ ہوگیا ہے کہ دل کے غم کی آگ سینے میں لپٹیں مار رہی ہے

چوں نیست بہیچ گونہ پیدا دریائے فراق را کرانہ
جبکہ کسی طرح بھی پیدا نہیں ہے فراق کے دریا کا کنارہ

لے میں تیرے جلانے پر اسی وجہ سے راضی رہا کہ شاید کسی وقت رحم کرے۔

لے یعنی جب تک سر میں کچھ بھی عقل باقی ہے برابر شراب پلائے جا تاکہ مدہوش ہو جاؤں۔

لے چغانہ ایک ساز کا نام ہے اور موسیقی کا ایک پردہ بھی ہے۔

لے زبانہ آگ کا شعلہ یعنی میں ایک عرصہ سے فراق کی آگ میں جل رہا ہوں۔

آں بہ کہ ز صبر رُخ نتابم
یہی بہتر ہے کہ صبر سے منہ نہ موڑوں

باشد کہ مرادِ دل بیابم
ہو سکتا ہے کہ دل کی مراد پاؤں

در سختیِ عشق اگر بمیرم
اگر میں عشق کی سختی سے مر بھی جاؤں

من دل ز غمِ تو بر نگیرم
تیرے غم سے دل نہ ہٹاؤں گا

بیشک دلِ ماہ و خور بگیرد
یقیناً چاند اور سورج دلگیر ہو جائے

گر سوئے فلک رسد نفیرم[1]
اگر میری فریاد آسمان پر پہونچے

پیوستہ کمانِ ابروانش
اس کی ابروؤں کی کمان، مسلسل

از غمزہ ہمی زند بہ تیرم
ادا سے میرے تیر مار رہی ہے

نتواں بہ قلم نوشت شوقش
اس کا عشق قلم سے نہیں لکھا جا سکتا ہے

گر پیر فلک شود دبیرم
اگر چہ بوڑھا آسمان میرا منشی بنجائے

پیرِ غمِ عشقم ارچہ طفلم[2]
میں غمِ عشق سے بوڑھا ہوں اگرچہ لڑکا ہوں

طفلِ غمِ عشقم ارچہ پیرم
میں غمِ عشق کا لڑکا ہوں اگرچہ بوڑھا ہوں

دارم سرِ آں کہ ہمچو سعدی
میرا یہ خیال ہے کہ سعدی کی طرح

بنشینم و صبر پیش گیرم
بیٹھ جاؤں اور صبر اختیار کر لوں

چوں کرد زمانۂ ستمگار
جب ظالم زمانہ نے تجھ سے دور ہونے کی وجہ سے

دور از تو بہ بندِ غم اسیرم
غم کی قید میں مجھے قیدی بنا دیا

آں بہ کہ ز صبر رُخ نتابم
یہ بہتر ہے کہ صبر سے منہ نہ موڑوں

باشد کہ مرادِ دل بیابم
ہو سکتا ہے کہ دل کی مراد پا لوں

اے غیرتِ لعبتانِ طناز[3]
اے نازنین گڑیوں کے لئے باعث غیرت!

برقع ز رخ چو مہ بر انداز
چاند جیسے رخ سے برقع اُلٹ دے

تا من ز سرِ جہاں بہ کلی
تاکہ میں بالکل دنیا کے خیال سے

برخیزم و توبہ بشکنم باز
ہٹ جاؤں اور پھر توبہ توڑ دوں

اے دوست ز رہگذارِ دیدہ
اے دوست! آنکھوں کے راستے سے

شد فاش میانِ مردماں راز
لوگوں میں راز کھل گیا

تا خود چہ بود مرا سرانجام
دیکھئے، خود میرا کیا انجام ہوتا ہے!

در عشق چو ہجر کرد آغاز
جب عشق میں، ہجر نے آغاز کیا ہے

سرمایۂ عمر داد بر باد
اپنی عمر کا سرمایہ برباد کر دیا

ہر کو بغمِ تو گشت انباز
جو تیرے غم کا شریک بنا

[1] نفیر = آواز، نوحہ یعنی اگر میرے نالے آسمان کی طرف پہنچیں تو ان کو سن کر ماہ اور خورشید دل گرفتہ ہو جائیں گے۔

[2] یعنی جوانی میں ہجر کی وجہ سے بوڑھا ہو گیا ہوں۔

[3] طناز = بہت نخریلا، ناز و انداز دکھانے والا۔ یہ جبکہ عشق کے آغاز میں ہجر ہے تو نہ معلوم انجام کیا ہوگا۔

در آتشِ عشق و مجمرِ غم — میسوز دلا چو عود و می ساز

عشق کی آگ، اور غم کی انگیٹھی میں — اے دل! اگر کی طرح جل اور غم سے موافقت کر

حالی چو نمیسر است مرادت — بوسیدنِ پائے آں سرافراز

اب چونکہ مجھ کو میسر نہیں ہے — اس سربلند کی قدم بوسی

آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم

یہی بہتر ہے کہ صبر سے منہ نہ موڑوں

باشد کہ مرادِ دل بیابم

ہو سکتا ہے کہ دل کی مراد پاؤں

اے سروِ سمن برِ گل اندام — از عارضِ تو خجل مہِ شام

اے سمن جیسے جسم والے، پھول جیسے بدن والے سرو! — تیرے رخسار سے شام کا چاند شرمندہ ہے

باز آئے کہ ہجرِ جاں گدازت — بُرد از دلِ من قرار و آرام

لوٹ آ، اس لیے کہ تیرا جانگداز فراق — میرے دل سے سکون اور آرام لے گیا

از دانۂ خال و دامِ زلفت — مرغِ دلِ من فتادہ در دام

تیرے تل کے دانہ اور زلف کے جال کی وجہ سے — میرے دل کا پرندہ جال میں پھنس گیا ہے

چوں کام نشد بہ سعی حاصل — قانع شدہ ام بہ ہجرِ ناکام

جب کہ کوشش سے مقصد حاصل نہ ہوا — ناکام ہجر پر صابر بن گیا ہوں

مائیم و غمِ فراق حالی — تا خود بہ کجا رسد سرانجام

اب تو ہم ہیں اور فراق کا غم — دیکھیے انجام کہاں تک پہنچے!

جز محنت و درد گوئیا نیست — دور از تو نصیبِ من بایام

گویا درد اور تکلیف کے سوا نہیں ہے — زمانہ سے میرا حصہ (تجھ سے دور)

مقصودِ وجودِ حافظا چیست — جز صحبتِ یار و بادہ و جام

اے حافظ! وجود سے مقصود کیا ہے — دوست کی صحبت اور شراب اور جام کے سوا

حالی چو نمی شود مہیا — کامِ دلم از تو اے دلآرام

اب چونکہ حاصل نہیں ہوتا ہے — میرے دل کا مقصد اے دل آرام! تجھ سے

آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم

یہی بہتر ہے کہ صبر سے منہ نہ موڑوں

باشد کہ مرادِ دل بیابم

ہو سکتا ہے کہ دل کی مراد پاؤں

اے راحتِ جانِ بیقرارم — امیدِ دلِ امیدوارم

اے میری بے قرار جان کی راحت! — اے میرے امیدوار دل کی امید!

شادم بغمت کہ در ہمہ حال — سوزِ غمِ تست سازگارم

میں تیرے غم پر خوش ہوں اس لیے کہ ہر حال میں — تیرے غم کا سوز میرے موافق ہے

ے مجمر: انگیٹھی یعنی عشق کی آگ میں اگر کی طرح جل اور صبر کر۔

ے میرا مرغِ دل تیرے تل کے دانہ کی وجہ سے زلف کے جال میں پھنس گیا ہے۔

ے گویا زمانہ میں میرے لیے درد اور غم کے سوا کچھ نہیں ہے خدا مجھے اس درد کو دور رکھے

ے شعر

[illegible]

تا رفتہ از کنارم ای دوست — یکبار ز عیش برکنارم
اے دوست جب سے تو میری بغل سے گیا ہے — میں ایک دم عیش سے جدا ہو گیا ہوں

در آرزوئے وصال جانے — عمرے بفراق میگذارم
ایک معشوق کے وصال کی آرزو میں — زندگی فراق میں گذار رہا ہوں

امشب بگذشت خواہد از دوش — طوفانِ سرشکِ اشکبارم
آج کی رات کاندھے سے گذر جائے گا — میرے اشکبار آنسوؤں کا طوفان

تا مرگ نگیردم گریباں — من دست ز دامنت ندارم
جب تک موت میرا گریبان نہ پکڑ لے گی — میں تیرے دامن سے دست بردار نہ ہوں گا

چوں ہیچ نشد بسعی حاصل — کامِ دلِ خستہ فگارم
جب کہ کوشش سے کچھ حاصل نہ ہوا — میرے زخمی خستہ دل کا مقصد

آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم
یہی بہتر ہے کہ صبر سے منہ نہ موڑوں

باشد کہ مرادِ دل بیابم
ہو سکتا ہے کہ میں دل کی مراد پاؤں

اے زخمِ غمِ تو مرہمِ دل — عشقِ تو انیس و محرمِ دل
اے وہ کہ تیرے غم کا زخم دل کا مرہم ہے — تیرا عشق دل کا محبوب اور محرم ہے

زلفِ تو کمندِ گردنِ جاں — لعلِ تو نگینِ خاتمِ دل
تیری زلف، جان کی گردن کی کمند ہے — تیرا لعل دل کی انگوٹھی کا نگینہ ہے

ابروئے تو بود شحنۂ جاں — چوں چشمِ تو گشت حاکمِ دل
تیری ابرو جان کی کوتوال ہے — جبکہ تیری آنکھ دل کی حاکم ہو گئی ہے

او در دلِ ما و ما در آتش — ما را غمِ اوست نے غمِ دل
وہ ہمارے دل میں ہے اور ہم آگ میں ہیں — ہمیں اس کا غم ہے نہ کہ دل کا

نزدیک شد آنکہ من بدوری — گیرم گمِ خویش یا گمِ دل
بالکل قریب ہے کہ میں ہجر کی وجہ سے — اپنے آپ کو گم کر دوں گا یا دل کو

حافظ چہ شود اگر بیابی — نورے ز حضورِ عالمِ دل
اے حافظ! کیا ہو جائے گا اگر تو حاصل کرے گا! — دل کی دنیا کے حضور سے کوئی نور

چوں ملکِ وصالِ او نگردد — آساں آسان مسلمِ دل
جب کہ اس کے وصل کا ملک — آسانی سے دل کے زیر فرمان نہیں ہوتا ہے

آں بہ کہ ز صبر رخ نتابم
یہی بہتر ہے کہ میں صبر سے منہ نہ موڑوں

باشد کہ مرادِ دل بیابم
ہو سکتا ہے کہ میں دل کی مراد پاؤں

۱؎ جب سے تو مجھ سے جدا ہوا ہے میں رنج اور غم کی وجہ سے بے قرار ہوں۔
۲؎ میرے جیسے کی تجھ سے دست برداری نہیں ہو سکتی۔
۳؎ معشوق ہمارے دل میں ہے، اور ہم ہجر کی آگ میں جل رہے ہیں۔
۴؎ مجھے دل کی تو نہیں اس کی فکر ہے۔
۵؎ وصل کی سلطنت جبکہ آسانی سے حاصل نہیں، تو پھر صبر اختیار کرنا چاہیے۔

ساقی نامہ

سرِ فتنہ دارد دِگر روزگار — من و مستی و فتنۂ چشم یار
زمانہ، پھر فتنہ کا خیال رکھتا ہے — میں ہوں اور مستی ہے اور یار کی آنکھ کا فتنہ

ہمی ماندم از دورِ گردوں شگفت — ولے نیست در وے مجالِ گرفت
میں زمانہ کی گردش سے تعجب میں ہوں — لیکن اس میں گرفت کی گنجائش نہیں ہے

یکے را قلم زن کند روزگار — یکے را دہد تیغ در کارزار
کسی کو زمانہ قلم پھیر دیتا ہے — کسی کو لڑائی کے میدان میں تلوار دیدیتا ہے

دگر ہمچو زند آتشے میزند — ندانم چراغے کہ بر میکند
اور اگر وہ چقماق کی طرح آگ جلاتا ہے — معلوم نہیں کہ کس کا چراغ بجھاتا ہے؟

فریبِ جہاں قصۂ روشنست — ببیں تا چہ زاید شب آبستن ست
زمانہ کا مکر، ایک کھلا ہوا معاملہ ہے — دیکھو کیا جنتی ہے، رات حاملہ ہے؟

دلا بر جہاں دل منہ زینہار — کہ کس بر سرِ پل نگیرد قرار
اے دل! دنیا سے ہرگز دل نہ لگا — اس لئے کہ کوئی شخص پل پر نہیں ٹھہرتا ہے

ہماں مرحلہ است ایں بیابانِ دور — کہ گم شد در و لشکرِ سلم و تور
یہ طویل جنگل وہی مقام ہے — جہاں سلم اور تور کے لشکر گم ہو گئے ہیں

ہماں منزلست ایں جہانِ خراب — کہ دیدست ایوانِ افراسیاب
یہ جہانِ خراب وہی مقام ہے — جس نے افراسیاب کا محل دیکھا ہے

کجا رائے پیرانِ لشکر کشش — کجا شیدۂ ترکِ خنجر کشش
اس کے لشکر کش پیران کی رائے کہاں ہے؟ — اس کا خنجر کش شیدہ ترک کہاں ہے؟

نہ تنہا شد ایوان و کاخش بباد — کہ خاکش ندارد کسے ہم بیاد
اس کا محل اور قلعہ ہی صرف برباد نہیں ہوا ہے — بلکہ اس کی قبر بھی کسی کو یاد نہیں ہے

چہ خوش گفت جمشید با تاج و گنج — کہ یک جو نیرزد سرائے سپنج
بادشاہ تاج اور خزانہ حاصل ہونے کے جمشید نے کیا خوب کہا ہے — کہ اس فانی سرائے ایک جو کے لائق بھی نہیں ہے

بیا ساقیا جامِ جم دہ مرا — تعلل مکن دمبدم دہ مرا
اے ساقی! آ مجھے جامِ جمشید دے — بہانے نہ کر مجھے پے در پے دے

مغنی کجائی بگلبانگِ رود — بیاد آور آں خسروانی سرود
اے مطرب! تو کہاں ہے رود کی آواز سے — وہ خسروانی گانا یاد دلا

بمستاں نویدِ سرودے فرست — بیارانِ رفتہ درودے فرست
مستوں کو کسی گانے کی دعوت بھیج — گذرے ہوئے دوستوں پر درود بھیج

ا؎ یعنی زمانہ مجھے کسی فتنے میں مبتلا کرنے کی فکر میں ہے لہٰذا میں محبوب کی آنکھوں کے فتنے میں مبتلا ہو کر اس سے بچنے کی تدبیر کرتا ہوں۔
۲؎ یعنی رات اپنے اندر تو فتنوں کو لے آتی ہے۔
۳؎ دنیا ایک پل ہے جس سے گذر کر عالم آخرت میں پہونچنا ہے۔
۴؎ سلم اور تور فریدوں کے دو لڑکوں کے نام ہیں۔
۵؎ پیران، افراسیاب کے وزیر کا نام ہے جو دانائی میں مشہور ہے۔
۶؎ شیدہ افراسیاب کے لڑکے کا نام ہے۔
۷؎ جمشید مشہور بادشاہ گزرا ہے جس نے خدائی کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ اور ضحاک کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔

مُغنّی بزن چنگ بر ارغنوں
اے مُطرب ارغنوں پر چنگل مار

برا ز دلم فکرِ دنیائے دوں
کمینی دنیا کا فکر میرے دل سے نکال

مگر خاطرم یابد آسائشے
شاید میری طبیعت ایک آرام حاصل کرے

کہ نبود ز غم بار وے آلائشے
کہ اُس کے ہوتے ہوئے غم سے آلودگی نہ ہو

مُغنّی بزن خسروانی سرود
اے مطرب! شاہی گانا گا

بگو با حریفاں باآوازِ رود
رود کی آواز سے دوستوں سے کہہ

کہ از آسماں مژدۂ فرصت است
کیونکہ آسمان سے فرصت کی خوشخبری آ رہی ہے

مرا بر عدو عاقبت نصرت ست
انجام کار، دشمن پر میری فتح ہے

مُغنّی نوائے طرب ساز کن
اے مطرب! مستی کا نغمہ گا

بقولِ غزل قصہ آغاز کن
غزل کہہ کر قصہ شروع کر

کہ بارِ غمم بر زمیں دوخت پای
اس لیے کہ غم کے بوجھ نے میرے پیر زمین میں دھنسا دیئے ہیں

بضربِ اصولم بر آور ز جائے
میری جڑوں پر مار کر مجھے جگہ سے اکھاڑ دے

مُغنّی ازیں پردہ نقشے بر آر
اے مطرب! اس پردے سے کوئی نقش باہر لا

ببیں تا چہ گفت از حرم پردہ دار
دیکھ، حرم سے پردہ دار نے کیا کہا ہے؟

چناں بر کش آہنگِ ایں داوری
اس داوری کی تان کو ایسا بلند کر

کہ ناہید چنگی برقص آوری
کہ چنگ والی ناہید کو نچوا دے

مُغنّی دف و چنگ را ساز دہ
اے مطرب! دف اور چنگ کو بجا

بیارانِ خوش نغمہ آواز دہ
اچھے گانے والے دوستوں کو پکار

رہے زن کہ صوفی بحالت رود
ایک سُر گا کہ صوفی کو حال آ جائے

بہ مستیٔ وصلش حوالت رود
وہ اس کے وصل کی مستی کے حوالہ ہو جائے

مُغنّی بیا با منت جنگ نیست
اے مطرب! آ جا تیری مجھ سے لڑائی نہیں ہے

کفے بر دفے زن گرت چنگ نیست
اگر تیرے پاس چنگ نہیں ہے تو دف پہ ہاتھ مار

شنیدم کہ چوں غم رساند گزند
میں نے سنا ہے کہ جب غم تکلیف پہونچائے

خروشیدنِ دف بود سودمند
دف کا شور مچانا مفید ہوتا ہے

مُغنّی کجائی کہ وقتِ گل ست
اے مُطرب! تو کہاں ہے، بہار کا موسم ہے

ز بُلبل چمنہا پر از غلغل ست
چمن بلبلوں سے گونج رہے ہیں

ہماں بہ کہ خونم بجوش آوری
یہی بہتر ہے کہ تو میرے خون کو جوش دیدے

دمِ چنگ را در خروش آوری
چنگ کے سانس کو شور میں لائے

مُغنّی بیا عود را ساز کن
اے مطرب! آ، سارنگی بجا

نوآئیں نوائے نو آغاز کن
نیا طرز کا، نیا نغمہ شروع کر

بیک نغمہ دردِ مرا چارہ ساز
ایک نغمے سے میرے درد کا علاج کر دے

دلم نیز چوں خرقہ صد پارہ ساز
میرے دل کو گدڑی کی طرح ٹکڑے ٹکڑے بنا دے

---

۱ ارغنوں ایک مشہور باجا ہے یعنی دنیا کا فکر ارغنوں کے ذریعہ دفعہ کر دے۔
۲ اے مطرب کوئی غزل سنا، غموں کے بوجھ سے قدم اٹھانے کی طاقت نہیں ہے کوئی ایسا نغمہ ہو جس سے وجد میں آ جاؤں۔
۳ داوری ایک باجا ہے، ناہید زہرہ ستارہ جس کو رقاصۂ فلک مانا گیا ہے۔
۴ حالت یعنی کیفیتِ وجد یعنی مستی کیفیتِ وصل ہے۔
۵ اگر چنگ موجود نہیں ہے تو دف بجا اس کی آواز بھی غموں کو دور کر دیگی۔
۶ اے مطرب کوئی نیا نغمہ سنا، صوفی وجد کی حالت میں کپڑے پھاڑ ڈالتے ہیں یعنی گدڑی کی طرح میرے دل کے بھی ٹکڑے کر دے۔

مغنی کجائی کہ لطفے کنی
اے مطرب! تو کہاں ہے کہ مجھ پر مہربانی کرے
زمے آتشے در دلم افگنی
میرے دل میں شراب سے آگ لگادے

بروں آری از فکرِ خود یکدمم
مجھے اپنی فکر سے ایک دم نکال دے
بہم برزنی کاروبارِ غمم
میرے غم کے کاروبار کو برباد کردے

مغنی کجائی نوائے بزن
اے مطرب! تو کہاں ہے کوئی گانا گا
بیکتائی او دوتائے بزن
اس کی یکتائی کی قسم دوتارا بجا

چو خواہد شدن عالم از ما تہی
جب دنیا ہم سے خالی ہونا ہوگی
گدائی بسے بہ ز شاہنشہی
تو شہنشاہی سے گدائی بہت بہتر ہے

مغنی بگو قول بردار ساز
اے مطرب! قوال کہہ ساز اٹھا
کہ بیچارگاں را توئی چارہ ساز
اٹھ کیونکہ بے چاروں کا تو ہی چارہ ساز ہے

روانِ بزرگانِ خود شاد دار
اپنے بزرگوں کی روح کو خوش رکھ
زروزِ فروماندگی یاد دار
عاجزی کے دن کو یاد رکھ

مغنی از آں پردہ نقشے بباز
اے مطرب اس پردے سے کوئی نقش بنا
ببیں تا چہ گفتم از آں پردہ ساز
دیکھ میں نے اس پردہ ساز سے کیا کہا؟

تو بنمائی راہِ عراقم بزود
تو مجھے راہ عراق جلد دکھا
کہ بکشایم از دیدہ صد زندہ رود
تاکہ میں آنکھوں سے سو زندہ رود جاری کردوں

مغنی بیا بشنو و کار بند
اے مطرب! آ، سن اور عمل کر
زقولِ من ایں پندِ دانا پسند
میرے قول سے عقلمند کی یہ نصیحت پسند کر

چو غم لشکر آرد بیارا صفے
جب غم لشکر کشی کرے تو صف آراستہ کر
ز چنگ و رباب و زنائی و دفے
چنگ اور رباب، اور نے، اور دف کی

مغنی تو ہستی مرا محرمی
اے مطرب! تو میرا محرم راز ہے
زمانے بہ نے زن دمِ ہمدمی
تھوڑی دیر کے لیئے نے کے ذریعہ ہمدمی کا دم بھر

بمے دور کن در دلت گر غمے ست
اگر تیرے دل میں کوئی رنج ہے، شراب سے دور کر
دمے پیش دانا بہ از عالمیست
عقلمند کی صحبت کا تھوڑا سا وقت دنیا بھر سے بہتر ہے

مغنی کجائی بزن بربطے
اے مطرب! تو کہاں ہے؟ کوئی بربط بجا
بیا ساقیا پُر کن از مے بطے
اے ساقی! آ شراب سے ایک بطخ بھر

کہ باہم نشینیم و عیشے کنیم
تاکہ ہم مل کر بیٹھیں اور کچھ عیش کریں
دمے خوش برآریم و جشنے کنیم
ذرا سا خوشی کا سانس لیں اور ایک محفل تیار کریں

مغنی ز اشعارِ من یک غزل
اے مطرب! میرے اشعار میں سے ایک غزل
بآہنگِ چنگ آر اندر عمل
چنگ کی دھن پر کام میں لا

کہ تا وجد را کار سازی کنم
تاکہ میں بے خودی پیدا کروں
برقص آیم و خرقہ بازی کنم
میں ناچنے لگوں اور گدڑی کا کھیل بناؤں

---

۱ یعنی مجھے بیخود بنادے تاکہ غم سے نجات پا جاؤں۔
۲ بے چاروں کا چارہ ساز مطرب ہی ہے۔
۳ عراق بہار کے پردے کا نام بھی ہے اور ایک ملک بھی ہے۔ زندہ رود اصفہان کی مشہور نہر ہے۔
۴ جب غموں کا لشکر حملہ آور ہو تو اس کے مقابلہ کے لئے چنگ و رباب وغیرہ سے صف آرائی کرنی چاہیئے۔
۵ بربط ایک ساز کا نام ہے، بط عربی کی مرغابی جو بطخ کی صورت کی بنائی جاتی ہے۔
۶ میری ایک غزل چنگ پر سنا۔
۷ وجد میں سماع لطف دیتا ہے۔ رقص میں صوفی کی گدڑی کھلونے کی طرح معلوم ہوتی ہے

باقبالِ دارائے دیہیم و تخت
اقبال مندی سے تخت و تاج کا مالک

بہیں میوۂ خسروانی درخت
شاہی درخت کا قیمتی میوہ

پناہِ زمیں پادشاہِ زماں
زمین کی پناہ، زمانہ کا بادشاہ

مہِ برجِ دولت شہِ کامراں
دولت کے برج کا چاند، کامیاب بادشاہ

کہ تمکین اورنگِ شاہی ازوست
کیونکہ شاہی تخت کا وقار اس سے ہے

تن آسانیِ مرغ و ماہی ازوست
مرغ و ماہی کا آرام اس سے ہے

فروغِ دل و دیدۂ مقبلاں
وہ باقبال لوگوں کے دل اور آنکھ کا نور ہے

ولیِ نعمت جملہ صاحبدلاں
تمام صاحبانِ دل کا ولیِ نعمت ہے

الا اے ہمائے ہمایوں اثر
سنو، اے برکتوں والے ہما

خجستہ سروشِ مبارک خبر
مبارک آواز، مبارک خبر والے

جہاں دار و دیں پرور و تاجور
وہ جہاندار ہے، اور دین پرور تاجدار ہے

کزو تختِ جم گشت با زیب و فر
جس کی وجہ سے جمشید کا تخت شان و شوکت والا ہوگیا ہے

چگونہ دہم شرحِ آثارِ او
میں اس کی خوبیوں کی کس طرح شرح کروں

کہ عقل ست حیراں در اطوارِ او
اس کے طور طریقوں میں عقل حیران ہے

چو قدرِ وے از حدِ مدحت ست بیش[۱]
جبکہ اس کا مرتبہ تعریف کی حد سے باہر ہے

سر اندازم از عجز و تشویر پیش
عاجزی اور شرمندگی سے میں سر نیچا کر لیتا ہوں

برآرم باخلاص دستِ دعا
میں اخلاص سے دعا کا ہاتھ اٹھاتا ہوں

کنم روئے در حضرتِ کبریا
اللہ کے دربار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں

کہ یارب بآلائے و نعمائے تو
کہ اے خدا اپنی نعمتوں اور بخششوں کے طفیل

باسرارِ اسمائے حسنائے تو[۲]
اپنے اسمائے حسنیٰ کے اسرار کے طفیل

بحقِ کلامت کہ آمد قدیم[۳]
اپنے قدیم کلام کے طفیل

بحقِ رسول و بخلقِ عظیم
رسول کے حق اور بلند اخلاق کے طفیل

کہ شاہِ جہاں باد فیروز بخت
کہ دنیا کا بادشاہ کامیاب نصیب والا رہے

باقبال ہموارہ با تاج و تخت
اقبال کے ساتھ ہمیشہ تاج و تخت والا رہے

زمیں تا بود مظہرِ عدل و جور
زمین جب تک انصاف اور ظلم کا مظہر رہے

فلک تا بود مرتعِ جدی و ثور[۴]
فلک جب تک جدی اور ثور کی چراگاہ رہے

خدیوِ جہاں شاہ منصور باد
شاہ منصورؒ عالم کا بادشاہ رہے

غبارِ غم از خاطرش دور باد
غم کا غبار اس کی طبیعت سے دور رہے

بحمد اللہ اے خسروِ جم نگیں
بحمد اللہ، اے جمشید کی انگوٹھی والے بادشاہ!

شجاعے بمیدانِ دنیا و دیں
دنیا اور دین کے میدان کے بہادر

بمنصوریت در جہاں رفت نام
تیرا نام دنیا میں منصورؒ مشہور ہوا ہے

کہ منصور باشی بر اعدا مدام
تاکہ تو دشمنوں پر ہمیشہ کامیاب رہے

[۱] اس بادشاہ کی تعریف کرنا ناممکن ہے اس کی خوبیاں بیان سے باہر ہیں۔
[۲] خدا کے ننانوے ناموں کو اسمائے حسنیٰ کہا جاتا ہے۔
[۳] کلام اللہ خدا کی صفت ہے اور قدیم ہے۔
[۴] جدی اور ثور آسمان کے دو برجوں کے نام ہیں اور جدی بکری کا بچہ اور ثور بیل کے معنی میں بھی آتا ہے۔

فریدوں شکوہی در ایوانِ بزم
بزم میں فریدوں جیسے دبدبہ والا ہے
تہمتن نبردی بمیدانِ رزم
جنگ کے میدان میں رستم جیسا جنگجو ہے

فلک را گہر در صدف چوں تو نیست
آسمان کی سیپ میں تجھ جیسا موتی نہیں ہے
فریدون و جم را خلف چوں تو نیست
فریدوں اور جمشید کا جانشیں، تجھ جیسا کوئی نہیں ہے

نہ تنہا خراجت دہند از فرنگ
تجھے صرف فرنگی ہی خراج نہیں دیتے ہیں
کہ مہراج باجت فرستد ز زنگ
بلکہ زنگ سے مہاراجہ تجھے خراج بھیجتے ہیں

اگر ترک و ہندست و گر روم و چین
خواہ ترک اور ہند ہو، خواہ روم اور چین
چو جم جملہ داری بزیرِ نگیں
تو سب کو جمشید کی طرح علم کے ماتحت رکھتا ہے

ہمایست چترت ہمایوں نظر
تیرا چتر مبارک نظر ہما ہے
کہ دارد بسیطِ زمیں زیرِ پر
جو کہ روئے زمین کو پر کے نیچے رکھتا ہے

زحل کمتریں ہندویت در وثاق
زحل بہتری میں تیرا ادنےٰ غلام ہے
سپہرت غلامے مرصع نطاق
آسمان، تیرا جڑاؤ پٹکے والا غلام ہے

سکندر صفت روم تا چیں تراست
سکندر کی طرح روم سے چین تک تیرا ہے
گر او داشت آئینہ آئیں تراست
اگر اس کے پاس آئینہ تھا تو تیرا حکم ہے

بجائے سکندر بماں سالہا
سکندر کی جگہ تو سالہا سال رہ
بدانا دلی کشف کن حالہا
عقلمند دل سے حالات معلوم کر

چو دریائے وصفت ندارد کنار
چونکہ تیرے وصف کے دریا کا کنارہ نہیں ہے
ثنا را کنم بر دعا اختصار
اس لئے تعریف کو دعا پر ختم کرتا ہوں

ز نظمِ نظامی کہ چرخِ کہن
اس نظامی کی نظم میں سے کہ پرانا آسمان
ندارد چو او ہیچ زیبا سخن
اس جیسا کوئی حسین کلام نہیں رکھتا ہے

بیارم بتضمیں سہ بیتِ متیں
تضمین میں تین عمدہ شعر لاتا ہوں
کہ نزدِ خرد بہ ز دُرِّ ثمیں
جو عقل کے نزدیک قیمتی موتی سے بہتر ہیں

ازاں بیشتر کآوری در ضمیر
اس سے بھی زیادہ جتنا تو دل میں خیال کرے
ولایت ستاں باش و آفاق گیر
ملک لینے والا اور دنیا کو فتح کرنے والا ہو

زماں تا زماں از سپہرِ بلند
ابد الآباد تک، بلند آسمان کی طرف سے
بفتحِ دگر باش فیروز مند
تو نئی فتح کے ساتھ کامیاب رہے

ازاں مے کہ جاں را بدو ہوش باد
وہ شراب جس سے جان کو ہوش رہے
مرا شربت و شاہ را نوش باد
میرے لیے شربت اور بادشاہ کے لیے شہد بنے

بیا ساقی آں مے کہ یکبارگی
اے ساقی! آ، وہ شراب جو ایک دم
بیچارہ رساند ز بیچارگی
بےچارگی سے چارہ تک پہنچا دے

بمن دہ کہ سلطانِ دل بودہ ام
مجھے دے، اس لیے کہ میں دل کا بادشاہ ہوں
کنوں دُورم از وے کہ آلودہ ام
اب اس سے دور ہوں، کیونکہ ناپاک ہوں

ے تہمتن: قوی اور بند گسستن، بمعنی جسم یعنی قوی جسم والا یہ رستم کا لقب تھا۔
ے مہراج، بڑا بادشاہ یہ ہندوستان اور حبش کے بادشاہوں کا لقب تھا۔
ے تیرا چتر شاہی بمنزلہ ہما کے ہے اور اپنے پروں میں روئے زمین کو لئے ہوئے ہے۔
ے چونکہ نظامی سے بہتر کوئی شاعر نہیں ہے لہٰذا اس کے کلام کے تین دعائیہ اشعار پر تعریف ختم کرتا ہوں یہ شعر اور اگلے شعر نظامی کے ہیں۔

فریدوں صفت کاویانی علم — برافرازم از پشتی جامِ جم
فریدوں کی طرح کاویانی جھنڈا — جامِ جمشید کی مدد سے میں بلند کروں

بیا ساقی ایں نکتہ بشنو ز نے — کہ یک جرعہ مے بہ ز دیہیم کے
اے ساقی نے کی بانسری سے یہ نکتہ سن — کہ شراب کا ایک گھونٹ کیخسرو کے تاج سے بہتر ہے

بمن دہ کہ در کیشِ مردانِ راہ — چہ طاعت در آنجا چہ آنجا گناہ
مجھے دے، اسلیے کہ راستے کے مردوں کے مذہب میں — اس جگہ کیا عبادت اور کیا گناہ

دم از سیرِ ایں دیرِ دیرینہ زن — صلائے بشاہانِ پیشینہ زن
اس پرانے آتشکدہ کی سیر کا دم بھر — گزشتہ بادشاہوں کو پکار

بیا ساقی آں کیمیائے فتوح — کہ با گنجِ قاروں دہد عمرِ نوح
اے ساقی! آ، کامیابی کی وہ کیمیا — جو قارون کے خزانے کے ساتھ نوح کی عمر دیتی ہے

بدہ تا بر ویت کشایند باز — درِ کامرانی و عمرِ دراز
دے تاکہ تیرے سامنے کھول دیں — کامیابی اور دراز عمر کا دروازہ

بیا ساقی آں ارغوانی قدح — کہ یابد ز فیضش دل و جاں فرح
اے ساقی! آ، وہ ارغوانی پیالہ — جس کے فیض سے دل اور جان فرحت حاصل کرے

بمن دہ کہ از غم خلاصم دہد — نشانِ رہِ بزمِ خاصم دہد
مجھے دے تاکہ غم سے وہ مجھے نجات دے — خاص لوگوں کی محفل کا مجھے پتہ بتادے

بیا ساقی آں مے کہ جاں پرور است — دلِ خستہ را ہمچو جاں در خور است
اے ساقی! آ، وہ شراب جو جان پرور ہے — جو زخمی دل کے لیے جان کی طرح ضروری ہے

بدہ کز جہاں خیمہ بیروں زنم — سراپردہ بالائے گردوں زنم
دے تاکہ دنیا سے باہر خیمہ گاڑوں — آسمان پر خیمہ گاڑوں

بیا ساقی آں مے کہ حال آورد — کرامت فزاید کمال آورد
اے ساقی! آ، وہ شراب جو حال لائے — کرامت بڑھائے اور کمال پیدا کرے

بمن دہ کہ بس بیدل افتادہ ام — وزیں ہر دو بے حاصل افتادہ ام
مجھے دے اسلیے کہ میں بہت بے دل ہوا پڑا ہوں — اور ان دونوں سے خالی پڑا ہوں

بیا ساقی آں آبِ اندیشہ سوز — کہ گر شیر نوشد شود بیشہ سوز
اے ساقی! آ، وہ پانی جو فکر کو جلانیوالا ہے — اگر شیر پی لے تو کچھار جلادے

بدہ تا روم بر فلک شیر گیر — بہم بر زنم دامِ ایں گرگِ پیر
دے تاکہ میں آسمان پر شیر پکڑنے والا بنکر جاؤں — اس پرانے بھیڑیے کا جال پھاڑ ڈالوں

بیا ساقی آں بکرِ مستورِ مست — کہ اندر خرابات دارد نشست
اے ساقی! آ، وہ پردہ نشین و مست، باکرہ — جو شراب خانوں میں بیٹھی ہے

بمن دہ کہ بدنام خواہم شدن — خرابِ مے و جام خواہم شدن
مجھے دے کیونکہ میں بدنام ہونا چاہتا ہوں — شراب اور جام کا مرید ہونا چاہتا ہوں

۱ کاوہ ایک لوہار کا نام ہے کاویانی علم وہ جھنڈا کہلاتا تھا جو فریدوں بادشاہ کے پاس تھا
۲ دیرِ دیرینہ سے مراد دنیا ہے … پکار کر کہا جاتا ہے
۳ حضرت نوح کی عمر اور قارون کا خزانہ کثرت میں ضرب المثل ہے۔
۴ شراب کے بعد عالم بالا کی طرف پرواز اور دنیا سے لاپروائی ہوتی ہے۔
۵ شراب پینے سے وجد کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور کرامت اور کمال کے مراتب بلند ہوتے ہیں۔
۶ گرگِ پیر سے مراد آسمان ہے یعنی آسمان کے تمام مکروفریب کا جال پھاڑ ڈالوں۔
۷ بکرِ مستور پردہ نشین کنواری یعنی شراب

ساقی نامہ (۲)

بیا ساقی آں مے کہ حورِ بہشت
اے ساقی! وہ شراب کہ بہشتی حور نے

عبیرِ ملائک دراں مے سرشت
فرشتوں کی خوشبو اس شراب میں گوندھی ہے

بدہ تا بخورے بر آتش کنم
دے، تاکہ آگ پر کچھ دھونی دوں

دماغِ خرد را دمے خوش کنم
تھوڑی دیر کے لئے عقل کا دماغ خوش کروں

بیا ساقی آں مے کہ تیزی کند
اے ساقی! وہ شراب جو تیزی دکھائے

بباغِ دلم مُشک بیزی کند
میرے دل کے باغ میں مُشک بکھیرے

بدہ تا بنوشم بیادِ کسے
دے، تاکہ اس شخص کی یاد میں پیوں

کہ ہست از غمش دردلم خوں بسے
جس کے غم سے میرے دل میں بہت خون بھر گیا ہے

بیا ساقی از مے ندارم گزیر
اے ساقی! آ، مجھے بے شراب کے چارہ نہیں ہے

بیک جام باقی مراد ستگیر
ایک باقی جام سے میری دستگیری کر

کہ از دورِ گردوں بجاں آمدم
اس لئے کہ آسمان کی گردش سے میں جان سے عاجز آگیا ہوں

رواں سوئے دیرِ مُغاں آمدم
مغوں کے آتشکدے کی طرف بھاگتا ہوا آیا ہوں

بیا ساقی از کنجِ دیرِ مُغاں
اے ساقی! مغوں کے آتشکدہ کے گوشہ سے نکل آ

مشو دور کاں نجاست گنجِ رواں
دور مت جا کیونکہ گنج رواں اسی جگہ ہے

ورت شیخ گوید مرو سوئے دیر
اور اگر تجھ سے شیخ کہے کہ آتشکدہ کی طرف نہ جا

جوابش چہ گوئی بگو شب بخیر
تو اس کو کیا جواب دے گا! شب بخیر کہہ دے

بیا ساقی آں جامِ صافی صفت
اے ساقی! آ، وہ شفاف جام

کہ بر دل کشاید درِ معرفت
جو دل پر معرفت کا دروازہ کھول دے

بدہ تا صفائے دروں آرَدم
دے تاکہ مجھ میں اندرونی صفائی پیدا کر دے

دمے از کدورت بروں آرَدم
تھوڑی دیر کے لئے مجھے کدورت سے باہر نکال دے

بیا ساقی آں آتشِ تابناک
اے ساقی! آ، وہ چمکتی ہوئی آگ

کہ زردشت میجویدش زیرِ خاک
جس کو زردشت خاک کے نیچے ڈھونڈتا ہے

بمن دہ کہ در کیشِ رندانِ مست
مجھے دے اس لئے کہ مست رندوں کے مذہب میں

چہ دنیا پرست و چہ آتش پرست
کیا دنیا پرست اور کیا آتش پرست!

بیا ساقی اکنوں کہ شد چوں بہشت
اے ساقی! آ، اب جبکہ بہشت کی طرح ہو گئی ہے

ز روئے تو ایں بزم عنبر سرشت
یہ عنبر زدہ مجلس تیرے رُخ کی وجہ سے

خُذِ الجَامَ لَا تَخْشَ فِیہِ الجُنَاح
جام لے، اس بارے میں گناہ سے نہ ڈر

کہ در باغِ جنت بود مے مباح
اس لئے کہ جنت کے باغ میں شراب حلال ہوتی ہے

۱؎ عبیر ایک خوشبو ہے جو صندل، گلاب اور مُشک سے بنائی جاتی تھی۔

۲؎ بخور، خوشبودار دھونی جو اگر، لوبان وغیرہ سے دی جاتی ہے

۳؎ گنج معانی کیخسرو کے خزانہ کا نام ہے۔ مراد شراب ہے۔

۴؎ دیر سے مراد آتش کدہ ہے یعنی شیخ کو شب بخیر کہہ کر رخصت کر دے۔

۵؎ زردشت آتش پرستی کے مذہب کا بانی ہے جو منوچہر کی نسل سے تھا اور حکیم فیثا غورث کا شاگرد تھا۔ ژند، اسی کی کتاب ہے۔ آتش تابناک سے مراد شراب ہے، زیر خاک سے مراد قبر

۶؎ ساقی کے رخ سے دنیا جنت بن گئی ہے اور جنت میں شراب کا پینا جائز ہے۔

بیا ساقی آں جامِ یاقوت وش ـــ کہ بر دل کشاید درِ وقت خوش
اے ساقی! آ وہ یاقوت جیسا جام ـــ جو کہ دل پر اچھے وقت کا دروازہ کھولتا ہے

بدہ وریں نصیحت زمن گوش کن ـــ جہاں جملہ ہیچست مے نوش کن
دے، اور یہ نصیحت مجھ سے سن لے ـــ دنیا سب ہیچ ہے، شراب پی

ساقی نامہ (۳)

بیا ساقی از بیوفائی عمر ـــ ببین وزمے کن گدائی عمر
اے ساقی! آ، عمر کی بے وفائی کو ـــ دیکھ، اور شراب سے عمر کی بھیک مانگ

کہ مے عمر باقی بیفزایدت ـــ درے ہر دم از غیب بکشایدت
اس لیے کہ شراب تیری باقی عمر کو بڑھا دے گی ـــ ہر وقت تیرے لیے غیب کا ایک دروازہ کھول دیگی

بیا ساقی از مے بنہ مجلسے ـــ کہ دنیا ندارد وفا باکسے
اے ساقی آ شراب کی ایک مجلس جما ـــ اس لیے کہ دنیا کسی کے ساتھ وفا نہیں کرتی

کہ چوں بگذرد عمر و تو بگذری ـــ از و باز مانی و حسرت خوری
اس لیے کہ جب عمر اور تو گذرے گا ـــ اس سے رُکے گا اور حسرت کرے گا

بیا ساقی از مے طلب کامِ دل ـــ کہ بے مے ندارم من آرامِ دل
اے ساقی! آ شراب سے دل کا مقصد طلب کر ـــ اس لیے کہ شراب کے بغیر مجھے دل کا آرام نہیں ملتا

گر از ہجرِ جاں تن صبوری کند ـــ دل از مے تو اند کہ دوری کند
اگر جان کے ہجر پر، جسم صبر کرے ـــ تو ہو سکتا ہے کہ دل شراب سے دوری اختیار کرے

بیا ساقی ایمن چہ باشی کہ دہر ـــ بر آنست کت خوں بریزد بقہر
اے ساقی! آ، مطمئن کیا ہوتا ہے، اس لیے کہ زمانہ ـــ اس پر آمادہ ہے کہ ظلم سے تیرا خون بہادے

دریں خوں فشاں عرصۂ رستخیز ـــ تو خونِ صراحی و ساغر بریز
جنگ کے اس خونریز میدان میں ـــ تو صراحی اور ساغر کا خون بہا

بیا ساقی از من مکن سرکشی ـــ کہ از خاکی آخر نہ از آتشی
اے ساقی! آ مجھ سے سرکشی نہ کر ـــ اس لیے کہ آخر تو خاکی ہے، نہ کہ آتشی

قدح پر کن از مے کہ مے خوش بود ـــ خصوصاً کہ صافی و بیغش بود
شراب سے پیالہ بھر اس لیے کہ شراب اچھی چیز ہے ـــ خصوصاً جو صاف اور خالص ہو

بیا ساقی آں راحِ ریحاں نسیم ـــ بمن دہ کہ نہ زر بماند نہ سیم
اے ساقی! آ وہ ریحان کی خوشبو والی شراب ـــ مجھے دے، اس لیے کہ نہ سونا رہے گا نہ چاندی

زرے را کہ بیشک تلف در پے است ـــ بمے دہ کہ درمانِ دلہا مے است
جس سونے کے، بلاشبہ، بربادی در پے ہے ـــ شراب میں خرچ کر دے اس لیے کہ دلوں کا علاج شراب ہے

ـــ مجھے بھی پلا اور نصیحت سن لے دنیا ہیچ ہے تو بھی پی لے۔
ـــ زندگی کا لطف شراب ہی سے حاصل ہوتا ہے۔
ـــ شراب پینے سے عمر دراز ہوگی اور غیب کے راز کھلیں گے۔
ـــ شراب سے جدائی ایسی ہی ہے جیسا کہ جسم کی روح سے جدائی۔
ـــ دنیا خوں ریز میدان جنگ ہے تو ساغر اور صراحی سے خون جیسی شراب لنڈھا۔
ـــ آگ میں سرکشی اور خاک میں فروتنی ہوتی ہے آگ کی لپٹ اوپر کو جاتی ہے خاک زمین پر گرتی ہے۔

بیا ساقی آں بادۂ لعلِ صاف
اے ساقی! آ وہ صاف لعل جیسی شراب

بدہ تا کے ایں شید و تزویر و لاف
دے، یہ مکر اور جھوٹ اور لاف زنی کب تک؟

ز تسبیح و خرقہ ملولم تمام
میں تسبیح اور گدڑی سے بالکل ملول ہوں

بے رہن کن ہر دو را والسلام
دونوں کو شراب میں گروی کر دے والسلام

بیا ساقی آں بادۂ روح بخش
اے ساقی! آ وہ روح بخش شراب

بدہ تا نشینیم بر پشتِ رخش
دے، تاکہ ہم ابلق گھوڑے کی پشت پر بیٹھیں

تہمتن صفت رو بمیداں کنم
رستم کی طرح میدان کا رخ کروں

بکامِ دل آہنگ جولاں کنم
دل کی تمنا کے مطابق گھومنے کا قصد کروں

بیا ساقی از من برو پیشِ شاہ
اے ساقی! آ میری طرف سے شاہ کے پاس جا

بگویش ز من کاے شہِ جم کلاہ
میری جانب سے اس سے کہہ، کہ اے جمشید کے تاج والے بادشاہ!

دلِ بینوایانِ مسکیں بجوی
بے سروسامان مسکینوں کی دل جوئی کر

پس آنگاہ جامِ جہاں بیں بجوی
پھر جام جہاں نما تلاش کر

بیا ساقی آں مے کز آں جامِ جم
اے ساقی! آ وہ شراب جس سے جمشید کا جام

زند لافِ بینائی اندر عدم
عدم میں بینائی کی ڈینگیں مارے

بمن دہ کہ باشم بتائیدِ جام
مجھے دے، تاکہ میں جام کی تائید سے ہو جاؤں

چو جم آگہ از سرِ عالم تمام
جمشید کی طرح تمام دنیا کے رازوں سے آگاہ

بیا ساقی آں جام پر کن ز مے
اے ساقی! آ، وہ جام، شراب سے بھر

کہ گویم ترا حالِ کسرےٰ و کے
کہ میں تجھ کو کسریٰ اور کیخسرو کے راز بتاؤں

بمستی تواں دُرِّ اسرار سفت
مستی میں رازوں کے موتی بیندھے جا سکتے ہیں

کہ در بیخودی راز نتواں نہفت
اس لیے کہ بیخودی میں راز نہیں چھپایا جا سکتا ہے

بیا ساقی آں مے کہ عکسش ز جام
اے ساقی! آ وہ شراب کہ جس کا عکس جام سے

بکیخسرو و جم فرستد پیام
کیخسرو اور جمشید کو پیام بھیجتا ہے

بدہ تا بگویم بآوازِ نے
دے تاکہ میں بانسری کی آواز کے ذریعہ کہوں

کہ جمشید کے بود و کاؤس کے
کہ جمشید کب تھا اور کاؤس کب تھا؟

بیا ساقی آں مے کہ شاہی دہد
اے ساقی! آ وہ شراب جو شاہی عطا کرے

بپاکی او دل گواہی دہد
دل اس کی پاکی پر گواہی دے

بمن دہ کہ تا گردم از عیب پاک
مجھے دے، تاکہ میں عیب سے پاک ہو جاؤں

خرامم بعشرت بہ تیرہ مغاک
اندھیرے گڑھے میں عیش سے ٹہلوں

بیا ساقی آں جام چوں مہر و ماہ
اے ساقی! آ وہ جام جو چاند اور سورج کی طرح ہے

بدہ تا زنم بر فلک بارگاہ
دے، تاکہ میں آسمان پر مجلس جماؤں

چو شد باغِ روحانیاں مسکنم
جبکہ روحانیت والوں کا باغ، میرا ٹھکانا بن گیا

دریں جا چرا تختہ بندِ تنم
تو اس جگہ میں اپنے جسم کا قیدی کیوں بنوں؟

[1] تسبیح اور خرقے سے رنجیدہ ہو چکا ہوں دونوں کو خیرباد کہہ کے اور شراب میں گروی کر دے۔

[2] رخش، سرخ اور سفید رنگ، چونکہ رستم کے گھوڑے کا یہی رنگ تھا لہٰذا اس کے گھوڑے کو کہتے تھے پھر مطلقاً گھوڑے کے معنی میں آنے لگا۔

[3] جام جم اگرچہ گم ہو چکا ہے لیکن وہ شراب مگر اس کو میسر ہو جائے دوبارہ موجود ہو جائے۔

[4] وہ شراب دے جس کے پینے کے بعد شاہانہ مزاج بن جائے۔

[5] روحانیوں کا ٹھکانا عالم بالا ہے۔ لہٰذا مجھے بھی عالم بالا میں پہونچنا چاہیے اور جسم کی قید سے آزاد ہو جانا چاہیے۔

بیا ساقی آں جام چوں سلسبیل
اے ساقی! آ وہ جام جو سلسبیل کی طرح ہے

کہ دل را بفردوس باشد دلیل
جو دل کی جنت کی طرف رہنمائی کرتا ہے

بدستم دہ و روئے دولت ببیں
میرے ہاتھ میں دے اور دولت کا چہرہ دیکھ

خرابم کن و گنجِ حکمت ببیں
مجھے مست کر دے اور حکمت کا خزانہ دیکھ

بیا ساقی از بادہ ہائے کہن
اے ساقی! آ پرانی شرابوں کے

زجامِ پیاپے مرا مست کن
لبریز جام سے مجھے مست کر دے

چو مستم کنی از مئے بے غشت
جبکہ تو مجھے اپنی خالص شراب سے مست کر دیگا

بمستی بگویم سرودِ خوشت
میں تیرے لئے اچھا گانا مستی میں گاؤں گا

اگر ہمچو جم جام گیری بدست
اگر تو جمشید کی طرح، ہاتھ میں جام لے گا

بہ بینی دراں آئنہ ہر چہ ہست
اس آئینہ میں، ہر موجود کو دیکھ لے گا

بمستی درِ پارسائی زنی
تو مستی میں پارسائی کا دروازہ کھٹکھٹائے گا

درِ خسروی در گدائی زنی [1]
فقیری میں، بادشاہت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا

کہ حافظ چو مستانہ سازد سرود
اس لیے کہ حافظ جب مستانہ گانا گاتا ہے

ز چرخش دہد زہرہ آوازِ رود
تو زہرہ فلک سے اسکو رود کی آواز سناتی ہے

بتاثیرِ صبح از طبقہائے نور
نور کے طبقوں سے صبح کی تاثیر کی وجہ سے

بگوش آیدم ہر دم از لفظِ حور
ہر وقت میرے کان میں حور کے الفاظ آتے ہیں

ق

کہ اے خوشنوا مرغِ شیریں نفس
کہ اے شیریں نفس، خوش الحان پرندہ!

بیفشاں پر و بال و بشکن قفس
پر اور بال جھاڑ، اور پنجرا توڑ ڈال

بیا تا خرد را قلم درکشیم
آ تاکہ ہم عقل پر قلم پھیر دیں

زمستی بعالم علم درکشیم
عالم پر، مستی کا جھنڈا گاڑ دیں

ز جامِ دمادم دمے دم زنیم
لبریز جام کا تھوڑی دیر کے لیے دم بھر لیں

زمے آب بر آتشِ غم زنیم
شراب کا پانی، غم کی آگ پر چھڑک دیں

یک امروز بایکد گرمے خوریم
آج تھوڑی دیر کے لیے مل کر شراب پی لیں

چو فرصت نباشد دِگر کے خوریم
جب فرصت نہ ہوگی پھر کب پئیں گے؟

کہ آنہا کہ بزمِ طرب ساختند
اس لئے کہ جن لوگوں نے محفلِ طرب بنائی

بہ بزمِ طرب ہم نپرداختند
وہ خود محفلِ طرب میں دنگ کے

بایں تختِ فیروزہ فیروز کیست
اس فیروزی تخت پر کون کامیاب ہے؟

ز ایامِ عمر آنکہ بہروز کیست
جو زندگی کے ایام سے راحت میں ہے کون ہے؟

دریغا جوانی کہ برباد شد
اس جوانی پر افسوس ہے جو برباد ہو گئی

خنک آنکہ از عالم آزاد شد
وہ آرام سے ہے جو دنیا سے آزاد ہو گیا

---

[1] مجھے شراب پلاؤ تاکہ تجھے حکیمانہ باتیں سناؤں گا۔ ؎ میں مستی میں تیرے لیے بہترین نغمہ گاؤں گا۔ ؎ تو مستی میں پارسائی ختم ہو جاتی ہے اور انسان گدائی میں بادشاہی کرتا ہے۔ ؎ یہ صبح کے وقت نور کے طبقات سے حور کا وہ نغمہ کانوں میں آتا ہے جس کی لین اگلے شعروں میں ہے۔ ؎ آگ پر پانی ڈالنا یعنی اس کو بجھانا۔

ساقی نامہ (۴)

بدہ ساقیا مے کہ تا دم زنیم
اے ساقی! شراب دے تاکہ ہم سانس لیں

قلم بر سرِ ہر دو عالم زنیم
دونوں جہان کے سر پر قلم پھیر دیں

سبک باش و رطلِ گرانم بدہ
چست ہو، اور مجھے بھاری پیمانہ دے

وگر فاش نتواں نہانم بدہ
اگر کھلم کھلا نہ ہو سکے، تو چھپا کر دے

کہ ایں چرخ و ایں انجمِ آبنوس
اس لیے کہ یہ آسمان اور یہ آبنوس کے ستارے

بے یاد دارد چو بہرام و طوس
بہرام اور طوس جیسے کو بہت یاد رکھتے ہیں

کے کوزدے کوس بر پشتِ پیل
وہ شخص جو ہاتھی کی پشت پر نقارہ بجاتا تھا

زندش بنا کام طبلِ رحیل
ناکامی کے ساتھ اس کے کوچ کا انھوں نے نقارہ بجایا

جز ایں مرکز ہفت پرکار نیست
سات پرکاروں کے اس مرکز کے علاوہ کچھ نہیں ہے

جز ایں ہفت پرکار پرکار نیست
ان ساتوں پرکار کے سوا کوئی پرکار نہیں ہے

تو در خانۂ ششدری ششدری
تو اس چھ دروازے والے گھر میں پریشان ہے

کہ او ماندہ تا بنگری بگذری
کہ وہ رہے گا، جب تک تو دیکھے گا اور چلد یگا

بر ایوانِ شش طاقِ خضرا نشیں
چھ سبز محرابوں والے قلعہ پر بیٹھ

بمنزل گہ جاں نشین گزیں
جان کی منزل میں گھر بنا

ازاں پیش کز ما نیابی نشاں
اس سے قبل کہ تو ہمارا نشان بھی نہ پائے

بدہ ساقی آں آبِ آتش نشاں
اے ساقی! وہ آگ برسانے والا پانی دے

ہمانا کہ آبے بر آتش زنم
شاید کہ میں آگ پر کچھ پانی چھڑکوں

کہ در آتش ست ایں دلِ روشنم
کیونکہ میرا یہ روشن دل آگ میں ہے

کہ فیروز فرخ منوچہر چہر
اس لیے کہ منوچہر کا میاب مبارک چہرے والے نے

شنیدم کہ در عہدِ بوزرجمہر
میں نے سنا ہے کہ بوزرجمہر کے زمانہ میں

نوشتہ است بر جامِ نوشیرواں
نوشیرواں کے جام پر لکھا ہوا ہے

کہ بلفرائے از جامِ نوشیں رواں
کہ تمہیں جام سے مدح کر بڑھا

اگر پورِ زالی و گر پیرِ زال
خواہ تو زال کا بیٹا ہے خواہ بڈھی عورت

بدستاں نمانی شوی پایمال
مکرسے تو نہ بچے گا، پائمال ہو جائے گا

زمن بشنو اے پیرِ آموزگار
اے سکھانے والے بزرگ مجھ سے سن لے

مکن تکیہ بر گردشِ روزگار
زمانہ کی گردش پر بھروسہ مت کر

کہ ایں منزلِ درد و جائے غمست
کہ یہ درد کی منزل اور غم کی جگہ ہے

دریں دامگہ شادمانی کم ست
اس جال کی جگہ میں خوشی کم ہے

ؔ ہم سب شراب پی کر دنیا اور آخرت کے غم سے آزاد ہو جائیں۔

ؔ انجم آبنوس اس لیے کہا ہے کہ آسمان سیاہ آبنوس کی طرح ہے جس میں ستارے نظر آتے ہیں۔ طوس بہرام گور بادشاہ کا پوتا تھا۔

ؔ ہفت پرکار سے ساتوں آسمان مراد ہیں تمام انقلابات اور تغیرات انہیں کی بدولت ہیں اسی لیے آسمان کی سختی ضرب المثل ہے

ؔ خانۂ ششدرے مراد دنیا ہے اس لیے کہ اس کی چھ سمتیں ہیں۔ شش طاق خضرا سے مراد چھ آسمان ہیں۔

ؔ منوچہر بہشت جیسے چہرے والا مشہور بادشاہ گذرا ہے۔ محمد جمہر نوشیرواں شاہ ایران کا مشہور وزیر ہے۔

ؔ پور زال یعنی زال کا بیٹا مراد رستم ہے جو زال کا بیٹا تھا۔

بدیں شاد مانیم کز درد و غم
ہم اس پر خوش ہیں کہ درد اور غم کی وجہ سے

نداریم غم گر نداریم کم
ہیں غم نہیں اگر ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے

بدہ ساقی آں لعل یاقوت رنگ
اے ساقی! وہ یاقوت جیسے رنگ والا لعل دے

کہ بُرد از رُخ لعل و یاقوت رنگ
جس نے لعل اور یاقوت کے رخ سے رنگ اڑا دیا ہے

رواں در دہ آں مے چو آبِ رواں
فوراً وہ شراب دے جو بہتے پانی کی طرح ہے

نہ آبِ رواں کآفتابِ عیاں
نہ صرف بہتے پانی کی طرح ہے بلکہ روشن آفتاب کی طرح ہے

شہانیکہ اینجا نشستند شاد
وہ بادشاہ جو اس جگہ خوش بیٹھے

برفتند و از کس نہ کردند یاد
وہ چلے گئے اور انھوں نے کسی کو یاد نہ کیا

کدام ست جامِ جم و جم کجاست
جامِ جم کون سا ہے، اور جمشید کہاں ہے؟

سُلیماں کجا رفت و حاتم کجاست
سلیمان کہاں گیا، اور حاتم کہاں ہے؟

کہ مید انداز فیلسوفانِ حے
قبیلہ کے فلسفیوں میں سے کون جانتا ہے؟

کہ جمشید کے بود و کاؤس کے
کہ جمشید کب تھا اور کاؤس کب تھا؟

ختم شد

۱ ہمیں یہ خوشی ہے کہ درد سے ہم ایسے مدہوش ہیں کہ مفلسی کا غم نہیں ہے۔
۲ ہمیں فوراً وہ شراب دے جس کو جلدی پانی بلکہ چشمۂ آفتاب کہا جائے۔
۳ جن بادشاہوں نے خوشی سے زمانہ بسر کیا وہ بھی دنیا سے چلے گئے نہ جمشید ہے نہ اس کا جام نہ سلیمان ہے نہ حاتم۔

کتابت: منشی نذیر الدین خیر کوٹی
۸ جوڑ یوالان دہلی